یااللہ جل جلالہ　　　　یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم

علمِ تصوف وطریقت پر مشتمل کتاب مستطاب

مفتاح السلوک

گنجینۂ ادبیات، آداب المریدین گواہرات

جلد نہم

از رشحات فیض قلم
قدوۃ العارفین العالم النبیل فقید المثیل الشیخ الاستاذ المفتی
سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی دامت برکاتہم القدسیہ

ناشر
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: مفتاح السلوک

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۱۵ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست صفحہ نمبر

فصل در بیان تلاوت، تسبیح، تکبیر و تہلیل

تلاوت، تسبیح، تکبیر اور تہلیل کے بیان میں

سورۂ حشر پڑھنے کی فضیلت

ابو اسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا: مجھے ابن فنجویہ دینوری نے خبر دی، ان کو ابن حمدان نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو محمد بن یونس نے، ان کو عمرو بن عاصم نے، ان کو ابو اشہب نے، وہ یزید بن ابان سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قرأ آخر سورة الحشر غفر له ماتقدّم من ذنبه وما تأخّر۔

جس شخص نے سورۂ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کی تو اس شخص کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[1]

مذکورہ حدیث شریف سے متعلق حافظ ابنِ حجر کی تحقیق

راوی یزید بن ابان رقاشی ضعیف ہے اور محمد بن یونس کدیمی کے بارے میں بھی آئمہ نے بہت کلام کیا ہے اور عمرو بن عاصم سے محمد بن یونس کے علاوہ محمد بن احمد بن یزید نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے، لیکن اس کے الفاظ مختلف ہیں۔

[1] (الکشف والبیان فی تفسیر القرآن، ج ۹، ص ۲۸۹)

حدیث دوم

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم أمر رجلاً إذا أوی إلی فراشہ أن یقرأ آخر سورۃ الحشر۔[2]

کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جب وہ بستر پر آئے تو سورۂ حشر کی آخری آیات تلاوت کر لے۔

اور یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں الفاظ ایک ہی حدیث کے ہوں جسے مختصر کر دیا گیا ہو۔

حدیث سوم

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں محمد بن حسین سے، ان کو احمد بن یحییٰ بن زھیر نے خبر دی، ان کو محمد بن احمد بن زید نے، اس کے بعد وہی الفاظ ذکر کئے۔[3]

ستر ہزار فرشتوں کی دعا

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی یہ آخری تین آیات:

---

[2] (الدرر المنثور، ج٦، ص ٢٠٢، کنز العمال، ج ١، ص ٥٢٥)

[3] امام محمد بن محمد حطاب مالکی فرماتے ہیں: اسی وجہ سے ہمارے شیوخ کے استاد علامہ امام قابونی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا اس میں ضعف ہے۔

(تفریح القلوب بالخصال المکفرۃ لما تقدم وما تأخر من الذنوب، ص ٨٩، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ (۲۲) هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (۲۳) هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الحشر ۲۴)

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں (چھپی و ظاہر) کا جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا، وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزّت والا عظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے، وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزّت و حکمت والا ہے۔

پڑھ لے تو اس کے لئے خداوند تعالیٰ شانہ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس دن مر جائے تو شہید مرے گا اور جو شخص شام کو یہ عمل کرے تو اس کے لئے خداوند تعالیٰ شانہٗ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو اس پر صبح تک رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس رات کو مر جائے گا تو شہید مرے گا۔[4]

قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت

امام طبرانی فرماتے ہیں:

ہمیں احمد بن محمد بن نافع نے خبر دی اور ابو بکر بن لال نے "مکارم الاخلاق" میں لکھا: ہمیں ابوداؤد سلیمان بن یزید بن قزوینی نے، ان کو علی بن ابی طاہر نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا ہمیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن منکدر نے ان کو ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی، وہ عمر بن سہل سے،

[4] (ترمذی:۲۹۲۲)

وہ امام حسن بصری سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من علم ابنه القرآن نظرا غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، ومن علمه إياه ظاهرا فكلما قرأ آية رفع الله عز وجل بها للأب درجة، حتى ينتهي إلى آخر ما معه من القرآن۔[5]

جس شخص نے اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن مجید سکھایا تو اس شخص کی زندگی کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے اپنے بیٹے کو قرآن پاک حفظ کرایا تو جب وہ ایک آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے والد کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ جہاں تک قرآن مجید پڑھے گا اس کے والد کا درجہ بلند ہوتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں اس کی سند میں غیر معروف راوی ہے۔

تسبیح، تکبیر اور تہلیل کی فضیلت

ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان المعروف ابو الشیخ اصبہانی "فوائد الاصبہانیین" میں فرماتے ہیں:

ان کو حسن بن بشار اور دلیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، ان دونوں کو عبید اللہ بن عمر نے، ان کو عبد الرحمٰن بن مغرا نے، وہ سعید بن مرزبان سے، وہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص سے اور کلبی سے، وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نوافل وروزہ اور صدقہ کی کثرت کرتی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں اپنی کمزوری کی شکایت کی۔

---

[5] (معجم اوسط للطبرانی، ج۲، ص۲۶۴، مجمع الزوائد، ج۷، ص۱۶۵، ۱۶۶)

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سأخبرک بما هو عوضٌ من ذلک، تسبِّحين مائة مرةٍ فتلک مثل مائةُ رقبةٍ تعتقينها متقبَّلة، وتحمدين اللہَ مائةَمرةٍفذاک مثل مائةبدنةٍمجلّلةٍتهدينها متقبلةوتکبرين اللہ مائةمرةٍ وهناک يغفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک و ماتأخر۔

میں تمہیں نوافل، نفلی روزے اور صدقے کی کثرت کے بدلے کچھ اعمال بتاتا ہوں: تم سو مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھ لیا کرو یہ راہِ خدا میں سو غلام آزاد کرنے کی طرح ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بھی ہے اور تم سو مرتبہ "الحمد للہ" پڑھ لیا کرو تو یہ سو بے عیب اونٹ یا گائے ہدیہ کرنے کی طرح ہے جو مقبول ہوں اور تم سو مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھ لیا کرو تو اس سبب سے اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

مذکورہ حدیث سے متعلق حافظ ابنِ حجر کی تحقیق

اس حدیث کا راوی کلبی جو محمد بن سائب ہے اس کا ضعف مشہور ہے اور اسی طرح ان کے شیخ بھی اور سعید بن مرزبان کے بارے میں ائمہ نے کلام کیا ہے۔

سمندر کی موجیں شمار کرتے ہوئے اللہ اکبر کہنا

ابوالحسن ربعی نے "فضائل شام" میں اس حدیث کا ذکر کیا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت کیا گیا کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من عدَّ في البحر أربعين موجةً وهو يکبر غفرَ اللہُ له ذنوبه ما تقدممنها وما تأخر وانّ الأمواج (والتکبير) لتحتُ الذنوب حتًّا۔

جس شخص نے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے سمندر کی چالیس موجیں شمار کیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے اگلے پچھلی گناہ معاف فرمادے گا اور بے شک موجوں اور تکبیر سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

ساحلِ سمندر پر تکبیر کی فضیلت

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

من کبر علی ساحل البحر عند غروب الشمس تکبیرۃ رافعًا بھا صوته اعطاہ اللہ بعدد کل قطرۃ فی البحر عشر حسنات وحطّ عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات وغفر له ماتقدم من ذنبه وماتأخر۔

یعنی جس شخص نے ساحل سمندر پر غروب و شمس کے وقت بلند آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) کہی، اللہ تعالیٰ اسے سمندر کے ہر قطرے کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دے گا اور دس گناہ مٹادے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور اس شخص کی زندگی کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔[6]

بروز جمعہ درود شریف کی فضیلت

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من صلی علی یوم الجمعة الف مرۃ غفر له ماتقدم من ذنبه وماتأخر۔

یعنی جس نے مجھ پر جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ درود پڑھا تو اس کی زندگی کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث ابن عفیف مالکی نے روایت کی۔[7]

---

[6] (طبقات الاتقیاء، تھذیب الاذکار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما، اضافہ از امام محمد بن ابو بکر المعروف بابن الدیری، الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتاخرۃ، ص ۲۶)

[7] (اضافہ از امام محمد بن ابو بکر المعروف بابن الدیری، الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتاخرۃ، ص ۲۷)

تکبیر، تحمید اور تسبیح کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا قام العبد إلی الصلاۃ فقال: اللہ اکبر کبیرا و الحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و أصیلا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ و ما تأخر۔

یعنی جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ اکبر کبیرًا و الحمد للہ کثیرًا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلاً کہتا ہے، تو اس کی زندگی کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[8]

(مغفرت کی بشارتیں، ص ۱۲۹ تا ۱۳۶)

فصل در بیانِ مظہر تجلیات

مظہر تجلیات کے بیان میں

(قلب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ظھر الانوار بقلوب العارفین و جعل الذکر لسکون القلوب السالکین و الصلوٰۃ و السلام علی معالم الھدایۃ و الانوار ھو معلم سبل السلام الی الزاھدین و المقربین

اما بعد

آج فقیر کے دل میں القاء ہوا کہ ایک ایسا مجموعہ مرتب کیا جائے جو تصوف کا زبدہ اور لب لباب ہو اور دنیا کے کرب و بلا میں مبتلا شدہ لوگوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو جس میں یہ واضح ہو جائے کہ روحانی خوشی جن حضرات کو میسر ہو جائے وہ سبب سکتا ہے جسمانی خوشی کا، جس کا دل خوش ہو اس کا

---

[8] (تہذیب الاذکار، اضافہ از امام محمد بن ابو بکر المعروف بابن الدیری، الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ و المتاخرۃ، ص ۲۸)

تمام بدن خوش ہو گا اور دلی خوشی تب اس کو نصیب ہو گی کہ اس کی روح خوش ہو روحانی خوشی جسمانی خوشی کا پیش خیمہ یا مقدمہ ہے، اور روحانی خوشی تب حاصل ہو گی جب کہ وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نقش قدم پر چل کر شیطان سے دل پھیر کر رحمان کی طرف دل لگائے اور رحمان کے مقربین کو مقربین سمجھے اور وہ مقربین انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں تمام لوگ اولیاء اللہ کے محتاج ہیں اور اولیاء اللہ انبیاء اللہ علیہم السلام کے محتاج ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے محتاج ہیں۔ معلوم ہوا کہ قرب الٰہی کے لئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دامن مبارک تھامنا ضروری ہے، محبوبیت کا ذریعہ بھی محبوب الٰہی معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات گرامی ہے، جس وقت کوئی کسی کی پیروی کرتا ہے تو پیروی کرنے والا متبوع سے لگاؤ پیدا کرتا ہے، اگر تابعداری کرنے والے کے دل میں متبوع کی قدر اور محبت نہ ہو تو وہ کس طرح ادا پیروی میں دلچسپی لے گا؟

کسی عارف نے کیا خوب فرمایا ہے:

اے دل جو محبت محمد داری ۔۔۔ می دان کہ سعادت مئوبد داری

یعنی اے دل جب تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت دل میں رکھتے ہو تو جان لو کہ یہ سعادت ایسی ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے سعادت رکھتے ہو۔

محبت کیا ہے اپنے آپ اور جان ومال کو محبوب کے لئے قربان کرنا اپنے لئے سعادت سمجھے اگر اپنے آپ پر فوقیت نہ رکھتا ہو صرف مال پر فوقیت کو محبت سمجھے تو یہ محبت میں شمار نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ اپنے مال کے ساتھ اپنی جان کو قربان نہ کرے، جان ومال آبرو سب کچھ قربان کرنے میں پہل کرتا ہو وہ سچی محبت کرنے والا سمجھے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شعر پیش خدمت ہے:

فان ابی و والدتی و عرضی　　　لعرض محمدمنک وقاء

حضرت سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بد گویان معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فرماتے ہیں کہ اے بد زبانوں میں اس لئے تمہارے مد مقابل کھڑا ہوں کہ تم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بد گوئی سے غافل ہو کر مجھے اور میرے باپ دادا کو گالیاں دینے میں مشغول ہو جاؤ، میرے او میرے باپ دادا کی آبرو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عزت کو سپر ہو جائے۔

حضرت معین الدین کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معارج النبوۃ میں کیا عرفانی فیصلہ کرکے حتمی بات کو شعر کے انداز میں یوں پیش کیا ہے:

از آتش دوزخ گذشتن چہ غم است　　　چوں محبت محمد تو باخود داری

یعنی جہنم جانے کے لئے کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کے سبب ہمیں دوزخ میں ڈال دیں گے جب کہ تم اپنے دل میں حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت رکھتے ہو۔

آپ کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے دل میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت ہو اور محبت یہ چاہتی ہے کہ محبوب کی اداؤں میں فنا ہو تو جب کوئی شخص حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت رکھتا ہو تو وہ کس طرح حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دامن چھوڑ کر کسی دوسرے کا دامن پکڑے گا۔ اور وہ راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔یعنی اس کو جہنم میں جانا نہیں کیونکہ وہ جہنم کے راستہ کو ترک کرکے ہدایت کا راستہ اختیار کر چکا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہٖ وسلم کو جب عرض کیا کہ مجھے اپنے آپ کے سوا آپ محبوب ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اب تم کامل مؤمن نہیں ہو، پھر آپ نے عرض کیا کہ اب مجھے آپ اپنے آپ سے زیادہ عزیز ہیں، تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اب تم کامل مؤمن ہو۔

یہ باتیں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن نہیں جب کہ وہ میرے ساتھ اپنے آپ اور والدین اور بچوں اور تمام کے تمام مخلوقات سے زیادہ محبت نہ رکھے، ایمان کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ محبت کرنے میں رکھا۔ اگر کسی کے دل میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت نہ ہو تو وہ مؤمن نہیں تو حدیث شریف کے الفاظ میں: لا یؤمن احدکم، الخ ہے یہاں نفی لا کمال کا نہیں بلکہ کمال نفی کا ہے یعنی پورے طور پر وہ ایمان سے خارج ہے جب کہ اس کے دل میں محبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہو۔

عشق محبوب جس کو میسر نہیں　　　لاکھ دعویٰ کرے ایمان کا مگر مومن نہیں

یہ دل اللہ تعالیٰ نے محبوب کے لئے بنایا ہے، اگر اس دل میں محبوب نہ ہو تو یہ دل نہیں بت کدہ ہے، راحت نہیں زحمت ہے، معرفت نہیں کفریت ہے، حسینیت نہیں یزیدیت ہے۔ دل کیا ہے مظہر حقیقت محمدیہ ہے اور وہ مظہر تجلیات الٰہیہ ہے نفس ناطقہ جب معانی کلیہ و جزیہ کو جس وقت چاہے مشاہدہ کرسکے تو اس کو قلب کہتے ہیں، اور علماء کے نزدیک اس مرتبہ کا نام عقل مستفاد ہے۔

کسی نے کیا خوب تشریح کرکے فرمایا ہے:

آنکہ دانا گفت عقل مستفاد　　　در حقیقت داں کہ دل بود ش مراد

جس کو دانا و حکماء نے عقل مستفاد یعنی فائدہ بخش کہا ہے تو حقیقت میں جان لو کہ "دل" اس سے مراد و مقصد ہے، ورنہ گوشت کا لوتھڑا صحیح معنوں میں دل نہیں، یہ تو اس کا جسم ظاہری ہے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کہ وہ درمیان ظاہر و باطن کے لئے پردہ ہے اور روحانی و جسمانی قوتیں اس سے پھوٹتی ہیں اور ہر وقت کو اس سے فیض ملتا ہے تو حقیقت قلب مظہر الٰہیہ کی صورت ہے جیسے روح ربانی مرتبہ حدیث کی صورت ہے اس لئے اس میں ہر چیز سما سکتی ہے حتیٰ کہ جلوۂ حق بھی۔ پس دل عارف باللہ از قسم رحمت الٰہی ہے اور رحمت سے مراد یہ ہے کہ حق ان عرفاء کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو رحمت فرماتا ہے، تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سب کی گنجائش ہے وہ علم اور رحمت اور دل ہیں ایسا دل جو گنجائش حق رکھتا ہو اس شخص کا ہو سکتا ہے جس کو جمیع تجلیات الٰہیہ حاصل ہوں تو جب دل کو جلوہ حق نصیب ہو جائے تو غیر حق کی گنجائش اس میں نہیں۔

جب تجلی الٰہیہ دل میں ہو تو غیر حق تمام فنا ہو جاتا ہے تو دور کا سوال پیدا نہیں ہوتا وہ دل والا اپنا شعور نہیں رکھتا بلکہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے یا سنتا ہے وہ حق سے دیکھتا اور سنتا ہے تو غیر کا سوال پیدا نہیں ہوتا تو حجاب یعنی پردہ بندے اور حق کے درمیان اٹھ جاتا ہے کاملین جس تجلی میں دیکھتے ہیں تو پہچانتے ہیں۔

مردمی باید کہ باشد شاہ شناس تا شناسد شاہ را در ہر لباس

آدمی کو چاہیئے کہ وہ بادشاہ وقت پہچانے تا کہ وہ اس بادشاہ حقیقی کو ہر لباس میں پہچانے۔

حدیث شریف میں ہے:

قلب المؤمن عرش اللہ۔

مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

کیونکہ اس دل میں صرف اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اور یہ یاد مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے، کبھی ذکر کی شکل خواہ سری ہو یا جہری، کسی گناہ سے اجتناب کی صورت میں ہو یا فکر کی صورت میں ہو، کتاب کی شکل میں ہو یہ تمام صورتیں ذکر کی ہیں اور جب دل میں خدا کی یاد ہو تو غیر کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　　عجب چیز ہے لذت آشنائی

جب خلوص دل ہو اور کدورت اور دنیاوی نجاست سے پاک ہو تو کیا اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مظہر نہ ہو گا۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں دل کو لوح محفوظ سے بھی تشبیہہ دی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

ان فی الجسد مضغۃ اذ صلحت صلحت جسد کلہ و اذا فسدت فسدت کلہ آلا و ھی القلب۔

بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو تمام بدن ٹھیک ہو جاتا ہے، اور جب وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے، خبر دار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

حضرت عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں:

درراہ خدا دو کعبہ آمد منزل　　　یک کعبہ صورت است و یک کعبہ دل
تا بتوانی زیارت دلہا کن　　　کہ افزون ز ہزاراں کعبہ دل

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو کعبے ہیں، ایک ظاہری صورت کعبہ اور ایک کعبہ دل ہے، جتنا تم سے ہو سکے تو دل کے کعبہ کی زیارت کیا کرو کہ یہ کعبہ ہزار کعبوں سے بہتر ہے۔

عارف ربانی حضرت مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے:

دل بدست آور د کہ حج اکبر است　　　از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

دل کو قابو میں رکھو کہ یہ حج اکبر ہے اور ہزار کعبوں سے یہ ایک دل بہتر ہے۔

دل کے متعلق ان دو مشہور بزرگوں کے خیالات آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو دل عارف وہ ہے کہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو نفس حق اور ذات حق پہچانے کیونکہ نفس عارف غیر حق نہیں ہے اس لئے خود ہی عارف ہے اور خود ہی معروف ہو۔ پس تمام کائنات مظہر اسمائے حسنیٰ ہیں۔

حضرت مولانا عطار فرماتے ہیں کہ دل جو ہر روحانی ہے اور یہی اس کا مقصد و معانی ہے، دل نہ جسم ہے اور نہ جسمانی ہے۔

دل چہ باشد غیر نفس ناطقہ　　　آنکہ بروے تافت از حق بارقہ

دل کیا ہے وہ جو کہ نفس ناطقہ کے بغیر ایسا ہو کہ اس پر تجلی حق کی بجلی چمکتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

آنکہ دانا گفت عقل مستفاد　　　در حقیقت داں کہ دل بود ش مراد

اس بیت کی تشریح قبل ذکر ہوئی ہے، مولانا عطار اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

استفادہ گر کسے زآں دل بکن　　　تا بیابی تو علوم من لدن

اگر تم اس دل سے پاک فائدہ و فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو کر لو تا کہ تجھ کو علم لدنی حاصل ہو جائے دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں اگر سوختہ یعنی جل جائے تو وہ جلنے سے نہیں ڈرتا، کیونکہ پروانے سے شمع کے متعلق پوچھنا چاہیئے۔

دل جلے ڈرتے نہیں جل جانے سے　　　شمع کی قدر کوئی پوچھ لے پروانے سے

تو جس وقت دل حرص وھواء یعنی خواہشات نفسانی سے الگ ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے جلوہ حق کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کو فراست کہتے ہیں، اور مؤمن کی فراست سے ڈرنے کی تائید بھی آتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ۔

مؤمن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یعنی اس کو مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے اور یہ نعمت عظمیٰ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

شیخ عطار نے کیا خوب فرمایا ہے:

چوں مجرد شد دل از حرص و ہوا   تا فتن گیرد در آن نور خدا

جس وقت تمہارا دل حرص اور خواہشات سے الگ ہو جائے تو تم اس دل میں خدا کے نور کو دیکھو گے۔

معنی کلی و جزوی اندر و   چوں مشاہد گشت اورا دل بگو

یعنی جزوی و کلی کا معنی اس کے اندر چھپا ہوا ہے، جب تمہیں اس کا مشاہدہ ہو جائے تو پھر اس کو دل کہہ دو اور دل وہ ہے جس پر غیر کی یاد حرام ہوتی ہے، اگر تو جانے تو بس وہی کعبہ بیت الحرام ہے۔

اور اس کو جام جمشید سمجھو اور اس دل میں ہر چیز آئینہ کی طرح ہے اس میں کمی و بیشی نہیں ہو سکتی، ایسا دل روئے ذوالجلال کا آئینہ ہے اور اس دل کی صفائی میں اس طرح جمال ذات نظر آجاتا ہے۔ عارف کے سامنے دل عرش رحمٰن ہے، تمام عالم جسم کی مانند ہے اور دل اس کی جان ہے، اگر تم لوح محفوظ سے نابلد ہو تو جان لو کہ وہ بھی دل ہے ہوشیار آدمی کے سامنے دل پانی اور مٹی سے بہتر ہے۔ اور حق تعالیٰ کا نور زمین و آسمان کی وسعت میں نہیں سما سکتا مگر وہ مومن کے دل میں جلوہ

افروز ہوتا ہے، مؤمن کے دل میں وہ سب کچھ دیکھا جا سکتا ہے جو کہ تمام مخلوق اور جہاں سے پوشیدہ ہے۔

دردل مؤمن توان دیدن عیان　　　آنچہ پنہان است از خلق وجہاں

عارف کا دل اسرار الٰہی کے خزانوں کی کنجی ہے اور مخفی خزانوں کا ظہور بھی دل ہے، اگر وہ سات سمندر پی لے پھر بھی وہ **هل من مزيد** اور پلاؤ اور دوچند کی تمنا کرے گا اور جتنا بھی وہ پی لے گا پھر بھی تشنہ ہو گا، نور حق کی تاب و مال دل کے سوا اور کسی شے کو نہیں ہے، اس دل کی وسعت کائنات کی ہر چیز سے زیادہ ہے، کیونکہ دل تو مظہر الٰہی ہے، اگر تمام کائنات کا مظہر دیکھنا چاہتے ہو تو وہ بھی اس دل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

خالق کائنات نے فرمایا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ (الأحزاب ۷۲)، الخ

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو اُنہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اُٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

دل کیا ہے، یہ تو تمام جسد خاکی کا بادشاہ ہے، کیونکہ انسان کے خون کا مرکز اور محور یہی دل ہے، تمام ڈھانچے کو اس دل سے خون کی سپلائی کی جاتی ہے تو اس دل کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اس دل کی صفائی کی طرف میلان اور لگان سے چارہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے: **القلب بيت الله۔** جہاں خدا کی یاد ہوتی ہے، اسی جگہ کو گھر کہا جاتا ہے، مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے تو مسجد بھی اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، بیت اللہ شریف میں بھی عبادتیں ہوتی رہتی ہیں تو اس کا نام بھی بیت اللہ ہے تو جس دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد

ہو اس کے متعلق حدیث نبوی وارد ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، لیکن جس گھر میں اللہ خدا کی یاد نہ ہو اور اس میں دنیاوی کدورت ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا گھر نہیں بلکہ شیطان کا گھر ہے۔

آن چہ از احوال دل کردم عیاں　　　　قطرہ میداں ز بحر بیکراں

یعنی جو کچھ میں نے دل کے متعلق احوال ظاہر کیا تو اس کو بحر بیکراں کا ایک قطرہ سمجھ لے، اس کی تمام حقیقت احاطہ بیان میں ہر گز نہیں آسکتی۔

عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دل کے متعلق وضاحت کر کے فرمایا ہے:

دل نہ باشد غیر آں دریائے نور　　　　دل نظر گاہ خدا وانگاہ کور

دل اس کے دریائے نور کے بغیر دل کہلانے کا مستحق نہیں ہے، دل اگر نظر گاہ خداوند کریم ہو تو وہ روشن اور منور دل ہے ورنہ وہ اندھا دل ہے۔

آگے وہ لکھتے ہیں کہ دل اس احاطہ وجود میں ایک بحر بے کنار ہے اور وہ وجود مسعود الٰہی کے فیض و احسان سے زرپاشی کرتا ہے، دودھ و شہد کا لطف اسی دل مصفا کا عکس ہے اور دونوں جہاں کی ہر ایک خوشی اس دل کو خوش وقت سے حاصل ہوتی ہے، پس یہ دل ایک جوہر حقیقی ہے اور تمام عالم عرض و حادث (عارضی) ہے جب کہ دل کی غرض و مقصد سایہ دل اور تجلی جمال ذات سے منور ہوتا ہے، ماں باپ کی شفقت بھی اسی کے ذریعے سے ہے، یعنی محبت مادر و پدر اسی سے پیدا ہوتی ہے، تو وہ شخص جو اس دل کو جسم و کھال سے الگ تصور کرتا ہے، تو وہ حقیقت دل سے واقف ہے، وہ صرف گوشت کے لوتھڑے کو دل نہیں سمجھتا، وہ بڑا مبارک ہے۔

مزید مولانا روم فرماتے ہیں:

صد جوال زر بیاری اے غنی　　　　حق بگوید دل بیارا اے منحنی

اے دولت مند اگر تو سیم وزر کے سینکڑوں بورے بھی لائے گا جب بھی خدائے تعالیٰ تجھ سے یہی کہے گا کہ اے کم حیثیت تو دل خالص و مخلص ہی پیش کر یعنی نظر باری تعالیٰ میں محبت و خلوص سے بھرپور نورانی دل کو ہی قدر و عزت ہے، دولت و مال کے خزانوں کی نہیں کیونکہ وہ سب فانی اور عارضی ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

من زصاحب دل کنم در تو نظر — نے بہ نقش سجدہ وایثار زر

میں نے ایک صاحب دل سے پوچھا کہ تیری نظر میں نہ تو نقش سجدہ نہ ہی ایثار زر کا خیال ہے، یعنی ظاہری عبادت و سخاوت مال کی کچھ وقعت تیری نگاہ میں نہیں ہے۔

تو اس نے جواب دیا:

گفت لا تنظر الی تصویرکم — فابتغوا القلب فی تدبیرکم

تو اس نے فرمایا تم ان ظاہری نقوش اور تصاویر کی کمی و زیادتی کو نہ دیکھو، بس تم صفائی دل حاصل کرو اور اس کی کوشش و تدبیر کرو۔ اگر دل تم سے راضی ہے تو میں تم سے راضی ہوں اور اگر وہ تم سے ناراض ہے تو میں بھی ناراض ہوں، یعنی اگر تم صحیح معنوں میں دل کو قابو میں کر لو تو مجھے بھی حاصل کر لوگے۔

گرز تو راضی است دل من راضیم — ورز تو معرض بود اعراضیم

تم اپنے اس دل کو پیش کرو جو بادشاہ کا طلب کرنے والا ہے کہ وہ اس سبزوار کائنات کی امان ہے، تم اس ظاہری دل کے ریزہ کو چھوڑ دو حقیقی دل جو انوار الٰہی کے بحر بے پایان کا ظرف ہو ڈھونڈو تاکہ یہ ریزہ دل اس سے پہاڑ کی مانند عظیم الشان ہو جائے۔

مولانا فرماتے ہیں:

ریزہ ئے دل راہ بہر دل را بجو　　　　تاشود آن ریزہ چوں کوہ ازو

اگر خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہو تو اس کی مثال معدہ کی طرح ہے، اس معدہ کو ترک کر دو، حرص و ہوا سے اپنے آپ کو آزاد کرو اور دل کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیئے تو بے پردہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آئے گا۔

مولانا فرماتے ہیں:

معدہ را بگذار و سوئے دل خرام　　　　تاکہ بے پردہ ز حق آید سلام

اور اگر تم اہل دل سے نہ ہو تو اب بیداری کا وقت ہے ہوش یار بنو، طالب دل بنو اور خوب کوشش کرو۔

حدیث شریف میں ہے:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب حقیقی کو پہچانا۔

اس نفس سے مراد دل ہے۔ بعض لوگوں نے اس حدیث شریف کو حضرت امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منسوب کیا ہے لیکن محققین کی رائے ہے کہ یہ حدیث ہے، اس حدیث کو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تالیفات میں جابجا نقل کیا ہے، اور اس کو حدیث کا نام دیا ہے۔ تصوف کی اکثر کتب میں اس کو حدیث کہا ہے اور فقیر جس پر زیادہ اعتماد کرتا ہے وہ شیخ العارفین محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے، آپ نے فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں جابجا اس کو حدیث کہا ہے۔ یہ وہی محی الدین ابن عربی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اکابرین ملت گویان ہیں، مثلاً حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق کیا

لکھاہے،اس کتاب کا نام کبریت احمر فی عقائد شیخ اکبر اور الیواقیت والجواھر میں بھی آپ کی توصیف کی ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی تائید میں کتابیں لکھی ہیں اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ جامع العلوم ہیں دین کے ہر فن کے آپ ماہر تھے علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ و اصول و معانی و فلسفہ و ریاضی اور علم تصوف میں تو آپ شہنشاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسی طرح مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے مطالب کو مثنوی شریف میں بیان کیا ہے،اب پھر واپس اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دل کے متعلق مزید وضاحت کی ہے:

اے برادر یک دم از خود دور باش   باخود آو غرق بحر نور باش

اے برادر محترم تم ایک دم اپنی خودی سے الگ ہو جاؤ، پھر تم اپنے خود میں واپس آؤ یعنی اپنی حقیقت کو سمجھو اور بحر نور میں غرق ہو جاؤ۔

حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس خیال کو اپنے مخصوص انداز میں اس طرح پیش کیاہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے   خدا بندے سے خود پوچھے، "بتا تیری رضا کیاہے؟"

اس کا مطلب یوں ہے کہ اپنے نفس امارہ کو اس طرح مارو کہ وہ تابع ہو جائے اور جب وہ تابع ہو گا تو وہ تمہیں نیکی کی ترغیب دے گا اور شیطان و نفسانی خواہشات سے دور ہو گا تو جب وہ نہیں رہے تو جلوہ رہے گا، اس لئے ایسی برگزیدہ ہستیوں نے مختلف قسم کے نعرے لگائے، مثلاً منصور رحمہ اللہ تعالیٰ نے **انا الحق** کا نعرہ مارا اور بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے **سبحانی ما اعظم شانی** کا نعرہ بلند کیا اور فرعون نے کہا **انا ربکم الاعلی**۔

ان تمام لفظوں اور کلمات کے معنی ایک جیسے ہیں، لیکن لوگ منصور اور بایزید بسطامی رحمہم اللہ تعالیٰ کو بزرگ سمجھتے ہیں اور فرعون کو بڑا کافر۔ اس میں فرق یہ ہے کہ منصور نے جب یہ نعرہ بلند کیا تو اس نے اپنے نفس امارہ کو مارا تھا۔

بڑے موذی کو مارا گر نفس امارہ کو مارا نہنگ و اژدہا کو مارا تو کیا مارا

اگر نفس امارہ کو نہ مارا تو کیا مارا

تو منصور کے دل میں صرف جلوہ حق چمکتا تھا، اور اس جلوۂ حق کا نعرہ بھی **انا الحق** تھا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کو مارا تھا تو اس جلوہ نے نعرہ بلند کیا **سبحانی ما اعظم شانی** کہا۔ اس لئے یہ دونوں بزرگ ہستیاں ہیں اور لوگوں کے دل میں ان کی قدر ہے۔ یعنی ان بزرگوں نے اپنی خواہشات کے لئے یہ الفاظ نہ کہے تھے، اس لئے علامہ اقبال نے فرمایا ''خودی کو کر بلند'' اور فرعون نے اپنے نفس امارہ کو نہیں مارا تھا، اس نے متکبرانہ انداز میں کہا تھا کہ **انا ربکم الاعلی** اس لئے لوگ اس کو کافر اعظم کہتے ہیں، یہ تھا فرق دونوں میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات شریف میں بیان کیا ہے کہ ابتدائے پیدائش دنیا میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منع کیا کہ اس درخت کے قریب نہ جاؤ **لاتقربا ھذہ الشجرۃ** اور پھر ان دونوں یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھول ہو گئی اور انہوں نے اس درخت سے کھایا اس بھول کا ذکر بھی قرآن مقدس میں موجود ہے **وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طٰہٰ ۱۱۵)** کہ ہم نے اس کو ارادتاً نہیں پایا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنا شیطان ابلیس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا **اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ (الأعراف ۱۱)** ملائکہ نے سجدہ کیا اور ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے بظاہر

نافرمانی کی کہ ایک نے امر کا خلاف کیا اور دوسرے نے نہی کا خلاف کیا ہے۔ خلاف میں دونوں برابر ہیں دونوں جنت سے نکالے گئے ابلیس اپنے فعل پر ڈٹا رہا اور حضرت آدم علیہ السلام چونکہ نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں تو انہوں نے کسی حجت بازی سے کام نہیں لیا کہ مجھ سے بھول ہوئی تھی اور یہ کام میں نے قصداً نہیں کیا تھا، بلکہ عرض کیا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف ۲۳) کا ورد کرنے لگا اور غلطی کو بار بار دہراتے ہوئے معافی مانگتے رہے بخلاف ابلیس شیطان کے کہ اس نے حجت بازی شروع کی کہ میں کس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروں، میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور وہ مٹی سے، ان دونوں کے درمیان اگر جائزہ لیا جائے تو روز شمس کی طرح معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عاجزی اور عبدیت کا مظاہرہ کیا اور ابلیس لعین نے تکبر اور انا کا مظاہرہ کیا۔ ایک کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اور دوسرے کو شیطان لعین۔ یہ وہی خلیفہ اور نائب ہستی ہے جس کے لئے ملائکہ کرام سے سجدہ کرایا گیا۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے　　　　کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

یہی درس عبدیت کا ہے کہ ہم عبد ہیں اور اللہ تعالیٰ معبود تو ہم اگر عبد رہے تو اپنے معبود برحق کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور عبادت ہمارا فعل ہوگا، ہم عبد بن کر اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی طرح کلمہ پاک میں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور بندے ہیں۔ تو عبدیت کا اقرار پہلے اور رسالت کا اقرار بعد میں ہے۔ عبد عربی کا لفظ

ہے، معنی غلام ہے، اگر ہم نے غلامی پیش کی تو وہ ہم پر اپنا رحم و کرم فرمائے گا اور اگر ہم نے عبدیت کو چھوڑا اور انانیت کو اپنایا تو پھر شیطان بننا پڑے گا، اس عبدیت کے بننے کے لئے دل کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے، اس دل کے باغ کو ترو تازہ رکھنا پڑتا ہے۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

باغ دل سبزہ ترو تازہ ببین　　　　پر ز غنچہ ورد و سرو و یاسمین
توباغ دل کو سرسبز و شاداب دیکھ　　　　جو کہ غنچہ و گلاب و سرو و یاسمین سے بھرپور رہے

مزید کہتے ہیں:

باغ ہا و میوہ ہا اندر دل است عکس　　　　لطف آن برین آب و گل است

اس دل کے اندر ہی تمام سرسبز و پربہار باغات و ہر قسم کے پھل اور میوہ جات ہیں اور یہ اس کا عکس لطف اس دنیائے آب و گل (مٹی پانی) میں نظر آتا ہے، باغ اور سبزہ زار حقیقت میں عین جان میں ہیں اور یہاں اس دنیائے فانی میں تو اس کا عکس و سایہ ہی آب رواں کے عکس کی مانند نظر آتا ہے، اگر دل زندہ ہے تو تمام بدن زندہ رہے گا، اور اگر دل مردہ ہو تو تمام بدن مردہ ہو گا۔

تفسیر حسینی میں اس آیت مبارکہ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (الأنعام ۱۲۲) اور کیا وہ کہ مُردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا۔ کے تحت لکھتے ہیں کہ محققین فرماتے ہیں کہ موت خواہشات کی پیروی ہے اور زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یا موت اس کی عدم معرفت اور شے ہے اور حیات بشریت اور دنیا والے حیات بشریت سے زندہ ہیں اور خدا کے دوست حیات معرفت سے۔ ایک روز آئے گا کہ حیات بشریت ختم ہو جائے گی کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران ۱۸۵) ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

اور حیات معرفت ہر گز تمام نہ ہو گی فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل ۹۷) تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جِلائیں گے۔

نہ میرد ہر کرا جانش تو باشی　　　　خوشا جانے کہ جانانش تو باشی

وہ نہیں مرتا جس کی زندگی تم ہو، مبارک ہے وہ جان تم جس کی جانان ہو۔

(پیارے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (الشعراء ۸۰)

اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

سمی قدس سرہ نے فرمایا کہ مرض غیروں کی رویت ہے اور شفا واحد قہار کے انوار کا مشاہدہ بحر میں ہے، کہ بیماری کونین سے تعلق کا نام ہے اور شفا ترک تعلق کا وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ (الشعراء ۸۱) اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ کہ اماتت (مارنا) گناہ گاری سے ہے یا طبعی ناوانی یا فراق سے اور زندہ کرنا بندگی سے ہے یا عقل سے یا پرہیزگاری یا ملاقات سے۔

صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ مجھے اوصاف بشریت سے زندہ کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انانیت (خودی) سے مارتا اور ہیومیت (وحدت) سے زندہ کرتا ہے کہ وہی حیات حقیقی ہے۔

بجان تو عمر فانی را توی عمر عزیز من
نخواہم جان پر غم را توی جانم بجان تو

میں اپنی عمر فانی کو نہیں ڈھونڈتا کہ تو ہی میری عمر عزیز ہے اور میں غم آلود زندگی کو نہیں چاہتا کہ تو ہی میری زندگی ہے، تیری ذات کی قسم۔

شبلی قدس سرہٗ آیت یَمۡحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثۡبِتُ (الرعد ۳۹) اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ شہود عبودیت اور اس کے لوازم کو مٹاتا اور شہود ربوبیت اور اس کی تجلیات کو ثابت رکھتا ہے۔

اور امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نفسانی خواہشوں کو محو کرتا اور حقوق ربانی کو ثابت رکھتا ہے یا مشاہدہ خلق کو لے جاتا ہے اور مشاہدہ حق کو لاتا ہے یا آثار بشریت کو مٹاتا ہے اور انوار احدیت کو ثابت رکھتا ہے، یا بندے کی آن گھٹاتا اور اپنی شان بڑھاتا ہے تاکہ جس طرح وہ اول تھا اسی طرح آخر رہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الٰہی تیرے جلال عزت نے اشارہ کی جگہ نہ چھوڑی، تیرے محوہ واثبات نے اضافت کی راہ اٹھادی، میری آن گھٹا کر تیری شان بڑھائی یہاں تک کہ وہ آخر رہا جو اول تھا۔

حب ہمہ در نہار آب و گل ماست
پیش از گل ودل چہ بود آں حاصل ماست
در عالم غیب خانہ داشتہ ایم
رفتیم بدان خانہ کہ سر منزل ماست

ہماری مٹی اور پانی کی سرشت میں ہر چیز کی محبت ہے، مگر اور جان کے خمیر سے پہلے جو کچھ تھا وہی ہمارا حاصل ہے، ہم نے عالم غیب میں ایک گھر بنالیا ہے اور اسی گھر کی طرف چلے ہیں جو ہماری یاد گار ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ راہ فقر میں دو چیزیں اصل الاصول ہیں اول خدائے تعالیٰ کے علاوہ دل کو ہر چیز کی محبت سے دور رکھنا اور سب سے غیر متعلق رہنا، دوسرے اپنی تمام حرکات و سکنات اور کردار و گفتار کو منجانب اللہ سمجھنا اور یقین رکھنا کہ میری حیثیت اس درمیان میں ایک ہدف اور مظہر سے زیادہ نہیں، ہاں ان الفاظ کا زبان سے ادا کرنا زندیق کی نشانی ہے، جبکہ صدیق وہ ہے جو اس معنی پر یقین رکھے، شریعت مطہرہ کے راستہ پر چلے اور اپنی زندگی حق کی بندگی میں گزارے اہل معرفت میں سے کسی نے کہا ہے کہ فنا و بقا کا علم، اخلاص و حدانیت اور محبت عبودیت پر مبنی ہے جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ مغالطہ اور زندیقی ہے۔ پاک ہے وہ ہستی جس سے نہ کوئی متصل ہے، نہ منفصل۔ اے موحد حقیقی اب سمجھ کہ ذرات کونیہ کا ہر ذرہ اور افراد ممکنہ کا ہر فرد اگرچہ ایک ہی نور سے پیدا ہے، لیکن مقام ظہور میں ہر ایک کا نام و نشان اور رنگ و صورت جدا جدا ہے، جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتا ہے، اور یوں ایک عالم نو وجود میں آتا ہے۔

شرح گلشن راز میں ہے کہ موجودات خارجیہ میں سے ہر موجود خارجی کے دو اعتبار ہیں، ایک من حیث الحقیقت اور وہ نام ہے نور حق کے ظہور کا مظاہر ممکنات کی صورتوں میں اور اسے تجلی شہودی کہتے ہیں، دوسرا بحیثیت تشخص و تعین اسی حیثیت کے ماتحت اشیاء کو ممکن کہتے ہیں اور مخلوق مانتے ہیں، اور موجودات کی جانب تمام نقائص اور عیوب کی نسبت اسی حیثیت سے کی جاتی ہے۔

تو ہر چیزے کہ بینی بالضرورت　　دو عالم دار داز معنی و صورت

بود صورت جہاں معنی جہانیاں　　تفاوت نیست در ہستی یقیں داں

جو چیز تمہیں نظر آتی ہے در حقیقت اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک باعتبار صورت دوسری باعتبار معنی، باعتبار صورت وہ جہان ہے اور باعتبار معنی اس کی حقیقت و روح جب کہ ہست و وجود میں دونوں یکساں ہیں۔

بودست و نمودست دگر چیز نے نیست
حق است ہمہ بود و جہان جملہ نمودست
شوق است ز وحدت ہمہ ذوق است ز کثرت
کثرت ز نمود آمد و وحدت ہمہ بودست

دو ہی چیزیں ہیں، ایک وجود حقیقی دوسری اس کا مظہر وجود حقیقی حق تعالیٰ ہے اور ساری کائنات اس کا مظہر وحدت سے شوق اور کثرت سے سارا ذوق ہے تو کثرت صرف مظاہرہ کی ہے اور وحدت باری تعالیٰ کے لئے ثابت۔

شیخ ابو سعید خراز رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کیونکر پہچانا؟ فرمایا اس سے کہ مجمع اضداد ہے اور یہ آیت پڑھی: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید ۳) اور پھر فرمایا کہ اضداد کا جمع ہونا صرف حیثیت واحدہ ہی متصور ہے کہ اس واحد میں واحد کا اعتبار کیا جائے۔

بحر الرائق میں ہے کہ وہ اول ہے عین آخریت میں اور آخر ہے عین اولیت میں ظاہر ہے عین باطنیت میں اور باطن ہے عین ظاہریت میں۔

اولی و ہم در اول آخر — باطنی و ہم دران ظاہری
تو محیطے بر ہمہ اندر صفات — وز ہمہ پاکی و مستغنی بذات

تو اولیٰ بھی ہے اور اولیت میں آخر بھی اور باطنی بھی ہے اور اسی آن ظاہر بھی تو تمام صفات کو محیط ہے مگر سب سے پاک اور باعتبار ذات سب سے مستغنی و بے نیاز۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ روح کی اضافت کسی عضو کی جانب نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ تمام اعضاء تقسیم کو قبول کرتے ہیں، جب کہ روح تقسیم کو قبول نہیں کرتی تو جو چیز تقسیم کو قبول نہیں کرتی وہ تقسیم قبول کرنے والی چیز میں کیسے سما سکتی ہے ورنہ وہ بھی قسمت پزیر ہو جائے اور اس کے باوجود کہ وہ کسی اندام کی طرف اضافت کو قبول نہیں کرتی، اس کے تصرف سے کوئی اندام خالی نہیں، جس طرح تمام عالم خداوند عالم کے تصرف میں ہے اور وہ منزہ ہے اس بات کی تکمیل اس بات سے ہوتی ہے جو حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا۔ اور جب تک تم یہ نہیں جانوگے کہ اپنی مملکت (جسم وغیرہ) میں تم کیسے حکمرانی کرتے ہو یہ کیسے جان سکتے ہو کہ سلطان عالم تمام کائنات میں کیسے بادشاہی کرتا ہے، پہلے خود کو پہچانو، حالات کی تفتیش کرو اور اپنے کسی فعل پر نظر ڈالو۔ مثلاً تم بسم اللہ لکھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے تمہارے دل میں اس کی رغبت پیدا ہوتی ہے، پھر دل میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے اور دماغ میں پہنچتا ہے پھر دماغ کے خیال میں بسم اللہ کی صورت آتی ہے، دماغ سے ایک اثر اعصاب تک پہنچتا ہے یہ اعصاب انگلیوں کو جنبش میں لاتے ہیں اور انگلیاں قلم کو اور قلم آنکھوں اور دوسرے حواس کی مدد سے بسم اللہ کا نقش اسی خیال کے مطابق کاغذ پر لاتا ہے۔ پس جیسے کہ پہلے تمہارے دل تک پہنچا یوں سمجھ لو کہ ارادہ خداوندی کا اثر عرش سے کرسی تک پہنچتا ہے اور جیسے کہ بسم اللہ کا نقش تمہارے خیال دماغ میں ابھرا اہر ارادہ الٰہی کا نقش پہلے لوح محفوظ پر نمودار ہوتا ہے اور جس طرح وہ لطیف قوت جو دماغ میں سے اعصاب کو حرکت دیتی ہے تاکہ اعصاب انگلیوں کو جنبش میں لائیں اور انگلیاں

قلم کو اسی طرح جو اہر لطیفہ جو عرش اور کرسی پر موکل ہیں وہ آسمان اور ستاروں کو حرکت دیتے ہیں اور ستاروں کے واسطے اور ان کی شعاعوں کے رابطے سے اصول فطرت جنبش میں آتے ہیں اور جس طرح قلم روشنائی سے بھرا جاتا ہے تاکہ بسم اللہ کی صورت لکھی جاسکے اصول فطرت ارکان اربعہ میں منتشر ہو جاتے ہیں تاکہ موالید سہ گانہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات کی صورت ظاہر ہو تو جس طرح تم دل پر غالب آتے ہو کہ مملکت جسم کا بندوبست کرتے ہو بلا تشبیہ یوں ہی حق سبحانہ و تعالیٰ استواء علی العرش فرما کر تمام مملکت کی تدابیر فرماتا ہے کہ استویٰ علی العرش یدبر الامر وہ عرش پر مستوی ہے اور ہر امر کی تدبیر فرماتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ وہ حقیقت ہے جو اہل بصیرت کے مکاشفہ سے معلوم ہوتی ہے اور اسی کی بدولت ان حضرات نے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کی حقیقت کو جانا ہے اسی مقام پر یہ نکتہ حل ہو جاتا ہے، تو محققین نے فرمایا کہ کائنات کے تمام امور کی تمام اوقات میں بازگشت حق تعالیٰ کی جانب ہے، مسائل کے حجابات اٹھ جائیں تو یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

صورت کثرت، حجب وحدت است | غیبت ما، مانع نور حضور
دیدہ دل باز کشا و ببین | سر الی اللہ تصیر الامور

کثرت کی صورت وحدت کا حجاب ہے اور ہمارا غائب رہنا نور حضور سے مانع اپنے دل کی آنکھیں کھول اور دیکھ کہ الی اللہ تصیر الامور کا راز کیا ہے۔

ذہن نشین رہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات محض وحدت ہے اور عالم جبروت میں تمام موجودات بیک دم موجود ہیں، لیکن نام و نشان نہیں رکھتے اور شکل و صورت قبول نہیں کرتے اس طرح عالم جبروت میں سب کچھ ہے اور کچھ نہیں اور عالم ملکوت عالم مراتب ہے کہ عالم جبروت کا نام و نشان

یہاں وجود پاتا ہے لیکن عالم ملک عالم اضداد ہے کہ اس میں شکل اور صورت آشکارا ہوتی ہے لیکن عالم ملک کی لطافت کو عالم ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں اور عالم ملکوت کی لطافت عالم جبروت کی لطافت ذات خداوند تعالیٰ کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں رکھتی اس لئے کہ وہ بے انتہاء الطف ہے پھر عالم ملک کا کوئی ذرہ ایسا نہیں کہ عالم ملکوت کی ذات اس میں کار فرمانہ ہو اور عالم ملک و عالم ملکوت اور عالم جبروت کا کوئی ذرہ ایسا نہیں کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کی تجلی اس میں نہ ہو وہ اس کا احاطہ نہ کیسے ہو اور اس سے واقف نہ ہو۔ یہ تمام معرفت دل سے حاصل کیا جاسکتا ہے اس دل کے قطرہ کو ایک ایسا گوہر تابدار عطا ہوا ہے جو کسی دریا و سمندر اور کسی آسمان کو نہیں بخشا گیا۔

عرش باآنور دباہنیہائے خویش   چوں بدید اور ابرفت از جائے خویش

اور اس نورانی در شہوار کو جس میں محبت و جمال الٰہی کی چمک ہویدا تھی، جب عرش عظیم نے باوجود اپنی عظمت وسعت کے مشاہدہ کیا تو وہ بھی ہیبت تجلیات سے اپنی جگہ سے ہل گیا اگرچہ عرش مقدس کی بزرگی خود قابل دید تھی مگر وہ کیا صورت ہے جو اس پر اسرار معنی و مقصد کو پہنچی یعنی یہ امانت محبت و انوار الٰہی سوائے دل کے اور کوئی برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا لہٰذا سب محروم رہے اور یہ عطیہ و فیض الٰہی اس دل آدم کو تفویض کیا گیا۔

آسمان بار امانت نہ توانست کشید   قرعہ عشق بنام من دیوانہ زند

یعنی آسمان نے اس امانت کو نہیں اٹھایا، عشق کا قرعہ میرے دیوانہ کے نام نکل آیا۔ یہ دل بباطن ایسا وسیع ولانہایت ہے کہ اگر اس میں اس آسمان جیسے سات سو آسمان بھی سما جائیں تو وہ بھی اس میں گم اور بے نشان ہو جائے۔

اصل ارضی اللہ قلب عارف است   لامکان است و ندارد فوق و پست

اس لئے عارف کے دل میں ارضی اللہ وسیع کی تفسیر ہے اور وہ مثل لا مکان غیر محدود ہے اور اس کے اندر بلندی و پستی نہیں ہے۔ اگر اس کے اوصاف جمالی اور اسرار نہانی سے کوئی خوشہ اور پھل نمودار ہو تو بس وہ ایسا وسیع عظیم الشان ہو گا کہ اس کو وسیع ارض الٰہی کا مطلب کہہ دیں۔

چون کہ ایں ارض فنا بے ربع نیست   چوں بود ارض اللہ آں مستوسیعت

چونکہ یہ ارض فانی صرف ربع مسکوں (۴/۱) یعنی چوتھائی آباد ہے اور سمت و جہت و حدود کے بغیر نہیں ہے اس لئے اس کو کس طرح وسیع ارض الٰہی کہہ سکتے ہیں، اس میں کم از کم دانہ جو پیدا ہوتا ہے وہ بھی سات سو حصے زیادہ ہوتے ہیں۔

ایں حکایت کرد آں ختم رسل   از ملیک لایزال ولم یزل

یہ حکایت بس حضور انور ختم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خوب فرمائی ہے، جیسے کہ مالک لازوال نے فرمایا ہے کہ میں ان وسیع آسمانوں اور خلائے عظیم میں بھی نہیں سماتا اور نہ ان ہدایت یافتہ عقول و نفوس قدسیہ یعنی ملائکہ و فرشتگان میں۔

در دل مومن بگنجیدم چوں ضیف   نے زچوں و نے چگونہ نے زکیف

مگر میں صرف مومن کامل کے دل صافی میں مہمان ہوتا ہوں بغیر کسی کیسے اور کیوں اور کمی اور زیادتی کے یعنی اس کی کوئی کنہ وجہ اور تشبیہ و مثال بیان نہیں ہو سکتی کہ وہ عقل و سمجھ سے باہر ہے۔ تمام عقلاء و عرفاء زمانہ یہی فرماتے چلے آرہے ہیں کہ جسم مکان فرضی ہے اور جان یعنی روح مکین مجازی اسی کا نام انسان ہے اور جو جسم انسانی میں متکلم ہے یعنی روح اس کو بولتا کہتے ہیں اور اس کو نفحہ و نفس رحمانی بھی کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی پھونک یا آواز چنانچہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روح کی بابت سوال کیا کہ روح کیا شے ہے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہ وسلم پر حکم صادر فرمایا کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الإسراء ٨٥) تم فرماؤروح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ یعنی تم اس قدر قلیل علم سے پروردگار کی کارسازی و حکمت عملی کو ادراک میں نہیں لاسکتے بغیر اللہ تعالیٰ کے عطاکردہ علم کے۔ اب سرکاری حکمت عملی اور کارسازی کا حال اور آواز پھونک کی حقیقت سے آگاہی بھی ضروری ہے پوشیدہ نہیں کہ زمانہ حال میں ایک یورپین فلاسفر نے مشین الٰہی کے پرزوں کو دیکھ کر جس کا ذکر پیش کیا جائے گا ایک مشین جس کو فوٹوگراف اور گاموفون کہتے ہیں ایجاد کیا اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی آواز پھونک سی قسم کی اس میں بھر دی جائے اور پھر اس کو کتنے ہی فاصلہ ٔدور دراز پر لے جاکر کھول دیا جائے تو اس میں سے بعینہ اس شخص کی آواز آنے لگتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص اندر بول رہا ہے۔ حالانکہ وہ بولنے والا مکہ، مدینہ یا دہلی، کلکتہ، آگرہ یا لندن یا امریکہ میں بیٹھا ہے اور یہاں بول رہا ہے اور اگر اس مشین کو کھول کر دیکھا جائے تو پیٹ خالی فقط لوہے، پیتل یا پلاسٹک کے چند پرزے اور کچھ بھی نہیں۔ اب فرمایئے کہ وہ بولتا کیا شئ ہے صرف اس میں بولنے کی آواز بھری ہوئی تھی اور کچھ بھی نہ تھا یہ تو نقلی مشین کا حال ہے، اب خلائی مشین کی طرف دیکھئے اللہ تعالیٰ نے روز اول میں جسم انسانی کی مشین یعنی بانسری بنائی اور اس کو کل پرزوں سے درست کیا اور اس میں عظیم الشان طلسم قائم کرکے اپنی روح یعنی آواز پھونک دی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کرام علیہم السلام کو حکم دیا:

فَإِذَاسَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (الحجر ٢٩)

تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزّز روح پھونک لوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

یعنی میری اس حیرت انگیز کارسازی و حکمت عملی کو دیکھ کر بنایا کچھ اور دکھایا کچھ فوراً ہی سجدہ کرنا پھر اس مشین کو کوک چڑھا کر اس کو عالم ناسوت میں بھیج دیا اور یہاں آتے ہی وہی بولی بولنے لگے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں بھر دی تھی۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی شریف میں یوں فرمایا ہے:

بشنو از نے چوں حکایت می کند　　　　وز جدائی ہا شکایت می کند

ذو دہان داریم گویا ہم چو نے　　　　یک دھان پنہان است اور لب ہائے وے

تو نے بانسری سے سنا وہ کیسی حکایت بیان کرتی ہے اور جدائی کی شکایت کرتی ہے، اسی طرح ہم بھی گویا دو منہ رکھتے ہیں، بانسری کی طرح اور ہمارا ایک منہ جو ظاہر نہیں ہے وہ اس کے ہونٹوں میں ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

سر پنہان است اندر زیر و بم　　　　فاش اگر گویم جھان بر ہم زنم

اس زیر و بم ہلکی اور مدہم آوازوں میں ایک ایسا راز پوشیدہ ہے اگر میں اس کو کھلم کھلا بیان کردوں تو سارا جہاں درہم و برہم ہو جائے، جو کچھ اسی بانسری سے ان دو بابوں (دو سوراخوں) کے ذریعے بیان ہوتا ہے، اگر میں اس کو برملا کہہ دوں تو یہ جہان خراب و تباہ ہو جائے پس اسی طرح اس جہاں کی تمام آوازوں کی اصل و حقیقت آواز سرمدی کا کرشمہ ہے۔ اس ذات وحدت نے ایک لفظ کن (ہو جا) فرمایا اور یہ سارا عالم بے شمار صداؤں (نغمہ و آواز) سے بھر گیا۔

اسی راز و حقیقت کو عارف خسرو نے یوں پیش کیا ہے:

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
رقیبان گوش آواز و من ترسان
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگاری، سرو قد، لالہ رخسارے
سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکان خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

میں نہیں جانتا کہ وہ کیا منزل یا مقام تھا جہاں میں تھا، ہر طرف رقص بسمل تھا جہاں میں تھا رقیبوں نے آواز کی طرف گوش لگایا تھا اور میں ڈر تا رہا اس میں باتیں کرنا مشکل کام تھا جس شب کہ میں تھا پری پیکر معشوقے سرو کی طرح قد اور لال رخسار والے جو دلوں کو آفت یعنی اپنی محبت میں ڈالنے والی تھی اس مجلس کا یعنی کائنات میں امیر خود اللہ تعالیٰ تھا اور اس مجلس کی شمع محفل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تھے کل شب جہاں میں تھا۔

اگر اس مشین کو کھول دیجیئے تو بجز گوشت و پوست و خون استخوان رگ و پے وغیرہ کے اور کچھ بھی نہیں پائیں گے، بانسری کی طرح پیٹ خالی ہے، اب آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ آواز کس کی ہے اور اس جسم میں جان یعنی روح کیا چیز ہے اور یہ بولنا اور سنانا کون کرتا ہے، یہ اس طلسم ساز کبیر الشان کی طلسم سازی ہے کہ اس ننھے سے جسم انسانی میں عالم کبیر کہ جس کی نہ ابتداء ہے اور نہ انتہاء

اس لئے ملائکہ کرام علیہم السلام کو چکر میں ڈال دیا گیا اور کہنے لگے کہ: سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا إِنَّکَ أَنۡتَ الۡعَلِیمُ الۡحَکِیمُ (البقرۃ ۳۲) اس تمام راز و نیاز کو اگر سمجھتے ہیں تو وہ بھی دل ہے اور دل والے اس سے عبرت و نصیحت قبول کرتے ہیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہر دو کون اسپ ترحم تاختیم　　　پس عریض آینہ برساختیم

دونوں جہانوں میں میں نے اپنے ترحم کا گھوڑا دوڑ آیا آخر کار میں اس وسیع آئینہ (دل مومن) کو پسند کیا اور اپنے انوار و محبت کے لئے منتخب کیا اس آئینہ میں ہر وقت پچاس شادیاں اور خوشیاں ہوتی ہیں اور وہ محبت الٰہی سے ہر لحظہ مسرور ہوتا ہے تو خود اس آئینہ حق سے سن لے مگر اس کی شرح و تفصیل نہ پوچھو۔

حضرت امام عالی مقام علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

یا ولدی فکرک فیک یکفیک　　　فلیس شیئ خارجًا منک
وتزعم فیک وما تشعر　　　دوائک منک ولا تبصر
وتزعم انک جسم صغیر　　　وفیک انطوی عالم اکبر
وانت ام الکتاب الذی　　　ما حرفه یظهر المضمر

ترجمہ: یعنی اے میرے فرزند تیری فکر تجھ میں تیرے لئے کافی ہے کیونکہ کوئی چیز تجھ سے خارج نہیں ہے، اور جو تو گمان کرتا ہے وہ تیرے اندر موجود ہے اور تو نہیں جانتا اور تیری دوا تجھ میں ہے اور تو نہیں دیکھتا۔ اور تجھ کو گمان ہے کہ تو چھوٹا جسم اور حالانکہ تیرے اندر ایک عالم اکبر لپٹا ہوا ہے۔ اور تو وہ ام الکتاب ہے کہ اپنے حرفوں سے دل کی بات جانتا ہے۔

وضاحت و تشریح: حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اے میرے فرزند! تیری فکر تجھ میں ہی تیرے لئے کافی ہے۔یعنی اگر تو خدا کا دیدار چاہے اور اپنی شناخت تو اپنے اندر فکر کر کہ خدا تجھ میں ہے ، نہ کہ تجھ سے جدا وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات ۲۱) اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سوال کیا کہ: این اللہ؟فقال علیہ السلام فی قلوب عبادہ۔یعنی اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ دل میں اس کے بندوں کے وفی روایۃ فی العلماء یعنی تاریکی میں ہے جو سویدا قلب انسانی سے مراد ہے، یہ پوچھنا تو کوئی گناہ نہیں ہے کہ تیرا مقام و مکان کہاں ہے تو ہم کو اپنا پتہ و نشان بتا اگر ہم نے پالیا تو یہ ہمارا اقبال و خوش نصیبی ہو گی۔ اے فرزند دل میں سوچ اور اپنے نفس میں فکر کر کہ تو کون ہے؟ کیا تھا؟ کیا صورت پائی؟ تیری اصل کیا ہے؟ تو گوش ہوش سے سن لو کہ تیری اصل ذات بحث ہے اول منزل میں حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نام پایا، دوسرے میں حقیقت انسانی تیسری میں روح پھر مثال پھر تیرے رہنے کو یہ جسم کشف ملا تا کہ تو اپنے اصل کو بھول جائے اس جسم کشف نے اپنی کثافت کا اثر ڈالا اس اثر محبت نے تجھ کو اپنے ساتھ شامل کیا اور تو کہنے لگا کہ میرا جسم ہے، میں جسم ہوں، میں فلاں کا والد ہوں اور فلاں سے پیدا ہوا ہوں، میں بھوکا ہوں میں پیاسا ہوں، میں اندھا ہوں، لنگڑا ہوں اور میں عاجز ہوں۔

اے میرے فرزند نہ تو جسم تیرا جسم ہے، نہ تو کسی کا باپ نہ بیٹا، نہ بھوکا ہے نہ پیاسا ہے، نہ ننگا ہے، نہ اندھا، نہ لنگڑا اور نہ عاجز۔ غرض تو جو کچھ ہے ان صفات سے موصوف جسم ہی جسم ہے، باپ

ہے تو جسم، بیٹا ہے تو جسم، کل عیوب اس جسم میں ہی ہیں، تجھ میں کوئی عیب نہیں ہے تو روح پاک صاف ہے، تو خلیفۃ اللہ ہے، یہ جسم ایک اعتباری اور خیالی لباس ہے۔ جب تو نے ہزاروں ایسے لباس بدل ڈالے ایک دن اس کو بھی اتارے گا، اس کے نہ ہونے سے تیرا کسی طرح نہ پہلے حرج و نقصان تھا، نہ ہی پھر ہو گا، تو جیسا تھا ویسا ہی رہے گا، بلکہ اس کے ساتھ محبت کرنے سے پستی میں گرے گا اور ہمیشہ مبتلائے غم و الم رہے گا، جب تم الگ ہو کر فکر کرو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تم اپنی اصلی حقیقت کو پہنچ جاؤ گے حالانکہ کوئی چیز تم سے الگ نہیں، سب چیز تمہارے اندر ہی موجود ہے، تمہارا مرض تمہارے اندر ہے اور تم نہیں جانتے، اور دوا بھی تمہارے پاس ہے اور تم نہیں دیکھتے یعنی تمہارا درد اور دوا تمہارے اندر ہی ہے، کفر و شرک تمہارے لئے درد ہے اور اپنی ہستی کو اس کی ذات میں فنا کرنا یہ دوا ہے۔

اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم ایک چھوٹا سا جسم ہو اور حقیقت میں تمہارے اندر ایک عالم اکبر لپٹا ہوا ہے، تمہارا ہی یہ تمام ملک اسکندر و جام جمشید ہے تو حرص و ہوا میں ایک روپے کے لئے پریشان نہ ہو تمام عالم حقیقت میں تمہارے اندر ہی ہے، لیکن تم اپنی جہالت سے اپنے آپ کو عالم سے کم تر سمجھتے ہو یعنی تم اپنی اصلی حقیقت کو سمجھ لو کہ تم خطرہ بحر حقیقت ہو یعنی تم وہ ام الکتاب ہو کہ اپنے حرفوں سے دل کی بات جانتے ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ کتابیں دو ہیں ایک ام الکتاب جس میں حال مجمل مندرجہ ہو جیسے قرآن شریف میں سورۃ الفاتحہ کہ تمام قرآن مقدس اجمال کے طور اس میں درج ہے، دوسری مبین کہ جس میں اس اجمال کی تفصیل ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عالم بھی دو ہیں ایک عالم امر یعنی جو قسمت پزیر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الإسراء ۸۵)

دوسرا عالم خلق جس کی تقسیم مسامت ہو سکے اور ان اللہ خالق جس کی تقسیم مسامت ہو سکے اور ان اللہ خالق کل شئ میں اس طرف اشارہ ہے اور ان دونوں کو عالم افاقی اور انفسی بھی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (فصلت ۵۳)

ابھی ہم اُنہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کُھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

ان دونوں کی تفصیل اور اجمال کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الأعراف ۵۴) ان الحق مبدء لکل و معادہ و الیہ یرجع الامر کلہ و الی اللہ عاقبۃ الامور۔

یعنی اللہ تعالیٰ سب کا مبدا اور معاد ہے اور تمام امور اس کی طرف پھر جانے والے ہیں اور انجام کل امور کا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، پس ذات حق اس اعتبار سے کہ کل موجودات مجملا اس میں مندرجہ ہیں، ام الکتاب ہے اور علم حق اس اعتبار سے کہ جو کچھ ذات میں مجمل تھا علم الٰہی میں مفصل ہے اور جو اس میں پوشیدہ تھا وہ اس میں ظاہر ہے، کتاب مبین ہے اور جس طرح علم الٰہی آئینہ ذات الٰہی ہے اسی طرح علم انسان آئینہ ذات انسان ہے، پس انسان ایک کتاب ہے جامع کتب الٰہیہ و کونیہ کی غرض جس نے یہ کتاب پڑھی اس نے بے شک یہ معلوم کر لیا جو ہو چکا ہے اور ہونا ہے اور جو ہو گا پس انسان کو اپنی ذات کی فکر اپنے نفس کا عرفان اپنی حقیقت کا انکشاف کافی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حسین ابن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ نے انا الحق کہنے میں خطا کی اور اکثر سالکان کو راہ میں ایسے اغلاط واقع ہوئے ہیں مثلاً سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ سالک

مقام فنا سے گزر کر مقام بقا میں داخل ہوتا ہے اور اس مقام بقاء میں وہ خود نہیں ہوتا، خودی اور انانیت کو وہ مٹا دیتا ہے، اس لئے اس میں صرف جلوہ حق کا ظہور ہوتا ہے۔

کتب عقائد کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ الجنة حق و النار حق و الصراط حق لکھا ہے تو یہ مسلمان کے لئے عقیدے کے متعلق ہے کہ مسلمان جنت اور دوزخ کو حق جانے گا اور اگر کسی مسلمان نے جنت و دوزخ کو حق تسلیم نہ کیا تو وہ کافر ہوا اگر کوئی یہ کہے کہ حق باطل کے مقابلہ میں کہا گیا ہے تو اس کے متعلق فقیر اتنا عرض کر سکتا ہے کہ خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا (ص ۲۷)

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے۔

دوسری جگہ ضابطہ کائنات میں ہے:

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (الأنعام ۷۳)

آسمان و زمین ٹھیک بنائے۔

قرآن مقدس نے مزید وضاحت فرمائی ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ (۳۸) مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ (الدخان ۳۹)

اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے کھیل کے طور پر، ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ۔

قرآن مجید میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى (الأحقاف ۳)

ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقرر میعاد پر۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حق مختلف چیزوں کے لئے استعمال ہوا تو اگر منصور نے انا الحق کہا تو کیا برائی کی، اگر کوئی یہ کہے کہ وہاں حق بمعنی ثابتہ ہے تو فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ حضرت حسین ابن الحلاج نے کیا خطا کی ہے، یہاں بھی ثابت کا معنیٰ لگا دینا چاہیئے تو صرف بات یہ ہے کہ ملا جس چیز کو حلال کہہ دے وہ حلال ہو گی اور جس چیز کو حرام کہے وہ حرام ہو گی حالانکہ یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جس چیز کو حلال اور جس چیز کو حرام کہے وہ حرام ہوتا ہے، نہ کسی کے کہنے سے حلال حرام ہو گا پس کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے لئے خاصہ حق ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کے لئے منسوب کی جائیں هذا ظلم عظیم اور اگر بفرض محال یہ بھی تسلیم کرے کہ حضرت منصور ابن حلاج اور بایزید بسطامی اور جنید بغدادی رحمھم اللہ تعالیٰ جنھوں نے فرمایا تھا: لیس فی جبتی الا اللہ وغیرہ وغیرہ اولیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ سے صدور ہوا ہے اور حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قرآن مقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: هذا قرآن صامت اور انا قرآن ناطق اور فرمایا انا عاقد نطفة فی الارحام و انا باعث من فی القبور اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے من رانی فقد رای الحق کما قال اللہ تعالیٰ: وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (الإسرا ۸۱) اور فرمایا: انا عرب بلا عین و انا احمد بلا میم العیاذ باللہ۔ کیا ان تمام بزرگان ملت و دین اسلام سے کلمات وہم و غلطی سے سرزد ہوتے ہیں نہیں اور ہرگز نہیں، اب اس کے سمجھنے کے لئے عقل اور دل کی ضرورت ہے جس کا دل اور عقل نہ ہو وہ کیا سمجھے گا اس کی مثال قرآن مقدس میں موجود ہے کہ وادی مقدس طویٰ میں وہ شجرہ بے زبان کسی وہم و غلطی میں گرفتار

ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خالق کائنات نے فرمایا: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (طٰہٰ ۱۲) اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا: انی انا اللہ وغیرہ کلمات سے پکارا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شجر بے زبان کی زبانی جو کچھ سنا تھا اس کو غلط سمجھا یا وہم و باطل تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل بھی کیا اگر اس قسم کی ذاتی تجلیات کا ظہور جو ہر شخص و ہر شئی پر وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے اغلاط و اوھام و ابطال پر مبنی ہو تو خدا اور رسول و رسالت و نزول وحی و ایمان و کفر و مومن و کافر و جنت و دوزخ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، تمام مراتب و منازل تصوف، فقر و ولایت صغریٰ و کبریٰ و عرفان و انکشاف سب کے سب تمام کے تمام غلط و باطل تصور ہوں گے۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ ہاں اگر کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ انی انا اللہ وغیرہ اسی درخت کا قول تھا تو پھر بھی اس کے لئے یہ قائل ہونا پڑے گا کہ انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ انہیں سالکان معرفت کے اقوال تھے لیکن اس کو بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ملاحظہ ہو: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید ۳) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی جان ہے، اگر تم رسی ڈالو سب سے نیچے زمین پر تو البتہ پڑے گی اللہ تعالیٰ پر۔ پھر پڑھی آپ نے یہ آیت مبارکہ: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید ۳) وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کائنات کے پردہ کے پیچھے متکلم ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ (الشوریٰ ۵۱)

اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے۔

اب آپ بتایئے کیا اس کا نام بھی وہم ہو گا اس بات کے کہنے کا کچھ خوف نہیں کہ صاحب حسن و جمال کو پردہ کی آڑ ضروری ہے، مندرجہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ترمذی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

شاعر نے فرمایا:

حسن نہ آں است کہ ماند نہاں　　　　گو چہ بود پردہ جہان در جہان

حسن وہ نہیں ہے کہ جو پردہ کے پیچھے چھپ جائے اس پر تو اگر سارے جہاں کا پردہ بھی ڈال دیا جائے تو وہ نہیں چھپ سکتا ایسا کبھی بھی نہیں، اللہ تعالیٰ تو ہر ذرے میں جلوہ افروز ہے، مگر کس میں تاب و جمال ہو کہ اسے مشاہدہ کر سکے اور جب خالق کائنات اپنی ونانیت کا ظہور فرماتا ہے تو انہی صورہائے طلسمی کی آڑ میں اپنی بھی وتانیت کا اظہار فرماتا ہے کہ میرے سوا کچھ نہیں، ہر مکان و لا مکان، وراء الوراء میں اللہ تعالیٰ کی ذات پوشیدہ ہے اور انی انا اللہ اور وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات ۲۱) پس اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظہور ہے، پس ظاہر میں جو یہ اجسام احساس سے معلوم کر رہے ہو یہ فقط نظر اور آنکھوں کا دھوکہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ذات او را بصفاتش کسی ندید　　　　ذات او با ما کند گفت و شنید

اس کی ذات کو صفات کے بغیر کسی نے نہیں مشاہدہ کیا اس کی ذات اقدس (بھلا کیسے) ہم سے گفت و شنید کرے۔

یعنی اس کا کلام پردہ صفات میں بذریعہ فرشتہ و وحی ہوتا ہے اور یہ طلسمی حجاب یعنی پردہ بشکل و تعیناتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے، اس حدیث شریف کو قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب میں جو شاہ غلام علی کو لکھا ہے نقل کیا ہے:

ان اللہ تعالیٰ سبعون الف حجابا من نور و ظلمۃ۔

یعنی اللہ تعالیٰ ستر ہزار حجابات نور و ظلمت کے رکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ انہی شیونات و طلسمی تعینات و رضافات صوریہ مختلفہ میں اپنی کثرت انوار سے محتجب و مستور ہے، جیسے سورج کی ذات اپنی شعاع میں پوشیدہ ہے، پس اگر کوئی شخص طالب صادق ان طلسماتی تعینات و اضافات و صور کے پردوں کو جو حقائق الاشیاء ثابتہ ہے اور نظر ظاہری کے درمیان باشکال و رنگوں مختلف غیریت کے شکل میں مائل ہو رہے ہیں۔ اگر یہ حجابات اٹھ جائیں تو ذاتی جلوہ سے مستفید ہو گا اور یہ حجابات بغیر صفائی کے نہیں ہو سکتے اس کے لئے دل کو پاک کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

تطھیر القلب عن ما سوی اللہ۔

اگر دل میں حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت نہ ہو تو معرفت سے آشنائی کس طرح اس کو نصیب ہو گی اور پھر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جو عارفان الٰہی ہیں ان سے استفادہ کس طرح نصیب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں جو کہ نبوت و رسالت کے عہدہ سے مزین ہیں اور بعض ان انبیاء علیہم السلام پر چار کتابیں اور تورات، زبور، انجیل اور قرآن عظیم الشان کے علاوہ صحائف الٰہیہ

نازل ہوئے، تو اگر صرف ایک نازل ہوتی تو وہ بھی کافی تھی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور کوہ طور کے وجود سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کیوں فرمایا کہ: فَاخْلَعْ نَعْلَيْکَ إِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (طٰہٰ ۱۲) تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔ اپنی نعلین اتارو کہ تم ایک وادی طویٰ میں ہوا اور آپ نے یہ کلام عربی زبان میں کیوں سنا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کے بغیر ان سے کیسے سخن فرمایا اور انہوں نے سریانی میں کیوں کر سنا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش لباس بشری میں ظہور سے پہلے ان سے کیسے کلام کیا اور آپ نے اسے عربی زبان میں کیسے سنا حالانکہ کلام قدیم ان سب سے پاک ومنزہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک علم سے تمام موجودات غیر متناہیہ کو جو ہو چکی ہیں اور ہوں گی جانتا ایک قدرت سے تمام مقدورات غیر متناہیہ کو وجود میں لاتا، ایک شنوائی سے تمام مسموعات غیر متناہیہ کو سنتا، ایک بینائی سے تمام مرائیات غیر متناہیہ کو دیکھتا اور ایک ارادہ قائمہ سے تمام مرادات غیر متناہیہ کو چاہتا ہے تو ان صفات کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک سالک زمینوں اور آسمانوں کی حدود سے نہ گزر جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ (الرحمٰن ۳۳)

اور آسمانوں اور زمینوں کی قطار سے گزرنا سالک کی صفت ناسوتیہ سے گزر جانے کی مقدار پر ہے اور صفت ناسوتیہ سے گزرنا ایک اختیاری موت ہے جس کی جانب موتوا قبل ان تموتوا موت آنے سے پہلے مردہ ہو جاؤ میں اشارہ ہے اور سالک جب صفت ناسوتیہ سے گزر جاتا ہے تو زمان ومکان کی وسعتیں اس کے روبرو کوتاہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سو برس موت طاری کی پھر انہیں ہوش آیا تو فرمایا کہ کتنا عرصہ ٹھہرے، عرض کیا کہ دن یا دن سے کم بلکہ فرمایا کہ تم سو سال ٹھہرے اس لئے کسی نے فرمایا ہے کہ: الدنیا یوم ولنا فیہ صوم۔ دنیا ایک دن ہے اور ہمیں اس میں روزہ رکھنا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام جن کی عمر ایک ہزار برس تھی، آپ کے وصال کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ دنیا میں کتنی مدت قیام کیا فرمایا میں نے اسے خانہ دو دری پایا کہ میں ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے نکل گیا اس لئے کہا گیا ہے الدنیا ساعة فجعلها طاعة۔ دنیا ایک ساعت ہے اسے طاعت میں گزارو۔

نفحات میں ہے کہ علی سہل اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ روز بلیٰ یاد ہے؟ فرمایا وہ ابھی گئے نہیں صوفی کے لئے آج اور کل کیا ابھی تو دن کی رات بھی نہیں آئی، صوفی کے لئے ابھی وہی وقت ہے۔ جاننا چاہیئے کہ وہ حال جو ماضی اور استقبال کے درمیان ہے وہ تین زمانوں میں سے ایک زمانہ ہے اور ماضی و مستقبل کا اس حال میں جمع ہونا محال اور وہ حال جس میں ماضی و مستقبل حاضر رہتے ہیں وہ ان تین زمانوں کے ماوریٰ ایک حالت ہے اس کی مثال کہ زمانے کی کوتاہی درواز ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک رات ہمیں ہم سے لے لیا گیا تمام بڑی بڑی واردات ہم پر گزریں اور جب ہمیں آپ میں لوٹا دیا تو ہمارا چہرہ اور بال وضوء کے پانی سے ہنوز تر تھے۔

ہمارے دوستوں میں سے ایک صاحب ہیں کہ انہوں نے ایک لمحہ سے کم میں سو مرتبہ قرآن کریم کو حرفاً حرفاً اور آیت آیت کر کے پڑھا اور یہ کیفیت ان پر بارہا گزر چکی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ مخدوم شیخ شہاب الدین سہروردی اور ان کے صاحبزادے شیخ عماد الدین نے فرمایا کہ ایک روز طواف کعبہ کے دوران میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ مخلوق طواف ہی کی حالت میں اس سے تقرب چاہتی تبرک حاصل کرتی اور ان کی زیارت کرتی رہی ہمارے ساتھیوں نے ہمارے متعلق ان سے یہ بیان کیا کہ یہ شیخ الشیوخ کے صاحبزادے ہیں انہوں نے ہمیں مرحبا فرمایا اور سر پر بوسہ دیا کہ اس کا مزہ میں اب بھی محسوس کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ قیامت میں اس کا نتیجہ مبارک ہو گا ہم نے ساتواں طواف اور دوگانہ نماز ادا کی اور پھر شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نے صاحبزادے کو شیخ عیسیٰ مغربی سے ملا دیا انہوں نے بڑی مسرت ظاہر کی اور اکے سر کا بوسہ لیا، شیخ الشیوخ نے یہ سن کر بہت زیادہ بشاشت و مسرت کا اظہار فرمایا۔

پھر ہمارے ساتھ شیخ عیسیٰ کے فضائل بیان کرنے لگے ان ہی فضائل میں سے یہ بیان کیا کہ شیخ عیسیٰ ایک دن رات میں ستر ہزار قرآن مجید ختم کر لیتے ہیں، شیخ الشیوخ کے ہمراہ ایک بزرگ تھے، انہوں نے پوچھا کہ ہم نے یہ بات بھی سنی تھی مگر ہمارے دل کو اطمینان نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ شیخ عیسیٰ جب بوسہ حجر اسود سے فارغ ہوئے اور کعبہ معظمہ کے دروازے تک پہنچے تو درمیانی رفتار سے پورا قرآن مجید ختم کر چکے تھے اور میں نے پورا قرآن مجید ایک ایک حرف سنا، حالانکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ حجر اسود سے کعبہ کے دروازے تک تین چار قدم سے زیادہ فاصل نہیں، اس وقت مجھے یقین کامل ہو گیا تھا کہ شیخ کا ستر ہزار قرآن شریف کا ورد کر لینا صحیح و درست ہے اسے سن کر شیخ الشیوخ اور ہمارے تمام ساتھیوں نے اس سے نقل کی کہ بہت زیادہ سچے آدمی تھے تصدیق کی اور

اس کے وقوع کا سب کو یقین ہو گیا نقل ہے کہ حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے ایک صاحب دجلہ کے کنارے نہانے گئے، کپڑے اتارے اور پانی میں غوطہ لگایا اور جب اپنا سر اٹھایا تو اپنے آپ کو ہندوستان میں پایا وہاں آپ نے شادی کی اولاد ہوئی اور آپ برسوں وہاں رہے ایک مرتبہ آپ پھر دریا پہنچے غوطہ لگایا تو اپنے آپ کو دجلہ میں پایا اور دیکھا کہ کپڑے بھی وہاں رکھے ہوئے ہیں، کپڑے پہن کر اپنی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو ساتھیوں کو دیکھا کہ اسی نماز کا وضوء کر رہے ہیں، جب انہوں نے وہ واقعہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو آپ نے کچھ لوگوں کو ہندوستان بھیجا اور ان کے اہل و عیال کو بلا کر ان کے سپرد کیا، اس واقعہ کی حقیقت ان کو معلوم نہ ہوئی، اگرچہ یہ سب واقعہ ان کا تھا۔

معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا واقعہ معراج بھی اسی حقیقت پر مبنی ہو سکتا ہے کہ ایک لمحہ میں تمام مملکت عالم کی ایک ایک چیز تفصیل کے ساتھ آپ کو دکھائی گئی اور حق تعالیٰ سے نوے ہزار کلمے آپ نے سنے اور جب واپس تشریف لائے تو اب تک بستر گرم تھا بلکہ اس قسم کے واقعات تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بہت صادر ہوئے غرض اس مقام پر گزرا ہوا اور آنے والا زمانہ حال ہو جاتا ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے واقعہ معراج میں فرمایا کہ میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ہنستے ہوئے جنت میں ٹہل رہے ہیں میں نے فرمایا کہ دیر کیوں کر دی عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ تک نہ پہنچ سکا اور حضور کے نہ ہونے سے مجھے جو دشواریاں پیش آئیں وہ بچے کو بوڑھا کر دیتی ہیں، میں تو یہ سمجھتا تھا کہ اب تو حضور

انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دیدار نصیب نہ ہو گا معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اس حال میں دیکھنا کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں ہیں حالانکہ اسے دو تین ہزار سال کا زمانہ گزر چکا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیامت کے دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے والی حالت پر دیکھنا اور ان سے کلام فرمانا، سوائے زمانہ ماضی کے کسی اور زمانہ میں نہیں ہوا تو ہزاروں گزرے ہوئے سال اور ہزاروں آنے والے سال آپ کے لئے زمانہ حال بن گیا اور زمانہ گذشتہ و آئندہ کے حالات آپ پر اسی وقت روشن ہو گئے تو جب یہ جائز ہے کہ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی وقت میں وہ کلام فرمائیں جو پچاس ہزار سال کے بعد ہو گا اور وہ بھی حقیقی کلام ہو نہ کہ مجازی حالانکہ وہ حالت ظاہراً موجود نہیں تو یہ کیونکر روانہ ہو گا کہ وہ خالق کائنات جل وعلیٰ ازل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ کلام فرمائے کہ وہ کوہ طور پر موجود ہوں اور کلام فرمایا جائے حالانکہ آپ کا وجود ظاہری اس فلکی زمانہ میں نہ ہو اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اس کے کلام فرمانے کو سمجھو کہ وہ حالت نہ اس کے لئے ماضی ہے نہ مستقبل اگر اس زمانہ کی درازی کو دیکھو تو پلک جھپکنے سے کم معلوم ہو اور اگر اس کی کوتاہی کو خیال میں لاؤ تو ازل و ابد کو اس لمحہ میں پاؤ اس زمانہ کے لئے گزرنا اور آنا نہیں ہے اور نہ اس میں تعدد، تجدد اور تبعض کا کوئی دخل ہے۔اس کی مثال کہ مکان کی فراخی تنگ ہو جاتی ہے۔

ایک درویش کا قصہ ہے کہ ایک نجومی نے ان سے کہا کہ آج نیا چاند ہو جائے گا، درویش نے فرمایا کہ نہیں ہو گا۔ نجومی نے کہا کہ اگر آج چاند نہیں دکھائی دے تو میں آپ کا اتنا تاوان نہیں دوں گا، جب رات ہوئی تو درویش نے اپنا ایک ہاتھ زمین پر رکھا اور اس پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے لوگوں نے

بہت تلاش کیا مگر نیا چاند نظر نہ آیا جب دن نکلا تو لوگوں نے اس نجومی کو تاوان کے لئے پکڑ لیا اس وقت درویش نے تبسم کیا اور فرمایا کہ آج کی رات چاند رات تھی لیکن میں نے چاند کو اپنے ہاتھ کے نیچے چھپالیا تھا تو اس درویش نے اپنا وہ ہاتھ جو زمین پر تھا آسمان کی جانب کیسے اٹھالیا کہ چاند کو چھپالیا مگر بات یہ تھی کہ وہ درویش اس مقام پر تھے کہ مکان کی وسعتیں اس مقام پر تنگ ہیں۔

ایسا ایک اور واقعہ یوں ہے کہ ایک درویش بیمار پڑے تیمم سے نماز ادا کرتے ایک روز بولے کہ آسمان سے تیمم کرنا جائز ہے، حاضرین نے کہا کہ اے مخدوم کہاں آدمی اور کہاں آسمان، درویش نے تیمم کی نیت سے دونوں ہاتھ دو مرتبہ آسمان پر مارے اور چہرے تک لائے اس کے بعد پھر دو مرتبہ دونوں ہاتھ آسمان پر مارے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک ملا آسمان یوں ہی اپنی جگہ تھا اور ان کے ہاتھ یوں ہی کوتاہ اور اپنے حال پر حاضرین نے اگرچہ یہ حال دیکھا مگر اس درویش کے مقام کو نہ پہچانا کہ وہ اس مقام پر تھے جہاں قرب وبعد مکانی نہیں سماتی۔

ایک واقعہ میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ چیچن سے ایک آدمی آیا تھا اور وہ مجھ سے ملا تو اس نے کہا کہ میں نوکر ہوں اور جن کا میں نوکر ہوں وہ حج کے لئے گئے ہیں، ان کو معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے شمالی علاقہ میں حضرت اخون درویزہ بابا رحمہ اللہ تعالیٰ کے نواسے رہتے ہیں، ان سے ملو اور پھر پورا حال ہمیں سنادو، جس وقت وہ حج سے واپس آئے تو وہ شخص ان کے ساتھ واپس چلا گیا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمہ اللہ تعالیٰ جب وجد کی حالت میں ہوتے تو آپ کا ہاتھ مبارک جنبش کرتا، اسی وجد کی حالت میں حضرت اخون درویزہ بابا رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے قریب ہوئے تو لاپتہ ہوگئے، پھر کافی وقت کے بعد آپ نے اخون درویزہ بابا رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فلاں وقت غائب ہوئے ہیں جس وقت آپ وجد میں تھے،

آپ نے فرمایا کہ جب میں وجد میں آؤں تو مجھے اس کے متعلق یاد دلانا، پس جس وقت وہ وجد میں آئے تو ولوگوں نے ان کو یاد دلایا اچانک حضرت اخون درویزہ بابا رحمہ اللہ تعالیٰ کو وہاں موجود پایا، اس مدت غائب میں آپ نے کوہ قاف یعنی چیچن میں شادی کی اور اولاد ہوئی، وہ اولاد اب بھی وہاں آباد ہے، یہ روحانی باتیں ہیں، روحانی لوگوں کے لئے یہ فائدہ مند ہیں اور معتقدین اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے لئے دل کا سکون ہے۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست　　　　می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

راہ عشق میں دوری و نزدیکی کے مرحلے نہیں ہوتے، میں تجھے برملا دیکھتا ہوں اور دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اور جو کہا جاتا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے سوراخوں میں آنا جانا محال ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ اونٹ کو بہت چھوٹا کر دے کہ وہ سوراخ سے گزر سکے یا سوئی کے سوراخ کو اتنا بڑا کر دے جس میں اونٹ سما جائے تو یہ درست ہے ہاں اونٹ اپنی جسامت پر رہے اور سوئی کا سوراخ اپنی حالت پر رہے تو اس حالت میں اونٹ کا سوئی سے گزرنا محال جانتے ہیں مگر یہ بھی ان کی عقلوں کے نزدیک محال ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں محال نہیں۔ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پتھر کے بت سے فرمایا تھا کہ جاؤ میرا لوٹا بھر کر لے آؤ اور حوض کا پانی بھر کر لے آؤ اس نے ایسا کیا ادھر حوض خشک ہو گیا اور تمام حوض کا پانی اس لوٹے نے بھر دیا تو آخر کار تمام حوض کا پانی اس لوٹے میں کس طرح کر سکتا ہے کہ حوض میں مٹی کے سوا پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا اور یہ کرامت حضرت خواجہ خواجگان رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور ہے اگر حوض ے علاوہ سات دریا بھی ہوتے وہ بھی اس لوٹے میں سما جاتے۔

یہ تصرف اور کرامت خدا کے اس نیک بندے کی ہے یہ ایک کرامت کے متعلق ذکر ہوا اس میں حیرانی اور پریشانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ کرامت اسے کہا جاتا ہے جو خرق عادت ہو یعنی خلاف عادت اور جو کلام جتنا زیادہ خلاف عادت ہو تو وہ قوی مانا جاتا ہے تو یہ کرامت زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ یہ عقل سے بہت دور ہے یا غوث صمدانی شہباز لامکان حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی کرامت بارہ سال بعد بڑھیا کی بارات والی بیڑی کو صحیح نکالنا بھی عقل کے بہت زیادہ مخالف ہے، اس لئے یہ کرامت زیادہ قوی مانی جاتی ہے، اور اگر کرامت ماتحت الاسباب ہو تو وہ کرامت میں شمار نہیں ہے اس لئے کہ سبب کے ذریعہ کرامت کرامت نہیں ہے، مثلاً اگر کوئی مسلمان پشاور سے بذریعہ ہوائی جہاز ٹکٹ لے کر سفر کرے اور ایک گھنٹہ بعد کراچی پہنچے تو یہ کرامت نہیں ہے کہ وہ ہوا میں اڑے اور وہاں پہنچے اگر اس کے ساتھ کوئی غیر مسلم مثلاً ہندو، عیسائی بھی ٹکٹ لے کر اس جہاز میں جائے تو وہ بھی ایک گھنٹہ بعد پہنچ جائے گا تو اس میں کرامت کی کون سی بات آئی؟ کرامت ولی کے اختیار میں ہوتی ہے، اور اگر اختیار میں نہ ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ ایک جذامی شخص جس کا ہاتھ بغیر اختیار کے ہلتا رہتا ہے کیونکہ یہ ہلنا جلنا بے اختیاری ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت آصف بن برخیا کا واقعہ ذکر ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے کہ بلقیس کا تخت جلد لے آئے تو عفریت جن نے کہا کہ میں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے قبل لے آؤں گا اور یہ کتب عقائد میں ہے کہ جن ایک ناری جسم ہے دکھائی نہیں دیتا اور مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتا ہے، تو جب جن نے کہا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے آمادگی ظاہر نہیں فرمائی بلکہ اپنے ایک ولی کی کرامت کا ظہور چاہا تو حضرت آصف بن برخیا کو معلوم ہوا کہ وہ میری کرامت کا ظہور چاہتے ہیں تو عرض کیا أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ

(النمل ۴۰) کہ میں اُسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ اس نے یہ نہ پوچھا کہ وہ کتنا دور ہے اور کس طرح وہ میں لا سکتا ہوں بلکہ وہ جاتے بھی ہیں اور آتے بھی ہیں اور تخت کو حاضر بھی کرتے ہیں اور مجلس سے غائب بھی نہیں ہوتے تو غرض کرنا آصف بن برخیا کا یہ اختیار سے تھا بغیر اختیار کے جذامی آدمی کی طرح نہ تھا بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے اجازت مانگی اور اجازت مانگنا اس پر دال ہے کہ یہ کرامت اختیار سے تھی۔

اور جو خرق عادت یعنی خلاف عادت نبی یا رسول سے ظاہر ہو جائے اس کو معجزہ کہتے ہیں، معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ کرامت ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اور معجزہ نبی کے ہاتھ پر وہ بھی اختیاری ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے تمہارے لئے پرندے کی مورت بناتا ہوں اور پھر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں مادر زاد اندھوں کو بینا کرتا ہوں اور برص والوں کو اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں، اب غور کرنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ کہ وہ مٹی سے پرندے کی مورت بناتا ہے اور پھر اس میں پھونکتا ہے اور مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور برص والوں کو اچھا کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا یہ تمام معجزات ہیں اور معجزہ جتنا عقل کے خلاف ہو وہ قوی مانا جاتا ہے۔ تو یہ سب سے زیادہ قوی ہے کہ یہ عقل کے بہت زیادہ خلاف ہے اب بات اختیار کی ہے تو مٹی سے پرندے کی مورت بنانا بھی اختیار سے ہے اور اس میں پھونک مارنا بھی اختیار سے ہے اور مادر زاد اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنا بھی اختیار سے تھا اور برص والے بیمار پر ہاتھ پھیرنا اور پھر وہ اچھا ہونا یہ سب بھی اختیار سے تھا اور مردوں کو جب وہ زندہ کرتے تو **قم باذن اللہ** فرماتے، اب یہ فرمانا بھی اختیاری ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ کرامت و معجزہ اختیاری ہوتا ہے نہ کہ غیر اختیاری۔ اوپر جتنی بھی مثالیں پیش کی گئیں یا واقعات پیش ہوئے وہ تمام کی تمام کرامات کے زمرہ میں آتے ہیں اور ان کرامات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہاں اگر اسلام کو ایک روحانی دین تسلیم نہ کریں بلکہ مادی زندگی سے وابستہ کریں تو پھر یہ ان کی مرضی ہے، لیکن قرآن و سنت میں روحانیات، ایمانیات ہیں، اور ان کے لئے برگزیدہ بندے انبیاء و اولیاء ہیں اور انہوں نے یہ روحانی درس سنائے اور معرفت کے دلدادہ لوگوں نے ان سے یہ روحانی منازل سیکھ کر منازل طے کیں اور جو بدبخت تھے انہوں نے ماننے سے انکار کرنا شروع کیا اور جتنے غیر مسلم لوگ تھے جو روحانی منازل سے ناآشنا ہیں ان سے مل گئے اور ان کا یہ رویہ اتنا سخت رویئے سے پیش کیا کہ اپنے زعم باطل میں ان کرامات اور معجزات کے ماننے والوں پر شرک کا حکم لگایا حالانکہ انہوں نے اسلام (جو ایک فطری دین ہے) کے خلاف محاذ کی بنیاد ڈالی اور جو اعتراضات مستشرقین یورپ نے اپنا شیوہ بنایا تھا انہوں نے بھی یہی روش اختیار کی، اب وہ دل کی وسعتوں اور معرفتوں سے نابلد ہیں، اس لئے انہوں نے شیطان کا راستہ اختیار کیا اور ادب و عشق اور صوفیاء کرام سے لوگوں کو بد ظن کرنا شروع کیا مندرجہ بالا واقعات اور دلائل و کرامت و معجزہ کے متعلق پیش خدمت کئے گئے اگر آپ اصحاب کہف کی طرف دیکھیں کہ اصحاب کہف بمع اپنے کتے قطمیر کے ایک غار میں چھپے ہوئے تھے اور ان پر کافی مدت گزر چکی تھی، جب انہوں نے ایک ساتھی کو شہر بھیج دیا، جب اس نے اپنے ساتھیوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنا چاہا تو جب دیکھا کہ شہر وہ نہیں ہے اور اس شہر میں جو لوگ ہیں وہ بھی اجنبی معلوم ہوتے ہیں پھر جب اس نے کچھ سامان خریدا تو جب جیب سے سکہ نکالا اور دوکاندار کو دے دیا تو اس نے اس آدمی کو پکڑا کہ یہ کس زمانے کا سکہ تم مجھے دیتے ہو پھر اس کو وقت کے بادشاہ کے پاس لے گیا، بادشاہ نے جب اس سے پوچھا کہ یہ سکہ تو کئی

صدیوں پرانا ہے، تم نے یہ کہاں سے حاصل کیا ہے اس نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا واقعہ بیان کیا، بادشاہ وقت کو ایک مشکل ترین مسئلہ پیش ہوا تھا اس مسئلہ کا حل بھی ہوا اور وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور وہاں سو گیا، ابھی تک اصحاب کہف اس غار میں سو رہے ہیں۔

قرآن مقدس نے یہ واقعہ پیش کیا تو فرمایا:

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (الکھف ۱۸)

اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔

اور یہ بھی فرمایا:

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ (الکھف ۱۸)

اور تم انھیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں۔

اور اس واقعہ میں یوں بھی ارشاد ہے:

أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا (الکھف ۹)

پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اب کئی سو سال بغیر کھانے پینے کے وہ سو رہے ہیں اور ابھی تک وہ اس غار میں ہیں، تو یہ بھی ان کی کرامت ہے۔

ایک واقعہ تسلی کے لئے پیش خدمت ہے کہ شاہ ہمایوں کے زمانہ میں شہر شمس آباد میں ایک شخص رہتا تھا وہ علم سیمیا میں مہارت رکھتا تھا اور لوگ اس کو راگھو جتین کہتے تھے، عجیب عجیب شعبدے لوگوں کو دکھایا کرتا تھا اور عجیب و غریب باتیں کہتا تھا، تمام لوگ اس کی مہارت پر تعجب کرتے تھے یہاں تک کہ ایک روز شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد کہ اہل علم میں سے تھے لوگ اس کو اخوند

کہتے تھے یہ دونوں بھی اس کے تماشہ کے لئے وہاں پہنچے ان دونوں نے اس کو کہا کہ ہمیں بھی اپنا کرتب دکھادو، راگھو جتین نے ان دونوں کو ایک گھر میں بٹھا دیا اور گھاس کی چند ٹہنیاں گھر کی ایک طرف کھڑی کر دی اور شیخ احمد فرملی سے کہا کہ آپ اس ٹٹی میں آئیں، شیخ احمد جب اس میں داخل ہوئے اس کے دل میں یقین ہو گیا کہ میں گجرات کے ارادہ سے مکان سے باہر نکلا ہوں چنانچہ آپ روزانہ راستہ طے کرتے اور رات کو کسی جگہ آرام کر لیتے یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد گجرات پہنچے وہاں لیموں یا چکوترہ کا ایک نیا باغ دیکھا اس باغ میں سے چند پھل توڑ لئے کہ اتنے میں باغبان پہنچا اور انہیں ڈانٹا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو کہ شاہی باغ سے تم نے بغیر پوچھے اور بلا اجازت پھل توڑ ڈالے کچھ اور بھی سختی کی آخر کار شیخ احمد کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ نہ معلوم یہ کون ہے کہ اس نے شاہی باغ سے پھل توڑے ہیں، بادشاہ نے باغبان کی بدزبانی کو دیکھا تو کہا کہ اے گدھے تم لوگوں کو نہیں پہچانتے یہ آدمی شریف معلوم ہوتا ہے، کیا ہوا کہ اس نے ناواقفی کی بناء پر کچھ پھل توڑ لئے اس کے بعد بادشاہ نے شیخ احمد سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو، کون ہو اور کس کام کے لئے آئے ہو؟ شیخ احمد نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت میں ایک فرملی ہوں، میرا وطن قنوج میں ہے، میں نوکری کے ارادہ سے آیا تھا اور جب گجرات پہنچا تو خیال آیا کہ یہاں میرا کوئی ملاقی نہیں ہے مجھے بادشاہ کے پاس کون لے جائے گا، بالآخر اس باغبان نے مجھے اس طریقہ سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دیا، بادشاہ نے کہا کہ اچھی بات ہے ہم نے تمہیں اپنی ملازمت میں قبول کیا ہے، فوراً انہیں دو گھوڑے بخشے اور خرچ کے لئے کچھ نقد دیا اور جاگیر بھی دی جس سے گزر اوقات ہو۔ ایک مکان بھی ان کے رہنے کے لئے دیا شیخ احمد برسوں اس بادشاہ کی خدمت میں رہے، وہاں شادی کی، آپ کی اولاد ہوئی، بادشاہ جب شکار کو جاتا تو انہیں اپنے ساتھ لیتا اور جب چومگان کے میدان میں آتا تو انہیں بھی بلاتا۔

یہاں تک کہ اسی حالت میں پچاس سال گزر گئے اور شیخ احمد بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے الغرض ایک روز شیخ احمد ایک جھونپڑی میں داخل ہوئے اور چند قدم چل کر باہر آئے، دیکھا کہ شیخ احمد اخوند بیٹھے ہیں، انہوں نے السلام علیکم کہا اور ان سے ملاقات کی اور بغل گیر ہوئے اور پوچھا کہ آپ گجرات میں کب آئے؟ اخوند نے کہا کہ گجرات یہاں کہاں؟ یہ تو شمس آباد ہے اور ہم اور تم راگھو جتین کے گھر میں ہیں، تم تو ابھی اس جھونپڑی میں گئے تھے اور فوراً لوٹے شاید ایک گھنٹہ گزر گیا ہو گا۔ اب شیخ احمد فرملی کو یاد آیا کہ ہم دونوں اس کا کرتب دیکھنے کے لئے آئے تھے خود کو جیسا کہ نو عمر تھے ویسا ہی پایا وہ بڑھاپا کمزوری اور بالوں کی سفیدی سب دور ہو چکی تھی، گویا کہ تھی ہی نہیں، اب یہ حیران و پریشان ہے، وہ تمام واقعات جو ان پر گزرے تھے ایک ایک کر کے شیخ اخوند کے روبرو بیان کئے اس کے بعد ان کے دل سے تمام عمر یہ حیرت نہ گئی کہ ایک گھنٹے میں پچاس سال کیسے گزرے اور اس گھر کی چار دیواری میں گجرات اور گجرات کے راستے کیسے سما گئے؟ مگر چونکہ یہ واقعہ خود ان پر گزرا تھا، لہٰذا وہ انکار بھی نہیں کر سکتے تھے، اگرچہ ان کی عقل اور سمجھ میں جمتا بھی نہ تھا اس قسم کے واقعہ کو تو میں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا ہو گا، تو تیری عقل و فکر کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے، مگر انکار بھی مت کر۔

اس واقعہ کو عارف باللہ میر عبد الواحد بلگرامی نے نقل کیا ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ عبد الغفور المعروف بہ سیدو بابا کی ایک کرامت مشہور ہے کہ عراق کا ایک شخص عبد اللہ نامی آپ کے پاس آیا تھا اور وہاں خادمین میں شمار تھا، لنگر کی خدمت کرتا تھا، اس خدمت گزاری میں کئی سال گزر گئے، ایک دن عبد اللہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور کسی سوچ و فکر میں ڈوبے ہوئے تھے، حضرت اخون عبد الغفور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا

کہ جب میں اپنے گھر سے نکلا تو نکلنے سے قبل اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں اتنے سالوں کے بعد واپس نہ آیا تو پھر تم یہ سمجھنا کہ میں مر گیا ہوں۔ اور تم اس وقت یا تاریخ کے بعد آزاد ہو، کسی دوسرے شخص سے عدت کے بعد شادی کر سکتی ہو، اب چونکہ میں ادھر ہوں اور عراق بھی دور ہے، آج آخری دن اور تاریخ بھی ہے اگر میں وہاں نہ پہنچ سکا و میری وہ بیوی طلاق ہو جائے گی۔ حضرت سید و بابا نے تسلی دی کہ جاؤ اپنا کام کرو اور عشاء کے بعد میرے پاس آؤ، جب وہ کام سے فارغ ہوئے تو اس کے پاس پہنچے، آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو اور پھر کھول دو، جب اس نے آنکھیں بند کیں اور کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، والدہ نے اپنی بہو سے کہا کہ دیکھو کسی شخص کے خراٹے میں سن رہی ہوں، تو جب انہوں نے روشنی کی دیکھا تو ان کا بیٹا عبد اللہ تھا اس نے گھر والوں کو یہ تمام واقعہ سنایا انہوں نے ھی ملاقات کی خواہش ظاہر کی کچھ مدت کے بعد وہ تمام گھر والے سید و شریف پہنچے، جب وہ سید و بابا کے سامنے آئے تو اس نے کہا کہ یہ وہ باباجی ہیں، جب باباجی نے ان کو دیکھا تو اشارہ سے سمجھایا کہ یہ راز کسی کو نہ بتانا، ایسے بہت سے واقعات ہیں کہاں تک فقیر قلم بند کرے گا۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی اور بے عقل کے لئے دفتر بھی بے کار ہے۔

ایک واقعہ حضرت غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور ہے کہ آپ ایک دفعہ معراج شریف کا واقعہ سنا رہے تھے، سامعین میں سے ایک شخص تھا جو اس واقعہ کو تعجب سے سنتا رہا اچانک اس کے دل میں خیال آیا کہ دریا کی طرف چلوں، دریا گیا اور اس دریا میں غوطہ لگایا اچانک اس نے دیکھا کہ دریا کے کسی اور کنارے پر ہے، اور ننگا جسم عورت کی شکل میں ہے، وہاں ایک دھوبی کپڑے دھو رہا تھا، اس نے اس کو پکڑ لیا اور گھر لے گیا اس سے اس کے بچے ہو گئے، بارہ سال کے بعد پھر اس دریا کے کنارے آیا، پھر کپڑے اتار کر دریا میں غوطہ لگایا، کیا دیکھتا ہے کہ دوبارہ اسی حالت

میں کھڑا ہے جس طرح پہلے تھا اس نے اپنے وہ پہلے والے کپڑے پہن لئے اور واپس مسجد آیا، غوث صمدانی نے وہ واقعہ معراج ختم نہیں کیا تھا، اس کو پریکٹیکل اس واقعہ کی تصدیق کا مشاہدہ کرایا۔

یہ چند واقعات تسلی کے لئے پیش ہوئے۔ بات ہو رہی تھی دل کی کہ دل کی وسعت تمام وسعتوں سے کشادہ اور وسیع ہے، اس میں زمین اور آسمان اور تمام کائنات آسکتی ہے، اس لئے حدیثوں میں دل کے لئے عرش اللہ اور بیت اللہ کے میٹھے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے:

قلب المؤمن بين اصبعين من اصابع الرحمٰن يقلب مايشاء۔

یعنی مؤمن کا دل خدا کی دو انگشتوں کے درمیان ہے (یعنی جلال و جمال) جدھر چاہتا ہے پھیر تا ہے۔

پس ان کو الہام کا ہونا کچھ تعجبات سے نہیں۔ اس دل میں الہام کی شکل میں واردات ہوتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (الشمس ۸)

پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی۔

اور یہ تمام اللہ کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔

جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (النساء ۷۸)

تم فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے۔

تو جن حضرات کے دل روشن ہوں وہ ان تمام باتوں کو سمجھتے ہیں اور نور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ذات حق جمیع صفات میں جلوہ گر ہے، بلکہ من کل الوجوہ ظہور ذات ہے، مثلاً جب نور آفتاب نظر میں سماتا ہے تو نور نظر آتا ہے، اسی طرح اگر دیدہ دل کو نور توحید ذات سے منور کرکے نظر کروگے تو تم خود ہی کہہ اٹھوگے کہ رائیت ربی بربی اور یہ تمام اپنی ہی نظر کی خوبی ہے جیسی جس کی نظر ہے ویسا ہی اس کا ظہور، دیو کو دیو نظر آتا ہے اور حور کو حور۔

یکے خورشید بیند دیگر نورے قیاس ہر یکے باشد زہم دور

ایک سورج کو دیکھتا ہے اور دوسرا نور حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے، ہر ایک کا قیاس دوسرے سے دور ہوتا ہے۔ جس کی جیسی سمجھ ہوتی ہے وہ ویسا ہی سمجھتا ہے، کیونکہ اگر تم بقید تعین کسی صفت پر بخیال صفت نظر کروگے تو صفت ہے ورنہ عین ذات یعنی قطع نظر از تعینات خارجیہ اگر تم اپنے نور بصیرت سے بغیر تعین کے ہر صفت کو ذات میں لاکر بغور دیکھوگے کہ یہ صفت عین ذات ہے یا غیر ذات تو تم پر کماحقہ حقیقت اشیاء عیاں ہو جائے گی کہ نور صفات میں عین نور ذات جلوہ گر ہے اور ہر صفت کے نور میں عین وہی نور ذات ہے جو ہر ایک شے میں برنگ بوقلمون پر تو انداز ہے اور ہر صفت کے نور پر نور ذات بطرز دیگر نور افشاں ہے جیسے نور آفتاب ہر شجر و حجر، آب و ہوا، ارض و سماء، گل و ثمر پر بطرز گوناگوں جلوہ کناں ہیں نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ (النور ۳۵) یہ نور ذات و نور صفات بھی تعینات کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے، ورنہ ایک ذات بے کم و کاست ہے کہ جس کی صفات و صور کو چھوڑ کر معنٰی و ذات میں آتا کہ اپنی حقیقت میں جو تیرا مقصود اصلی ہے پہنچ جائے۔ مقامات القادریہ جو سلسلہ قادریہ شریف میں روحانی منازل طے کرانے کے طریقے درج ہیں، اس کتاب میں انسانیت تک پہنچنے کے لئے سات مقامات درج ہین، پہلا مقام نفس امارہ کا ہے اور یہ دیوار ہے

محرومیت معرفت الٰہیہ کی اور دوسرا مقام ہے لوامہ تیسرا مقام ہے ملھمہ کا چوتھا مقام مطمئنہ ہے اور پانچواں مقام راضیہ اور چھٹا مقام مرضیہ ہے اور ساتواں مقام کاملہ کا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نفس امارہ کے ہوتے ہوئے انسان شیطان کے پنجے میں ہوتا ہے اور شیطان کا مکر بہت سخت ہے، کیونکہ شیطان ہمارا دشمن ہے إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا (فاطر ٦) بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اُسے دشمن سمجھو۔ وہ معرفت الٰہی میں حائل ہوتا ہے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو شیطان کے پنجے سے آزاد کردے تو سب سے پہلے نفس امارہ کو قابو کرنے کے لئے مقامات قادریہ میں کلمہ شریف کا ورد لکھا ہے، سب سے پہلے ستر ہزار بار ورد ضروری ہے اور جب یہ پورا ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر ایسا کہے کہ: اے اللہ میں نے اپنا نفس امارہ ستر ہزار بار کلمہ شریف پڑھنے سے آپ سے خریدا پھر درود شریف سے ابتداء کرکے پانچ لاکھ یہ کلمہ شریف دوبارہ شروع کرکے پورا کرے، اس اثناء میں اس کو نجس چیزوں کی اشکال نظر آئیں گی جس طرح خنزیر اور کتے ہو گئے، پھر جب اس کا نفس امارہ قابو آجائے گا تو یہ محرومیت کی دیوار گر جائے گی اور شیطانیت سے گر کر حیوانیت میں داخل ہوگا، کیونکہ حیوان میں تکبر نہیں، اس کو پتہ اس وقت چلے گا کہ جب وہ کسی محفل یا مجلس میں جائے اور لوگ اس کی قدر نہ کریں تو دل اس پر رنجیدہ نہ ہو اس کو برداشت کرے، تب اس کا نفس امارہ مقام سے ترقی کرے گا پھر نفس لوامہ ہے، اس کے لئے ورد اللہ ہے ابتدائی کورس میں ساٹھ ہزار بار ورد پورا کرے، پھر دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ دعاء پڑھے: اللھم انی اشتریت منک نفس الوامۃ بھذا الستین الفًا یااللہ میں نے سات ہزار بار ورد اللہ سے نفس لوامہ کو خریدا پھر دوبارہ درود شریف پڑھ کر پانچ لاکھ اسم ذات یااللہ کا ورد پورا کرے اس کے ورد کرنے سے سالک کو مختلف قسم کے عجائبات مشاہدہ میں آئیں گے اور خوابوں میں مشکوک قسم کے جانوروں کو

دیکھے گا۔ مثلاً گھوڑا، خچر اور گدھا۔ اس کے بعد پھر نفس ملھمہ کے لئے ورد ھو کا شروع کرے گا۔ ابتداء میں پچاس ہزار بار ھو پڑھے گا، پھر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرے گا: **اللھم انی اشتریت منک نفس الملھمة بھذا الخمسین الفًا** پھر اس کا ورد دوبارہ شروع کرے گا اور پانچ لاکھ پورا کرے گا۔ اس اثناء میں خوابوں میں حلال جانوروں کا مشاہدہ کرے گا، تو سالک شیطانیت سے نکل کر جب حیوانیت میں داخل ہوا تھا اب وہ حیوانیت سے نکل کر انسانیت میں داخل ہو جائے گا اور وہ چوتھا مقام نفس مطمئنہ کا شروع کرے گا، اس کے لئے ورد حق مقرر ہے اس کا بھی ابتداء میں چالیس ہزار کا ورد پورا کرے اور پھر دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ دعا مانگے **اللھم انی اشتریت منک نفس المطمئنة بھذا لاربعین الفا**۔ یا اللہ میں نے اپنے نفس مطمئنہ کو آپ سے چالیس ہزار ورد حق سے خریدا پھر دوبارہ درود شریف سے شروع کرکے پانچ لاکھ پورا کرے گا اور اس میں نیک بزرگوں کو خواب اور بیداری میں مشاہدہ کیا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کو اطمینان اور سکون حاصل ہو گا اور اس کو ایسی لذت محسوس ہو گی کہ اس روحانی سرور سے وہ مست ہو گا اور دنیا ومافیھا سے بے پرواہ ہو گا اس کے بعد پانچواں مرحلہ نفس راضیہ کا ہے اور اس کی ابتداء حی اللہ تعالیٰ کے اسم حی سے کرے گا اس کے ورد کی تعداد تیس ہزار ہے پھر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگے گا **اللھم انی اشتریت منک نفس الراضیة بھذا الثلاثین الفا**۔ یا اللہ میں نے آپ سے اپنی نفس راضیہ کو اس تیس ہزار ورد حی سے خریدا اس کے بعد پھر پانچ لاکھ اس کا ورد پورا کرے، اس میں اولیاء انبیاء کو مشاہدہ میں لائے گا اور وہ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں دیکھے گا اور ان سے فیض حاصل کرے گا، اس کے بعد چھٹا مرحلہ نفس مرضیہ کا ہے اس کے لئے ورد قیوم مقرر ہے، اس ورد کو بیس ہزار بار پڑھے گا اور جب یہ پورا کرے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ دعا مانگے **اللھم انی اشتریت منک نفس الراضیة بھذا**

العشرین الفا۔ یا اللہ میں نے آپ سے اس بیس ہزار بار ورد قیوم سے اپنے نفس مرضیہ کو خریدا، پھر اس کو دوبارہ شروع کرکے پانچ لاکھ پورا کرے گا، اس میں بھی مزارات مقدس اور انبیاء و اولیاء کو مشاہدہ میں لائے گا اور ان سے باطنی فیض حاصل کرے گا اور ملکوتی صفات سے متصف ہو گا۔ لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا اور لوگ اس کی باتوں سے ہدایت پائیں گے۔ اس کے بعد مقام نفس کاملہ کا ہے اور اس کے لئے قھار ہے ابتداء میں دس ہزار بار اس کا ورد پورا کرے پھر دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ دعا مانگے اللھم انی اشتریت منک نفس الکاملۃ بھذا العشر الفا۔ کہ یا اللہ میں نے آپ سے اپنے نفس کاملہ کو اس دس ہزار بار ورد قھار سے خریدا پھر اس کو دوبارہ شروع کرکے پانچ لاکھ ورد پورا کرے اب یہ انسان بنا اب مرشد اس کو خلافت سے نوازے گا اور وہ رشد و ہدایت میں مشغول ہو گا اس کو مرشد کہا جائے گا، کیونکہ اس نے یہ تمام سیر الی اللہ، مع اللہ، باللہ اور فی اللہ کو عبور کرکے واپس لوگوں میں آکر ان کو ہدایت سے مستفیض کرے گا۔

دل تمام اعضاء کا بادشاہ ہے

جس طرح انسانوں میں ایک بادشاہ رعایا کے لئے مقرر ہوتا ہے، رعایا پر اللہ تعالیٰ کا حکم چلاتا ہے اور حیوانوں میں شیر بادشاہ ہے، اس طرح انسانی اعضاء میں دل بادشاہ ہے، اگر دل بیمار ہو تو تمام بدن بیمار ہو گا اگر دل کی حرکت بند ہو جائے تو انسان مر جاتا ہے مگر اگر دل کے علاوہ انسان کا کوئی دوسرا عضو بیکار اور خراب و ختم ہو جائے تو انسان زندہ رہ سکتا ہے مثلاً اگر ہاتھ سے انگلیاں کٹ جائیں یا پاؤں کٹ جائے یا گردوں میں سے ایک گردہ نکالا جائے یا ایک آنکھ یا دونوں آنکھیں خراب ہو جائیں اور نکالی جائیں تو انسان زندہ رہ سکتا ہے لیکن اگر دل بند ہو جائے تو انسان مر جاتا ہے، زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہ سکتی ڈاکٹر یا حکیم اگر کسی بیمار یا مریض کے پاس جائے تو وہ اس کی نبض دیکھتا ہے،

نبض سے پتہ چلتاہے کہ دل کی حرکت تیز ہے یا کمزور، انسان کے تمام اعضاء کو خون کی سپلائی بھی دل ہی کر تا ہے۔ تو انسانی اعضاء میں دل بادشاہ ہے، اسی طرح روحانی زندگی کا دار و مدار بھی دل پر ہے۔

اور قرآن عظیم الشان میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (آل عمران ۱۱۹)

اللہ خوب جانتاہے دلوں کی بات۔

یہاں صدور سے مراد دل ہے، اگر دل اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تابعدار ہو جائے تو جان لو کہ تمام اعضاء تابعدار ہو جائیں گے، اور اگر دل سرکش رہا تو تمام اعضاء سرکش رہیں گے، اس دل کی سرکشی کو ہٹانے کے لئے اور دل کی سیاہی کو دور کرنے کے لئے ایک حدیث شریف میں دوا موجود ہے، جس کا نام ذکر ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: لکل شئ صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ۔ ہر چیز کا زنگ ہٹانے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کا زنگ ہٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یہ حدیث شریف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے۔

اور قرآن عظیم الشان میں ہے کہ:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد ۲۸)

سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

لوگ اطمینان قلب کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، بہت مالدار لوگ ظاہر میں عیش و عشرت میں نظر آتے ہیں، لیکن باطن میں ان کے دل اور روح خفا ہوتے ہیں، اور وہ خود کشی کرنے پر تیار رہتے ہیں اور بعض اوقات خود کشی بھی کرتے ہیں، پشاور میں گل انڈسٹری کے مالک بھی اس کا شکار ہوا اور اس نے خود کشی کرکے اپنے آپ کو اباسین کے حوالہ کیا ایسی بہت سی مثالیں ہمارے پاس

موجود ہیں لیکن اگر کسی صاحب دل کو دلی سکون حاصل ہو تو بظاہر اگر اس کے پاس مال بھی نہ تو کوئی بات نہیں جتنی تکالیف اس پر آتی ہیں ان تکالیف کو برداشت بھی کرتا ہے اور دل بھی مطمئن ہوتا ہے، اور اس دل میں سکون ہوتا ہے، وہ رضاء بر قضاء رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر تکلیف یا راحت دیتے ہیں تو وہ اس پر بھی مطمئن رہتے ہیں زمانہ ماضی میں جتنے انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان تمام نے تکالیف برداشت کیں اور دلی سکون سے وہ مزین تھے، انہوں نے مصائب اور تکالیف کی کوئی پرواہ نہیں کی حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی دیکھو اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے لوگوں نے سولی پر چڑھانے کا منصوبہ بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا ہمارے پیارے حبیب پاک معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زندگی مکی اور مدنی ہمارے سامنے ہے انہوں نے ثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا اور ان کی زندگی ہمارے لئے نمونہ بنی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب ٢١)

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

اس سے بھی مراد دل ہے، اگر کسی نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ انسان گوشت، خون اور روح سے مرکب ہے، چونکہ انسانی بدن گوشت، پوست اور مادی اشیاء سے مرکب ہے اور انسان کے لئے بھی خوراک اس زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح روح من امر ربی ہے، اور

اس کی خوراک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ ذکر عبادت ہے اور وہ قرآن مقدس میں ہے اگر اس کی غذا تم روح کو دوگے وہ موٹی اور تازہ ہوگی، یعنی روح قوی ہوگی، اس کا تعلق بھی روح سے ہوگا۔

قلب المؤمن حاضرة من ذکر الخفی فھوی وقلب المسلم غافلة من ذکر الخفی فھو میة۔

یعنی مومن کا دل تو مشاہدہ سے آگاہ کرتا ہے، پس وہ زندہ ہے اور مسلم کا دل مشاہدہ سے غافل ہے پس وہ مردہ ہے۔

بود معلوم ہر آزاد بندہ   کہ نادان مردہ ودانا ست زندہ

یہ بات ہر آزاد بندہ کو معلوم ہو جائے کہ جو نادان ہے وہ مردہ ہے اور جو عاقل و دانا ہے وہی زندہ ہے۔

ایمان کے دارو مدار کا تعلق بھی دل سے ہے اور دل میں ایمان کا ٹھکانہ ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارکہ ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (الحجرات ۱۴)

گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہوں کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اس آیت مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان کا مرکز دل ہے، اگر دل میں ایمان ہو تو یہ کعبہ سے افضل ہے، ابن ماجہ شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: المؤمن افضل من الکعبة۔ کہ مومن کعبہ سے افضل ہے اور ابن ماجہ و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور

انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: المؤمن اکرم علی اللہ من الملائکۃ۔ کہ مومن اللہ تعالیٰ کو ملائکہ سے زیادہ بہتر ہے۔

اس لئے مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

از ملائک جان خداوندان دل　　　باشد افزون تو تحیر را بہل

یعنی خداوند تعالیٰ کے نزدیک مومن صاحب دل ملائکہ سے بھی زیادہ بزرگ ہیں، تمہیں چاہیئے اس میں حیرت وتعجب ہی کیوں نہ ہو تو چھوڑ دو۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

زاں سبب آدم بود مسجود شان　　　جان او افزون تر است از بود شان

اس وجہ سے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے تھے کیونکہ ان کی جان ومال ان سے برتر تھی۔ اور یہ تمام کمالات دل کے ہیں اور دل تو بادشاہ ہے۔

اگر وہ ملائک سے افضل نہ ہوں تو پھر انہوں نے (ملائکہ نے) حضرت آدم علیہ السلام کو کیوں سجدہ کیا؟

آگے فرماتے ہیں:

ورنہ بہتر را سجود دوں بری　　　امر کردن ہیچ نبود در خوری

ورنہ بہتر ہستی ان سے کم درجہ کی ہستی کو سجدہ کرنے سے بری ہے اس معاملہ میں ان کو حکم دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اگر ایسا نہ ہو تو کب اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف اور لطف وکرم اس کو پسند کرتا اور بھلا کب پھول کانٹوں کے سامنے سجدہ کرتے۔

حضرت ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

لیس بمؤمن ان یجمعون فی المساجد ویقولون لا الہ الا اللہ رسمی۔

یعنی رسمی کلمہ کہنے والے حقیقت سے بے خبر ہیں اور وہ مومن نہیں کیونکہ وہ نہ کلمہ سے واقف ہوگا اور نہ مقصود سے آگاہ ہوگا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ مومن نہیں کہ مساجدوں میں جمع ہو جائیں اور رسم کے مطابق لا الٰہ الا اللہ کہیں۔

معلوم ہوا کہ زبان سے ایمان کا اقرار معتبر نہیں جب کہ دل سے وہ نہ مانے کیونکہ ایمان کا مرکز دل ہے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی افعالکم ولکن ینظر الی قلوبکم۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور کاموں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، اگر ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھے گا تو وہ اس کا ایمان مشاہدہ کرے گا، کیونکہ مومن مومن کے لئے آئینہ ہے۔

المؤمن مراۃ المؤمن۔

مومن مومن کے لئے آئینہ ہے۔

اس آئینہ میں وہ ایمان نظر آئے گا، ایمان کا ادراک بھی مومن کر سکتا ہے، منافق اور کافر اس سے مبرا ہے نہ وہ ایمان دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے ادراک میں آسکتا ہے۔

کیونکہ قرآن عظیم الشان میں ہے:

ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ (البقرة ١٧)

اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا۔

اس بحر معرفت سے موتی تو ایمان والے نکالتے ہیں اور غواض بھی مومن ہوتے ہیں ہر کس و ناکس غواص نہیں بن سکتا۔

اسرار حقیقت را ہر دل بنود قابل   در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

اسرار معرفت سے واقف ہونے کے لئے ہر دل لائق و قابل نہیں ہوتا کیونکہ ہر دریا میں موتی نہیں ہوتا اور ہر کان میں سونا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی اعضاء دل کے تابع بنائے ہیں، کیونکہ اگر کوئی کسی کو خیر یا شر پہنچاتا ہے تو پہلے اس کا دل فیصلہ کرتا ہے اور اعضاء اس پر عمل کرتے ہیں، مثلاً اگر کوئی چور ہے اور رات کے وقت کسی کے گھر چوری یا ڈاکہ ڈالتا ہے تو سب سے پہلے اس کا دل اس کو یہ کہتا ہے کہ جاؤ فلاں امیر کے گھر ڈاکہ ڈالو تب وہ بعد میں اس پر عمل کرتا ہے یا اگر نیک کام کرنا چاہتا ہے کہ اسی سال میں حج کروں گا تو یہ دل کا فیصلہ ہوا اور بعد میں وہ داخلہ کرلیتا ہے اور پھر حج کے لئے چلا جاتا ہے۔

اسی طرح تمام عبادت کرنے والوں کے دل ان کو مشورہ دیتے ہیں اور ان کے اعضاء اس پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت انسان ایک بولتی تصویر ہے، جس کے فوٹو کو صانع برحق و نقاش ازل نے اپنی صنعت بالغہ سے تختۂ خاک پر ایک صورت حیرت انگیز کا نقشہ کھینچ کر اپنی روحی سے دم ظاہراً متکلم بنایا ہے لیکن اس کی اصلی صورت و حقیقی جمال بے مثال کے نور سے مشتاقان دیدار حقیقت کی آنکھوں کو منور فرماتا ہے، بلکہ تم کو تمہاری ظاہری اعتباری صورت و اصلی باطنی حقیقت کو جو آفتاب خسوف کی طرح ہے کھول کر بتاتا ہے، شاید کہ ظاہر سے بطون میں غواصی کرکے خودشناسی کو حاصل کرلے اور

اپنی اصلی صورت کے انوار حیرت افزا میں محو در محو ہو جائے، اب اس نیرنگ قدرت یعنی اپنے حسن و جمال ظاہری و باطنی کو دیکھو کہ مصور حقیقی نے اس تصویر دلپذیر کو کس طرح خوبی سے خاکی لباس میں جلوہ گر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (١) وَطُورِ سِينِينَ (٢) وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (٣) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (۴) ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ (۵) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (التین ٦)

حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی نے یوں ترجمہ کیا ہے قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سنین کی اور اس شہر امن والے کی ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازہ پر پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے مگر جو یقین لائے اور کرے بھلائیاں سو ان کا نیک اجر ہے بے انتہا۔

کامل استادوں اور نامور کاریگروں کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی شے صاحب شان و بیش بہا بنانا چاہتے ہیں تو اول اس کا خوب اندازہ کر کے نقشہ کھینچتے ہیں چنانچہ صانع مطلق نے بھی انسان بنانے سے پہلے اندازہ کر کے اس کی صورت کا خاکہ کھینچا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (غافر ٦۴)

اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (التغابن ٣)

اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی۔

پس عارف ربانی نے کیا خوب شعر فرمایا ہے:

صورت حقی و حقت جان بود　　　　صورت بے جان کجا انسان بود

صورت حق اور حق یہی در حقیقت تیری جان سے بے جان صورت بھلا کب انسان ہو سکتی ہے،
اب طلسم کو ظاہر کروں گا، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات ۲۱) کا رازِ مخفی ظاہر ہو جائے، اس کی ابتداء چہرہ نورانی سے کرتا ہے، لیکن اس سے پہلے کہ فقیر چہرہ انور کی حقیقت میں کچھ لب کشائی کرے تو چہرہ دائرہ احدیت ہے اور دہن وحدت اور چہرے کا آدھا حصہ بالائی تا دہن قوس احدیت ذات عالم امر بالاجمال ہے اور آدھا زیرین قوس احدیت و حقیقت انسانی و عالم خلق بالتفصیل ہے، پھر دوبارہ اس پر نظر ڈالو اور غور کرو کہ داہنا کان الف اور نصف حصہ داہنا رخسار بالائی اور نصف پیشانی تا ناک لام اول اور سر و ناک و نصف حصہ پیشانی دوسرا نصف حصہ رخسار بایاں لام ثانی اور حلقہ گوش چپ ہائے ہوز اور اسی طرح لحیہ زیرین ہے، اور ہر دو ابرو میں قاب قوسین او ادنیٰ یعنی قرب ذاتی و مقام معراج ہے اور گردن کی دونوں جان کی شاہ رگوں میں سے نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ۱۶) اللہ اللہ اور انا الحق کی آواز آ رہی ہے، بلکہ بلطائف ستہ و ہر شریان رگ و ریشہ اللہ ہی اللہ پکار رہا ہے، ذرا اپنی گردن کی شہ رگوں اور اپنی ہر نبض پر ہاتھ رکھ کر کان لگا و سچ ہے: وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ (الزخرف ۸۴) یعنی آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔

یار نزدیک تراز من بمن است　　　　واین عجیب تر کہ من از وے دورم

میرا دوست میرے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ نزدیک ہے، مگر یہ بات بھی عجیب تر ہے کہ میں اس سے دور ہوں، یعنی میں اپنی ظاہری نظر کی وجہ سے اس کی قربت کو نہیں دیکھ سکتا۔ جب انسان

نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو حالت قیام میں الف احدیت ذات پایا جاتا ہے یعنی اپنی شان میں نمبر ا کی صنعت ہے اور ثانی نہیں رکھتا اور جب رکوع کرتا ہے تو رکوع کنندہ خالصاًاللہ ہو جاتا ہے مثلاً ہر دو پاؤں اللہ بغلیں حلقہ سر۔

یعنی ہر دو پا تا بغلیں لام اول اور ہر دو ہاتھ تا ذقن لام ثانی اور حلقہ سرہائے ہوز یہ مقام فنا ہے اور جب انسان سجدہ کرتا ہے تو دائیں جانب اللہ اور بالعکس محمد اور جانب چپ محمد اور بالعکس اللہ ہو جاتا ہے، اول جانب دائیں کو ملاحظہ کیجیئے کہ پنڈلی پاؤں الف ہے اور زانوں سے بغل تک لام اول ہے اور بازو کی کہنی سے ذقن تک لام ثانی اور سر حلقہ ہائے ہوز پھر جانب چپ خیال فرمایئے کہ حلقہ سر میم اول اور بغل ہائے حطمی اور سرین میم ثانی اور پنڈلی تا انگشت پا حلقہ دال یہ صنعت اتحاد کو بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اتحاد جدائی نہیں احدیت ذات اور وحدت میں صرف اجمال علم کا فرق اعتباری ہے یعنی ذات مرتبہ احدیت میں ساذج صرف اور مرتبہ وحدت میں علم بالاجمال ہے۔

خالق و مخلوق میں ایک واسطہ ہے اور فیضال الٰہی اسی مرتبہ کے ذریعہ سے مخلوق کو پہنچتا ہے، اگر واسطہ درمیان میں نہ ہو تو مرتبہ ذات میں ذات احدیت مستغنی ہے اور استغنا مانع مخلوق۔ پس واسطہ حقیقت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم درمیان میں رکھا گیا کہ وہ دونوں مرتبہ احدیت و واحدیت کی طرف متوجہ ہے، یعنی مرتبہ احدیت سے فیض لے اور مرتبہ واحدیت کو پہنچا دیں۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

اب اس کو قاعدہ التحیات میں دیکھئے تو پھر وہی اسم ذات محمد موجود ہے یعنی دائیں جانب اور پاؤں کی پنڈلی الف اور زانو سے بغل تک لام اول اور بازو سے ذقن تک لام ثانی اور سر حلقہ ہائے ہوز اور بائیں طرف آئے کہ حلقہ سر میم اول اور بغل حائے طی اور سرین میم ثانی اور زانو تک انگشت پا حلقہ دال۔

واہ سبحان اللہ! کیا اتحاد ہے پھر سفینہ سینہ کو دونوں جانب پڑ تالو مثلاً بازوئے دائیں یا بائیں الف اور جنب راست یا چپ تا میانہ صدر لام اول اور ناف و میانہ صدر تا جنب چپ یا راست لام ثانی اور حلقہ بازو دائیں یا بائیں ہائے ہوز اور روئید گی موئے سینہ بھی اسی طرز کو بتلاتی ہے اور پشت کا بھی دونوں جانب یہی حال ہے کہ بازو چپ یا راست الف اور کوہنہ تا میانہ استخوان پشت لام اول اور استخوان پشت میانہ پشت سے تا کوہنہ راست یا چپ لام ثانی اور حلقہ دائیں بازو یا بائیں ہائے ہوز۔ سینہ اور پشت دونوں جانب مہر سرکاری اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ صدر محل شاہی ہے اور خاص سلطانی جلوس کے لئے تیار ہوا ہے اور اس میں تخت سلطانی جس کو دل کہتے ہیں قائم کیا گیا ہے تا کہ کوئی غیر جھانکنے نہ پائے یا حرز جان ہے کہ نظر بد سے محفوظ رہے **قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ** یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا تخت ہے اور حدیث قدسی میں ہے کہ اگر میری گنجائش ہے تو مومن کے دل میں ہے اور بندہ مومن کی تخصیص قرب الفعل کی وجہ سے ہے ورنہ قرب ذاتی و بالقوہ سب کو حاصل ہے۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است — من نگنجم در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز — من نگنجم ایں یقین داں اے عزیز
من نگنجن در زمین و آسمان — لیک گنجم در دل بشکستگان

دردل مومن بگنجم اے عجب　　　گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہر گز بلندی وپستی میں نہیں سماتا اے عزیز تو اس بات کا یقین کر میں زمین و آسمان میں تو نہیں سماتا مگر میں دل شکستگاں یعنی ان مومنوں کے دل صافی و مخلص میں جو محبت الٰہی کی شدت سے پارہ پارہ ہو گئے ہیں گنجائش پزیر ہوتا ہوں۔ یہ عجب اور حیرانی کی بات ہے کہ میں دل مومن میں سماتا ہوں، اگر مجھ کو ڈھونڈنا چاہو تو ان کے دلوں میں تلاش کرو۔

بات آگے اعضاء انسانی کے متعلق ہے، ہاتھ اور پاؤں کو دیکھ لیجئے اول انگشت دائیں اور دائیں پاؤں کہ خنصرہ نامی عربی ہے الف اور بنصرہ انگلی تابن انگشت میانہ لام اول اور سرانگشت میانہ تابن انگشت شہادت لام ثانی اور انگشت شہادت اور انگشت نہ ہر دو مل کر ہائے ہوز و بالعکس اس طرح پر دست و پائے چپ کر دیکھئے پس اس تقریر دل پذیر سے معلوم ہوا کہ کل اشیاء قبضہ الٰہی میں ہیں اور قبضہ دلیل ملک اگر کوئی دوسرا شخص قبضہ مخالفانہ کرے تو فوجداری میں گرفتار ہو پھر ایسا دیوانہ کون ہے کہ جو ان اشیاء کو اپنی طرف منسوب کر سکے جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے، اسی واسطے نماز میں حکم ہے کہ حالت قیام میں سجدہ گاہ کو دیکھو تاکہ خالی لباس عاریت کو بھول نہ جاؤ اور رکوع میں پاؤں کو اور سجدہ میں ناک کو اور وقفہ سجد تین میں ہاتھوں کو اور قعدہ میں سینہ کو دیکھتے رہو کہ اللہ پر نظر رہے سچ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کہ الصلوٰۃ معراج المؤمن۔ نماز مومن کے لئے معراج ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر ظاہر کیا اس حدیث کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ صورت سے مراد اسماء وصفات الٰہیہ ہیں۔

حق تعالیٰ نے انسان کو اپنے جمیع اسماء و صفات سے ظاہر فرمایا ہے بلکہ اپنی ہویت سے جو مخفی ہے موصوف اور اپنی ذات کو حقیقت انسانیہ میں مستتر کیا ہے پس انسان کا ظہور اس کی ہویت میں ہے اور انسان کی حقیقت حقیقت الہٰیہ سے ہے اور یہ اسم اعظم الہٰی ہے کہ وہ حقائق اسماء غیر متناہی کا جامع ہے۔

اے کشادہ در خزانہ جود	یافتہ کائنات از تو وجود

اے پاک ذات ہستی مقدس تو نے اپنے فضل و کرم سے خزانہ لازوال کھول دیا ہے اس تمام کائنات نے مجھ سے وہی وجود پایا ہے کب تک تو اپنے عشق کی آگ بھڑکائے گا اور کب تک تو ہماری جان سے دھواں نکالے گا، برسوں میں تیرے ساتھ آسودہ حال اور خوش رہا ہوں اور اس ہونے نہ ہونے کے غم و غصہ سے فارغ و بے پرواہ رہا ہوں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانی تقویم کو احسن تقویم سے یاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین ۴)

بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

اس انسانی ڈھانچے کے متعلق وضاحت کی گئی ہے اور اس کے اسرار و رموزات کی طرف اشارے بھی کئے گئے، عاقل کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

عشق حقیقی کا تعلق بھی دل سے ہے

دل ایک ایسا شہنشاہ ہے کہ اگر کسی سے دل میں نفرت پیدا ہوئی تو تمام اعضاء بدن اس کے خلاف عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں آپ روز بروز اخباروں میں جو خبریں دیکھتے ہیں کہ فلاں نے فلاں کو مارا یا فلاں نے فلاں کو ہلاک کیا یہ مارنا اور ہلاک کرنا کیا ہے، یہ

بھی نفرت کا ایک حصہ ہے، اگر کسی سے دل میں نفرت ہو تو بغض و عناد بھی اس سے ضرور ہو گا اور اس کے چہرہ تک دیکھنا گوارہ نہ کرے گا، لیکن اگر کسی کا دل کسی پر فریفتہ ہوا اور دل نے چاہا تو ہر وقت اس کے دیکھنے کے لئے بے تاب ہو گا اور بغیر اس کے دیکھنے کے وہ صبر نہ کرتا ہو گا اور اپنا مال و سب کچھ اس پر قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے گا، اگر اس نے کوئی بات منوانے کے لئے کہی تو وہ اس بات کو پورا کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ یہ عاشق لوگ اپنے معشوق کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان سے ہر کوئی باخبر ہے کہ زلیخا نے کیا کچھ نہ کیا اور یہ واقعہ قرآن مقدس میں سورۃ یوسف میں مذکور ہے اس طرح لیلیٰ اور مجنون کی کہانی مشہور ہے، مجنون کا ذہن بھی لیلیٰ کی محبت میں مستغرق تھا اور ہر وقت لیلیٰ کا تصور کرتا، محلے اور شہر میں بدنام ہوا تمام رشتہ داروں میں رسوا ہوا اس کا اصلی نام قیس تھا لیکن لیلی کی محبت کی وجہ سے وہ مجنون مشہور ہوا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مجنون کے والد نے لیلیٰ کے حصول کے لئے بڑی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوا تو ناامید ہو کر قیس کو کہا کہ آؤ ہم خانہ کعبہ شریف چلتے ہیں وہاں آپ لیلیٰ کی محبت کو دل سے نکالنے کی دعا کرو اور یہ کہو اللھم ارحنی من حب اللیلیٰ۔ یااللہ میرے دل سے لیلیٰ کی محبت نکال دیں۔ تو جب سفر کے بعد دونوں خانہ کعبہ شریف پہنچے تو اس نے سوال میں یہ کہا کہ اللھم لا ترحنی من حب اللیلیٰ۔ یااللہ میرے دل سے لیلیٰ کی محبت نہ نکالیئے۔ اس طرح لیلیٰ کی گلی کے کتے کے ساتھ بھی قیس کو محبت تھی جو کہ کتب میں ذکر ہے، فقیر نے اپنے علاقہ میں بھی ایسے مجازی عاشقوں کے کارنامے مشاہدہ کئے ہیں کہ وہ نہ مٹنے والے کارنامے ہیں۔ مدین میں ایک نوجوان کسی ہوٹل والے کی بیٹی پر عاشق تھا، جب اس لڑکی کے والد نے اس لڑکی کی کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ شادی کی تو اس

عاشق نوجوان نے زہر کھالیا اور ابدی نیند سو گیا اور اس دار فانی سے چل بسا، اگر کسی کو ایسی کہانیاں سننے یا پڑھنے کا شوق ہو تو وہ اخبار جہاں میں تین عورتین تین کہانیاں پڑھ سکتا ہے۔

اگر دل میں کسی سے عشق یا محبت ہو تو اس کا یہ حال ہے، تو اگر یہی عشق و محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہو جائے تو اس کے وارے نیارے ہو جائیں گے، دنیا اور آخرت سنور جائے گی، اس کے لئے لوگ بہت تگ و دو کرتے ہیں کہ یہ نعمت عظمی حاصل ہو جائے، چنانچہ اکثر لوگ اس تلاش میں کہیں سے کہیں تک جاتے ہیں بعض لوگ مذہبی منافرت والوں سے ملتے ہیں تو ان کو دینی تعصب کا کورس کروایا جاتا ہے، مختلف مذہبی ناموں والے لوگوں نے اپنے اپنے شکار کے لئے جال بچھائے ہوئے ہیں اور اس تاک میں ہوتے ہیں کہ کوئی اس جال میں پھنس جائے، بعض لوگ شریعت مطہرہ کے خلاف ملنگوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو پہنچے ہوئے بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خود نشہ کرتے ہوں گے اور جو ان کے پاس لوگ آتے ہیں وہ بھی بھنگی چرسی قسم کے لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں سے امان میں رکھے۔ اس عشق حقیقی کے لئے بزرگان دین کا دامن پکڑتا ہے اور ایسے لوگ مرشد ہوتے ہیں، ان کی مجلس میں بیٹھنے سے انسان انسانیت سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور انسانیت سے وہ ملکوتی صفات کے مالک بن جاتے ہیں اور دنیائے انسانیت کے لئے ایک نمونہ بن جاتے ہیں، یہ سچے لوگ ہوتے ہیں ان کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ایسے لوگوں کی علامات میں علامت یہ بیان کی گئی ہے اور ان کے رشد و ہدایت سے لوگ مستفیض ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد مبارک ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبة ١١٩)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

ان کے ساتھ ہو جاؤ اگر ان سچے لوگوں کے ساتھ ملنے میں کچھ فائدہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی یہ نہ فرماتے۔ پس ان سچے لوگوں کا دامن پکڑنا چاہیئے اور ان کو وسیلہ بنا کر مستفید ہونا چاہیئے۔

قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة۵ ۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کے وسیلہ کا حکم فرمایا اور اس وسیلہ کو توسل بذوات فاضلہ سے بھی لوگ تعبیر کرتے ہیں، توسل مطلق کا ذکر ہے، اس میں وسیلہ بذوات فاضلہ اور وسیلہ باعمال صالحہ دونوں مراد ہو سکتے ہیں، اگر کوئی صرف اور صرف وسیلہ اعمال صالحہ کو مانے اور وسیلہ بذوات فاضلہ سے انکار کرے تو یہ ان کے لئے ایک جرأت ہوگی جو کہ بغیر دلیل کے ہے کیونکہ مطلق کو مقید کرنا یہ بھی زیادتی ہے اگر اعمال صالحہ مراد ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ باعمال الصالحة لا بذوات الفاضلة۔ کہ اعمال صالحہ سے وسیلہ پکڑو نہ کہ ذوات فاضلہ سے اب اس میں اپنی طرف سے قید لگانا نہایت ظلم عظیم ہے ایک عالم دین کے لیے تو یہ زیب نہیں دے سکتا کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نفرت پیدا کرنے میں سرگرم ہو اور ایک خاص گروہ سے منسلک ہو کر دوسرے مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگائے۔ اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے کہ اس وسیلہ سے بزرگان دین کا دامن پکڑنا مراد ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الانتباہ فی سلاسل الاولیاء اور قول الجمیل میں یہی معنی مراد لیا ہے۔

مولانا عبد الحئ لکھنوی نے بھی شرح الوقایہ کے حاشیہ میں بھی اعمال صالحہ اور ذوات فاضلہ سے وسیلہ پکڑنے پر اس آیت کریمہ کو دلیل پیش کیا ہے، بزرگان دین کی جتنی کتب تصوف میں ہیں ان میں بزرگان دین کے وسیلہ کے لئے اس آیت کریمہ سے استدلال پیش کیا ہے۔

القول الجمیل کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وسیلہ بزرگان دین ہے اس لئے کہ اگر وسیلہ سے مراد ایمان لیا جائے تو وہ آیت مبارکہ میں ذکر ہے اور اگر اس سے اعمال صالحہ مراد لیا جائے تو وہ تقویٰ میں داخل ہیں اور جہاد کا لفظ بھی آیت کریمہ میں موجود ہے تو اس سے صرف مرشد پاک کا وسیلہ مراد ہے۔

ایک حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں یہ بھی ہے کہ الرفیق ثم الطریق کہ پہلے دوست کو پکڑنا ہے پھر راستے پر چلنا ہے، اگر کسی کو شوق ہو تو وہ علامہ یوسف نبھانی کی کتاب شواہد الحق کا مطالعہ کرے اور سید احمد دحلان کی کتاب الدرر السنیہ پڑھے اسی طرح موجودہ دور کے ایک مالکی عالم علامہ سید محمد مکی کی کتاب المفاھیم کو پڑھے یہ کتاب حرم شریف کے اس مدرس کے کتب خانہ سے شائع ہوئی ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

دل کو قابو کرنے اور اس میں عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آباد کرنے کے لئے ان بزرگان دین کے آستانوں پر چلنا پڑتا ہے، حتیٰ کہ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی تھی۔ محدثین، مفسرین، فقہاء کرام، مؤرخین، فلسفیوں اور ریاضی دانوں نے بھی اس دامن سے وابستگی اختیار کی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ حجۃ الاسلام کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں جب وہ اس میدان میں کود پڑے ان پر ایسا رنگ تصوف کا غالب ہوا کہ مرنے تک اس رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اور

انہوں نے احیاء اور سعادت، مکاشفۃ القلوب، منہاج العابدین اور المنقذ من الضلال کتب لکھی ہیں، اسی طرح حضرت عبد الرحمٰن مولانا جامی جو شرح جامی کے مصنف ہیں اس تصوف کی وادی میں جس وقت داخل ہوئے انہوں نے نفحات الانس نامی کتاب اور لوائح جامی، کلیات جامی کتابیں لکھی ہیں، ان تمام کتب میں تصوف ہی تصوف ہے۔ حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ جب تصوف کے میدان میں آئے تو انہوں نے قیمتی موتی متلاشیان حق کے لئے نچھاور کئے اور عشق حقیقی میں ایک مقام پیدا کیا۔

حضرت شیخ عطار فرماتے ہیں:

عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن　　　　از دو عالم باخدا پرداختن

عشق کی حقیقت کیا ہے، ناچیز قطرہ کو دریا و سمندر بنا دینا اور دونوں عالم سے بے نیاز ہو کر صرف خدائے تعالیٰ سے لو لگانا اور اس میں محو ہو جانا ہے۔

پھر مزید فرماتے ہیں:

عشق آں باشد کہ باطل حق شود　　　　قید را بگذار داند مطلق شود

عشق وہ ہے کہ اس سے باطل بھی حق ہو جائے اور تمام قید و بند سے خود کو آزاد جان کر فرد و مطلق ہو جاتا ہے۔

عشق از ہستی خود دار ستن است　　　　در مقام سرمدی پیوستن است

عشق افراط محبت گفتہ اند　　　　در این معنیٰ چہ نیکو سفتہ اند

عشق شد ایجاد عالم را سبب　　　　گوش کن اجبت ان اعرف زرب

عشق اصل میں اپنی ہستی کو صحیح معنوں میں آراستہ کرنا ہے اور مقام سرمدی یعنی حضوری ذات الٰہی میں تعلق پیدا کرنا ہے۔ عشق کو محبت و الفت کی شدت و افراط کہا گیا ہے اور ان معنوں میں کیا

خوب موتی پرو دیئے ہیں، یہی عشق حقیقی تو ایجاد عالم اور پیدائش مخلوق کا سبب ہوا ہے تو ذرا غور سے سنو کہ حق تعالٰی نے "میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں" خود فرمایا، اس لئے عشق واسطۂ کون و مکان ہوا اگر یہ عشق نہ ہوتا تو جہاں کیسے ظہور میں آتا۔ یہی عشق دین حق کی مضبوط سیڑھی ہے اور یہی عشق رہبر راہ یقین و ہدایت ہے۔ عشق صادق عاشق کے لئے بڑی مضبوط رسی اور ذریعہ ہے اور عشق حقیقی کفر و دین سے بلند و بالا ہے یہی عشق تو ایک دریائے بے حد اور بے کنار ہے اور یہ عشق اپنی شرح و تفصیل سے باہر ہے اس کی حقیقت تمام بیان میں نہیں آسکتی جب عاشق کے دل میں آتش عشق بھڑکتی ہے تو معشوق و محبوب حقیقی کے علاوہ ہر چیز جل کر فنا ہو جاتی ہے اگر ایسے عشق حقیقی کا مقام تیرا مسکن ہو جائے تو پھر نویں آسمان سے بھی اوپر تیری جگہ مقرر ہو گی۔ عشق حقیقی دراصل جمال دوست کا آئینہ مصفا ہے اور یہ عشق ہے کہ تجھ کو کوئے دوست میں داخل کرے گا، عاشق کا دین بس علیحدگی و جدائی اور فنائے محبت ہے اور اس کا مقام و مرتبہ محبوب کے سوا سب کچھ چھوڑ کر فرد و یگانہ ہو جانا ہے پس جب عشق حق تیرے دل میں سما جائے تو وہ تیری جان و دل کو اپنا شیدائی بنائے گا اور جب محبت کا ایک ذرہ بھی تمہارے دل میں چمکے گا تو پھر تمام عالم اس کے سامنے گھاس کے تنکے کی مثل ناچیز ہو جائے گا لہٰذا جس نے بھی جام محبت نوش کیا اس کی عقل و سمجھ دیوانہ و مدہوش ہو گئی اور جس نے بھی اس جام محبت کی لذت پائی اس کا دل اور اس کا چہرہ تمام کونین کے لطف و لذت سے پھر گیا یعنی پھر وہ سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس محبت کا اثر جب پائے گا، جبکہ تو اپنے وجود سے بے خبر ہو جائے گا بغیر سچی محبت کے کوئی بھی نہیں بنا ہے اور نہ کوئی مقام قرب حق میں واصل ہوا ہے۔ راہ عشق وہ ہے جو کہ فنا کے اندر فنا ہے اور عاشقان صادق کو اس فنا سے سینکڑوں بقائیں حاصل ہوتی ہیں۔ اگر یہی جذبہ عشق ہو تو ہر مشکل کام آسان ہو گا اور اگر عشق نہ ہو تو معمولی کام بھی مشکل نظر آئے گا۔ علامہ اقبال بھی

اس عشق میں رنگے ہوئے نظر آرہے ہیں اور تصوف میں وہ اپنے آپ کو مولانا روم کا مرید سمجھتے ہیں، حضرت علامہ کی محبت اور عشق کا اظہار انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ بھی عشق رکھتے تھے، ان کے زمانہ میں سعودی عرب کا بادشاہ عبدالعزیز تھا اس کے دور حکومت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کی جالی مبارکہ کے قریب کوئی نہ چھوڑتا اور آستانہ مبارک پر بوسہ سے منع کرتا تھا۔

حضرت علامہ اقبال نے عبدالعزیز کو مخاطب کرکے اپنے اشعار یوں پیش کئے ہیں:

تو ہم می بگیر از ساغر دوست | کہ باشد آب بر در دوست
سجود نیست اے عبدالعزیز ایں | بروبم از مژہ خاک در دوست

کہ تم بھی دوست کے پلانے والے سے لے لو کیونکہ وہ دوست کی درگاہ پر ہے، اگر تم نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت سے کچھ پیا تو تم یہ نہ کہو گے کہ بوسہ دینا سجدہ ہے، اے عبدالعزیز! یہ سجدہ نہیں ہے تم تو یہ کہو گے کہ میں محبوب کے در کو اپنی آنکھوں کے بالوں سے جھاڑو لگاتا ہوں افسوس کہ تمہارے دل میں محبت اور عشق نہیں ہے، عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی باتیں تو نرالی ہیں، حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب حج کیا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے آستانہ پر حاضر نہ ہوئے، لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے کیا عارفانہ انداز میں جواب دیا کہ میں حج کے لئے آیا ہوں، جاکر پھر دوبارہ نیت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ مبارک کی کرکے صرف زیارت کے لئے جاؤں گا۔ اب لوگ اس سے بھی منع کرتے ہیں یہ منع کرنا ان کی عداوت کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ دلوں کو عشق و محبت سے آباد رکھے اور بغض عداوت کے ویرانے سے محفوظ رکھے۔ لوگ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہٖ وسلم سے کیوں عشق و محبت کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، تو جب خالق کائنات کا محبوب ہو اور ہم اس کے ساتھ محبت نہ رکھیں۔۔۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت میں پوشیدہ رکھا ہے اور کائنات کو اعلان کیا ہے:

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران ۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اسی ضابطہ کائنات میں یہ بھی فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تابعداری میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء ۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس سے زیادہ محبت کیا ہو گی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تابعداری کو اپنی تابعداری فرمایا ہے اور اپنی محبت کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تابعداری میں بیان فرمایا ہے۔

اور قرآن مقدس ہر جگہ اعلان فرماتا ہے کہ:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء ۵۹)

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

کسی عارف نے کیا خوب فرمایا ہے:

من رانی فقد رای الحق مظہر حق مصطفٰی   خلق کو خالق نے آئینہ دکھایا نور کا

اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا گویا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نور کا آئینہ دکھایا، اسی لئے محققین عارفین نے کہا ہے کہ سورۃ النور میں آیت نور کے زجاجہ سے مراد ذات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔

یہی عارف مزید فرماتے ہیں:

دین ہے ان کا ادب ایمان ان کا عشق ہے   اپنا مظہر نور نے شیشہ بنایا نور کا

اس کی طرف اشارہ کا کلیہ ہے کہ الدین کلہ ادب کہ دین سراسر ادب ہے۔ اور اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب نہ بنالے، دوسرے مصرعہ میں آیت شریف کی طرف اشارہ ہے:

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ (النور ۳۵)

اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا نور اس آئینہ اور شیشہ میں دیکھا جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور کر دیا اور آیت مبارکہ میں بھی ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

عا]رف ربانی نے کیا خوب فرمایا ہے:

نام مولی خلق اول نور آیا نور کا   نور کہہ کر نور میں پھر ذکر آیا نور کا

اللہ تعالیٰ کے نام سے ابتداء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور پیدا کیا چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی نور ہے تو نور نے کہا نور میں اور آیت نور کو سورۃ نور میں ذکر کیا مثلاً: اَللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور ۳۵) اس میں اللہ تعالیٰ پر نور بولا گیا ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵) فرمایا گیا جس سے مراد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور پیدا کیا اور پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے تمام کائنات پیدا کی۔

عارف ربانی فرماتے ہیں:

حق نے اپنے نور سے پیدا کیا نور نبی　　　　مخلوق سب اس نور سے صدقہ بنایا نور کا

حکیم ملت حدث ہزاروی اپنے سلام میں یوں فرماتے ہیں:

عالم حاکم رہے جس کے نائب نبی　　　　اس کے علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں، ان تمام کے آپ حاکم معلم اور نبی رہے اور یہ تمام آپ کے خلفاء ہیں، چونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے خلفاء ہیں اور نصوص قطعیہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ان خلفاء اور نوابوں کے متعلق علم، حکومت، اقتدار، تکوین، اختیار اور تصرف بعطائے الٰہی ثابت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرۃ ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

تفسیر میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام جملہ مسمیات حضرت آدم علیہ السلام پر پیش فرما کر ان کے اسماء، صفات، افعال اور خواص اور اصول و علم صناعات کا علم الہام فرما دیا، حتیٰ کہ کوئی بڑی چھوٹی اعلیٰ ادنیٰ نام والی شے مع متعلقات و خواص آپ کے علم سے باہر نہ رہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ارشاد ربانی ہے:

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (الأنعام ۷۵)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

تفسیر در منثور، خازن وغیرہ میں ہے ابراہیم کو صحرا میں (پتھر پر) کھڑا کیا گیا اور آپ کے لئے تمام آسمان مکشوف (سامنے) کئے گئے یہاں تک کہ آپ نے عرش و کرسی اور تمام آسمانوں کے تمام عجائبات اور جنت میں اپنے مقام کو ملاحظہ فرمایا آپ کے لئے زمین روبرو حاضر کی گئی حتیٰ کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک کو ملاحظہ فرمایا اور زمین کے تمام عجائبات دیکھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ (یوسف ٦٨)

اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (یوسف ٢٢)

ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا۔

اور خود ان کا اقرار منقول ہوا:

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (یوسف ۵۵)

بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (القصص ۱۴)

ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ (۱۸) وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ (۱۹) وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص ۲۰)

بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔ اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرمان بردار تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیار ضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمایا:

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (النمل ۴۰)

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

اسی طرح اصحاب کہف کے متعلق سورہ کہف میں ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے اور تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے، حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جانثاران اور وزیران کے متعلق آپ کا ارشاد مبارک ہے، اس حدیث کو ترمذی نے ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ کوئی پیغمبر نہ ہوا جس کے دو وزیر آسمانی اور دو وزیر زمینی نہ ہوں، میرے دو وزیر آسمانی جبرائیل و میکائیل علیہم السلام اور زمینی ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

مذکورہ بالا محبوبان خدا کے متعلق قرآن و سنت سے ان کے کمالات کے متعلق اظہار کیا گیا یہی وہ قدسیان ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت میں سرشار ہستیاں ہیں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبوبیت سب پر عیاں ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ادب و عشق کے شربت سے سیر اب غلامان مصطفیٰ کی دانست خبر کے متعلق عارف شیرازی اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

مصلحت نیست کہ از پردہ بیرون افتد راز
ورنہ در محفل رندان خبرے نیست کہ نیست
یہ مصلحت کی بات نہیں کہ پردہ سے یہ راز باہر ہو جائے
ورنہ ان رندان کی محفل کے متعلق کسی کو کچھ آگاہی نہیں

عارفان الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہوتے ہیں اور ان محبت و عشق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان محبوبان الٰہی کو اپنے خصوصی انعام سے نوازتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تمام ملکوتی اور جبروتی سے آگاہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر چیز آپ پر منکشف فرمادی۔

مشکٰوۃ شریف کے باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ الفاظ مروی ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیکھا کہ میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعنی سراپا حمد والے میں نے عرض کی: اے پروردگار میں حاضر ہوں، اس نے فرمایا ملاء اعلیٰ (عالم بالا کے فرشتے) کس بات میں جھگڑتے ہیں، میں نے عرض کیا از روئے درایت و قیاس تو یہ میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے تین باریوں ہی فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ پھر دیکھا میں نے کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا یہاں تک کہ مجھے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس ہوئی، تو مجھے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

طبرانی میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں کہ وہ اپنے پر مارے مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمارے لئے اس سے بھی ایک علم بیان فرمایا۔

صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۳۴ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہمارے مجمع میں ایک روز شاہد و ہادی عالم معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے قیام فرمایا، ابتداء پیدائش سے لے کر ہمیں جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہو جانے تک خبر دی جس نے وہ یاد رکھا اسے یاد رہا اور جس نے بھلا دیا اسے یاد نہ رہا، یعنی جو کچھ ہونا ہے سب بیان فرمایا۔

حضرت شیخ نور الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب بہجۃ الاسرار میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں بر ملا سب کے سامنے اور خواص و عوام کے پیش چشم زمین سے بلند کرہ ہوا میں چلتے اور فرماتے کہ آفتاب مجھ پر پیش ہو کر سلام کئے بغیر طلوع نہیں ہوتا، نیا سال جب آتا ہے مجھ پر پیش ہو کر سلام کرتا ہے اور اس میں ہونے والا ہے اور نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے اس میں جو کچھ ہونے والا ہے مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم تمام نیک بخت اور بد بخت مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی رہتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر اللہ تعالیٰ کی صحبت ہوں، میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وارث ہوں۔

قصیدہ غوثیہ میں ہے:

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا کخر دلتہ علی حکم اتصالی۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو جو نگاہ ولایت و غوثیت سے دیکھا تو سب کا مجموعہ رائی کے دانہ کے برابر ملاحظہ ہوا، اور غوث صمدانی شہباز لامکاں اس مقام ولایت پر فائز تھے کہ تمام اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ آپ کی اس بزرگی پر مقر ہیں، اور تمام اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے آپ کا قدم مبارک اپنی گردنوں پر تسلیم کیا ہے، چونکہ آپ فاطمی و مرتضوی گلشن کا خوشبودار پھول اور نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور اس منزل ولایت مخدع مقام کے آپ مستحق تھے، اس لئے اس مقام پر آپ فائز تھے۔

جیسا کہ آپ نے خود اعتراف فرمایا ہے:

انا الحسنی و المخدع مقامی　　　　و اقدامی علی عنق الرجالی

میں حسنی سید ہوں اور میرا مقام مخدع ہے اور میرا قدم تمام لوگوں کی گردنوں پر ہے۔

ابھی تک فقیر نے کسی بزرگ کے متعلق نہ سنا ہے اور نہ کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ وہ بھی مخدع مقام پر فائز ہیں، اور یہ کیوں نہ ہو جب کہ آپ کے متعلق بڑے بڑے اکابرین اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے پیش گوئیاں کرکے اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کو خبردار کیا تھا کہ ایسی ہستی آنے والی ہے جو یہ فرمائے گی کہ میرا قدم تمام اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی گردنوں پر ہے، معرفت سے سرشار لوگ یہ مانتے ہیں اور بغیر چوں اور چرا ان کے مانتے ہیں۔

فقیر نور محمد کلاچوی جو عرفان کے مؤلف ہیں اور حضرت سلطان العارفین باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نور الھدیٰ کے مترجم ہیں، آپ نے مخزن الاسرار لکھی ہے اس کتاب میں لکھتے ہیں ہمارے وطن میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ چشتی طریقہ میں بڑے پائے کے بزرگ ہیں عین حیات میں آپ کے چند ارادت مند زیارت کے لئے تونسہ شریف جارہے تھے کہ اتفاقاً ایک طالب مرید قادری بھی زیارت کے لئے ان کے ہمراہ ہوا اثناء گفتگو میں حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کا مسئلہ چھڑ گیا، طالب مرید قادری نے کہا کہ حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کا قدم جملہ اولین اور آخرین اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی گردنوں پر ہے، لیکن حضرت تونسوی صاحب کے مریدوں نے کہا کہ نہیں آپ کا قدم اپنے زمانہ کے اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ پر ہو سکتا ہے اور وہ اپنے زمانہ کے غوث تھے لیکن آج کل حضرت تونسوی صاحب اس زمانے کے غوث ہیں اور ان کا قدم بھی حضرت پیر دستگیر کی طرح اس زمانے کے اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی گردنوں پر ہے، اور حضرت پیر دستگیر کا قدم ہم اپنے پیر تونسوی کی گردن پر نہیں مانتے تو جب یہ

لوگ اپنے مرشد کے دربار میں پہنچے تو اس طالب تونسوی قادری نے جسارت کر کے حضرت تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو حضرت تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ کیا قدم صرف اولیاء کرام کی گردنوں پر ہے یا اس میں عوام لوگ بھی شامل ہیں؟ تو اس طالب نے کہا کہ یہ صرف اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گردنوں پر ہے، عوام اس سے مستثنٰی ہیں اس پر حضرت تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے غصے کی حالت میں پنجابی زبان میں گویا ہوئے ابھڑوی دے میں کوئی ولی نئیں جانڑ دے اس واسطے میری گردن تے حضرت پیر دستگیر دا قدم نئیں ماندے۔ یعنی یہ کمینہ مرید مجھے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمرے میں شامل نہیں کرتا اگر ولی سمجھتا تو ضرور میری گردن پر بھی حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کا قدم تسلیم کرتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجھے عام آدمی اور ولایت سے عاری سمجھتا ہے۔(مخزن الاسرار، ص ۱۴۷)

فقیر کسی دوسرے سلسلے کی توہین نہیں کرتا، اگر کسی دوسرے سلسلہ یا طریقہ کے بانی یا امام یہ دعویٰ کرتے یہ دعویٰ کرتے تو فقیر اس کو بھی مان لیتا لیکن آج تک کسی ولی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس کو ماننے اور روحانی رشتہ کو ٹھوکر نہ دیں۔ بات ہو رہی ہے عشق کے متعلق کہ دل مرکز عشق حقیقی ہے، اگر اس دل میں عشق ہو گا تب یہ سب کچھ کر سکتا ہے، اگر عشق نہ ہو تو یہ کچھ نہیں کر سکتا اور جب عشق غالب آجائے تو یہ جنون کی کیفیت پیدا کرتا ہے، عاشق اپنی معشوق کے سوا کچھ تصور نہیں کرتا اور تمام خیالات ایک مرکز عشق پر جمع ہو جاتے ہیں۔

کسی عارف ربانی نے خوب فرمایا ہے:

عشق و عاشق محو گردد ایں مقام　　　خود ہمان معشوق بماند والسلام

یہ وہ انتہائی مقام ہے جہاں عشق و عاشق سب کچھ محو و فراموش ہو جاتا ہے، بس صرف تمام معشوق ہی ہو جاتا ہے، اور وہی سلامت رہے اگر عاشق نہ ہو یا معشوق نہ ہو تو عشق کہاں سے ہو تینوں کا موجود ہونا لازمی ہے کہ عاشق ہے تو وہ عشق کرے گا اور اگر معشوق ہے تب بھی عشق ہو گا، لیکن اگر عاشق یا معشوق نہ ہو تو عشق کہاں سے آئے گا؟ اب اگر عشق نہیں تو پھر بھی نہ عاشق ہو گا اور نہ معشوق۔

بے عاشق و عشق حسن معشوق کجا است
تا عاشق و عشق نیست کجا است
در فتویٰ عشق اگر چہ این قول خطا است
مشاطہ حسن یار بے صبری ما است

بغیر عاشق و عشق کے حسن و جمال معشوق کہاں ہے اور جب تک عاشق و عشق نہ ہو معشوق کہاں ہوتا ہے، اگر چہ عشق کے فتوے کے لحاظ سے یہ بات خطا اور گستاخی ہے کہ حسن دوست کی تمام آرائش کرنے والی اور باعث کشش ہماری بے صبری ہے۔

جملہ معشوق است و عاشق پردہ　　　　زندہ معشوق است د عاشق مردہ

سب کچھ وہ معشوق حقیقی ہی ہے اور عاشق تو صرف ایک پردہ ہے وہ معشوق ہی بس زندہ و پائندہ ہے اور عاشق مردہ ہے، عشق کا تعلق دل سے ہے اور دل کا تعلق انسان سے ہے اور انسان کا تعلق خدا سے ہے اسلئے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو وہ اپنے خالق سے آگاہی پیدا کر کے خود بخود اس کی محبت و عشق کی طرف جاتا ہے، کوئی دوسرا راستہ اس کے لئے نہیں ہے۔

قلب اور اسم اعظم

چونکہ دل نیکی اور بدی کے افعال کے کرنے یا نہ کرنے کا مرکز ہے اور عشق و محبت کا بھی مقام ہے، ہر ارادے کا بانی بھی دل ہے اس دل میں خدا کی یاد بھی کی جاتی ہے اور تصور و مراقبہ بھی دل میں کیا جاتا ہے۔ تصوف کا دارومدار دل پر ہے۔ یادالٰہی کا تعلق بھی دل ہے اور تصور شیخ بھی دل میں ہوتا ہے۔ کیفیات و تجلیات کا مرکز بھی دل ہے، اب ذکر و فکر دل سے کیا جاتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ ذکر جو زبان سے کیا جاتا ہے لیکن اگر زبان کے ساتھ دل کا تعلق نہ ہو تو وہ بے کار تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کا تعلق بھی دل سے ہے، اب ان اسماء مبارک میں اسم اعظم ہے، اس اسم اعظم سے لوگ اپنی تکالیف اور مصائب دور کرتے ہیں اور یہ حل مشکلات کے لئے تیر بہدف ہے جس طرح انسانوں میں حضرت خضر علیہ السلام پوشیدہ ہیں اور رمضان کے مہینہ میں شب قدر کو پوشیدہ رکھا گیا ہے، دلائل الخیرات شریف میں بھی ایک ایسا درود شریف مبارکہ ہے کہ وہ بھی اسم اعظم کی طرح ہے، وہ بھی پوشیدہ ہے، پتھروں میں سنگ پارس پوشیدہ ہے، اسی طرح قرآن مقدس میں اسم اعظم کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ فقیر اس اسم اعظم کے متعلق اتنا عرض کرے گا کہ بعض لوگوں کے خیال میں اسم اعظم رب ہے اور یہی بات بہت سے بزرگوں نے لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مقدس میں رب کے اسم کو زیادہ استعمال میں لایا گیا ہے، مثلاً قرآن مقدس میں ہے حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (الانبیاء ۸۹) اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث۔ اس میں رب لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ (القمر ۱۰) بھی ہے۔ اے میرے رب میں مغلوب ہوں میری امداد کر۔ امداد کے لئے اللہ تعالیٰ کا اسم رب استعمال ہوا ہے۔ یا حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا: رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ (آل

عمران ۴۷) اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہو گا۔اس عجب میں بھی اسم رب استعمال ہوا ہے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ (آل عمران ۴۹) میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں۔اس میں اسم رب استعمال ہوا ہے، اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (آل عمران ۵۱) بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کو پوجو۔اس میں اللہ تعالیٰ کے اسم کے ساتھ اسم رب بھی استعمال ہوا ہے اور خصوصًا جب بھی کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے،اس کے لئے اسم رب استعمال کیا ہے،ہم بھی نماز میں دعا مانگتے ہیں۔

اور یہ دعا بھی قرآن مقدس میں ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرة ۲۰۱)

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (الأنبياء ۸۳)

اس میں بھی اسم رب استعمال ہوا ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے جب دعاء کی تو یہ فرمایا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الأعراف ۲۳)

اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

اس دعا میں بھی لفظ رب استعمال ہوا ہے، حضرت خضر علیہ السلام سے ایک بزرگ نے اسم اعظم کے متعلق عرض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسم مبارک رب بتایا۔ بہر حال یہ بھی ایک تحقیق ہے جو عرض کیا گیا علماء وصوفیاء کا ایک جم غفیر اس پر ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اسم ذات ہے اور اسم ذات یہی اللہ اسم اعظم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ذاتی نام قرآن مقدس میں استعمال کیا ہے، مثلاً:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (البقرة ۲۵۷)

اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

یا آیت الکرسی میں ہے: اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (البقرة ۲۵۵) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (الأنبياء ۲۲)

اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ اسم استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد مبارکہ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ (الحج ۱۱)

اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں۔

اس میں بھی عبادت کے لئے اسم اللہ استعمال ہوا ہے یا یہ فرمان خداوندی ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (الحج ۱۷)

بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

یا فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرة ۲۰)

بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اور فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ (الحج ۱۴)

بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

صوفیاء کرام اللہ تعالیٰ کا یہی اسم ذات کا ورد کر کے اپنے دلوں میں اللہ اسم ذات کی یاد ہر وقت رکھتے ہیں، ان کی عقل و ذہن و جسم اور دل میں بس اللہ ہی اللہ ہے، ان کے نزدیک اسم اعظم اسم ذات اللہ ہے۔

بعض عارفین کی تحقیق یہ ہے کہ اسم اعظم حی و قیوم یاھو میں ہے اور انہوں نے قرآن مقدس سے وہی آیات مبارکہ جمع کی ہیں جن میں ھو یا حی یا قیوم ہو وہ فرماتے ہیں کہ ان آیات مبارکہ میں اسم اعظم ہے۔

مثلاً مفسر قرآن امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماء الحسنیٰ کی شرح لکھی ہے اس میں آپ نے ھو حی القیوم والی آیات کو اکٹھا کیا ہے۔ اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسماء الحسنیٰ کی شرح میں یہ رائے ظاہر کی ہے، امام بونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شمس المعارف کبریٰ میں اسم اعظم کے متعلق وضاحت کی ہے، اس کے نزدیک بھی یہی رائے ہے جو امام رازی اور امام غزالی رحمھم اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بہر حال ایک جم غفیر بھی اس نظریہ پر ہیں کہ اسم اعظم ھو یا حی یا قیوم میں ہے۔

حضرت پیر خواجہ حسن نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسم اعظم پر کتاب لکھی ہے اور آپ کی رائے بھی ان کے ساتھ ہے، اسی طرح عالم فقیری نے اسم اعظم کتابچہ بھی شائع کی ہے، اس میں بھی یہی تحقیق ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی ہستی ہیں جن کی جلالت پر تمام اکابرین ملت متفق ہیں، آپ نے بھی الحاوی للفتاویٰ میں ایک باب مرتب کیا ہے الدر المنظم فی اسم الا عظم اس کا عنوان ہے، اس میں آپ لکھتے ہیں کہ مجھ سے کسی نے اسم اعظم کے متعلق سوال کیا یا اسم اعظم کے متعلق جو دلائل وارد ہوئے ہیں ان کے متعلق کچھ اظہار خیال کیا، اس کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ

ایک قوم اس طرف گئی ہے اور اس میں ابو جعفر طبری اور ابو الحسن اشعری اور ابو حاتم بن حبان اور قاضی ابو بکر باقلانی اور مالک رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں کہ کسی اسم کو دوسرے اسم پر کوئی فضیلت نہیں ہے، بلکہ تمام فضیلت میں برابر ہیں۔ اور جو اسم اعظم ذکر ہوا ہے اس سے مراد عظیم ہے۔ طبری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے کوئی اعظم نہیں گویا کہ وہ فرماتا ہے کہ ہر میرا اسم اسم اعظم ہے، اس کا معنی وہ عظیم ہو گا، ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مجھے بتایا ہے حسن بن محمد نے یہاں تک کہ جابر بن عبد اللہ بن زید سے روایت ہے کہ اسم اللہ الاعظم ہو اللہ الم تسمع انہ یقول هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ (الحشر ۲۲) اسم اعظم اللہ ہے کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ (الحشر ۲۲) ابن ابی الدنیا نے کتاب الدعاء میں حضرت شعبی سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم یا اللہ ہے۔

بخاری شریف کی شرح میں ابن ماجہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پوچھا کہ وہ اسم اعظم کے متعلق وضاحت کریں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ دعاء کی:

اللھم انی ادعوک اللہ ادعوک الرحمٰن وادعوک رحیم وادوک باسمائک الحسنی۔

الحاوی میں مزید لکھتے ہیں مسند فردوس میں دیلمی سے حضرت ابن عباس سے مرفوعًا نقل کرتے ہیں کہ اسم اعظم آخر سورۃ الحشر کی چھ آیات میں ہے۔

ترمذی شریف میں اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اسم اعظم ان دو آیات میں ہے: وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ (البقرة ١٦٣) اور اللّٰہُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (آل عمران ٢)

ابن ماجہ اور حاکم نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے البقرۃ، آل عمران اور طٰہٰ۔

ابی امامہ سے روایت ہے کہ میں نے اس میں تلاش کیا تو میں نے پہچان لیا کہ وہ الحی القیوم ہے اور امام فخر الدین رازی نے اس کو قوی جانا ہے۔ بعض علماء نے حنان اور منان کو اسم اعظم بتایا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ احمد و ابوداؤد و ابن حبان اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز کے بعد یہ دعا مانگی: اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت الحنان المنان بدیع السماوات والارض یا ذوالجلال والاکرم یا حی یا قیوم تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اسم اعظم سے دعا مانگی۔ جب بھی کوئی اس کے ذریعہ دعا مانگے تو وہ دعا قبول ہو گی اور اگر سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرے گا۔ ابوداؤد میں ہے کہ میں نے اسم اعظم سے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، ابن حجر نے فرمایا کہ یہ میرے نزدیک تمام دلائل سے زیادہ راجح ہے، بعض نے لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الأنبياء٨٧) کے متعلق اظہار خیال کیا ہے کہ یہ اسم اعظم ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ابن ابی حاتم نے کثیر بن معبد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اسم اعظم کے متعلق آپ نے فرمایا: لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الأنبياء٨٧) تم قرآن مجید نہیں

پڑھتے کہ یہ حضرت ذی النون پڑھتے تھے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کر کے لکھتے ہیں کہ اس کے متعلق آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ آپ کو اسم اعظم سکھائے تو اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ یہ ہے: اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ (النمل ۲۶) ہے۔

ابو نعیم نے ابن ربیع السائح سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے اس کو کہا کہ مجھے اسم اعظم سکھا دو، آپ نے فرمایا کہ لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

حضرت ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا کہ الٓمٓ یہ اسم اعظم ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم الٓمٓ اللہ تعالیٰ کے اسماء اعظم میں سے ہے، اب یہ چند آراء تھیں جو قارئین کرام کے پیش خدمت ہوئیں، امید ہے کہ ایک قاری کے لئے یہ انمول تحفہ ہو گا، لیکن یہ بیان ابھی ختم ہوا، اب فقیر کے دل میں جو القاء ہے وہ بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مبارکہ ایک جیسے ہیں اور اللہ تعالیٰ ذاتی نام ہے اور اسماء الحسنیٰ صفاتی نام ہیں، لیکن ذات اور صفات درجہ اور مرتبہ میں ایک جیسے ہیں، اس میں ایک کو دوسرے پر کوئی برتری نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں تغیر و تبدل نہیں، اگر ایک اسم کو اعظم لیا جائے تو پھر اس کے لئے اصغر واوسط بھی مان لیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے لئے اسماء میں سے کوئی اصغر ہے اور نہ اوسط، بلکہ تمام اسم اعظم ہیں۔ مثلاً ہم نماز میں تکبیر اولیٰ میں اور دوسرے ارکان میں تکبیر اللہ اکبر پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بڑا ہے، ایک کبیر ہے اور دسرا اکبر ہے، تو یہ مبالغہ ہے۔ اس طرح جب ہم رکوع میں جاتے ہیں تو سبحان ربی العظیم

پڑھتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت عظیم ہے، پھر جب ہم سجدہ میں جاتے ہیں تو سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اکبر، عظیم اور اعلیٰ ہے، کمی، زیادتی اور تغیر کو برداشت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی قدیم ہے اور قدیم کی تعریف یہ ہے کہ نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ انتہاء، اس لئے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مبارکہ اعظم ہیں لیکن بات کچھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجات کے لئے کون سا ایسا اسم اعظم پیش کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی قدر ہو اور اس کو رد نہ کرے، وہ اسم اعظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے، اگر آپ نے اس اسم اعظم کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارکہ وہ ہستی ہے جو مظہر ذات وصفات اللہ تعالیٰ ہے۔ اور مخلوق میں خالق کے لئے ایک وجیہہ ہستی ہیں، جو تمام کائنات میں آپ کا محبوب ہے اس لئے آپ کا اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے لئے اسم اعظم ہے کہ جو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وسیلہ دے کر جو بھی مانگے اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے گا اور اس کی جھولی اپنی رحمت کاملہ سے بھر دے گا، قرآن مقدس میں ہے کہ یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی حق پر ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برساؤ یا ہم پر ایک بڑا عذاب مسلط کرو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الأنفال ٣٣)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

یعنی آپ کی ذات مبارکہ کافروں کے لئے دنیا میں عذاب مسلط کی مانع ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے وسیلہ جلیلہ سے ان کو عذاب نہیں دیتے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کو عذاب لانے کی دعوت دیتے ہیں، اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں

کافروں کے لئے بھی رحمت ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لباس بشری میں ظہور سے قبل اللہ تعالیٰ نے کافروں کو زمین میں دھنسا دیا ہے، اور ان کی شکلیں تبدیل کی ہیں اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لباس بشری میں ظہور سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ فسخ اور مسخ دونوں سے لوگ امان میں ہوئے اور اس طرح قرآن مقدس میں ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ٦٤)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

یہ بھی نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حاجات کو پورا فرمائے گا جب کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دیں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی اپنی توبہ کی قبولیت کے لئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وسیلہ پیش کیا تھا اور یہ روایت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الدرر المنثور تفسیر میں بیان کی ہے اور معارج النبوۃ اور مدارج النبوۃ میں اور جذب القلوب اور شفاء قاضی عیاض اور شفاء السقام اور طبرانی اور روح البیان میں یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قصیدہ النعمان میں فرمایا ہے:

انت الذی لما توسل آدم　　　من ذلة بک فاذ وھو اباک

آپ وہی ہستی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کا وسیلہ پیش کیا اپنی ذلت سے وہ کامیاب ہوئے، حالانکہ لباس بشری میں وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی آپ کا وسیلہ پیش کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وسیلہ پیش کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک اسم اعظم ہے، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام مبارک کی برکت سے جو کچھ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ عطا کر دیتا ہے، حضرت امام محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں الٓمّٓ کے تحت لکھا ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی اسم اعظم ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کے لئے معرفت کے حصول کے لئے ایک مختصر مگر جامع کتاب بنام مراۃ العارفین بالتماس زین العابدین لکھی ہے اس کی ابتداء میں جو خطبہ درج کیا ہے، اس میں حمد کے بعد درود شریف لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں **وصلی اللہ تعالیٰ علی اسم اعظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔** یعنی درود ہو اسم اعظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر۔ اس میں بھی اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسم اعظم بتایا ہے۔

پروفیسر عطاء اللہ خان جلوی نے بھی تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم میں آپ کے اسم مبارکہ کو اسم اعظم بتایا ہے اور عطاء محمد جلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسرار قدم فی شرح فصوص الحکم میں بھی آپ کے اسم کو اسم اعظم بتایا ہے۔ سیدی ومرشدی عارف ربانی نے بھی آپ کے اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسم اعظم بتایا ہے۔

فرماتے ہیں:

بداں اسم اعظم محمد ﷺ محمد ﷺ
بخواں اسم اعظم محمد ﷺ محمد ﷺ
عیاں اسم اعظم محمد ﷺ محمد ﷺ
نہاں اسم اعظم محمد ﷺ محمد ﷺ

خادم حسین صاحب کنز العارفین شرح مراۃ العارفین میں لکھتے ہیں کہ اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اسم اعظم ہے، اسی طرح بغدادی گلشن شرح مراۃ العارفین میں لکھا ہے کہ اسم اعظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے، صاحب روح البیان آیت الکرسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اسم اعظم عبارت ہے حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے جس کو حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت حاصل ہوئی اسے اسم اعظم حاصل ہو گیا اور دراصل یہی اسم جمع الٰہی کی صورت ہے اس لئے کہ وہ اس کا رب ہے اور اس سے ہی تمام مخلوق کو فیض نصیب ہوتا ہے اے بھائی اس تقریر کو خوب یاد رکھو کامیابی پاؤ گے بلکہ اس تقریر کے سمجھنے سے حظ روحانی سے مالا مال ہو جاؤ گے، عارف ربانی حضرت عبد الرحمٰن چھوروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صلوات الرسول شریف میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسم اعظم بتایا ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر تھے اور آپ مرات حق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس میں دیکھے جاتے ہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جامع ذات و صفات کے مظہر تھے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الأنفال ١٧)

اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

یعنی ان کنکریوں کو دشمن کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے ان کنکریوں کو مارنے کو اپنی طرف نسبت کیا تھا۔ غوث صمدانی شہباز لامکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **اسمی کاسم الاعظم** کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے یعنی اسم اعظم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور آپ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نائب اور خلیفہ تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے، یہ چند تحقیقات تھیں جو کہ اسم اعظم کے متعلق بتائی گئیں، امید ہے کہ قارئین کے لئے یہی کافی ہوں گی، باقی اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے صوفیاء کرام نے مختلف طریقے بتائے ہیں، لیکن فقیر کو جو طریقہ معلوم ہے وہ تمام طریقوں سے آسان ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ تم ایک خالی کمرے میں بیٹھو اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم گرامی موٹے حروف میں لکھو یا کوئی چھاپ شدہ چارٹ لے لو جس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم گرامی موٹے حروف سے لکھا ہو آپ یہ کاغذ اس کمرے کی دیوار پر چسپاں کرو پھر ایک وقت اس جگہ بیٹھو اپنے قلب یعنی دل میں اس کا تصور شروع کرو اور یہ خیال کرو کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شعاعیں میرے دل میں آتی ہیں تقریباً ایک گھنٹہ روزانہ یہ عمل کرو یہاں تک کہ چالیس دن پورے ہو جائیں گے آپ کا تصور بھی پختہ ہو گیا ہو گا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم گرامی کے فیوض و برکات آپ کے دل میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ پھر جب یہ تصور پختہ ہو جائے تو جس وقت آپ کو کوئی تکلیف پہنچے تو آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم گرامی کا تصور کر کے اور اپنے غم و تکلیف کو سامنے رکھ کر اس کے حل کے لئے عرض کر دیں، اسی وقت وہ مشکل حل ہو جائے گی۔ فقیر نے روزانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم گرامی کا ورد اپنے آپ پر مقرر کیا ہے اور باطنی فیوضات سے مستفید ہو رہا ہے

جن کو فقیر نے محسوس کیا ہے۔ مسمریزم کیا ہے؟ یہ بھی تصور ہے اور تصور سے وہ مقناطیسی اثر حاصل کرتے ہیں اور اس سے اپنی جملہ تکالیف دفع کرتے ہیں سپر چولزم یا ہپناٹزم کے ذریعہ لوگ ایک جادو قسم کی طاقت کو حاصل کرتے ہیں جس سے وہ بہت سے کام لیتے ہیں۔ حضرت نور محمد قادری کلاچوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرفان نامی کتاب میں ان علوم پر طویل بحث کی ہے اگر کسی کو شوق ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کرے، انشاء اللہ اس کو ایک عظیم فائدہ حاصل ہو گا۔ اگر دعا مانگنی ہو تو یہ کہے کہ اے رب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میرا یہ کام کر دیجئے۔

دل کی بیماریاں اور ان کا علاج

جس طرح ایک آدمی بیمار ہوتا ہے اور اس کو قسم قسم کی بیماریاں لگتی ہیں مثلاً ایک آدمی کو جلد کی بیماری ہے اور دوسرے کو دماغ کی بیماری ہے اور کسی دوسرے صاحب کو جگر یا پھیپھڑوں کی بیماری لاحق ہے اور کسی کو دانتوں کی بیماری لگ جاتی ہے، کسی کو شوگر اور کسی کو بلڈ پریشر کی بیماری لگ جاتی ہے اور کوئی آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، ان امراض میں بعض متعدی ہوتے ہیں اور بعض غیر متعدی ہوتے ہیں، مثلاً چیچک کی بیماری متعدی بیماری ہے اور متعدی بیماری وہی بیماری ہے جو دوسروں کو لگ جاتی ہے، زکام کی بیماری بھی متعدی ہے اور بعض ایسی بیماریاں ہیں جو متعدی نہیں ہیں اس سے کسی دوسرے کو لگ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اس طرح گناہ کے کاموں کے کرنے سے انسان کے دل کو بیماری لگ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتا ہے یعنی روحانی بیماری۔ جس طرح ظاہری بیماری دور کرنے کے لئے مختلف ہسپتالوں کو جانا پڑتا ہے، اسی طرح گناہوں کے دور کرنے کے لئے روحانی ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے اور وہ ان روحانی بیماریوں کے علاج بتاتے ہیں یا کرواتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کو تکبر کی بیماری ہو تو وہ اس کے لئے ایسے نسخے تجویز کرتے ہیں کہ اس پر عمل کرنے سے ان کی یہ بیماری ختم ہو

جائے گی اس طرح اگر کسی کے دل میں جو بھی روحانی بیماری ہو اس کے دور کرنے کے لئے باطنی اور روحانی طبیب علاج کراتے ہیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

این حکیماں جہان دانشور اند | بر سقام ز تو واقف تر اند
پس حکیمان الٰہی در جہاں | چوں نہ دانند از اسرار نہاں
حال تو دانند یک مو بمو | زآن کہ پر ہستند از اسرار ہو

یہ دنیاوی ڈاکٹر یا حکیم اتنے جاننے والے ہیں کہ تمہاری بیماری سے واقف ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکیم یعنی ڈاکٹر لوگ جن کو اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے تو وہ آپ کے پوشیدہ رازوں سے واقف نہیں ہوں گے۔ وہ آپ کا حال بال بال کے برابر جانتے ہیں اس لئے کہ وہ اسرار **ھو** سے لبریز ہوتے ہیں۔

قلب کی حفاظت اور اس کی اصلاح اور اس میں غور و فکر کرنے اور تمام کوششوں کے صرف کرنے کی حاجت اور ضرورت ہے۔ اس لئے کہ یہ تمام اعضاء میں خطرات کے اعتبار سے بلند اثرات قبول کرنے کے اعتبار سے بہت فائق، معاملات کے اعتبار سے دقیق، اصلاح کی حیثیت سے مشکل اور احوال کے اعتبار سے دشوار ہے لہٰذا اس کے لئے پانچ اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلے اصول کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (غافر ١٩)

اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

اور بار بار قرآن کریم میں اس چیز کا تذکرہ فرمایا عابدین میں سے خواص حضرات کے لئے علیم خبیر کو اس چیز کی اطلاع ہو جانا ڈرنے اور خوف کرنے کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ علام غیوب کے

سامنے معاملہ بہت ہی عظیم الشان ہے، لہٰذا اپنے دلوں کے متعلق جن چیزوں کا علم ہے ان کے اندر غور و فکر کرو۔

دوسرے اصول کے متعلق معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور نہ اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے تو قلب یعنی دل رب العالمین اور احکم الحاکمین کی نظر فرمانے کا مقام ہے، اس شخص پر تعجب ہے جو کہ اپنے چہرہ کا اہتمام کرتا ہے جو مخلوق کے دیکھنے کی چیز ہے کہ اس کو دھوتا اور گندگی اور میل سے صاف کرتا ہے اور حتی الوسع اس کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مخلوق کسی عیب پر مطلع نہ ہو اور اپنے اس قلب کا اہتمام نہیں کرتا جو رب العالمین کے نظر فرمانے کا مقام ہے کہ اس کو پاکیزہ مزین اور خوبصورت بنائے تاکہ رب العالمین کسی عیب، برائی، گندگی اور آفت کو اس میں نہ دیکھے بلکہ اس کو تو فضیحتوں، گندگیوں اور برائیوں میں ڈالے رکھتا ہے اگر انسانوں میں سے کوئی اس کو دیکھے گا تو اس سے علیحدگی اور جدائی اختیار کرے گا اور اس کو چھوڑ دے گا۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ قلب ایسا بادشاہ اور رئیس ہے جو کہ اطاعت اور فرمانبرداری کے قابل ہے اور تمام اعضاء انسانی اس کے تابع اور ماتحت ہیں لہٰذا جب متبوع میں صلاحیت پیدا ہوگی تو تابع میں یقینی طور پر ظاہر ہوگی، اور جب بادشاہ راہ راست اختیار کرے گا تو اس کی رعایا خود راہ راست پر آجائے گی اور اس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ بیان بخوبی بیان کر دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

ان فی الجسد مضغة اذا حکمت حکم الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔

یعنی بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے ہوشیار رہو کہ وہ قلب ہے۔

غرض یہ کہ جب تمام بدن کی اصلاح اسی پر موقوف ہے تو تمام کوششوں کو اسی کی اصلاح پر صرف کرنا چاہیئے۔

اصول رابع یہ ہے کہ دل بندہ کے لئے تمام نفیس جواہرات کا خزینہ اور عظیم الشان اشیاء کا مسکن ہے۔ ان میں پہلی شے تو عقل اور سب سے عظیم الشان شے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے جو سعادت دارین کا باعث اور سبب ہے اور اس کے بعد وہ چیزیں کہ جن کی بناء پر اللہ رب العزت کے سامنے تقدم اور رسائی ہو سکتی ہے، اس کے بعد طاعات میں نیت کا خالص رکھنا ہے کہ جس پر ہمیشہ کے لئے ثواب مرتب ہو پھر علوم اور حکمتوں کی اقسام ہیں کہ جن کی بناء پر بندہ کی شرافت اور بزرگی ہے اور تمام وہ اخلاق جمیلہ اور افعال حمیدہ ہیں کہ جن کی وجہ سے انسانوں کو فوقیت حاصل ہے اور ہم ان تمام چیزوں کو کتاب میں کس طرح بیان کر سکتے ہیں، لہٰذا اس جیسے خزانہ کے لئے یہ چیز واجب اور ضروری ہے کہ اس کی گندگی اور آفتوں سے حفاظت اور نگہداشت کی جائے اور چور اور ڈاکوؤں سے اس کو محفوظ رکھا جائے اور کرامات اور بزرگیوں کے ذریعہ سے اس کی عظمت اور تعظیم کی جائے تاکہ ان عظیم الشان جواہرات کو کسی قسم کا میل کچیل نہ لگ جائے اور عیاذ باللہ کہیں دشمن اس پر قابو نہ پا جائے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ میں نے اس کے متعلق فکر کی کہ احوال میں پانچ قسم کی شکلیں اور صورتیں ہیں جو کہ انسان کے علاوہ اور کسی میں نہیں ہو سکتیں پہلی شکل تو یہ ہے کہ دشمن انسان قصد کرنے والا ہے اس کی جانب متوجہ اور اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، اس لئے شیطان انسان کے دل

پر مسلط ہے اور وہ اس کو وساوس اور خطرات میں مبتلا رکھتا ہے، غرض کہ انسان کو ہمیشہ دو دعوتیں برانگختہ کرتی رہتی ہیں اور دوسری شے یہ ہے کہ دل کو مشغولیت بہت زائد ہے اس لئے عقل اور خواہشات دونوں چیزیں اسی میں موجود ہیں، اور وہ دونوں اپنے لشکر تیار رکھتے ہیں، خواہشات اور ان کا لشکر عقل ہمیشہ ان سے جنگ و قتال میں لگا رہتا ہے، لہٰذا اس گھاٹی پر یہ واجب ہے کہ اس کی حفاظت اور نگرانی کرے اور اس سے غفلت نہ اختیار کرے اور تیسری شے یہ ہے کہ لب پر عوارض کا بے شمار ہجوم ہے اس لئے کہ خطرات اور وساوس مثل تیروں کے اس پر گرتے ہیں اور اور مثل بارش کے رات دن اس پر برستے ہیں کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ تجھے ان کے روکنے اور منع کرنے پر قدرت حاصل ہے کہ ان کو روک ہی دے اور نہ یہ ان آنکھوں کے طریقہ پر ہیں جو کہ دونوں پلکوں کے درمیان ہیں کہ تو انہیں بند ہی کر دے اور آرام مل جائے یا کسی خالی مقام یا اندھیری رات میں ہو کہ تجھے وہ مناظر نظر ہی نہ آئیں اور نہ یہ قلب مثل اس زبان کے ہے جو کہ دانتوں اور ہونٹوں کے پیچھے ہے کہ تجھے اس کے روکنے اور کسی وقت بھی حفاظت کرنے پر قادر نہیں اور یہ کسی وقت تجھ سے جدا نہیں ہو سکتے پھر اس کے ساتھ ساتھ نفس اس کی اتباع کرنے میں بہت پیش پیش ہے اور اس کے روکنے میں طاقت صرف کرنا بہت سخت کام اور عظیم الشان محنت کا کام ہے، چوتھی شے یہ ہے کہ اس کا علاج کرنا بہت دشوار ہے اس لئے کہ وہ تجھ سے غائب ہے تو اس کی بیماریوں کے سمجھنے اور معلوم کرنے سے قاصر ہے مگر یہ کہ اس میں کوئی آفت اور حالت پیدا ہو جائے لہٰذا اس چیز کی حاجت و ضرورت ہے کہ اس میں پوری کوشش اور وقت نظر و محنت کے ساتھ کامل طور پر بحث کی جائے پانچویں شے کہ آفات اس کی جانب بہت سبقت کرتی ہیں اور یہ انقلاب اور تبدل کو بہت جلد قبول کرتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ قلب کی سرکشیوں میں تقدیر سے تیز انقلاب اور تبدل ہوتا ہے، اور

اس معنی کی ادائیگی میں لوگوں نے اپنے اپنے خیالات بھی پیش کئے ہیں، دل کی لغزشیں بہت ہیں اور اس کا ان مشکلات میں گرفتار ہو جانا بہت سخت ہے اور یہ گھبراہٹ کا مقام ہے دل کی ان بیماریوں کا جو علاج ہے وہ بہت سخت ہے اس کے لئے ایک روحانی معالج کے پاس جانا پڑتا ہے اور اس کی بیماری کے مطابق نسخہ تجویز کر لیتا ہے، مثلاً تکبر کی بیماری ہے جو شیطان کی صفت ہے، اور عبدیت کے خلاف سازش ہے، کبریائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یہ صفت مخلوق کے لئے جائز نہیں اگر کوئی خدا کی یہ صفت اپنے آپ کے لئے استعمال کرنا چاہے تو یہ نہایت ظلم عظیم ہے عبد کے لئے صرف اور صرف عاجزی اور انکساری ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے۔ تو معالج روحانی ایسی بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں۔

تذکرۃ الاولیاء میں ذکر ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مریدوں میں سے ایک مرید تھا جو تیس سال سے ان کی مجلس میں بیٹھا تھا لیکن آپ کے رموز و اشارات کو وہ نہ سمجھتا تھا ایک دن حضرت بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی باتوں کو نہیں سمجھتا حالانکہ میں آپ کا معتقد ہوں اور تیس سال سے آپ کی مجلس میں بیٹھا رہتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس سے زیادہ سال رہو گے تب بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچنا اور تم میری باتوں کو نہیں سمجھو گے، اس مرید نے کہا کہ آپ روحانی معالج ہیں اگر مجھ میں کوئی ایسی بیماری ہو تو اس کا علاج بتائیے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ بازار سے اخروٹ خریدو، دو ٹوکریاں بھر کر اپنے ساتھ لے جاؤ جہاں تمہارے اچھے دوست ہوں وہاں ایک بچے کو ایک اخروٹ دے دو اور کہو کہ مجھے ایک تھپڑ مارو، وہ تھپڑ مارے گا تو دوسرے بچے بھی آجائیں گے اور آپ پر تھپڑوں کی بارش برسائیں گے، جہاں زیادہ مار کھاؤ گے، وہاں رات گزارو تین دن یہ کام کرو بعد میں میری مجلس میں آؤ گے تو تمہیں سب

باتوں کا علم ہو جائے گا تو اس مرید نے کلمہ شریف پڑھا آپ نے فرمایا کہ اس کلمہ کے پڑھنے سے کافر مسلمان ہوتا ہے لیکن تم نے تعجب کے لئے یہ کلمہ شریف پڑھا تم میں تکبر کی بیماری ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جس کے دل میں مثقال برابر تکبر ہو گا وہ جنت کی بو نہ سونگھے گا اور تم میں تکبر ہے اس کا یہ علاج تھا جو میں نے بتایا لیکن آپ نے آمادگی ظاہر نہ کی بلکہ تعجب کیا اس لئے آپ کو کوئی فائدہ نہیں جب تک یہ بیماری تم سے چلی نہ جائے۔

اگر کسی کے دل میں مال کی محبت ہو تو اس بیماری کا علاج بھی روحانی معالج بتائے گا اور اس کو اس بیماری سے نجات ملے گی اگر کسی کے دل میں کسی دوسرے مسلمان کے لئے ضرر رسانی کی بیماری ہو تو معالج روحانی اس کا علاج بتائے گا اور اگر عبادت میں کوتاہی کی بیماری ہو تب اس کے لئے مرشد کامل کا علاج نہایت ضروری ہے اگر کسی کے بدن میں کینسر کی بیماری ہو تو وہ بیماری اسی شخص کو ہلاک کر دیتی ہے، اسی طرح ایک ایک روحانی بیماری اسے اسلام اور ایمان سے دور لے جاکر کفر کے اندھیروں میں لے جاتی ہے اور اس کو کافر و مرتد کر کے چھوڑتی ہے، اور یہ کام شیطان کا ہوتا ہے اور شیطان ایسے اشخاص کو قابو کر کے گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ پیر و مرشد چونکہ روحانی معالج ہوتا ہے اس لئے دل کے مہلکات سے اپنے مرید کو آگاہ کر دیتا ہے اور ان مہلکات میں سب سے بڑی چار چیزیں ہیں اور وہ امیدوں کی درازی ہے، حسد ہے، کبر، حرام سے بچنا ہے کیونکہ عبادت کرنے والوں کے لئے یہی چیزیں رکاوٹ بن سکتی ہیں اور عابدین کے لئے مصیبت اور آفت اور یہ قلوب کی گندگیاں اور نفوس کی پریشانیاں ہیں جو کہ مشکل میں ڈالنے والی عیب اور فساد اور تلف و برباد کرنے والی ہیں تو جس وقت ایک آدمی ان چیزوں کے ساتھ جو مہلکات ہیں کسی پیر و مرشد کے پاس جاتا ہے تو وہ مرشد کامل اس سے بیعت لیتے ہیں اور اس بیعت کی اصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے معلم و مقصود

کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

نیز خداوند عالم نے فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو بیعت تم سے کی ہے وہ مجھ سے کی ہے اور تمہارا وہ پیارا ہاتھ جو اصحاب کے ہاتھوں پر تھا وہ میرا دست قدرت تھا۔

چنانچہ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے وقت موجود نہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنا ایک مبارک ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کے قائم مقام کیا اور دوسرے مبارک ہاتھ کو دست قدرت کا نائب بنایا اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور بیعت کی یہیں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صادق طالب اگر حاضر نہ ہو تو اس کی غیر حاضری میں اسے بیعت کرنا جائز ہے، جب آپ مردوں کی بیعت سے فارغ ہو کر مکان کے اندر

تشریف لے گئے تو عورتیں حاضر ہوئیں، معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کچھ وقفہ فرمایا، یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَکَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِکْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَکَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الممتحنة ۱۲)

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا شریک کچھ نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضعِ ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے اُن کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہ ہوا۔ مرید جب بیعت کرکے صرف اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور بری باتوں سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے چونکہ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق رہتا ہے۔ بیعت کے مستحب ہونے میں یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اس طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کے بھید جو دلوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں وہ ظاہری اقوال وافعال سے ظاہر ہوں اور قول و فعل دل کے بھیدوں کے قائم مقام ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور قیامت کی تصدیق کا قائم مقام ہوگیا اور اس اقرار زبانی پر ایمان کے احکام جاری ہوئے جیسا کہ مومن کی جان ومال کی حفاظت اور اس کی امداد کا واجب ہونا یا بیچنے اور خریدنے والے کی رضامندی قیمت اور چیز کے دینے میں ایک پوشیدہ امر ہے تو ایجاب و قبول

کو اس چھپی ہوئی مرضی کے قائم مقام کر دیا اور اسی ایجاب و قبول پر خریدنے اور بیچنے کے احکامات جاری ہوئے تو پرہیز گاری کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا ایک پوشیدہ امر ہے تو بیعت کو اس کا قائم مقام کر دیا اور اسی عہد کو پورا کرنا اور جب پورا ہوا عہد تو توڑنا حرام ہوا وغیرہ احکام جاری ہوئے۔ بات ہو رہی تھی قلب کی بیماریوں کے متعلق تو تفسیر روح البیان میں ہے کہ دراصل قلب کی بیماریاں دو قسم کی ہیں:

ا۔ ایمان میں شک وشبہ

اس طرح کہ دین کے بارے میں اور اس کی حقانیت پر پورا یقین نہ ہو یہ کفار اور منافقین کے قلوب ہوتے ہیں۔

۲۔ دنیا اور اس کی شہوات کی طرف میلان اور حظوظ نفسانیہ

آیت مبارکہ میں اشارہ ہے کہ کفار و منافقین کے قلوب کی بیماری کا علاج ایمان و یقین و تصدیق قلبی سے ہوتا ہے اگر وہ اس بیماری میں مر جائیں اور علاج نہ کرائیں تو تباہ و برباد ہوں گے، یعنی دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے اور اہل ایمان کے قلوب کی بیماریاں توبہ و استغفار، زہد و اطاعت اور ورع و تقویٰ سے دور ہو سکتی ہیں۔ اگر یہ لوگ اس حالت میں مر گئے تو انہیں انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شفاعت سے جہنم سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کی بیماری سے خطرہ ہے کہ کہیں ایسی بیماری سے کفر میں نہ دھکیل دیا جائے، گناہوں کے مرض میں اضافہ ہو تو نوبت کفر تک پہنچتی ہے چنانچہ اہل مکہ کے بعض افراد کی کیفیت پہلے بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں رہ کر اپنی بیماری کا علاج ترک کیا اور طبیب حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے دوری اختیار کی اور غذا ناموافق کھاتے رہے۔

مثلاً کہا:

غَرَّ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ (الأنفال ۴۹)

توہلاک ہونے والوں کے ساتھ ظاہر اور باطن تباہ و برباد ہو گئے۔ دانا پر لازم ہے کہ وہ اپنی موت سے پہلے اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرے اور یہ اصلاح اللہ والوں کی محبت اور ہم نشینی سے نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تو وہ کریم ہے جو عوام پر بھی لطف و کرم فرماتا ہے اور جب عاقل و فہیم اور عاشق زار ہو کر اس کے فضل و کرم کی طلب کرے تو وہ بڑا مہربان ہے۔

حافظ شیرازی نے کیا خوب فرمایا:

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست ورنہ طبیب ہمت

جب سے وہ عاشق ہوا اور یار نے اس کے حال پر نظر نہ کی تو اے خواجہ درد نہیں ہے اور نہ طبیب کی ہمت ہے۔

اس معاملے میں کسی دوسرے بزرگ نے فرمایا:

بگو اصحاب دل رفتند و شہر عشق شد خالی
جہاں بر شمس تبریز است و مرد کہ چو مولانا
یہ کہو کہ اصحاب دل چلے گئے اور عشق کا شہر خالی ہوا
جہاں پر شمس تبریز ہے اور مرد مولانا کی طرف

مرید عالم صورت کے کوائف آپ نے دیکھے ہیں ایسے ہی عالم معنیٰ کا معاملہ ہے، جیسے کہ عالم صور میں پرندہ نہیں اڑ سکتا جب تک کہ اس کے پر نہ ہوں اور عاشق حق کے پر علم و عمل اور شوق الی المولیٰ اور توجہ الی الحضرت العلیاء ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ بہشت میں دو پروں سے اڑ رہے ہیں، جہاں چاہتے ہیں انہی پروں سے اڑ کر چلے جاتے ہیں اور ان کے پاؤں کو دیکھا جو خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

امام منذری نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ راہ حق میں کاٹے گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے عوض دو پر عطا فرمائے، اس لئے ان کا لقب ذوالجناحین ہے اور آپ کو جعفر طیار بھی اس لئے کہا جاتا ہے۔

حضرت سہیل نے یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ سمجھنا حماقت ہے کہ ان کے دو پر ہیں تو ان کی شکل و صورت بھی پرندوں کی طرح ہو گی۔ اس لئے کہ انسانی شکل اشرف الاشکال ہے بلکہ یہی اکمل الصور ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا۔

اس روایت سے آدمی کی صورت اور شکل کی بزرگی واضح ہے، بلکہ اس کی شرافت کی عظمت سے کسی کو شک نہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ حضرت جعفر طیار کی صورت آدمیت تبدیل نہیں

ہو گی، صرف ہاتھوں کی طاقت کے اندر وہ قوت بھر دی گئی جو اڑنے والے ملائکہ کی ہوتی ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں کو پروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاضۡمُمۡ یَدَکَ إِلَی جَنَاحِکَ (طٰہٰ ۲۲)

اس آیت میں جناح سے بازو مونڈھے مراد ہے اسی طرح حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروں سے ان کی قوت اور طاقت ملکی مراد ہے جیسے تو سعاد مجازاً اجناحین سے تعبیر کیا گیا ہے، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروں سے پرندوں کے پروں پر قیاس کرنے میں غلطی ہوئی ورنہ ظاہر ہے کہ ملائکہ کے پر ہیں لیکن اہل علم فرماتے ہیں کہ ان کے پر ان پرندوں جیسے نہیں بلکہ وہ ایک قوت معنوی ہے اور صفات ملکیہ ہے جیسے ہم اس وقت سمجھ سکیں گے جب انہیں دیکھیں گے، ان حضرات نے اس آیت پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے لئے فرمایا:

أَجۡنِحَةٍ مَثۡنَی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ (فاطر ۱)

جب فرشتوں کے تین تین چار چار پر ہیں تو وہ کون سا پرندہ ہے جس کے تین یا چار پر ہوں پھر چھ سو پروں والوں کا کیا حال ہو گا؟

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان پروں کی کیفیت غیر معلوم ہے۔ اگر کسی کو شوق ہے کہ وہ اخلاق رزیلہ اور اخلاق حسنہ سے آگاہی حاصل کریں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین اور احیاء العلوم کا مطالعہ کرے، ان کتب میں نفس امارہ کے قابو کرنے کے لئے بہترین مواد موجود ہے۔ جب دل میں صفائی حاصل ہو جائے تو اس دل میں اللہ تعالیٰ کا نور جگمگاتا نظر آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، جب اس دل کی بیماریوں کا

علاج ہو جائے اور اخلاق حسنہ کے علاوہ کوئی ارادہ اس سے سرزد نہیں ہوتا تو اس میں تسکین ہوتی ہے، اور یہ تسکین اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کو حاصل ہوتی ہے، ایسے دل کے متعلق اکابرین ملت نے بھی اپنے اپنے خیالات کے اظہار فرمائے ہیں، ان اکابرین میں سے ایک حجۃ الاسلام محمد غزالی کی ذات گرامی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ دل کے متعلق لکھتے ہیں:

قلب یعنی دل اس کا اطلاق دو معنی پر ہے ایک اس صنوبری شکل گوشت کو کہتے ہیں جو بائیں جانب سینہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ ایک خاص گوشت کا ٹکڑا ہے جس کا اندر خالی ہے اور خالی جگہ میں خون بھرا ہوا ہے اور وہی روح کا منبع اور معدن ہے یہ قلب تو چوپائیوں بلکہ مردوں میں بھی موجود ہے اور ہم جب کہ قلب کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ تو ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس کی کوئی قدر نہیں اور یہ عالم ملک و شھادۃ (عالم دنیا) سے ہے، دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ وہ ایک ربانی اور روحانی لطیفہ ہے اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ تعلق ہے اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہے اور یہی انسان میں مدرک اور عالم اور عارف ہے اور یہی مخاطب اور مورد عقاب و عتاب و مطالبہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ علاقہ تو ہے، لیکن اکثر لوگوں کی عقلیں اس علاقہ کی وجہ سے سمجھنے میں حیران ہیں، اس لئے کہ اس کا تعاقب قلب جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی شرح کو ہم دو وجہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اول تو یہ کہ علوم مکاشفہ سے متعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی تحقیق اس امر کی خواہاں ہے کہ روح کے راز کو افشاں کیا جائے اور وہ ایسا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بھی کلام کرنے سے کنارہ کشی فرمائی تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس میں گفتگو کرے۔ مقصود یہ ہے کہ جب ہم قلب کا لفظ اس باب میں لائیں تو

اس سے مراد وہی لطیفہ ربانیہ ہے اور دوسرا لفظ روح ہے اس کے بھی دو معنیٰ ہیں، ایک ان میں سے یہ ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جس کا منبع قلب جسمانی کی تجویف ہے اور پھڑکنے والی رگوں (شرائین) کے ذریعہ تمام اجزائے بدن میں پھیل جاتا ہے اور اس کا سارے بدن میں جاری ہونا اور اس کے انوار کا فیض سارے بدن کو پہنچنا ہے اس چراغ کی مثال ہے جس کو گھر کے کونوں میں گردش دی جائے جس سے ہر ایک جگہ پر تو نور سے فائز ہو جائے اور وہ ایک لطیف بخار ہے۔ جس کو قلب کی گرمی نے پکایا ہے اور اس معنیٰ کی شرح بیان کرنے سے ہماری غرض وابستہ نہیں، یہ کام تو اطباء ابدان کا ہے لیکن اطباء دین جو دل کے اس طرح پر معالج ہیں کہ اس کو قرب بارگاہ الٰہی میں لے جائیں، ان کی غرض اس مذکورہ بالا روح سے متعلق نہیں۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ایک لطیفہ ہے جو انسان میں عالم اور مدرک ہے اور وہ وہی ہے جس کی شرح ہم نے معانی قلب میں بیان کر دی تھی اور وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں ارادہ فرمایا ہے:

قُلِ الرُّوحُ مِنۡ أَمۡرِ رَبِّي (الإسراء ۸۵)

تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

اور وہ ایک ایسا عجیب امر ربانی ہے جس کی حقیقت کی سمجھ سے اکثر عقل و عقول اور افہام عاجز ہیں اور دل کے بہت سے خادم اور لشکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَعۡلَمُ جُنُودَ رَبِّکَ إِلَّا هُوَ (المدثر ۳۱)

اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یہ لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں، ایک ایسا ہے جو آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اور ایک ایسا ہے جو نظر عقل کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا۔ دل بادشاہ کی طرح ہے اور اس کے لشکر خادموں کا حکم

رکھتے ہیں اس کے وہ لشکر جو آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں یہ ہیں ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، زبان اور باقی تمام ظاہری اور باطنی اعضاء یہ سب قلب کے خادم اور اس کے تابع اور مسخر ہیں اور وہ ان میں متصرف ہے اور کوئی اس کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، جب کہ وہ آنکھ کو کھلنے کا حکم دیتا ہے تو کھل جاتی ہے اور جب زبان کو گویائی کی اجازت ملتی ہے تو کلام کرنے لگتی ہے اور جب پیر کو چلنے پھرنے کا حکم ملتا ہے تو چلتا پھرتا ہے اسی طرح سے باقی اعضاء کو قیاس کر لو۔ اور وہ لشکر جو نظر عقل کے بغیر نہیں دیکھے جاسکتے بعض ان میں سے حواس باطنہ ہیں یعنی سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، چھونا اور بعض وہ ہیں کہ جو باطنی منازل میں رہتے ہیں یعنی دماغ کی تجاویف میں وہ بھی پانچ ہیں اس لئے کہ انسان جب کسی چیز کے دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تب بھی اپنے نفس میں اس کی صورت جانتا ہے یہ خیال ہے، پھر یہ صورت ایک ایسے سبب کی وجہ سے جو اس کی حفاظت کرتا ہے باقی رہتی ہے اور وہی حافظہ ہے پھر اپنی یادداشت میں فکر کیا جاتا ہے اور بعض اجزائے خیالیہ کو بعض سے ترکیب دی جاتی ہے، پھر بھولے ہوئے حصے کو یاد کیا جاتا ہے اور سب معانی محسوسات کو اپنے خیال میں حس مشترک کے ذریعے اکٹھا کیا جاتا ہے تو اس طرح سے باطن میں یہ قوتیں پائی جاتی ہیں حس، مشترک تخیل تفکر، تذکر، حفظ اور بعض تفکر کی جگہ تو ہم کہتے ہیں جس طرح حواس ظاہر یہ قلب کے تابعدار ہیں اسی طرح جو اس باطنہ بھی قلب کے فرمانبر دار ہیں اس جاننے کے بعد جاننا چاہیئے کہ قلب ظاہری جزرئیس ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ ادنیٰ مرض سے بڑا ضرر پاتا ہے اور اس سے بہت ہی کم انسان شفایاب ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح سے قلب معنوی آفتوں کے عارض ہونے سے ضرر پاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے قلب کے بھی آفات مہلکہ پائے جاتے ہیں اور زبان کے بھی۔ بعض آفات قلبیہ یہ ہیں غضب، کینہ، حسد، حرص، طمع، کبر اور زبان کی بعض آفتیں یہ ہیں

فحش گوئی، گالی دینا، لعن طعن کرنا، بے جا خوش طبعی، تمسخر، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی اور یہ سب باتیں مہلکات ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اب ان مہلکا تقلب سے چھٹکارہ بغیر مرشد کے نہیں حاصل کیا جا سکتا اور پھر معرفت الٰہیہ مرشد کامل سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور الطالب عند المرشد کالمیت بین یدی الغاسل کہ طالب معرفت مرشد کے سامنے ایسا ہے جس طرح غسل دینے والے غاسل کے ہاتھوں میں مردہ اور یہی کیمیا اس کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور کیمیا کی دو اقسام ہیں، ایک کیمیاء ہنر ہے جس کے ذریعہ حصول دنیا کیا جاتا ہے، دوم کیمیاء نظر شرف دیدار، پہلی قسم کیمیاء، ہنر یعنی سونا چاندی بنانے کا علم دوم کیمیائے نظر کہ جس کے ذریعہ مرشد کامل طلب ناقص کے مس وجود کو قیمتی خالص سونے کی طرح کر دیتا ہے اور بازار آخرت میں ایسے وجود کی بڑی قدر اور قیمت پائی جاتی ہے۔ کیمیائے ہنر یعنی سونا، چاندی بنانے کا سودائے خام بہت لوگوں کو خصوصًا مولویوں، صوفیوں، قرآن مقدس کے حافظوں اور اسی قماش کے مفت خور اور کام چور اشخاص کو ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے اور اپنی عمر گران مایہ اور کل اثاثہ اور اندوختہ اس ہوس کے نذر کر دیتا ہے اور آخر ناکام و نامراد خالی ہاتھ دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس لئے فقیر یہ کہتا ہے کہ ایسے فضول کاموں سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ رہی یہ بات کہ آیا اس کیمیاء کا وجود ہے یا نہیں تو ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ کاٹھ کی ہنڈیا صرف ایک بار چڑھتی ہے اور اگر کیمیاء کا وجود نہ ہو تو پھر اس کیمیاء کا یہ سلسلہ کیوں جاری ہے اور جابر بن حیان جیسے مشہور کیمیاء دان نے اس کو کیوں ثابت کیا۔ جابر بن حیان وہی ہستی ہے جس کی کتابیں یورپ میں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں، آپ نے یہ فن کیمیاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھا اور دنیا میں پھیلایا اور خالد اور جلال الدین سیوطی نے بھی اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے اسی طرح امام بونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شمس

المعارف کبریٰ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع العلوم میں اس کو ذکر کیا ہے۔ علامہ غربی تلمسانی نے شموس الانوار میں اس فن کے متعلق کئی باب لکھے ہیں۔ تفسیر حسینی کے مؤلف نے اسرار قاسمی نامی کتاب میں اس فن کے متعلق پورا ایک باب لکھا ہے۔ ابراہیم خان صاحب نے نبات روحی نامی کتاب لکھی ہے، یہ چار جلدوں میں ہے اور پانچویں جلد اسرار الحیوان ہے اب اگر یہ علم نہ ہوتا تو پھر ان اکابرین نے یہ کیوں ذکر کیا اور پھر ان بزرگوں میں اس فن کے ماہر بھی تھے اس طرح ہفت احباب نامی کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ بنام کیمیاء گر اور کیمیاء گری ہے۔ اسماعیل امر تسری نے روح الکیمیاء اور مخ الکیمیاء نامی کتابیں لکھی ہیں، ایک کتاب در یتیم عربی زبان میں ہے، اس کتاب کا بھی اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایک کتاب کاشف رموز کیمیاء اور تجارت خوشحالی وغیرہ ہیں، جن کی فہرست طویل ہے تو اگر یہ علم نہ ہوتا تو دنیا میں اتنی کتابیں اس فن میں مرتب نہ ہوتیں اور اس فن کے ماہرین بھی بزرگان دین میں سے ہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

سائنس نے ماہیت قلب یعنی ایک چیز سے دوسری چیز کے بن جانے کا امکان ثابت کر دیا ہے۔ آج سے سو یا اسی سال پہلے سائنس میں یہ بات مسلم تھی کہ دنیا کے تمام مرکبات اور اجساد چھوٹے ذرے کو مولی کیول کہا جاتا ہے۔ دراصل مولی کیول بھی بجائے خود ہزارہا چھوٹے ذروں کا جنہیں ایٹم کہتے ہیں مجموعہ ہوتا ہے اور اور مولی کیول ذرے کے خواص ان ایٹمز کے شمار اور اختلاف پر نہیں بلکہ ان کی طرز اجتماع پر منحصر ہوتے ہیں، پس چیز کے مولی کیول ایک ہی قسم کے ایٹمز ہوں اسے مفرد کہتے ہیں اور جس چیز کے مولی کیول میں مختلف قسم کے ایٹم ہوں اسے مرکب کہتے ہیں مفرد چیزیں دنیا میں تقریباً سو کے برابر مانی جاتی ہیں مثلاً لوہا، کوئلہ، سونا، چاندی اور آکسیجن وغیرہ مولی کیول کے قد و قامت اور جسامت کا اندازہ اسی طرح لگایا جا سکتا ہے کہ فرض کرو تمام سطح زمین پر گیند بچھا دی

جائیں پھر جس طرح گیندیں سطح زمین پر بچھیں گی اتنی ہی مولی کیول کی تعداد پانی کے ایک قطرے میں ہوتی ہیں ایٹمز اور بھی چھوٹے ہوتے ہیں وزن اور حجم میں اور بھی کم ہوتے ہیں۔ اب فرض کیجیے ہم سونا بناتے ہیں تو اس میں ایسے مولی کیول اکٹھے کرنے ہوتے ہیں جن میں خالص سونے کے ایٹمز ہوں گے۔ گذشتہ زمانے کے سائنس دانوں کا یہ خیال تھا کہ ایٹم کا ذرہ حد تقسیم ہے اور اس سے زیادہ چھوٹے ذرے کے وجود کا امکان نہیں ہے لیکن آج کل کے سائنس دانوں نے ایٹم کی ساخت کے سلسلہ میں جو معلومات حاصل کی ہیں، اس نے سائنس کی دنیا میں انقلاب پیدا کیا ہے، ریڈیو لاسلکی اور وائرلیس وغیرہ ایجادات انہیں معلومات کے صدقے میں ہوئی ہیں اور اب یہ بات مسلم ہو گئی ہے کہ ایٹم کا باریک ترین اور ناچیز ذرہ بجائے خود ایک کائنات ہے ایک دنیا ہے جس میں ایک مرکز سورج کی طرح موجود ہے اور جس کے ارد گرد بے شمار اور لاتعداد برقی ذرے نظام شمسی کی طرح حرکت اور رقص کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان حقیقت بیان کی صداقت بیان کر رہے ہیں:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (النمل ۸۸)

اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز۔

غرض ایٹم کے ایک ذرے میں ایک مرکزہ ہوتا ہے جسے نیوکلیئس کہتے ہیں اور اس کے ارد گرد ہزاروں بلکہ بے شمار برقی ذرات الیکٹرون رقص کر رہے ہیں۔ نیوکلیئس جو اس بجلی کا مسکن مرکز اور صدر ہے، یہ خود بھی ایک متضاد قسم کی بجلی کے ذروں کا مجموعہ ہے جو اپنے ارد گرد چکر کھانے والے الیکٹرونز یعنی بجلی کے ذرات کو اپنی برقی طاقت سے پکڑے اور جکڑے ہوئے ہے اب اگر کسی ایٹم کو سونے کے ایٹم میں تبدیل کرنا ہے تو اس کے بیرونی الیکٹرانز یعنی برقی ذروں کو کم و بیش کرنے سے یہ

ہو سکتا ہے مگر الیکٹرانز یعنی باہر کے رقصاں اور متحرک ذروں میں کمی و بیشی کرنے سے مرکزہ یعنی نیوکلیئس کی برقی طاقت اور الیکٹرونز کی برقی طاقت میں وہ توازن جو ایٹم کی بقاء اور وجود کا باعث ہے قائم نہیں رہ سکے گا اور یہی عدم تعاون ایٹم بم کا راز ہے اس لئے کسی چیز کے ایٹم کو سونے کے ایٹم میں تبدیل کرنے کے لئے اس کو ہر دو بیرونی الیکٹرونز یعنی بیرونی برقی ذرات اور مرکزہ نیوکلیئس کے اندرونی برقی ذرات میں کمی بیشی کرنا پڑے گی اور یہ بات ناممکن تو نہین مگر مشکل ضرور ہے۔ اور یہ جاہل نادان مہوسوں کا کام ہرگز نہیں ہے، عمل کیمیاء میں چند چیزیں جو کیمیائی عمل کرتی ہیں اور ان میں تبدیلی واقع کرتی ہیں ان میں سے اہم چیزوں کے کیمیائی عمل درج کئے جاتے ہیں ۔ علم کیمیاء میں ارواح، اجساد اور دھات یعنی نفوس ہیں کیونکہ جسد میں روح ضروری ہے اور جب روح جسد میں ڈالی جائے تو وہ پھر سانس لیتی ہے، تو وہ جسد زندہ ہو جاتا ہے، ارواح میں سے نوشادر، سنکھیا اور پارہ وغیرہ ہیں اور نفوس میں سے گندھک، ہڑتال، شنگرف وغیرہ ہیں اور اجساد میں سے سونا، چاندی، لوہا، قلعی، سیسہ اور جست وغیرہ ہیں، ان اجساد میں سے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ ان اجساد میں مذکر اور مونث کون کون سے اجساد ہیں۔ پھر مذکر اور مونث کو اکٹھے کر کے ان میں ارواح ملا دو اور اس میں نفس بھی داخل کرو تو مردہ جسد زندہ ہو کر اپنے تبدیلی رونما کرے گا اب ارواح میں سے ایک روح نوشادر ہے اس کو قائم النار کیا جاتا ہے، تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ چونا ایک کلو لے کر اس میں ایک پاؤ نوشادر ڈال دو پھر آگ پر رکھ تین گھنٹے اس کے نیچے آگ جلا دو اور ڈبہ ایک ٹین گھی کا جو تقریباً ۵ کلو کا ہو اس میں پانی بھی ڈال دو تین گھنٹے آگ پر رکھنے کے بعد نیچے اتارو اور تقریباً ۵ بار اس میں لکڑی ہلا دو تو چونا نیچے بیٹھ جائے گا اور صاف پانی رہ جائے گا۔ اس پانی کو دوسرے برتن میں ڈال کر اس پانی کو خشک کر دو، یہ نوشادر چرخ دینے سے بھی نہیں جائے گا اور چرخ بھی کھائے گا۔ اس طرح جست اور

نیلا تھوتھا کو ہم وزن لے کر کسی برتن میں ڈال کر اس پانی ڈال دو اور تقریباً پاؤ، پاؤ اجزاء کے لئے ایک تولہ تیزاب گندھک بھی ڈال دو، جب جوش ختم ہو جائے تو تمام ملبہ ہانڈی یا برتن میں نیچے بیٹھ جائے گا، پس اس سے بھی صاف پانی نکال کر اس کو آگ سے خشک کر دو یہی قائم نیلہ ہے یا قائم جست سمجھو، اگر اس کو شورے کے تیزاب میں ڈال دو گے تو وہ شورے کے تیزاب میں نیچے بیٹھ جائے گا۔ فقیر نے ایک مرتبہ جب بنایا تو ایک مہوسی بنام شیر خان المعروف حسین شاہ سو روپے پر فی تولہ خرید تا پتہ نہیں وہ اس میں کیا کیمیائی عمل کرتا پھر فقیر نے اس کو یہ نسخہ بتا دیا۔ اگر سنکھیا کو تیل کرنا ہو تو سرخ کا ہی تین پاؤ لے لو اور اس میں ایک پاؤ عام بازاری چینی ملا دو پھر آگ پر رکھ دو، وہ چینی جل جائے گی اور سبز اکسیر تیار ہو گی، پھر اس میں سنکھیا رکھ دو وہ تیل ہو گا لیکن جب آپ کڑچھی نیچے اتاریں اور سرد ہونے پر دیکھیں گے تو وہ جم کر کڑاہی کے ساتھ آپ کو چمٹا ہوا ملے گا، پھر اس کو ہتھوڑے سے اس کڑاہی سے نکال دو، آپ کو شیشے کے ٹکڑوں کی طرح نظر آئے گا اس کو آگ پر رکھنے سے دوبارہ پھر وہ تیل ہو جائے گا لیکن قائم النار نہ ہو گا ہاں اگر کسی چیز میں تم سنکھیا کو قائم النار کرو گے تو پھر وہ تیل ہو کر سرد ہو کر جم جاتا ہے۔ شنگرف کو اگر سفید قائم النار کرنا چاہتے ہو تو وہ تیزاب فاسفورس میں قائم ہوتا ہے جو کہ فقیر نے خود مشاہدہ کیا ہے، آگے اس سے کام لینا قسمت والوں کا ہے، پھٹکڑی میں زرد چوب کا زرد پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو پھٹکری قائم النار ہو جائے گی۔ بہر حال اگر پارہ کو قائم النار کرنا ہو تو کیمیاء کی کتابوں میں اس کے طریقے درج ہیں، اگر قسمت نے یار آوری کی تو وہ تمہیں دیکھنا پڑے گا۔ بہر حال یہ چند طریقے چند کیمیائی اجزاء کے متعلق جو فقیر کو معلوم تھے وہ قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر پیش کر دیئے۔

پہلے زمانہ میں یہ علم بزرگان دین اور کاملین عارفین کو ملائکہ یا فرشتوں اور ارواح مقدسہ کے ذریعہ خلوت میں سکھایا جاتا تھا۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقیر کی منازل میں سے ایک منزل ایسی بھی آتی ہے کہ سالک کو علم اکسیر اور علم تکسیر سکھایا جاتا ہے، علم اکسیر تو بیماریوں اور کیمیاء کا علم ہے اور علم تکسیر وہ علم ہے جس کے ذریعہ بیماریوں کا روحانی علاج کیا جا سکے۔ مثلاً اگر کوئی علم دین حاصل کرنا ہو تو وہ وظیفہ **یا علیم** پڑھے یا **قال ربی زدنی علما** کا ورد کرے، اس طرح جو بھی مشکلات ہوں ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں اس کا حل تلاش کرے گا اس مقدس علم کو کامل فقیروں کی نگاہ نظر اور توجہ میں اللہ تعالیٰ کے کن کی ہوتی ہے، تو تمام کائنات کی تخلیق کی جاتی ہے سو وہ جس چیز کی ماہیت قلب کرنی چاہے اللہ تعالیٰ کے کن کی ذاتی تجلی سے اس کے برقی ذرات میں کمی بیشی کر کے اس میں تغیر و تبدل کر لیتے ہیں چنانچہ بعض بزرگان دین نے مٹی کے ڈھیلے کو اپنی نظر اور نگاہ سے سونے میں تبدیل کر دیا ہے اور کامل فقیروں کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں۔

آں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
سگ را ولی کنند و مگس را ہما کنند

اولیاء کرام اپنی نگاہ سے خاک کو کیمیاء بنا دیتے ہیں کتے کو ولی اور مکھی کو ہما بنا دیتے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

تمنا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا ہے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اگر تمہیں گوہر ایمان و ایقان نصیب ہوا اور تم نے ایمان کی حلاوت چکھی تو تم کامیاب ہوئے اور اگر تم نے اس حلاوت کو محسوس نہ کیا تو تم برباد ہوئے اور منافقوں کی طرح تمہارے دل میں بھی نفاق کا مرض ہو گا اور یہ کینسر کی بڑھتا جائے گا۔ جب نفاق دل میں آئے گا تو دل سے وہ نور ایمان چلا جائے گا اور اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں کیا ہے:

ذَهَبَ اللّٰہُ بِنُورِهِمْ (البقرۃ ۱۷)

اللہ ان کا نور لے گیا۔

کہ جب نفاق آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے وہ نور لے لیا اور وہ نفاق کی تاریکیوں میں چھوڑے گئے۔

کافروں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِهِمْ (البقرۃ ۷)

اللہ نے اُن کے دِلوں پر مہر کر دی۔

تو کفر اور نفاق دونوں مہلک بیماریاں ہیں اور مہلک بیماریوں سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے، تو ان دو روحانی بیماریوں سے ایمان ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ایمان اور کفر و نفاق، ظلمت و نور دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے پھیلایا اور ہدایت کو انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے پھیلایا اور ہدایت کو انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار کیا تو جو اس کے لوازم ہیں دنیا میں اس کے ساتھ ہوں گے اور آخرت میں سرفراز ہو گا اور اگر اس نے انبیاء علیہم السلام کا راستہ چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کیا تو اس کے انوار اس کے ساتھ ہوں گے جیسے جیل خانہ میں چور کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہدایت کی راہ اس کے حق میں مسدود ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ انوار روحی اور عقل نورانی ظہور نہیں کرے گی اور اس کے معارف و مدارک کچھ نہیں سمجھے گا اور جسمانی حواس و

ہیولانی ترکیبیں اچھی طرح باقی ہیں حتیٰ کہ دنیاوی آرائش اس کے رسائل میں غالبًا اس کو مومنوں سے زیادہ سمجھ ہو گی کیونکہ مومنوں نے دنیا اختیار نہین کی بلکہ آخرت کے واسطے کوشش کی اور کافروں نے دنیائے موجود اور جہنم موعود اختیار کی تو دنیا ان کے واسطے کشادہ کر دی جائے گی اور ہالک کا غلبہ تو قیامت تک مسلمانوں پر کوئی ایسی قوم غالب نہیں آسکتی جس کو ان کے استحصال کرنے کی طاقت ہو اور اگر مسلمانوں نے دنیاوی زندگی کی لالچ میں موت و جہاد سے خوف کیا تو کفر کے تابع ہو کر چند روزہ زندگی بسر کریں گے۔ پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اس کے لوازم ہیں پورے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس کے دل و کانوں پر مہر کر دی جاتی ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قلوب پر فتنے پیش کئے جائیں گے پس جس قلب نے اس کو قبول کر لیا کہ اس میں سما گیا تو اس قلب میں ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور جس قلب نے اس سے انکار کیا اور نہ آنے دیا تو اس میں ایک سفید نورانی نکتہ پیدا ہوتا ہے پس وہ صاف منور ہوتا ہے کہ اس کو جب تک آسمان و زمین قائم ہیں کوئی فتنہ ضرر نہیں پہنچاتا اور دوسرا قلب جس نے قبول کیا ہے وہ کالے سیاہ اوندھے کوزے کی طرح ہو جاتا ہے کہ نہ کسی امر معروف کو نیک پہچانے اور نہ کسی ممنوع کو بد جانے جیسا کہ مسلم شریف نے روایت کیا ہے حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن نے جب کوئی گناہ کیا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اس نے توبہ کی اور گناہ سے باز آیا تو دل صاف و صیقل ہو جاتا ہے اگر اس نے گناہ میں زیادتی کی تو نکتہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب پر چھا جاتا ہے تو اس کو ران کہتے ہیں۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (المطففین ۱۴)

اس روایت کو ابن جریر اور ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب آدمی پے درپے گناہ کرتا ہے تو دل پر اس کی تاریکی چھا کر اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور جب قلب ڈھنک گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مہر آجاتی ہے، پس اس وقت ایمان داخل ہونے کی کوئی راہ نہیں ہوتی اور نہ کفر سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ پس یہی وہ مہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ (البقرۃ۷) کی تفسیر میں فرمایا جیسے ظاہری ظروف میں بند کرکے مہر کر دی جائے تو جب تک یہ مہر توڑی نہ جائے اس سے خارج یا اس میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی، پس اس کے معانی یہی ہیں کہ جو امور بذریعہ نور روح کو عقل کے حواس قلب سے ادراک ہوتے ہیں وہ معرفت الٰہی واقعۃ آخرت ہیں تو ان کی سمجھ غیر ممکن ہو جاتی ہے اور اسی طرح کان کلام معرفت سننے سے بہرا اور آنکھ آیات قدرت و آثار وحدانیت دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہے حالانکہ حواس جسم و حواس ہیولانی بہت سے کفار میں نہایت قوی ہوتے ہیں اسی واسطے تم اس عجائب حکمت عملی کو دیکھتے ہو کہ بہت سے مومنوں کے نزدیک دلائل قدرت و آثار وحدانیت و اسرار اولہیت بالکل بدیہیہ ہیں حتیٰ کہ جو کوئی انکار کرتا ہے ان کو نہایت تعجب ہوتا ہے مگر کافروں کے نزدیک یہ باتیں کسی طرح سمجھ میں نہ آنے والی ہیں۔

مگر علمائے ربانیین جانتے ہیں کہ اس کافر کمبخت نے یہاں تک اپنی نوبت پہنچائی کہ اس پر مہر ہو گئی پھر جب عقل نورانی ہی نہیں ہے تو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے اور یہاں یہ تحقیق بخوبی یاد رکھنی چاہیئے کہ عقل سے مراد وہ نور ہے جو قلب کے انوار سے ظہور کرتا ہے مگر جب تک اس پر مہر نہ ہو تب ہی تک ظہور ممکن ہے لیکن کافروں میں یہ ظہور غیر ممکن ہے تو اس نے اپنی پیدائش سے موت تک کبھی

عقل کو نہیں جانا لہٰذا وہ حواس جسمانی و ہیولانی کو عقل سمجھتا ہے کیونکہ اس کے سوا اس کو عمر بھر کچھ معلوم ہی نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے جسمانی ضروریات حاصل کرنے اور اس کی تربیت کے لائق ہر شخص کو حواس عطاء کئے ہیں اور ان حواس کے مناسب قواعد کلیہ بتا دیئے ہیں مثلاً جو شخص آگ میں ہاتھ ڈالے وہ جل جائے گا یا پانی پیئے تو ٹھنڈک ہوگی اور اسی طرح مادیات کے خواص و آثار طبعی ہیں اور اسی طرح دھوئیں اور پانی و دیگر اشیاء مادی خواص و آثار دریافت کرنا حواس سے متعلق ہے، جن کے ذریعہ سے تجارت و ذراعت و غذا و لباس وغیرہ تن پروری کے اسباب اور سردی و گرمی سے آرام کے وسائل حاصل کرتا ہے اور اہل عقل و اصحاب ایمان اس کو خالق عزو جل کی قدرت مانتے ہیں حتیٰ کہ جب کبھی خاص طور پر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ہر چیز کا اثر ظاہر نہیں ہوتا حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے آگ بجائے سوزش تکلیف کے راحت و مسرت ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا ہو جاتی تھی اور کچھ شک نہیں کہ یہ اخبار متواتر ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا لیکن کافر بذریعہ مادی اس کے مثل حیوانات یا جمادات کے ہے وہ ان کا ادراک نہیں کر سکتا اگرچہ قوت حواس کے ذریعہ سے اس کی مادی ترکیبات عجیب ہوں۔ قلب آگہی میں جو نور معرفت اور ایمان ہو اور اس نور معرفت اس کے دل میں جلوہ گر ہو تو اس نورانی رنگ میں اپنے آپ کو جب رنگین کر دے تو اس کو صبغۃ اللہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا رنگ اور اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے کہ و من احسن من اللہ صبغۃ اللہ تعالیٰ سے زیاد کس کا رنگ ہے، یعنی کسی کا رنگ اچھا ہے اللہ تعالیٰ کے اس رنگ میں کوئی داغ نہیں ہے جیسا کہ ابن عباس و مجاہد سے ابن کثیر نے روایت کیا ہے کہ صبغۃ اللہ سے مراد فطرت الٰہی ہے، یعنی دین توحید فطری کہ وہ یک رنگ صاف بغیر داغ کے ہے اور ایسا ہی ابو العالیہ و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن قتادہ و ضحاک و عطیہ و

ربیع وسدی وغیرہ سے بھی مروی ہے اور اس کا موید یہ ہے کہ یہ تشبیہہ لطیف ہے جس طرح کپڑے پر رنگ ہوتا ہے اسی طرح ہر ملت والے پر اس کے دین کا رنگ ہوتا ہے اور قرآن مقدس کی یہ آیت مبارکہ اس کے مطابق ہے: لِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِکَ خَيْرٌ ذَلِکَ مِنْ آيَاتِ اللّٰہِ (الاعراف ۲۶) یعنی لباس تقویٰ یہی بہتر ہے اور وہ آیات الٰہی سے ہے تو لباس تقویٰ ہر کافر و منافق کو نہیں آتا جو آیات الٰہی سے اندھے ہوتے ہیں، مومن صادق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے اور پھر خاص مومن ذی شعور کو تو وہی رنگ اور نور الٰہی نظر آتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ المومن مراۃ المومن مومن مومن کے لئے آئینہ ہے۔ تو اپنے آئینے میں وہ بھی نورانی نظر آتا ہے اور یہ نور مرنے کے بعد عام نظر آئے گا جس کے آگے حسی نور مثلاً چاند، سورج کی روشنی بے حقیقت ہے اور حدیث میں لباس تقویٰ اس کی وضاحت ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی النور کے حق میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی اس پر اس کا نور ظاہر کر دے تو ان کی پیشانی سے منہ تک ظہور ہو گیا کہ اندھیری رات میں ان کو کسی چاند کی ضرورت نہ تھی۔

معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نصاریٰ میں دستور ہے کہ جب ان میں لڑکا پیدا ہو کر سات روز کا ہوتا ہے تو شریعت تورات کے مطابق عقیقہ و ختنہ کی بجائے اس کو زرد رنگ میں جس کو معمودیہ پانی کہا جاتا ہے غوطہ دے کر رنگتے ہیں کہ اب نصرانی ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ مقبول نہیں بلکہ مقبول رنگ وہ ہے جو دین الٰہی سے منور ہو اور وہ اسلام ہے، اب رنگوں کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً کالا، سرخ، نیلا، زرد، گلابی، پیلا اور سبز وغیرہ رنگین ہیں لیکن اسلام میں جو رنگ مقبول ہے وہ سفید رنگ ہے اور سفید رنگ کی چمک بھی سفیدی کو

مزید خوش نما کر دیتی ہے اور جب انسان وضو کرتا ہے تو اس کے ہاتھ پاؤں صاف ہو کر سفید ہو جاتے ہیں اور نور بھی سفید کرنوں میں منظر کو دوبالا کر دیتا ہے اور جب ایک انسان ہاتھ سے پاؤں یا چہرہ پر جب وضو کا پانی گراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا کر نور میں بدل دیتا ہے اور قیامت کے دن ان ہاتھ، پاؤں اور چہرہ و پیشانی کے نور سے لوگ ان کو پہچانیں گے اور یہ نور سفید ہو گا۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کا پروردگار رنگ دیتا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ایسے کلمات سے ڈرو پس اللہ تعالیٰ نے وہی فرمایا کہ تو کہہ دے کہ ہاں میرا رب عزوجل رنگتا ہے، یہ سرخ و سفید و سیاہ کل رنگ میرے ہی رنگنے سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر قولہ صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ نازل فرمایا۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبغۃ اللہ کے معانی یہ ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رنگ سے رنگ دیا۔ بات یہ ہے کہ ہر اعتقاد و مذہب والے کا باطن اس اعتقاد مذہب کے موافق رنگین ہوتا ہے جیسے طریقہ اجتہاد والے کا مقلد اپنے امام کے رنگ پر رنگین ہو گا اور جیسے فلاسفہ اپنے اوہام سے مصبوغ ہیں جن کو وہ عقل سمجھتے ہیں غرض یہ کہ ہر فرقہ اپنے رنگ اعتقاد پر ہے اور موحدین خاصۃ اللہ تعالیٰ ہی کے رنگ سے منور ہیں جس سے خوب تر ہے یعنی در حقیقت یہی رنگ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ فمن اصاب من ذلک النور اھتدیٰ و من اخطاء ضل۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس خلق کو اس نور سے کچھ پہنچا اس نے ہدایت پالی اور جس کسی نے اس نور کو نہیں پایا وہ گمراہ ہوا اس روایت کو احمد، ترمذی نے روایت کیا ہے۔

شیخ رکن الدین نے عرائس میں اس نور سے نور صفات کا ارشاد لیا ہے اگرچہ یہی حاصل کلام شیخ ابن عربی کا ہے چنانچہ شیخ نے عرائس میں کہا کہ یہ رنگ صفت خاصہ ہے جس پر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

اور حدیث میں ہے کہ:

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

مشائخ کے نزدیک خلقت انسانی جامع مظاہر صفات ہے حتیٰ کہ صفات رحمت و غضب دونوں ہیں، پس جس نے موافق فرمان الٰہی عزوجل کے دونوں میں عدل رکھا وہ صراط مستقیم میں برنگ الٰہی ہے اور جس نے مظہر غیب کو خالص کر لیا خواہ عمداً سرکشی کی ہو جیسے یہود میں غضب پر غضب ہے یا جہالت سے ہو جیسے نصاری میں ضلالت ہے تو یہ راہ مستقیم سے خارج ہو کر گمراہ ہیں اور ان پر رنگ نفس ہے۔ مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ظہور آدم علیہ السلام کے ظاہر میں بروجہ صورت فرمایا اور باطن میں رنگ قلبی ہے جس کے ظہور پر ملائکہ کے لئے سجدہ کا حکم دیا۔ تجلیات صوریہ سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن عوام کو بہت احتیاط سے ہوش بجا رکھنا واجب ہے یعنی تجلی صوری کو بمعنی شکل نہ سمجھیں بلکہ ظہور تجلی بلحاظ اس صفت خاصہ کے جس کا نام صورت ہے، اور جس کا مظہر آدم علیہ السلام بطریق شکل ہیں، اور دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو نہایت خوبصورت دیکھا۔ پس اہل سنت جو اہل حق ہیں سب

اسرار تجلیات پر متفق ہیں، باطنی رنگ وہ ہے جو فطرت اور نورانی لباس ہے جو قلب پر خلعت ہے لیکن مطلع ظہور یہ مظہر صورت ظاہری نہیں بلکہ باطنی ہے اس واسطے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں اور ذہنوں کو دیکھتا ہے باطنی علوم میں چار سلسلے زیادہ مشہور ہیں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ ان سلاسل کے علاوہ اور بہت سے سلاسل ہیں اور تمام کا رنگ صبغۃ اللہ ہے کیونکہ یہ تمام سلاسل قرب الٰہی، معرفت، عشق و محبت الٰہی کے درس دیتے ہیں اور وہ طریقہ بتلاتے ہیں جو ان چیزوں کے حصول کا ذریعہ ہو۔ اگر کوئی قادریہ سلسلہ کے رنگ میں رنگا ہو تو وہ بھی صبغۃ اللہ ہے اور اگر چشتیہ رنگ میں رنگین ہو تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا رنگ ہے، اسی طرح سہروردیہ اور نقشبندیہ کا رنگ بھی اللہ تعالیٰ کا رنگ ہے اور خدا کے رنگ سے کوئی اور رنگ اچھا نہیں ہے اور بہترین رنگ وہ کپڑا لیتا ہے جو صاف ہو اور اگر کپڑا میلا ہو تو وہ رنگ قبول نہیں کرتا اس لئے اطباء روحانی نے دلوں کی بیماریوں کا علاج بتایا اور بیمار قلوب کو معرفت الٰہیہ سے سرشار کیا۔

یہ تحقیق دل اور اس کی بیماریوں اور علاج سے متعلق تھی، امید ہے کہ ایک قاری کے لئے بس اتنے دلائل اس باب کے متعلق کافی ہیں۔

(مظہر تجلیات الٰہیہ، ص ۹تا۱۵۷)

فصل در بیان

مرشد کون بن سکتا ہے؟

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

حضرت علامہ، امام المتکلمین، زبدۃ العارفین، حجۃ اللہ علی العلمین، تاجدار اہلسنت، شیخ التفسیر والحدیث، محبوب العارفین، زبدۃ العاشقین، حجۃ الواصلین، غوث العارفین، خواجہ خواجگان، مبلغ اسلام مولانا محمد حمید جان صاحب مبارک نے مجھ سے ۱۱ مارچ ۲۰۱۷ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر بوقت

۲ بج کر ۱۵ منٹ پر فرمایا کہ شاہ صاحب مبارک آپ نے مریدین و سالکین کے آداب و شرائط پر بہت سی کتب تحریر فرمائی ہیں اب کوئی کتاب اس موضوع پر بھی تحریر فرمادیں کہ ”مرشد کون بن سکتا ہے؟“ اب آپ کے امر پر یہ کتاب لکھی جارہی ہے۔

و اما شرائط الشیخوخۃ فکثیرۃ

(۱) منہا استقامۃ الشرع کما قیل ان اراد الطالب ان یاخذ مرشدا فی سبیل اللہ تعالیٰ فلابد ان یختار من ہو صاحب الاستقامۃ علی الشرع لان الولایۃ لا یتحقق الا باختیار الشریعۃ۔

پیر کیلئے پہلی شرط یہ ہے

کہ وہ شریعت پر مستقیم ہو، جس طرح کہا گیا ہے کہ جو طالب مرشد طلب کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ ایسا پیر تلاش کرے جو شریعت کا پابند ہو، کیونکہ ولایت بغیر پابندی ٔ شریعت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

شرط نمبر ۲

و منہا ان یکون نسبۃ طریقتہ منتہیا الی النبی ﷺ بیعۃ بعد بیعۃ لئلا یکون طریقتہ بدعۃ فان صاحب البدعۃ ملعون علی لسان الشارع ﷺ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس نے جس مرشد سے بیعت کی ہے وہ طریقہ تسلسل کے ساتھ یدا بید ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک حضور پر نور ﷺ تک پہنچتا ہو (متصل ہو اس طریقہ میں یدا بید اتصال ہو) اگر اتصال نہ ہو گا تو ایسا پیر بدعتی ہے اور اس کا وہ طریقہ بدعت ہے اور بدعتی حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ملعون ہے۔

شرط نمبر ۳

ومنها العلم بعلوم الظاهری کماقال شارح المخزن عندقوله (هرچه داسلور علمه ئی نزده) ای من هو لیس بعالم بالاحکام الاعتقادیة والعلمیة ویدعی الارشاد والتلقین الی الناس فهو ناقص یضل الناس ولیس باهل لذالک لان العلم الضروری لاجل الارشاد فی العلم الباطنی لان الطریقة لاتتم الا بالشریعة الاتری الا قوله علیه الصلوٰة والسلام۔

الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی والمعرفة اسراری فمن لم یقدر علی ان یعلمها لغیره فهو ناقص لان العلم بمنزلة الطهارة للصلوٰة فکما لاتصح الصلوٰة بدون الطهارة لایصح الارشاد بدون العلم ولهذاقال بعض الصوفیة من تزهد بغیر علم جن فی آخر عمره او مات کافرا۔ انتهیٰ۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ پیر علوم ظاہری پڑھا ہوا ہو، جیسے کہ صاحب شارح مخزن فرماتے ہیں کہ جسے ان چار علوم کا علم نہ ہو، یعنی اگر وہ پیر احکام اعتقادیہ اور احکام علمیہ کا عالم نہ ہو اور پیر ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگوں کو تلقین و تبلیغ کرے سو وہ ناقص ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، وہ پیر ہونے کا اہل نہیں، کیونکہ علوم باطنیہ کیلئے علوم ظاہریہ کا ہونا لازم ہے، کیونکہ علوم شریعت کے بغیر طریقت حاصل ہو ہی نہیں سکتی،

حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ:

(۱) شریعت میرے اقوال ہیں۔

(۲) طریقت میرے افعال ہیں۔

(۳) حقیقت میرے احوال ہیں۔

(۴) اور معرفت میرے اسرار ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص دوسروں کو علم دینے پر قادر نہ ہو وہ ناقص ہے کیونکہ علم بمنزل طہارت کے ہے نماز کیلئے، جس طرح نماز بغیر طہارت کے جائز نہیں اسی طرح پیری بغیر علم کے صحیح نہیں جائز نہیں بلکہ بعض اصفیاء واولیاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر علم کے پیر بن گیا سو وہ شخص عمر کے آخری حصے میں پاگل یا کافر ہو کر مرے گا۔

شرط نمبر ۴

وایضاقال کمالابدمن (۱)علم التفسیر(۲)والحدیث(۳)والفقه (۴)والمناظرة (۵)کذالابدمن علم التعاط، وهی عبارة عن نفی المرادات وایجادالامانی وعادات النفسانیة وحصول الاسرارالروحانیة وهویحصل بفناء الروح فی مشاهدةانوارالذات الالهیة۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ:

(۱) پیر کیلئے مفسر قرآن ہونا لازم

(۲) پیر کیلئے احادیث کا محدث ہونا لازم

(۳) پیر کیلئے فقیہ ہونا لازم

(۴) پیر کیلئے مناظر ہونا لازم

(۵) پیر کیلئے علم تعاط کا ہونا لازم۔

(علم تعاط کی وضاحت) یہ وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے انسان خواہشات اور مرادات سے اور عادات نفسانیۃ سے بچتا ہے اور اسرار روحانیہ کو حاصل کرتا ہے علم تعاط در حقیقت اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں مستغرق کرنا ہوتا ہے۔

شرط نمبر ۵

پیر کو علوم شریعت وعلوم طریقت کا عالم ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ مریدین کو جب شریعت کے مسائل درپیش ہوں اوران کے پاس انکا حل نہ ہو تولا محالہ اپنے مرشد سے ان مسائل دریافت کریں گے پیر عالم ہو گا تو اپنے مریدین کو شریعت کے مسائل کا حل بتا سکے گا۔ نیز مریدین کو طریقت کے مسائل سمجھنے میں کوئی اشکال آئے تو پیر مذہب اہل سنت وجماعت کے عین مطابق اس مشکل گتھی کو سلجھادے گا۔

شرط نمبر ٦

ومنہاماذکرت فی ھذہ الآیۃ قال اللّٰہ تعالیٰ: فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکھف ٦٥) الی آخرہ ففی ھذا الآیۃ ذکرت خمسۃ مراتب۔ فمن وجد فیہ ھذہ الصفات مسلم لہ الشیخوخۃ۔

(۱) الاولی کونہ فی مقام العبودیۃ ظاھرا و باطنا لایکون مرادہ ومقصودہ غیر اللّٰہ تعالیٰ کماقال اللّٰہ تعالیٰ۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا،

(۲) والثانیۃ کونہ محل ورود الرحمۃ من عند اللّٰہ تعالیٰ بلاواسطۃ الغیر ویعطیہ ماسئل لقولہ تعالیٰ۔ أتَيناهُ رَحمَةً مِّنْ عِندِنَا،

(۳) والثالث ان یکون فی مقام العندیۃ وھی عبارۃ عن الوصال وارتفع عن یدیہ کلماھو سوی اللّٰہ۔

(۴) والرابعۃ ان یتکلم فی کل ساعت من اللّٰہ تعالیٰ علما قال اللّٰہ تعالیٰ وعلمناہ ولا یتعطل عن تعلم العلم منہ سبحانہ اٰناًفاناً، کماقال اللّٰہ تعالیٰ: وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ﴿ال عمران ۱۹۱﴾

(۵) والخامسۃ ان یکون صاحب علم اللدن کماقال اللّٰہ تعالیٰ: مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿الکھف ٦٥﴾ وعلم اللدن عبارۃ عن علم الذات والصفات وعلم النفس۔

والشیطان والروحی والرحمٰن فاذاوجدفیه هذه الصفات فهو الشیخ الکامل الذی وصفه النبی ﷺ الشیخ فی القوم کالنبی فی الامة لا کل شیخ شبه بصورة الشیخ وهوفی الحقیقة کالشیطان لایجتنب عن الحرام ولایکون له حظامن حقیقة العرفان ومشاهدة الرحمٰن ولایوعظ لتلامیذه عن ارتکاب المعاصی واکل الحرام وصحبة الفساق فهو الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنةو الناس۔الیٰ آخره۔

(٦)ومنهاان یترک الحرص فی جمیع الاموال الدنیوی ویقتصریده عنهالیأخذ المریدخصلته۔

(٧)ومنهاالسخاوةبان یتعلم منه مریده هذه الصفة۔

(٨)ومنهاعلوهمة بان لایرغب ولایمیل الی الدنیاواهلهاولایلتفت الیهالاظاهرا ولا باطنا ویقع الطمع عن تلامیذه لئلایقعوافی الاعتراضات علیه فالحال ان شرائط الارشاد کثیرة لاتسعهاهذه الرسالة۔

شرط نمبر ٦

پیر وہ ہو سکتا ہے جس میں وہ مراتب موجود ہوں جو اس آیت میں ذکر کیے گئے ہیں آیت مذکورہ میں پانچ صفات یعنی مراتب کا ذکر ہوا ہے۔لہٰذا جس شخص میں یہ پانچ مراتب پائے جائیں وہ پیر بننے کا حقدار و مستحق ہے۔

(۱): مرتبہ اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص ظاہراً و باطناً مقام عبودیت میں ہو، اسکا مطلوب و مقصود ذات باری تعالیٰ ہو۔

(۲): مرتبہ ثانیہ یہ ہے کہ وہ ایسا جوہر خالص ہو کہ اس کے دل پر دوسرے واسطے کے بغیر، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو، بلکہ اسکی ذات نزول رحمت کا مرکز ہو،

(۳): مرتبہ ثالثہ یہ ہے کہ مقام عندیت پر فائز ہو اور مقام عندیت وصل مع اللہ کو کہتے ہیں، وہ صرف ذات باری تعالیٰ میں مستغرق ہو۔

(۴): مرتبہ رابعہ یہ ہے کہ وہ شخص ہر وقت علمی گفتگو کرنے والا ہو درس و تدریس میں مشغول ہو اور یہ کہ درس و تدریس کو کبھی چھوڑنے والا نہ ہو ہر حال میں پڑھاتا ہو، مشغلۂ علمی کبھی ہاتھوں سے نہ چھوٹے، جس طرح کہ ارشاد خداوندی ہے کہ وہ زمین و آسمانوں کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ تو نے انہیں بیکار پیدا نہیں کیا۔

(۵): مرتبہ خامسہ یہ ہے کہ اس شخص کو علم لدنی حاصل ہو جس طرح ارشاد خداوندی ہے، ہم نے اسے علم لدنی عطا فرمایا، صوفیاء فرماتے ہیں، علم لدنی کا معنی و مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہو، نفس اور شیطان کے فریب کا علم ہو، نیز رحمان، روح کا علم ہو، جس شخص میں یہ پانچ مراتب و صفات موجود ہوں وہ پیر ہونے کا حقدار ہے، اور وہ حقیقی پیر کامل ہے، ایسے کامل و اکمل کیلئے حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ پیر اپنے مریدوں میں وہ مقام رکھتا ہے یعنی اس کی فوقیت مریدوں پر ایسی ہے جیسے نبی کی فوقیت امت پر ہوا کرتی ہے،

خبردار:

رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہر پیری کا دعویٰ کرنے والا مراد نہیں کیونکہ بہت سارے پیر، پیری کا دعویٰ کرتے ہیں جبوں قبوں کا استعمال کرکے صورت تو وہی بنا رکھی ہے وضع قطع حلیہ، وہی بنا رکھا ہے مگر چونکہ اس میں اوصاف مذکورہ نہیں سو وہ پیر نہیں شیطان ہے جو لوگوں کا مال حیلوں سے حاصل کرکے حرام کھاتے ہیں، حرام سے اجتناب نہیں کرتے سو ایسا شخص عرفان و مشاہدہ انوار و تجلیاتِ رحمان سے محروم ہے "چونکہ وہ شخص علم دین سے دور ہے" سو وہ اپنے تلامذہ یعنی

مریدوں کو گناہوں سے بچنے کی تاکید نہیں کرتا، حرام سے بچنے اور فاسقوں فاجروں کی صحبت سے بچنے کی تاکید نہیں کرتا، سو یہ شخص پیروں کے لباس میں شیطان ہے،، جس پر یہ آیت سچی آتی ہے:

الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (الناس ۵)

(۶): صفت نمبر چھ: وہ شخص دنیا کے اموال کو چھوڑنے والا ہو اور اپنے ہاتھ کو دنیا کے مال کے حصول سے بچائے رکھنے والا ہو تاکہ مرید بھی اپنے مرشد سے سبق حاصل کرلے۔

(۷): علم روحانیت کی عطا میں سخاوت ہو، بخیل نہ ہو تاکہ مرید مستفیض ہوسکے۔

(۸): عالی ہمت وارادے والا ہو، دنیا اور دنیاداروں سے رغبت نہ ہو نہ ہی دنیا اور دنیاداروں کی جانب التفات کرنے والا ہو تمام ترتوجہ شاگردوں مریدوں کی طرف مبذول کرنے والا ہو تاکہ وہ اعتراضات میں نہ پڑیں ، پیروں کیلئے شرائط ارشاد اور بھی کافی ہیں میں انہیں چند شرائط واوصاف کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

کون لوگ علم کے قاتل ہیں؟

ایسی تقاریر سے سامعین کی ذہنی زمین میں حکایات وواقعات تو کاشت ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ علم سے خالی رہتی ہے۔ نتیجتاً آہستہ آہستہ علم اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ آج سے تیرہ سو پچیس (۱۳۲۵) برس پہلے مشہور تابعی حضرت ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی نے ایسے مقررین و مبلغین کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ علم کے قاتل ہیں۔

ما أمات العلم إلا القصاص يجالس الرجل الرجل القاص سنة فلا يتعلق منه بشيء ويجلس إلى العلم فلا يقوم حتى يتعلق منه بشيء۔[9]

---

[9] (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۲۲۶ ۳، الکواکب الدریۃ فی طبقات الصوفیۃ، ج ۱، القسم الثانی، ص ۳۴۷، الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبیر لعلی القاری، ص ۴۳)

علم کو نہیں مارا مگر قصہ خوانوں نے، آدمی قصہ خوانوں کی مجلس میں سال بھر بیٹھتا ہے لیکن اسے علم کی ایک بات بھی ہاتھ نہیں آتی اور عالم کے ساتھ گھنٹہ بھر بیٹھ جائے تو کچھ نہ کچھ علم لے کر اٹھتا ہے۔

حضرت ابو قلابہ نے کس حد تک درست کہا ہے؟ اس کو پرکھنے کے لئے آپ عصر حاضر کے تمام مکاتب فکر کی مجالس کا جائزہ لیں، آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قول کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے؟ اور یہ کہ یہ کن لوگوں پر فٹ آتا ہے؟ اگر آپ کو رب ذوالعطاء کی بارگاہ سے چشمِ بصیرت حاصل ہو تو آپ یہ جان کر کہ وہ لوگ کون ہیں، خون کے آنسو رونے پر مجبور ہو جائیں گے۔

ان پڑھ اور جاہل پیر اپنے آپ کو مبلغین اور ہدایت والے کہتے ہیں، ان کے اوپر علامہ نعمان آفندی کا حکم صادق آتا ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو:

قُلْ هٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وذكر بعض العارفين أن البصيرة أعلى من النور لأنها لا تصح لأحد وهو رقيق الميل إلى السوي، وفي الآية إشارة إلى أنه ينبغي للداعي إلى الله تعالى أن يكون عارفا بطريق الإيصال إليه سبحانه عالما بما يجب له تعالى وما يجوز وما يمتنع عليه جل شأنه، والدعاة إلى الله تعالى اليوم من هؤلاء الذين نصبوا أنفسهم إلى الإرشاد بزعمهم أجهل من حمار الحكيم توما، وهم لعمري في ضلالة مدلهمة ومهامه يحار فيها الخريت وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا ولبئس ما كانوا يصنعون۔[10]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (یوسف ۱۰۸)

---

10 (روح المعانی تفسیر آلوسی، ج۷، ص۸۷)

علامہ نعمان آفندی آلوسی یوں تفسیر فرماتے ہیں: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ کی طرف داعی پہ لازم ہے کہ وہ اللہ کی طرف پہنچنے کے راستہ سے خوب واقف ہو اسے یہ معلوم ہو کہ اس پر اللہ کی طرف سے کونسی واجبات ہیں۔ جائز کیا ہیں اور ناجائز کیا ہیں۔ لیکن آج کے داعی حضرات جو اپنی زعم میں رشد کا کام کرتے ہیں، ان کے گمان میں وہ حکیم توما سے بھی زیادہ جاہل ہیں (جو کہ عرب کے ہاں ضرب المثل ہے)۔ تمام عمر اس گھٹاٹوپ گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتے پھریں گے۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھا کام کرتے ہیں۔ ان کا یہ پیشہ بہت برا ہے۔

آفرین صد آفرین نعمان آفندی آلوسی کے ایمان پر۔ جو فرماتے ہیں کہ میرے زمانے کے مبلغین محکم گدھے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور فعلی صفات نہیں جانتے اور نہ صفات واجبی جانتے ہیں۔

نہ جائز اور منع جو اللہ تعالیٰ نے منسوب کئے ہیں۔ بطریقہ وجوب جائز جواز پر اور ناجائز منع پر۔ مقصد یہ ہے کہ جب نعمان آفندی آلوسی کے زمانے کے مبلغین محکم گدھے ہوئے تو ہمارے زمانے کے جاہل مبلغین جن کی جہالت اظہر من الشمس ہے، ہزار چند محکم گدھے نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں مدارک شریف کی عبارت:

على بصيرة اى مع حجة واضحة وبرهان غير عمياء ولا على هوى۔

یعنی بصیرت سے مراد اندھے پن اور خواہشات نفسانی کے بغیر واضح اور اکمل دلیل کے ساتھ یعنی پوری بصیرت۔

ملاحظہ فرمائیں تفسیر خازن کی عبارت:

على بصيرة عنى على يقين ومعرفة والبصيرة هى المعرفة التى يميز بها بين الحق والباطل۔[11]

بصیرت سے مراد یقین اور عرفان ہے۔ بصیرت وہ عرفان ہے جس سے حق اور باطل میں تمیز ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر کی عبارت:

على بصيرة اى ويقين وبرهان عقلي وشرعي۔[12]

بصیرت سے مراد یقین عقلی اور شرعی دلیل محکم۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ موجودہ تبلیغی جماعت اور جاہل پیران جو تقریباً سب ان پڑھ ہیں ان پڑھ اور جاہل کی مثال اندھے یا چوپائے کی ہوتی ہے۔ یہ حضرات شرعی تبلیغ کے اہل نہیں ہیں البتہ اپنے بڑوں کا خود ساختہ چھ نمبری دین اپنے مخصوص وضع کردہ طریقہ پر لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو تبلیغ لغوی ہے۔ حضرات اپنے آپ کو خدائی گرفت میں لاتے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! جان لو۔ فقہ، اصول، تفاسیر اور احادیث کا متفقہ فیصلہ ہے جو جاہل ان پڑھ خود کو مبلغ یا مرشد یا واعظ یا عابد اپنے گمان فاسدہ کے ساتھ ظاہر کرے تو وہ محض رہٹ کا گدھا ہے جو اپنی چکر پر ساری عمر گھومتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ میں نے کوسوں سفر کیا۔

---

[11] (تفسیر خازن، جلد ثالث ص ۴٦)

[12] (تفسیر ابن کثیر، جلد ثانی ص ۴۹٦)

مرشد کے لئے کتنا علم ضروری ہے؟

جب یہ معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص جس پیشہ، جس عہدہ، جس صنعت اور حرفت سے منسلک ہو اسے اس کے متعلق قرآن و سنت کے فرامین کا ازبر ہونا ضروری ہے۔ تو یہاں یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص مسندِ رشد و ہدایت کو سنبھالنا چاہے تو اس کے لئے کتنا علم ضروری ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مرشد کے حلقۂ ارادت میں علماء کرام بھی شامل ہوتے ہیں اور مرشد پر اپنے فرائض منصبی کے پیش نظر ان سب کی تربیت کرنا ہوتی ہے، لہٰذا اسے اپنے تمام مریدین سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہے۔ اس علم کی مقدار کیا ہے؟ آیئے خود اس شعبہ کے مشائخ کرام سے پوچھتے ہیں۔

مرشد کو متبحر عالم ہونا ضروری ہے، شیخ المشائخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ صوفیہ کی شرائط اور قواعد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: وہ شخص جو مشیخیت کی صدارت سنبھالے تاکہ بیعت کرے، ذکر کی تلقین کرے اور مریدین کو رشد و ہدایت سے ہمکنار کرے، اس بات کا محتاج ہے کہ:

اَنۡ یَّکُوۡنَ مُتَبَحِّرًا فِیۡ عِلۡمِ الشَّرِیۡعَةِ لِاَنَّ لَهٗ فِیۡ کُلِّ حَرۡکَةٍ مِیۡزَانًا شَرۡعِیًّا۔[13]

وہ علم شریعت میں متبحر ہو کیونکہ اسے ہر ہر حرکت میں شرعی ترازو کی ضرورت ہو گی۔

---

13 (الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، ص ٢٦)

مرشد کو عالمِ قرآن و حدیث ہونا ضروری ہے، سید الطائفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

پیران پیر غوث اعظم کے شیخ سیدنا جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طریقت میں داخل ہونے کے لئے یہ ضابطہ عائد فرمار کھا تھا کہ:

من لم یحفظ القرآن، ولم یکتب الحدیث لا یُقتدی به في طریقنا هذا، لأن طریقنا وعلمنا مقید بالکتاب والسنّة۔[14]

جنید و بایزید رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی گدیوں کو چمکانے والے کتنے ایسے پیر ہیں جو اس ضابطہ پر پورا اترتے ہیں؟

سالک ابتداء سے انتہاء تک علم کا محتاج ہے، امام فیروز آبادی کا ارشاد

امام مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ "العلم" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"علم سالکین کی منازل سے منزل اول ہے۔ اگر سالک اپنے پہلے قدم سے لے کر آخری قدم تک علم کو اپنا صاحب (ساتھی) نہ بنائے تو اس کا سلوک بے راہ ہو گا اور اس پر ہدایت اور فلاح کی راہیں مسدود و مقطوع (بند) رہیں گی"۔

اس پر تمام سادات عارفین کا اجماع ہے اور علم سے نہیں روکے گا مگر وہ شخص جو راہزن اور شیطان کا نائب ہو۔

---

[14] (مدارج السالکین لابن قیم، ج ۲، ص ۱۰۰، ۴۳۴، الرسالة القشیریة، ص ۶۴، فضل علم السلف علی الخلف لابن رجب حنبلی، ص ۴۵)

اولیاء کرام کی جماعت کے سردار اور ان سب کے امام سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مخلوق پر تمام راستے بند ہیں، ماسواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیروی کے، اور فرمایا: جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور حدیث کو لکھ کر محفوظ نہیں کیا، راہ سلوک میں اس کی اقتداء نہ کی جائے اس لئے کہ ہمارا علم کتاب وسنت کا مقید ہے"۔

حضرت ابو حفص رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

جو شخص ہر وقت اپنے تمام اقوال وافعال کا وزن کتاب وسنت کے ترازو سے نہیں کرتا اور کتاب وسنت کو اپنے خیالات پر حاکم نہیں بناتا اس کا شمار "دیوان الرجال" (مردان خدا کے دفتر) میں نہ کیا جائے۔

حضرت ابو سلیمان الدارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بسا اوقات میرے قلب میں کئی کئی دنوں تک صوفیانہ نکتے رہتے ہیں، مگر میں انہیں دو عادل گواہوں کے بغیر قبول نہیں کرتا اور وہ دو عادل یہ ہیں:

ا۔ کتاب ۲۔ سنت

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تصوف تین حقیقتوں کا نام ہے:

ا۔ سالک کا نور معرفت اس کے نور تقویٰ کو نہ بجھائے۔

۲۔ اس کے باطن میں ایسا علم نہ ابھرے جو کتاب الٰہی کے ظاہر کے خلاف ہو۔

۳۔ اسے اس کی کرامات محارم الٰہیہ کے پردوں کو فاش کرنے پر نہ ابھاریں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اگر تم ایسے شخص کو دیکھو جسے کرامات دی گئی ہوں کہ وہ ہوا میں چار زانو ہو کر بیٹھا ہے تب بھی دھوکہ میں نہ آنا جب تک کہ تم اسے امر و نہی، حدود الٰہیہ کی حفاظت اور حدود الٰہیہ کی حفاظت اور آداب شریعت میں پرکھ نہ لو۔

حضرت ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو دعویٰ کرتا ہو کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص معاملہ ہے لیکن وہ علم شرعی کی حدود سے باہر ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اصل تصوف کتاب و سنت کو لازم پکڑنا، خواہشات اور بدعات کو ترک کرنا، کراماتِ مشائخ کی تعظیم کرنا، مخلوق کے عذر پر نگاہ کرنا، اوراد و وظائف کو پابندی کے ساتھ نبھانا اور رخصتوں اور تاویلات کو چھوڑنا ہے۔

ایسے اقوال جو علم سے دور رہنے پر ابھارتے ہیں شیطانی وساوس ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس زندہ سے علم حاصل کرتے ہیں جو کبھی نہیں مرے گا اور تم ان زندوں سے علم حاصل کرتے ہو جو مر جائیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ علم دل اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ کوئی صوفی حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا کہہ رہا ہے (حدیث بیان کر رہا ہے) تو اس سے ہاتھ دھو لو۔ بعض کہتے ہیں کہ ہمارے پاس علمِ حروف ہے اور تمہارے پاس کاغذی علم ہے۔ اور بعض صوفیوں سے کہا گیا کہ آپ کیوں نہیں چلتے تاکہ عبد الرزاق سے حدیث کی سماعت کریں! تو وہ کہنے لگے جو خود رزاق سے سنتا ہے وہ عبد الرزاق سے سن کر کیا کرے گا؟ کس قدر بہترین طریقہ سے اس

شخص نے اپنی جہالت و غوایت پر پردہ ڈالا، ورنہ اگر امام عبد الرزاق اور ان کی مانند دیگر حفاظِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ ہوتے تو اسلام کی ایک بات بھی لوگوں تک نہ پہنچتی، اور جس شخص نے دلیل کو خیر باد کہہ دیا وہ سبیل سے گمراہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اور جنت کی طرف کتاب و سنت کے سوا اور کوئی دلیل نہیں"۔[15]

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اکمل الکاملین قطب الاقطاب خواجہ خواجگان مفتی شائستہ گل قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

آنکہ شخصی باید عالمی متبحر کہ درانواع علوم دینی و عقائد یقینی حظ وافر داشتہ باشد تادریقین وعقیدہ او خلل واقع نہ گردد، آنگاہ طالب ایں علم گردد، والا با علماء ناقص بسبب نقصانیت علم دینی، دریں علم خوض نمایند، وکافر گردد، چہ از ادراک عبارات و اشارات ایں علم عاجز آیند، یاآنکہ ایں علم بتمامہ اشارات است و وبارات واضح نگنجند، ایضا شاید و باید کہ علم کلام را کما حقہ دریافتہ باشد، تا طریق توفیق میاں ہر دو علم ممیز گردد، وداند کہ معرفت ذات وصفات باری تعالیٰ در ہر دو علم متحد اند، ہر کہ امتیاز بینھما جائز داند، او ضال و مضل است، مگر آنکہ در علم کلام قال است و قیل، اما ایں جا حال است و تخیل، وآنجا کارِ دلائل نقل است و عقل، اما ایں جا انقیاد، و بر ہر دو بانفراد از عقل۔

پس علماء ناقص رااحتراز از چناں باید کرد، کہ آدمی رااز شیر مردم خور۔

---

15 (بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، ج ۴، ص ۹۰)

کہ وہ پیر متبحر فی العلم ہو (علم کا سمندر ہو) اسی طرح علوم دینیہ اور عقائد یقینی اور تمام علوم کا ماہر ہو، تا کہ پہلے تو اس کے اپنے عقائد و یقین میں خلل واقع نہ ہو، تب وہ اس علم (روحانیت) کا طالب ہو گا، کیونکہ بہت سارے جہلاء یا کم علم بوجہ علم دین نہ جاننے کے اس میں آئے (یعنی پیر بن بیٹھے) اور کافر ہوئے، کیونکہ وہ اس علم (روحانی) کے عبارات و اشارات کے ادراک سے عاجز ہیں، یا یہ کہ یہ علم بتمامہ اشارات ہیں، یہ علم صرف عبارات سے واضح نہیں ہوتا، ان علوم (کسبی ظاہری) کا حصول اس لئے بھی لازم ہے کہ بغیر اس کے دونوں علوم (شریعت و طریقت) میں نہ تو تفریق کر سکتا ہے اور نہ وجہ امتیاز جان سکتا ہے یاد رکھو کہ ذات باری تعالیٰ جل جلالہ کی معرفت دونوں علوم سے یکساں حاصل ہوتی ہے اگر کوئی شخص دونوں علوم کی تفریق کا قائل ہو۔ دونوں علوم کو ایک دوسرے سے الگ سمجھتا ہو، وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

رہا علم کلام اس میں صرف قیل و قال ہے، جب کہ یہاں حال ہی حال ہے، علم کلام میں نقل و عقل کو دخل، جب کہ یہاں انقیاد، سوان پڑھ تو اپنی جگہ، وہ لوگ جو عالم کامل نہ ہوں، معمولی سا علم رکھتے ہوں، وہ بھی پیر بننے سے احتراز کریں، ایسا احتراز (بچنا)، جس طرح (اپنی حفاظت کے لئے) شیر سے احتراز کرتا ہے۔ (احتراز بمعنی بچنا)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کی شرائط

شیخ المحدثین، عارف کامل حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”اس شخص کی شرائط جس کے حوالے مزید اپنے آپ کو کر دے پانچ ہیں:

ا۔ علم صحیح (کتاب و سنت کا علم)　　　　۲۔ ذوقِ صریح (محبوب حقیقی کی اطاعت کا جذبہ)

۳۔ ہمت عالیہ (یعنی اس کا طائر ہمت دنیوی منافع تک محدود نہ ہو)

۴۔ حالتِ پسندیدہ (یعنی مشکوک حالات میں مبتلا نہ ہو)

۵۔ بصیرتِ کاملہ (یعنی دل کی آنکھ رکھتا ہو)"۔[16]

ایک اور مقام پر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے جعلی پیروں اور خالص مرشدین پر کلام فرمایا ہے جس میں غور و فکر کرنے سے عقل مند شخص کو کھوٹے اور کھرے کی تمیز ہو سکتی ہے۔ آپ اپنے دور کے جعلی پیروں کا رونا روتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمیں اپنے حال پر رونا چاہیئے کہ ہمارا سابقہ ایسے فرقہ سے پڑا ہے جن کا شیوہ اَکلِ حرام (حرام کھانا) اور جن کا طریقہ بطالت (بیکاری) و تعطل ہے۔ ان کے نزدیک جو بھی ہاتھ آجائے وہ حلال ہے اور جو ہاتھ نہ آئے وہ حرام۔ وہ دن رات اسی فکر میں گم رہتے ہیں کہ تر لقمہ ہاتھ آجائے، یا کوئی خوبصورت (عورت یا لونڈا) نظر پڑ جائے، یا کہیں سے نغمہ اور سرود کی آواز کان میں پڑ جائے۔ یہ لوگ اپنے لئے احوال ظاہر کرتے اور علوم و معارف بیان کرتے ہیں تاکہ عوام معتقد ہو جائیں اور اپنا الو سیدھا ہو جائے، حالانکہ انہیں حقیقی اسلام کی ہوا بھی نہیں لگی اور نہ حقیقی ایمان ان کے من میں آیا۔ تمام رات گانے سنتے اور ناچتے ہیں اور جب نماز میں پہنچتے ہیں تو کوے کی طرح ٹھونگیں مار کر چلتے ہیں۔ بادشاہوں اور مالداروں کی خاک چھاننے اور ان کے عطیات وصول کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچائے، کیونکہ یہ راہِ حق کے ڈاکو ہیں، اور دنیا کے چوروں اور ڈاکوؤں سے زیادہ خطرناک ہیں کہ دنیا کے ڈاکو تو صرف مال پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور یہ دین و ایمان پر۔ ناواقف لوگ چونکہ ان کو لباس درویشی میں دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ درویشی یہی ہے، لہٰذا ان کی اتباع کر کے

---

16 (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص ۱۳)

ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان کی نجاستوں سے پاک فرمائے کہ انہوں نے دین کے چہرے کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ان اہل خشیت وخوف سے راضی ہو جو تعظیم، مراقبہ اور معرفت واتباع سنت میں اپنی زندگی گزارتے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ انہیں کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ اے یارانِ طریقت! اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند ہو اور اس سے بچائے جو اسے ناپسند ہو"۔ [17]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کی آسان شرائط

مشہور محدث، مفسر فقیہ اور صوفی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرشد کی شرائط بیان کرتے ہوئے قدرے نرم ہاتھ رکھا ہے، تاہم آپ کی بیان کردہ شرائط بھی فی زمانہ ہزاروں پیروں میں سے کسی ایک آدھ مرشد میں ہو سکتی ہیں۔

آپ لکھتے ہیں:

"تیسرا سوال کہ بیعت لینے والے مرشد کے لئے کیا ضروری شرائط ہیں، سو مرشد کے لئے:

۱۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ وہ قرآن وسنت کا علم رکھتا ہو۔ قرآن وسنت کے علم سے میری مراد یہ نہیں کہ وہ اس میں درجہ کمال پر فائز ہو۔ مرشد کے لئے قرآن کا علم بس اتنا کافی ہے کہ اس نے تفسیر مدارک یا تفسیر جلالین یا ان جیسی کوئی اور تفسیر پڑھی ہو۔

۲۔ اور کسی عالم سے قرآن کی تحقیق کی ہو۔

۳۔ اور اس کے معانی حل کئے ہوں۔

---

[17] (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۳۳)

۴۔ مشکل الفاظ کو سمجھا ہو۔

۵۔ اسباب نزول کا احاطہ کیا ہو۔

۶۔ اور اعراب، قصص اور اس سے جو متعلق مسائل ہیں ان کا علم ہو۔

اور مرشد کے لئے سنت کا عالم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ:

۱۔ وہ حدیث کی ''المصابیح'' جیسی کتاب پڑھ چکا ہو۔

۲۔ اور اس نے اس میں تحقیق کی ہو۔

۳۔ اس کے معانی کو سمجھا ہو۔

۴۔ اس کے غریب و نامانوس الفاظ کی شرح کی ہو۔

۵۔ اور اس کے مشکل اعراب (ترکیب) کو حل کیا ہو۔

۶۔ اور حدیث میں جو دقیق مسئلہ آیا ہو فقہاء میں سے کسی ایک کی رائے کے مطابق اس کی تاویل و تشریح کی ہو۔

مرشد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قرآن کا حافظ ہی ہو، اور نہ یہ لازمی ہے کہ اس نے احادیث کی اسانید میں بڑی کرید کی ہو۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تابعین اور تبع تابعین منقطع اور مرسل حدیث بھی لے لیتے تھے، ہاں اس ضمن میں اصل مقصود صرف اتنا ہے کہ اس امر کا حتی الامکان اسے ظن غالب ہو جائے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ (اور اتنا جاننا کہاں آسان ہے، اور آج کل کتنے پیر ایسے ہیں جو کسی حدیث کی اصل پہچانتے ہوں؟ فیضی)

نیز مرشد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اصول فقہ، علم کلام، فقہ کی جزئیات اور ان کے فتاویٰ کا عالم ہو۔ ہم نے بیعت لینے والے کے لئے علم کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ بیعت سے اصل غرض امر

بالمعروف و نہی عن المنکر، تسکین باطن کے حصول کی تلقین اور برائیوں کو دور کرنے اور اچھائیوں کے حاصل کرنے کی ترغیب وارشاد سے ہے، اور چونکہ بیعت کرنے والے مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام باتوں میں اپنے مرشد کی اطاعت کرے۔ اس لئے اگر مرشد عالم نہیں تو اس سے ان امور کو سرانجام دینے کا کیسے تصور کیا جا سکتا ہے؟

تمام مشائخ اس امر میں متفق ہیں کہ جس شخص نے حدیثیں نہ لکھی ہوں اور قرآن نہ پڑھا ہو وہ کبھی وعظ نہ کرے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک مدت تک متقی علماء کرام کی صحبت میں بیٹھا ہو اور ان سے تربیت حاصل کی ہو اور وہ حلال حرام میں خوب پہچان کرنے والا ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اچھی طرح واقف ہو تو البتہ یہ چیزیں وعظ کرنے والے کے لئے ہو سکتی ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔[18]

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کے لئے ضروری علم

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک طویل سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

پیر میں چار شرطیں لازم ہیں:

۱۔ اول: سنی صحیح العقید مطابق عقائدِ علماء حرمین شریفین ہو۔

۲۔ دوسرے: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

۳۔ تیسرے: فاسق معلن نہ ہو۔

۴۔ چوتھے: اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک متصل ہو۔[19]

---

18 (القول الجمیل، ص ۵۴)

19 (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی، الملفوظ ۱۶۳، ۱۶۴)

مولانا امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کے لئے ضروری علم

مشہور حنفی فقیہ، صدر الشریعۃ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح لکھا ہے۔[20]

فقیہ اعظم ابو الخیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کے لئے ضروری علم

فقیہ اعظم ابو الخیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ہاں جب پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جائے مگر یہ ضروری ہے کہ مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالم دین، سنی صحیح العقیدہ، پابندِ شریعت ہو، یہ شرط ضروری ہے۔ پہلا مرشد ہو یا دوسرا یا تیسرا۔ کیونکہ جو خود ناواقف ہو یا گمراہ ہو تو دوسرے کو وہ معرفت یا ہدایت ورشد کا سبق کیا دے سکتا ہے؟"۔[21]

علامہ غلام رسول سعیدی کے نزدیک مرشد کی شرائط

فقیہ العصر، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ و امدنا بعلومہ وفیوضہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حوالے سے مرشد کی چار شرائط بیان کی ہیں ان میں سے پہلی دو شرطیں یہ ہیں:

ا۔ مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو، یعنی اہل سنت و جماعت سے ہو، امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن بد عقیدگیوں کا رد کیا ہے ان میں سے کسی میں ملوث نہ ہو۔

---

[20] (بہار شریعت، ج ا، حصہ اول، ص ٦٤)

[21] (فتاویٰ نوریۃ، ج ا، ص ٦٦٣)

۲۔عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو، حتیٰ کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو۔[22]

مرشد کے لئے علم و فقہ کا حصول شرط اول ہے

دنیا میں کوئی ایسا مرتبہ اور منصب نہیں ہے جس کو مکمل شرائط پوری کئے بغیر حاصل کیا جا سکے، ماسوا مشیخیت، پیری، مریدی کی خلافت اور سجادہ نشینی کے۔ حالانکہ یہ ذمہ داری دیگر تمام ذمہ داریوں سے زیادہ اہم اور اس کی شرائط کا پورا کرنا اشد ضروری ہے۔ مرشد کے لئے جہاں عمل و اخلاص، ممنوعات و مشکوکات سے مکمل اجتناب، فرائض، سنن، نوافل اور مستحبات کی پابندی ضروری ہے، وہاں ہمارے اسلاف سب سے زیادہ جس بات پر زور دیتے تھے وہ یہ تھی کہ سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا۔[23]

منصب سنبھالنے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

اسی لئے مشائخ سلف کے نزدیک یہ طے شدہ ضابطہ تھا کہ "پہلے فقہ پھر طریقت" چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مکتوب میں بعض مریدین کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقیہ صوفی بنو نہ کہ صوفی فقیہ، یعنی پہلے شریعت و فقاہت کو خوب اچھی طرح حاصل کرو، اس کے بعد حقیقت کی چوٹی پر چڑھو۔ یہ روش سلامتی کے قریب تر اور اس کی مضبوط بنیاد ہے۔ اگر پہلے

---

22 (شرح صحیح مسلم از علامہ سعیدی، ج ۴، ص ۸۶۸)

23 (کتاب العلم لابی خیثمۃ، ص ۸، بخاری، ص ۱۷)

سے صوفی ہو گئے اور حال کے تابع بن گئے تو سلامتی سے دور ہو جاؤ گے۔ علم پہلے حاصل کرنے سے شوقِ ترقی و تشنگی کے ساتھ طریقۂ تصوف و اہل حال میں کمال پیدا ہوتا ہے، لیکن غلبۂ ذوق و حال کے بعد علم کی طرف رجوع کرنا بہت دور جا پڑتا ہے"۔[24]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام میں شیخ المشائخ حضرت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے ایک خاص موقع پر حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کو دی تھی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

جَعَلَکَ اللّٰہُ صَاحِبَ حَدِیْثٍ صُوْفِیًا وَّ لاَ جَعَلَکَ صُوْفِیًا صَاحِبَ حَدِیْثٍ۔

اللہ تعالیٰ تجھے صاحبِ حدیث صوفی بنائے اور صوفی صاحب حدیث نہ بنائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ کی توضیح میں فرماتے ہیں:

اَشَارَ اِلٰی اَنَّ مَنْ حَصَّلَ الْحَدِیْثَ وَ الْعِلْمَ ثُمَّ تَصَوَّفَ اَفْلَحَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ قَبْلَ الْعِلْمِ خَاطَرَ بِنَفْسِهٖ۔

یہ آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے حدیث اور علم کو حاصل کیا پھر صوفی بنا تو وہ کامیاب ہوا، اور جو علم سے پہلے صوفی بن بیٹھا اس نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا۔[25]

اسی ہلاکت سے بچانے کے لئے مشائخ کرام اپنے مریدین کو سختی سے حکم فرماتے تھے کہ صوفی بننے سے پہلے علم حاصل کرو، چنانچہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ مشائخ سلف مریدین کو فرمایا کرتے تھے:

تَفَقَّهْ فِیْ دِیْنِکَ اَوَّلاً ثُمَّ تَعَالَ اُدْخُلِ الطَّرِیْقَ۔[26]

---

[24] (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دهلوی، ص ۹۰، ۹۱)

[25] (احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۲۸، الکواکب الدریة، ج ۱، قسم الثانی، ص ۵۷۱)

[26] (انوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، ص ۴۱)

جاؤ پہلے دین کی فقہ حاصل کرو پھر آؤ طریقت میں قدم رکھو۔

جہالت کے نقد فوائد

تَفَقَّهُ فِيْ دِيْنِكَ اَوَّلاً ثُمَّ تَعَالُ اُدْخُلِ الطَّرِيْقَ۔ [27]

جاؤ پہلے دین کی فقہ حاصل کرو پھر آؤ طریقت میں قدم رکھو۔

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت سادہ تھے اور وہ بیچارے جہالت کے فوائد سے قطعًا بے خبر تھے۔ خدا جانے انہیں یہ نکتہ کیوں نہیں معلوم تھا کہ مریدین جس قدر جاہل ہوں اسی قدر مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے دور میں نام نہاد پیروں (اور وڈیروں) کو یہ نکتہ خوب معلوم ہے کہ عوام الناس کو جاہل رکھو اور عیش کرو۔ کیونکہ عوام جتنی بدھو ہوں گے اسی قدر موج اڑانے کے مواقع میسر آئیں گے۔ چنانچہ ایک عرصہ سے پیر لوگ عوام کے بدھو ہونے کا خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عیش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی ــــــ گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اگر تحقیق سے کام لیا جائے، جعلی اور اصلی کے درمیان تمیز کی جائے اور اندھے ہو کر پیروں کے آستانوں پر ماتھانہ ٹیکا جائے تو جاہل پیروں کی دکان نہیں چل سکتی، مگر لوگوں خصوصًا پنجاب کے مسلمانوں سے تحقیق کی توقع رکھنا، اصلی اور نقلی کے مابین فرق کرنے کی امید کرنا عبث ہے۔ مفکر اسلام علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہاں کے مسلمانوں سے شکایت تھی کہ یہ کسی معاملہ میں تحقیق نہیں کرتے۔

---

[27] (انوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، ص ۴۱)

آپ "ضرب کلیم" میں "پنجابی مسلمان" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت　　کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا　　ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے　　یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد [28]

تیسرے شعر کو بار بار پڑھیئے! اگر انسان غور وفکر سے کام لے اور نام نہاد پیری مریدی کے کھیل میں تحقیق کی بازی نہ ہارے اور قرآن و سنت سے ہٹ کر جو تاویلات کے پھندے لگائے جاتے ہیں ان سے دور بھاگے تو کس طرح جعلی پیری مریدی کا کھیل پنپ سکتا ہے اور کیونکر جاہلانہ تاویلوں کا یہ جال (نیٹ ورک) قائم رہ سکتا ہے؟ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ دورِ حاضر کا مسلمان یا تو از خود قرآن و سنت کی طرف نہیں آ رہا، یا بڑی گہری سازش کے تحت اسے اس طرف آنے نہیں دیا جا رہا۔ بہر کیف جب تک مسلمان قرآن و سنت کی طرف نہیں آئے گا ضعیف الاعتقادی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا اور جب تک انسان ضعیف الاعتقاد رہے اس کے تمام امور پراگندگی اور انتشار کا شکار رہتے ہیں۔

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو　　ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں　　ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر [29]

کبھی آپ نے سوچا کہ دورِ حاضر میں عوام الناس کو علم اور علماء سے دور کیوں رکھا جا رہا ہے؟ صرف اس لئے کہ ان کے عقائد پختہ نہ ہوں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کو سُرتان (نام نہاد نعت کی محافل، جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

---

[28] (ضرب کلیم، ص ۵۳)
[29] (ضربِ کلیم، ص ۱۲۲)

کی مدح و صفات کم، اپنا رونا دھونا زیادہ ہوتا ہے) کی محفلوں پر لگا دیا گیا ہے، اور سر تان لگانے والوں کو جان بوجھ کر عوام کی رسائی سے دور دکھلایا گیا ہے، کہ جی یہ مصروف ہیں، اگلے دو سال کے لئے ان کی ڈائری پُر ہے وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ بعض سُر تان والے لوگ Ministers (وزراء) حضرات کی سفارش کے بغیر آتے ہیں نہیں۔ ایسی محافل کی سرپرستی سرکاری طور پر ہو رہی ہے کیونکہ سیاست دانوں کے لئے بھی تو جہالت مآب لوگ ہی مفید اور کارآمد ہوتے ہیں اور عملی طور پر ایسی محفلوں کی صدارت اور سرپرستی اکثر جاہل صوفی اور نام نہاد مشائخ کرتے ہیں تاکہ ان کی نظر کرم سے جہالت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے اور جاہل پیروں کی دکان داری پھلتی پھولتی رہے۔ چنانچہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب جا رہے ہیں اور چشمِ بد دور ان کی برکت سے اہل سنت کی جہالت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔

نوٹ: اگر آپ کے پہلو میں درد مند دل موجود ہو تو کبھی یہ معلوم کرنے کی زحمت بھی ضرور گوارا فرمائیں کہ مدارسِ اہل سنت سے فارغ ہونے والے علماء کرام اور دیگر مکاتب فکر کے مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کی تعداد میں کتنا فرق ہے؟ **فاعتبروا یااولی الابصار** !

ہمارے ہاں مکمل عالم بننے کی زحمت اس لئے گوارہ نہیں کی جاتی کہ علم کے شعبہ میں خدانخواستہ کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکے تو پیری مریدی کا Department (شعبہ) ہمہ وقت Open (کھلا) ہے اور دورِ حاضر میں اس کے لئے کسی قسم کے معیار اور اہلیت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو شخص پڑھا لکھا ہو وہ اس شعبہ میں کھپ ہی نہیں سکتا۔

لطیفہ: بعض علماء نے اپنے خاص احباب کو از راہِ مزاح کہا: یار! ہمیں پیر بننا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے: اگر پیسہ بٹور پیر بننا چاہتے ہو تو اس کا شارٹ کٹ راستہ یہ ہے کہ (اپنی لائبریری سے) یہ میز،

کرسیاں اور کتابیں ہٹادو، قالین بچھادو، گاؤ تکیے لگادو اور دیواروں پر کچھ تصاویر لٹکادو۔ انہوں نے ان کی بات کو ٹوکتے ہوئے کہا: کیا کتابیں پیر بننے میں رکاوٹ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، اس زمانے کے پیر بننے میں ضرور رکاوٹ ہیں۔ پھر اس صاحب نے پیروں کی وضع قطع اور لباس کے متعلق بھی کچھ ہدایات کیں۔ وہ عالم دین انہیں بار بار کہتے رہے: یار ہمارے پاس یہ علم اور وہ علم ہے، یہ ڈگری ہے اور وہ سرٹیفیکیٹ موجود ہے۔ ان کے دوست نے کہا: ہم آپ کی معلومات کا اعتراف کرتے ہیں لیکن جب تک آپ ہماری ہدایات پر عمل نہیں کریں گے اس وقت تک آپ اس زمانہ کے پیر نہیں بن سکتے، البتہ اگر آپ اصلی پیر بننا چاہتے ہیں تو ”اس پر ہوتی ہے محنت زیادہ“ جو کچھ بعض علماء کو ان کے خاص احباب نے اپنے تجربہ کی روشنی میں کہا اسے بعض حضرات نے یوں نظم کیا ہے:

ہو کے کاہل فقیر بن جاؤ — کر کے محنت امیر بن جاؤ
گر یہ دونوں باتیں نہیں ممکن — تو اس زمانے کے پیر بن جاؤ!

غیر عالم کا صوفی یا پیر بننا بہت سی خرابیوں کا مبدأ ہے

صحابہ کرام اور دیگر ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تحقیق اور تجربہ کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ علم سے پہلے عبادت اپنالینا، شیخ، صوفی اور پیر بن جانا جہاں خود ایسے شخص کے حق میں بارگاہ ایزدی سے دوری کا باعث بنتا ہے وہاں لوگوں کے حق میں بھی بہت سی خطرناک برائیوں کا سبب ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمٰن! مجھے کوئی ایسی بات سکھائیں جس کی بدولت مجھے خیر حاصل

ہو۔ آپ نے فرمایا: "تَفَقَّهُ فِي الدِّيْنِ" (دین کی سمجھ حاصل کر) وہ زیر لب بولنے لگا: شاید ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میری بات سمجھی نہیں۔ اس نے پھر اپنے سوال کو دہرایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: افسوس ہے! "اَلَيْسَ الْفِقْهُ فِي الدِّيْنِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرِ الْعَمَلِ؟" (کیا دین کی سمجھ بہت سے عمل سے بہتر نہیں ہے؟) پھر فرمایا بے شک ایک قوم نے حجروں کو سنبھال لیا اور انہوں نے روزے اور نمازیں شروع کر دیں یہاں تک کہ ان کی جلدیں ان کی ہڈیوں پر خشک ہو گئیں لیکن "لَمْ يَزْدَادُوْا بِذٰلِكَ مِنَ اللهِ اِلاَّ بُعْدًا۔ (اس سب کچھ نے انہیں اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اور کچھ نہیں دیا)۔[30]

حضرت ضرار بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بے شک ایک قوم نے علم کو ترک کر دیا، اہل علم کی مجالس سے منہ موڑ لیا، انہوں نے آستانے بنالیے پھر نمازیں اور روزے شروع کر دیئے، حتیٰ کہ ان کی ہڈیوں پر ان کی جلد بوسیدہ ہو گئی، انہوں نے سنت کی مخالفت کی اور ہلاکت میں جا گرے۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس شخص نے بلا علم عمل کیا اس نے اصلاح سے زیادہ فساد برپا کیا"۔[31]

ان دو روایتوں سے جاہل صوفی اور جاہل پیر کی ذاتی محرومی کا علم ہوا اور حسبِ ذیل روایت سے ان کا دوسرے لوگوں کے حق میں مضر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

---

30 (کتاب الفقیہ والمتفقہ، ج ۱، ص ۱۰۷، ۱۰۸)

31 (کتاب الفقیہ والمتفقہ، ج ۱، ص ۱۰۸، جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱، ص ۱۳۲)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

العامل علی غیر علم کالسالک علی غیر طریق، و العامل علی غیر علم ما یفسد أکثر مما یصلح، فاطلبوا العلم طلبا لا تضروا بالعبادة، و اطلبوا العبادة طلبا لا تضروا بالعلم، فإن قوما طلبوا العبادة و ترکوا العلم حتی خرجوا بأسیافهم علی أمة محمد صلی الله علیه و سلم و لو طلبوا العلم لم یدلهم علی ما فعلوا۔[32]

بغیر علم عمل کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو بغیر راہ کے چلنے والا ہو، اور بغیر علم عمل کرنے والا شخص اصلاح سے زیادہ فساد پھیلاتا ہے۔ پس علم طلب کرو کامل علم، تاکہ تم عبادت کو ضائع نہ کرو (اور اے عالمو!) خلوص سے عبادت کرو تاکہ تم علم کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ پس بلاشبہ ایک قوم نے عبادت کو اپنایا اور علم کو ترک کر دیا حتیٰ کہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر تلواروں کے ساتھ نکل آئے۔ اگر وہ علم طلب کرتے تو علم انہیں ایسا کرنے پر نہ ابھارتا۔

ہر دور میں یہ بات آزمائی گئی ہے کہ متعبدین (عبادت کو اپنانے والے جہلاء) علماءِ حق کو اذیتیں دیتے رہے۔ ہمارے دور میں بھی ایسے جاہل متعبدین اپنے ماتھوں پر سجدوں کے نشان کے باوجود شریف بدمعاشی سے باز نہیں آتے۔ علماء حق کو اٹھوالینا، انہیں اذیت پہنچانا یا قتل کرانا ان گندم نماز جو فروش صوفیوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ یہ لوگ چونکہ اپنی جہالت کے باعث علمی حقائق سے دور اور محروم ہوتے ہیں اس لئے ان کے سامنے اگر کوئی ایسی علمی بات بیان کی جائے یا کوئی ایسا علمی مسئلہ تحریری طور پر ان کے سامنے آجائے جس سے ان کے جاہلانہ نظریات متاثر ہوتے ہوں تو یہ لوگ لڑنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے

---

[32] (جامع بیان العلم و فضله، ج ۱، ص ۵۴۵)

ایک ہزار برس پہلے بیان فرمایا تھا اور اسی کو نہایت مختصر الفاظ میں شیخ اجل، قطب الاقطاب حضرت العلام السید المرشد پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

"اگلے زمانہ میں لوگ پہلے علومِ ظاہری حاصل کرتے تھے اور ان میں دستگاہ کامل حاصل کرنے کے بعد پھر بغلبۂ حال صوفی ہوتے تھے، اس طرح ان کی روش شیطانی وسوسہ سے پاک ہوتی تھی، لیکن اب لوگ بباعثِ کوتاہ ہمتی شروع سے صوفی بن جاتے ہیں اور یہی بات بہت سی خرابیوں کا مبدأ ہے"۔[33]

بے علم صوفی مسخرۂ شیطان ہے

فقیہ امت، عارف باللہ، عاشق رسول، صوفی باصفا مجدد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بے علم صوفی کو مسخرۂ شیطان قرار دیا ہے، اور آپ نے اس سلسلے میں طویل کلام فرمایا ہے اور اس کلام کو احادیث و واقعات سے مؤکد فرمایا ہے۔ یہاں ہم بین القوسین احادیث کی تخریج کرتے ہوئے آپ کا کلام پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

"صوفیاء کرام فرماتے ہیں: صوفی بے علم مسخرۂ شیطان است (بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے) وہ جانتا ہی نہیں شیطان (اسے) اپنی باگ دوڑ پر لگا لیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے: المتعبد بغیر فقه کالحمار في الطاحون۔[34] بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی) ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا، کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ ایک صاحب اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے تھے 'قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی

[33] (ملفوظات مهريه، ص ١٠١)

[34] (جامع الصغیر، رقم الحدیث: ٩١٦٩)

بِاَسْرَارِهِمْ' انہوں نے ایک صاحب ریاضت و مجاہدہ کا شہرہ سنا ان کے بڑے بڑے دعاوی (دعوے) سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے؟ عرض کی مجھے دیدار الٰہی (ہر) روز ہوتا ہے، ان آنکھوں کے سامنے سمندر پر خدا کا فرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔ اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے سوائے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی "فوق السماوات والعرش" دیدار ہوا۔ خیر، ان بزرگ نے ایک عالم کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے انہوں نے عرض کی بے شک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: إن إبليس يضع عرشه على الماء۔[35] (شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے) انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا اسی کی عبادت کرتا رہا اس کو سجدے کرتا رہا۔ کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے، پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

سیدی ابوالحسن جوسقی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن علی بن ہیتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلہ (کے لئے) بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: حضرت شب قدر میری نظروں میں ہے، شجر حجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں، نور پھیلا ہوا ہے۔ میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس (کی وجہ) سے میں سجدہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا: اے فرزند وہ سلاخ نہیں، وہ تیر

[35] (مسلم، رقم الحدیث: ۷۱۰۶، مسند احمد، رقم الحدیث، ۱۴۴۳۰)

ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے، شب قدر وغیرہ کچھ نہیں۔ عرض کی حضور میری تشفی کے لئے کوئی دلیل ارشاد ہو! فرمایا: اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹو۔ سمیٹنا شروع کیا جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا، آپ کے ہاتھوں سے شور وغل ہونے لگا۔ حضرت مجھے چھوڑیئے میں جاتا ہوں۔ تب ان کے مرید کی تشفی ہوئی۔ پھر فرمایا کہ بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے (دھاگے) کی لگام ڈالتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں، ابلیس کا تخت بچھتا ہے، شیطان کی کارگزاری پیش ہوتی ہے، کوئی کہتا ہے کہ اس نے اتنی شرابیں پلائیں، کوئی کہتا ہے کہ اس نے اتنے زنا کروائے، سب کی سنیں۔ کسی نے کہا کہ آج اس نے فلاں طالب کو پڑھنے سے باز رکھا ہے، سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگا لیا اور کہا اَنْتَ اَنْتَ تو نے کام کیا، اور (دیگر) شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیئے ہیں ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی۔ ابلیس بولا تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے، اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔ بتاؤ وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لئے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور (دیگر) شیطان مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بنا کر رستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستے میں ابلیس کھڑا تھا السلام علیکم، وعلیکم السلام! حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ عابد صاحب نے فرمایا کہ جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات اور ارض (آسمانوں اور زمینوں) کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے؟

عابد صاحب نے سوچا اور کہا: کہاں آسمان اور زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی؟ (شیطان) بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جائیے! اور شیاطین سے کہا دیکھو اس کی راہ ماردی، اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی؟ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے، اس نے کہا: السلام علیکم، وعلیکم السلام! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے، اس نے وہی سوال کیا۔ (تو عالم نے فرمایا:) ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے، ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین داخل کردے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ ۲۰) عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا: دیکھو یہ علم ہی کی برکت ہے۔[36]

(انوار العرفان فی اسماء القرآن، ص ۲۷۷ تا ۲۹۲)

مولانا الحاج فقیر اللہ بن عبد الرحمٰن الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کی شرائط

اعلم ان للمشیخۃ واخذ البیعۃ شروط منھا علم الکتاب والسنۃ لان الغرض من البیعۃ امرہ بالمعروف ونھیہ عن المنکر وارشادہ الی تحصیل السکینۃ الباطنیۃ وازالۃ الرزائل واکتساب الحمائد ثم امتثال المسترشد بہ فی کل ذلک فمن لم یکن عالما فکیف یتصور منہ ھذا وقد قال اللہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ واتفق المشائخ کلھم علی ان لا یتکلم مع الناس الا من القرآن وکتب الاحادیث والرقائق وحکایات المشائخ حتیٰ لا یعرفھم العامۃ الی بانھم نقلۃ لا یتکلمون من احوالھم وعلیٰ ھذا القدم کان کثیر من المشائخ اللھم الا ان یکون رجلا صاحب العلماء الاتقیاء دھرًا طویلاً وتادب علیھم وکان متفحصا عن الحلال والحرام وقافا علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ فعسی ان یکفیہ ذلک واللہ تعالیٰ اعلم ومنھا العدالۃ والتقویٰ فیجب ان یکون مجتنبا عن الکبائر غیر مصر علی الصغائر

---

36 (کتاب الفقیہ والمتفقہ، ج ۱، ص ۲۵۱، جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱، ص ۱۲۹، مصائب الانسان من مکائد الشیطان، ص ۹۵، عن ابن عباس، الملفوظ، ص ۲۶۹ تا ۲۷۱، فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۱۹۹)

ومنها الزهد فی الدنیا والرغبة فی الاخرة والحرص علی الطاعات المؤکدة والاذکار الماثورة والمواظبة علی تعلق القلب بالله سبحانه و منها لامر بالمعروف والنهی عن المنکر ومنها صحبة المشائخ والتادب بهم دهرا طویلا واخذ نور الباطن والسکینة منهم وهذا لان سنة الله جاریة بان الرجل لا یفلح الا اذا رای المفلحین کما ان الرجل لا یتعلم الا بصحبة العلماء وعلیٰ هذا القیاس غیر ذلک من الضاعات ومنها ان لا ینام قلبه بحکم الارث لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم وذلک لان الکامل مطالب یحفظ ذاته الباطنة من الغفلة کما یحفظ بالیقظة ذاته الظاهرة ومنها عدم الطمع قط فی مال المدعوین ولا فی حمدهم ولا ثنائهم علیه فان مرتبة الداعی شرطها ان تکون اعلیٰ من مرتبة المدعو فلا ینبغی له ان یخلع ثوبا البسه الله سبحانه ایاه ولا یجوز اخذ طریق الفقر من الناقص لان الناقص صاحب هوی متبع ومایشوب بالهویٰ لا یؤثر وان اثر اعان علی الهویٰ فیحصل ظلمة علی ظلمة ولان الناقص لا یمیز بین الطرق الموصلة الی الحق سبحانه اذ هو غیر واصل وما حصل له الفناء والبقاء قط وکذا لا یمیز بین استعدادات المختلفة للطلبة واذا لم یمیز طریق الجذبة عن طریق السلوک فربما سلک به طریق السلوک وکان استعداده مناسبا لطریق الجذبه فاضل عن الطریق کما ضل والشیخ الکامل المکمل الذی رجع بعد الفناء والبقاء لتکمیل الناقصین یعرف استعداد المرید فیعامله مناسبا لاستعداده ولن فسد استعداده بالتلقی من الناقص یصلحه بازالة ما اصابه من الناقص فیعامله حسب استعداده کالطبیب الحاذق یبذل جهده اولا فی تشخیص المرض ثم یداویه وان ضاعت قابلیة ازالة المرض من دواء الطبیب الناقص یعالج الحاذق اولا فی ازاله اثر دواء الناقص ثم یتوجه الی ازالة المرض من دواء الطبیب الناقص ثم یتوجه الی ازالة المرض فصحبة الشیخ الناقص الذی لم یتم امره بالسلوک والجذبة سم قاتل والانابة الیه مرض مهلک یضیع استعداده الرفیع فالتکمیل لا یتصور الا من الشیخ الکامل المکمل فلایجوز اخذ الطریق الی الله سبحانه من الناقص لمامر و لا من المقلد بابائه الکاملین المکملین غیر سالک مسلکهم وغیر واصل مبلغهم لان نسبة الارادة لاتصح الا بالتعلیم والتعلم وحصول درجة التکمیل ولیس فیه شئی من ذلک واجازة

بعض الکمل لاهل الجذبة لیست هی للتکمیل بل انما هی لرفع الغفلة الشائعة فی الخلق فانهم لما راوا الغفلة فی الناس و عدهم توجهم الی خالق الخلق و الی العبادات یأمرون بعض الجذبة ان یلقنهم شفقة علیهم فبتلقینه ایاهم یتاثرون و فی صحبة یسری نوع الحال ایهم فینتبهون عن نومة الغفلة و ان لم یحصل لهم الکمال و کذا اجازتهم للمبتدی الذی لم یکن من اهل الجذبة و هو و ان لم یکن له حظ من الانوار الباطنیة لکن ینتفع الناس بتلقینه کالمروة فانه لا تنتفع من النار التی هی مودعة فیها انما ینتفع بها الناس باخراجها عنها فالاجازة و التاثیر مطلقا لیسا بعلامة الکمال بل کونهما علامة انما هی بعد الرجوع لتکمیل الناقصین بخلاف الناقص الغیر المجاز له و ان کان صاحب الجذبة فان فی تلقینه نقصان و من کان فنهیئا للتکمیل فله علامات منها ما تقدم و منها ان لا تشغله الاعمال الظاهرة عن الاعمال الباطنة و کذا العکس و منها اخذ الحظ و الذوق من العبادات الظاهرة من المکتوبات و الواجبات و السنن الرواتب و الزوائد و تلاوة القرآن و الادعیة الماثورة الموقتة و غیر الموقتة و منها ظهور المناسبة بالناس فی جمیع الامور من المباحات و تحصیل المال و تضییعه فلما رای الشیخ فی المرید هذه الحالات فله ان یجیزه للدعوة الی الحق و اذا کان هذا من شروط المشیخة و علامتها فینبغی للمرید ان یجتهد فی معرفة ان یصلح شیخا و یجوز الاقتداء به فان هلاک اکثر الطالبین بل عموم الناس کان بالاقتداء بالائمة المضلین و افتراق الامة الی ثلث و سبعین فرقة نشاء من الصوفیة الذین ما کانوا علی ما جاء به النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم و ان یقصد شیخا من اهل زمانه هو مؤتمن علی دینه و قد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم و ان یکون معروفا بالنصح و الامانة عارفا بالطریق۔

(قطب الارشاد،۵۲۶)

پیر اور شیخ بننے کے لئے اور بیعت لینے کے لئے شرائط

ا۔ پیر اور شیخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب و سنت کا علم جانتا ہو کیونکہ بیعت لینے کی غرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے اور سکون باطنی کی تحصیل کی طرف رہنمائی کرنا اور اعمال رزائل کو زائل کرا کر خصائص حمیدہ پیدا کرنا مقصود ہے تو اگر مرشد عالم نہیں ہو گا تو یہ تمام امور کیسے اس سے متصور ہوں گے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

اور تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ لوگوں کے ساتھ قرآن عظیم الشان اور احادیث مبارکہ اور رقائق (یعنی دل کو نرم کرنے والی باتیں) اور صالحین کی حکایات جن کو عام لوگ نہ جانتے ہوں کے ساتھ گفتگو کرے۔ اس میں جو ہو صرف وہ نقل کرے اپنے پاس سے تشریح نہ کرے، یہ کثیر مشائخ کا طریقہ کار رہا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص علماء اتقیاء کے ساتھ ایک طویل زمانہ رہا ہو ان کے آداب حاصل کئے ہوئے ہوں اور حلال اور حرام کو جانتا ہو کتاب و سنت پر واقف ہو تو یہ بھی کفایت کرے گا۔

(یعنی با قاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی مگر مطالعہ کتب سے ضروریات دین کا علم رکھتا ہے تو کافی ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ عدالت و تقویٰ والا ہو۔ عدالت کا معنی یہ ہے کہ دین کے معاملات کو ترجیح دیتا ہو، اور متقی ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو۔

۳۔ دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت کی طرف پوری توجہ و رغبت ہو طاعات مؤکدہ اور اذکار ماثورہ پر حریص ہو اللہ تعالیٰ کی طرف قلبی رحجان ہو۔

۴۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہو۔

۵۔ مشائخ کی صحبت و آداب کے ساتھ ایک طویل زمانہ سے وابستہ ہو اور ان سے نور باطن اور سکینہ قلبی حاصل کیا ہوا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاریہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک فلاح نہیں پا سکتا جب تک فلاح والوں کو نہ دیکھ لے۔ جیسے کوئی شخص علماء کی صحبت میں بیٹھے بغیر علم خود حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح دیگر کاموں کو بھی بغیر استاد کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ شیخ کے لئے ضروری ہے کہ مردہ دل نہ ہو یعنی اس کا دل ہمیشہ بیدار رہے سویا ہوا نہ ہو، غافل بھی نہ ہو تاکہ کامل وراثت حاصل ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا ینام قلبی۔ (کہ میرا دل نہیں سوتا ہے) کیونکہ کامل مطالب تب حاصل ہوں گے جیسے بیداری میں ظاہر کی حفاظت رکھتا ہے تو اس طرح سوتے ہوئے باطل کو غفلت سے محفوظ رکھے۔

۷۔ شیخ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں طمع و لالچ نہ ہو یعنی مال کی بھی طمع نہ ہو اور مریدین وغیرہ سے تعریف و ثناء کی طمع و لالچ بھی نہ ہو کیونکہ داعی بلانے کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مدعو جس کو دعوت دی ہے کہ مرتبہ سے اعلیٰ ہو یعنی پیر کا مرتبہ مرید کے مرتبہ سے بلند ہے تو بلند ہی رہنا چاہیئے، لالچی نہ بنے اللہ تعالیٰ نے اسے جو خلعت کا جوڑا دیا ہے اسے نہ اتارے۔

نوٹ: (یہ چند شرائط تھیں جن کا بیان ہوا اب چند اہم امور پر بحث کی جاتی ہے)۔

۱۔ ناقص پیر سے طریقت کا سبق و درس لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ صاحب ھوا خواہش کا پجاری ہے اور اس کے تمام کام اس کی خواہش کے تابع ہیں ان میں کوئی اثر اور اگر اس کے باوجود کوئی

طریقت میں اس کو ترجیح دے تو وہ اس کی خواہش پر مدد گار ہے، تاریک پر تاریک کا حصول ہے یعنی اندھیرے میں مزید اضافہ کرنا ہے، کیونکہ ناقص طریق وصول الی اللہ میں فرق نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود واصل نہیں ہے اس راستہ سے واقف نہیں ہے اور اس کو فناء وبقاء حاصل نہیں ہے۔

اور ناقص سالکین کی مختلف استعدادات کے درمیان فرق نہیں کر سکتا اس لئے سلوک اور جذب میں تمیز و جدائی نہیں کر سکتا پس وہ مجذوب کو سلوک اور سالک کو جذب کے راستہ پر چلانے لگے گا حالانکہ مرید کی استعداد اس سے مختلف ہے تو وہ ناقص پیر مریدوں کو بھی گمراہ کرے گا جیسے کہ وہ خود طریقت کا گمراہ ہے جبکہ شیخ کامل مکمل جو فناء و بقاء کا راستہ طے کر کے لوٹا ہے وہ ناقص کو تکمیل تک پہنچا دے گا، مرید کی استعداد کے مناسب تربیت کر کے منزل مقصود تک رسائی کر دے گا۔ جیسے کہ ماہر و تجربہ کار حکیم و طبیب پہلے مرض کی تشخیص کرتا ہے پھر دوا دیتا ہے۔ اگر ناقص طبیب کی وجہ سے مرض بگڑ گیا ہے تو ماہر و تجربہ کار طبیب پہلے ناقص طبیب کی دوا کے اثر کو ختم کرے گا پھر مرض کے ازالہ کی طرف متوجہ ہو گا۔ تو ناقص پیر جس نے سلوک و جذبہ طے نہیں کئے۔ تو اس ناقص پیر کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی انابت مہلک مرض ہے، اپنی بلند استعداد کو ضائع کرنا ہے اس سے تکمیل نہیں متصور تکمیل تو صرف شیخ کامل مکمل سے ہو سکتی ہے تو ناقص سے طریقت میں بیعت ہونا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اور مقلد سے بیعت بھی جائز نہیں ہے یعنی وہ شخص جس کے آباؤاجداد تو کامل و مکمل ہوں یعنی باپ داد تو پیر کامل ہوں لیکن خود ان کے راستہ پر نہ ہو اور ان کے مبلغ تک نہ پہنچا ہوا ہو۔ موروثی گدی نشین ہو فقط کیونکہ ارادت کی نسبت (یعنی پیری و مریدی) تعلیم و تعلم کے بغیر صحیح نہیں ہے اور تکمیل کے درجہ کے حصول کے بغیر بھی درست نہیں ہے۔ اس ارادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۳۔ بعض کاملوں کا اہل جذبہ کو اجازت دینا یہ تکمیل کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ مخلوق میں جو غفلت عام ہو چکی ہوتی ہے اس غفلت کو اٹھانے اور دور کرنے کے لئے اجازت دی جاتی ہے کہ کاملین نے لوگوں کی غفلت ولاپرواہی کو دیکھا اور خالق کی طرف عدم توجہ کو دیکھا اور عبادات کی طرف بھی عدم توجہ کو ملاحظہ کیا تو بعض اہل جذبہ کو تلقین کی اجازت ان پر شفقت کرتے ہوئے دے دی پس وہ جب لوگوں کو تلقین کریں گے تو اس کا کچھ اثر ان پر بھی پڑے گا اور ان کی صحبت سے حال کا کچھ حصہ ان کو بھی میسر ہو جائے گا تو وہ غفلت کی شنید سے خبر دار اور بیدار ہو جائیں گے اگر چہ ان کے لئے کمال حاصل نہ ہو سکے گا۔

۴۔ اور اس طرح مشائخ مبتدی کو جو اہل جذبہ میں سے نہیں ہے اس کو بھی اجازت دے دیتے ہیں وہ اگر چہ انوار باطنیہ میں سے کوئی حصہ نہیں رکھتا لیکن اس کی تلقین سے لوگوں کو نفع ہو سکتا ہے۔

جیسے کہ آئینہ ہے کہ اس میں ذاتی لحاظ سے کوئی کمال نہیں ہے بلکہ دوسروں کو وہ فائدہ دیتا ہے۔

اس طرح وہ پتھر جس سے آگ نکلتی ہے تو خود اس پتھر میں کوئی کمال نہیں ہے ہاں جو آگ نکلتی ہے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں تو وہ پتھر دوسروں کے لئے نفع بخش ہے۔

پس مبتدی اور اہل جذبہ کی اجازت اور تاثیر یہ کمال کی علامت نہیں ہے بلکہ وہ خود دونوں دوسروں کے لئے علامت ہیں کہ رجوع کے بعد ہی ناقصین کی تکمیل ہو سکتی ہے کہ ان کے پاس آنے والا کامل ہی کی طرف رجوع رکھے گا کیونکہ ان دونوں کی تکمیل اجازت پر موقوف ہے۔ اس لئے صحیح ہے۔

ہاں وہ ناقص جو مجاز نہیں ہے یعنی اس کو اجازت حاصل نہیں ہے اگر چہ وہ اہل جذبہ ہی سے ہو تو اس کی تلقین میں نقصان ہے۔

(کہ وہ تکمیل تک کیسے پہنچائے گا کہ اس کے سامنے تو کوئی منزل ہی نہیں ہے)

علامات التکمیل:

۱۔ کچھ تکمیل کی علامات ماقبل میں گزر گئی ہیں۔

۲۔ اعمال ظاہرہ میں مشغولیت اعمال باطنہ کے لئے اور اعمال باطنہ میں مشغولیت اعمال ظاہرہ کے لئے رکاوٹ اور نقصان و خلل کا باعث نہ ہو۔

۳۔ عبادات ظاہرہ مثلاً مکتوبات یعنی فرائض و واجبات و سنن رواتب اور سنن زوائد اور تلاوت قرآن اور تمام ماثورہ دعائیں خواہ وقتیہ اور یا غیر وقتیہ ہو ان تمام عبادات میں ذوق و شوق اور لذت و حلاوت حاصل ہو۔

۴۔ لوگوں کے تمام امور مباحات اور تحصیل مال و تضیع مال وغیرہ میں اس کی لوگوں کے ساتھ مناسبت ظاہر ہو یعنی مناسبت کا اظہار ہو۔ جب شیخ کسی مرید میں ان حالات و کیفیات کو دیکھے تو شیخ کو چاہیئے کہ وہ دعوت الی الحق کے لئے مرید کو اجازت دے، یہ چند شیخ و مشیخیت کی شرائط و علامات کا بیان تھا۔

ملا صالح محمد القاضی کے نزدیک مرشد کی شرائط

وشروط الذی یصلح ان یکون نائبًا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان یکون عالمًا۔ لان الجاھل لایصلح للارشاد۔ وان یکون معرضًا عن حب الدنیا وحب الجاء۔ وان یکون من قلہ۔ الاکل والنوم والقول۔ وکثرۃ الصوم والصلوٰۃ والصدقۃ۔ ومتصفا بمحاسن الاخلاق، کالصبر، والشکر، والتوکل، والیقین، والسخاوۃ، والقناعۃ، والحلم، والتواضع، والصدق، والحیاء، والوفاء، والتکون، وامثالھا، ومثل ھذا الشیخ نور من انوار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصلح للاقتداء بہ ولکن وجودہ نادر من

الکبریت الاحمر و ان ساعدت السعادت فو جدت شیخًا کما ذکرنا لا تفارقہ و کن خادمًا لہ بالید و المال و الجاہ و أحفظ قلبہ و اوقاتہ و سیرتہ لقولہ تعالیٰ کونوا مع الصادقین و لما ورد فی الحدیث کن مع اللہ تعالیٰ و ان لم تکن فکن مع من کان مع اللہ فانہ یوصلک الی اللہ تعالیٰ ان کنت معہ و فی حدیث آخر الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ خیزینۃ الاسرار انتھی ما نقلناہ من کلامہ الشریف مختصرًا و متفرقًا و ان شئت زیادۃ الاطلاع علی ھذا المرام فطالع میزان المسوی و تتمۃ المیزان المسوی و نقلناہ ھھنا باقل قلیل و اما المطلب السادس الذی ھو بیان علامات المرشد الناقص الغوی و لزوم التباعد و الفرار عنہ، فبیانھا ھی انھا عکس العلامات التی ذکرناھا فی المرشد الکامل المربی فتذکر، فعلی ھذا، فمنھا انہ لا یکون متولی خدمۃ ربہ بکل ما امکنہ بروحہ و جسمہ و دنیاء، و منھا انہ لا یکون مشتغلاً باللہ تعالیٰ، و لا یکونج مستغرق القلب فی نور معرفۃ جلال اللہ تعالیٰ فان رآی رآی غیر دلائل قدرۃ اللہ تعالیٰ، و ان سمع سمع غیر آیات اللہ تعالیٰ و ان نطق نطق بغیر ثناء اللہ تعالیٰ و ان تحرک تحرک فی غیر طاعۃ اللہ تعالیٰ و ان أجتھد أجتھد فی غیر مایقربہ الی اللہ تعالیٰ، و یفتر عن ذکر اللہ تعالیٰ، و یری بقلبہ غیر اللہ تعالیٰ فھذہ علامات المرشد الناقص الغوی و اذا کان العبد کذالک لا یکون اللہ تعالیٰ ولیہ و ناصرہ و معینہ، و منھا عدم الانصاف بحسن الایمان و التقویٰ، و امتثال المأ مورات، و اجتناب المنھیات، علی طبق الشرع، و منھا الجھل و عدم العلم بالکتاب و السنۃ و منھا عدم العدالۃ و عدم التقویٰ، و ارتکاب الکبیرۃ، و الاصرار علی الصغائر، و منھا عدم الزھد فی الدنیا، و منھا عدم الرغبۃ فی الاخرۃ، و عدم الحرص علی الطاعات المؤکدۃ و الاذکار الماثورۃ، و عدم المواظبۃ علی تعلق القلب باللہ تعالیٰ، و منھا الطمع فی مال المدعوین، و فی حمدھم و ثناءھم علیہ، و منھا ان یکون محب الدنیا و الجاہ و العزۃ، و منھا عدم الامر بالمعروف، و عدم النھی عن المنکر، و منھا ان ینام قلبہ، و منھا ان تشتغلہ الاعمال الظاھرۃ عن الاعمال الباطنۃ و کذا العکس، و منھا عدم أخذ الذوق و الحظ من العبادات الظاھرۃ، من المکتوبات و غیرھا، و تلاوۃ القرآن و الادعیۃ الماثورۃ الموقتۃ و غیر الموقتۃ، و ایضًا قال محقق علماء قوتہ و عارف مشائخ عصرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالتہ

المسماة بتتمة الميزان المسوی بقوله فصحبة الشيخ الناقص الذی لم يتم امره بالسلوک والجذبة سم قاتل والانابة اليه مرض مهلک، يضيع استعداد المريد الرفيع، ويفسده مثل فساد البيضة، فلا يجوز اخذ الطريق الی الله تعالیٰ من الناقص لمامر، ولا من المقلد بآبائه الكاملين المكملين غير سالک مسلكهم، وغير واصل مبلغهم، لان الارادة لا تصح الا بالتعليم والتعلم وحصول درجة التكميل وليس فيه شئی من ذالک، وايضًا الشيخ الناقص مثل الزانی، ومريده ولد الزانی، والشيخ الناقص مثل الصنم، ومريده مثل عابد الصنم، ويفتضح هو ومريده علی رؤس الاشهاد يوم القيامة، والشيخ الناقص مثل الطبيب الجاهل، يعل الصحيح ويقتل المريض، والشيخ الناقص اشرار الاشرار، وافجر الافجار، والشيخ الناقص مثل المنافق، ينطفیء نور فقره عند الموت، واحاطت به ظلمات المتراقمة، مثل ظلمات الليلة المظلمة المتغيمة المطيرة وادركته اللعنة، والغضب والخزلان، كماينطفیء نور كلمة المنافق عند الموت، واحاطت به ظلمات الكفر، ووصل الی درک الاسفل من النار، والشيخ الناقص مثل الدجال، ومثل الفرق الضالة ومثل الرافضية والوهابية، ويكون بينه وبين مريده مخاصمة والتبری يوم القيامة، كما بين التابع والمتبوع من الفريق الضالة الكفرة، والی غير ذالک من انواع العذاب والنكال، فينبغی للمريد ان يجتهد فی معرفة من يصلح شيخًا، ويجوز الاقتداء به، لان هلاک اكثر الطالبين، بل عموم الناس بالاقتداء بالائمة المضلين، وافتراق الامة الی ثلث وسبعين فرقة نشاء من الصوفية الذين ما كانوا علی ما جاء به النبی صلی الله تعالیٰ عليه وآلہٖ واصحابه وسلم۔[37]

شیخ احمد الکمشخانوی النقشبندی کے نزدیک مرشد کی شرائط

وقال أبومدين كل من ادعی مع الله حالا ثم ظهرت منه احدی خمس فهو كاذب أو مسلوب ارسال الجوارح فی معصية الله والتصنع بطاعة الله والطلمع فی خلق الله ولوقيعة فی خلق الله وعدم احترام المسلمين علی الوجه الذی أمر الله (وشروط الشيخ الذی يلقی المريد

[37] (نورالعقائد فی بيان عقائد اهل السنة والجماعة، ص ۳۴۹)

اليه نفسه خمسة) ذوق صريح وعلم صحيح وهمة عالية وحالة مرضية وبصيرة نافذة فمن فيه خمسة لا تصح مشيخته الجهل بالدين واسقاط حرمة المسلمين والدخول فيما لا يعنى واتباع الهوى فى كل شئى وسوء الخلق من غير مبالاة۔[38]

فصل دربیان

بحث جواز رقیه واخذ الاجرة علیها

الحمد لله الذى جعل علمائنا كالمصابيح رجوما للشياطين وذريعة لخروج الناس من الظلمات الى النور قامعين للدجالين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعين، اما بعد!

فقد قال الله تعالىٰ فى كلامه المجيد: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (الإسراء ۸۲)

"اَلشِّفَاءُ" قرآن کریم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور یہ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵۷، سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۲ اور سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیت نمبر ۴۴ سے ماخوذ ہے۔ حدیث پاک میں بھی قرآن حکیم کو "اَلشِّفَاءُ النَّافِعُ" (نفع بخش شفاء) فرمایا گیا ہے۔

قرآن اور روحانی شفاء

قرآن حکیم روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

وَشِفَاءٌ لِمَافِي الصُّدُورِ (یونس ۵۷)

اور دلوں کی صحت۔

---

[38] (جامع الاصول فى الاولياء وانواعهم واوصافهم وأصول كل طريق و مهمات المريد، وشروط الشيخ وكلمات الصوفيه واصطلاحهم وأنواع التصوف ومقاماتهم، ص ۱۱)

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ (فصلت ۴۴)

تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شِفا ہے۔

ان دونوں آیات میں صراحت ہے کہ قرآن کریم سینے کے روگوں اور باطنی بیماریوں کے لئے شفاء ہے، اور سورۃ بنی اسرائیل میں قرآن کریم کو بلا تخصیص شفاء فرمایا گیا ہے۔ اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نفسیاتی اور جسمانی تمام امراض کے لئے شفاء ہے۔ وہ فرماتے ہیں: وَشِفَاءٌ لِمَافِي الصُّدُورِ (یونس ۵۷) سے اگرچہ روحانی امراض مثلاً کفر و شرک، حسد، بغض، کینہ اور غیبت وغیرہ کی طرف اشارہ ہے، تاہم انہی امراض روحانی کے زوال سے جسمانی امراض کا سدباب بھی ہو جاتا ہے اور علاج بھی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اگر انسان خود کو مذکورہ بالا روحانی امراض سے دور رکھے تو وہ جسمانی امراض سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

علامہ سید محمد آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے قلبی اور نفسیاتی امراض بعض جسمانی امراض کا سبب بن جاتے ہیں، بلاشبہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ حسد اور کینہ جسمانی امراض کا سبب بن گئے"۔[39]

علاوہ ازیں مسلمان جب احکام قرآنی پر عمل کرتا ہے تو اسے روحانی قوت حاصل ہوتی ہے، مثلاً نمازی آدمی کو نماز کے لئے لازماً طہارت صغریٰ اور کبریٰ (وضو و غسل) پر کاربند رہنا پڑتا ہے اور اس پاکیزگی کے آثار اس کے جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔ پانچ وقت نماز کی ادائیگی کی برکت سے نمازی کا جسم چاق و چوبند رہتا ہے، اور اسے چنداں ورزش کی حاجت نہیں رہتی۔ روزے کی حالت میں جو جسمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ کسی ذی شعور پر مخفی نہیں ہیں۔ زکوۃ اور خیرات کی ادائیگی کی

---

[39] (روح المعانی، ج۷، ص ۲۰۴)

صورت میں دلوں کو جو حقیقی فرحت نصیب ہوتی ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ دل کی فرحت کے آثار ہر حال میں جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔

قرآن اور جسمانی شفاء

روح اور دل کے لئے قرآن حکیم کے شفاء ہونے پر تفصیلی گفتگو اسماء قرآن "الروح" اور "النور" کے تحت ہو چکی ہے۔ اس لئے یہاں صرف قرآن حکیم کے جسمانی شفاء ہونے پر گفتگو ہو گی۔ اس بحث میں دم درود، تعویذات کے پینے، باندھنے اور لٹکانے وغیرہ کا ذکر آئے گا اور اس کے جواز پر مدلل گفتگو ہو گی۔ والتوفیق من اللہ تعالیٰ

اصلی اور نقلی معالج

جس طرح جسمانی امراض کے معالجین کی دو قسمیں ہیں، اسی طرح روحانی امراض کے معالجین کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ نقلی ۲۔ اصلی

۱۔ نقلی وہ جو ظاہری ٹھاٹ باٹ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اپنے مصنوعی آستانوں کی خوب آرائش اور اپنے نام کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں کرتے ہیں۔ ان کے ناموں کے آگے پیچھے لمبے چوڑے القاب وغیرہ درج ہوتے ہیں، لیکن ان کا باطن نہایت تاریک ہوتا ہے۔ ان کے ہاں نماز و روزہ اور اعمال حسنہ کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ لوگوں کی عزت اور ناموس پر ڈاکے ڈالنا اور ان کے مال پر ہاتھ صاف کرنا ان کا اصل ہدف ہوتا ہے۔ ان کے دم اور تعویذ وغیرہ جہالت پر مبنی اور بالکل بے اثر ہوتے ہیں۔ اگر کسی سادہ شخص کو فائدہ ہو جائے تو وہ اس شخص کے ذاتی یقین کا نتیجہ ہوتا ہے، کیونکہ یقین ایک عظیم قوت ہے۔ یقین کی قوت پر یہاں ایک واقعہ کا ذکر بہت مناسب ہو گا۔ جس میں یہ

بات مذکور ہے کہ ایک شخص کو کاغذ کے ایک پرزے پر چند دوائیں لکھ کر دی گئیں اور کہا گیا کہ اس کو جوش دے کر تین دن تک پیو۔ وہ مریض دواؤں کی بجائے کاغذ کے ٹکڑے کو گھول کر پی گیا اور شفا یاب ہو گیا۔

چنانچہ اردو ڈائجسٹ میں نفیس صدیقی رام پوری بیان کرتے ہیں:

"حکیم وحید احمد صدیقی جو ۲۰ جولائی ۱۹۹۱ء کو انتقال کر گئے حکم اجمل خان صاحب کے بھتیجے حکیم محمد احمد خان صاحب کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگے: ایک بار ایک مریض افغانستان سے آیا اور مرض کی ایسی عجیب و غریب کیفیات بیان کیں کہ تمام طالب علم سوچنے لگے، دیکھیں حکیم صاحب کیا دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ حسب عادت مجھے حکم ہوا کہ میں نسخہ لکھوں، چنانچہ وہ دوائیں بولتے رہے اور میں لکھتا رہا۔ نسخہ مریض کے حوالے کر کے کہنے لگے: تین بار پانی میں جوش دے کر پی لینا، مریض چلا گیا اور تین دن بعد آ کر بولا کہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ تین دن اور پی لینا۔ وہ افغانی بولا "لا نسخہ دے" ہم دم بخود تھے اور سمجھ گئے کہ اب اس کی شامت آئی کیونکہ حکیم صاحب کا نسخہ کھو دینے کا مطلب تھا ان کے قہر سے دو چار ہونا لیکن حکیم صاحب نے دوبارہ نسخہ لکھ کر اسے دے دیا اور پھر طالب علموں کو مخاطب کر کے کہنے لگے، "بھئی وہ نسخہ ہی گھول کر پی گیا" تین دن بعد وہ افغانی آیا تو بالکل ٹھیک تھا۔ پوچھنے پر اس نے اقرار کیا کہ میں نے دوا نہیں بلکہ نسخہ کے تین ٹکڑے کر کے تین بار پیئے ہیں۔

اس واقعے کے بعد حکیم صاحب نے رموز طب بیان کر کے بتایا کہ عقیدہ (یقین) کس حد تک مرض کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے اور اس سلسلے میں تاریخ حکمت کے بہت واقعات ہمیں سنا دیئے"۔[40]

جب ایک حکیم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے کو پینے سے مریض کو ذاتی یقین کی بدولت شفاء مل گئی، حالانکہ حکیموں سے حاصل شدہ کاغذ کو پیا نہیں جاتا تو بتلایئے ایسے یقین کے ساتھ کسی کاغذ کو تعویذ سمجھ کر پیا جائے تو کتنا فائدہ ہو گا؟

۲۔ اصلی معالجین وہ ہیں جن کی مکمل توجہ ظاہر کی بجائے باطن کو سنوارنے پر مرکوز رہتی ہے۔ وہ پیشہ ور لوگوں کی طرف صرف ظاہر کو سنوارنے میں نہیں بلکہ باطن کر روشن کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ تعویذات دیتے ہیں تو کاروبار کے طور پر نہیں بلکہ خلق خدا کو نفع پہنچانا ان کا مقصود ہوتا ہے۔ یہ پاکیزہ لوگ اجنبی عورتوں سے تنہائی میں میل جول کرنے سے پرہیز کرتے ہیں جبکہ پیشہ ور عاملین اور نجومی فقط مردوں سے پرہیز کرتے، گھبراتے اور کتراتے ہیں۔

فی زمانہ چونکہ لوگ باطن بین کم اور ظاہر بین زیادہ ہیں، اسی لئے لوگوں کا ہجوم اکثر وہاں ہوتا ہے جہاں ظاہری چمک دمک ہو۔ معالجین کی ان دو قسموں میں فرق اور شناخت کے بارے میں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ایسے دجال صفت معالجین اور ان کے پاس جانے والے لوگوں کے متعلق شرعی حکم اس باب کے آخر میں بیان کیا جائے گا۔

---

40 (اردو ڈائجسٹ، مئی ۱۹۹۸)

قرآن مجید کے شفاء جسمانی ہونے پر دلائل

پہلے آیات قرآنی اور ان کی تفسیر، پھر احادیث مبارکہ اور ان کی تشریح، پھر علماء اسلام کی عبارات اور آخر میں شبہات، اعتراضات اور ان کے جوابات پیش کئے جائیں گے۔

قرآن کریم کے شفاء جسمانی ہونے پر مفسرین کرام کی آراء

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۲ کے تحت علماء کرام نے قرآن حکیم کے جسمانی شفاء ہونے پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور اس امر پر بھی گفتگو کی ہے کہ آیا پورا قرآن کریم شفاء ہے یا صرف اس کے بعض مقامات؟ آیئے اس سلسلے میں تفاسیر پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (الإسراء ۸۲)

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

علامہ ماوردی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں تین وجوہ کا احتمال ہے۔

جن میں سے دو یہ ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ قرآن گمراہی سے شفاء ہے کیونکہ اس میں ہدایت ہے۔

۲۔ الثاني: شفاء من السقم، لما فيه من البركة۔

دوم یہ ہے کہ اس میں جسمانی بیماریوں سے شفاء ہے کیونکہ اس میں برکت ہے۔ [41]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی لکھا ہے۔ [42]

---

[41] (النکت والعیون، ج۳، ص ۲٦۸)

[42] (زاد المسیر، ج۵، ص ۵۸)

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور احتمال ہے کہ اس شفاء سے مراد قرآن کریم کا دم اور تعویذات وغیرہ کے ذریعہ بیماریوں میں نفع پہنچانا ہو''۔[43]

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وقیل إنه للتبعیض والمعنى أن منه ما یشفي من المرض کالفاتحة وآیات الشفاء۔[44]

علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[45]

علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ومن الأمراض الجسمانية أيضا لما في قراءته من التيمن والبركة وحصول الشفاء للمرض کما قال صلى الله عليه وسلم: من لم يستشف بالقرآن فلا شفاه الله۔[46]

اور قرآن مجید امراض جسمانی کے لئے بھی شفاء ہے کیونکہ اس کی قرأت میں برکت اور نفع ہے اور بیماری کے لئے شفاء ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن حکیم سے شفاء حاصل نہ کرے تو اسے اللہ تعالیٰ شفاء نہیں دیتا۔

علامہ عارف صاوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فالقرآن قلیله وکثیره شفاء من الامراض الحسية الظاهرية۔[47]

---

43 (المحرر الوجیز، ج۳، ص ۴۸۰)

44 (تفسیر بیضاوی، ج۱، ص ۵۸۰)

45 (ارشاد العقل السلیم، ج۵، ص ۱۹۱)

46 (غرائب القرآن، ج۴، ص ۳۷۹)

47 (حاشیۃ الصاوی، ج۳، ص ۵۱۳)

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

”اہل علم کا قرآن کریم کے شفاء ہونے میں اختلاف ہے اور اس میں ان کے دو اقوال ہیں:

۱۔ قرآن کریم دلوں کے لئے شفاء ہے کیونکہ اس سے اللہ جل جلالہ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والے امور سے جہالت اور شکوک کے پردے زائل ہو جاتے ہیں۔

۲۔ قرآن مجید دم اور تعویذ وغیرہ کے ذریعے ظاہری امراض کے لئے شفاء ہے، اور اس شفاء کو دونوں معنوں پر محمول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے“۔[48]

نواب صدیق حسن قنوجی بھوپالی غیر مقلد نے بھی بعینہ اسی طرح لکھا ہے۔[49]

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

أَمَّا كَوْنُهُ شِفَاءً مِنَ الْأَمْرَاضِ الْجِسْمَانِيَّةِ فَلِأَنَّ التَّبَرُّكَ بِقِرَاءَتِهِ يَدْفَعُ كَثِيرًا مِنَ الْأَمْرَاضِ. وَلَمَّا اعْتَرَفَ الْجُمْهُورُ مِنَ الْفَلَاسِفَةِ وَأَصْحَابِ الطِّلَسْمَاتِ بِأَنَّ لِقِرَاءَةِ الرُّقَى الْمَجْهُولَةِ وَالْعَزَائِمِ الَّتِي لَا يُفْهَمُ مِنْهَا شَيْءٌ آثَارًا عَظِيمَةً فِي تَحْصِيلِ الْمَنَافِعِ وَدَفْعِ الْمَفَاسِدِ، فَلَأَنْ تَكُونَ قِرَاءَةُ هَذَا الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَكِبْرِيَائِهِ وَتَعْظِيمِ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَتَحْقِيرِ الْمَرَدَةِ وَالشَّيَاطِينِ سَبَبًا لِحُصُولِ النَّفْعِ فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا كَانَ أَوْلَى وَيَتَأَكَّدُ مَا ذَكَرْنَا بِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يَسْتَشْفِ بِالْقُرْآنِ فَلَا شَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى۔[50]

قرآن جسمانی امراض کے لئے شفاء ہے کیونکہ اس کی تلاوت کی برکت سے بہت سی بیماریاں دفع ہو جاتی ہیں اور جب اکثر فلاسفہ اور اہل طلسمات نے اعتراف کیا ہے کہ مجہول جھاڑ پھونک اور ایسے منتر جن کا کچھ بھی مفہوم نہیں سمجھا جاسکتا، منافع حاصل کرنے میں اور مصائب دفع کرنے میں

---

48 (فتح القدیر، ج۳، ص ۳۰۰)

49 (فتح البیان، ج۷، ص ۴۴۴)

50 (التفسیر الکبیر، ج ۲۱، ص ۲۹)

عظیم تاثیر رکھتے ہیں تو قرآن عظیم کی تلاوت جو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر جلال اور اس کی کبریائی پر اور مقربین ملائکہ کی تعظیم پر اور سرکشوں اور شیطانوں کی تحقیر پر مشتمل ہے، ضرور دینی اور دنیوی منافع کے حصول کا سبب ہے، اور یہ حقیقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس فرمان سے مؤکد ہو جاتی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید سے شفاء حاصل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے شفاء نہیں دیتا۔

شیخ جمال الدین قاسمی نے امام رازی کی عبارت نقل کرکے آپ کی تائید کی ہے اور امام خازن اور علامہ جمل نے امام رازی کے کلام کا اول حصہ نقل کیا ہے۔[51]

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ومن ھاھنا لبیان الجنس لا للتبعیض فإن القرآن کلہ شفاء۔[52]

اور یہاں لفظ "مِنْ" بیان جنس کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں، کیونکہ قرآن سب کا سب شفاء ہے۔

ایک اور مقام پر ابن قیم لکھتے ہیں:

فَالْقُرْآنُ هُوَ الشِّفَاءُ التَّامّ مِنْ جَمِيعِ الْأَدْوَاءِ الْقَلْبِيّةِ وَالْبَدَنِيّةِ وَأَدْوَاءِ الدّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا كُلّ أَحَدٍ يُؤَهّلُ وَلَا يُوَفّقُ لِلِاسْتِشْفَاءِ بِهِ وَإِذَا أَحْسَنَ الْعَلِيلُ التّدَاوِيَ بِهِ وَوَضَعَهُ عَلَى دَائِهِ بِصِدْقٍ وَإِيمَانٍ وَقَبُولٍ تَامّ وَاعْتِقَادٍ جَازِمٍ وَاسْتِيفَاءِ شُرُوطِهِ لَمْ يُقَاوِمْهُ الدّاءُ أَبَدًا وَكَيْفَ تُقَاوِمُ الْأَدْوَاءُ كَلَامَ رَبّ الْأَرْضِ وَالسّمَاءِ الّذِي لَوْ نَزَلَ عَلَى الْجِبَالِ لَصَدّعَهَا أَوْ عَلَى الْأَرْضِ لَقَطّعَهَا فَمَا مِنْ مَرَضٍ مِنْ أَمْرَاضِ الْقُلُوبِ وَالْأَبْدَانِ إلّا وَفِي الْقُرْآنِ سَبِيلُ الدّلَالَةِ عَلَى دَوَائِهِ وَسَبَبِهِ۔[53]

---

[51] (تفسیر القاسمی، ج۴، ص۷۱۶، تفسیر الخازن، ج۴، ص۱۸۰، الفتوحات الالٰھیة، ج۲، ص۶۴۴)
[52] (التفسیر القیم، ص۳۴۸)
[53] (زادالمعاد، ج۴، ص۳۲۲)

پس قرآن تمام قلبی اور بدنی دنیوی اور اخروی بیماریوں کے لئے مکمل شفاء ہے لیکن ہر کوئی قرآن سے شفاء حاصل کرنے کا اہل اور لائق نہیں، اور جب بھی بیمار شخص نے بہترین طریقہ سے قرآن سے علاج کیا اور اسے صدق و ایمان، قبول تام، یقین کامل اور تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیماری پر استعمال کیا تو بیماری اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکی، اور بھلا کس طرح بیماریاں زمین و آسمان کے پروردگار کے کلام کا مقابلہ کر سکتی ہیں، جبکہ اس کی شانیہ ہے کہ یہ اگر پہاڑوں پر نازل ہوتا تو وہ پھٹ جاتے اور اگر زمین پر نازل ہوتا تو اسے کاٹ کر رکھ دیتا۔ پس قلبی اور بدنی امراض میں سے کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کے سبب کی اور اس کی دوا کی قرآن میں روشن دلیل نہ ہو۔

ایک اور مقام پر علامہ ابن قیم سورۃ الفاتحہ کے شفاء ہونے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: "خیر الدواء القرآن" بہترین دواء قرآن ہے، اور یہ معلوم شدہ حقیقت ہے کہ بعض کلاموں کے خواص اور منافع مجرب ہیں تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے کلام کے بارے میں، جس کو ہر کلام پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی مخلوق پر۔ وہ قرآن جو شفاء تام ہے، مفید پناہ گاہ ہے، ہدایت بخشنے والا نور ہے اور رحمت عامہ ہے کہ جو کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ پہاڑ اس کی عظمت اور جلالت سے پھٹ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن وہ جو شفاء اور رحمت ہے مومنین کے لئے اور یہاں حرف "مِنْ" بیان جنس کے لئے ہے نہ کہ تبعیض کے لئے، یہی قول

زیادہ صحیح ہے۔ پھر تمہارا سورۃ الفاتحہ کے بارے میں کیا گمان ہے جس کی مثل خود قرآن میں، تورات میں، انجیل میں اور زبور میں کوئی اور سورۃ نازل نہیں کی گئی"۔[54]

علامہ ابن قیم کی طرح اکثر علماء نے اس آیت مبارکہ میں لفظ "مِنْ" کو بیان جنس کے لئے قرار دیا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ قرآن کے بعض حصے ہی صرف شفاء نہیں بلکہ مکمل قرآن شفاء ہے۔

علامہ موافق الدین بغدادی لکھتے ہیں:

"جان لو کہ بعض کلاموں میں خاص تاثیر ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفع دیتے ہیں۔ علماء نے اس کی صحت پر گواہی دی ہے۔ پھر تمہارا اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں کیا گمان ہے؟ جبکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ قرآن بہترین دوا ہے"۔[55]

قرآن عظیم الشان کے شفاء جسمانی ہونے پر احادیث و آثار

قرآن کریم کی آیات اور ان کی تفسیر کے بعد اب ہم احادیث مبارکہ کا اندراج کر رہے ہیں تاکہ ان احادیث سے مفسرین علماء کرام کی عبارات کی تائید بھی ہو جائے۔

نوٹ: ہمارا مقصود تو یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کے جسمانی شفاء ہونے پر دلائل مہیا کریں تاکہ قرآن کریم سے جسمانی شفاء کے حصول کا قصد کرنے والے لوگوں کو ضعیف الاعتقاد نہ قرار دیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے فقط احادیث کا یکجا اندراج کرنا بھی کافی تھا، لیکن ہم قارئین کی سہولت اور ان کے مفاد کے پیش نظر فقط احادیث کا یکجا اندراج کرنا بھی کافی تھا، لیکن ہم قارئین کی سہولت اور ان کے مفاد کے پیش نظر فقط احادیث کا اندراج کرنے کی بجائے انہیں مختلف عنوانات

[54] (زادالمعاد، ج۴، ص ۱۶۲، ۱۶۳)

[55] (الطب من الکتاب والسنۃ، ص ۱۹۱)

کے تحت پیش کر رہے ہیں تا کہ ہمارے معزز قارئین کو معلوم ہو تا جائے کہ کس بیماری کے لئے کون سا روحانی علاج ہے۔

قرآن مجید میں یقیناً شفاء ہے

تعویذات میں عموماً قرآن مجید کی آیات اور اسمائے الٰہی لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان ہی کو پڑھ کر دم کیا جاتا ہے، لٰہذا تعویذات سے استفادہ کرنے والا قرآن سے شفاء طلب کرنے والا ہے اور یقیناً قرآن کریم میں شفاء ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌوَرَحْمَةٌلِلْمُؤْمِنِينَ (الإسراء ۸۲)

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

یہی مضمون احادیث میں بھی موجود ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خیر الدواء القرآن۔[56]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ قرآن بہترین دواء ہے۔

قرآن عظیم الشان اور شہد شفاء ہیں

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُم بالشِّفَاءَيْنِ: العَسَلِ و القُرآنِ۔[57]

---

[56] (سنن ابن ماجہ، باب الاستشفاء بالقرآن، ج ۲، ص ۱۱۶۹، دار الکتب العربیۃ، مصطفیٰ البانی، مصر)

[57] (سنن ابن ماجہ، باب العسل، ج ۲، ص ۱۱۴۲، رقم الحدیث: ۳۴۵۲)

تم دو شفاؤں کو لازم پکڑو! شہد اور قرآن مجید۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ حدیث امام حاکم نے بھی ذکر فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ کی شرط پر صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے امام حاکم کی تائید کی ہے، امام بوصیری نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[58]

نیز یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ، امام ابن ابی حاتم، امام بیہقی، امام دیلمی، امام ذہبی، ابن قیم، امام سیوطی، علامہ موفق الدین بغدادی، علامہ تیفاشی اور خطیب تبریزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر کی ہے۔[59]

اور تفاسیر میں اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے قرآن مجید کے شفاء ہونے کو بیان کیا ہے۔

چنانچہ ابن قیم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

ومن ههنا لبيان الجنس لا للتبعيض فإن القرآن كله شفاء۔[60]

ترجمہ: من یہاں پر بیان جنس کے لئے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے کہ قرآن مجید تو کل کا کل ہی شفاء ہے۔

---

58 (المستدرک للحاکم رقم الحدیث: ۷۵۱۲، ۷۵۱۳، ۷۵۱۴، ۷۲۷۵، زوائد ابن ماجہ، ص ۴۴۹)

59 (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۳۶۷۹، تفسیر ابن ابی حاتم، ج۷، ص ۲۲۹۰، شعب الایمان، ج۲، ص ۵۱۹، سنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، ص ۵۷۹، الفردوس بمأثور الخطاب، ج۳، ص ۵۶، الطب النبوی، ص ۲۷۰، زاد المعاد، ج۴، ص ۳۲، المنہج السوی، ص ۳۰۳، الدر المنثور، ج۴، ص ۲۳۰، مشکوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۵۷۱)

60 (التفسیر القیم، سورۃ الاسراء تحت الآیۃ ۸۲، ج ۱، ص ۳۶۳، مکتبہ ھلال، بیروت)

قرآن مجید جسمانی بیماریوں کے لئے بھی شفاء ہے

علامہ ماوردی شافعی اور علامہ ابن جوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (الإسراء ۸۲) کی تفسیر میں لکھا:

{وننزل من القرآن ما هو شفاءٌ ورحمةٌ للمؤمنين} يحتمل ثلاثة أوجه: أحدها: شفاء من الضلال, لما فيه من الهدى. الثاني: شفاء من السقم, لما فيه من البركة. الثالث: شفاء من الفرائض والأحكام, لما فيه من البيان۔[61]

ترجمہ: قرآن شفاء ہے اس میں تین احتمالات ہیں:

۱۔ قرآن گمراہی سے شفاء ہے، کیونکہ اس میں ہدایت ہے۔

۲۔ قرآن جسمانی بیماریوں سے شفاء ہے کیونکہ اس میں برکت ہے۔

۳۔ قرآن فرائض اور احکام سے شفاء ہے کیونکہ اس میں ان کا بیان ہے۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والمعنى أن منه ما يشفي من المرض كالفاتحة وآيات الشفاء۔[62]

ترجمہ: مطلب یہ کہ قرآن مجید میں وہ ہے جو مرض کے لئے شفاء ہے جیسا کہ فاتحہ اور آیات شفاء۔

---

[61] (النکت والعیون، ج۳، ص۲۶۸، دارالکتب العلمیة، بیروت، زاد المیسر فی علم التفسیر، سورة الاسراء تحت الآیة ۸۲، ج۳، ص ۴۹، دارالکتاب العربی، بیروت)

[62] (تفسیر بیضاوی، سورة الاسراء تحت الآیة ۸۲، ج۳، ص ۲۶۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

شفاء من الأمراض الروحانية كالعقائد الفاسدة والأخلاق الدميمة ومن الأمراض الجسمانية أيضاً لمافي قراءته من التيمن والبركة وحصول الشفاء للمرض كما قال صلى الله عليه وسلم: من لم يستشف بالقرآن فلا شفاه الله۔[63]

ترجمہ: قرآن امراض روحانیہ سے شفاء ہے جیسا کہ برے عقائد اور برے اخلاق سے شفاء دیتا ہے اور امراض جسمانیہ سے بھی شفاء ہے کیونکہ اس کی قرأت میں برکت اور بیماریوں سے شفاء ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن مجید سے شفاء حاصل نہ کرے تو اسے اللہ تعالیٰ شفاء نہیں دیتا۔

قرآن مجید سے دم کرکے اور تعویذ لکھ کر شفاء حاصل کرنا

شوکانی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ في معنى كونه شفاء على القولين الْأَوَّلُ: أَنَّهُ شِفَاءٌ لِلْقُلُوبِ بِزَوَالِ الْجَهْلِ عَنْهَا وَذَهَابِ الرَّيْبِ وَكَشْفِ الْغِطَاءِ عَنِ الْأُمُورِ الدَّالَّةِ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهُ. الْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّهُ شِفَاءٌ مِنَ الْأَمْرَاضِ الظَّاهِرَةِ بِالرُّقَى وَالتَّعَوُّذِ وَنَحْوِ ذَلِکَ، وَلَا مَانِعَ مِنْ حَمْلِ الشِّفَاءِ عَلَى الْمَعْنَيَيْنِ مِنْ بَابِ عُمُومِ الْمَجَازِ، أَوْ مِنْ بَابِ حَمْلِ الْمُشْتَرَکِ عَلَى مَعْنَيَيْهِ۔[64]

ترجمہ: قرآن پاک کے شفاء ہونے کے معنیٰ میں علماء کا اختلاف ہے، اس بارے میں دو قول ہیں:

ا۔ یہ دلوں کو شفاء دیتا ہے اس طرح کہ اس سے جہالت، شک اور اللہ تعالیٰ پر دلالت کرنے والے امور سے پردے ختم ہو جاتے ہیں۔

---

63 (تفسیر غرائب القرآن، ج۴ ص ۳۷۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

64 (تفسیر فتح القدیر للشوکانی، سورۃ الاسراء تحت الآیۃ ۸۲، ج۳، ص ۳۰۰، دار ابن کثیر، بیروت)

۲۔ قرآن مجید دم اور تعویذ وغیرہ کے ذریعہ ظاہری امراض کے لئے شفاء ہے۔ شفاء کو ان دونوں معنوں پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے، عموم مجاز کے طور پر یا مشترک کو دو معنوں پر محمول کرتے ہوئے۔

علامہ فخر الدین رازی، صاحب تفسیر خازن اور صاحب تفسیر قاسمی رحمہم اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وأما كونه شفاء من الأمراض الجسمانية , فلأن التبرک بقراءته يدفع كثيراً من الأمراض، ولما اعترف الجمهور من الفلاسفة وأصحاب الطلسمات بأن لقراءة الرقي المجهولة والعزائم التي لا يفهم منها شيء آثارا عظيمة في تحصيل المنافع ودفع المفاسد- فلأن تكون قراءة هذا القرآن العظيم، المشتمل على ذكر جلال الله وكبريائه، وتعظيم الملائكة المقربين، وتحقير المردة والشياطين سببا لحصول النفع في الدين والدنيا- كان أولى. ويتأكد ماذكرنا بحديث: (من لم يستشف بالقرآن فلا شفاه الله تعالى)۔[65]

اچھے طریقے سے علاج کیا جائے تو قرآن مجید میں ہر بیماری کا علاج ہے

زاد المعاد میں ابن قیم نے لکھا ہے:

فالقرآنُ هو الشِّفاء التام مِن جميع الأدواء القلبية والبدنية، وأدواءِ الدنيا والآخرة، وما كُلُّ أحدٍ يُؤهَّل ولا يُوفَّق للاستشفاء به، وإذا أحسن العليل التداوىَ به، ووضعَه على دائه بصدقٍ وإيمان، وقبولٍ تام، واعتقادٍ جازم، واستيفاءِ شروطه، لم يُقاوِمْهُ الداءُ أبداً. وكيف تُقاوِمُ الأدواءُ كلامَ ربِّ الأرض والسماءِ الذى لو نزل على الجبال، لصَدَعَهَا، أو على

---

65 (تفسیر کبیر، سورۃ الاسراء تحت الآیۃ ۸۲، ج ۲۱، ص ۳۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، تفسیر القاسمی، ج ۶، ص ۴۹۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، تفسیر خازن، سورۃ الاسراء تحت الآیۃ ۸۲، ج ۳، ص ۱۴۴، دار الکتب العلمیۃ)

الأرض، لقطعها، فما مِن مرضٍ من أمراض القُلُوبِ و الأبدان إلا وفی القُرآن سبیلُ الدلالة علی دوائه وسببه۔[66]

ترجمہ: قرآن پاک تمام امراض قلبیہ اور بدنیہ، امراض دنیاوآخرۃ کے لئے کامل شفاء ہے، ہر کوئی قرآن پاک سے شفاء حاصل کرنے کا اہل نہیں، جب بیمار نے اچھے طریقے سے قرآن سے علاج کیا اور صدق، ایمان، اعتقاد جازم اور حصول شفاء کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اسے بیماری پر استعمال کیا تو بیماری اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور بیماری کیسے زمین و آسمان کے رب کے کلام کا مقابلہ کر سکتی ہے، وہ کلام کہ اگر اسے پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو اسے کاٹ دیتا، پس امراض قلبیہ اور امراض جسمانیہ میں کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا سبب اور اس کی دواء کی قرآن میں دلالت نہ ہو۔

زاد المعاد ہی میں ہے:

من المعلوم أنَّ بعض الکلام له خواصٌ و منافعُ مُجرَّبة، فما الظنُّ بکلام ربّ العالمین، الذی فَضْلُهُ علی کل کلامٍ کفضلِ اللهِ علی خلقه الذی هو الشفاءُ التام، و العِصْمةُ النافعة، والنورُ الهادی، و الرحمة العامة، الذی لو أُنزِلَ علی جبل لتَصَدَّ عَ من عظمته و جلالته. قال تعالی: {وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌوَرَحْمَةٌلِّلْمُؤْمِنِينَ}[الإسراء:82]. و"مِن" ههنا لبیان الجنس لا للتبعیض۔۔۔۔ فما الظنُّ بفاتحة الکتاب التی لم یُنزل فی القرآن، و لا فی التوراة، و لا فی الإنجیل، و لا فی الزّبور مِثلُها۔[67]

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ بعض کلاموں کے خواص اور منافع مجربہ ہیں، تو تمہارا اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں کیا گمان ہے جس کو تمام کلاموں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر ہے، وہ قرآن جو شفائے تام ہے، نافع پناہ گاہ ہے، نور ہدایت ہے، رحمت عامہ ہے، اگر

---

[66] (زادالمعاد لابن القیم، باب القرآن، ج۴، ص ۳۲۲، موسسة الرسالة، بیروت)

[67] (زادالمعاد لابن قیم ملخصًا، باب القرآن، ج۴، ص ۱۶۲، موسسة الرسالة، بیروت)

وہ کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ پہاڑ اس کی عظمت و جلالت سے پھٹ جاتا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ}(الإسراء: ۸۲) اور من یہاں بیانِ جنس کے لئے ہے نہ کہ تبعیض کے لئے، (جب قرآن کریم مکمل شفاء ہے تو) سورۃ الفاتحہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کہ جس کی مثل خود قرآن میں نازل نہ ہوئی، اور نہ ہی تورات، انجیل اور زبور میں نازل ہوئی۔

(احکام تعویذات مع تعویذات کا ثبوت، ص ۱۷۱تا۱۷۱)

حلق کے درد کے لئے تلاوت کا حکم

امام بیہقی حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أن رجلا شكى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وجع حلقه فقال: "عليک بقراءة القرآن"۔[68]

یہ حدیث امام سیوطی نے بھی ذکر فرمائی ہے۔[69]

بچھو کے کاٹے کا علاج

امام بیہقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بچھو نے کاٹ لیا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، جب سلام پھیرا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت فرمائے، یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ

---

[68] (شعب الایمان، ج۲، ص ۵۱۹)
[69] (الاتقان، ج۲، ص ۳۹۱)

غیر نمازی کو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پانی میں نمک ملا کر اس پر سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص پڑھی اور اس پانی کو درد کی جگہ ملنے لگے حتیٰ کہ تکلیف ختم ہو گئی۔[70]

علامہ ابن قیم نے یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ کے حوالے س حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، اس کے آخر میں "حتیٰ سکنت" (یہاں تک کہ سکون ہو گیا) کے الفاظ بھی ہیں۔[71]

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ کی "المسند" میں ہے، حالانکہ یہ حدیث ان کی "المسند" کے مطبوع نسخے میں نہیں ہے، البتہ یہ حدیث ان کی "المصنف" میں موجود ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں بلکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

دیکھیئے: (مصنف ابن ابی شیبة، ج ۵، رقم الحدیث: ۲۳۵۴۳)

یہ حدیث امام طبرانی نے بھی ذکر کی ہے۔[72]

حافظ ہیثمی نے فرمایا اس کی سند حسن ہے۔[73]

جنون کے لئے دم

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ "حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میرے بھائی کو ایک بیماری ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

70 (شعب الایمان ملخصًا، ج ۲، ص ۵۱۸)

71 (زاد المعاد، ج ۴، ص ۱۶۵)

72 (المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۸۳۰)

73 (مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۱۹۱، رقم الحدیث: ۸۴۴۵)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اسے کیا بیماری ہے؟ اس نے عرض کی اسے جنون یا آسیب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اسے ہمارے پاس لاؤ۔ (وہ اسے لایا) پھر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ کی ابتدائی چار آیات، سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۶۳، ۱۶۴، آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرۃ کی آخری تین آیات، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۴، سورۃ المومنون کی آخری تین آیات، سورۃ الجن کی آیت نمبر ۳، سورۃ الصّٰفّٰت کی ابتدائی دس آیات، سورۃ الحشر کی آخری تین آیات، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سے دم فرمایا تو وہ مریض کھڑا ہو گیا۔ گویا اسے کبھی شکایت ہوئی ہی نہ تھی۔[74]

یہ حدیث امام عبد اللہ بن احمد، امام ابویعلیٰ، امام طبرانی، امام حاکم، امام ابن السنی، امام بوصیری اور امام سیوطی نے بھی ذکر فرمائی ہے۔[75]

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ھذا حدیث محفوظ صحیح"۔

یہ حدیث محفوظ اور صحیح ہے۔

اور امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس حدیث کی سند حسن ہے۔

---

[74] (مسند احمد، ج۵، س۱۲۸، طبع قدیم وطبع جدید، ج۷، رقم الحدیث: ۲۱۴۹۳)

[75] (الزوائد لعبداللہ بن احمد، ص۲۸۷، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: ۱۵۹۱، کتاب الدعاء للطبرانی۔ ص۳۳۰، المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۸۳۱۹، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، رقم الحدیث: ۶۳۲، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ج۴، ص۴۶۱، رقم الحدیث: ۳۹۳۸، الاتقان، ج۲، ص۳۶۰)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس کی سند میں ایک شخص ابو جناب ہے جو کثرت تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

لیکن امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور اس حدیث کے دیگر تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔[76]

قرآن عظیم الشان یقین کے ساتھ پہاڑ پر بھی پڑھا جائے تو وہ زائل ہو جائے

امام ابو یعلیٰ الموصلی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بیماری میں مبتلا ایک شخص کے کان میں کچھ پڑھا تو وہ ہوش میں آگیا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا؟ عرض کی میں نے اس کے کان میں سورۃ المومنون کی آخری آیات پڑھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ان آیات کو کوئی یقین والا شخص اگر کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی زائل ہو جائے۔[77]

مسند ابی یعلیٰ کے معلق نے اس حدیث کی سند پر تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابن لھیعہ ہے اور اس میں اختلاف مشہور ہے، لیکن ابن وھب نے اس سے اس کی کتابوں کے جل جانے سے قبل سماعت کی ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

---

76 (مجمع الزوائد، ج۵، ص ۱۶۵)

77 (مسند ابی یعلیٰ، ج۴، ص ۳۴۵، رقم الحدیث: ۵۰۲۳)

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک شخص ابن لھیعہ ہے اور اس میں ضعف ہے اور اس کی حدیث حسن ہے، اور اس حدیث کے باقی تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔[78]

یہ حدیث حکیم ترمذی، امام ابو عبید، امام طبرانی، امام ابو نعیم، امام ابن السنی اور امام سیوطی نے بھی ذکر فرمائی ہے۔[79]

حدیث مذکور میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی فکر اور صواب دید سے قرآن عظیم الشان کی کوئی آیت کسی مرض کے ازالہ کے لئے پڑھے تو یہ جائز ہو گا، کیونکہ مکمل قرآن عظیم الشان شفاء ہے، جیسا کہ آئندہ صفحات میں آرہا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اجتہاد سے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر ایک مریض کو دم کیا تو وہ فوراً شفاء یاب ہو گیا۔ یہ حدیث متعدد حوالہ جات کے ساتھ آگے آرہی ہے۔

کسی بھی مرض کے ازالے کے لئے مجرب عمل

امام بیہقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سورۃ الانعام کی نسبت فرمایا کہ یہ جب بھی کسی قسم کے بیمار پر پڑھی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء دی۔[80]

---

78 (مجمع الزوائد، ج۵، ص ۱۱۵)

79 (نوادر الاصول، ج۳، ص ۱۷۲، فضائل القرآن، ص ۱۵۱، کتاب الدعاء للطبرانی، ص ۱۳۳۳، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص۷، عمل الیوم واللیلۃ، رقم الحدیث: ۶۳۱، الاتقان، ج ۲، ص ۳۹۷، الدر المنثور، ج۵، ص ۳۴)

80 (شعب الایمان، ج ۲، ص ۴۷۱، الاتقان، ج ۲، ص ۳۹۵)

امام سیوطی لکھتے ہیں: علامہ ابن التین فرماتے ہیں:

"معوذات (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) اور دیگر اسماء الٰہیہ طب روحانی ہیں۔ جب یہ الفاظ ابرار کی زبان پر جاری ہوں تو باذن الٰہی شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔ سو جب سے طب روحانی کی اس صورت میں کمی واقع ہوئی لوگوں نے طب جسمانی کا سہارا لے لیا"۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر قرآن عظیم الشان پہاڑ پر بھی پڑھا جائے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔[81]

علامہ ابن قیم قوتِ یقین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَكُلَّمَا كَانَتْ كَيْفِيَّةُ نَفْسِ الرَّاقِي أَقْوَى كَانَتِ الرُّقْيَةُ أَتَمَّ۔[82]

دم کرنے والے کی کیفیت روحانی جس قدر قوی ہو گی اسی قدر اس کے دم کی تاثیر زیادہ ہو گی۔

قرآن عظیم الشان اور اسماء الٰہیہ کو گھول کر پینے کا بیان

امام سیوطی لکھتے ہیں:

امام بیہقی کتاب الدعوات میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس عورت کے ہاں بچہ کی ولادت مشکل ہوتی آپ اس کے لئے ایک پرچہ میں یہ تعویذ لکھتے:

لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ (الاحقاف ۳۵) كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا (النازعات ۴۶)

---

81 (الاتقان، ج۲، ص ۴۰۰)

82 (زادالمعاد، ج۴، ص ۱۶۵)

پھر یہ تعویذ اس عورت کو پلایا جاتا۔[83]

یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ، امام ابن السنی، ابن تیمیہ، امام ذہبی، علامہ ابن قیم اور علامہ ازرق نے بھی ذکر کی ہے۔[84]

بچے کی با آسانی پیدائش کے لئے تعویذ

امام خلال کہتے ہیں: ہمیں ابو بکر المروزی نے بیان کیا کہ ابو عبد اللہ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ! دو دن سے ایک عورت بچے کی ولادت کی مشکل میں مبتلاء ہے، آپ اس کے لئے ایک تعویذ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: تم ایک کھلا پیالہ اور زعفران لے آؤ۔ امام مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو بہت سے لوگوں کے لئے یہ تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا، اور انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گائے کے قریب سے گزرے، جس پر اس کے بچے کی ولادت مشکل ہو گئی تھی۔ گائے نے آپ سے عرض کیا: اے کلمۃ اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے اس تکلیف سے نجات دے۔

آپ نے یہ کلمات کہے:

يَا خَالِقَ النَّفْسِ مِنْ النَّفْسِ وَيَا مُخَلِّصَ النَّفْسِ مِنْ النَّفْسِ وَيَا مُخْرِجَ النَّفْسِ مِنْ النَّفْسِ خَلِّصْهَا۔[85]

---

83 (الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۳۹۸)

84 (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۵، ص ۳۹، رقم الحدیث: ۲۳۴۹۸، عمل الیوم واللیلۃ، رقم الحدیث: ۶۱۹، مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیۃ، ج ۱۹، ص ۳۶، الطب النبوی للذھبی، ص ۲۸۸، زاد المعاد، ج ۴، ص ۳۲۷، تسھیل المنافع، ص ۲۰۲)

85 (زاد المعاد، ج ۴، ص ۳۲۸)

اے جان سے جان کو پیدا کرنے والے اور جان کو جان سے خلاصی دینے والے اور جان کو جان سے نکالنے والے! اس کو خلاصی عطا فرما۔

آپ فرماتے ہیں: گائے نے اسی وقت بچہ دے دیا اور وہ کھڑی ہو کر اسے سونگھنے لگی۔ فرماتے ہیں جب کسی عورت پر یہ مشکل آپڑے کہ اس کے بچے کی ولادت نہ ہو رہی ہو تو اس کے لئے بھی انہی الفاظ سے تعویذ لکھ دو۔ (علامہ ابن قیم کہتے ہیں:) دم کے بارے میں جتنی بھی دعائیں مذکور ہوئیں ان سب کا تعویذ لکھنا بھی مفید ہے۔

تنگیٔ ولادت کے لئے ایک اور تعویذ

علامہ ابن قیم تنگیٔ ولادت کی آسانی کے لئے سورۃ الانشقاق کی ابتدائی چار آیات کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں ایک صاف برتن میں لکھ کر اور اس میں پانی ڈال کر حاملہ عورت کو پلایا جائے اور اس کے پیٹ پر چھڑکا جائے۔[86]

باری کے بخار کے لئے تعویذ

علامہ ابن قیم نے باری کے بخار کے لئے کہا ہے کہ:

"تین بار کاغذوں پر لکھا جائے: بِسۡمِ اللّٰہِ فَرّتْ بِسۡمِ اللّٰہِ مَرّتْ بِسۡمِ اللّٰہِ قَلّتْ۔ ہر روز ایک ورق منہ میں رکھ کر پانی کے ساتھ نگل لیا جائے"۔[87]

---

[86] (زادالمعاد، ج۴، ص ۳۲۸، تسہیل المنافع، ص ۲۰۲)

[87] (زادالمعاد،، ج۴، ص ۳۲۹)

آیات شفاء لکھ کر مریض کو پلانا

امام ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرک و بدعت کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:

امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا لڑکا سخت بیمار پڑ گیا تو آپ کو شدید پریشانی لاحق ہوئی اور اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حالت خواب میں دیکھا تو آپ سے اپنے لڑکے کے متعلق درخواست کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: تم آیت شفاء سے کیوں غافل ہو؟ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پھر میں بیدار ہوا اور قرآن مجید میں غور کیا تو مجھے چھ مقامات پر آیات شفاء ملیں اور وہ یہ ہیں:

وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ (التوبة ۱۴) وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ (یونس ۵۷) فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (النحل ۶۹) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (الإسراء ۸۲) وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (الشعراء ۸۰) قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ (فصلت ۴۴)۔

امام قشیری فرماتے ہیں: "پس میں نے یہ آیات ایک کاغذ میں لکھیں اور اسے پانی میں حل کیا اور وہ پانی بچے کو پلا دیا تو وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ بندھی ہوئی رسی سے آزاد ہوا ہو"۔[88]

امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو مجرب فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

ورأیت کثیرا من المشائخ یکتبون ھذہ الایات للمریض ویسقاھا فی الاناء طلبًا۔

[88] (المدخل لابن الحاج المالکی، ج ۴، ص ۳۲۷)

میں نے بہت سے مشائخ کرام کو دیکھا کہ انہوں نے یہ آیات مریض کے لئے لکھیں اور برتن میں ڈال کر شفاء کی امید پر پلائیں۔

یہ آیات علامہ زرکشی، امام قسطلانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ اسماعیل حقی، سید منلا اور علامہ آلوسی نے بھی ذکر کی ہیں۔[89]

مختلف تعویذات کے استعمال کا طریقہ

امام ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے متذکرہ بالا اور دیگر متعدد تعویذات کا ذکر کر کے آخر میں طریقۂ استعمال یوں بیان فرمایا ہے:

وَصِفَةُ اسْتِعْمَالِهَا أَنْ يُكْتَبَ بِزَعْفَرَانٍ فِي إنَاءٍ نَظِيفٍ أَوْ فِي وَرَقَةٍ ثُمَّ يُغْسَلُ الْإِنَاءُ بِالْمَاءِ أَوْ تُحَلُّ الْوَرَقَةُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَشْرَبُ ذَلِكَ الْمَاءَ عَلَى الرِّيقِ ثُمَّ يَجْعَلُ يَدَيْهِ فِي الْبَلَلِ الَّذِي بَقِيَ فِي الْإِنَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا مَا أَمْكَنَهُ مِنْ بَدَنِهِ۔[90]

ان کے استعمال کی ترکیب یہ ہے کہ یہ تعویذات کسی صاف برتن یا کاغذ میں لکھے جائیں پھر اس برتن کو پانی سے دھویا جائے یا اس کاغذ کو پانی میں حل کیا جائے پھر وہ پانی نہار منہ پی لیا جائے۔ پھر برتن میں جو پانی کی تری باقی رہ گئی ہو وہ ہاتھوں کو لگا کر جہاں تک ممکن ہو بدن کا مسح کیا جائے۔

نیز امام ابن الحاج فرماتے ہیں:

وَمَا زَالَ الْأَشْيَاخُ مِنْ الْأَكَابِرِ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ يَكْتُبُونَ الْآيَاتِ مِنْ الْقُرْآنِ وَالْأَدْعِيَةَ فَيُسْقَوْنَهَا لِمَرْضَاهُمْ وَيَجِدُونَ الْعَافِيَةَ عَلَيْهَا۔[91]

---

[89] (البرهان، ج۲، ص ۶۵، المواهب اللدنیة، ج۳، ص ۴۲۰، ۴۲۱، القول الجمیل، ص ۱۲، روح البیان، ج۵، ص ۱۹۴، روح المعانی، ج۹، ص ۲۱۰، شرح تسع صلوات للجیلانی، ص ۱۵۹)

[90] (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۳۲۸)

[91] (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۳۲۷)

اور ہمیشہ سے مشائخ کبار رحمہم اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی آیات اور دعائیں لکھتے اور مریضوں کو پلاتے آئے ہیں اور مریض ان سے شفاء پاتے آئے ہیں۔

دل کی سختی دور کرنے کے لئے تعویذ

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ وَجَدَ فِي قَلْبِهِ قَسْوَةً فَلْيَكْتُبْ يس وَالْقُرْآنِ فِي جَامٍ بِزَعْفَرَانٍ، ثُمَّ يَشْرَبُهُ۔[92]

جو شخص اپنے قلب میں قساوت (سختی) پائے اسے چاہیئے کہ وہ زعفران سے سورۃ یٰسٓ شریف ایک پیالہ میں لکھ کر پیئے۔

امام حاکم کے علاوہ امام حکیم ترمذی، امام بیہقی اور امام سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔[93]

کسی چیز پر قرآن لکھ کر اسے استعمال کرنا

امام حکیم ترمذی مزید لکھتے ہیں:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُبَ الْقُرْآنَ ثُمَّ يغسلهُ ويسقى الْمَرِيض۔[94]

امام مجاہد فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ قرآن کریم لکھا جائے پھر اسے دھو کر مریض کو پلایا جائے۔

---

92 (مستدرک للحاکم، ج۳، ص ۲۱)

93 (نوادر الاصول، ج۳، ص ۲۵۸، شعب الایمان، ج۲، ص ۴۸۲، الاتقان، ج۲، ص ۳۹۸)

94 (نوادر الاصول، ج۳، ص ۲۵۸)

محی السنۃ امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعویذ پانی میں ڈالا جائے پھر اس سے مریض کا علاج کیا جائے، اور مجاہد نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ قرآن لکھ کر اس کا دھوون مریض کو پلایا جائے اور اسی طرح ابو قلابہ سے مروی ہے، اور امام نخعی اور ابن سیرین نے اسے مکروہ جانا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حکم فرمایا کہ جس عورت کے ہاں بچہ کی ولادت دشوار ہو اس کے لئے دو آیتیں اور کچھ کلمات لکھے جائیں پھر انہیں گھول کر اسے پلایا جائے، اور ایوب کہتے ہیں: میں نے ابو قلابہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک تعویذ لکھا پھر وہ جنون کے مریض کو پلایا"۔[95]

قرآنی آیات پانی پر دم کرکے چھڑکنا

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ قرآن مجید کی آیات جب کسی چیز میں لکھی جائیں اور اس کو دھویا جائے اور وہ پانی پیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور بے شک ایک شخص ایک برتن میں قرآن شریف لکھتا تھا پھر اسے مریض کو پلاتا تھا۔ اسی طرح قرآن عظیم الشان کسی چیز پر پڑھا جائے پھر اُسے پیا جائے تو اس تمام کارروائی میں کوئی حرج نہیں، اور اسی طرح قرآن شریف پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے اور وہ پانی مریض پر چھڑکا جائے اور اسی طرح جس عورت کے ہاں بچہ کی پیدائش دشوار ہو اس کے لئے قرآن کریم سے کچھ لکھا جائے اور اسے پلایا جائے۔[96]

---

[95] (شرح السنۃ، ج ۶، ص ۲۵۴)

[96] (الطب النبوی للذہبی، ص ۲۸۸)

اس کے بعد امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذکورہ بالا تعویذ کا ذکر کیاہے اور علامہ ابن قیم اور علامہ موفق الدین البغدادی نے بھی اسی طرح لکھاہے۔[97]

علامہ ابن قیم ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ورخص جماعة من السلف في كتابة بعض القرآن وشربه، وجعل ذلک من الشفاء الذي جعل الله فيه۔[98]

بزرگان دین کی ایک جماعت نے قرآن کریم لکھنے اور اس کے پینے کی اجازت دی ہے اور اس کو انہوں نے شفاء قرار دیاہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھ دی ہے۔

مٹھائی وغیرہ پر قرآن لکھ کر اسے کھانے کا جواز

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ الْمُهَذَّبِ لَوْ كَتَبَ الْقُرْآنَ فِي إِنَاءٍ ثُمَّ غسله وَسَقَاهُ الْمَرِيضَ فَقَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَمُجَاهِدٌ وَأَبُو قِلَابَةَ وَالْأَوْزَاعِيُّ: لَا بَأْسَ بِهِ وَكَرِهَهُ النَّخَعِيُّ قَالَ وَمُقْتَضَى مَذْهَبِنَا أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ فَقَدْ قَالَ الْقَاضِي حُسَيْنٌ وَالْبَغَوِيُّ وَغَيْرُهُمَا: لَوْ كتب عَلَى حَلْوَى وَطَعَامٍ فَلَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ۔[99]

امام نووی نے شرح مہذب میں فرمایا: اگر قرآن کسی برتن میں لکھا جائے پھر اس کا غسالہ مریض کو پلایا جائے تو حسن بصری، مجاہد، ابو قلابہ اور اوزاعی نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں اور ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ سمجھا۔ امام نووی فرماتے ہیں: ہمارے مذہب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں

---

[97] (زادالمعاد، ج۴، ص۱۵۷، الطب من الکتاب والسنة، ص ۲۳۰)
[98] (زادالمعاد، ج۴، ص۳۲۸)
[99] (الاتقان، ج۲، ص۲۶۵)

کوئی حرج نہیں، پس بالتحقیق قاضی حسین اور بغوی وغیرہ نے فرمایا: اگر قرآنی آیات مٹھائی اور طعام پر لکھی جائیں تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

اس بحث میں امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں یہ بات سامنے آئی کہ حضرت ابراہیم نخعی قرآنی آیات کو کسی چیز میں لکھ کر پینا مکروہ قرار دیتے تھے۔ امام نووی نے بھی حضرت نخعی سے کراہت کا قول نقل کیا ہے لیکن امام بغوی کا ابن سیرین کو بھی اس عمل کے مانعین میں شمار کرنا سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ وہ تو اس سے بھی بڑی چیز کے قائل ہیں، ''یعنی تعویذات لٹکانے کے''۔ اسی طرح بعض اہل علم کا امام مجاہد اور امام حسن بصری کو مانعین میں شامل کرنا مبنی بر تسامح ہے، کیونکہ یہ دونوں حضرات جواز کے قائل ہیں۔ ان کے جواز کا قول ان بزرگوں نے نقل کیا جو عدم جواز کا قول نقل کرنے والوں سے سابق ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ جن حضرات نے امام مجاہد اور حضرت حسن بصری رحمہم اللہ تعالیٰ کو غلطی سے مانعین میں شمار کیا ہے وہ حضرات خود بڑی شدت کے ساتھ تعویذات کی تمام جائز صورتوں کے قائل اور مؤید ہیں۔

غرضیکہ کراہت کے قول میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں اور ان کا تفرد سلف صالحین کی جماعت کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ نیز انہوں نے صرف اسی کارروائی کو ہی مکروہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے قرآن پڑھ کر دم کرنے کو بھی مکروہ قرار دے دیا، حالانکہ اس کے جواز پر متعدد احادیثِ صحیحہ موجود ہیں۔

سطورِ ذیل میں دم کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ پیش کی جا رہی ہیں، جن سے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا احادیث کے خلاف ہونا از خود واضح ہو جائے گا۔ پھر خصوصاً اس

بحث کے آخر میں حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک تبصرہ آرہا ہے، جس میں انہوں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اہل علم کا مہذب طریقے سے رد فرمایا ہے۔

دم کرنے کے بارے میں احادیث

بعض لوگ لاعلمی کی بنا پر دم کرنے اور کرانے کے عمل پر اعتراضات کرتے اور اس کو ضعیف الاعتقادی قرار دیتے ہیں، حالانکہ دم کرنے کرانے کا عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پسند ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود دم کیا، دم کرایا اور دم کرنے کرانے کی رغبت دی۔ سطورِ ذیل میں ہم ایسی احادیث مبارکہ پیش کر رہے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ:

ا۔ بندوں کا ایک دوسرے کو دم کرنا اللہ جل جلالہ کو پسند ہے۔

۲۔ دم کرنا کرانا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت ہے۔

۳۔ دم کرنا کرانا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت ہے۔

جبریل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دم کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیا آپ کو تکلیف ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: قَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ أَرْقِیکَ، مِنْ کُلِّ شَيْءٍ یُؤْذِیکَ، مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَیْنٍ، أَوْ حَاسِدٍ اللّٰہُ یَشْفِیکَ، بِسْمِ اللّٰہِ أَرْقِیکَ۔[100]

---

100 (صحیح مسلم، رقم الحدیث، ۵۶۶۴، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۹۷۲، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث: ۳۵۲۳)

میں آپ کو ہر ایذا دینے والی چیز سے، ہر نفس کے شر سے اور ہر حسد والی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے نام سے دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء دے، میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

بعض روایات میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کوئی شکایت ہوتی تو جبریل علیہ السلام دم کرنے کے لئے حاضر ہو جاتے۔[101]

اہل علم جانتے ہیں کہ فرشتے بغیر امر الٰہی کچھ نہیں کرتے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحریم ٦)

جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ایک اور مقام میں ہے کہ ایک سوال کے جواب میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّکَ (مریم ٦٤)

ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے۔

اسی لئے ایک حدیث میں وضاحت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ انہیں خود اللہ جل جلالہ نے بھیجا ہے: اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

إِنْ رَبَّکَ أَرْسَلَنِي إِلَيْکَ لِأَرْقِيَکَ۔[102]

---

[101] (مسند اسحاق بن راهويه، ج٣، ص ١٠٠٥، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٢٦٣)

[102] (مجمع الزوائد، رقم الحديث: ٨٤٥، مجمع البحرين، رقم الحديث: ٤١٩٣)

مجھے آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو دم کروں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خود پر دم کرنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے بستر پر تشریف لاتے تو تینوں قل پڑھ کر ہاتھوں میں دم کرتے اور جہاں تک ہاتھ پہنچتے اپنے جسم اقدس پر پھیرتے پھر جب آپ بیمار ہوئے تو مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ کو اسی طرح دم کروں۔[103]

ایک حدیث پاک میں ہے کہ آپ ہاتھ پھیرنے کی ابتداء سر، چہرہ مبارک اور جسم کے اگلے حصے سے فرماتے اور یہ عمل آپ تین مرتبہ کرتے تھے۔[104]

بعض احادیث میں سورۃ الاخلاص کا نہیں بلکہ صرف سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کرنے کا ذکر ہے۔[105]

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ امام ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''معوذات میں ایسی تاثیر ہے جو کسی اور سورت میں نہیں ہے کیونکہ ان میں جادو، حسد، شیاطین کے شر اور وسوسہ وغیرہ سے پناہ ہے''۔[106]

---

103 (بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۴۸)

104 (بخاری، رقم الحدیث: ۵۰۱۷، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۰۵۶، سنن ترمذی: رقم الحدیث: ۳۴۰۲، شمائل ترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۷، تفسیر النسائی، رقم الحدیث: ۷۶۵، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۰۶۲۴)

105 (صحیح البخاری،، رقم الحدیث: ۴۴۳۹، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۶۷۹، ، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۹أ۲، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۲۹، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۵۴۴، موطا امام مالک مع القبس، ج۴، ص۳۰۹)

106 (الاتقان، ج۲، ص۴۰۰)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بیماروں کو دم کرنا

مذکورہ بالا احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنے آپ پر دم کرنے کا یا آپ پر کسی اور کے دم کرنے کا ذکر ہوا اور حسبِ ذیل احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دوسرے مریضوں پر بھی دم فرمایا۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم فرماتے۔[107]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان کلمات سے دم کروں، جنہیں جبریل علیہ السلام لے کر آئے؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیوں نہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تین مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمائے:

بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ، وَاللهُ يَشْفِيكَ، مِنْ كُلِّ أَرَبٍ يُؤْذِيكَ، وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔[108]

اللہ تعالیٰ کے نام سے میں آپ کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر اس بیماری سے شفاء دے جو آپ کے اندر ہے۔ گروہوں میں پھونک مارنے والوں کے شر سے اور ہر حسد کرنے والے کے حسد سے، جب وہ حسد کرے۔

---

[107] (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۶۷۸، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۱۵۳۲)

[108] (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۲۴، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۲۳۵۵۸)

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر کچھ لعاب کی آمیزش سے مجھے دم فرمایا۔[109]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دم کرنے، کرانے کی ترغیب دینا

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی شخص کو سانپ نے ڈس لیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: هَلْ مِنْ رَاقٍ؟ (کوئی دم کرنے والا ہے؟) لوگوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آل حزم سانپ کا دم کیا کرتے تھے، جب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے انہوں نے ترک کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: عمارہ بن حزم کو بلاؤ! وہ آئے اور انہوں نے دم کے الفاظ آپ کو سنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: کوئی حرج نہیں، انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے دم کیا۔[110]

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: میں اس دم کے الفاظ میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جس شخص سے ہو سکے کہ وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے تو اسے چاہیئے کہ وہ ضرور نفع پہنچائے۔[111]

---

[109] (المعجم الاوسط، ج۷، ص۳۹۰، رقم الحدیث:۷۷۵۷، الاتقان، ج۲، ص۳۹۲، الدر المنثور، ج۱، ص۱۴، مجمع الزوائد، ج۵، ص۱۹۴، رقم الحدیث:۸۴۵۸)

[110] (زادالمعاد، ج۴، ص۱۷۰)

[111] (صحیح مسلم، رقم الحدث:۵۶۹۰)

مسلم شریف میں اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا بأس بالرقی مالم یکن فیہ شرک۔[112]

اُس دم میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں شرک نہ ہو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ الفاظ جس زبان کے بھی ہوں اگر ان میں شرک کا شائبہ نہ ہو تو ان سے دم کرنا کرانا جائز ہے۔ چنانچہ ایک اور حدیث پاک میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "مدینہ مقدسہ میں ابومذکور نامی ایک شخص تھا جو بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر دم کرتا تو فائدہ پہنچتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے ابومذکور! تم کن الفاظ میں دم کرتے ہو؟ ہمارے سامنے پیش کرو! انہوں نے یہ کلمات سنائے: **شجة قرينة ملحة بحر قغطی۔** آپ نے فرمایا: ان الفاظ میں کوئی حرج نہیں ہے، تم دم کیا کرو، یہ مواثیق سلیمان علیہ السلام ہیں۔ امام حکیم ترمذی اور امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ لغت حمیریہ کے الفاظ ہیں۔[113]

بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ قَرْنِیَّۃٌ شَجَّۃٌ مِلْحَۃٌ بَحْرٍ قِفْطًا۔[114]

اور بعض میں **قِفْطًا** کے الفاظ نہیں ہیں۔

---

112 (مسلم، رقم الحدیث: ۵۶۹۶، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۸۶، مستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۷۵۶۰، ۸۳۲۷، سنن الکبری للبیہقی، ج۹، رقم الحدیث: ۱۹۵۹۶، الاصابۃ، ج۳، ص ۴۷۶، زادالمعاد، ج۴، ص ۱۷۰)

113 (نوادرالاصول، ج۱، ص ۲۶۹، الشفاء فی الطب، للتیفاشی، ص ۱۶۸، الاصابۃ، ج۷، ص ۳۰۴)

114 (مجمع الزوائد، ج۵، رقم الحدیث: ۸۴۴۶، ۸۴۴۷)

دم سیکھنے سکھانے پر ترغیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے میں اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

ألا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة۔[115]

کیا تم اس (حفصہ) کو پہلو کے پھوڑے کا دم نہیں سکھاتیں؟ جیسا کہ تم نے اس کو لکھنا سکھایا ہے۔

بعض احادیث میں استفہام کی بجائے امر کے الفاظ ہیں: "علميها حفصة" یہ دم حفصہ کو سکھا دو۔[116]

نظر بد کا لگنا حق اور اس پر دم کرانے کا حکم

نظر بد کا لگنا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب کنعان سے مصر کی طرف جانے لگے تو انہیں ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اے میرے بچو! نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے بلکہ داخل ہونا مختلف دروازوں سے اور نہیں فائدہ پہنچا سکتا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ بھی، نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لئے اسی پر میں نے توکل کیا ہے، اور اسی پر توکل کرنا چاہیئے توکل کرنے والوں کو"۔ (یوسف ٦٨)

---

[115] (مسند احمد، رقم الحدیث: ٢٧٦٣٥، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ٣٨٨٧، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ٧٥٤٣، مستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ٨٣٢٥، مصنف ابن ابی شیبۃ، ج٥، ص ٤٢، رقم الحدیث: ٢٣٥٣، ٢٣٥٣٢، سنن الکبریٰ للبیھقی، ج٩، رقم الحدیث: ١٩٥٩٧، شرح السنۃ، ج٧، ص ١١٩)

[116] (سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ٧٥٤٢، مجمع الزوائد، ج٥، رقم الحدیث: ٨٤٥١)

اسی طرح سورۃ القلم کی آیت نمبر ۵۱ میں بھی ایک تفسیر کے مطابق نظر بد کا ذکر ہے اور کتب حدیث تو نظر بد کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

العین حق و نهی عن الوشم۔[117]

نظر بد کا لگنا برحق ہے اور آپ نے غور سے دیکھنے (گھورنے) سے منع فرمایا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کے رضاعی بھائی (حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد کو بہت نظر لگتی ہے، کیا میں ان پر دم کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی تو نظر بد کرتی۔[118]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أو أمر أن يسترقى من العين۔[119]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مجھے یہ مطلقاً حکم فرمایا کہ نظر بد کا دم کرایا جائے۔

---

[117] (بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۳۸، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۷۰۱، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۷۹، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۶۱، مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۸۷۰، مسند البزار، رقم الحدیث: ۳۰۴۷، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: ۱۵۸۴، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۳۵۶۱)

[118] (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۵۹، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۳۳۰، مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۵، ص۴۸، رقم الحدیث: ۲۳۵۸۱، ۲۳۵۸۳، مسند احمد، ج۶، ص۴۳۸، رقم الحدیث: ۲۸۰۱۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۱۰، مسند احمد، رقم الحدیث: ۳۲۴۲)

[119] (بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۳۸، مسلم، رقم الحدیث: ۵۷۲، ۵۷۲۲، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۵۳۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۱۲، مستدرک للحاکم، ج۴، ص ۴۱۲ و طبع جدید رقم الحدیث: ۷۳۱۷، مسند احمد، ج۶، ص ۱۳۸، رقم الحدیث: ۲۵۵۸۲، سنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، ص ۵۸۴، رقم الحدیث: ۱۹۵۸۴)

نظر بد سے چہرے پر چھائیوں کا نمودار ہونا اور ان کا دم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا "وفی وجهها سفعة" اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا (سرخی مائل سیاہ، یا زرد ہو رہا تھا، عام طور پر اس صورت حال کو چھائیوں سے تعبیر کیا جاتا ہے، بہر کیف اس کے چہرے کی رنگت اصل رنگت کے خلاف ہو رہی تھی) آپ نے فرمایا: اس کو دم کرو کیونکہ اس کو نظر لگی ہوئی ہے۔[120]

نظر بد سے بچاؤ کے لئے ایک نبوی ہدایت

ہماری گفتگو تو دم کرنے یا کرانی کے سنت و اثبات کے متعلق تھی لیکن دورانِ مطالعہ یہ خیال آیا کہ نظر بد کے متعلق جس قدر ضروری نظر سے گذرا ہے اسے نقل کر دیا جائے تا کہ یہ مضمون ناقص نہ رہے۔

کتب حدیث میں نظر بد لگ جانے پر دم کرنے کے علاوہ ایک طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرار (مدینہ کی ایک وادی) میں غسل کیا، انہوں نے اپنا جبہ اتارا، عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو دیکھ رہے تھے، اور سہل بن حنیف

---

[120] (بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۳۸، مسلم، رقم الحدیث: ۵۷۲۰، ۵۷۲۲، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۵۳۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۱۲، مستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۷۵۶۱، ۸۳۲۶، سنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، رقم الحدیث: ۱۹۵۸۵، ۱۹۵۸۶، مسند ابی یعلیٰ، ج۶، ص ۷۰، رقم الحدیث: ۶۸۴۳، عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم الحدیث: ۵۷۱، ۵۷۴، کتاب کفارات الامراض والطب والرقیات، للامام ضیاء الدین المقدسی، ص ۱۷۱)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت گورے رنگ کے بہت خوبصورت شخص تھے۔ عامر بن ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا: اتنے گورے رنگ کا اتنا خوبصورت جلد والا شخص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار ہو گیا۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس جا کر بتایا کہ سہل کو بہت تیز تپ چڑھ گیا ہے اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ چلنے کے قابل نہیں رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سہل کے پاس تشریف لے گئے۔ سہل نے بتایا کہ اس طرح مجھے عامر نے نظر بھر کر دیکھا تھا، پھر مجھے بخار ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عامر سے فرمایا کہ تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو اور تم نے کیوں نہیں کہا: "تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ"۔ (جب دیکھنے والا کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو اس کی نظر نہیں لگے گی) بے شک نظر کا لگنا برحق ہے، تم اس کے لئے وضو کرو۔ عامر نے ان کے لئے وضو کیا، پھر وہ بالکل تندرست ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسے حکم دیا کہ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور گھٹنوں کو اور ازار کے اندر جسم کا حصہ دھوئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے غسالہ کو سہل کے اوپر بہایا جائے۔[121]

---

121 (موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۱۷۴۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۰۹، سنن الکبریٰ للبیھقی۔ ج ۹، ص ۳۵۱، رقم الحدیث: ۱۹۶۱۶، مسند احمد، ج ۳، ص ۴۸۶، نیز طبع جدید، ج ۵، رقم الحدیث: ۱۶۰۷۶، المعجم الکبیر، ج ۶، رقم الحدیث: ۵۵۷۸، ۵۵۸۰، ۵۵۸۱، ۵۵۸۲، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، رقم الحدیث: ۲۰۹، مکارم الاخلاق للخرائطی، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۱۰۶، تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار، ج ۶، رقم الحدیث: ۴۸۰۴، شرح السنۃ، ج ۷، رقم الحدیث: ۳۲۴۴)

ان احادیث میں تصریح ہے کہ نظر کا لگنا حق ہے اور نظر بد سے کبھی کوئی انسان جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ نظر بد انسان کو قبر اور جانور کو ہنڈیا تک پہنچا دیتی ہے۔[122]

دوسری ایک حدیث میں ہے:

"میری امت کے اکثر لوگوں کی موت اللہ تعالیٰ کی قضا اور تقدیر کے بعد نظر بد سے ہوتی ہے"۔[123]

امام ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس حدیث کو امام بزار نے روایت فرمایا ہے اور ان کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، ماسواء طالب بن حبیب کے اور وہ ثقہ ہیں، البانی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔[124]

نظر بد کے برحق ہونے پر تمام امت کے علماء کا اجماع ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ بعض بدعتی فرقوں نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے، لیکن احادیث صحیحہ، امت کا اجماع اور مشاہدہ ان کے انکار کو رد کرتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو نظر لگنے کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے، تاہم نظر کا لگنا یا نہ لگنا اللہ جل جلالہ کی مشیت اور اس کے حکم پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة ١٠٢)

---

[122] (زادالمعاد، ج۴، ص ۱۵۱)

[123] (مسند ابوداؤد الطیالسی، رقم الحدیث: ۱۷۶۰، تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار، ج۶، رقم الحدیث: ۴۸۱۲، کتاب السنة لابن ابی عاصم، رقم الحدیث: ۳۱۱، الکامل لابن عدی، ج۵، ص ۱۹۱، مجمع الزوائد، ج۵، رقم الحدیث: ۸۴۲۳، کتاب الضعفاء للعقیلی، ج ۲، ص ۶۲۲)

[124] (السلسلة الصحیحة، رقم الحدیث: ۷۴۷)

ترجمہ: اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے۔

خوبصورت چیز کو دیکھ کر یہ الفاظ پڑھنے کا حکم

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی چیز اچھی لگے تو وہ یہ کہے: تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْہِ۔ (اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ! اس چیز میں برکت رکھ دے) جب کوئی شخص کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو اس کی نظر نہیں لگے گی۔ جس شخص نے یہ کلمات نہیں کہے اور اس کی نظر لگ گئی تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ غسل نہ کرے تو اس کو اس پر مجبور کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا امر وجوب کے لئے ہے، خصوصًا اس صورت میں جب اس شخص کی ہلاکت کا خطرہ ہو جس پر اس کی نظر لگی ہے، اور کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کو نفع سے روکنا اور اس اس کو ضرر پہنچانا جائز نہیں اور غسل کے بعد اس شخص کا غسالہ اس پر بہایا جائے جس کو نظر لگی ہے۔

علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا نظر لگنا مشہور ہو اس کو لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا جائے تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قاضی یا حاکم کو چاہیئے کہ اسے اس کے گھر میں بند کر دے، اگر وہ تنگ دست ہو تو اس کو سرکاری طور پر راشن بھی مہیا کرے اور لوگوں کو اس کی اذیت سے بچائے۔ بے شک اس کا ضرر مجذوم (برص والا) کے ضرر سے زیادہ سخت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برص والے کو لوگوں کی مجلس میں آنے سے منع کر دیا تھا، اور اس کا ضرر لہسن کھا کر آنے والے شخص سے بھی زیادہ ہے جس کے بارے میں شارع نے فرمایا کہ اس کا جماعت میں آنا منع ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں: یہ صحیح اور متعین قول ہے اس کے خلاف کسی نے کوئی تصریح نہیں کی۔

نظر بد سے بچاؤ میں مختلف احادیث کے مابین تطبیق

بعض احادیث میں نظر لگ جانے کے بعد دم کرانے کا ارشاد ہے اور بعض احادیث میں جس کی نظر لگی ہو اس کو غسل کرا کر اس کا غسالہ اُس شخص پر ڈالنے کا حکم ہے جس کو نظر لگی ہو۔ ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کی نظر لگی ہے تو دم کرایا جائے، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔[125]

نظر بد کے مؤثر ہونے پر شبہات کا ازالہ

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کسی شخص کے دیکھنے میں کسی دوسرے شخص کو ضرر کیونکر پہنچ سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں اور ان کے بدنوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ سے زہر نکل کر دوسرے شخص کے بدن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جس شخص کو آشوبِ چشم ہو اور کوئی تندرست آدمی اس کو دیکھے تو اس کو بھی وہی بیماری لگ جاتی ہے، اسی طرح بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ تندرست آدمی ان بیماروں کے پاس بیٹھے تو اس کو بھی بیماری لگ جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو جمائیاں آ رہی ہوں تو اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو بھی جمائیاں آنے لگتی ہیں۔ اسی طرح بعض اَفَاعِیْ (سانپوں) سے نظر ملانے سے ان کا زہر سرایت کر جاتا ہے۔

---

[125] (الجامع الاحکام القرآن، ج ۹، ص ۱۹۲، ۱۹۴، فتح الباری، ج ۱۱، ص ۳۶۲، ۳۶۳، عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۲۶۶، تسھیل المنافع، ص ۱۹۹)

حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مبر پر دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: سفید دھاری دار سانپ اور دم بریدہ سانپ کو قتل کردو کیونکہ یہ دونوں بصارت کو زائل اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔[126]

اس حدیث می یہ تصریح ہے کہ سفید دھاری والے سانپ کو دیکھنے سے بصارت چلی جاتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے، اس طرح بعض افاعی (سانپ) ایسے ہیں کہ ان کی نظر سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ عام مشاہدہ ہے۔ اسی طرح انسان کا بعض لوگوں سے اس نوع کا تعلق ہوتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور یہ سب نظر کی تاثیرات ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کے دیکھنے سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے اور بعض کو دیکھنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ روح کی تاثیرات ہیں اور ارواح مختلف ہوتی ہیں۔ بعض روحوں کی طبائع، کیفیات، قوتیں اور خواص بہت جلد تاثیر کرتی ہیں کیونکہ وہ روح بہت سریع التاثیر ہوتی ہے اور محض کسی کو دیکھتے ہی اس میں تاثیر کرتی ہے۔ بعض روحیں دوسرے شخص کے بدن سے اتصال کے بعد تاثیر کرتی ہیں، اور اس کی آنکھوں سے ایک معنوی تیر نکل کر دوسرے کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے بغیر یہ تاثیر نہیں ہوتی اور اس کا علاج وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا، یعنی اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرا کر اس کا غسالہ اس شخص پر ڈالا جائے جس کو نظر لگی ہو۔

[126] (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۲۹۷، ۳۳۱۱، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۸۲۳، ۵۸۲۵، ۵۸۲۶، ۵۸۳۲، ۵۸۳۳، مصنف عبدالرزاق، ج ۱۰، ص ۴۶، رقم الحدیث: ۱۹۷۸۶، مسند حمیدی، رقم الحدیث: ۶۲، سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: ۵۲۵۲، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۸۳، سنن ابن ماج، رقم الحدیث: ۳۵۳۵)

ورنہ یہ دعا پڑھ کر اس پر دم کیا جائے:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ ھَامَّۃٍ وَّ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ۔

میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان الفاظ سے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل اور اسحٰق علیہما السلام پر انہیں الفاظ سے دم فرماتے تھے۔[127]

نظر بد سے بچاؤ کے لئے خوبصورت چہرے پر ٹکہ لگانا

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

بری نظر سے بچنے کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ ان خوبصورت مقامات کو چھپا کر رکھا جائے جن پر نظر بد لگنے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح السنۃ میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بچے کو دیکھا جو ملیح (نمکین حسن والا) تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

دسموا نونتہ! لئلا تصیبہ العین۔

اس کی تھوڑی کے درمیان میں سیاہ ٹیکہ لگا دو! تاکہ اس کو نظر بد نہ لگے۔[128]

---

[127] (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۷۱، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۰، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۳۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۲۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۱۱۲، ۲۴۳۴)

[128] (زاد المعاد، ج۴، ص ۱۵۹)

یہ بات امام ابوعبید الہروی، امام بغوی، امام ابن اثیر الجزری، امام ابن منظور افریقی، علامہ زمخشری، امام محمد طاہر پٹنی اور علامہ سید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی نے بھی ذکر کی ہے۔[129]

امام ابوعبید الہروی اور علامہ محمد طاہر پٹنی نے کان کے پیچھے سیاہ ٹیکہ لگانے کا بھی ذکر کیا ہے۔

لہلہاتی فصل (کھیت) کو نظر بد سے بچانے کا حیلہ

عام طور پر کسان حضرات اپنے کھیتوں میں لمبی لمبی لکڑیوں پر کھوپڑیاں،، پرانے کپڑے، ٹاٹ، بوری یا پلاسٹک کے خالی لفافے لٹکا دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں اس کارروائی کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کھیت یا مطبخ (باورچی خانہ) میں نظر بد سے بچاؤ کے لئے کھوپڑی رکھی جائے، کیونکہ نظر بد مال، آدمی اور جانور سب کو لگ جاتی ہے اور اس کا اثر علامات سے ظاہر ہو جاتا ہے، پس دیکھنے والے کی نگاہ پہلے جماجم (کھوپڑی وغیرہ) پر پڑے گی کیونکہ وہ کھیت سے بلند ہوتی ہیں تو اس کی نظر کا زہر وہیں ضائع ہو جائے گا اور کھیت کو ضرر نہیں پہنچے گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں کہ ہم کسان لوگ ہیں اور ہمیں اپنے کھیتوں پر نظر بد کا اندیشہ رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: اپنے کھیتوں میں جماجم (کھوپڑیاں، لکڑی کے پیالے وغیرہ) رکھ دو۔[130]

---

[129] (الغریبین فی القرآن والحدیث، ج۲، ص۶۳۴، ج۶، ص۱۸۴۶، شرح السنۃ، ج۷، ص۱۲۲، النھایۃ فی غریب الحدیث، ج۲، ص۱۱۰، ج۵، ص۱۱۶، لسان العرب لابن منظور، ج۴، ص۳۴۸، ج۱۴، ص۳۴۱، الفائق فی غریب الحدیث، ج۱، ص۳۶۷، مجمع بحار الانوار، ج۲، ص۱۷۷، ج۴، ص۸۲۹، تاج العروس، ج۱۶، ص۲۴۰، ج۱۸، ص۵۶۳)

[130] (ردالمحتار، ج۹، ص۴۴۴)

یہ حدیث امام بزار اور امام ہیثمی نے بھی ذکر کی ہے۔[131]

آج کل کچھ لوگ نئے مکانوں پر کالے رنگ کی ہانڈی یا کوئی اور چیز رکھ دیتے ہیں، اس کی اصل بھی یہی حدیث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نظر بد اور اس کے متعلقات پر تفصیلی گفتگو کے بعد اب ہم دم کرنے کے ذکر پر مشتمل بقیہ احادیث مبارکہ کی طرف آتے ہیں۔

صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک دوسرے کو دم کرنا

حضرت عبد العزیز بن صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اے ابو حمزہ! مجھے تکلیف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میں آپ پر ان کلمات سے دم نہ کروں جن کلمات سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دم فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلمات کہے:

اللهم رب الناس، مذهب الباس، اشف أنت الشافي، لا شافي إلا أنت، شفاء لا يغادر سقما۔[132]

اے اللہ! لوگوں کے رب، تکلیف کو ختم کرنے والے، شفاء عطا فرما! شفاء دینے والا تو ہی ہے، تیرے سوا شفاء دینے والا کوئی نہیں۔ ایسی شفاء دے جو کوئی بیماری رہنے نہ دے۔

---

131 (کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث: ۳۰۵۴، مجمع الزوائد، ج۵، رقم الحدیث: ۸۴۳۳)

132 (بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۴۲)

یہ حدیث امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام احمد اور امام بیہقی نے بھی ذکر کی ہے۔[133]

دم کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجتہاد اور تائید نبوی

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چند صحابہ سفر میں تھے۔ ان کا بعض عرب قبائل سے گزر ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے مہمانی کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے کاٹ لیا۔ انہوں نے اس کے لئے ہر جتن کیا، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ جو لوگ یہاں (باہر) ٹھہرے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی علاج ہو۔ وہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس) آئے اور کہا اے مسافرو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے اور ہم ہر قسم کی کوشش کر چکے ہیں لیکن اسے کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم میں دم کرتا ہوں، لیکن ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری مہمانی نہیں کی۔ اب میں تمہیں قطعاً دم نہیں کروں گا، جب تک کہ تم مجھے کوئی معاوضہ نہ دو۔ انہوں نے بکریوں کی ایک تعداد معین طے کی تو وہ صحابی تشریف لے گئے اور سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم فرمایا۔ پس وہ سردار اس تکلیف سے یوں آزاد ہو گیا جس طرح کوئی بندھی ہوئی چیز رسی سے آزاد ہو جائے۔ سردار نے کہا: ان لوگوں سے تم نے جس معاوضے کا وعدہ کیا ہے وہ انہیں پورا پورا دے دو۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: یہ معاوضہ تقسیم کرو، لیکن جس شخص نے دم کیا تھا اس نے کہا: تقسیم نہ کرو، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

133 (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۹۰، جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۹۷۳، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۵۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۰۸۶۱)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہ پوراماجرہ عرض کریں پھر دیکھیں کہ آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ سو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں مکمل واقعہ عرض کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے کس طرح جانا کہ یہ دم ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا، اسے تقسیم کرو اور اس میں اپنے ساتھ ہمارا حصہ بھی نکالو۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسکرائے۔[134]

علامہ ابن قیم نے یہاں ایک اچھی بات کہی ہے، وہ لکھتے ہیں: سورۃ الفاتحہ کی یہ تاثیر وہاں ہوئی جو قبولیت کا مقام نہیں ہے، کیونکہ اس گاؤں کے لوگ غیر مسلم، بخیل، اجڈ اور گنوار تھے۔

فَكَيْفَ إِذَا كَانَ الْمَحَلُّ قَابِلًا۔[135]

پھر اندازہ لگایئے کہ جو محل اثر کے قابل ہو وہاں دم کی تاثیر کا کیا عالم ہو گا؟

یعنی جب ایک غیر مسلم کو اس قدر فائدہ پہنچا تو مسلمان کو کتنا فائدہ پہنچے گا؟ بشرطیکہ دم کرنے اور کروانے والا دونوں یقین و اعتقاد کی دولت سے مالا مال ہوں۔

---

134 (بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۳۹، مسلم، رقم الحدیث: ۵۶۹۷، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۴۱۸، ۳۹۰۰، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث: ۲۱۵۶، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۰۸۶۸، مسند احمد، ج۳، ص ۱۰، نیز طبع جدید، رقم الحدیث: ۱۰۸۵، مسند عبد بن حمید، رقم الحدیث: ۸۶۷، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۲۳۵۷۷، سنن الدارقطنی، رقم الحدیث: ۳۰۱۵ تا ۳۰۱۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۰۷۹، ۶۰۸۰، مستدرک، رقم الحدیث: ۲۰۹۸، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۲۳۶۶، عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم الحدیث: ۶۳۶، نیل الاوطار، رقم الحدیث: ۲۳۷۷)

135 (مدارج السالکین، ج ۱، ص ۷۹)

منکرین دم پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رد

عصرِ حاضر میں بعض جہلاء دم کرنے اور کرانے پر اعتراضات کرتے ہیں اور بزعم خویش اس کو اپنی روشن خیالی تصور کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ اہلِ علم لوگ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دم کرنا درست نہیں ہے۔ ایسے تمام جاہل اور متجاہل لوگوں کے سامنے ہم حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل عبارت پیش کر رہے ہیں، شاید اس عبارت سے کسی شخص کی چشم بصیرت وا ہو جائے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اسود بن یزید تابعی نے وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الۡعُقَدِ (الفلق ۴) سے دلیل پکڑتے ہوئے دم کرنے کو مطلقاً مکروہ کہا اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھ کر دم کرنے کو مکروہ کہا۔ اسود بن یزید کے لئے تو اس آیت میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ پھونک مار کر دم کرنا تب مکروہ ہے جب جادو کے ذریعے ہو یا اہل باطل کا کلام ہو۔ اس آیت میں مطلقاً پھونک مار کر دم کرنے کی مذمت نہیں ہے کیونکہ یہ چیز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

رہے ابراہیم نخعی، ان پر تو خود حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حجت ہے۔ جس میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ انہوں نے مریض پر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر تھوڑے سے آب دہن کی آمیزش کے ساتھ اس پر دم کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان پر تنکیر نہ فرمائی۔ پس یہ پھونک مار کر دم کرنے کی قوی دلیل ہے"۔[136]

---

[136] (فتح الباری، ج ۱۱، ص ۲۶۹)

جب اس قدر واضح اور روشن عمل کو بھی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ کہہ دیا تو وہ اگر قرآن کریم کو لکھ کر اور اسے گھول کر پینے کے عمل کو مکروہ قرار دیں تو کیا فرق پڑتا ہے، اور کون ان کے بلا دلیل قول کو تسلیم کرتا ہے؟

لفظ ”تفل“ اور ”نفث“ کے معانی کی تحقیق اور دم کرنے کا طریقہ

دم کرنے کے ذکر پر مشتمل متعدد احادیث میں ”تَفْلٌ“ اور ”نَفْثٌ“ کے الفاظ آئے ہیں، لہٰذا مناسب ہے کہ ان الفاظ کے معنی کی تحقیق کر دی جائے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

”تفل“ منہ سے پھونک مارنے کو کہتے ہیں، اس کے ساتھ کچھ لعاب دہن کی آمیزش ہوتی ہے اور جو بغیر لعاب دہن کے فقط پھونک ہو وہ ”نفث“ ہے۔[137]

لسان العرب میں اس مقام پر کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں، کیونکہ نفث خالی تھوک کو نہیں کہتے۔ ”نفث“ کا صحیح معنی وہ ہے جو ہم نیچے لکھ رہے ہیں۔

آب دہن جب تک منہ کے اندر رہے تو وہ ”رِیْقٌ“ ہے، اسے منہ سے مکمل باہر پھینکا جائے تو ”بَزْقٌ“ ہے اور اگر پھونک کے ساتھ کچھ تھوک ملایا جائے تو وہ ”تَفْلٌ“ ہے اور اس سے بھی کم مقدار میں تھوک کی آمیزش تو وہ ”نَفَثٌ“ ہے اور جو تھوک کے بغیر فقط ہوا ہو ا وہ ”نَفَخٌ“ ہے۔

امام جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”تفل، بزق کے مشابہ ہوتی ہے لیکن یہ اس سے بہت ہی کم ہوتی ہے، اول درجہ ”بزق“ ہے، پھر ”تفل“ پھر ”نفث“ پھر ”نفخ“ ہے“۔[138]

---

[137] (لسان العرب، ج ۲، ص ۳۸)

[138] (الصحاح للجوھری، ج ۲، ص ۱۲۳۷)

علامہ جوہری کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ "نفث" اس دم کو کہا جاتا ہے جس میں کچھ تھوک کی آمیزش ہو۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ "نفث" میں نہایت قلیل مقدار میں تھوک کی آمیزش ہوتی ہے۔[139]

"لسان العرب" میں بھی دوسرے مقام پر اسی طرح لکھا ہوا ہے۔[140]

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

وَفِي النَّفْثِ وَالتَّفْلِ اسْتِعَانَةٌ بِتِلْكَ الرَّطُوبَةِ وَالْهَوَاءِ۔[141]

اور "نفث" اور "تفل" میں منہ کی رطوبت اور ہوا کی برکت سے مدد طلب کرنا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیاتِ الٰہیہ اور ادعیہ ماثورہ پڑھ کر دم کرنے والے کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ نہایت قلیل مقدار میں منہ کا پانی بھی شامل کرے، لیکن اتنا بھی نہ کہ دم کرانے والے کا ناک میں دم کر دے اور اس کے لئے الٹی مصیبت بن جائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مبارک تھوک کی تو شان ہی نرالی تھی کہ لوگ اپنے چہروں پر ملتے تھے، کھارے کنویں اس سے شیریں ہو جاتے تھے، بیمار شفاء یاب ہو جاتے تھے، اندھی آنکھیں اس لعاب دہن سے درست ہو جاتی تھیں اور ٹوٹی ہوئی پنڈلیاں جڑ جاتی تھیں۔

جس سے کھارے کنویں شیرۂ جاں بنے　　　اُس زُلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

---

139 (المفردات، ج۲، ص ٦٣٦)

140 (لسان العرب، ج۱۴، ص ۲۲۳)

141 (زادالمعاد، ج۴، ص ١٦٤)

قرآنی آیات کو گھول کر پینے کا حکم

امام زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وَأَفْتَى الشَّيْخُ أَيْضًا بِالْمَنْعِ مِنْ أَنْ يَشْرَبَ شَيْئًا كُتِبَ مِنَ الْقُرْآنِ لِأَنَّهُ تُلَاقِيهِ النَّجَاسَةُ الباطنة وفيما قاله لِأَنَّهَا فِي مَعْدِنِهَا لَا حُكْمَ لَهَا وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِالْجَوَازِ مِنْ أَصْحَابِنَا الْعِمَادُ النِّيهِيُّ تِلْمِيذُ الْبَغَوِيِّ فِيمَا رَأَيْتُهُ بِخَطِّ ابْنِ الصَّلَاحِ قَالَ: لَا يَجُوزُ ابْتِلَاعُ رُقْعَةٍ فِيهَا آيَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَلَوْ غَسَلَهَا وَشَرِبَ مَاءَهَا جَازَ وَجَزَمَ الْقَاضِي الْحُسَيْنُ وَالرَّافِعِيُّ بِجَوَازِ أَكْلِ الْأَطْعِمَةِ الَّتِي كُتِبَ عَلَيْهَا شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ۔[142]

شیخ ابن عبد السلام نے جس چیز پر قرآن لکھا گیا ہو اس کے پینے پر ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ باطنی نجاست سے مل جاتی ہے، لیکن ان کے قول میں نظر ہے، کیونکہ وہ چیز معدہ میں ہے اس کے لئے کوئی حکم نہیں، اور جنہوں نے اس کے جواز کی صراحت فرمائی وہ امام بغوی کے شاگرد عماد نیہی ہیں۔ میں نے ان کا یہ قول امام ابن صلاح کی تحریر میں پڑھا۔ انہوں نے فرمایا: اس کاغذ کا نگلنا جائز نہیں جس میں قرآن کی آیت مرقوم ہو، ہاں اگر اسے دھویا جائے اور اس کا پانی پیا جائے تو جائز ہے، اور قاضی حسین اور امام رافعی نے قطعیت سے اسے طعام کے کھانے کو جائز قرار دیا جس پر قرآن مجید سے کچھ لکھا گیا ہو۔

امام سیوطی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[143]

اس کے بعد علامہ زرکشی نے اس مسئلہ کے حوالے سے امام بیہقی کی مشہور کتاب "شعب الایمان" سے ایک قصہ ذکر فرمایا ہے، جس کا ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

---

142 (البرھان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۱۰۵)

143 (الاتقان، ج ۲، ص ۴۰۰، ۴۰۱)

"ابو عبدالرحمٰن السلمی نے منصور بن عمار کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ منصور بن عمار کو حکمت ودانائی عطا فرمائی گئی تھی، اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے راستہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پایا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ اٹھایا تو انہیں کوئی مناسب جگہ سمجھ نہ آئی جہاں اسے رکھ دیتے تو انہوں نے اسے کھالیا۔ پھر انہیں اس طرح کچھ دکھایا گیا جیسا کہ حالت خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ ایسا منظر تھا گویا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا" اللہ تعالیٰ نے کاغذ کے اس ٹکڑے کے احترام کی برکت سے تجھ پر اپنی حکمت کا دروازہ کھول دیا۔ اس کے بعد جب وہ کلام کرتے تو حکمت پر مبنی ہوتا"۔[144]

امام بیہقی کے علاوہ یہ واقعہ امام قشیری اور امام ابن الملقن نے بھی ذکر کیا ہے۔[145]

امام زرکشی، امام سیوطی اور امام بیہقی وغیرھم کی عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر قرآنی آیات کسی چیز، کاغذ یا مٹھائی کی ٹکیہ وغیرہ پر مرقوم ہوں تو ان اشیاء کا کھانا یا پینا بے ادبی میں شامل نہیں، بلکہ حصول شفاء کا موجب ہے۔

اب ہم تعویذات کو بازو میں باندھنے اور گلے وغیرہ میں لٹکانے کی شرعی حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ **والتوفیق من اللہ الکریم!**

---

144 (شعب الایمان، ج ۲، ص ۵۴۵)

145 (الرسالۃ القشیریۃ، ص ۶۳، طبقات الاولیاء لابن الملقن، ص ۲۱۹)

فصل در بیان

تعویذ لٹکانے اور باندھنے کا بیان

جسمانی امراض میں قرآن حکیم سے شفاء کے حصول کا ایک طریقہ یہ بھی چلا آرہا ہے کہ آیات قرآنی لکھ کر گردن یا بازو وغیرہ میں لٹکائی یا باندھی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ آغاز اسلام سے اب تک روئے زمین کے تمام مسلمانوں میں مروج اور مقبول ہے، مگر دورِ حاضر کے کچھ نام نہاد موحدین کے نزدیک یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ ناپسندیدہ ہے بلکہ یہ ان کے نزدیک صریح شرک ہے۔ ”العیاذ باللہ“

یہ لوگ جس شخص کی گردن وغیرہ میں تعویذ لٹکتا یا باندھا ہوا دیکھ لیں اس سے کافر و مشرک سے بھی زیادہ نفرت کرتے ہیں اور بزعم خویش اس کارروائی سے وہ اپنی گرتی ہوئی توحید کو سہارا دیتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ سطور میں ہم اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کر رہے ہیں۔

تعویذ لٹکانے کے بارے میں مذاہب

اس مسئلے کی تحقیق میں مذاہب اربعہ کے علماء کرام کی عبارات نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مذاہب اربعہ کے علماء کرام کی عبارات اور دورِ حاضر کے نام نہاد توحیدی اور شرک کے فتوے لگانے والے لوگوں کی خرافات دونوں کو سامنے رکھ کر ہر قاری باآسانی یہ فیصلہ کر سکے کہ حق کیا ہے؟

تعویذ لٹکانے کے بارے میں علماء شافعیہ کا نظریہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمیمہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا نہ فرمائے۔

اس کی شرح کرتے ہوئے امام بیہقی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وَهَذَا أَيْضًا يَرْجِعُ مَعْنَاهُ إِلَى مَا قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ , وَقَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنَ النَّهْيِ وَالْكَرَاهِيَةِ فِيمَنْ تَعَلَّقَهَا وَهُوَ يَرَى تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَزَوَالَ الْعِلَّةِ مِنْهَا عَلَى مَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَصْنَعُونَ , فَأَمَّا مَنْ تَعَلَّقَهَا مُتَبَرِّكًا بِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى فِيهَا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا كَاشِفَ إِلَّا اللهُ وَلَا دَافِعَ عَنْهُ سِوَاهُ فَلَا بَأْسَ بِهَا إِنْ شَاءَ اللهُ۔[146]

یہ حدیث بھی اسی معنی کی طرف لوٹتی ہے جو ابو عبید نے بیان کیا اور احتمال ہے کہ یہ اور اس کے مشابہ دیگر احادیث جن میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت اور کراہت مذکور ہے اس شخص کی مذمت میں ہوں جو شفاء کا دارومدار تعویذات پر سمجھتا ہے (اور ان کو بالذات مؤثر سمجھتا ہے) جیسا کہ اہل جاہلیت کرتے تھے۔ رہا وہ شخص جو تعویذات کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کی خاطر لٹکاتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں اور مصیبت کو دفع کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں تو انشاء اللہ تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔

اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعویذات کے جواز اور عدم جواز پر بہت سی احادیث لکھیں اور آخر میں فرمایا:

وَهَذَا كُلُّهُ يَرْجِعُ إِلَى مَا قُلْنَا مِنْ أَنَّهُ إِنْ رَقَى بِمَا لَا يُعْرَفُ أَوْ عَلَى مَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ إِضَافَةِ الْعَافِيَةِ إِلَى الرُّقَى لَمْ يَجُزْ , وَإِنْ رَقَى بِكِتَابِ اللهِ أَوْ بِمَا يَعْرِفُ مِنْ ذِكْرِ اللهِ مُتَبَرِّكًا بِهِ وَهُوَ يَرَى نُزُولَ الشِّفَاءِ مِنَ اللهِ تَعَالَى فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ۔[147]

یہ سب احادیث اسی معنی کی طرف لوٹتی ہیں جو اوپر بیان ہوا۔ یہ کہ اگر تعویذ سمجھ میں نہ آئے یا اس میں اہل جاہلیت کا کلام ہو، یا شفاء کی نسبت حقیقتاً تعویذ کی طرف کی جائے تو ناجائز ہے، اور اگر

---

[146] (سنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، ص ۵۸۹)

[147] (سنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، ص ۵۹۰)

تعویذ کتاب اللہ یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہو جس کا معنی معلوم ہو اور اس سے حصول برکت مقصود ہو اور تعویذ لٹکانے والا شخص شفاء من جانب اللہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

”حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لڑکے کے لئے تعویذ لکھتے تھے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ نافع بن یزید نے یحییٰ بن سعید سے دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَأْمُرُ بِتَعْلِيقِ الْقُرْآنِ وَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ۔[148]

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم سے تعویذ لٹکانے کا حکم کرتے تھے اور فرماتے تھے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بعض زائغین (کج روش لوگوں) نے ”تعویذ گنڈا شرک ہے“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے، اس میں انہوں نے صرف وہ احادیث درج کیں جن میں دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کو شرک کہا گیا ہے۔ انہوں نے یہ زحمت گوارہ نہیں کی کہ ان احادیث کے ساتھ وہ ایسی احادیث کو بھی لکھ دیتے جن میں دم اور تعویذات کو جائز فرمایا گیا، یا پھر وہ اتنی زحمت ہی برداشت کر لیتے کہ جو احادیث انہوں نے لکھی ہیں ان کا صحیح محمل بیان کر دیتے، لیکن چونکہ انہیں امت مسلمہ کی اکثریت کو مشرک کہنا کا شوق تھا سو انہوں نے اپنا شوق پورا کیا۔ معاذ اللہ!

بعض زائغین (ٹیڑھی راہ چلنے والوں) کے برعکس امام بیہقی نے دم اور تعویذات کے جواز اور عدم جواز پر تمام کی تمام احادیث درج فرمائیں اور ہر دو قسم کی احادیث کے مابین ایسی مطابقت بیان فرمائی کہ حق اور باطل کے درمیان کوئی التباس اور اشتباہ نہیں رہا۔ امام بیہقی کی تفصیلی عبارات ہم

---

[148] (سنن الکبریٰ، ج ۹، ص ۵۹۰)

ابھی ابھی بیان کر چکے ہیں۔ یقیناً امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی احادیث پر نظر اور ان کی فہم بعض زائغین جیسے کروڑہا افراد سے کروڑہا درجہ بہتر ہے۔ لہٰذا بعض زائغین کا فتویٰ حدیث شریف کے مطابق خود انہی کی طرف لوٹا۔

امام ابن عساکر شافعی لکھتے ہیں:

"ابراہیم بن وثیمہ النصری نے عثمان بن محمد القاری سے فرمایا کہ ان آیات کو اپنے اوپر لازم کر لو جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ جن اور جنوں کے مرض کو دفع کر دیتا ہے۔ تم انہیں ہر روز پڑھا کرو جو شکایت بھی ہوگی دفع ہو جائے گی۔ وہ آیات یہ ہیں: سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۶۳، آیت الکرسی، سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات، سورۃ الاعراف کی آیات ۵۴، ۵۵ اور ۵۶، اور سورۃ الحشر کی آخری آیات۔ عثمان بن محمد نے ان آیات کو اپنے اوپر لازم کر لیا تو ہر بیماری سے بری ہو گئے۔ ابراہیم بن وثیمہ فرمایا کرتے تھے: یہ آیات تم اپنے بچوں کے لئے رات کو ڈر جانے اور جنوں سے بچاؤ کے لئے لکھا کرو۔[149]

امام زرکشی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک شخص نے آشوب چشم کی شکایت کی تو آپ نے اس کی طرف ایک کاغذ میں یہ تعویذ لکھ کر بھیجا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق ۲۲) لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ (فصلت ۴۴)" اس شخص نے وہ تعویذ پہن لیا تو بیماری سے بری ہو گیا۔

---

149 (مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۴، ص ۱۷۱)

امام زرکشی نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حاملہ عورت کے لئے تعویذ لکھتے جو کہ اس پر لٹکایا جاتا۔[150]

محي السنة ابو محمد حسین بن مسعود البغوی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”حماد نے کہا: ابراہیم نخعی ہر اس چیز کو مکروہ سمجھتے تھے جو کسی بچے یا بڑے پر لٹکائی جائے اور کہتے تھے کہ یہ تمائم سے ہے، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں وہ تمیمہ نہیں جو نزول تکلیف کے بعد لٹکایا جائے، بلکہ تمیمہ وہ ہے جو نزول مصیبت سے پہلے لٹکایا جائے تاکہ اس سے تقدیر الٰہی کو ٹالا جائے۔ عطأ فرماتے ہیں جو تعویذ قرآن کریم سے لکھے جائیں ان کا شمار تمائم میں نہیں ہوتا اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے چھوٹے تعویذوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں قرآن لکھا جاتا ہے پھر وہ عورتوں اور بچوں کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں تو فرمایا: ان میں کوئی حرج نہیں“۔[151]

علامہ ابو حیان اندلسی الغرناطی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ تعویذات جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء مبارکہ مرقوم ہوں بطور برکت مریضوں کے گلے میں لٹکائے جائیں تو کوئی حرج نہیں، جبکہ ان کے ذریعے نظر بد کے دفاع کا ارادہ نہ کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نظر بد لگنے سے پہلے نہ لٹکایا جائے، ہاں نزول تکلیف کے بعد کشادگی، عافیت اور شفاء کی امید پر لٹکایا جائے تو جائز ہے، جیسا کہ نظر بد وغیرہ کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں، اور سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قرآنی تعویذ کو کسی ڈبیہ یا کاغذ میں لپیٹ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ تعویذ کو بوقت جماع یا بیت الخلاء میں جاتے وقت اتار لیا جائے۔ امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کی رخصت دی

---

150 (البرھان، ج۲، ص ۶۴)

151 (شرح السنة، ج۶، ص ۲۵۸)

ہے، اور امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جس میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو اور اسے کوئی انسان لٹکائے"۔[152]

تعویذ لٹکانے کے بارے میں علماء مالکیہ کا نظریہ

امام قیروانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا: کیا بخار والے شخص کے لئے قرآن لکھا جا سکتا ہے؟

قال لا بأس به، ولا بأس ان یرقی بالکلام الطیب ولا بأس بالمعاذة تعلق وفیها القرآن وذکر اللہ اذا حرز علیها جلد۔

فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، اور پاکیزہ کلام سے دم کرنے اور ایسا تعویذ لٹکانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جس میں قرآن اور ذکر الٰہی ہو، بشرطیکہ اس پر چمڑا چڑھایا گیا ہو۔

اس سے ذرا آگے چل کر امام قیروانی لکھتے ہیں:

قال اللیث: لا بأس ان یعلق علی النفساء والمریض الشیء من القران اذا حرز علیه ادم او کان فی قصبة واکره قصبة حدید۔[153]

حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نفاس والی عورت اور مریض پر اس چیز کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں جس میں قرآن مرقوم ہو، جبکہ اس پر چمڑا چڑھایا جائے یا وہ کسی خول دار چیز میں محفوظ ہو، اور میں لوہے کے خول کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

---

152 (البحر المحیط، ج۷، ص ۱۰۴)

153 (کتاب الجامع، ص ۲۳۷، ۲۳۸)

امام قرطبی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، آپ لکھتے ہیں:

"امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیماروں کے گلے میں بطور تبرک اُن تعویذات کے ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے جن میں اللہ جل جلالہ کے اسماء حسنیٰ لکھے ہوئے ہوں، بشرطیکہ تعویذ لٹکانے والا شخص تعویذ لٹکانے میں نظر بد کی مدافعت کی نیت نہ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعویذ نزول مرض سے پہلے نہ لٹکایا جائے۔ اس قول پر اہل علم کی ایک جماعت کا اتفاق ہے۔ ان کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ جانور ہوں یا انسان کسی پر بھی نظر بد کے لگ جانے کے خوف کی وجہ سے تعویذ لٹکانا جائز نہیں، لیکن بیماری لگ جانے کے بعد اسماء الٰہیہ یا قرآنی تعویذات کا بیماری سے بری اور شفاء یاب ہونے کی غرض سے لٹکانا جائز ہے، اور یہ اس مباح دم کی طرح ہے جس کی اباحت پر احادیث مبارکہ وارد ہیں، جیسا کہ نظر بد اور دیگر امراض کے بارے میں احادیث موجود ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ یہ دعا پڑھے: **اعوذ بکلمات التامۃ من غضبہ وسوء عقابہ ومن شر الشیاطین وان یحضرون۔** (میں اللہ تعالیٰ کے غضب، اس کی سخت سزا اور شیطانوں کے چمٹ جانے اور ان کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کاملہ سے اس کی پناہ میں آتا ہوں) حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بڑی اولاد کو یہ دعا سکھاتے تھے اور چھوٹے بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکاتے تھے۔

ا۔ اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی چیز لٹکائی اسے اسی چیز کے سپرد کیا جائے گا۔

۲۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ام ولد پر ایک بندھا ہوا "تمیمة" (تعویذ) دیکھا تو اسے سختی کے ساتھ کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا: بے شک ابن مسعود کی آل، شرک سے بیزار ہے۔ پھر فرمایا: بے شک تائم، دم اور تولہ شرک ہے۔ پوچھا گیا تولہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جس کے ذریعے اپنے شوہر کی محبت حاصل کی جائے۔

۳۔ عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص تمیمہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ فرمائے اور جو شخص گھونگا لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور نہ کرے۔

خلیل بن احمد کہتے ہیں: تمیمة اُس پٹے کو کہتے ہیں جس میں تعویذ ہو اور "ودعة" کوڑی یا گھونگے کو کہتے ہیں۔ ابو عمرو فرماتے ہیں کلام عرب میں تمیمة "قلادة" (پٹے) کو کہا جاتا ہے اور اہل علم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ نظر بد یا کوئی بیماری جو ابھی نہ لگی ہو اور جس کے لگنے یا نہ لگنے کا کائی علم نہ ہو اس کے خوف کی وجہ سے گردن میں جو پٹہ لٹکایا جائے وہ تمیمة ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے پٹے لٹکانے والے کی صحت اور عافی کو پورا نہ فرمائے۔ اور "ودعة" بھی تمیمة کی مثل ہے۔ اللہ اس کے لٹکانے والے کو برکت نہ دے۔

سو یہ سب احادیث ان امور سے ڈرانے کے لئے ہیں جنہیں اہل جاہلیت کیا کرتے تھے۔ یعنی پٹے اور گھونگے لٹکاتے تھے اور گمان یہ کرتے تھے کہ یہ چیزیں انہیں بیماری کے لگنے سے محفوظ رکھیں گی اور ان سے مصائب کا رخ پھیر دیں گی، جبکہ مصائب و آلام کا رخ پھیر دینا اللہ جل جلالہ کا کام ہے اور عافیت دینے والا اور ابتلاء میں ڈالنے والا صرف وہی ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جو کچھ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اس سے روک دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جو تعویذ نزول بلا کے بعد لٹکایا جائے وہ تمائم سے نہیں، اور بعض اہل علم نے ہر حال میں تعویذ کا لٹکانا مکروہ سمجھا ہے، نزول بلا سے پہلے ہو خواہ بعد، لیکن پہلا قول حدیث و قیاس کی رو سے زیادہ صحیح ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

اور وہ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تو اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے نزدیک وہ چیز مکروہ ہے جو قرآن کے علاوہ ہو اور دست شناسوں اور کاہنوں (نجومیوں) سے لی گئی ہو کیونکہ قرآن سے شفاء حاصل کرنا تعویذ لٹکانے کے ساتھ ہو یا تعویذ لٹکائے بغیر ہو کسی صورت میں بھی شرک نہیں۔ رہ گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ فرمان کہ جس شخص نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کیا جائے گا، تو اس میں احتیاط یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کا تعویذ لٹکائے اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بیماری یا اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے کیونکہ وہی ذات ہے جس کی طرف رغبت کی جاتی ہے اور وہی ذات بزرگ و برتر ہے جس پر توکل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن کے ذریعے شفاء حاصل کرنے میں بھی توکل اسی پر ہو گا، اور حضرت ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا تعویذ لٹکانا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: تعویذ جب کسی ڈبیہ میں محفوظ ہو یا اس پر کوئی چیز لپیٹ دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (امام قرطبی فرماتے ہیں) یہ تب جائز ہے جب اس میں قرآن لکھا ہوا ہو۔

حضرت ضحاک سے منقول ہے کہ وہ اس چیز میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جو قرآن کریم سے لی گئی ہو اور اسے کوئی شخص اپنے گلے میں لٹکائے، بشرطیکہ جماع کے وقت اور بیت الخلاء میں جاتے وقت اتار دے، اور امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کی

اجازت دی ہے، اور امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے جو قرآن سے حاصل کی گئی ہو اور اسے کوئی انسان (خواہ بڑا ہو یا چھوٹا) لٹکائے۔[154]

امام قرطبی کی طویل عبارت میں جتنے اقوال مذکور ہیں وہ سب امام ابن ابی شیبہ کی مشہور تصنیف "المصنف" میں موجود ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے ان اقوال پر یہ عنوان قائم کیا ہے "من رخص فی تعلیق التعاویذ" (وہ لوگ جنہوں نے تعویذات کے لٹکانے کی اجازت دی ہے)۔[155]

امام قرطبی نے مکمل وضاحت فرمادی کہ جو چیز شرک یا مکروہ ہے وہ اہل جاہلیت کا کلام ہے یا ان کے قلادے، کوڑیاں، سیپیاں اور گھونگے وغیرہ ہیں۔ جن کے لٹکانے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اشیاء از خود ہر مصیبت کو دفع کرتی ہیں، نعوذ باللہ!

اہل اسلام قطعًا یہ چیزیں نہیں لٹکایا کرتے۔ وہ اگر تعویذ بناتے ہیں تو اس میں قرآن لکھا ہوتا ہے یا اسماء الٰہیہ اور اس میں بھی ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شفاء من جانب اللہ ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ سوچنا سوءِ ظن ہے۔

ماحیٔ شرک و بدعت امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی المعروف بابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور کتاب "المدخل" (جو کہ ردِ بدعات کے موضوع پر ہے) میں تعویذات کی تمام اقسام پر بحث فرمائی ہے، جس میں آپ نے قرآن حکیم و ذکر الٰہی پر مشتمل تعویذوں کے لٹکانے کو جائز فرمایا ہے۔[156]

---

154 (الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۲۷۸ و مابعدھما)

155 (مصنف ابن ابی شیبة، ج ۵، ص ۴۲، ۴۳)

156 (المدخل لابن الحاج المالکی، ج ۴، ص ۳۲۷، ۳۲۸)

یہ حضرات ایسے پاکیزہ نفس تھے جن کا قلم خود ساختہ نظریہ کے تحت نہیں چلتا تھا، کیونکہ جن لوگوں کا قلم خود ساختہ نظریات کے تحت چلتا ہے وہ ہر اس شخص پر دل کی بھڑاس نکالنا شروع کر دیتے ہیں جو ان کے نظریئے کا قائل نہ ہو۔ جذبات کی رو میں بہہ جانے والے ہر ایسے شخص کے بارے میں بہت خوب کہا گیا ہے:

ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے گا! ہو کتنا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

بعض زائغین کا یہ کس قدر ظلم عظیم ہے کہ انہوں نے جن صفحات سے تعویذات کے خلاف عبارات نقل کیں انہی صفحات پر قرآنی آیات، ذکر الٰہی اور اسماء الٰہیہ پر مشتمل تعویذات کے جواز پر مکمل بحث مع دلائل موجود ہے، مگر انہیں یہ بحث نظر نہیں آئی۔ خود بتلایئے! حق کو دیکھنے سے کسی آنکھ کی روشنی سلب ہو چکی ہو تو اس کا کیا علاج؟ ایسی آنکھ کے لئے شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بیت کس قدر مبنی بر حقیقت ہے:

گر نہ بیند بروز شب پرۂ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
(اگر چمگادڑ کی آنکھ دن کے اجالے میں نہ دیکھ سکے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔)

تعویذ لٹکانے کے بارے میں فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ

علماء حنابلہ کا نظریہ پیش کرنے کے لئے یہاں صرف ابن قیم حنبلی کا کلام پیش کرتا ہوں۔ علامہ ابن قیم، ابن تیمیہ کے شاگرد و پیروکار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک وبدعت کے خلاف بہت کام کیا، حتیٰ کہ ان لوگوں سے اس معاملہ میں بعض مسائل میں افراط و تفریط بھی ہو گئی۔ ایسے شدت پسند لوگوں نے بھی تعویذات کے خلاف قلم نہیں اٹھایا، بلکہ انہوں نے تعویذات کی تمام جائز اقسام

کو ٹھوس دلائل سے ثابت کیا۔ علاوہ ازیں یہ لوگ خود تعویذ لکھتے رہے، لکھ کر پیتے رہے، پلاتے رہے اور لٹکاتے رہے۔ نیز یہ لوگ جن بھی نکالتے رہے۔ غرضیکہ ہر طرح کی بیماری کے دم کرتے رہے اور تعویذ دیتے رہے۔ حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیں علامہ ابن قیم کی "الطب النبوی ﷺ" اور "زاد المعاد" کی چوتھی جلد اور ابن تیمیہ کا فتاویٰ وغیرہ۔ یہاں علامہ ابن قیم کے کلام کا اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام مروزی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے سامنے بیان کیا گیا اور میں نے سنا۔ ابو المنذر عمرو بن مجمع نے کہا کہ ہمیں یونس بن حبان نے بتایا کہ:

سألت ابا جعفر محمد بن علی ان أعلق التعویذ فقال ان کان من کتاب اللہ او کلام عن نبی اللہ فعلقه و استشف به ما استطعت، قلت: اکتب هذه من حمی الربع باسم اللہ، و باللہ، و محمد رسول اللہ، الیٰ آخره؟

قال: ای نعم۔

میں نے ابو جعفر محمد بن علی (امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا کہ تعویذ لٹکانا جائز ہے؟ فرمایا: اگر تعویذ کتاب اللہ سے ہو یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے کلام سے ہو تو اسے لٹکاؤ اور اس کے ذریعہ جتنا تم سے ہو سکے شفاء حاصل کرو۔ میں نے عرض کیا: کیا میں باری کے بخار کے لئے یہ تعویذ لکھا کروں؟ "بسم اللہ، و باللہ، و محمد رسول اللہ" آخر تک۔ آپ نے فرمایا: ہاں!۔

باری کے بخار کے لئے یونس بن حبان نے امام ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جس تعویذ کی اجازت لی اس کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

"بسم اللہ، و باللہ، و محمد رسول اللہ، قلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا علیٰ ابراھیم، و ارادوا بہٖ کیدًا فجعلناھم الاخسرین، اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل، اشف صاحب ھذا الکتاب بحولک و قوتک و جبروتک، الٰہ الحق، آمین۔"

امام مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو میرے بارے میں معلوم ہوا کہ اسے بخار ہے تو آپ نے میرے لئے یہ تعویذ لکھ کر بھیجا۔

اس کے بعد ابن قیم لکھتے ہیں:

"امام احمد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و غیرھا کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ تعویذ کے مسئلے میں نرم نظریہ رکھتے تھے۔ حرب کہتے ہیں کہ امام احمد خود بھی اس مسئلہ میں سخت نہیں تھے۔ امام احمد نے فرمایا: ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے بہت ہی شدید مکروہ سمجھتے تھے، اور امام احمد سے وقوع مصیبت کے بعد تمائم لٹکانے کے معلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ خلال فرماتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن احمد نے بتایا کہ میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ انہوں نے گھبراہٹ والے اور بخار والے شخص کے لئے نزول تکلیف کے بعد تعویذ لکھا"۔

اس کے بعد ابن قیم نے چند بیماریوں کے لئے کچھ تعویذ لکھ کر لٹکانے وغیرہ کا ذکر کیا اور اس بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا:

وَ کُلّ مَاتَقَدّمَ مِنَ الرّقی فَإِنّ کِتَابَتَہُ نَافِعَۃٌ۔[157]

جتنی دعائیں ذکر ہوئیں ان کا (تعویذ) لکھنا بھی نافع ہے۔

---

[157] (زادالمعاد فی ھدي خیر العباد، ج۴، ص ۳۲۶، ۳۲۷)

علامہ ابن قیم کا یہ قول "جتنی دعائیں ذکر ہوئیں انکا (تعویذ) لکھنا بھی نافع ہے"۔ متبعین ابن قیم کے لئے خصوصًا قابل توجہ ہے۔

اس عبارت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمائم وغیرہ کے بارے میں جس شدید کراہت کا ذکر ہے اس کی توجیہہ امام قرطبیؒ مالکی علیہ الرحمۃ کے کلام میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز درج ذیل عبارت میں بھی اس بات کی وضاحت موجود ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

قال الشيخ: والذي روي عن ابن مسعود، مرفوعا "إن الرقى والتمائم والتولة شرك" فإنما أرادوا، والله أعلم، ما كان من الرقى والتمائم بغير لسان العربية مما لا يدرى ما هو۔[158]

شیخ فرماتے ہیں: اور وہ جو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دم، تمائم اور "تولۃ" شرک ہے، تو اس سے اُن کی مراد وہ دم اور تمائم ہیں جو عربی زبان میں نہ ہوں اور ان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کیا ہیں۔

رقی، تمائم اور تولۃ کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ کے فیصلے کے بعد کسی قسم کا شائبہ باقی نہیں رہنا چاہیئے، تاہم مکمل تسلی اس حدیث کے الفاظ کی مزید تشریح سے ہوگی۔ یہ تشریح فقہاء احناف کے نظریئے میں آرہی ہے، جس سے انشاء اللہ عقل سلیم کو اطمینان نصیب ہوگا۔

تعویذ لٹکانے کے بارے میں ابن تیمیہ کا نظریہ

ابن تیمیہ ہیں، اس لئے ان کے تاثرات فقہاء حنابلہ کے نظریئے کہ تحت درج کر دینا کافی تھا، لیکن ان کے نام سے مستقل عنوان اس لئے قائم کر رہا ہوں تاکہ اس دور کے متشددین نجدی، وہابی

---

[158] (السنن الصغریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۴۲۳)

خصوصاً انتہا پسند عرب نجدی اور ہند وپاک میں ان کے متعصب مقلدین کی اس طرف توجہ مبذول ہو۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ویجوز ان یکتب للمصاب وغیرہ من المرضی شیئا من کتاب اللہ و ذکرہ بالمداد المباح ویغسل ویسقی، کمانص علی ذلک احمدوغیرہ۔

اور جائز ہے کہ مصیبت زدہ اور دوسرے مریضوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے ذکر سے مباح روشنائی سے تعویذ لکھا جائے اور اسے دھویا اور پلایا جائے، جیسا کہ امام احمد اور دیگر علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اس کے بعد ابن تیمیہ نے تنگیٔ ولادت کے لئے دو تعویذ لکھے ہیں، جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور جن کے استعمال کا طریقہ پانی میں گھول کر پلانا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے دو طریقے اور بھی لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پانی کو ناف کے اوپر اوپر چھڑکا جائے اور وہ تیسرا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال علی یکتب فی کاغدۃ فیعلق علی عضد المرؤۃ، قال علی: وقد جربناہ فلم نر شیًا اعجب منہ فاذا وضعت تحلہ سریعاثم تجعلہ فی خرقۃ او تحرقہ۔[159]

علی بن حسن بن شقیق کہتے ہیں کہ یہ تعویذ کاغذ میں لکھا جائے، پھر عورت کے بازو میں باندھا جائے۔ علی نے کہا: ہم نے اس کو آزمایا تو اس سے عجیب چیز کوئی نہ پائی، پھر جب بچہ پیدا ہو جائے تو تعویذ فوراً اتار کر محفوظ کیا جائے یا جلا دیا جائے۔

159 (مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیۃ، ج ۱۹، ص ۶۴)

تعویذ لٹکانے کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ

علماء احناف کے نظریہ کے ضمن میں "تمیمہ، ودعة اور تولة" کی وضاحت بھی آئے گی۔ اس وضاحت میں علماء کرام کی عبارات بھی شامل کی جائیں گی۔

تمیمة، ودعة اور تولة کی تعریف

علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ تمیمہ کی توضیح میں لکھتے ہیں:

(وَالتَّمَائِمَ) : جَمْعُ التَّمِيمَةِ وَهِيَ التَّعْوِيذَةُ الَّتِي تُعَلَّقُ عَلَى الصَّبِيِّ أَطْلَقَهُ الطِّيبِيُّ، لَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يُقَيَّدَ بِأَنْ لَا يَكُونَ فِيهَا أَسْمَاءُ اللّٰهِ تَعَالَى، وَآيَاتُهُ الْمَتْلُوَّةُ، وَالدَّعَوَاتُ الْمَأْثُورَةُ، وَقِيلَ: هِيَ خَرَزَاتٌ كَانَتْ لِلْعَرَبِ تُعَلَّقُ عَلَى الصَّبِيِّ لِدَفْعِ الْعَيْنِ بِزَعْمِهِمْ، وَهُوَ بَاطِلٌ، ثُمَّ اتَّسَعُوا فِيهَا حَتَّى سَمَّوْا بِهَا كُلَّ عَوْذَةٍ ذَكَرَهُ بَعْضُ الشُّرَّاحِ، وَهُوَ كَلَامٌ حَسَنٌ، وَتَحْقِيقٌ مُسْتَحْسَنٌ۔[160]

تمائم، تمیمة کی جمع ہے، اور یہ وہ تعویذ ہے جو بچے پر لٹکایا جاتا ہے۔ امام طیبی نے اسے مطلق رکھا لیکن انصاف یہ ہے کہ اسے مقید کیا جائے کہ جس میں اسماء اور آیات الٰہیہ اور ماثورہ دعائیں نہ ہوں وہ تمیمة ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ وہ پتھر اور کوڑیاں ہیں جنہیں مشرکین عرب اپنے بچوں پر نظر بد سے بچاؤ کے لئے لٹکاتے تھے اور یہ باطل ہے۔ پھر اہل لغت نے اس کو (معنوی) وسعت دی حتیٰ کہ ہر تعویذ کو تمیمہ کہا جانے لگا، اس کو بعض شارحین نے ذکر کیا اور یہ بہترین کلام اور مستحسن تحقیق ہے۔

---

160 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۸، ص ۳۱۸)

حقیقی اور مجازی معنی میں فرق قائم نہ رکھنا باعثِ فساد ہوتا ہے

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل میں "تمیمة" وہ ہے جس میں اسماء الٰہیہ، قرآنی آیات اور ماثورہ (دعائیں) نہ ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر اور کوڑیاں ہیں جنہیں مشرکین عرب اپنے بچوں کے گلے میں اس ارادہ سے لٹکاتے تھے کہ نظرِ بد دفع ہو"۔

یہ تو تھا "تمیمة" کا اصل معنی لیکن بعد میں لفظ "تمیمۃ" کے معنی میں وسعت آگئی اور جائز تعویذات کو بھی "تمیمة" کہا جانے لگا۔ سو اگر معنوی وسعت کے باعث جائز تعویذات کو بھی لوگ "تمیمة" کہنے لگ گئے تو ضروری تو نہیں کہ لوگوں کے غلط العام کے باعث ایک جائز عمل ایک لفظ کے نامناسب استعمال سے ناجائز ہو جائے؟ کسی لفظ کا ایسے کئی مختلف معانی پر اطلاق ہونا کلام عرب میں اکثر ہوتا ہے۔ ہمارے قومی زبان اردو میں بھی ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ خود اسی موضوع سے متعلق ایک مثال ملاحظہ ہو۔

لفظ "منتر" اور "گنڈا" کا استعمال جادو اور ناجائز ٹونوں اور ٹوٹکوں پر ہوتا ہے۔ لیکن عوام الناس نے جائز تعویذات کو بھی "منتر" اور "گنڈا" کہنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ معنی اس قدر عام ہو گیا کہ بعض علماء نے قرآنی تعویذات پر "منتر" اور "گنڈا" کا اطلاق کر دیا اور اس کے باوجود انہوں نے تعویذات کو جائز بھی تسلیم کیا۔ دیکھئے اسی کتاب میں "تعویذ لٹکانے کے بارے میں غیر مقلدین کا نظریہ" (صفحہ ۷۷۳)۔

اردو لغت میں ''منتر'' اور گنڈا'' کے معانی ملاحظہ ہوں:

''منتر: جادو، سحر، موٹھ، ٹونا، افسون، ٹوٹکا، کلام، عمل، ودیا۔ پھر ''منتر'' کے ساتھ ''جنتر'' کا لفظ بھی شامل کیا گیا اور اس کے یہ معنی کئے گئے: جادو ٹونا، تعویذ گنڈا، جھاڑ پھونک، بھوت بدیا''۔[161]

''گنڈا'' کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں:

''گنڈا: کڑا، چوڑی، حلقہ، چھلا، چار عدد، چار کوڑیاں، رفع مرض کے لئے بچوں کے گلے میں باندھنے کا منتر یا عمل پڑھا ہوا دھاگہ، گھوڑوں کے گلے میں ڈالنے والا پٹہ، ہاتھ میں باندھنے کا نیلا دھاگا''۔[162]

غور فرمایئے اہل لغت نے ان دونوں لفظوں کے اصل معانی پہلے لکھے ہیں اور جو وسعتی یا مجازی معنی ہیں انہیں آخر میں رکھا ہے تاکہ ان لفظوں کے معنوی دائرہ میں جتنی حقیقی اور مجازی چیزیں آتی ہیں وہ سب کی سب قاری کے مد نظر ہوں۔ پس اگر عام بول چال میں جائز تعویذات کو ''منتر'' یا ''گنڈا'' کہہ دیا جائے تو محض اتنا کہنے سے جائز تعویذات ناجائز نہیں ہو جائیں گے، بلکہ غور کیا جائے گا کہ کس چیز کو ''منتر'' یا ''گنڈا'' کہا جارہا ہے۔ آیا جائز تعویذات کو کہا جارہا ہے یا جادو ٹونے کو؟ اگر جادو ٹونوں کو کہا جارہا ہو گا تو یہ ان لفظوں کا اصلی معنی ہے، اور اگر جائز تعویذات کو ''منتر'' یا ''گنڈا'' کہا جا رہا ہو گا تو پھر سمجھا جائے گا کہ معنوی وسعت کے پیش نظر ایسا کہہ دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی لفظ کا اطلاق کئی چیزوں پر ہوتا ہو تو ہر چیز کی حقیقت پر غور کیا جاتا ہے کہ وہ چیز فی نفسہٖ جائز ہے یا ناجائز؟ صرف ظاہری الفاظ پر فیصلہ کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ یہی صورت حال لفظ ''تميمة'' کی معنوی وسعت کی ہے۔ فافهم، فتدبر!

---

[161] (رابعہ اردو لغت، ص ۱۰۹۸، فیروز اللغات اردو جدید، ص ۶۵۴)

[162] (رابعہ اردو لغت، ص ۹۵۰، فیروز اللغات، ص ۵۷۸)

علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث "ان الرقی والتمائم والتولة شرک" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

هو وأمثاله محمول على الرُّقى والتمائم على اعتقاد أنها تدفع البلاء وأن لها تأثيراً بنفسها كاعتقاد أرباب الطبائع والجهالة، وما خلا عن هذا الاعتقاد فلا بأس به، وقيل: المنهي عنه ما كان بغير لسان العرب، فلم يدرِ ما هو، فلعله قد دخل فيه سحر أو كفر فأما إذا كان معلوم المعنى، وكان فيه ذكر الله فيستحب الرُّقى به، ويجوز تعليقه۔[163]

یہ اور اس کی مثل دیگر احادیث ایسے دم اور تعویذوں پر محمول ہیں جن کے بارے میں اعتقاد ہو کہ یہ از خود مصائب کو دفع کرتے ہیں اور ان میں فی نفسہٖ تاثیر ہے، جیسا کہ نیچریوں اور جاہلوں کا اعتقاد ہے، اور جو اس اعتقاد سے پاک ہیں ان میں کوئی حرج نہیں، اور کہا گیا ہے کہ وہ ممنوع ہیں جو زبان عرب میں نہ ہوں اور ان کا مطلب مبہم ہو۔ ہو سکتا ہے ان میں جادو یا کفر داخل ہو، البتہ جس کا معنی معلوم ہو اور اس میں اللہ جل جلالہ کا ذکر ہو تو اس سے دم کرنا مستحب ہے اور تعویذ لٹکانا جائز ہے۔

امام مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"تمائم، تمیمہ کی جمع ہے، اس کی اصل وہ سپیاں وغیرہ ہیں جنہیں اہل عرب بچوں کے گلے میں نظر بد کے دفاع کے لئے لٹکاتے تھے۔ پھر اس کے معنی میں انہوں نے وسعت پیدا کی حتیٰ کہ ہر تعویذ کا تمیمہ کا نام دے دیا۔ عرب ان میں تاثیر کا اعتقاد رکھتے تھے اور اس سے لکھی ہوئی تقدیر کو ٹالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سو انہوں نے تکلیف سے حفاظت کو غیر اللہ سے طلب کیا تو یہ اعتقاد جاہلیت ہوا۔ اس میں وہ تعویذ داخل نہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کا کلام ہو، اور نہ اس میں وہ شخص

---

163 (التعليق الممجد على موطأ محمد، ج٣، ص ٣٨٣)

داخل ہے جو انہیں ذکر الٰہی سے برکت حاصل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو مشکل کشاء جانتے ہوئے لٹکائے"۔[164]

"وَدَعَة" اور "تِوَلَة" کی تعریف

بعض احادیث میں تمیمہ کے ساتھ "ودعة" اور "تولة" کے لٹکانے کی مذمت بھی کی گئی ہے۔ علامہ مناوی ان دونوں لفظوں کی توضیح میں لکھتے ہیں:

"مسند الفردوس" میں فرمایا ہے کہ "ودعة" ایک ایسی چیز ہے جو سمندر سے نکلتی ہے، سیپ کے مشابہ ہوتی ہے، اہل عرب اس کے ذریعے نظر بد سے بچاؤ کرتے تھے، اور تمیمہ وہ کوڑیاں ہیں جو نظر بد کے لئے بچوں پر لٹکائی جاتی ہیں، سو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان کو باطل کر دیا۔

تنبیہ: امام ابن حجر وغیرہ نے فرمایا: یہ اور اس سے پہلی حدیث میں جس چیز کو محل شرک ٹھہرایا گیا ہے، یہ اس چیز کا لٹکانا ہے جس میں قرآن اور اس کی مثل پاک کلام نہ ہو، البتہ جس میں ذکر الٰہی ہو وہ ممنوع نہیں، کیونکہ اس کا لٹکانا اسماء الٰہی اور اس کے ذکر سے برکت اور پناہ کے حصول کے لئے ہے، اور اسی طرح کسی چیز کو بطور زینت لٹکانا بھی ممنوع نہیں، جبکہ اس کا لٹکانا تکبر اور اسراف کو نہ پہنچے۔[165]

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ "ودعة" اور "تولة" کا معنی بالکل واضح ہے البتہ "تميمة" کے معنی میں ذرا تفصیل ہے۔ جو لوگ "تميمة" کے استعمال میں اس کی معنوی وسعت کو مد نظر نہیں رکھتے وہ جائز اور ناجائز ہر قسم کے تعویذ پر "تميمة" کا اطلاق کرکے اسے شرک کے کھاتے میں ڈال

[164] (فیض القدیر ملخصًا، ج ۴، ص ۱۷۷۳)
[165] (فیض القدیر، ج ۱۱، ص ۵۹۱۳)

دیتے ہیں۔ یہ نہایت بھیانک غلطی ہے۔ اگر لفظ "تميمة" کا معنوی اطلاق صرف زمانۂ جاہلیت پر کیا جائے تو اس سے گھونگے، منکے، سپیاں اور کوڑیاں وغیرہ مراد ہوں گی اور اگر اس کا معنوی اطلاق زمانۂ جاہلیت کے مابعد دور پر کیا جائے تو اس کی معنوی وسعت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ پس اگر کسی تعویذ میں کتاب اللہ کی آیات، ادعیہ ماثورۃ، اسماء الٰہیہ اور صحیح المعنیٰ کلام مرقوم ہو تو وہ تعویذ جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔ خواہ اس تعویذ کو "تميمة" کا نام دیا جائے یا کوئی اور نام۔ جو لوگ لفظ "تميمة" کی اس معنوی وسعت کا لحاظ نہیں رکھتے وہ مغالطہ کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملا علی قاری نے "تميمة" کو مطلق رکھنے پر امام طیبی جیسے عظیم محدث کا بھی رد کر دیا اور فرمایا: "تميمة" صرف وہ ہے جس میں آیات قرآنی، اسماء الٰہیہ اور ماثورہ دعائیں نہ ہوں۔

الحمد للہ! "تميمة" کی تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ قرآن کریم، سنت نبویہ اور معروف (صحیح المعنیٰ) کلام سے لکھے ہوئے تعویذات کا لٹکانا جائز ہے اور "تميمة" اس سے الگ چیز ہے۔

کیا نزولِ بلاء سے قبل تعویذ لٹکانا جائز ہے؟

گزشتہ صفحات میں متعدد مرتبہ آپ نے یہ بات پڑھی ہو گی کہ کسی بیماری سے پہلے تعویذ لٹکانا جائز نہیں، کیونکہ اس سے تقدیرِ الٰہی کا ٹالنا سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات اکثر علماء کرام نے لکھی ہے لیکن اس عاجز کو یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی، کیونکہ بہت سی ایسی دعائیں ہیں جن کے پڑھنے کی برکت سے آئندہ نازل ہونے والی آفات و بلیلات سے بچاؤ ہوتا ہے۔ تعویذ لٹکانے میں بھی تو یہی نیت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر اور اپنے مقدس اسماء کی برکت سے آنے والی تکالیف سے محفوظ رکھے اور جو مصیبت نازل ہو چکی ہے اس کو دور فرمائے۔ لہٰذا اگر نزول مصیبت سے پہلے کسی دعا کے پڑھنے میں شرک یا کراہت نہیں ہے تو نزول مصیبت سے پہلے مقدس اسماء اور ذکر الٰہی پر مشتمل تعویذات کے

لٹکانے میں شرک یا کراہت کیونکر ہو گی۔ جب کہ دعاء پڑھنے اور تعویذ لٹکانے والے کا بھروسہ صرف ذات الٰہی پر ہوتا ہے۔

یہ بات نہ تو میری عقل میں آرہی تھی اور نہ مجھ سے یہ جرأت ہو رہی تھی کہ میں اکابرین کی عبارات کے خلاف قلم اٹھاؤں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں ان لوگوں سے نہیں ہوں جن کے قلوب اسلاف کی عظمت سے بیگانہ ہیں۔ میں سہارا تلاش کر رہا تھا کہ مجھے کچھ ایسی عبارات مل جائیں جن سے میرا موقف ثابت ہو جائے۔ صرف میرا موقف ہی نہیں بلکہ اہل اسلام کے عمل کی دلیل فراہم ہو جائے، کیونکہ زمانۂ قدیم سے تمام اہلِ اسلام کا یہ عمل چلا آرہا ہے کہ وہ نزول بلاء سے قبل بھی تعویذات لٹکاتے ہیں۔ الحمد للہ! بسیار تلاش کے بعد اس مسئلہ کے حل کے لئے مجھے درج ذیل عبارات دستیاب ہوئیں۔

حضرت سعید بن مسیب، امام باقر اور امام ابن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ کا تعویذ لٹکانے کے بارے میں موقف

امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْعُوذَةِ فِي قَصَبَةٍ أَوْ رُقْعَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ وَيَضَعُهُ عِنْدَ الْجِمَاعِ وَعِنْدَ الْغَائِطِ، وَرَخَّصَ الْبَاقِرُ فِي الْعُوذَةِ تُعَلَّقُ عَلَى الصِّبْيَانِ وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالشَّيْءِ مِنَ الْقُرْآنِ يُعَلِّقُهُ الْإِنْسَانُ۔[166]

ترجمہ: سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قرآنی تعویذ کو کسی ڈبیہ یا کاغذ میں لپیٹ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ تعویذ جماع اور بیت الخلاء جاتے وقت اتار دیا جائے، امام باقر نے

---

[166] (البحر المحیط، ج۷، ص۱۰۴، دار الفکر، بیروت)

بچوں کو تعویذ لٹکانے کی رخصت دی ہے، امام ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن میں سے کچھ لکھ کر کسی انسان کے گلے میں لٹکایا جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لٹکانے کے لئے تعویذ لکھ کر دیا

علامہ زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وَحُكِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللہُ أَنَّهُ شَكَا إِلَيْهِ رَجُلٌ رَمَدًا فَكَتَبَ إِلَيْهِ فِي رُقْعَةٍ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَكَشَفْنَا عَنْکَ غِطَاءَکَ فَبَصَرُکَ اليوم حديد للذين آمنوا هدى و شفاء فَعَلّقَ الرَّجُلُ ذَلِکَ عَلَيْهِ فَبَرَأَ۔[167]

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک شخص نے آشوب چشم کی شکایت کی، تو آپ نے ایک کاغذ پر اسے یہ تعویذ لکھ کر بھیجا: بِسْمِ اللہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَكَشَفْنَا عَنْکَ غِطَاءَکَ فَبَصَرُکَ اليوم حديد للذين آمنوا هدى و شفاء اس شخص نے وہ تعویذ پہنا تو اس کی بیماری دور ہو گئی۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ لٹکانے کے لئے تعویذ لکھ کر دیتے

علامہ زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید لکھتے ہیں:

وَكَانَ سُفْيَانُ الثوري يكتب للمطلقة رقعة تعلق على قلبها (إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ)۔[168]

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ مطلقہ عورت کو سورۃ (إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ) سے کاغذ پر تعویذ لکھ کر دیتے جو اس کے دل کے پاس لٹکایا جاتا۔

---

[167] (البرھان فی علوم القرآن، النوع السابع و العشرون، ج ۱، ص ۴۳۴، دار الکتب العربیہ، بیروت)

[168] (البرھان فی علوم القرآن، النوع السابع و العشرون، ج ۱، ص ۴۳۴، دار الکتب العربیہ، بیروت)

تعویذ لٹکانے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف

ابن قیم نے لکھا:

كِتَابٌ لِلْحُمّى: قَالَ الْمَرْوَزِيّ: بَلَغَ أَبَا عَبْدِ اللهِ أَنّي حُمِمْت فَكَتَبَ لِي مِنْ الْحُمّى رُقْعَةً فِيهَا: بِسْمِ اللهِ الرّحْمَنِ الرّحِيم، بِسْمِ اللهِ، وَبِاللهِ، مُحَمّدٌ رَسُولُ اللهِ، قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ اللّهُمّ رَبّ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ اشْفِ صَاحِبَ هَذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوّتِكَ وَجَبَرُوتِكَ إلَهَ الْحَقّ آمِينَ۔

ترجمہ: بخار کا تعویذ: مروزی کہتے ہیں: ابو عبد اللہ تک یہ بات پہنچی کہ میں بیمار ہوں تو انہوں نے میرے لئے بخار کا یہ تعویذ لکھ کر بھیجا: بِسْمِ اللهِ الرّحْمَنِ الرّحِيم، بِسْمِ اللهِ، وَبِاللهِ، مُحَمّدٌ رَسُولُ اللهِ، قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ اللّهُمّ رَبّ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ اشْفِ صَاحِبَ هَذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوّتِكَ وَجَبَرُوتِكَ إلَهَ الْحَقّ آمِينَ۔

قَالَ الْمَرْوَزِيّ: وَقَرَأَ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ - وَأَنَا أَسْمَعُ - أَبُو الْمُنْذِرِ عَمْرُو بْنُ مُجَمّعٍ حَدّثَنَا يُونُسُ بْنُ حِبّانَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمّدَ بْنَ عَلِيّ أَنْ أُعَلّقَ التّعْوِيذَ فَقَالَ إنْ كَانَ مِنْ كِتَابِ اللهِ أَوْ كَلَامٍ عَنْ نَبِيّ اللهِ فَعَلّقْهُ وَاسْتَشْفِ بِهِ مَا اسْتَطَعْتَ. قُلْتُ أَكْتُبُ هَذِهِ مِنْ حُمّى الرّبْعِ بِاسْمِ اللهِ وَبِاَللهِ وَمُحَمّدٌ رَسُولُ اللهِ إلَى آخِرِهِ؟ قَالَ أَيْ نَعَمْ. وَذَكَرَ أَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّهُ عَنْهَا وَغَيْرِهَا أَنّهُمْ سَهّلُوا فِي ذَلِكَ. قَالَ حَرْبٌ وَلَمْ يُشَدّدْ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ أَحْمَدُ وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَكْرَهُهُ كَرَاهَةً شَدِيدَةً جِدّا. وَقَالَ أَحْمَدُ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ التّمَائِمِ تُعَلّقُ بَعْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ؟ قَالَ أَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِهِ بَأْسٌ. قَالَ الْخَلّالُ وَحَدّثَنَا عَبْدُ اللّهِ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ رَأَيْتُ أَبِي يَكْتُبُ التّعْوِيذَ لِلّذِي يَفْزَعُ وَلِلْحُمّى بَعْدَ وُقُوعِ الْبَلَاءِ۔[169]

[169] (زاد المعاد لابن قیم، کتاب العسر الولادۃ، ج۴، ص۳۲۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مروزی کہتے ہیں: میں نے سنا ابو المنذر عمرو بن مجمع نے ابو عبد اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کیا: ہمیں یونس بن حبان نے بتایا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ کیا تعویذ لٹکانا جائز ہے؟ فرمایا: اگر تعویذ کلام اللہ یا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے کلام سے ہے تو اسے لٹکاؤ اور جتنا ہو سکے اس سے شفاء حاصل کرو۔ میں نے عرض کی: کیا میں باری کے بخار میں یہ تعویذ لکھا کروں: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِسْمِ اللهِ، وَبِاللهِ، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ، قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ اللّٰهُمّ رَبّ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ اشْفِ صَاحِبَ هَذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ وَجَبَرُوتِکَ إِلَهَ الْحَقّ آمِينَ۔ فرمایا: جی ہاں!۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہا تعویذات میں نرم گوشہ رکھتے تھے، حرب کہتے ہیں امام احمد بن حنبل بھی اس میں سخت نہیں تھے۔ خلال کہتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن احمد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل کو دیکھا کہ وہ گھبراہٹ والے اور بخار والے کے لئے وقوع بلا کے بعد تعویذ لکھتے۔

تعویذ لٹکانے کے جواز پر تمام شہروں کے لوگوں کا اجماع ہے

علامہ شہاب الدین سید محمد آلوسی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وقال مالک: لا بأس بتعليق الكتب التي فيها أسماء الله تعالى على أعناق المرضى على وجه التبرک بها إذا لم يرد معلقها بذلک مدافعة العين، وعنى بذلک أنه لا بأس بالتعليق بعد نزول البلاء رجاء الفرج والبر كالرقي التي وردت السنة بها من العين، وأما قبل النزول ففيه بأس وهو غريب، وعند ابن المسيب يجوز تعليق العوذة من كتاب الله تعالى في قصبة ونحوها وتوضع عند الجماع، وعند الغائط ولم يقيد بقبل أو بعد، ورخص الباقر في العوذة تعلق على

الصبیان مطلقا، وکان ابن سیرین لا یری بأسا بالشيء من القرآن یعلقه الإنسان کبیرا أو صغیرا مطلقا، وهو الذي علیه الناس قدیما وحدیثا في سائر الأمصار۔[170]

"امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مریضوں کے گلے میں بطور تبرک ان تعویذات کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں جن میں اسماء الٰہی ہوں، جبکہ ان کو لٹکانے والا شخص نظرِ بد کا ارادہ نہ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول بلاء کے بعد تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں کشادگی اور شفاء کی امید ہے، جیسا کہ وہ دم جن کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں، مثلاً نظر بد وغیرہ۔ رہا نزولِ بیماری سے پہلے تعویذ لٹکانا تو اس میں حرج ہے اور یہ غریب (شاذ) قول ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قرآن کریم سے لکھا ہوا تعویذ کسی چیز میں محفوظ کرکے لٹکانا جائز ہے لیکن اسے جماع اور رفع حاجت کے وقت اتار لیا جائے، اور اس میں آپ نے نزول تکلیف سے قبل یا بعد کی کوئی قید نہیں لگائی، اور امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کو مطلقاً جائز رکھا ہے، اور امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جو قرآن کریم سے لی گئی ہو اور اسے کوئی بڑا یا چھوٹا انسان لٹکائے اور اس طریقہ پر تمام لوگ تمام شہروں میں قدیماً اور حدیثاً (جدید اور قدیم زمانوں سے) چلے آرہے ہیں۔[171]

علامہ ابن قیم بھی مصیبت نازل ہونے سے قبل تعویذ باندھنے کی اباحت کے قائل ہیں۔ وہ متعدد ادعیۂ ماثورہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"یہ دعائیں اور تعویذ جن کی منفعت اور حاجت کا اندازہ معلوم ہوچکا ہے، یہ سب نظر بد کو روکتے بھی ہیں اور نظر بد لگ جانے کے بعد اسے دفع بھی کرتے ہیں۔ ان کا اثر اتنا ہوتا ہے جتنا ان کے

---

170 (تفسیر روح المعانی، سورۃ الاسراء تحت الآیۃ ۷۳ تا ۱۱۱، ج۸، ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

171 (روح المعانی، ج۸، ص ۱۳۹)

پڑھنے والے کا ایمان، اس کی قوتِ نفس، قوتِ توکل اور دل کا ثبات قوی ہوتا ہے۔ یہ دعائیں ہتھیار ہیں اور ہتھیار صرف اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو چلانا جانتا ہو"۔[172]

ایک اور مقام پر علامہ لکھتے ہیں:

"جان لو کہ طبعی ادویاتِ الٰہیہ بیماری لگنے کے بعد بھی نفع آور ہوتی ہیں اور بیماری سے پہلے بھی (یعنی بیماری کا روک بھی ہیں) اور اگر بیماری لگ بھی جائے تو اس کا وقوع اتنا مضر نہیں ہوتا اگرچہ وہ کتنا ہی موذی مرض ہو، بخلاف طبی دواؤں کے کہ وہ فقط بیماری لگ جانے کے بعد نفع آور ہوتی ہیں۔ پس دم اور تعویذ صحت کے محافظ بھی ہیں اور مرض کو زائل کرنے والے بھی"۔[173]

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس نظریہ کے قائل ہیں کہ بیماری سے پہلے دم کرانا یا تعویذ لٹکانا حفظ ماتقدم کا طور پر جائز ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"ہر حال میں دم اور تعویذ کا استعمال جائز ہے۔ اس پر آپ نے بہت سی احادیث پیش فرمائیں۔ جسے تفصیل منظور ہو وہ فتح الباری کی طرف رجوع فرمائے"۔[174]

الحمدللہ! اہل اسلام کا یہ عمل قرآن و سنت کے مطابق قرار پایا۔

تعویذ لٹکانے کے بارے میں آزاد محققین کا نظریہ

اس سلسلے میں یہاں دکتور وھبۃ الزحیلی کا نظریہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر وھبہ زُحیلی دورِ حاضر کے نامور اور آزاد محقق ہیں۔ آزاد محقق کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ غیر مقلد ہیں، کیونکہ

---

172 (زادالمعاد لابن قیم، ج۴، ص ۱۵۶، مدارج السالکین لابن قیم، ج ۱، ص ۸۰)
173 (زادالمعاد ملخصًا، ج۴، ص ۱۶۷، ۱۶۸)
174 (فتح الباری، ج ۱۱، ص ۳۵۲، ۳۵۳)

غیر مقلدین لوگ تو فقہ کو نہیں مانتے اور فقہاء کی تنقیص سے بھی باز نہیں آتے۔ جب کہ وھبہ زُحیلی کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں دوران تحقیق جس فقیہ کا مؤقف مبرہن اور مدلل معلوم ہوتا ہے وہ اسی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے فقہ اسلامی پر ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے "الفقه الاسلامی و ادلة" یہ کتاب تاحال نو(۹) جلدوں میں چھپ چکی ہے اور مطالعہ کی چیز ہے۔ موصوف نے تیس جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے بحث و نظر کے بعد تعویذات کے لٹکانے کو جائز تسلیم کیا ہے اور امام قرطبی کے موقف سے اتفاق کیا ہے، اور ایک اشکال کو دور کرتے ہوئے لکھا ہے:

عن ابن مسعود: إن التمائم والرقى والتّولة من الشرک، قيل: ما التّولة؟ قال: ما تحبّبت به لزوجها، فيجوز أن يريد بما ذكره تعليق غير القرآن أشياء مأخوذة عن العرّافين والكهّان إذ الاستشفاء بالقرآن معلّقا وغير معلّق لا يكون شركا۔[175]

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک تمائم، رقی اور تولہ شرک سے ہیں۔ پوچھا گیا تولہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جس کے ذریعہ خاوند کو تابع کیا جائے۔ پس ممکن ہے کہ اس سے آپ کی مراد اس چیز کا لٹکانا ہو جو قرآن کے سوا ہو اور دست شناسوں اور کاہنوں سے لی گئی ہو، کیونکہ قرآن سے شفاء حاصل کرنا تعویذ لٹکانے سے ہو، یا بغیر تعویذ لٹکائے ہو، شرک نہیں۔

تعویذ لٹکانے کے بارے میں علماء دیوبند کا نظریہ

اس سلسلے میں علماء دیوبند علماء اہلسنت سے مختلف نہیں ہیں۔ وہ تعویذات کی تمام جائز صورتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور خود بھی تعویذ لکھتے لکھاتے ہیں۔ تمام اہل مطالعہ دیوبند اس حقیقت سے باخبر

---

[175] (تفسیر منیر، ج۱۵، ص۱۵۵)

ہیں۔ اگر کسی دیوبندی شخص کو اس امر سے آگاہی نہ ہو تو یہ اس کے مطالعے کی کمی ہے، تاہم بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں!

علامہ زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں:

اختلف فی الاستشفاء بالقرآن بان یقرأ علی المریض او الملدوغ الفاتحة أو یکتب فی ورق ویعلق علیه او فی طست ویغسل ویسقی۔ وعن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انه کان یعوذ نفسه، وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الاثار، ولا بأس بأن یشد الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذا کانت ملفوفة۔[176]

قرآن کریم سے حصول شفاء (کے طریقوں) میں اختلاف کیا گیا ہے کہ مریض یاڈسے ہوئے پر سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے، یا کسی ورق میں لکھی جائے اور اسے مریض پر لٹکایا جائے یا کسی پلیٹ میں لکھا جائے اور اسے دھو کر پلایا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے منقول ہے کہ آپ خود کو دم فرماتے تھے اور آج تک لوگوں کا عمل جواز پر ہے اور اس میں احادیث وارد ہیں، اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ جنبی اور حیض والی عورت تعویذ کو بازو (وغیرہ) پر باندھے جبکہ تعویذ موم جامہ کیا ہوا ہو۔

یہ مکمل عبارت شامی سے منقول ہے۔[177]

دیوبندی عالم مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

”آیات قرآن پڑھ کر مریض پر دم کرنا اور تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا امراض کے لئے بھی شفاء ہوتا ہے، روایات اس پر شاہد ہیں“۔

---

[176] (اوجز المسالک، ج ۱۴، ص ۳۷۳)

[177] (ردالمحتار، ج ۹، ص ۴۴۳، کتاب الحظر والاباحة)

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"آیات قرآن کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا، لکھ کر گلے میں ڈالنا ثابت ہے"۔[178]

تعویذ لٹکانے کے بارے میں غیر مقلدین کا نظریہ

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزماں سنن ابی داؤد "باب فی تعلیق التمائم" کی پہلی حدیث (جس میں ہے کہ "رقی"، "تمائم" اور "تولة" شرک ہے) کے تحت لکھتے ہیں:

"منتر اور گنڈا جب شرک ہوگا کہ ان کو بالاستقلال مؤثر جانے لیکن وہ تعویذ جس میں اسماء الٰہی ہوں، اس کا لٹکانا بچوں کو درست ہے"۔[179]

اس مسئلہ میں مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ ان کی طویل عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں:

"صحابہ، تابعین اور ان سے بعد کے علماءِ کرام کے مابین قرآن کریم، اسماء الٰہیہ اور صفات الٰہیہ پر مشتمل تعویذات کے لٹکانے کی نسبت اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ جائز ہے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، سیدہ عائشہ، امام ابو جعفر باقر، (سعید بن المسیب، ابن سیرین) اور ایک روایت کے مطابق احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ ان حضرات نے حدیث ابن مسعود کو ایک خاص معنی پر محمول کیا ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ناجائز ہے۔ ان میں حضرت ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر، ابن عکیم اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ اور دیگر احادیث ہیں۔

---

178 (معارف القرآن، ج۵، ص ۵۲۲)

179 (حاشیہ سنن ابی داؤد، ج۳، ص ۲۰۰)

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہی مؤقف زیادہ صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے کی تین وجوہ ہیں:

ا۔ عام ممانعت، جس کی کوئی تخصیص نہیں۔

۲۔ انسداد ذریعۂ شرک، کیونکہ قرآن یا اسماء الٰہیہ پر مشتمل تعویذات کا جائز قرار دیا جائے تو وہ تعویذ بھی استعمال میں لائے جائیں گے جو جائز نہیں ہیں۔

۳۔ تعویذ لٹکانے والا لا محالہ تعویذ کے ساتھ قضائے حاجت اور استنجا وغیرہ کے لئے جائے گا اور اس میں (کلام الٰہی کی) بے ادبی ہو گی۔

اس کے علاوہ اگر تم غور کرو تو تمہیں اسلام کی غربت نظر آئے گی۔ بالخصوص جب کہ فضیلت والے زمانوں کے بعد یہ چیزیں ظاہر ہو چکی ہیں کہ لوگ قبروں کی تعظیم میں لگ گئے، انہیں سجدہ گاہ بنا دیا اور قلب و چہرے کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان سے دعائیں طلب کرنے لگے۔ جب کہ یہ عبادات صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے تجھے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے اور اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تیرا شمار ظالموں میں ہو گا اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو نہیں دور کرنے والا اسے بجز اس کے، اور اگر وہ ارادہ فرمائے تیرے لئے کسی بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔ یہ اور ان کی مثل دیگر متعدد آیات اس مضمون کی موجود ہیں، نواب صاحب کی عبارت میں یہ بعض علماء کا نظریہ تھا۔

اس کے بعد نواب صاحب لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں غربت اسلام الگ چیز ہے اور اس مسئلے کی نوعیت کو بیان کرنا الگ چیز ہے۔ تیسری توجیہ جو بیان کی گئی نہایت ہی کمزور ہے، کیونکہ ایسی کوئی رکاوٹ نہیں جس کے باعث قضائے حاجت یا

دیگر مواقع پر تعویذ نہ اتارا جاسکے اور پھر دوبارہ نہ پہنا جاسکے۔ راجح قول اس مسئلے میں یہ ہے کہ تعویذ لٹکانے کے عمل کر ترک کرنا اس کے لٹکانے کی بہ نسبت بہر حال افضل ہے۔ جن علماء نے تعویذات کا لٹکانا جائز قرار دیا ہے تو صرف اس لئے کہ ان کا لٹکانا ثابت ہے، نہ یہ کہ ثابت نہیں۔ لیکن تقویٰ کے بہت سے مراتب ہیں، جیسا کہ اخلاص کے کئی مراتب ہیں اور دین میں ہر رتبے کے اوپر ایک اور رتبہ ہے اور ان مراتب کے حاصل کرنے والے لوگ بہت قلیل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں ایسے اعلیٰ متوکلین کی تعداد صرف ستر ہزار بیان کی گئی جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں نہ کراتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ دم کے جواز پر بہت سی احادیث موجود ہیں۔ سو کامل متقی وہ ہے جو اس چیز کو ترک کردے جس میں کوئی قباحت نہ ہو، اس خوف سے کہ شاید اس میں کوئی قباحت موجود ہو۔[180]

صاحب تحفۃ الاحوذی علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری بھی غیر مقلد ہیں، انہوں نے نواب صاحب کی مکمل تائید کی ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں چھوٹے بچوں پر تعویذ لٹکانے کا جواز موجود ہے"۔[181]

کیا علاج توکل کے منافی ہے؟

علامہ صدیق حسن خان کے بیان سے ظاہر ہوا کہ دم درود اور تعویذ وغیرہ کا استعمال صرف اعلیٰ توکل کے خلاف ہے اور یہ اعلیٰ توکل نہایت ہی خاص لوگوں کا مرتبہ ہے۔ جس تک عوام الناس کی

---

180 (الدین الخالص۔۔۔تحفۃ الاحوذی، ج۶، ص ۲۳۱، ۲۳۲)

181 (عون المعبود، ج۱۰، ص۲۷۵)

رسائی نہایت مشکل ہے۔ جیسا کہ خود نواب صاحب نے بھی اس چیز کا ذکر کیا اور کہا کہ ایسے متوکلین کی تعداد صرف ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) ہے۔ اگر بقول بعض تعویذ لٹکانا شرک ہوتا تو ستر ہزار افراد کے علاوہ باقی سب لوگ مشرک قرار پاتے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ ان اولیاء کرام کی فضیلت کا بیان ہے جو اسبابِ دنیا اور ان کے موانع سے اعراض کرتے ہیں اور دنیا سے متعلق کسی چیز کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے، اور یہ خواص اولیاء کا درجہ ہے، جس تک اُن کے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ رہے عوام، تو ان کے لئے دوا اور علاج معالجہ کی اجازت ہے۔ سو جو شخص مصائب پر صبر کرے اور بذریعہ دعا اللہ تعالیٰ سے عافیت کی امید رکھے اس کا شمار خواص اولیاء میں ہے اور جس شخص کو صبر نہیں اس کے لئے دم درود، علاج اور دوا کی اجازت ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنا سارا مال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے بلا انکار قبول فرمایا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یقین و صبر کو جانتے تھے، اور دوسرا شخص کبوتری کے انڈے کے برابر سونا لے آیا اور ساتھ ہی کہا کہ اس کے سوا میں اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، تو آپ نے وہ سونا اس قدر سختی سے اُس کی طرف پھینکا کہ اسے لگ جاتا تو زخمی کر دیتا"۔[182]

صحیح توکل یہ ہے کہ انسان کچھ کرنے کے باوجود بھروسہ اپنے عمل پر نہ کرے بلکہ اللہ جل شانہ پر کرے۔ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو

---

[182] (شرح الطیبی علی المشکوٰۃ، ج ۱۰، ص ۳۳۴۳، رقم الحدیث: ۵۲۹۵، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۹، ص ۱۴۹)

آپ نے فرمایا: تیرا اونٹ کہاں ہے؟ اس نے عرض کی: اسے اللہ تعالیٰ کے توکل پر باہر چھوڑ آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ وفی روایة قَيِّدْهَا وَتَوَكَّلْ۔[183]

پہلے اس کو باندھو پھر توکل کرو۔

اسی طرح علاج معالجہ، تعویذ اور دم، درود وغیرہ کرایا جائے مگر انحصار ان پر نہیں اللہ تعالیٰ پر کرنا چاہیئے۔ رہا ان ستر ہزار افراد کا کچھ نہ کرنا تو یہ ان کی جزوی فضیلت ہے۔ ان سے بہتر اور افضل بھی ایسے حضرات ہیں جو سبب اختیار کرنے کے باوجود توکل رب تعالیٰ پر کرتے ہیں۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب لکھا ہے؟ آپ فرماتے ہیں:

علاج معالجہ کے معاملہ میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ طبقہ اول انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہ حضرات اہل یقین اور ارباب مشاہدہ ہیں، یہ علاج معالجہ کرتے کراتے ہیں مگر ان کے قلوب دوا دارو کے خالق جل جلالہ کی طرف مائل ہوتے ہیں جس نے اس دوا میں شفاء رکھ دی ہے۔ پس ان حضرات کا علاج معالجہ تدبیر کے طور پر ہے، وہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ سے شفاء کے منتظر رہتے ہیں اور ان کے دل دوا کی طرف مائل ہونے کے فتنہ سے خالی ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسرا طبقہ اہل یقین کا ہے لیکن ان کے دل دوا کی طرف مائل ہونے کے فتنہ سے آزاد نہیں ہوتے، جونہی ان کے دل میں دوا کی افادیت کا خیال گزرتا ہے فوراً بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ پھر علاج معالجہ کے تکلف سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں ان کے دل دنیا کے اسباب پر مطمئن نہ ہو جائیں، پس پہلا طبقہ اعلیٰ اور اقویٰ ہے۔

---

183 (مجمع الزوائد، ج۱۰، ص۲۹۱، الشذرة لابن طولون، ج۱، ص۸۷)

۳۔ تیسرا طبقہ اہل تخلیط (خلط ملط طبیعت کا شکار) ہے۔ اس طبقہ کے قلوب اسباب کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اسباب سے آزاد نہیں ہو سکتے اور علاج کے محتاج ہوتے ہیں اسے ترک نہیں کر سکتے، اس طبقہ کو طبقۂ عوام کہا جاتا ہے۔[184]

معلوم ہوا کہ اگرچہ کچھ لوگ علاج معالجہ سے آزاد ہوتے ہیں مگر رتبہ میں ان سے اعلیٰ اور اقویٰ ایک اور طبقہ ہے جو علاج معالجہ کے باوجود توکل کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ مقام غور ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے علاج کیا، کرایا، دم کیا اور کرایا، لہٰذا علاج کرنا اور کرانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت ہے اور افضلیت و بہتری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت میں ہے اور بس۔

تعویذات لٹکانے کے جواز میں مذاہب اربعہ کے علماء کرام، آزاد محققین، علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین کے نظریات پیش کرنے کے بعد اس مسئلہ کی تائید میں ایک حدیث شریف مع بحث و نظر پیش خدمت ہے۔

تعویذ لٹکانے کی اصل میں حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانا

ابو داؤد، مشکوٰۃ اور ترمذی شریف میں ہے:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ

[184] (نوادر الاصول، ج ا، ص ۲٦۷)

الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ۔[185]

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ نَقُولُهُنَّ عِنْدَ النَّوْمِ مِنَ الْفَزَعِ: بِسْمِ اللهِ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ، مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ قَالَ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ أَنْ يَقُولَهَا عِنْدَ نَوْمِهِ، وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ صَغِيرًا لَا يَعْقِلُ أَنْ يَحْفَظَهَا كَتَبَهَا لَهُ فَعَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ۔[186]

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیں چند کلمات سکھائے، جنہیں ہم نیند میں گھبراہٹ سے بچنے کے لئے سوتے وقت پڑھا کرتے تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں: "بِسْمِ اللهِ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ، مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ" عمرو بن شعیب کہتے ہیں: عبد اللہ بن عمرو یہ کلمات اپنی بالغ اولاد کو سکھاتے تھے تاکہ وہ سوتے وقت پڑھا کریں اور چھوٹی اولاد جنہیں یہ کلمات یاد نہیں ہو سکتے تھے، ان کے لئے لکھ کر ان کے گلے میں لٹکاتے تھے۔

امام احمد کے علاوہ یہ حدیث امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ابی شیبہ، امام حاکم، امام بیہقی، امام ابن السنی، امام ابوالولید الباجی، امام بغوی، امام تبریزی، امام نووی، ابن تیمیہ، امام ذہبی، امام منذری، امام موفق الدین بغدادی، حافظ ابن کثیر، علامہ ابن قیم، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام عینی،

---

[185] (جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب القول عند الفزع من النوم، ج۵، ص ۵۴۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[186] (مسند احمد، ج۲، ص ۲۳۵، رقم الحدیث: ۶۶۹۶)

امام رازی، امام ابن عادل الحنبلی، محمد بن مفلح المقدسی، محمد بن عبدالوہاب نجدی، قاضی شوکانی، محمد یوسف الکاندھلوی اور دکتور وھبۃ الزحیلی نے بھی ذکر کی ہے۔[187]

اس حدیث پر اشکالات اور ان کے جوابات

بعض لوگوں نے کہا کہ اس حدیث میں چند علتیں ہیں۔ وہ پہلی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ پورے سرمایۂ حدیث میں اپنے طرز کی منفرد روایت ہے اور صحیح ہونا تو دور رہا یہ حسن روایت بھی نہیں ہے، امام ترمذی جو تصحیح روایت کے بارے میں بہت ہی فراخ دل واقع ہوئے ہیں اس روایت کو حسن بھی شمار نہیں کرتے بلکہ حسن غریب کہتے ہیں"۔[188]

حدیث مذکور کے بارے میں محدثین کی آراء

بعض لوگوں کے برعکس محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت اختیار فرمایاہے اور جس حدیث پر آپ سکوت فرمائیں وہ ضعیف یا موضوع نہیں ہوتی بلکہ صحیح یا حسن

---

187 (خلق افعال العباد للبخاری، ص ۲۸۹، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۹۳، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۵، ص ۴۳، رقم الحدیث: ۲۳۵۳۷، المستدرک للحاکم، ج ۱، ص ۵۴۸، طبع قدیم و طبع جدید ص ۲۴۵، رقم الحدیث: ۲۰۵۴، الآداب للبیہقی، ص ۴۴۸، رقم الحدیث: ۹۹۳، عمل الیوم واللیلۃ، ص ۲۶۱، سنن الصالحین وسنن العابدین، ج ۱، ص ۷۰، مصابیح السنۃ، ج ۲، ص ۲۱۶، مشکوٰۃ، رقم الحدیث: ۲۴۷۷، الاذکار، ص ۱۲۹، رقم الحدیث: ۲۵۹ نیز ص، ۱۵۴، رقم الحدیث: ۳۱۶، الکلم الطیب، ص ۸۴، الطب النبوی للذھبی، ص ۲۹۰، الترغیب والترھیب، ج ۲، ص ۴۵۳، الطب من الکتاب والسنۃ، ص ۲۳۱، ۲۳۲، جامع المسانید والسنن، ج ۲۶، ص ۱۹۱، تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۶۵، زاد المعاد، ج ۴ ص ۲۱۲، الطب النبوی لابن القیم، ص ۱۶۴، الوابل الصیب لابن القیم، ص ۲۰۷، مختصر الترغیب والترھیب لابن حجر عسقلانی، ص ۱۹۹، ۲۰۰، بذل الماعون فی فضل الطاعون لابن حجر عسقلانی، ص ۱۶۹، نتائج الافکار للعسقلانی، ج ۳، ص ۱۱۷، ۱۱۸، العلم الھیب لعینی، ص ۱۹۷، تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۶۹، اللباب فی علوم الکتاب، ج ۱، ص ۱۰۸، مصائب الانسان من مکائد الشیطان، ص ۲۳، مختصر زاد المعاد، ص ۲۳۳، فتح القدیر، ج ۳، ص ۵۸۸، حیاۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۳۰، التفسیر المنیر، ج ۱۸، ص ۹۷)

188 (تعویذ گنڈا شرک ھے، ص ۵)

ہوتی ہے۔ امام حاکم یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: ''هذا حديث صحيح الاسناد متصل في موضع الخلاف'' (یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور اختلاف کے مقام پر متصل ہے)۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ مسند احمد میں تحقیق و تخریج کرتے ہوئے شیخ احمد شاکر نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ الترغیب والترھیب پر تحقیق کرنے والے تین حضرات محی الدین دیب مستو، سمیر احمد العطار اور یوسف علی بدیوی نے بھی اسے صحیح قرار دیا۔ ''جامع المسانید'' میں تحقیق کرتے ہوئے دکتور عبدالمعطی امین قلعجی نے کہا: ''اخرجه الامام احمد بالمسند و اسناده صحيح'' اس کو امام احمد نے مسند میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ امام نووی نے اس کو حسن فرمایا ہے۔ زاد المعاد میں تحقیق و تخریج کرتے ہوئے شعیب الارنؤوط اور عبدالقادر الارنؤوط نے کہا اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس تمام تحقیق کو دیکھنے کے لئے وہی حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو اس حدیث کی تخریج میں دیئے گئے۔

''مدرج جملہ'' کا شبہ اور اس کا جواب

بعض زائغین (کج فہموں) نے لکھا ہے:

''دوسری علت اس روایت میں یہ ہے کہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ جملہ کہ وہ اس دعا کو نابالغ بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ راوی کی طرف سے یہ ایک ''مدرج جملہ'' ہے''۔[189]

بعض زائغین نے بغیر ثبوت کہہ دیا ہے کہ یہ ایک ''مدرج جملہ'' ہے، حالانکہ کسی حدیث کو ''مدرج'' ثابت کرنے کے لئے محدثین نے کچھ ضوابط مقرر فرمائے ہیں، کیپٹن عثمانی کو چاہیئے تھا کہ وہ

---

[189] (تعویذ گنڈا شرک ھے، ص ۵)

"مدرج" جملہ کا رد کسی ضابطہ کے تحت کرتے۔ مشہور محدث، خاتمۃ الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ "حدیث مدرج" کے قواعد وضوابط بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ويدرك ذلك بوروده منفصلا في رواية أخرى أو بالتنصيص على ذلك من الراوي أو بعض الأئمة المطلعين۔[190]

ادراج کا علم اس طرح ہوتا ہے کہ مدرج حصہ کسی دوسری روایت میں جدا آیا ہو، یا راوی صراحت سے بیان کرے کہ یہ مدرج ہے، یا اطلاع پانے والے ائمہ محدثین میں سے کوئی اس کی وضاحت کرے۔

کیپٹن عثمانی نے اگر کسی ضابطہ کے تحت بات کی ہوتی تو اس کا جواب بھی دیا جاتا، پھر بھی ہم اپنے قارئین کے سامنے اصول حدیث کا ایک قاعدہ پیش کر دیتے ہیں تاکہ ان کے علم میں رہے کہ ہر ایرے غیرے کے کہنے سے کوئی حدیث "مدرج" نہیں ہو سکتی۔ "لکل فن رجال" (ہر فن کے لئے مخصوص ماہرین ہوتے ہیں) کسی حدیث کو مدرج ثابت کرنے کے لئے خود راوی کا اقرار یا ائمہ محدثین کی شہادت ضروری ہوتی ہے۔ کیپٹن عثمانی کس باغ کی مولی ہے کہ اس کے کہنے سے کوئی حدیث "مدرج" قرار پائے؟

ابن عمرو کے عمل اور ان کی روایت میں تضاد کا دعویٰ اور اس کا رد

بعض زائغین نے اس حدیث کی ایک اور علت یہ بیان کی ہے:

"تیسری علت: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے کم سن بچوں کے گلے میں دعا کا تعویذ لٹکاتے تھے خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے تعویذ لٹکانے کی برائی میں صحیح حدیث روایت کرتے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک

---

[190] (تدریب الراوی، ج ۱، ص ۳۱۵)

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی چیز کی برائی کی حدیث بھی روایت کرے اور دوسری طرف اس چیز میں بھی مبتلا ہو۔

روایت یوں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: مَا أُبَالِي مَا أَتَیْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْیَاقًا أَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِیمَۃً أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي۔[191]

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں کہیں یہ تین باتیں کروں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب مجھے حق و ناحق کی کوئی پرواہ نہیں۔

وہ تین باتیں یہ ہیں:

۱۔ تریاق استعمال کروں (اس میں شراب اور سانپوں کا گوشت ہوتا ہے)

۲۔ تعویذ لٹکاؤں

۳۔ شاعری کروں"۔[192]

بعض زائغین کا اس حدیث سے تمیمۃ کی ممانعت پر استدلال کرنا پرلے درجے کی بدترین خیانت ہے، کیونکہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ امام ذہبی نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔[193]

البانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[194]

---

191 (رواہ ابوداؤد، ص ۵۴۰، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۸۹)

192 (تعویذ گنڈا شرک ھے، ص ۵، ٦)

193 (فیض القدیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۱۰، ص ٦۲۷۵)

194 (ضعیف الجامع، رقم الحدیث: ۴۹۷۷، الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۳۳۷۴)

ہم نے تعویذات لٹکانے کے ثبوت میں جو حدیث درج کی ہے اسے تو محدثین نے حسن، حسن سے اعلیٰ اور صحیح بھی کہا ہے، اس کے باوجود کیپٹن عثمانی نے اس کے خلاف اودھم مچا دیا اور جس حدیث کو اس نے تعویذات لٹکانے کے خلاف نقل کیا ہے اسے محدثین نے ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر تک کہا ہے مگر کیپٹن عثمانی نے اس سے خرگوش کی طرح آنکھیں موندھ لی ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ "میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو" کیپٹن عثمانی جیسا متشدد انسان ایک ضعیف حدیث سے استدلال کرے نہایت ہی حیران کن بات ہے۔ بنابریں لازم نہیں ہے کہ ایسی ضعیف حدیث سے کیے ہوئے اعتراض کا جواب دیا جائے لیکن چونکہ محدثین کا اصول ہے کہ ضعیف حدیث فضائل، اعمال، ترغیب اور ترھیب میں کھپ جاتی ہے، اس لئے بعض زائغین کے لغو اعتراض سے قطع نظر یہ احقر صرف اپنے قارئین کرام کی تسلی کے لئے اس حدیث کی تشریح پیش کر رہا ہے۔

غور کیا جائے تو ان دونوں حدیثوں میں قطعًا کوئی تعارض نہیں ہے۔ جس حدیث پر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ہے وہ ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے الفاظ پر مشتمل ہے، اور جس حدیث کو وہ یہاں روایت کر رہے ہیں اس میں تمیمۃ کا ذکر ہے، اور گزشتہ صفحات میں امام قرطبی، ملا علی قاری، امام مناوی وغیرھم کی عبارات میں لفظ "تميمة" کے معنی پر جو تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے اسے اور جو خود اسی حدیث کی تشریح میں محدثین نے فرمایا ہے اسے سامنے رکھا جائے تو کوئی اشکال وارد ہی نہیں ہوتا۔

چنانچہ امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

والتميمة يقال إنها خرزة كانوا يتعلقونها يرون أنها تدفع عنهم الآفات. واعتقاد هذا الرأي جهل وضلال إذ لا مانع ولا دافع غير الله سبحانه ولا يدخل في هذا التعوذ بالقرآن

والتبرک والاستشفاء به لأنه كلام الله سبحانه والاستعاذة به ترجع إلى الاستعاذة بالله سبحانه۔[195]

تمیمۃ سیپیوں (وغیرہ) کو کہا جاتا ہے مشرک لوگ ان چیزوں کو اس اعتقاد سے لٹکاتے تھے کہ یہ چیزیں اُن سے آفات کو ٹال دیں گی اور یہ عقیدہ جہالت اور گمراہی ہے، کیونکہ بیماری کو روکنے اور ٹالنے والا اللہ جل جلالہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، اور اس میں وہ تعویذ داخل نہیں ہے جو قرآن مجید سے برکت اور شفاء کے طور پر لیا گیا ہو، اس لئے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کی پناہ میں آنا خود اللہ جل جلالہ کی پناہ کی طرف لوٹنا ہے۔

امام طیبی لکھتے ہیں:

”یہاں تمائم سے مراد زمانۂ جاہلیت کی سیپیاں اور دم ہیں۔ پس تعویذات کی وہ قسم جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلمات کے ساتھ مختص ہو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے بلکہ ایسے تعویذات مستحب ہیں اور ان سے برکت کی امید ہے ”عرف ذلک من أصل السنة“ اور ان کی اصل سنت سے معلوم ہے“۔[196]

ملا علی قاری نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[197]

---

[195] (معالم السنن، ج۴، ص ۲۰۴، ۲۰۵)
[196] (شرح الطیبی علی المشکوٰۃ، ج۹، ص ۲۹۶۹)
[197] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج۸، ص ۳۲۲)

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے امام خطابی کی پوری عبارت نقل کی اور وہ امام سندھی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قَالَ السِّنْدِيُّ: الْمُرَادُ تَمَائِمِ الْجَاهِلِيَّةِ مِثْلِ الْخَرَزَاتِ وَأَظْفَارِ السِّبَاعِ وَعِظَامِهَا، وَأَمَّا مَا يَكُونُ بِالْقُرْآنِ وَالْأَسْمَاءِ الْإِلَهِيَّةِ فَهُوَ خَارِجٌ عَنْ هَذَا الْحُكْمِ بَلْ هُوَ جَائِزٌ۔[198]

امام سندھی نے فرمایا: اس حدیث میں زمانۂ جاہلیت کے تمائم مراد ہیں، مثلاً موتی (سیپیاں) درندوں کے ناخن اور ان کی ہڈیاں۔ رہے وہ تعویذ جو قرآن کریم اور اسمائے الٰہیہ سے ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں بلکہ وہ جائز ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اگر تعارض ہوتا تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہرگز تعویذ لٹکانے پر عمل نہ کرتے، کیونکہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں کی بہ نسبت بہتر سمجھتا ہے۔

علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ رَاوِيَ الْحَدِيثِ أَدْرَى بِمُرَادِ الْحَدِيثِ مِنْ غَيْرِهِ۔[199]

اور بے شک یہ بات طے شدہ ہے کہ حدیث کا راوی اپنی حدیث کی مراد کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے۔

---

[198] (عون المعبود، ج ۱۰، ص ۲۵۰)

[199] (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۲۵۱)

محمد بن اسحاق بن یسار اور عمرو بن شعیب پر اعتراض

بعض زائغین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

"چوتھی علت اس روایت میں یہ ہے کہ اس کے دو راوی محمد بن اسحاق اور عمرو بن شعیب ایسے راوی ہیں جن پر ائمہ حدیث نے شدید جرح کی ہے۔ محمد بن اسحاق بن یسار، امام مالک فرماتے ہیں: "دجال من الدجاجلة" (دجالوں میں سے ایک دجال ہے)[200] سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ یحیٰی قطان کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔[201] وھیب بن خالد اس کو کاذب کہتے ہیں۔ جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جب لوگ محمد بن اسحاق سے حدیث کی سماعت کریں گے۔[202]

اب ذرا ایسے کاذب راوی کے بارے میں ائمہ حدیث کا نظریہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

وإذَا قالوا: متْرُوک الحدیثِ، أوْ واهِیهِ، أوْ کذَّابٌ، فهو ساقِطٌ لا یُکتب حدیثه۔[203]

جب محدثین کسی راوی کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ متروک ہے یا واھی ہے یا کذاب ہے، ایسا راوی ساقط الاعتبار ہوتا ہے۔ اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا سکتی"۔[204]

---

[200] (تهذیب، ج ۹، ص ۴۱، میزان، ج ۳، ص ۲۱)

[201] (میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۱)

[202] (تهذیب التهذیب، ج ۲، ص ۳۰۶)

[203] (تقریب النواوی، ص ۲۳۳)

[204] (تعویذ گنڈا شرک ھے، از کیپٹن عثمانی، ص ۶)

اس اعتراض کا مفصل جواب

اس حدیث کے راویوں پر ایسی شدید جرح اور سخت تنقید ”جسے حوالہ جات سے مدلل بنانے کی ناکام کوشش بھی کی گئی ہے“ کو پڑھ کر دفعتاً انسان پریشانی کا شکار ضرور ہوتا ہے۔ خود سوچیئے کہ کوئی عام پڑھا لکھا شخص، یا نوخیز علم دین، یا ایسا عالم دین جس سے کتب اسماء الرجال دور ہوں، اگر وہ اس اعتراض کو پڑھ لے تو کیا وہ یہ سوچنے پر مجبور نہیں ہوگا کہ اہل سنت کے لوگ کس قدر پست ذہن اور ضعیف الاعتقاد ہیں کہ یہ ایسی روایات پر بھی عمل کرنے سے گریز نہیں کرتے جن کے راویوں کی یہ حالت ہے کہ ان کی حدیث لکھے جانے کے قابل ہی نہیں۔ لیکن اس جرح سے وہ شخص دھوکے میں نہیں آسکتا جس کو اصل کتب کی طرف مراجعت میسر ہو کیونکہ اس شدید جرح کو اگر حوالہ جات سے مزین بنانے کی کوشش کی گئی ہے مگر یہ صرف ملمع سازی ہے، حقانیہ سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں۔ یقین فرمائیں کہ یہ پوری کی پوری عبارت خیانت پر مبنی ہے۔ اگر آپ اس خشک مضمون کو پڑھنے کی زحمت فرمالیں تو آئیں تھوڑی دیر کے لئے ہمارا ساتھ دیں تاکہ اصل کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔

محمد بن اسحٰق بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دجال کہنے کا سبب

سب سے پہلے تو محمد بن اسحاق کو کذاب قرار دینے کا سبب تلاش کرتے ہیں پھر آگے چلیں گے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”سلیمان بن داؤد کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید القطان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے۔ سلیمان کہتے ہیں میں نے کہا: اس کے جھوٹا ہونے کی کوئی وجہ بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے وہیب بن خالد نے کہا کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے، وھیب سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں

نے کہا کہ مجھے امام مالک نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے، امام مالک سے وجہ معلوم کی گئی تو انہوں نے فرمایا: مجھے ہشام بن عروہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے، ہشام بن عروہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے وجہ بیان کی کہ محمد بن اسحاق میری زوجہ فاطمہ بنت المنذر کے حوالہ سے ایک حدیث بیان کرتا ہے، جبکہ فاطمہ بنت المنذر سے جب میری شادی ہوئی اس وقت اس کی عمر نو سال تھی اور اسے کسی مرد نے نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جاملی۔[205]

مذکورہ بالا حدیث پر اعتراض کرنے والوں کو اگر امام ابن عدی کی ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' کا یہ حوالہ مل جاتا تو اندازہ فرمائیں کہ وہ کس قدر خوش ہوتے؟ کیونکہ انہیں درکار ہی صرف ایسے حوالے ہیں جنہیں سیاق وسباق سے ہٹا کر جاہلوں کی بزم میں پیش کر کے کسی کی پگڑی اچھالی جاسکے۔ لیکن دونوں آنکھوں سے دیکھنے والے لوگ صرف ایک پہلو سے نہیں بلکہ دونوں پہلوؤں سے دیکھا کرتے ہیں۔ کتب اسماء الرجال میں جہاں کسی شخص کے تاریک پہلو لکھے ہوتے ہیں وہاں روشن پہلو بھی مرقوم ہوتے ہیں۔ اسی (الکامل لابن عدی) میں آگے چل کر حضرت محمد بن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عادل اور صادق ہونے کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متذکرہ بالا قول اور محمد بن اسحاق بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کے غصہ کی توجیہہ بھی مذکور ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔[206]

---

[205] (الکامل لابن عدی، ج۷، ص ۲۵۵)

[206] (الکامل لابن عدی، ج۷، ص ۲۰۹)

محمد بن اسحاق کے متعلق ابن جوزی وغیرہ کا فیصلہ

بے رحمی نقاد حدیث علامہ ابن جوزی مذکورہ بالا اعتراض پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: ہو سکتا ہے کہ محمد بن اسحاق نے فاطمہ بنت المنذر سے حدیث سماعت کی ہو، اور اس کے خاوند (ہشام بن عروہ) کو اس کی خبر نہ ہو، اور امام ابن المدینی نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، ان سے کہا گیا کہ امام مالک نے جو ان پر اعتراض کیا اس کا کیا کروگے؟ اور انہوں نے فرمایا امام مالک نہ ان کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور نہ انہیں پہچانتے ہیں۔ ابن المدینی سے کہا گیا ہشام بن عروہ کا جو اس پر اعتراض ہے اس کے بارے میں کیا کہو گے؟ انہوں نے فرمایا ہشام کا قول حجت نہیں ممکن ہے وہ اس کی عورت سے بچپن میں حدیث سن چکے ہوں۔ امام ابوزرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں محمد بن اسحاق ایسا شخص ہے جس سے حدیث حاصل کرنے میں اکابر اہل علم کا اتفاق ہے اور بے شک محدثین نے اسے آزمایا تو اس میں صدق اور خیر کو پایا۔ ابن شہاب نے اس کی مدح بیان فرمائی ہے، اور میں نے حضرت دحیم سے امام مالک کا اعتراض ذکر کیا تو انہوں نے کہا وہ حدیث کی بناء پر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ محمد بن اسحاق پر منکر تقدیر ہونے کی تہمت ہے اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر کہتے ہیں محمد بن اسحاق پر قدری ہونے کی تہمت ہے، حالانکہ وہ اس تہمت سے بہت دور ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس نے محمد بن اسحاق پر کوئی تہمت لگائی ہو"۔[207]

یہ مکمل گفتگو اس (تہذیب التہذیب) میں موجود ہے، جس کا بعض زائغین نے حوالہ دیا ہے۔

نیز اسی (تہذیب التہذیب) میں ہے کہ صالح بن احمد کہتے ہیں: علی ابن المدینی فرماتے ہیں کہ مجھے ابن

---

[207] (المنتظم لابن الجوزی، ج۸، ص ۱۰۸)

عیینہ نے فرمایا کہ میں ستر سال سے بھی زائد عرصہ تک محمد بن اسحاق کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ اہل مدینہ میں سے کسی شخص نے بھی اس پر تہمت نہیں لگائی اور نہ اس پر اعتراض کیا۔[208]

اسی تہذیب میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا قول پر یوں تبصرہ کیا گیا ہے:

"ابراہیم بن حمزہ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعد کے پاس محمد بن اسحاق کے حوالے سے سترہ ہزار احادیث مغازی کے علاوہ صرف احکام میں موجود تھیں، اور ابراہیم بن سعد وہ شخص ہے جس کے پاس تمام اہل مدینہ سے زیادہ احادیث تھیں۔ سو اگر امام مالک کا اس حوالے سے ابن اسحاق سے حدیث کا حصول درست مانا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ بسا اوقات انسان کلام کرتے وقت اپنے کسی ساتھی کو کسی خاص بات میں تو موردِ الزام ٹھہراتا ہے لیکن تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا۔ ابراہیم بن المنذر کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن فلیح نے بیان کیا کہ انہیں امام مالک نے قریش کے دو شخصوں سے منع فرمایا، حالانکہ ان دونوں سے مؤطا امام مالک میں اکثر احادیث موجود ہیں، اور ان دونوں سے امام مالک دلیل لاتے ہیں۔ ابن المنذر فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے بعض لوگوں کی طعنہ بازی سے نجات نہیں پائی، جیسا کہ شعبی پر ابراہیم کا طعن اور شعبی کا عکرمہ پر، لیکن اہل علم حضرات ایسی باتوں پر توجہ نہیں کیا کرتے، اِلَّا یہ کہ کوئی دلیل موجود ہو، اور نہ ہی اس قسم کی طعنہ بازی سے کسی کے عادل ہونے میں فرق آتا ہے، اِلَّا یہ کہ کوئی اور دلیل اور حجت اس کے عادل ہونے کے خلاف موجود ہو۔ شعبہ کہتے ہیں: محمد بن اسحاق حدیث کے معاملہ میں امیر المؤمنین ہیں کیونکہ ان کا حافظہ قوی ہے اور وہ کہتے ہیں: مجھ سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن اسحاق کی کتب کا

---

[208] (تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۴)

مطالعہ کیا تو مجھے صرف دو حدیثیں ایسی ملیں جن میں مجھے شک گزرا اور ممکن ہے کہ وہ بھی صحیح ہوں۔[209]

امام مزی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[210]

محمد بن اسحاق کی مدح میں اقوال

حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت میں بعض زائغین کا یک طرفہ کلام آپ نے پڑھا، آیئے اب ان کی شان میں معتمد اکابرین کے چند مدحیہ کلمات ملاحظہ فرمائیں۔

امام مزی اور امام ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ا۔ حضرت علی بن المدینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حدیث کا دارو مدار چھ حضرات پر ہے۔ پھر آپ نے ان کے نام ذکر کئے۔ پھر فرمایا: اور ان چھ کا علم بارہ حضرات کے پاس ہے، ان بارہ میں ایک حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۲۔ ابو بکر الھذلی کہتے ہیں: میں نے امام زھری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا: مدینہ معظمہ میں اس وقت تک علم کثرت سے رہے گا جب تک اس میں محمد بن اسحاق موجود ہیں۔

(امام زھری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی منقول ہے۔)[211]

---

209 (تھذیب التھذیب، ج۹، ص۳۵)
210 (تھذیب الکمال، ج١٦، ص٧٦،٧٧)
211 (الکامل لابن عدی، ج٧، ص٢٥٩)

۳۔ احمد بن خیثمہ کہتے ہیں: ’’میں نے یحییٰ بن معین سے محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: عاصم بن عمر بن قتادۃ فرمایا کرتے تھے: لوگوں میں علم ہمیشہ رہے گا جب تک کہ ان میں محمد بن اسحاق موجود رہیں گے‘‘ یہ دونوں قول امام ابن شاہین نے بھی ذکر کئے ہیں۔[212]

۴۔ حضرت شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: محمد بن اسحاق امیر المحدثین ہیں۔ یونس بن بکیر کہتے ہیں: پوچھا گیا اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: اس کی وجہ اُن کی قوت حافظہ ہے۔[213]

محمد بن اسحاق کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار معتدل علماء اسلام میں ہوتا ہے، علم اسماء الرجال پر آپ کی باریک بینی محتاج بیان نہیں ہے۔ بعض زائغین نے آپ کی مشہور ترین تصنیف ’’تہذیب التہذیب‘‘ سے محمد بن اسحاق بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صرف وہ جملے اُچک لئے جو جرح پر مبنی ہیں اور گویا انہیں تعدیل پر مبنی اقوال نظر ہی نہیں آئے، اور نہ ہی امام عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حسب ذیل تجزیہ انہیں نظر آیا۔

امام عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’میں کہتا ہوں امام نسائی نے محمد بن اسحاق کو طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے اور ابن المدینی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ میرے نزدیک اس کی حدیث غیر معتبر نہیں، سوائے اس کے کہ وہ اہل کتاب سے ہو، اور سلیمان تیمی، یحییٰ قطان اور وھیب بن خالد نے اس کی تکذیب کی ہے، وھیب اور قطان نے تو اس مسئلے میں ہشام بن عروۃ اور مالک بن انس کی تقلید کی ہے۔ رہا سلیمان تیمی: تو مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ اس نے کس وجہ سے ان پر اعتراض کیا؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ اعتراض حدیث کے سوا

---

[212] (تاریخ اسماء الثقات، ص ۲۸۰، ۲۸۱)

[213] (تہذیب الکمال، ج ۱۶، ص ۷۴، ۸۱ ملخصًا، تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۴، ۳۷)

کسی اور معاملہ میں ہے، کیونکہ سلیمان اہل جرح و تعدیل میں سے نہیں ہے، اور امام حبان نے کتاب الثقات میں فرمایا ہے کہ محمد بن اسحاق میں صرف دو شخصوں نے کلام کیا ہے، ہشام اور امام مالک۔ ہشام کے قول میں تو اتنا وزن نہیں ہے کہ جس سے کسی انسان کا صدق مجروح ہو، کیونکہ بہت سے تابعین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث سماعت کی ہے، بغیر اس کے کہ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا ہو۔ سو اسی طرح (ہو سکتا ہے کہ) محمد بن اسحاق نے فاطمہ بنت المنذر سے حدیث سنی ہو درآنحالیکہ حجاب ان کے مابین موجود ہو۔ رہا امام مالک کا قول تو وہ ان سے صرف ایک مرتبہ صادر ہوا، اس کے بعد آپ کا نظریہ محمد بن اسحاق کے بارے میں پسندیدہ تھا، اور امام ابن مبارک سے محمد بن اسحاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "انا وجدناه صدوقا" (ہم نے اسے سچا پایا) یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ ادا فرمایا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں علم اور حدیث میں محمد بن اسحاق کے پائے کا کوئی شخص نہیں تھا۔ وہ سیاق حدیث میں تمام لوگوں سے احسن تھے۔ وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم مثل اور دیگر لوگوں سے بھی حدیث لکھ لیتے تھے۔ جب انہیں کہیں کذب کا شائبہ محسوس ہوتا تو وہاں سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ لہٰذا تجھے ان کے صدق کے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ محمد بن نصر الفراء بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ کی مجلس میں محمد بن اسحاق کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ شخص ہے۔ ابن البرقی فرماتے ہیں: میں نے محدثین کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے محمد بن اسحاق کے حُسنِ حدیث، حُسنِ روایت اور اس کے ثقہ ہونے میں اختلاف کیا ہو۔ ابو حاتم رازی نے کہا اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ امام ابو زرعہ نے فرمایا وہ صادق شخص ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں: محمد بن یحییٰ نے کہا اس کی حدیث حسن ہے۔ امام ابو شنجی نے فرمایا وہ ہمارے نزدیک ثقہ ہے، ثقہ ہے۔ امام ذہبی نے ہشام بن عروۃ کے قول پر ہشام کا تعاقب کیا ہے اور فرمایا کہ ہشام کا یہ کہنا کہ فاطمہ بنت

المنذر سے جب اس کا نکاح ہوا تو اس وقت فاطمہ کی عمر نو سال تھی، سراسر غلط ہے، کیونکہ فاطمہ ہشام سے تیرہ برس بڑی ہے۔ لہٰذا ابن اسحاق کا فاطمہ زوجہ ٔہشام سے حدیث سننا یقینی ہے"۔[214]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "ممکن ہے کہ محمد بن اسحاق نے ہشام کی اہلیہ سے مسجد میں جاتے یا مسجد سے نکلتے ہوئے حدیث سن لی ہو"۔[215]

محمد بن اسحاق کے بارے میں امام ذہبی کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی کی عبارت میں بھی امام ذہبی کے تأثرات آ چکے ہیں تاہم آپ ایک اور مقام میں فرماتے ہیں:

"محمد بن اسحاق بن یسار ابو بکر اور کہا جاتا ہے کہ ابوعبداللہ المطلبی المدنی الامام، انہوں نے حضرت انس کی زیارت کی ہے اور حضرت عطا اور زھری سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت شعبہ، حمادان، سفیانان، یونس بن کبیر اور احمد بن خالد نے حدیث لی ہے۔ یہ صدوق (سچے) تھے اور علم کا سمندر تھے، ان سے دلیل لینے میں اختلاف ہے اور ان کی حدیث حسن ہے اور تحقیق سے ایک جماعت نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے"۔[216]

معزز قارئین! آپ ابھی ابھی یہ بات پڑھ چکے ہیں کہ محمد بن اسحاق کو کذاب قرار دینے کی بنیادی وجہ فاطمہ بنت المنذر سے حدیث کی سماعت کا معاملہ ہے۔ ہشام جس سماعت کا اس بنا پر انکار کرتا تھا کہ فاطمہ سے جب ان کا نکاح ہوا تو اس وقت فاطمہ کی عمر نو سال تھی، نقادِ فنِ اسماء الرجال امام ذھبی نے ہشام کے اس قول کو سراسر غلط قرار دے کر نہ صرف اس بنیاد کو کمزور کر دیا بلکہ منہدم کر

---

[214] (تہذیب التہذیب، ج۹، ص۳۷، ۳۸)

[215] (الکامل لابن عدی، ج۷، ص۲۶۰)

[216] (الکاشف للامام الذہبی، ج۳، ص۷، خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال للخزرجی الیمنی، ص۳۲۶)

دیا، اور امام اہلسنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سماعت حدیث کی بہترین توجیہ بیان فرما دی۔ لہٰذا محمد بن اسحاق کے ناقدین کو یہ باور کر لینا چاہیئے کہ انہوں نے جس بنیاد پر محمد بن اسحاق بن یسار کو کذاب قرار دینے کا مینار قائم کیا تھا وہ بنیاد امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں منہدم ہو گئی۔ جس قلم سے یہ بنیاد منہدم ہوئی یہ وہی قلم ہے جس کا ناقدین نے بڑے طمطراق سے حوالہ دیا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر آنکھیں عطاء فرمائے تو کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق بھی عطا فرمائے، آمین۔

محمد بن اسحاق کے بارے میں امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

امام سخاوی محمد بن اسحاق کی نسبت مدح وذم کے تمام اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"پس ابن اسحاق کے بارے میں معاملہ یہاں آٹھہرا ہے کہ وہ صالح الحدیث ہے"۔ [217]

محمد بن اسحاق کے بارے میں ابن حزم کا فیصلہ

ابن حزم افراط و تفریط کا شکار انسان ہے، اس نے اکابرین پر بہت حملے کئے ہیں حتیٰ کہ یہ شخص امام ترمذی جیسی اساطینِ اسلام ہستیوں تک کو مجہول کہنے سے باز نہیں آیا۔ جرح وتعدیل کے لحاظ سے یہ شخص ساقط الاعتبار ہے، ہمارے نزدیک اس کی جرح و تعدیل کی کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن چونکہ اہل حدیث کہلانے والے لوگوں کے نزدیک اس کے اقوال کا وزن ہے، اس لئے یہاں حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

---

[217] (التحفۃ اللطیفۃ، ج ۲، ص ۴۴۸)

وہ لکھتا ہے:

"محمد بن اسحاق ائمہ میں سے ایک امام ہے، امام زھری نے اس کی توثیق کی ہے، اور اسے مدینہ شریف کے تمام معاصرین پر فضیلت دی ہے، اور حضرت شعبہ نے فرمایا: محمد بن اسحاق امیر المؤمنین فی الحدیث ہے"۔[218]

عمرو بن شعیب پر اعتراض اور اس کا جواب

اب ذرا دوسرے راوی کے بارے میں بعض زائغین کا روشن تبصرہ ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"دوسرے راوی عمرو بن شعیب جو محمد بن اسحاق کے استاد ہیں ان کا معاملہ بھی اپنے شاگرد سے مختلف نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ "عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده لیس بحجة" (عمرو بن شعیب کی روایت اپنے باپ سے اور ان کی اپنے دادا سے حجت نہیں ہے) اور اس روایت میں ایسا ہی ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آدھی حجت بھی نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب ہمارے نزدیک واھی ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی روایت حجت نہیں ہے۔[219]

ابو زرعۃ کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے صرف چند روایتیں سنی ہیں لیکن وہ باپ اور دادا سے منسوب کر کے تمام غیر مسموع روایتیں بے تحاشا بیان کرتے ہیں۔[220]

ابن حجر کہتے ہیں کہ انہوں نے "عن ابیه عن جده" کے طریقہ سے کچھ بھی نہیں سنا وہ کتاب سے نقل کر کے محض تدلیس سے کام لیتے ہیں۔ (طبقات المدلسین، ص ۱۱)[221]

---

[218] (المحلی، ج۳، ص ۲۴۱، تجرید اسماء الرواۃ، ص ۲۲۳)
[219] (تھذیب التھذیب، ج۸، ص ۴۹، ۵۰)
[220] (میزان الاعتدال، ج۲، ص ۲۸۹)
[221] (تعویذ گنڈا شرک ھے، ص ۶، ۷)

یا اللہ! قیامت آ کیوں نہیں جاتی؟ حیرت ہوتی ہے ایسے ناقد موحدین پر جو دن دیہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کے خیال میں صرف وہی علم سے مالا مال ہیں، یا صرف انہی کو کتب اسماء الرجال دستیاب ہیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ اس قدر یک چشمی سے کام لے رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کے دھوکے میں کوئی نرا جاہل ہی آ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمرو بن شعیب کا معاملہ بھی محمد بن اسحاق سے مختلف نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں بالکل بجا ہے، یقیناً ان دونوں کا معاملہ مختلف نہیں ہے، کیونکہ جس طرح محمد بن اسحاق ثقہ اور معتبر ہیں عمرو بن شعیب بھی اسی طرح ثقہ اور معتبر ہیں۔ اگر بعض زائغین ان دونوں کو کذاب کہتے ہیں تو جس طرح انہوں نے محمد بن اسحاق کے بارے میں بدترین خیانت سے کام لیا ہے، عمرو بن شعیب کے بارے میں بھی اسی طرح بدترین خیانت سے کام لے رہے ہیں۔

عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق محدثین کے اقوال

آیئے دیکھتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کے بارے میں محدثین کرام کیا فرماتے ہیں، لیکن اس سے قبل کہ اقوال محدثین ہدیۂ قارئین ہوں، یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ خشک مضمون مجھے مجبوراً لکھنا پڑ گیا ہے۔ یہ مضمون خالصتاً علماء ذی تجسس کا حصہ ہے۔ کامل علماء اور عوام الناس کو ایسے مضامین سے سوائے اکتاہٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تاہم ایسے مضامین کا لکھنا نہ لکھنے سے بہر حال بہتر ہے۔ لہٰذا اگر تحقیقی نقطۂ نظر سے آپ یہ خشک مضمون پڑھیں گے تو انتہائی مفید ثابت ہو گا۔

عمرو بن شعیب کی ثقاہت میں امام مزی اور ذہبی کا کلام

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"عمرو بن شعیب تابعی ہیں، یحیٰی بن معین اور امام ابن راھویہ نے ان کی توثیق کی ہے اور یہ حسن الحدیث ہیں"۔[222]

امام ذہبی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"ان میں اختلاف بھی کیا گیا ہے۔ تاہم ان کی حدیث حسن ہے اور حسن سے بھی اعلیٰ ہے۔ یحیٰی قطان فرماتے ہیں: جب ان سے کوئی ثقہ شخص روایت کرے تو وہ حجت ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ہم اس کی حدیث سے اکثر حجت لاتے ہیں"۔[223]

امام رمزی لکھتے ہیں:

"احمد بن عبد اللہ العجلی اور امام نسائی فرماتے ہیں: عمرو بن شعیب ثقہ شخص ہے۔ امام نسائی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: اس سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابو جعفر احمد بن سعید الدارمی فرماتے ہیں: عمرو بن شعیب ثقہ ہے۔ اس سے ان لوگوں نے روایت کیا جو رجال پر نظر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ایوب، زہری، حکم اور ہمارے اصحاب نے اس کی حدیث سے حجت لی ہے اور اس کے باپ نے عبد اللہ بن عمرو، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سماعت کی ہے۔ ابو بکر بن زیاد نیشاپوری کہتے ہیں: عمرو بن شعیب کی حدیث کو ائمہ میں سے کسی نے ترک نہیں کیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، اسحاق بن راھویہ، ابو عبید اور اپنے اکثر اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث کو "عن ابیه عن جده" کے طریقہ پر حجت

---

[222] (العبر، ج ۱، ص ۱۴۸، شذرات الذهب، ج ۲، ص ۸۳)

[223] (المغنی، ج ۲، ص ۴۸۴، شذرات الذهب، ج ۲، ص ۸۳)

مانتے ہیں اور اس کی حدیث کو اہل اسلام میں سے کسی شخص نے بھی ترک نہیں کیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: پھر بعد والے لوگ کون ہوتے ہیں؟''۔[224]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

''یحیٰی القطان نے کہا جب اس سے ثقہ شخص روایت کرے تو وہ حجت ہے، اور امام احمد نے فرمایا: ہم اکثر اس سے حدیث لیتے ہیں اور امام بخاری نے فرمایا: میں نے احمد بن حنبل، علی بن المدینی، اسحاق، ابوعبید اور اپنے اکثر اصحاب کو دیکھا کہ انہوں نے اس سے حدیث لی''۔[225]

امام سخاوی نے فرمایا:

''عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام احمد العجلی، امام دارمی اور امام نسائی نے ثقہ فرمایا ہے اور ذہبی کے نزدیک اس کی حدیث حسن ہے''۔[226]

ہم ابھی ابھی امام ذہبی کا یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث حسن سے بھی اعلیٰ ہے۔

ایک اہم فائدہ

اس حدیث سے متعلق بحث یہیں ختم کر دی گئی تھی مگر حسن اتفاق سے ہمیں ایک مکتبہ سے کتابیں خریدتے ہوئے دو اہم کتابیں دستیاب ہوئیں۔ ان دونوں کتابوں میں مذکورہ بالا دونوں راویوں ''محمد بن اسحاق بن یسار اور عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما'' کی بہت توثیق اور تعدیل کی گئی ہے۔

---

[224] (تہذیب الکمال ملخصًا، ج ۱۴، ص ۲۴۷، ۲۴۸، اتحاف الخاصۃ بتصحیح الخلاصۃ للکوکبانی، ص ۲۹۰)
[225] (الکاشف للذھبی، ج ۲، ص ۳۲۱، خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال للخزرجی الیمنی، ص ۲۹۰)
[226] (التحفۃ اللطیفۃ، ج ۲، ص ۳۲۳)

یہاں ان دونوں کتابوں کا حوالہ پیش کرنا بہت مفید ثابت ہو گا۔ چنانچہ پہلے محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں بعد میں عمرو بن شعیب کے بارے میں اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ (جو مشہور و معروف معتدل محقق ہیں) نے ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام **"امراء المؤمنین فی الحدیث"** ہے۔ اس کتاب میں سنہ وفات کی ترتیب سے انہوں نے اولوالعزم محدثین کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حدیث شریف کی خدمت کرکے **"امیر المؤمنین فی الحدیث"** کا عظیم لقب حاصل کیا۔ اس کتاب میں سنہ وفات کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر محمد بن اسحاق بن یسار کا ذکر آتا ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

ا۔ "اس لقب سے ملقب ابو بکر محمد بن اسحاق المطلبی المدنی صاحب المغازی بھی ہیں۔ امام ذہبی کی "المغنی" میں ہے کہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے کہا: امام شعبہ اور سفیان بن عینیہ فرمایا کرتے تھے: محمد بن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہے، اور امام ابن ابی حاتم کی "الجرح والتعدیل" کے مقدمہ میں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ یونس بن بکیر نے کہا: میں نے حضرت شعبہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابن اسحاق اپنے حافظہ کی بدولت امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ ابن عینیہ کہتے ہیں: میں نے شعبہ کو کہتے ہوئے سنا: محمد بن اسحاق امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ شعبہ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: اس کی وجہ ان کی قوت حافظہ ہے۔ شعبہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ حدیث میں کسی کو سیادت دی جاتی تو محمد بن اسحاق کو دی جاتی۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے: یزید بن ہارون نے کہا میں نے حضرت شعبہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میرے پاس طاقت ہوتی تو میں محمد بن اسحاق کو تمام محدثین پر امیر مقرر کر دیتا"۔[227]

---

[227] (امراء المؤمنین فی الحدیث ملحق بجواب الحافظ المنذری، ص ۱۰۹)

۲۔ عمرو بن شعیب کے بارے میں مذکورہ بالا دو کتابوں کا اقتباس ملاحظہ فرمانے سے پہلے بعض زائغین (یعنی کیپٹن عثمانی) کا وہ جھوٹا حوالہ جو اس نے "تہذیب التہذیب" سے نقل کیا ہے، ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجیئے۔ وہ لکھتا ہے:

"ابو داؤد کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب "عن ابیه عن جده لیس بحجة" عمرو بن شعیب کی روایت اپنے باپ سے اور ان کی اپنی دادا سے حجت نہیں ہے"۔ [228]

اس کا جواب پہلے عرض کیا گیا ہے کہ "تہذیب التہذیب" میں امام ابو داؤد سے یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں۔ پھر خود امام ابو داؤد نے عمرو بن شعیب سے حدیث روایت کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہے اور جس حدیث پر وہ خاموشی اختیار فرمائیں وہ ان کے نزدیک حسن یا صحیح ہوتی ہے۔

اب آپ عمرو بن شعیب کے بارے میں وہ وقیع حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس کا اوپر وعدہ کیا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیثِ حسن کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت فاعلیٰ مراتب الحسن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده و عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔

میں کہتا ہوں حدیث حسن کے اعلیٰ مراتب سے وہ احادیث ہیں جو "بهز بن حکیم عن ابیه عن جده" اور "عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده" کے طریق پر مروی ہیں۔

اس سے ذرا آگے لکھتے ہیں:

وهو قِسمٌ مُتجاذَبٌ بین الصحةِ و الحُسن. فإنَّ عِدَّةً من الحُفَّاظ یُصَحِّحون هذه الطُرُق، وینعتونها بأنها من أدنی مراتب الصحیح۔ [229]

[228] (تعویذ گنڈا شرک ھے، ص ٦، تعویذات اور شرک، ص ٦)

[229] (الموقظة فی علم مصطلح الحدیث، ص ٣٢، ٣٣)

اور یہ حدیث کی وہ قسم ہے جو حسن اور صحیح کے درمیان معلق ہے۔ متعدد حفاظ حدیث ان طرق سے مروی احادیث کو صحیح شمار کرتے ہیں اور صحیح کے مراتب کے قریب ترین سمجھتے ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں "بهز بن حكيم عن ابيه عن جده" کی حدیث حدیث حسن میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہے لیکن مشہور محدث، صاحب کتاب "الجرح و التعديل" امام ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمرو بن شعیب کا مرتبہ بھز بن حکیم سے زیادہ ہے۔

چنانچہ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سئل أبي عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده وبهز بن حكيم عن أبيه عن جده فقال عمرو أحب إلي۔[230]

میرے والد گرامی سے "عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده" اور "بهز بن حكيم عن ابيه عن جده" کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: مجھے عمرو بن شعیب (کی حدیث) زیادہ محبوب ہے۔

اس وضاحت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عمرو بن شعیب کی حدیث "عن ابيه عن جده" کے طریقہ پر حدیثِ حسن میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہے۔ لہٰذا ان کی حدیث کا رتبہ صحیح حدیث کے قریب ترین ہوا۔ جیسا کہ امام ذہبی نے صراحتًا یہی بات فرمائی ہے۔

ناظرین کرام یہ ہے وہ حدیث مبارک، جس کی سند اور متن پر بعض لوگوں نے عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر کلام کیا۔ خدارا غور فرمایئے! جن صفحات میں کسی راوی پر جرح و قدح کا ایک آدھ جملہ مرقوم ہو اسے تو اچک لیا جائے اور اس کی تعدیل و توصیف میں جو کچھ لکھا ہوا ہو اس سے آنکھیں بند کر لی جائیں، کیا یہی انصاف ہے؟ کیا یہی خدمت دین ہے؟ اور کیا اسی کا نام توحید ہے؟

---

230 (تهذيب التهذيب، ج٦، ص ١٦٠)

کیا تابعین سے تعویذ لٹکانے کا جواز ثابت نہیں؟

بعض زائغین نے پانچویں علت یہ بیان کی ہے کہ ''کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کسی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمیمۃ کو جائز قرار نہیں دیا۔ الی ان قال، ہم اس سے قبل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، سعید بن المسیب، امام مجاہد تلمیذِ ابن عباس، حضرت عطاء، امام باقر، امام محمد بن سیرین اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ یہ حضرات تعویذ لکھنے اور لٹکانے کے جواز کے قائل تھے۔ دیکھئے (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۵، ص ۴۲، ۴۳) باقی کسی مخبوط انسان کو سمجھانا مشکل ہے۔ اللہ کریم ہمیں حق کی اتباع نصیب فرمائے اور باطل سے اجتناب کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم

نجومیوں اور جعلی عاملوں کے پاس جانے کی مذمت

قرآن کریم کے شفاء ہونے اور اس سے شفاء کے حصول کے تذکرہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ساحروں، نجومیوں، کاہنوں اور نام نہاد عاملوں کے پاس جا کر فال نکالنے، شرکیہ اور مجہول تعویذ لینے کا حکم بھی بیان کر دیا جائے۔

جو شعبدہ باز قزاق طوطا اور مینا کے ذریعے لوگوں کو لوٹتے ہیں، دست شناسی اور فال کے ذریعے لوگوں کو پاگل بنا کر پیسے بٹورتے ہیں۔ جن کے آستانوں پر بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہوتے ہیں اور یہی بورڈ ہی ان کا سارا دھرم بھرم اور سرمایہ ہوتے ہیں۔ سطور ذیل میں ایسے مکار اور ان کے دامِ فریب میں آنے والے لوگوں کے بارے میں حکم شریعت ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص فال نکالے یا نکلوائے، کہانت (علم غیب کا دعویٰ کرے) یا غیب

معلوم کرنے کی کوشش کرے، جو شخص جادو کرے یا کروائے اور جو شخص گرہیں باندھے اور جو شخص کاہن (علمِ غیب کے مدعی) کے پاس آئے پھر جو کچھ وہ کہے یہ اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کا انکار کر دیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر اتاری گئی۔[231]

۲۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص نجومی کے پاس جائے پھر اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔[232]

عامۃ الناس اپنی قسمت سنوارنے، راتوں رات کروڑپتی بننے اور اپنی تمناؤں کی تکمیل کے لئے ایسے جاہلوں کا رخ کرتے ہیں، حالانکہ ان جاہلوں کے پاس مکر وفریب کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ان کے پلے کچھ علم ہوتا تو یہ اپنی شہرت کے لئے اس قدر کوشش کیوں کرتے؟ یہ لوگ اپنی شہرت کے لئے آئے روز اخبارات میں اشتہارات دیتے ہیں، ہینڈ بل تقسیم کراتے ہیں، اس کوشش سے کوئی نہ کوئی شخص ان کے جال میں پھنس ہی جاتا ہے۔ اگر دن بھر میں ایک انسان بھی ان کے جال میں آ جائے تو ان کی دہاڑی بن جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل اسلام کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم وشعور کا نور عطا فرمائے، آمین۔

غیر مسلموں کے پاس جانے والوں کا حکم

اسلام کے دعویدار کچھ لوگوں کی ضعیف الاعتقادی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی حاجت بر آری کے لئے ہندو اور عیسائی عاملوں کے پاس جانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ خود سوچیے! جو شخص قرآن و

---

[231] (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۳۵، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۹۰۴، مسند احمد، رقم الحدیث: ۹۵۳۲، مستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۱۵، مشکوٰۃ، رقم الحدیث: ۵۵۱، الدر المنثور، ج ۱، ص ۲۵۰)

[232] (مسلم، رقم الحدیث: ۵۸۲۱)

سنت کو چھوڑ کر کفر کی طرف جائے تو کیا اس کا قرآن و سنت پر ایمان رہا؟ یاد رہے کہ "كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلىٰ اَصْلِهٖ" (ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) لہٰذا جو لوگ کافروں کے پاس جا کر اپنی مشکلات کے حل کے لئے انتر منتر کراتے ہیں، وہ غور کریں کہ ان کے دل میں کون سی ایسی سوچ آئی جس نے انہیں قرآن و حدیث سے ہٹا کر کفر کے دروازے پر پہنچا دیا؟ آخر ان لوگوں کو کفار کے پاس جا کر کیا حاصل ہوتا ہے؟ کفار جادو کا سہارا لیتے ہیں اور جادو کفر ہے، لہٰذا ان کے پاس جانے والوں کو کفر ہی ملے گا کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ "كُلُّ اِنَاءٍ يَّنْضَحُ بِمَا فِيْهِ" (ہر برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہو) خود غور کیجیے کہ ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں کفر کے سوا اور کیا ہے؟

خیال رہے کہ اوپر جن کاہنوں، نجومیوں اور جادوگروں کا ذکر ہوا، وہ سب کافر ہی ہیں، اگرچہ خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوں۔ بعض ایسے لوگ جو مساجد کے امام اور خطیب ہیں یا وہ ایک عرصہ تک امام و خطیب رہے اور بعد میں وہ اس دھندے میں پڑ گئے۔ سو وہ بھی اگر فال نکالتے ہوں اور غیب دانی کے مدعی ہوں، یا دھوؤں، موم بتیوں، مورتیوں، گڑیوں اور ہانڈیوں وغیرہ کے چکر کی آڑ لے کر عامۃ الناس کی جیبیں صاف کرتے ہوں تو ان میں اور غیر مسلموں میں کیا فرق ہے؟

سچ پوچھیۓ تو اسلامی جبوں قبوں میں اسلامی وضع قطع رکھنے والے یہ لوگ اگر شعبدہ بازی نہ کرتے تو سادہ لوح اہلِ اسلام ہندوؤں اور عیسائیوں کے پاس ہرگز نہ جاتے۔ دراصل لوگوں نے جب دیکھا کہ طریقۂ واردات دونوں (ہندو، عیسائی اور نام نہاد مسلم) کا یکساں ہے تو انہوں نے باور کر لیا کہ جب دونوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں تو ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس جانے میں کیا مضائقہ ہے؟ معاذ اللہ!

کیا قرآن و سنت میں کوئی تاثیر نہیں ہے؟

ایسے لوگ جن کا قرآن و سنت کے ساتھ تعلق رہا ہو اور اب وہ ہندوانہ اور جاہلانہ ایسی شعبدہ بازیوں سے اپنا کام چلا رہے ہوں ان سے ہماری اپیل ہے کہ خدارا یہ دھندا فوراً ترک کر دیں، اور لوگوں کو قرآن و حدیث کا فیض پہنچائیں، یقین جانیئے! قرآن و سنت میں ہر مشکل کا حل اور ہر بیماری کا علاج ہے۔

فصل در بیان

دم اور تعویذ کی اُجرت کی شرعی حیثیت

سوال: دَم کرنے اور تعویذ دینے کی اجرت قبول کرنا یا وصول کرنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ اُجرت قبول کرنا اور وصول کرنا دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ اس اجمال کی تفصیل میں پہلے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں بعد میں محدثین کی تشریحات پیش کی جائیں گی۔

حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حدیث گزشتہ صفحات میں متعدد حوالہ جات کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اس کو ایک مرتبہ پھر "دم کرنے کے بارے میں بعض صحابہ کا اجتہاد اور حضور کی تائید" کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرما لیجیۓ۔ یہاں اس حدیث کو دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ محدثین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث پر جو عنوانات قائم کئے ہیں انہیں یہاں لکھا جاتا ہے۔ قارئین کرام نے اگر ان عنوانات میں غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائی تو زیر بحث مسئلہ خود بخود سمجھ آ جائے گا۔

حدیثِ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم کردہ ابواب سے دم اور تعویذات کی اُجرت پر دلیل

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پریوں باب قائم کیا ہے:

باب ما يعطى في الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب۔[233]

سورۃ الفاتحہ پڑھ کر عربوں پر پھونکنا اور اس کی اجرت لینا۔[234]

دوسرے مقام پریوں باب قائم فرمایا ہے:

باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم۔[235]

باب، اگر منتر پڑھنے والا کچھ بکریاں لینے کی شرط کرے۔[236]

مسلم شریف میں یوں باب قائم کیا گیا ہے:

باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار۔[237]

قرآن واذکار کے ساتھ دم کرکے اجرت لینے کے جواز پر باب۔

چونکہ دم اور تعویذ کا تعلق طب روحانی سے بھی ہے، اس لئے امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل الفاظ سے باب قائم فرمایا ہے:

بَابٌ فِي كَسْبِ الْأَطِبَّاءِ۔[238]

طبیبوں کی کمائی کے بیان میں باب۔

---

[233] (بخاری، ص ۳۶۳)

[234] (ترجمہ از وحیدالزماں، تیسیر الباری، ج۳، ص ۳۲۰)

[235] (بخاری، ج۵، ص ۲۱۶۶، الناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت)

[236] (ترجمہ از علامہ وحیدالزماں، تیسر الباری، ج۷، ص ۵۰۱)

[237] (صحیح مسلم، ص ۹۷۵)

[238] (سنن ابی داؤد، ص ۳۵۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں باب قائم فرمایا ہے:

باب ما جاء في أخذ الاجر على التعويذ۔[239]

تعویذ پر اجرت لینے کے بارے میں باب۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

بَابُ أَجْرِ الرَّاقِي۔[240]

دم کرنے والوں کی اُجرت کے بیان میں باب۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ذكر باباحة اخذ الراقی الاجرة على رقيته التي وصفناها۔[241]

دم کرنے والے کا دم کرنے پر اجرت وصول کرنے اور اس کے مباح ہونے کا ذکر۔

آپ نے درج ذیل الفاظ میں بھی عنوان قائم کیا ہے:

ذكر الاباحة للمرء اخذ الاجرة المشترطة فی البداية على الرقى۔[242]

دم کرنے پر پہلے سے طے شدہ اُجرت وصول کرنے کی اباحت کے ذکر میں۔

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

رقى اللديغ بفاتحة الكتاب و شفاءه و اخذه العوض على الرقیٰ۔[243]

بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر سورۂ فاتحہ دم کرنا اس کا شفاء ہونا اور اس پر دم پر معاوضہ وصول کرنے کا بیان۔

---

239 (سنن ترمذی، ص ۴۷۴)

240 (سنن ابن ماجہ، ج۳، ص ۱۵)

241 (الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، ج۷، ص ۶۳۶)

242 (الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، ج۷، ص ۶۳۷)

243 (المستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۶۲۲)

اس حدیث پر قائم کردہ عنوانات اور دیگر تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔[244]

ائمہ محدثین کے قائم فرمودہ ان عنوانات اور ابواب سے یہ بات روزروشن سے بھی زیادہ عیاں ہوجاتی ہے کہ دم کرنے اور تعویذات دینے پر اجرت، ہدیہ یا فیس قبول کرنا اور وصول کرنا جائز ہے۔

اسی حقیقت کو اب اس حدیث کی شرح کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح کی روشنی میں دم اور تعویذات کی اجرت کا جواز

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وفيه جواز أخذ الأجرة على الرقية والطب وعلى تعليم القرآن، وهو قول مالك وأحمد والشافعي وأبي ثور وإسحاق، وجماعة من السلف وأهل العلم. ومنعه أبو حنيفة وأصحابه في تعليم القرآن، وأجازوه في الرقية۔[245]

اس حدیث میں دم، طب اور تعلیم قرآن پر اجرت وصول کرنے کا جواز موجود ہے اور یہ امام مالک، امام احمد، امام شافعی، امام ابوثور، امام اسحاق بن راھویہ اور اسلاف اور اہل علم کی ایک جماعت کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع فرمایا ہے اور دم کرنے کی اجرت کو جائز رکھا ہے۔

---

[244] (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۰۸۶۸، مسند احمد، ج۳، ص ۱۰ نیز طبع جدید رقم الحدیث: ۱۱۰۸۵، مسند عبد بن حمید، رقم الحدیث: ۸۶۷، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۲۳۵۷۷، سنن دارقطنی، رقم الحدیث: ۳۰۱۵ تا ۳۰۱۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۰۷۹، ۶۰۸۰، مستدرک، رقم الحدیث: ۲۰۹۸، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۲۳۶۶، عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم الحدیث: ۶۳۶، نیل والاوطار، رقم الحدیث: ۲۳۷۷)

[245] (اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج۷، ص ۱۰۷)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

هذا تصريح بجواز اخذ الاجرة على الرقية بالفاتحة والذكر وانها حلال لا كراهة فيها۔

یہ صراحت ہے اس بات پر کہ سورۂ فاتحہ اور ذکر کے ذریعے دم کر کے اجرت وصول کرنا جائز ہے اور بے شک یہ حلال ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اس سے آگے امام نووی نے قاضی عیاض کی طرح لکھا ہے۔[246]

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے ایک مقام پر امام نووی کی طرح لکھا ہے۔[247]

اور وہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وفيه جواز الرقية وبه قالت الأئمة الأربعة وفيه جواز أخذ الأجرة۔[248]

اس حدیث میں دم کرنے کا جواز موجود ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا قول ہے اور اس میں اجرت وصول کرنے کا جواز بھی موجود ہے۔

اب اگلی عبارات نقل کرنے سے قبل بعض زائغین کی اس حدیث پر بے جا تاویلات کا ذکر کیا جاتا ہے، پھر محدثین کی عبارات پیش کی جائیں گی تاکہ ان تاویلاتِ فاسدہ کو عباراتِ محدثین کی روشنی میں پرکھا جا سکے۔

---

246 (شرح صحیح مسلم للنووی، ج ۱۴، ص ۴۱۰)

247 (عون المعبود، ج ۹، ص ۲۰۷)

248 (عون المعبود، ج ۱۰، ص ۲۸۰)

اس حدیث پر بعض زائغین کی تاویلات فاسدہ

بعض زائغین نے مکمل حدیث لکھنے کے بعد کہا:

"یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اور اس خاص موقع پر صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان قبیلہ والوں سے اجرت کا معاملہ صرف ان کی بے مروتی سے ناراض ہونے کی وجہ سے کیا تھا کیونکہ اس روایت کے علاوہ پورے سرمایۂ حدیث میں ایک صحیح روایت بھی ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ کبھی اور بھی کسی صحابی نے ایسی اجرت لی ہے۔ رہی خارجہ بن الصلت کی روایت تو خود خارجہ ضعیف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ٹھیٹھ اجرت کا معاملہ ہے بھی نہیں کیونکہ اگر یہ بھیڑیں اجرت میں دی گئی تھیں تو یہ صرف دم کرنے والے کی اجرت تھیں۔ ان کا تقسیم کیا جانا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنا حصہ نکالنے کے لئے کہنا، اجرت کے معاملے میں تو بہر حال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس روایت سے اجرت کا جواز نکالنا صحیح نہیں ہے۔ دراصل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تالیفِ قلب کے لئے تھا۔ کیونکہ ایسی جگہ پر جہاں کھانے پینے کی چیزیں دستیاب نہ ہو رہی ہوں ایک قبیلہ کا مہمان نوازی سے انکار کر دینا سخت خطرناک نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ ایسے غیر معمولی حالات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے یہ بات کہی تاکہ قبیلہ والوں نے جو انہیں کھلایا پلایا تھا اُس پر اُن کا دل نہ کُڑھے ورنہ عام حالات میں قرآن پر اُجرت لینے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے"۔[249]

---

[249] (تعویذ گنڈا شرک ھے، ص ۱۴)

۱۔اس عبارت میں اس بات پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ قبیلہ والوں کی بے مروتی سے ناراض ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُجرت لی تھی۔

۲۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ پورے سرمایۂ حدیث میں اس کے علاوہ اور کوئی حدیث ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ کبھی اور بھی کسی صحابی نے ایسی اُجرت لی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ رہی خارجہ بن الصلت کی روایت تو خود خارجہ ضعیف ہے۔

۴۔ چوتھی بات یہ کہی گئی ہے کہ یہ ٹھیٹھ اجرت کا معاملہ ہے بھی نہیں، کیونکہ اگر یہ بھیڑیں اجرت میں دی گئی تھیں تو یہ صرف دم کرنے والے کی اجرت تھیں۔ ان کا تقسیم کیا جانا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنا حصہ نکالنے کے لئے کہنا اُجرت کے معاملے میں تو بہر حال نہیں ہو سکتا۔

۵۔ پانچویں بات یہ کہی گئی ہے کہ دراصل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تالیف قلب کے لئے تھا۔

ان تمام باتوں کا بالترتیب جواب ملاحظہ ہو!

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کوئی فرض تو نہیں تھا کہ وہ ان کا علاج کریں۔ اگر دم کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فرض ہوتا تو وہ اجرت کے مستحق نہ ہوتے، کیونکہ انسان کے ذمہ جو چیز فرض ہو اُسے اُس نے ہر حال میں نبھانا ہوتا ہے، اور نہ ہی گاؤں والوں پر اُن کی میزبانی کرنا ضروری تھی۔ انہوں نے بے مروتی کا مظاہرہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے دم کرنے کی اجرت وصول فرمالی۔ چوتھے اعتراض کا جواب بھی یہی ہے کہ اگر وہ اجرت نہیں تھی تو کیا

ڈاکہ تھا، رشوت تھی، بھتہ تھا یا تاوان تھا؟ اگر ان میں سے کوئی چیز ہوتی تو دم کئے بغیر بھی ہتھیائی جا سکتی تھی، اس کے لئے دم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۲۔ اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں جو عنقریب آرہی ہیں۔

۳۔ یہ بعض زائغین نے سراسر جھوٹ بولا ہے۔ خارجہ بن صلت ضعیف نہیں ہے۔ تفصیل خارجہ بن الصلت کی حدیث کے بعد ملاحظہ کریں۔

۴۔ چوتھے اعتراض کا جواب پہلے جواب میں موجود ہے۔

۵۔ تالیف قلب کی کیا ضرورت تھی، نبی کا منصب اینچ پینچ سے کام چلانا نہیں ہوتا۔ حلال و حرام کا معاملہ ہو اور نبی اینچ پینچ سے کام لے؟ معاذ اللہ، کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یوں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ مجبوری کے عالم میں یہ معاملہ تمہارے لئے جائز تھا لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا۔ جو ذات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہ کرے اس کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ اس نے ناجائز چیز کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ اس میں میرا حصہ لگاؤ، صریح گستاخی ہے۔

یہ ہیں بعض زائغین کے افکارِ خبیثہ، ہمارے لئے محدثین اور سلف صالحین کے افکار طیبہ اور اقوال واضحہ ہی کافی حجت ہیں۔

چنانچہ امام ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ "خذوا منهم واضربوا الی معکم بسهم" (لے لو اور میرا حصہ بھی نکالو) کے تحت لکھتے ہیں:

بيان للحكم بالقول، وتمكين له بالعمل؛ إذ لم تكن له حاجة لذلك السَّهم إلا ليبالغ في بيان أن ذلك من الحلال المحض؛ الذي لا شبهة فيه، فكان ذلك أعظم دليل لمن يقول

بجواز الأجرة على الرُّقى والطب . وهو قول مالک ، والشافعي ، وأبي حنيفة وأصحابه ، وأحمد، وإسحاق، وأبي ثور، وجماعة من السَّلف والخلف۔[250]

اس قول سے اس اجرت کی حلت بیان کرنا مقصود ہے اور عمل کے ساتھ اس کی مضبوطی ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حصہ کی ضرورت نہیں تھی، مگر آپ نے مبالغہ کے ساتھ فرمایاہے کہ یہ اجرت محض حلال ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پس یہ حدیث ان لوگوں کی سب سے بڑی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ دم اور طب پر اجرت لینا جائز ہے۔ یہ امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ، آپ کے اصحاب، امام احمد، امام اسحاق بن راھویہ، امام ابو ثور اور متقدمین ومتأخرین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

امام ابن العربی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وطلب هؤلاء القوم حقهم فى الرقية بما يجوز لهم (الثانية) أن الرقية لم تلزمهم ولو كانت واجبة لما جاز أن يأخذوا عليها جعلا۔[251]

امام ابن حجر عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی اور علامہ سندھی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کے تحت نہایت واضح الفاظ میں تعویذات کی اُجرت وصول کرنے کو جائز ثابت کیاہے۔[252]

قاضی شوکانی غیر مقلد اس حدیث سے مستنبط شدہ فوائد شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجواز طلب الهدية ممن يعلم رغبته في ذلک وإجابته إليه۔[253]

---

250 (المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، ج۵، ص۵۸۷، ۵۸۸)

251 (عارضة الأحوذى، ج۸، ص۱۶۶، ۱۶۷)

252 (فتح البارى، ج۵، ص۲۱۴، عمدة القارى، ج۱۲، ص۹۶ وص، ۱۰۱، ارشاد السارى، ج۵، ص۲۴۲، شرح سنن ابن ماجه، ج۳، ص۱۶)

253 (نيل الاوطار، ج۵، ص۳۸۰)

اس حدیث میں اس شخص سے ہدیہ طلب کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے جو ہدیہ پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو۔

علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے منتر کرنے کا جواز اور اس پر اجرت لینے کا جواز معلوم ہوا۔ یہی قول ہے ائمہ اربعہ کا، لیکن وہی منتر مراد ہے جس میں شرک اور کفر کے الفاظ نہ ہوں"۔[254]

تعویذات کی اجرت پر علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح

علامہ ذہبی علم و عمل میں ایک مسلمہ شخصیت ہیں، خصوصاً علم اسماء الرجال میں ان کا لوہا مانا جاتا ہے۔ بعض زائغین نے بھی ان کی ادھوری عبارات سے استدلال کیا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں ان کی رائے نقل کرنا مناسب ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وفی اخذھم القطیع دلیل علی اخذ الاجرۃ علی الطب و الرقی ویؤیدہ قولہ علیہ الصلاۃ و السلام اضربو الی معکم بسھم۔[255]

بکریوں کی ٹکڑی وصول کرنے میں طب اور دم پر اجرت وصول کرنے کی دلیل ہے اور اس کی تائید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس میں تم اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

بعض زائغین کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ اجرت نہیں تھی، اگر اجرت ہوتی تو وہ صرف دم کرنے والے شخص کا حق تھا، اسے تقسیم کیوں کیا گیا؟

---

254 (حاشیہ سنن ابی داؤد، ج۳، ص ۲۰۶، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار، لاھور طبع بار اول ۱۴۰۷ھ)

255 (الطب النبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ص ۲۳۸)

اس کے جواب میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قسموا القطیع بمرضاة الراقي تبرعاً. في خبر مفسرٍ: أن الراقي هو أبو سعید الخدري راوي الحدیث، وقد بوب علیه الترمذي في جامعه باب أجرة الطبیب. وبوب علیه أبو داود في سننه باب کسب الطبیب۔[256]

بکریوں کی ٹکڑی کو تبرعًا (احسانًا) دم کرنے والے شخص کی رضا سے تقسیم کیا گیا۔ ایک حدیث میں واضح ہے کہ دم کرنے والے خود ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو کہ راویٔ حدیث ہیں۔ امام ترمذی نے اس پر اپنی "جامع" میں "طبیب کی اجرت کا باب" قائم کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" میں "طبیب کی کمائی کا باب" قائم کیا ہے۔

بکریوں کی اس تقسیم کو دم کرنے والے کی جانب سے تبرع اور احسان قرار دینے کا قول اکثر علماء کرام نے کیا ہے۔ مثلاً قاضی عیاض، امام نووی، امام قسطلانی اور غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ۔ یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اس میں ہے کہ جب دم کرنے والا شخص دم کرنے کے معاوضہ میں بکریاں لے آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا "اخذت علی کتاب اللہ اجرًا" (کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اجرت لے لی؟) حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ طیبہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں بایں الفاظ شکایت کی:

یا رسول الله أخذ علی کتاب الله أجرا، فقال رسول الله -صلی الله علیه وسلم-: إن أحق ما أخذتم علیه أجرا کتاب الله۔[257]

---

[256] (الطب النبوی للذهبی، ص ۲۳۸)

[257] (بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۳۷، سنن دار قطنی، رقم الحدیث: ۳۰۱۹، ۳۰۲۰، شرح السنة، ج ۳، ص ۲۴۷، نیل الاوطار، رقم الحدیث: ۲۳۷۶)

یہ حدیث اپنے معنی میں اس قدر واضح ہے کہ کسی قسم کی تشریح کی حاجت نہیں۔

دم اور تعویذ کی اجرت کے جواز پر دوسری حدیث

امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ أَهْلُهُ: إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ؟ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَبَرَأَ، فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: هَلْ إِلَّا هَذَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هَذَا؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ «خُذْهَا فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ۔[258]

خارجہ بن الصلت تمیمی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ پھر واپس ہوئے تو ان کا ایک قوم پر گزر ہوا۔ جن کے ہاں ایک مجنوں شخص لوہے کی زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ اس کے گھر والوں نے کہا: بے شک تمہارے یہ صاحب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خیر کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے تم اس مریض کا علاج کرو؟ تو میں نے اس پر سورۃ الفاتحہ دم کی تو وہ بیماری سے بری ہو گیا۔ اس پر انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس کے سوا کچھ اور پڑھا تھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: لے لو، مجھے میری زندگی کی قسم! تم نے بلاشبہ برحق دم کے ذریعے کھایا۔

---

[258] (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۹۶، ۳۴۲۰، ۳۹۰۱)

امام ابو داؤد کے علاوہ یہ حدیث امام نسائی، امام ابن حبان، امام احمد، امام حاکم، امام بیہقی، قاضی شوکانی اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر ہے۔[259]

مندرجہ بالا روایات میں سے اکثر میں ہے کہ انہوں نے صبح و شام تین روز دم کیا، نیز اکثر روایات میں ''خُذْھَا'' (وہ بکریاں لے لو) کی بجائے ''کُلْ'' (کھاؤ) کے الفاظ ہیں۔ محدثین فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ الفاظ توجہ کے مستحق ہیں ''فقد اکلت برقیۃ حق'' (تم نے برحق دم کے ذریعہ کھایا) حالانکہ انہوں نے وہ بکریاں استعمال نہیں کی تھیں۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ''خُذْھَا'' (لے لو) اور ''کُلْ'' (کھاؤ) کے الفاظ بھی استعمال فرمائے، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے وہ بکریاں ابھی تک استعمال نہیں کی تھیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ماضی کے الفاظ کیوں استعمال فرمائے؟ ان الفاظ کی محدثین نے بہترین توجیہ فرمائی ہے۔ امام ابن حبان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذْهَا" أَرَادَ بِهِ جَوَازَ ذَلِکَ الشَّيْءِ الْمَأْخُوذِ مَعَ جَوَازِ اسْتِعْمَالِهِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ، لِأَنَّ الشَّاءَ أَخَذَهَا الرَّاقِي قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَأَلَ بَعْدَ ذَلِکَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذْهَا" أَرَادَ بِهِ جَوَازَ فِعْلِ الْمَاضِي وَالْمُسْتَقْبَلِ مَعًا۔[260]

جو اجرت لی گئی آپ کے ارشاد ''خذھا'' سے اس کا جواز بیان کرنا مقصود ہے۔ مستقبل میں استعمال کے جواز کے ساتھ، کیونکہ دم کرنے والے شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

---

[259] (سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۰۸۷۱، صحیح ابن حبان، ج۷، رقم الحدیث: ۶۰۷۷، ۶۰۷۸، مسند احمد، ج۵، ص ۲۱۱، طبع قدیم و طبع جدید، ج۷، رقم الحدیث: ۲۲۱۷۹، ۲۲۱۸۰، المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۲۰۹۹، شعب الایمان، ج۲، ص ۴۴۹، رقم الحدیث: ۲۳۶۵، نیل الاوطار، رقم الحدیث: ۲۳۷۸، ج۵، ص ۳۹۰، ھبۃ الرحمان الرحیم للمخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی، ص ۲۵)

[260] (صحیح ابن حبان، ج۷، ص ۶۳۷)

وسلم کے پاس حاضر ہونے سے پہلے بکریاں لے لی تھیں، پھر اس نے آپ سے بعد میں مسئلہ پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے "**خذها**" کے لفظ سے اس پر ماضی اور مستقبل دونوں کے جواز کا ایک ساتھ اظہار فرمایا۔

اہل حدیث کہلانے والے مصنف شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

وإنما أتى بالماضي في قوله أكلت بعد قوله كل دلالة على استحقاقه وأنه حق ثابت وأجرته صحيحة۔ [261]

آپ نے اپنے قول "**کُلُ**" (کھاؤ) کے بعد "**اَکَلْتَ**" (تم نے کھایا) ماضی کا لفظ استعمال فرمایا۔ یہ اسلوب دم کرنے والے کے استحقاق پر دلالت کرتا ہے، بے شک یہ ثابت حق اور صحیح اجرت ہے۔

خارجہ بن الصلت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی صحت

منکرین کے لئے اس حدیث کی صحت میں مندرجہ ذیل صرف ایک ہی شہادت کافی ہے۔ مشہور غیر مقلد مصنف قاضی شوکانی لکھتا ہے:

حديث خارجة أخرجه أيضا النسائي، وسكت عنه أبو داود والمنذري، ورجال إسناده رجال الصحيح إلا خارجة المذكور وقد وثقه ابن حبان وأخرجه أيضا ابن حبان والحاكم وصححاه۔ [262]

حدیث خارجہ کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور امام منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے، اس کی سند کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، ماسوا خارجہ مذکور کے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔

---

261 (عون المعبود، ج۹، ص۲۰۸)

262 (نیل الاوطار، ج۵، ص۳۸۰)

بعض زائغین نے بلا دلیل اور بلا حوالہ حضرت خارجہ کو ضعیف لکھا تھا لیکن حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خارجہ بن الصلت مقبول ہے۔[263]

امام ابو داؤد، امام منذری، امام ابن حبان، امام حاکم، امام ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ اور قاضی شوکانی کی توثیق کے بعد بعض زائغین (کیپٹن عثمانی) کے قول کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

دم اور تعویذ کی اجرت کے جواز پر تیسری حدیث

امام ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں:

عن قيس بن أبي حازم قال أتى رسول الله صلى الله عليه و سلم رجل فقال إني رقيت فلانا و كان به جنون فأعطيت قطيعا من غنم و إنما رقيته بالقرآن فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم من أخذ برقية باطل فقد أخذت برقية حق۔[264]

قیس بن ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے فلاں کو دم کیا، اسے جنون تھا۔ مجھے اس کے عوض بکریوں کا ایک ریوڑ دیا گیا۔ میں نے اسے فقط قرآن سے دم کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے باطل دم پر اجرت حاصل کی، تم نے بلاشبہ جائز دم پر اجرت لی۔

دم اور تعویذ کی اجرت کے جواز پر چوتھی حدیث

امام ابن ابی شیبہ حضرت یعلیٰ بن مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلا، ہمارا بعض راستوں میں ایک عورت

---

263 (تقریب التهذیب، ج ۱، ص ۱۴۷)

264 (مصنف ابن أبی شیبة، ج ۵، ص ۴۸، رقم الحدیث: ۲۳۵۷۸)

کے قریب سے گذر ہوا، جو بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے اس بچے کے ساتھ کوئی بلا (آسیب وغیرہ) ہے اور اس کی وجہ سے (اس کے ساتھ) ہم بھی رنج میں ہیں۔ میں نہیں جانتی اس پر دن میں کتنی بار حملہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بچہ مجھے پکڑاؤ۔ اس نے بچے کو آپ کی طرف کیا۔ آپ نے بچے کو اپنے اور اس کے درمیان رکھا، پھر اس کا منہ کھول کر اس میں تین مرتبہ پھونک ماری اور فرمایا: بِسۡمِ اللّٰہِ، اَنَا عَبۡدُ اللّٰہِ، اِخۡسَ عَدُوَّ اللّٰہِ پھر بچہ عورت کو پکڑا دیا اور ارشاد فرمایا: واپسی پر اسی مقام پر ہم سے ملاقات کرنا اور بتلانا کہ تمہارے بچے کا کیا ہوا۔ حضرت یعلیٰ کہتے ہیں: پھر ہم چلے گئے اور دوبارہ جب واپس آئے تو وہ عورت وہاں موجود تھی اور اس کے ساتھ تین بکریاں تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بچے کا حال سناؤ! اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، ہم نے تب سے اب تک کوئی تکلیف محسوس ہی نہیں کی۔ آپ یہ بکریاں قبول فرمائیں! آپ نے مجھے فرمایا: تم اترو اور ان میں سے ایک بکری لے لو، باقی واپس کر دو۔[265]

فائدہ: خارجہ بن الصلت کے چچا کا نام محدثین نے "علاقہ بن صحار" لکھا ہے۔

بعض زائغین نے دعویٰ کیا تھا کہ "پورے سرمایۂ حدیث میں اس (خارجہ بن صلت کی حدیث) کے علاوہ اور کوئی حدیث ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ کبھی اور بھی کسی صحابی نے ایسی اجرت لی ہے"۔ الحمد للہ! ہمیں اس پر چار احادیث دستیاب ہو گئیں اور خارجہ بن صلت کی حدیث کی صحت بھی ثابت ہو گئی۔

---

265 (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۵، ص ۴۸، رقم الحدیث: ۲۳۵۷۹)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس جواز سے کوئی شخص ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے، مجھے اور تمام اہل اسلام کو ہر معاملہ میں افراط و تفریط سے محفوظ رکھے۔ آمین!

(انوار العرفان فی اسماء القرآن)

نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمي النیسابوري اپنی کتاب تفسیر نیسابوری میں لکھتے ہیں:

روي أن فرعون قبل أن ادعى الإلهية قصد أو أمر أن يكتب باسم الله على بابه الخارج، فلما ادعى الإلهية وأرسل الله إليه موسى ودعا فلم ير به أثر الرشد قال: إلهي كم أدعوه ولا أرى به خيرا، فقال تعالى: يا موسى لعلك تريد إهلاكه، أنت تنظر إلى كفره وأنا أنظر إلى ما كتبه على بابه. والنكتة أن من كتب هذه الكلمة على بابه الخارج صار آمنا من الهلاك وإن كان كافرا ايضًا أن نوحا صلى الله عليه وسلم لما ركب السفينة قال: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٰاها وَمُرْساها [هود: 41] فنجا بنصف هذه الكلمة، فما ظنك بمن واظب على الكلمة طول عمره كيف يبقى محروما عن النجاة؟ وايضًا لما نزلت بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم على إبراهيم عليه السلام فتلاها وهو في كفة المنجنيق فجعل الله عليه النار بردا وسلاما۔[266]

یہاں پر ہم چند تعویذات پیش کرتے ہیں:

برائے پیٹ درد

یہ تعویذ لکھ کر پلائیں:



---

[266] (تفسیر نیسابوری، ص ۲۹)

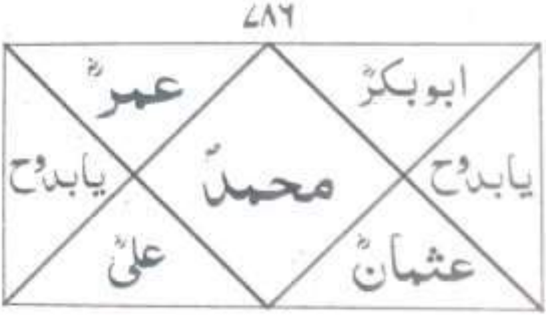
برائے ناف

یہ نقش لکھ کر مریض کے دائیں بازو پر باندھیں۔ ان شاء اللہ ناف اپنے مقام پر آجائے گی۔

یا اللہ یا رحمٰن	یا اللہ یا رحمٰن	یا اللہ یا رحمٰن
یا اللہ یا رحمٰن	مریض کا نام مع نام والدہ	یا اللہ یا رحمٰن
یا اللہ یا رحمٰن	یا اللہ یا رحمٰن	یا اللہ یا رحمٰن

برائے دانت درد

یہ تعویذ درد والے دانتوں کے درمیان رکھیں۔



برائے یرقان

یہ تعویذ لکھ کر یرقان والے مریض کے گلے میں باندھیں۔



برائے آدھے سر کا درد

آدھے سر کے درد کے لئے یہ تعویذ درد والے حصے پر باندھیں۔

۷۸۶

یا محمد ﷺ	یا محمد ﷺ	یا محمد ﷺ
یا محمد ﷺ	یا محمد ﷺ	یا محمد ﷺ
یا محمد ﷺ	یا محمد ﷺ	یا محمد ﷺ

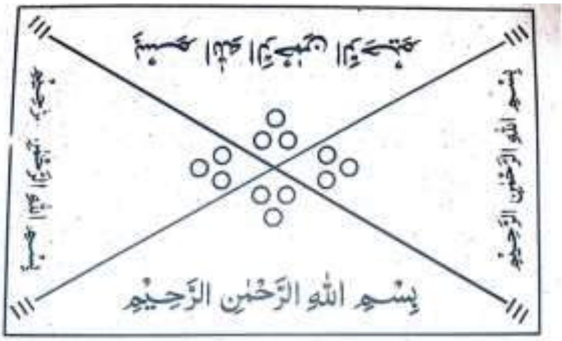
برائے سر درد

یہ لکھ کر سر پر باندھیں:

یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج
یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج
یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج
یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج	یا اللہ ج

برائے سر درد

آدھے سر کے درد کے لئے یہ تعویذ لکھ کر باندھیں:



برائے بخار ہر قسم

ہر قسم کے بخار کے لئے یہ تعویذ لکھ کر مریض کے گلے میں پہنادیں:

یا آدم علیہ السلام	یا حوا رضی اللہ عنہا	یا علی رضی اللہ عنہ	یا فاطمہ رضی اللہ عنہا
یا محمد ﷺ	یا عائشہ رضی اللہ عنہا	یا یوسف علیہ السلام	یا زلیخا رضی اللہ عنہا
یا صدیق رضی اللہ عنہ	یا عمر رضی اللہ عنہ	یا عثمان رضی اللہ عنہ	یا علی رضی اللہ عنہ
یا جبریل علیہ السلام	یا میکائیل علیہ السلام	یا اسرافیل علیہ السلام	یا عزائیل

برائے بخار

جس شخص کو بخار کے ساتھ سردی بھی معلوم ہوتی ہو یہ نقش لکھ کر اس کے بازو پر باندھیں انشاء اللہ بخار اور جاڑا جاتا رہے گا:

۷۸۶

۵۶۹	۵۶۲	۵۶۷
۵۶۴	۵۶۶	۵۶۸
۵۶۵	۵۷۰	۵۶۳

برائے بخار

بخار والے مریض کو لکھ کر دیں۔ عورت بائیں بازو پر جبکہ مرد دائیں بازو پر باندھے، گلے میں بھی ڈالا جاسکتا ہے:

قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم اعوذ باللہ
من شر کل عرق نعار و من شر حر النار اللہ شافی

برائے بخار

مندرجہ ذیل آیات لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں:

كٓهٰيٰعٓصٓ ۞ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۞ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۞ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۞ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اور یہ تعویذ پینے کے لیے دیں۔ روزانہ تین عدد تین یا سات دن تک۔

اللّٰہ اللّٰہ

یا محیط

اللّٰہ

ہر قسم کی الرجی، جلدی بیماری کے لئے

یہ تعویذ پینے اور نہانے کے لئے دیں۔ مگر نہانے والے پر ۷۸۶ نہ لکھیں۔ دن میں جتنی مرتبہ نہانا ہو اتنے تعویذ استعمال کریں۔ کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ اکتالیس دن تک استعمال کرائیں:

۷۸۶

ل	ل	ل	ل	ل
ل	ل	ل	ل	ل
ل	ل	ل	ل	ل
ل	ل	ل	ل	ل
ل	ل	ل	ل	ل

اولاد نہ ہونا

اکتالیس عدد لونگ لیں، باوضو ہو کر یہ آیت ہر لونگ پر سات سات بار پڑھ کر دم کریں:

أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ (النور ۴۰)

رات سوتے وقت دونوں میاں بیوی ایک ایک لونگ کھائیں اور پانی نہ پیئیں۔ ماہواری سے پاک ہو کر یہ عمل شروع کریں اور روزانہ مشغول وظیفہ ہوں۔ اللہ پاک کے حکم سے حمل ہو گا۔

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ تعویذ بنانے یا لکھنے اور دم کرنے پر اجرت لینا، اس طرح قرآن پاک کے ختم پر اکل و شرب اور پیسے لینا بالکل جائز ہے، اور اس سے انکار کرنے والا پکا وہابی ہے۔

مفتی اعظم خیبر پختونخواہ مفتی شائستہ گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

فصل دربیان

الاکل والشرب بعد ختم القرآن کا اثبات

قرآن خوانی کے بعد کھانا کھلانا

اور صاحب خانہ کا قرآن کریم ختم کرنے والوں کی نقدیات کی صورت میں خدمت کرنا

وجہ اول

ابن تیمیہ (اور اس کے حواری) اہل سنت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کریم کرکے اس پر اجرت لینا نہ تو خلفاء راشدین کے دور میں تھا اور نہ

آئمہ اربعہ سے اباحت کا ذکر۔ نیز علماء نے کہا ہے کہ اجرت پر قرآن کریم پڑھنے والا خود اجر سے محروم ہے۔تو مرحومین کو ایصال ثواب کا کیا فائدہ ہے۔

لہٰذا اجرت دینے والا، اور اجرت لینے والا دونوں ہی گنہگار ہیں۔

ابن تیمیہ الحرانی کے مندرجہ بالا اعتراضات، میں نے شامی کے مختلف مقامات سے جمع کر کے تلخیصاً بیان کر دیئے ہیں۔

آیئے اب میں مندرجہ بالا اعتراضات کا جواب دیتا ہوں۔

جواب

ابن تیمیہ الحرانی کے مندرجہ بالا اعتراضات کئی وجوہ کی بناء مردود ہیں۔

میں ابن تیمیہ الحرانی کے اقوال کا رد قرآن کریم کی آیات واحادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء انام کے اقوال سے کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآن کریم کی آیات و احادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء انام کے اقوال سے جہاں میں ابن تیمیہ الحرانی کا رد بلیغ کروں گا انشاء اللہ اس کے ساتھ ہی وہ عادت مستمرہ جو مسلمانوں میں آج تک رائج ہے کا ثبوت بھی دوں گا۔

جواب سے قبل عادت مستمرہ جو مسلمانوں میں رائج ہے اس کی وضاحت ذکر کروں۔

عادت مستمرہ

عادت مستمرہ جو مسلمانوں میں رائج ہے۔اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

- جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے۔
- یا کوئی مسلمان وفات پا جائے۔
- یا من جانب اللہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔

- یا رمضان کا مہینہ آئے تو ختم قرآن کے لئے۔
- مذکورہ بالا تمام صورتوں میں مسلمانوں کا عمل ہے کہ حفاظ، یا طلبہ کرام کو بلا کر ختم قرآن کریم کروا کر مریض کی صحتیابی کے لئے دعا کرواتے ہیں
- یا آفتوں اور مصائب و آلام کے دفعیہ کے لئے دعا کرواتے ہیں۔
- یا نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد جمیع مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی ہے۔
- یا گھر میں خیر وبرکت کے لئے قرآن خوانی کروا کر دعائیں کروائی جاتی ہیں۔

پھر صاحب خانہ یا اراکین مساجد حفاظ یا طلبہ کی طعام یا نقدیات کی صورت میں خدمت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عادت مستمرہ ہے جو بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں میں رائج ہے جو شرعاً محمود اور اجماع امت کے مطابق ہے۔ نیز یہ عادت مستمرہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء اعلام و مقتدیان انام، ہادیان امت، مصابیح ملت کے اقوال سے ثابت ہے۔

وجہ اول

اس عادت مستمرہ میں مسلمانوں کے لئے فوائد کثیرہ ہیں۔ مثلاً:

(۱) ایک تو صاحب خانہ کو خیرات وصدقات کا موقع میسر آتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ صاحب خانہ داعی الی الخیر ہوتا ہے، جو داعی الی الخیر ہو وہ بھی اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہے۔

حضور پر نُور ﷺ فرماتے ہیں:

الدّالُّ علی الخيْرِ كَفاعِلِه[267]

نیکی بھلائی کا کام کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ وہ نیکی اس نے خود کی۔

(۳) تیسرا یہ کہ صاحب خانہ کے لئے دعا ہوتی ہے۔

(۴) چوتھا تلاوت قرآن ک کریم کے وقت اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی اور اس گھر میں سکون اور اطمینان (رحمت الٰہی کا) نزول ہوتا ہے۔

(۵) نیز یہ طریقہ مسنونہ ہے، اور طریقہ مسنونہ پر عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔

(اچھا طریقہ ہے)

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں:

من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء۔[268]

جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا سو اسے اس کا اجر دیا جائے گا اس کے بعد جس نے اس پر عمل کیا اس کے اجر سے بھی موجد کو اس کا اجر ملے گا سوائے اس کے کہ عامل کے عمل میں کچھ کمی کی جائے (یعنی جو شخص اس رائج کردہ اچھے طریقے پر عمل کرے گا، اسے بھی اجر ملے گا اور اس کے اجر سے اس طریقے کو رائج کرنے والے کو بھی اجر دیا جائے گا، اس انداز سے کہ عامل کے اجر میں کچھ کمی واقع نہ ہو گی۔ مترجم)

---

[267] ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، لسان الميزان٦/١٨٥• [فيه] عمران بن يزيد مولى قريش قال العقيلي: يهم في الحديث •أخرجه الطحاوي في «شرح مشكل الآثار» (١٥٤٨)، و العقيلي في «اضعفاء الكبير» (٣/٣٠٦)، و الطبراني في «المعجم الأوسط» (٢٣٨٤)

[268] صحيح مسلم_1، ج ٢، ص ٧٠٥

میں کہتاہوں کہ جس عمل خیر وکار خیر میں اتنے فوائد ہوں تو وہ یقیناً جائز ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

اما القرآن المجید

قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے دلائل۔ کہ نیک کام پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ دوم

طاعات پر اجرت لینے کی قرآن کریم سے دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هَلۡ جَزَاءُ الۡإِحۡسَانِ إِلَّا الۡإِحۡسَانُ (الرحمٰن ٦٠)

نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

دیکھئے دونوں جانب سے نیکی ہے یعنی طلبہ کا قرآن مجید پڑھنا، یہ بھی نیکی اور صاحب خانہ کی جانب سے حفاظ یا طلبہ دین کی خدمت کرنا یہ بھی نیکی، وہ خدمت کسی بھی صورت میں ہو کھانا کھلانے کی صورت میں ہو یا نقدیات کی صورت میں ہو۔

ثابت ہوا کہ نیکی کے بدلے اچھی جزا سے نوازنا قرآن سے ثابت۔

احسان جانبین سے ہوتا ہے جیسے استاد کا اپنے شاگردوں کو پڑھانا اور شاگردوں کا اپنے استاد سے مروۃ (استاد کا احترام و محبت) تو یہاں بھی جانبین سے احسان یعنی نیکی کا بدلہ ہے۔

ومروۃ المتعلمین فی مجازاۃ الاحسان بالاحسان من غیر شرط۔

اور شاگردوں کی مروۃ (استاد کا ادب و احترام و محبت) کسی شرط کے بغیر ہی بدل ہے۔ یعنی اس احسان کا بدل ہے جو احسان استاذ ان پر کر رہا ہے۔

وجہ سوم

طاعت پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا (الفرقان ۵۷)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے۔

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر صاوی فرماتے ہیں:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى تَبْلِيغِ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا لَكِنْ مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبّه سَبِيلًا طَرِيقًا بِإِنْفَاقِ مَالِهِ فِي مَرْضَاته تَعَالَى فَلَا أَمْنَعهُ۔ المعنی لا اطلب من اموالکم جعلا لنفسی لکن من شآء ان ینفق اموالہ لوجہ اللہ تعالیٰ طلبا لمرضاتہ فلیفعل۔[269]

قولہ (ای قول السیوطی، مترجم) (فی مرضاتہ) ای کا الصدقۃ و انفقۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، صاوی، (الفرقان ۵۷)

فرمادو میں (تبلیغ پر جس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں) تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا (لیکن) جو چاہے، کہ اپنے رب کی طرف راہ لے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو میں اس سے منع نہیں کرتا اس آیت کا معنی یہ ہوا **لا اطلب من اموالکم جعلا لنفسی۔** میں تمہارے اموال میں سے اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتا لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرنا چاہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

---

[269] تفسیر الجلالین، ج ۶، ص ۳۳۳

صاحب تفسیر صاوی فرماتے ہیں کہ صاحب تفسیر جلالین کے اس قول (فی مرضاتہ تعالیٰ) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضاوخوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوئی صدقہ کرے یااللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرے، تو جائز ہے کہ (فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلا دے وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔)

اعتراض

مگر جناب اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کتاب کے بدلے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا٘ وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ (۴۱) وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ ۴۲)

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو، اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ ودانستہ حق نہ چھپاؤ۔

جواب

میں کہتاہوں کہ مفسرین کرام نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے ان کی تفسیر کی روشنی میں آیت مذکورہ بالا سے طاعات پر اجرت لینے کی حرمت کا استدلال قائم کرنا غلط ہے دیکھئے صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔

وذلک أن کعب بن الأشرف ورؤساء الیهود وعلماءهم کانوا یصیبون المآکل من سفلتهم وجهالهم وكانوا یأخذون منهم في كل سنة شیئاً معلوماً من زرعهم وثمارهم ونقودهم وضروعهم فخافوا إن بینوا صفة محمد صلى الله علیه وسلم وتابعوه أن تفوتهم تلک المآکل فغیروا انعته وکتموا اسمه۔

کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤسا و علماءِ یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی قوم کے جاھلوں اور کم عقلوں سے مال وصول کیا کرتے تھے اور ان پر سالانہ کچھ (ٹیکس) مقرر کرتے تھے اور ان رؤسانے ان کے پھلوں اور نقد مالوں میں اپنے حق معین کر لئے تھے، انہیں خدشہ کہ توریت میں جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی جو صفت و نعت ہے اگر ہم وہ صفت و نعت قوم پر ظاہر کریں تو قوم جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے گی، پھر ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو گا، یہ تمام منافع ہاتھ سے جاتے رہیں گے، سو انہوں نے اپنی کتاب میں تغیر و تبدل کر لیا۔ اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی صفت و نعت کو بدل ڈالا، جب لوگ ان سے جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جمیلہ دریافت کرتے تو یہ لوگ (علماءِ رؤسا و یہود) جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کو چھپا لیتے۔[270]

میں کہتا ہوں کہ معترض نے جو اعتراض کیا ہے وہ خود ہی اس میں پھنس گیا، ملاحظہ فرمائیں، مفسرین کی تفسیروں میں دو جملے ہیں۔

جملہ اول

(۱) (ان کعب بن الاشرف و رؤساء الیھود کانوا یعینون الماکل من سلفھم و جھالم و کانوا یاخذون منھم فی کل سنۃ شیئا معلوما من زروعھم و ثمارھم و نقودھم و ضروعھم)

کعب بن اشرف اور رؤسا یہود اپنی قوم کے بے وقوفوں اور جاہلوں سے سالانہ ان کے پھلوں اور نقدیات و دودھ میں سے اپنے متعین کردہ مقدار کے مطابق لیا کرتے تھے۔

ان دونوں عبارتوں میں ان جملوں پر غور کرو:

(۱) (کانوا یعینون الماکل)

---

[270] خازن و معالم و السراج منیر

(۲) (و کانوا یاخذون منهم فی کل سنة شیئا معلوما)

ان دونوں جملوں میں (یعینون اور یاخذون) دونوں فعل مضارع کے صیغے ہیں جو دوام و استمرار پر دلالت کرتے ہیں۔[271]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان دونوں صیغوں (یعینون اور یاخذون) سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کے دین میں شرط صریح کے ساتھ طاعات پر اجرت لینا جائز تھا۔

نیز معلوم ہوا کہ علماء ورؤساء یہود ان سے ہمیشہ مال، پھل اور نقدیات لیتے رہے۔

ان میں سے کسی نے منع نہ کیا، اور نہ ہی توریت میں ان کے اس عمل سے (طاعات کے بدلے جو مال وہ لیتے تھے) منع کیا گیا، اور نہ انجیل نے اس کی ممانعت کی اور نہ قرآن کریم میں طاعات پر اجرت لینے کی ممانعت آئی، جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس مسئلہ میں (شریعت من قبلنا شریعت لنا)

اگر پھر اعتراض کیا جائے کہ اگر آپ اس سے طاعات پر اجرت لینے کا جواز ثابت کر رہے ہیں تو پھر قرآن کریم میں یہ آیت کیوں آئی (و لا تشتروا بایٰتی ثمناً قلیلا۔ اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو)۔

اس کا جواب اسی آیت کی تفسیر میں دوسرے جملہ میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا جملہ

(فخافوا ان بینوا صفة محمد ﷺ و تابعوه ان تفوتهم الماکل فغیروا نعته و کتموا اسمه)

[271] شرح جامی قبیل المجموع، ص ۲۶۱، مختصر المعانی، ص ۱۸۱، ۱۸۲ و فتح القدیر ج ۱، امامت، ص ۲۴۳، کبیری امامت، ص ۵۷، شامی ج ۱

یہود و نصاریٰ اس بات سے ڈرے کہ اگر ہم (سیدنا) محمد ﷺ کی صفت و نعت کو ظاہر کریں گے اور ان کی اتباع کریں گے تو ہمارے تمام ماکل فوت ہو جائیں گے، سو انہوں نے حضور ﷺ کی صفت و نعت چھپادی اور نام بھی چھپادیا۔

یہ عبارت اس بات پر دلالت قطعیہ ہے کہ یہ ممانعت طاعات پر اجرت لینے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اگر آیت میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس آیت میں پانچ ایسے مقامات موجود ہیں جو ممانعت و مذمت پر دال ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) لاتشتروا (۲) فاتقون (۳) ولاتلبسوا

(۴) وتکتموا (۵) وانتم تعلمون

سو معلوم ہوا کہ یہ ممانعت صرف حضور پرنور ﷺ کی صفت و نعت کو چھپانے کی وجہ سے ہے، ظاہر ہوا کہ اس آیت کو طاعات پر مال لینے کی دلیل پیش کرنا غلط ہے۔

بلکہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ (البقرۃ ۷۹)

پس ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے حاصل کریں دنیا کا تھوڑا دام، پس ہلاکت ہو ان کے لئے جو کچھ ان کے ہاتھوں نے لکھا، اور ہلاکت ہو ان کے لئے اس کمائی سے (جو انہوں نے کمایا)۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ آیت مذکورہ بالا میں جس شرا (آیت کے بدلے دنیا کا تھوڑا دام لینے پر جو وعید آئی ہے یہ اس بات کی صراحتاً قطعی دلیل ہے کہ یہ وعید اس وجہ سے تھی کہ وہ حضور پر نور ﷺ کی صفت و نعت کو چھپاتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے تھے جیسے کہ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے (یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذامن عنداللہ) وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے لکھتے پھر کہتے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ممانعت طاعات پر اجرت لینے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس کی وجہ ان لوگوں کا حضور نبی کریم ﷺ کی صفت و نعت کو چھپانا اور اللہ جل جلالہ پر جھوٹ کا افتراء باندھنا تھا۔

وجہ چہارم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (النساء ٦)

اور جو مالدار ہو (اسے یتیم کے مال کی حاجت نہ ہو) وہ (یتیم کے مال سے) بچتا رہے اور جو تنگ دست ہو، وہ معروف طریقہ (دستور کے مطابق یتیم کے مال میں سے) کھائے۔

دیکھئے وہ شخص جو یتیم کی پرورش کر رہا ہے اور اس کے مال کا محافظ ہے، اس کے لئے یتیم کے مال میں سے لینا اور اپنے مصارف اور ضروریات پر خرچ کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اگر یتیم کی پرورش، اور یتیم کے مال کی حفاظت، کچھ لئے بغیر ہوتی تو یتیم کو اپنا پورا مال مل جاتا۔ نیز آیات و احادیث سے یتیم کے ساتھ احسان کرنا اچھائی کرنا بہت بڑی نیکی ہے یعنی عظیم القربات میں سے ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں سے پرورش کرنے والے کو لے لینا اپنی ضروریات میں صرف کرنا اپنے استعمال میں

لانا جائز قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ طاعات پر اجرت لے لینا جائز ہے۔ حالانکہ یتیم کی پرورش کرنا اس کے مال کی حفاظت کرنا طاعات سے ہے پھر بھی ان کے مال سے کچھ لینا اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کا جواز اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے پانچویں دلیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَوۡ شِئۡتَ لَاتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ أَجۡرًا (کھف ۷۷)

اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لیتے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے نیک کام کیا (گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دیا اسے گرنے سے بچایا) اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (اے خضر اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے) اگر نیک کام پر مزدوری لینا جائز نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں کیونکر حضرت خضر علیہ السلام کو مزدوری لینے کی ترغیب دلاتے؟

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے چھٹی دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَسۡأَلُونَكَ عَنِ الۡأَنۡفَالِ (الانفال ۱)

ترجمہ: پوچھتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے بارے میں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب بدر کا جہاد اختتام پزیر ہوا تو نوجوان اور ضعیف العمر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مال غنیمت کی تقسیم میں اختلاف پیدا ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی۔ نوجوان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مدعا یہ تھا کہ ہم جوان ہیں کافروں مشرکوں سے ہم لڑتے ہیں لہٰذا غنیمت کا سارا مال ہمیں ملنا چاہیے، ضعیف العمر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کہنا تھا کہ اگرچہ ہم مشرکوں سے لڑنے کے قابل نہیں مگر جہاد میں شریک اور تمہارے مددگار رہے لہٰذا مال غنیمت میں ہمیں بھی حصہ ملنا چاہیے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور پرنور ﷺ تک پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (جو اوپر ذکر کی گئی) نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول ﷺ کے سپرد کیا آپ ﷺ نے وہ مال برابر تقسیم کیا۔

دیکھا آپ نے کہ جہاد افضل الاعمال ہے اگر طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتنا اصرار کیوں کرتے؟ ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے ساتویں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا۔ (القصص ۲۵)

وہ کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ وہ آپ کو مزدوری دیں اس کی جو آپ نے ہمارے (جانوروں) کو پانی پلایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں جب اپنے مویشیوں کو پانی پلانے آئیں لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر ایک طرف انتظار کرنے لگیں حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کی ناانصافی ملاحظہ فرما رہے تھے تشریف لائے اور ان کی بکریوں کو پانی پلایا۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے، حضرت شعیب علیہ

السلام کی صاحبزادیاں جب اپنے گھر پہنچیں تو والد بزرگوار کو تمام واقعہ سنا دیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اسے بلالاؤ۔ صاحبزادی (صفورہ) تشریف لائی اور موسیٰ علیہ السلام سے یوں کلام کیا(وہ کہنے لگی میرے والد آپ کو بلارہے ہیں تاکہ وہ آپ کو مزدوری دیں اس کی جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا)۔

دیکھئے اگر نیک کام پر اجرت حرام ہوتی تو حضرت شعیب علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اپنی صاحبزادی سے ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جاؤ انہیں یہ کہو کہ میرے والد آپ کو بلارہے ہیں تاکہ وہ آپ کو مزدوری دیں)

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے آٹھویں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ (المدثر ٦)

(پیارے محبوب ﷺ) اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

مفسرین نے جو تفسیر بیان کی ہے مثلاً تفسیر خازن وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔یعنی جیسے دنیا میں ہدیئے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھے دے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیئے شرعاً جائز ہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اس سے منع کیا گیا کیونکہ شان نبوت و رسالت بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور اس منصب عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو اسے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔

دیکھا آپ نے کہ ہدیات و تحائف تو سنت پر عمل ہے مگر اس پر کچھ زیادہ لینے کی نیت اور زیادہ لے لینا جائز، جب تک تحائف دینا سنت پر عمل کرنے سے طاعات میں داخل ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے آٹھویں دلیل

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے بارشوں کا نزول ان سے روک دیا اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا چالیس سال تک ان کے مال مویشی ہلاک ہوئے، جب ان کا یہ حال ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں استغفار کا حکم دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (١٠) يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا (١١) وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا (نوح ١٢)

تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر شرّاٹے کا مینہ (موسلا دھار بارش) بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

دیکھئے استغفار بلاشبہ طاعات میں سے ہے اس کے بدلے انہیں مال ملنا، ان پر بارشوں کا نزول ہونا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طاعات پر مال لینا جائز ہے۔

اسی طرح نماز استسقاء ہے کہ اس میں بھی دعائیں اور استغفار ہی تو ہے مگر اس کے بدلے کیا مانگا جارہا ہے یہی کہ مال و مویشی ملے بارشوں کا نزول ہو، تاکہ قحط سالی ختم ہو، مال زیادہ ہو۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

اما الاحادیث

وجہ چہارم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے دلیل اول

عن أبی هريرة عن النبی -صلى الله عليه وسلم- قال «ما اجتمع قوم فی بيت من بيوت الله تعالى يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده۔[272]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ جب بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن کریم کے درس و تدریس کے لئے جمع ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر سکون، اطمینان (قلبی) نازل فرماتا ہے۔ اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ ان (نیک بندوں) کا ذکر اپنے ان بندوں میں کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

وجہ پنجم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے دوسری دلیل

فائدہ! حديث ابن عباس لبيان الرخصة۔ فتح الودود۔ و اشعة اللمعات و قال فيه جواز أخذ الأجرة لقراءة القرآن و للتعليم أيضا و للرقيا به أيضا لعموم اللفظ۔[273]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے یہ رخصت کا بیان ہے (یعنی یہ حدیث دراصل قرآن کریم پر اجرت لینے کے جواز کے لئے دلیل ہے)۔

---

[272] سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۵۴۴

[273] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج ۱۸، ص ۲۹۰

صاحب عینی فرماتے ہیں اس حدیث میں قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے اور تعویذات پر اجرت لینے کا جواز ہے کیونکہ اس میں عموم ہے (اس عموم کی بناء پر تمام طاعات پر اجرت لینا جائز ہے)

وجہ ششم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے تیسری دلیل

عن عمرو بن سلمة انه ام قومه و كانت علي بردة كنت إذا سجدت تقلصت عني فقالت امرأة من الحي ألا تغطون عنا است قارئكم ؟ فاشتروا فقطعوا لي قميصا فما فرحت بشيء فرحي بذلک القميص۔[274]

حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی امامت کرتا تھا اور میرے جسم پر ایک ہی چادر تھی، جب میں سجدہ میں جاتا (تو کبھی کبھار وہ چادر میرے جسم سے)] پھسل جاتی سو اس قبیلے کی ایک خاتون نے کہا (اے قوم) اپنے قاری کے اعضائے جسمانی ہم سے پوشیدہ رکھو سو انہوں نے (کپڑا لیا) اور (اس سے) میرے لئے قمیص بنالی، سو مجھے اس قمیص پر اتنی خوشی ہوئی کہ (اس سے قبل اتنی) خوشی کسی شے پر نہیں ہوئی تھی۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ ہفتم

طاعات پر مال لینے کے جواز میں احادیث سے چوتھی دلیل

عن أبي سعيد رضي الله عنه قال : انطلق نفر من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم في سفرة سافروها حتى نزلوا على حي من أحياء العرب فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم فلدغ

[274] صحیح البخاری، ج۴، ص ۱۵۶۴ ۔الناشر: دار ابن کثیر، الیمامة—بیروت، مشکاۃ المصابیح، ج ۱، ص ۱۷۶، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۵۳۔دار الفکر بیروت لبنان

سید ذلک الحي فسعوا له بکل شيء لا ینفعه شيء فقال بعضهم لو أتیتم هؤلاء الرهط الذین نزلوا لعله أن یکون عند بعضهم شيء فأتوهم فقالوا یا أیها الرهط إن سیدنا لدغ وسعینا له بکل شيء لا ینفعه فهل عند أحد منکم من شيء؟ فقال بعضهم نعم والله إني لأرقي ولکن والله لقد استضفناکم فلم تضیفونا فما أنا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوهم علی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیه ویقرأ {الحمد لله رب العالمین}۔ فکأنما نشط من عقال فانطلق یمشي وما به قلبة۔ قال فأوفوهم جعلهم الذي صالحوهم علیه فقال بعضهم اقسموا فقال الذي رقي لا تفعلوا حتی نأتي النبي صلی الله علیه وسلم فنذکر له الذي کان فننظر ما یأمرنا فقدموا علی رسول الله فذکروا له فقال (وما یدریک أنها رقیة)۔ ثم قال (قد أصبتم اقسموا واضربوا الي معکم سهما)۔ فضحک رسول الله صلی الله علیه وسلم۔[275]

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے صحابہ ایک سفر میں تشریف لے گئے تھے، یہاں تک کہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے، انہوں نے چاہا کہ قبیلے والے ہماری مہمان نوازی کریں، لیکن قبیلے والوں نے مہمان نوازی نہ کی، اتفاق یہ کہ ان کے سردار کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا، اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، کچھ لوگ ان میں سے کہنے لگے: چلو ان لوگوں سے پوچھیں جو یہاں اترے ہیں، ان میں شاید کوئی اس کا دم (کرنا) جانتا ہو، وہ آئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کہنے لگے، "لوگو!" ہمارے سردار کو بچھو یا سانپ نے کاٹ کھایا ہے، اور ہم نے تمام طریقے (جتن) کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، تم میں سے کسی کو اس کا منتر (دم کرنا) معلوم ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی بولا، اللہ کی قسم میں اس کا منتر (دم کرنا) جانتا ہوں، لیکن تم لوگوں سے ہم نے چاہا کہ ہماری مہمان نوازی کرو تو تم نے نہ مانا، اب میں تمہارے دم کرنے والا نہیں جب تک ہم کو اس کی مزدوری نہ دو، آخر چند بکریاں اجرت ٹھہریں، وہ

---

[275] صحیح البخاری، ج ۲، ص ۷۹۵۔ الناشر: دار ابن کثیر، الیمامة - بیروت

صحابی گیااور سورۃ الفاتحہ پڑھ کر (اس پر دم کیا) اور لعاب دہن لگاتا گیا، یہاں تک کہ وہ ایسا تندرست ہوا جیسے کوئی رسی سے باندھا گیا ہو اور کھول دیا جائے۔

اسی وقت چلنے پھرنے لگا، اسے کوئی تکلیف نہ رہی، جو بکریاں ٹھہریں وہ قبیلے والوں نے دیں، بعض صحابہ کہنے لگے ان کو بانٹ لو، لیکن جس نے دم کیا تھا، اس نے کہا ابھی ٹھہرو، ہم حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کریں (یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا) حضور پر نور ﷺ نے دم کرنے والے صحابی سے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ منتر ہے (اس کے ساتھ دم کیا جاتا ہے اور مریض تندرست ہو جاتا ہے یہ تجھے کیسے معلوم ہوا) پھر حضور پر نور ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا کیا، یہ بکریاں بانٹ لو، میرا بھی ایک حصہ اپنے ساتھ لگاؤ، اور آپ ﷺ مسکرائے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ ہشتم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے پانچویں دلیل

عن سهل بن سعد قال: جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إني قد وهبت لک من نفسي۔ فقال رجل زوجنيها قال قد زوجناكها بما معک من القرآن۔[276]

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی جان آپ کو بخش دی، تو ایک صحابی رسول نے

---

[276] صحیح البخاری، ج۲، ص ۸۱۱۔ الناشر: دار ابن کثیر، الیمامة—بیروت، صحیح المسلم، سنن ابی داؤد، الترمذی

عرض کی، یارسول اللہ ﷺ اس کا نکاح مجھ سے کرادیں، سو حضور پرنور ﷺ نے فرمایا، تیرے پاس جتنا قرآن ہے اس کے عوض میں نے یہ تیرے نکاح میں دے دی۔

وجہ نہم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے چھٹی دلیل

قال القاضی فیہ جواز اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن وھو مذھب کافۃ العلماء۔[277]

حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ تمام علماء اعلام کا مذہب ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ دہم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے ساتویں دلیل

وقال الحکم لم أسمع أحدا کرہ أجر المعلم۔[278]

حضرت حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی سے نہیں سنا جس نے معلم کی اجرت مکروہ رکھی ہو۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

---

[277] عینی البخاری

[278] صحیح البخاری، ج ۲، ص ۷۵۹

وجہ یازدہم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے آٹھویں دلیل

وأعطی الحسن دراھم عشرۃ۔[279]

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلم کو اجرت میں دس ہزار درہم دیئے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ دوازدہم

طاعات پر اجرت لینے کے جوز میں احادیث سے نویں دلیل

ولم یر ابن سیرین بأسا باجر لقسام قال السحت الرشوۃ فی الحکم۔

حضرت ابن سرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقسیم کی اجرت کو برا نہیں سمجھا (وہ شخص جو مال غنیمت تقسیم کرتا ہو اور تقسیم کرنے میں جو محنت و مشقت ہوتی ہے اس کے بدلے اجرت لیتا ہو اسکے بدلے اجرت لینے کو حضرت ابن سرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برا نہ جانا) (اور سحت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ) سحت اسے کہتے ہیں کہ حاکم فیصلہ کرنے میں رشوت لے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ سیزدہم

طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے دسویں دلیل

(و فی الحدیث) ان حسین بن علی بعث ابنه علی بن الحسین زین العابدین الی عبدالرحمٰن السلمی لیعلمه القرأن فعلمه فاتحة الکتاب فقرأها بین یدی ابیه الحسین فارسل

---

[279] صحیح البخاری، ج ۲، ص ۷۹۵

الیه بعشر بدرات (جمع بدرة) ای بعشرة ألاف درهم ق بعشرة افراس و بعشرة نخوت من الثیاب، فقیل؟ بم استحق هذا قال له لانه علم ابنی فاتحة الکتاب وهی التی لم تنزل علی احد من لدن أدم الیٰ محمد علیهما الصلوٰة و السلام ولم تنزل علی جدی سورة افضل منها فهذا الذی انقدت الیه حقه کذافی تفسیر حقی۔ خزینة الاسرار (٦٧)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزند جناب زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے تاکہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں قرآن کریم پڑھا دیں، سو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سورۃ الفاتحۃ سکھا دی، پھر سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سورۃ الفاتحۃ پڑھی (سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے جب سورۃ الفاتحہ سنی تو) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دس ہزار درہم اور دس گھوڑے اور دس جوڑے (کپڑوں کے) بھیج دیئے۔

تو (ایک سائل نے سوال کیا حضرت، جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کس سبب سے (اتنے سارے مال کے) مستحق ہوئے؟

تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

(اے سائل) جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے صاحبزادے کو سورۃ الفاتحہ پڑھائی ہے (یہ اس کا عوض ہے)

(اور سنو) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے نانا جان جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی (نبی علیہ السلام) پر میرے نانا جان ﷺ کے سوا سورۃ فاتحہ نازل نہیں ہوئی (یہ اعزاز

صرف اور صرف میرے ناناجان ﷺ کو حاصل ہے مزید بر آں) میرے ناناجان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس سے افضل کوئی سورت نازل نہ ہوئی۔

(اے سائل میں نے اگر عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ دیا ہے تو) یہ اس کا حق ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ چہار دہم

اس سے پہلے کہ میں فقہاء کے اقوال و دلائل پیش کروں، یہ جاننا لازم ہے کہ طاعات پر مال لینے میں فقہاء کرام کے جو اقوال ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کروں اور ہر قول پر ان کے دلائل پیش کروں، پھر ان کے اقوال میں تضاد کو رفع کر کے تطبیق پیش کروں گا۔ اور جن اقوال پر فی زمانہ فتویٰ ہے اور ظاہر الروایۃ ہیں ان کا ذکر کروں گا۔

قول اول

قول اول متقدمین مجتہدین کا ہے

(۱) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات مع شروط کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں عقد اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا۔

اس قول کو علماء متقدمین نے ان الفاظ (لا یجوز الاستیجار و لا یجب الاجرۃ) سے تعبیر کیا ہے۔

قول ثانی

قول ثانی احناف متأخرین مجتہدین کا ہے

(۲) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

قول اول و ثانی میں تضاد آ گیا وہ یہ ہے کہ قول اول کے مطابق (طاعات مع شروط کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں)۔

جب کہ قول ثانی کے مطابق (طاعات پر اجرت دینا واجب ہے)

دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ہو گی۔

(۱) کہ جن دلائل سے تعلیم قرآن کریم و دیگر طاعات پر اجرت لینے کی نفی ثابت ہو رہی ہے وہ اجرت کے وجوب کی نفی پر محمول ہیں۔

(یعنی اجرت واجب نہیں، جائز ہے)۔

(۲) اور جن دلائل سے تعلیم قرآن کریم پر اجرت کا اثبات ہے وہ اجرت کے وجوب پر محمول ہیں۔ دونوں سے جواز ثابت ہوا لہٰذا تضاد (یعنی اختلاف نہ رہا)۔

قول ثالث

(۳) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قید زمانی کے ساتھ ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کے ساتھ جائز ہے۔ اور اگر طاعات پر اجارہ قید مکانی یا قید زمانی کی قید سے مستثنٰی ہو (یعنی اس اجارہ میں زمان یا مکان کی قید نہ ہو) تو پھر اجارہ ناجائز۔ کیونکہ پھر اجارہ نفس طاعت پر ہو گا۔

اور یہ ناجائز ہے۔

قول ثالث کا خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفس تلاوت کا معاوضہ طے نہ کریں، بلکہ ان قیود (قید مکانی یا قید زمانی) کے بدلے میں معاقضہ لے تو جواز میں کوئی شک نہیں۔

قید مکانی سے مراد یہ ہے جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ میرے گھر یا فلاں دکان یا فلاں جگہ جا کر قرآن کریم کی تلاوت کریں۔

(قید زمانی) جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ فلاں مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فلاں وقت قرآن کریم کی تلاوت کریں تو جب یہ قیود پائے گئے سو تالئ (قرآن کی تلاوت کرنے والا) اگر قیود مذکورہ کا معاوضہ لیتا ہے تو جائز ہے۔ (مترجم)

قول رابع

(۴) وہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر اجارہ میں شرط کو صراحتاً ذکر کر دیا ہے تو پھر اجرت لینا منع ہے اور اگر اجارہ میں شرط کو صراحتاً ذکر نہ کیا ہو تو طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

یعنی قول چہارم کے مطابق اگر شرط صراحتاً ذکر نہ کی ہو تو پھر طاعات پر مال لینا مباح ہے۔

اب ہر قول (نظریہ) کے ذکر کروں گا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

قول اول

قول اول متقدمین مجتہدین کا ہے

وہ فرماتے ہیں کہ طاعات مع شروط کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں عقد اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا۔

اس قول کو علماء متقدمین نے ان الفاظ (لا یجوز الاستجیار و لا یجب الاجرۃ) سے تعبیر کیا ہے۔

قول اول

طاعات مع شروط کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں عقد اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا۔

اس قول کو علماء متقدمین نے ان الفاظ (لا یجوز الاستجیار ولا یجب الاجرۃ) سے تعبیر کیا ہے۔

قول اول کے دلائل ملاحظہ فرمائیں

وفی الاصل (ای فی المبسوط) لایجوز الاستجیار علی الطاعات کتعلیم القرأن والفقه والاذان والتدریس والحج والغزو ای لایجب الاجرۃ۔[280]

مبسوط میں ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں (طاعات کی چند مثالیں) جیسے قرآن کریم کی تعلیم، فقہ، آذان و تدریس، اور حج، جہاد وغیرہ پر اجرت لینا جائز نہیں (صاحب خلاصۃ الفتاوٰی فرماتے ہیں کہ مبسوط کی عبارت مذکورہ میں لا یجوز) سے مراد یہ ہے کہ یہ اجرۃ واجب نہیں۔ (لا یجب الاجرۃ)

صاحب فتاوٰی الحامدیۃ لکھتے ہیں:

قَالَ فِي الذَّخِيرَةِ وَلَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الْحِسْبَةِ وَلَا تَجِبُ الْأُجْرَةُ عَلَى فِعْلِ الِاحْتِسَابِ وَالْفَتْوَى فِي زَمَانِنَا عَلَى وُجُوبِ الْأُجْرَةِ[281]

[280] خلاصۃ الفتاویٰ اجارہ جلد ۲ (۱۱۴) وعینی الهدایۃ جلد ۴، (۲۵۲) وعینی البخاری، وبلوغ الارب لذوی القرب لشرنبلالہ ثم خزینۃ الاسرار (۲۶)

[281] العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۲، ص ۱۲۶ ۔ الناشر: دار المعرفة

صاحب فتاویٰ الحامدیہ لکھتے ہیں کہ ذخیرہ میں ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ جائز نہیں اس لئے کہ تعلیم قرآن حسنات میں سے ہے اور کسی بھی نیک کام پر اجرت واجب نہیں۔ مگر ہمارے زمانے میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لیناواجب ہے۔

صاحب صلوٰۃ مسعودی لکھتے ہیں:

باید دانست کہ اجارہ داری بر طاعت درست نیست بجواب کتاب (مبسوط) ہیچ واجب نیاید۔ (صلوٰۃ مسعودی)

صاحب صلوٰۃ المسعودی فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجارہ درست نہیں (جس طرح کہ صاحب مبسوط نے) جواب میں فرمایاہے (کہ طاعات پر اجر لیناواجب نہیں)۔

میں کہتا ہوں کہ لا یجوز الاستجیار کا صحیح مطلب و مقصد یہی ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ منعقد نہیں ہوتا۔

اجارہ کا انعقاد اور شئ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اجرت کا جواز اور۔

صاحب شامی لکھتے ہیں:

الاصل ان کل طاعۃ یختص بہا المسلم لا یجوز الاستجیاز علیہا عندنا۔[282]

صاحب شامی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہر وہ طاعت جو مسلمانوں سے مختص ہیں ان پر اجارہ اصلاً جائز ہی نہیں۔

صاحب فتاویٰ عزیزی لکھتے ہیں:

قاعدہ اجارہ آنست کہ ھر شئی واجب و مندوب بر اجارہ منعقد نمے شود و تعلیم قرآن فرض بالکفایت است و مندوب علی الیقین پس محل اجارہ نیست۔[283]

---

[282] ھدایۃ و عینی الھدایۃ اجارہ، ج۵، ص ۲۵۲ و شامی اجارہ، ج۵، ص ۳۴

[283] فتاویٰ عزیزی، ج ۱، ص ۱۲۲

صاحب فتاویٰ عزیزی فرماتے ہیں اجارہ کا قاعدہ ہے کہ جو اشیاء واجب و مستحب ہیں ان پر اجارہ منعقد نہیں ہوتا چونکہ تعلیم قرآن کریم فرض کفایہ ہے اور علی الیقین مستحب ہے سو یہ محل اجارہ نہیں، یوں ہی تنویر الابصار کا یہ فرمانا(لا یصح الاجارۃ۔ اجارہ صحیح نہیں)سے مراد یہی ہے کہ اجارہ منعقد نہیں ہوتا۔

بحمدہ تعالیٰ قول اول کے دلائل میں بھی بظاہر جو تعارض پیش آرہا تھا وہ بھی رفع ہو گیا اور دلائل نفی/وجوب اجرت کی نفی پر محمول ہیں۔

طاعات پر عقد مصرح منعقد نہیں ہوتا

صاحب شرح الیاس لکھتے ہیں:

(۱)والمذھب عندنا ان کل طاعۃ یختص بھا المسلم (ای ملۃ الاسلام) فالاستجیار علی ذلک باطل۔[284]

صاحب شرح الیاس فرماتے ہیں (ایک قول ہے اور ایک مذہب سو) ہمارے نزدیک (قول نہیں بلکہ)مذہب یہ ہے کہ ہر وہ طاعت جو مسلمانوں سے مختص ہو اس پر اجارہ باطل ہے۔

صاحب المختصر و صاحب جامع الرموز لکھتے ہیں:

(۲)ولایصح و تبطل الاجارۃ عند المتقدمین (للعبادات) المختصر و جامع الرموز، ج۳،اجارہ، ص ۳٦۰

صاحب المختصر و صاحب جامع الرموز فرماتے ہیں کہ متقدمین (امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک عبادات پر اجارہ مصرحہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔(یعنی یہ اجارہ باطل نہیں ہوتا)۔

---

[284] شرح الیاس، ج۳، اجارہ، ص ۱۳٦

حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ثم قراۃ القراٰن و اھدائھا تطوعا بغیر اجرۃ ای مشروطۃ یصل الیہ۔

و اما لو اوصٰی بان یعطی شئی من مالہ لمن یقرأ القراٰن علی قبرہ فالوصیۃ باطلۃ ای غیر منعقدۃ فلا لزوم علی المستأجر و لا علی الاجیر۔

فبقی ھل جزاء الاحسان الا الاحسان لانہ فی معنی الاجرۃ کذا فی الاختیار۔

ثم رد بطلان الوصیۃ و معنی الاجرۃ بقولہ و ھذا مبنی علی القول المرجوح الذی ھو خلاف المفتی بہ عدم جواز الاستیجار علی الطاعات۔

ثم اظھر رد البطلان و معنی الاجرۃ ثانیا بطریق الاستدلال (بلفظ) لکن۔

لیعلم انہ من قبیل ھل جزاء الاحسان فقال، لکن اذا اعطیٰ لمن یقرأ القراٰن و یعلمہ و یتعلمہ معونۃ لاھل القراٰن علی ذلک کان ھذا من جنس الصدقۃ عنہ فیجوز شرح القاری للفقہ الاکبر، ص ۱۵۷، ۱۵۸

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کہ اگر قرآن کریم کی تلاوت بغیر اجرت (یعنی بغیر کسی شرط) کے کی جائے اور اس کا ثواب مرحوم کو بخشا جائے تو وہ ثواب مرحوم کو پہنچ جاتا ہے۔

اور اگر مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جو شخص میری قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کرے، تو یہ وصیت باطل ہے یعنی منعقد نہیں سو اجیر اور مستأجر پر کوئی شے لازم نہیں۔

رہا یہ سوال کہ پھر (ھل جزاء الاحسان الا الاحسان) کا کیا معنی ہو گا۔

(ملا علی قاری فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے) کہ یہاں احسان اجرت کے معنی میں ہے۔ پھر (مصنف نے) اپنے اس قول (و ھذا مبنی علی القول المرجوع الذی ھو خلاف المفتی بہ عدم جواز الاستیجار علی الطاعات) کے ساتھ وصیت کے بطلان اور (ھل جزاء الاحسان الا

الاحسان) کا معنیٰ اجرت کرنے کو رد کیا، فرمایا کہ یہ قول مرجوع پر مبنی ہے، جو مفتیٰ بقول کے خلاف ہے، کیونکہ مفتیٰ بقول بہ قول یہ ہے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں۔ پھر (فالوصية الباطلة) وصیت کا بطلان اور هل جزاء الاحسان الا الاحسان کا معنیٰ اجرت کرنے کو دوبارہ بطریق استدراک (لکن) کہہ کر ظاہر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اجرت هل جزاء الاحسان الا الاحسان کے قبیلے سے ہے۔

سو کہا کہ قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے کو اگر کچھ ہی دیا جائے تو یہ صدقہ ہے اور قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے والوں کے ساتھ امداد ہے سو یہ صورت جائز ہے۔

فقہاء احناف کا دوسرا نظریہ

قول ثانی

قول ثانی احناف متأخرین و مجتہدین کا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے، سب نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، احناف متأخرین، مجتہدین کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عصام بن یوسف	(۲) حضرت نصیر بن یحیٰ
(۳) حضرت ابی نصر بن اسلام	(۴) حضرت فقیہ ابو لیس السمرقندی
(۵) حضرت صاحب محیط	(۶) حضرت امام الفضلی
(۷) حضرت صاحب خلاصۃ الفتاویٰ	(۸) حضرت شیخ ظہیر الدین المرنائی
(۹) حضرت بلخ عموما	(۱۰) حضرت رکن الاسلام الکرمانی
(۱۱) حضرت شمس الائمہ السرخسی	(۱۲) حضرت صاحب الذخیرہ
(۱۳) حضرت امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین	

قول ثانی، وجہ پانز دہم

قول ثانی احناف متأخرین مجتہدین کا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے، سب نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔

(۱)	حضرت عصام بن یوسف	(۲)	حضرت نصیر بن یحیٰ
(۳)	حضرت ابی نصر بن اسلام	(۴)	حضرت فقیہ ابو لیس السمرقندی
(۵)	حضرت صاحب محیط	(۶)	حضرت امام الفضلی
(۷)	حضرت صاحب خلاصۃ الفتاویٰ	(۸)	حضرت شیخ ظہیر الدین المرنائی
(۹)	حضرت بلخ عموما	(۱۰)	حضرت رکن الاسلام الکرمانی
(۱۱)	حضرت شمس الائمہ السرخسی	(۱۲)	حضرت صاحب الذخیرہ
(۱۳)	حضرت امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین		

معتبر کتب کی عبارات:

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں

(۳) وعند اھل المدینۃ ای امام مالک و اتباعہ یجوز و بہ اخذ الشافعی و نصیر عصام و ابو نصر و الفقیہ ابو اللیث۔[285]

اہل مدینہ یعنی امام مالک اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک طاعات پر اجارہ جائز ہے۔

امام شافعیؒ، نصیرؒ، عصامؒ، ابو نصرؒ، اور فقیہ ابو اللیثؒ نے اسی قول کو لیا ہے۔

جب یہ اجارہ جائز تو پھر اجارہ منوی، اور اجارہ معروف فی العرف بطریقہ اولیٰ جائز ہوا۔

[285] خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۱۴، بلوغ الارب لذوی القرب للشرنبلالی، خزینۃ الاسرار، ص ۲۶، وعینی الھدایۃ، ج ۴، ص ۶۵۳

صاحب فتاویٰ حامدیہ لکھتے ہیں:

(۴) وَالْفَتْوَى فِي زَمَانِنَا عَلَى وُجُوبِ الْأُجْرَةِ۔[286]

ہمارے زمانے میں طاعات پر اجرت لینا واجب ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے (یعنی اگر طاعات پر اجرت لینے کا عقد کیا جائے تو اجرت دینا واجب ہوتا ہے)

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

(۵) ونقل عن رکن الاسلام الکرمانی انه کان یکتب علی الفتویٰ! پدر صبی معلم راخوشنود کند! قال واستادنا الشیخ ظهیر الدین هذا یکتب۔[287]

حضرت رکن الاسلام کرمانی جب بھی (اس مسئلہ میں فتویٰ دیتے) تو لکھتے کہ بچے کے والدین کو چاہئے کہ بچے کے استاد کو خوش کرے، نیز لکھا کہ ہمارے شیخ جناب ظہیر الدین بھی اسی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے۔

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

(٦) ولو امتنع اب الصبی من اداء الوظیفة الی المعلم یجبر علی المراسم! چون حلوه و پنج شنبی وعیدی، وقال فی المحیط وعلیه الفتویٰ مشائخ بلخ۔[288]

اگر بچے کے والدین استاد کو ان کا وظیفہ دینے سے انکار کریں تو انہیں رواج کے مطابق دیگر تحائف دینے پر مجبور کیا جائے جیسے حلوہ اور پنج شنبی اور عیدی وغیرہ نیز محیط میں کہا گیا ہے کہ (وعلیه الفتویٰ) اسی پر فتویٰ ہے۔

---

[286] العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۲، ص ۱۲٦

[287] خلاصة الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۱۰

[288] خلاصة الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۱۰

جب صریحاً عقد اجارہ کا وجوب ثابت تو پھر اجارہ منوی اور اجارہ معروف فی العرف بطریقہ اولیٰ جائز ہوا۔

صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں:

ویفتی الیوم بصحتها ویجبر المستأجر علی دفع ما قبل ویحبس به ویجبر علی الحلوة المرسومة۔[289]

اس زمانے میں فتویٰ اسی پر ہے کہ طاعات پر اجارہ کا انعقاد صحیح (درست) ہے۔

اور مستاجر کو معین شدہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا،(اور اگر مستأجر اجرت دینے سے انکار کرے تو) اسے قید کر دیا جائے (حتیٰ کہ وہ اجرت دینے پر راضی ہو جائے) اور شاگرد کو اپنے استاد کے لئے شیرینی جیسے حلوہ جو رائج ہے دینے پر مجبور کیا جائے۔

صاحب عینی لکھتے ہیں:

(۸) وقال عبداللہ بن الفضل الامام الخیر اخریٰ یجوز فی زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة کذافی الروضة۔[290]

امام عبد اللہ بن فضل الخیر اخریٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں امام، مؤذن اور معلم کے لئے قرآن کریم کے لئے اجرت لینا جائز ہے۔

صاحب عینی لکھتے ہیں:

(۹) وذکر السرخسی مشائخ بلخ اختار واقوال اهل المدینة فی جواز استیجار المعلم علی تعلیم القرأن فنحن ایضا نفتی بالجواز۔[291]

---

[289] الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، ج ۱، ص ۵۸۱

[290] عینی الهدایة، ج ۴، ص ۲۵۶

[291] عینی الهدایة، ج ۴، ص ۲۵۴

حضرت امام شمس الائمہ السرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ بلخ کے مشائخ نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیروکاروں کے قول کو اختیار کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ معلم کو قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت دینا جائز ہے (مشائخ بلخ فرماتے ہیں کہ) ہم بھی اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔

صاحب عینی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(۱۰) وبعض مشائخنا ائمة بلخ استحسنوا الاستيجار علىٰ تعليم القرأن لظهور التوانى اى الفتور والكسل فى الامور الدينية ففى الامتناع تضيع حفظ القرأن لان المتقدمين منعوا ذلك لرغبة الناس فى مجازات الاحسان بالاحسان بلاشرط وقدزال ذلك فى هذا الزمان وقد يتغير الجواب باختلاف الزمان فيفتى بذلك حتى يجبر على دفع الاجر الى المعلم وان لم يضرب المدة يجب اجر المثل ويجبر على دفعه وكذا يجبر على دفع الحلوة المرسومة وعليه الفتوىٰ۔[292]

بلخ کے آئمہ اور مشائخ نے قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینے کو اچھا جانا ہے کیونکہ (امور دینیہ) میں سستی ظاہر ہونے لگی، سو اجرت کی منع کی صورت میں قرآن کریم کے حفظ (ودیگر طاعات) کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اگرچہ متقدمین علماء نے اجرت کو منع کیا تھا، مگر یہ ان کا زمانہ تھا کہ ان کے زمانے میں لوگ نیکی کا بدلہ نیکی سے بلا اجرت دیا کرتے تھے، جبکہ ہمارے زمانے میں وہ رغبت معدوم ہو چکی ہے، نیز حالات کے بدلنے سے مسائل میں بھی تبدیلی آتی ہے۔

سو آج فتویٰ اس پر ہے کہ اگر (شاگرد نے پڑھنے کا) وقت معین کیا ہو تو اسے معلم کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اور اگر مدت معین نہ ہو تو پھر اجرت مثلی دیا جائے گا، (اجرت مثلی کا مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں استاد کو مطلوبہ تعلیم پر جو کچھ دیا جاتا ہے اتنا ہی دینا پڑے گا)۔

---

[292] عینی الهداية، اجاره جلد ۴، ص ۶۵۴، كفاية الهداية والعتابية والكافي والبحر۔

بحمدہ تعالیٰ قول دوئم کے دلائل اثبات اور نفی میں بظاہر جو تعارض پیش آرہا تھا وہ بھی رفع ہو گیا وہ اس طرح کہ دلائل اثبات / اجرت کے اثبات پر محمول ہیں، اور دلائل نفی / وجوب اجرت کی نفی پر محمول ہیں۔

قول ثالث

(۳) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قید زمانی کے ساتھ مقید ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کے ہوتے ہوئے جائز ہے۔ اور اگر طاعات پر اجارہ قید مکانی یا قید زمانی کی قید سے مستثنیٰ ہو (یعنی تعلیم پر اجارہ عقد اجارہ میں زمان و مکان کی قید نہ ہو) تو پھر وہ اجارہ ناجائز۔ کیونکہ پھر اجارہ نفس طاعات پر ہو گا اور یہ ناجائز ہے۔

قول ثالث کا خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفس تلاوت کا معاوضہ طے نہ کریں بلکہ ان قیود (قیود مکانی، یا قید زمانی) کے بدلے میں معاوضہ لے تو جواز میں کوئی شک نہیں، قید مکانی سے مراد یہ ہے جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ میرے گھر یا فلاں دکان یا فلاں جگہ جا کر قرآن کریم کی تلاوت کریں، تو یہ قید مکانی ہے۔

(قید زمانی) جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ فلاں مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فلاں وقت قرآن کی تلاوت کریں تو جب یہ قیود پائے گئے سو تالی (قرآن کی تلاوت کرنے والا) اگر قیود مذکورہ کا معاوضہ لیتا ہے تو جائز ہے، مترجم)

قول ثالث

اس ضمن میں فقہاء کا تیسرا نظریہ ہے کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قید مکانی کے ساتھ مقید ہو تو ایسا اجارہ اگر قید مکانی یا قید زمانی کے ساتھ مقید ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کے ساتھ جائز ہے، اور اگر طاعات پر اجارہ قید مکانی یا قید زمانی کی قید سے مستثنیٰ ہو (یعنی تعلیم پر عقد اجارہ میں زمان یا مکان کی قید نہ ہو) تو پھر اجارہ ناجائز کیونکہ پھر اجارہ نفس طاعت پر ہو گا، اور یہ ناجائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفس تلاوت کا معاوضہ طے نہ کریں بلکہ ان قیود (قید مکانی یا قید زمانی) کے بدلے میں معاوضہ لے تو جواز میں کوئی شک نہیں، قید مکانی کی وضاحت یوں ہے کہ جیسے ایک شخص سے یا طالب علم سے کہے کہ میرے گھر یا فلاں دکان یا فلاں جگہ جا کر قرآن کریم کی تلاوت کریں، یہ قید مکانی ہے۔

(قید زمانی) جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ فلاں مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فلاں وقت قرآن کریم کی تلاوت کریں تو جب یہ قیود پائے گئے سو تالی (قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا) اگر قیود مذکورہ کا معاوضہ لیتا ہے تو جائز ہے، تعلیق مترجم)

وجہ شانزدہم

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من البینات والھدی) کے تحت لکھتے ہیں:

دراین جادقیقہ باید فھمید کہ اجرت بر نفس تعلیم حرام است امادر خانہ کسی قطع مسافتکردہ برائے تعلیم رفتن با اطفال را از صبح و شام در قید، داشتن عمل است ورأی تعلیم و در مقابلہ عمل اجرت گرفتن بلاشبہ حلال است۔[293]

[293] تفسیر عزیزی

یہاں ایک اہم مسئلہ سمجھنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ نفس تعلیم قرآن پر اجرت لینا حرام ہے، لیکن جب معلم مسافت بعیدہ طے کر کے شاگرد کے گھر جاتا ہے، یا بوں کو تعلیم قرآن کریم کے وقت (بمع اپنے آپ کے) پابند رکھتا ہے جو درحقیقیت دشوار عمل ہے۔ جو درحقیقت دشوار عمل ہے، سو اس عمل کے بدلے اجرت لینا بلاشک وشبہ جائز ہے۔

ان دلائل سے قول سوم کے درمیامن تعارض رفع ہو گیا، کیونکہ دلائل اثبات اس (منع پر) ہیں، محمول ہیں جسد عقد میں زمان ومکان کی قید ہو، ان قیودات کے ہوئے جائز ہے اجرت لینا جائز ہے۔ سو تعارض ختم ہوا۔

صاحب فتاویٰ عزیزی لکھتے ہیں:

(۲) آری در خانہ کسی رفتن و از صبح تا شام نشستن و اطفال او را شبانی کردن فعلی وراءتعلیم است کہ ھر آن اجارہ منعقدمی تواند شد۔[294]

صاحب فتاوی عزیزی لکھتے ہیں کہ کسی مسلمان کے گھر جانا وہاں صبح سے شام تک (تعلیم قرآن کے لئے بیٹھنا) صاحب خانہ کے بچوں کو تعلیم قرآن کریم کے زیور سے آراستہ کرنا یہ تعلیم قرآن کے علاوہ نہایت عظیم عمل مشقت ہے، سو اس پر اجارہ (اجرت لینا) چاہئے (یقیناً یہ اجرت تعلیم قرآن پر نہیں بلکہ اپنی محنت ومشقت کی جزا ہے کیونکہ وہ معلم اس وقت اگر معاش کے لئے کسب معاش کرتا تو اسے اجرت ضرور ملتی، سو یہ بھی مشقت ہے سو اس اجرت لینے میں کوئی حج نہیں۔ تعلیق، مترجم)

---

[294] فتاویٰ عزیزی، ج ۱ ۲، ص ۲ ۲

فقہاء احناف کا چوتھا نظریہ

قول چہارم

فقہاء احناف کا چوتھا نظریہ یہ ہے کہ عقد تعلیم قران ص طچ کریم میں (یا دیگر طاعات میں) اگر (معلم کی جانب سے) شرط صراحتاً ذکر کی جائے تو صراحتاً شرط ذکر کرنے سے (طاعات پر) اجرت لینا منع ہے، اور اگر صراحتاً شرط ذکر نہ کی جائے، تو پھر اجرت لینا جائز ہے۔

چوتھے نظریئے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر صراحتاً شرط طے نہ کی جائے تو بلا شرط طاعات پر اجرت لینا مباح ہے۔

قول چہارم و وجہ ہفد ہم

فقہاء کا قول چہارم (چوتھا نظریہ یہ ہے) کہ عقد تعلیم قرآن میں (یا دیگر طاعات میں) اگر (معلم کی جانب سے) شرط صراحتاً ذکر کی جائے، تو شرط صراحتاً ذکر کرنے سے (طاعات پر) اجرت لینا منع ہے، اور اگر صراحتاً شرط ذکر نہ کی جائے تو پھر اجرت لینا جائز ہے۔

چوتھے نظریئے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر صراحتاً شرط طے نہ کی جائے تو بلا شرط طاعات پر اجرت لینا مباح ہے۔

حضرت علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لاَ يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلاَّ أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ۔[295]

---

[295] صحیح البخاری ج۳ص ۱۲۱ باب مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

حضرت علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ معلم ازخود (تعلیم قرآن یادیگر طاعات) پر (اجرت لینے کی) شرط نہ لگائیں ہاں اگر (تعلیم قرآن یا دیگر طاعات) پر (متعلم کے والدین یا خود متعلم) کچھ ہدیہ پیش کرے تو معلم قبول کرے۔

صاحب عینی اس قول کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(۲) قول الشعبی رحمہ اللہ تعالیٰ ھذا یدل علی ان اخذ الاجرۃ بالاشتراط لایجوز فان اعطی من غیر شرط فانہ یجوز لانہ اما ھبۃ او صدقۃ ولیس باجرۃ۔ عینی البخاری۔

صاحب عینی علامہ شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (لایشترط المعلم) کا مطلب یہ ہے کہ اگر شرط طے کرکے اجرت لی جائے سو اس صورت میں (اجرت لینا) جائز نہیں اور اگر شرط طے نہ کی جائے بلکہ (متعلم یا اس کے والدین معلم کو اپنی جانب سے اجرت دے دیں تو اس صورت میں) اجرت لینا جائز، کیونکہ (متعلم یا اس کے والدین کا ازخود معلم کو اجرت دے دینے سے اجرت کی ہیئت بدل گئی) اب یہ اجرت نہیں بلکہ ہبہ (بخشش) ہے، یا صدقہ ہے۔ (اور یہ جائز ہے)

صاحب بستان العارفین لکھتے ہیں:

(۳) وان علم بغیر شرط و اھدیٰ الیہ بہ قبل ھدیتہ فانہ یجوز فی قولھم جمیعا۔[296]

صاحب بستان العارفین لکھتے ہیں

تمام علماء فقہ احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر معلم بغیر کسی شرط کے متعلم کو پڑھائے پھر متعلم یا اس کے والدین معلم کو اپنی جانب سے جو چیز ہدیۃً پیش کریں تو معلم کو متعلم کا ہدیہ قبول کرنا چاہیئے۔

صاحب عینی البخاری رقمطراز ہیں

(۴) و اصحابنا الحنفیۃ قائلون بھذا ایضاً۔ عینی البخاری۔

---

[296] بستان العارفین

ہمارے ائمہ احناف (حضرت امام نعمان بن ثابت ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)اسی قول کے قائل ہیں (یعنی ان کے نزدیک بھی اجرت بلاشرط جائز ہے جس طرح شوافع ومالکی وحنابلہ قائل ہیں)

علامہ قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں

(۵)فان لم یشارطھم علی شئی لکن عرفواحاجتہ فجمعوا الیہ فی کل وقت شیئاحسناطیب لہ ذلک ولایکون اجرا۔[297]

علامہ قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اگر معلم متعلمین کو پڑھائے اور متعلمین یااس کے والدین سے)کوئی شرط طے کیے بغیر معلم کی ضروریاتِ زندگی کا علم ہونے کے بعد اگر (متعلمین یااس کے والدین) مل جل کر تبرعات جمع کرکے معلم کی ضروریات زندگی پوری کرتے ہوں سو یہ نہایت بہتر اوراحسن طریقہ ہے، اس صورت میں یہ تبرعات وعطیات اجرت شمار نہ ہوں گے (توجواز میں کوئی شک نہ رہا)

صاحب البریقۃ لکھتے ہیں:

(٦)اذالم یکن عقدولاشرط فقرء لروح المیت رضاءاللہ تعالیٰ فاعطاہ قریب المیت شیئامن المال فجائز۔[298]

---

[297]قاضی خان اذان ج ا ص ۳۸

[298]البریقۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ

صاحب البريقة، شارح الطريقة المحمدية لکھتے ہیں:

اگر کوئی مسلمان اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرے، پھر ورثاء قاری قرآن کو اپنے اموال میں سے کچھ پیش کریں تو یہ جائز ہے۔

صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں:

وفي الْمُحِيطِ من كِتَابِ الِاسْتِحْسَانِ إذَا أَخَذَ الْمَالَ من غَيْرِ شَرْطٍ يُبَاحُ له۔[299]

صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں، محیط میں ہے کہ اگر کسی نے غنا (گانے) پر بغیر کسی شرط صریح کے اجرت لی تو گانے والے کو اس کا مال لینا مباح ہے۔

دیکھئے اگر بغیر کسی شرط صریح کے گانا گانے پر مال لینا مباح ہے، تو طاعات پر بغیر کسی شرط صریح کے اجرت لینا کیونکر ناجائز ہوگا، معلوم ہوا کہ طاعات پر بغیر شرط صریح کے اجرت لے لینا بطریق اولیٰ جائز ہے، نیز اس میں عرف اور نیت غیر معتبر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس قول کے مطابق بھی تعارض رفع ہو گیا کیونکہ

(۱) دلائل اثبات ر بلا شرط پر محمول ہیں (۲) اور دلائل نفی ر شرط پر محمول ہیں۔

اعتراض

معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ جناب قرآن کریم کی تلاوت تالی (تالی کا معنی ہے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا) کا عمل اور اس کی سعی ہے اور ایک انسان کے عمل و سعی کا اجر و ثواب اسی کو ملتا ہے جو عمل و سعی کرتا ہے نہ کہ دوسرے کو، سو جس نے قرآن خوانی کے لئے حفاظ یا طلبہ یا دیگر

[299] البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۸، ص ۲۳، قاضی خان، درمختار، جلد۵، ص ۳۴، الكبيرى بنقل البحر

مسلمانوں کو جمع کیا اور قرآن خوانی کروائی اس کا اجر و ثواب ان کو ہی ملے گا جنہوں نے تلاوت کی، صاحب خانہ کو اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے(وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (النجم ۳۹))نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جو اس نے سعی کی لہذا ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں۔

اس اعتراض کے پانچ جوابات ہیں

(۱)پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ منسوخ الحکم ہے،یعنی تلاوۃ باقی حکم منسوخ

(۲)دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ دو احادیث جو تفسیر خازن سے منقول ہیں۔

ان دو احادیث کے مطابق مرحومین کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے زندوں کا صدقہ مرحومین کے لئے نافع ہے۔اسی پر علماء کا اجماع ہے۔

(۳)تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیات میں انسان جو مذکور ہے اس انسان سے مراد کافر انسان مراد ہے نہ مسلمان اس لئے کہ مسلمان کے عمل خیر سے دوسرے مسلمان کو فائدہ پہنچتا ہے دیکھیں اس کتاب کے گزشتہ اوراق میں ۔(اموات کے لئے صدقات کے فوائد کا ثبوت احادیث کی روشنی میں)

(۴)چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بات(زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ نہیں پہنچتا)یہ ادیان سابقہ میں تھا ان کا دین ہے ہمارا نہیں دیکھیں تفسیر خازن و تفسیر صاوی بلکہ صاحب تفسیر خازن نے تو علماء اجماع کا تذکرہ فرمایا ملاحظہ فرمائیں۔

وفي الحديثين الآخرين دليل على أن الصدقة عن الميت تنفع الميت ويصله ثوابها۔ وهو إجماع العلماء۔

وکذلک أجمعوا علی وصول الدعاء وقضاء الدین۔[300]

(۵)پانچواں جواب: حضرت عمر بن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جن میں زندوں کے اعمال خیر کا ثواب مرحومین کو پہنچتا ہے عنقریب ذکر کروں گا وہی اس کا پانچواں جواب ہے۔

اعتراض

معترضین کا دوسرا اعتراض

جب قاری مال کے حصول کی نیت سے قرآن کریم کی تلاوت کرے تو اسے اجر ملنا محال ہے چونکہ برائے حصول مال اس نے یہ پڑھا ہے لہذا اس کا یہ عمل ہی باطل، پس وہ اگر میت کو ثواب بخشے گا تو مرحوم کو ثواب کیوں ملے گا۔

جواب: بحمدہ تعالیٰ میں اس اعتراض کے بھی پانچ جوابات دیتا ہوں۔

(۱)پہلا جواب یہ ہے کہ تیرا اس عمل کو باطل قرار دینا صرف تیرا قول ہے۔

(۲)بطلان کا قول نہ تو قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسے باطل قرار دیا نہ تابعین میں سے کسی نے اس کو باطل کیا نہ طبقات ثلاثہ میں سے کسی طبقہ کے مجتہد نے اسے باطل کہا نہ اصحاب تخریج نے اس کو باطل قرار دیا نہ اصحاب ترجیح نے اسے باطل کہا۔(تو صرف تیرے باطل کہنے سے کیوں باطل ہو گا)ولکن الوهابية قوم لا يعلمون۔

[300] تفسیر خازن تحت الآیۃ النجم ۳۹۔

دوسرا جواب حدیث سے

(۲) عن رافع بن خديج: العامِلُ على الصَّدَقةِ بالحَقِّ كالغازي في سَبيلِ اللهِ حتى يرجِعَ إلى بيتِه۔[301]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زکوۃ وصول کرنے والا انصاف سے (زکوۃ کے وصول میں کسی پر زیادتی نہ کرے اور اچھا عمدہ مال چھانٹ کر نہ لے تو وہ عامل) ایسا ہے جیسا اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا جب تک اپنے گھر نہ لوٹے۔

دیکھئے ایک عامل (حکومت کی جانب سے زکوۃ جمع کرنے والا ایک تنخواہ دار جس کی ڈیوٹی مسلمانوں سے زکوۃ جمع کرنا ہے اور بیت المال میں لا کر جمع کرنا ہے وہ اپنی ڈیوٹی پر ہے گھر لوٹنے تک مجاہد کی طرح ہے) اجر وثواب اس کو وہی مل رہا ہے اور وہ جو کچھ کر رہا ہے ڈیوٹی پوری کر رہا ہے (پھر بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اتنا ہی اجر وثواب ملے گا جو ایک مجاہد کو مل رہا ہے جبکہ وہ شخص اجرت پر کام کرنے والا ہے مگر ہے نیک کام خدمت خلق پر مامور ہے اجرت لینے کی وجہ سے وہ شخص اجر سے محروم نہیں اور نہ ہی اس کا نیک عمل باطل، جب اس کا عمل باطل نہیں وہ شخص جو قرآن کریم کی تلاوت کرے اس کی نیت مال کی ہو سوا اس کا وہ عمل کیسے باطل ہو گیا اگر اس کے عمل کو باطل کہو گے تو عامل زکوۃ کے عمل اور اجر وثواب کو بھی باطل کہو گے جب اس کو باطل کہو گے تو اللہ کے نبی کریم ﷺ کے قول کو نعوذ باللہ باطل کہو گے اور جب نبی کریم ﷺ کے قول کو باطل کہا تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤ گے، تعلیق مترجم)

---

[301] أخرجه أبو داود (٢٩٣٦)، والترمذي (٦٤٥)، وابن ماجه (١٨٠٩) واللفظ لهم، وأحمد (١٧٣٢٤)

تیسرا جواب تفاسیر سے

علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اس میں تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں کہ تلاش (طلب) کرو اپنے رب کے فضل (رزق) کو (حج میں تجارت کے ذریعے، یہ حکم ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوا جو لوگ اس کو مکروہ سمجھتے تھے) یعنی اگر حاجی حج کے ایام میں تجارت بھی کرے تو جائز ہے بشرطیکہ افعال حج میں تجارت حائل نہ ہو، پھر سوال ہوا کہ حاجی جب حج کرے اور تجارت بھی تو آیا حج کے ثواب میں کوئی کمی واقع ہوئی یا نہ؟

سو اس کا جواب یہ ہے: (جواب تین شقوں پر مشتمل ہے)

شق نمبر (۱): اس کا اصل منشاء و مقصود صرف تجارت ہے۔

شق نمبر (۲): یا دونوں (یعنی حج و تجارت)

شق نمبر (۳): یا صرف حج

شق نمبر (۱) کی وضاحت

اگر اس کا مقصود و مطلوب و منشاء تجارت ہو (یعنی حج کو تابع تجارت بنایا، حج کو صرف ایک ذیلی اور ضمنی درجہ دیا) سو وہ حج جو اس پر فرض تھا وہ حاجی اپنی فرضیت سے تو بری الذمہ ہو گیا، مگر حج کا ثواب نہ ملا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کا حج کا ارادہ نہ ہو اور حج کے دن عرفات میں پہنچا اس کا حج تو، فرض حج سے اس کا ذمہ فارغ ہو گیا مگر حج کا ثواب نہ ملا۔

شق نمبر (۲) یا دونوں، (یعنی حج و تجارت کی وضاحت)

اور اگر دونوں مساوی درجہ میں ہیں تو یقیناً مباح اور منافی اخلاص میں بھی برابر رہیں گے، کیونکہ دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو عالم الغیب ہے۔

شق نمبر (۳) یا صرف حج کی وضاحت

اور اگر ارادہ صرف حج کا ہو اور تجارت حج کے تابع ہو (یعنی تجارت کو حج کے تابع بنایا، اس طرح کہ ارادہ صرف حج کا کیا اور ساتھ ساتھ تجارت بھی کرنے لگا جیسے کوئی حاجی حالت احرام میں عرفات کے دن حاجیوں کے کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرنے لگے یا منیٰ و مزدلفہ میں حالت احرام میں ہی کچھ اشیاء خریدے اور بیچے) تو اس صورت میں اسے دنیا اور آخرت دونوں مل گئے، (یعنی تجارت کے ذریعہ اس کو دنیا مل گئی اور حج کے ذریعہ بروز حشر جہنم سے محفوظ ہوا، تعلیق مترجم)

تمام شقوں پر غور کرنے کے بعد سمجھو کہ جب نیت حج اور تجارت کی تھی یا صرف حج کی دونوں صورتوں میں وہ حاجی نہ حج سے محروم اور نہ تجارت کرنے سے اس کا عمل حج باطل، دونوں صحیح۔ دیکھئے اس کا ارادہ حج کا بھی ہے جو فرض عبادات میں سے ہے اور تجارت کا ارادہ بھی ہے جس کے ذریعہ مال بھی ملے گا تو کیا اس کا حج باطل ہو گیا یا نہیں؟ سو جب تجارت سے اس کا حج باطل نہ ہوا تو اگر کوئی قرآن کریم کی تلاوت کرے اور نیت مال کی ہو تو اس کا یہ عمل کیونکر باطل ہوا؟ تعلیق مترجم

چوتھا جواب

صاحب مرقات لکھتے ہیں:

(۴) غزا الله ولم يقصد الغنيمة لقوله تعالى منكم من يريد الدنيا أي الغنيمة أيضا ومنكم من يريد الآخرة أي الأجر فقط مرقات۔[302]

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص جہاد کرتا ہے اور نیت غنیمت کے حصول کی کرتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (منكم من

[302] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱۱، ص ۴۷۹

یرید الدنیا) تم میں بعض وہ ہیں جو دنیا چاہتے ہیں (یعنی مال غنیمت بھی) (ومنکم من یرید الآخرۃ) اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو آخرت چاہتے ہیں۔

(غور فرمایا آپ نے کہ ایک شخص جہاد کر رہا ہے جو عبادت ہے اور نیت مال غنیمت کے حصول کی ہے تو فرمایا گیا (فلا شک ان لہ اجر) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو اجر ملے گا جب مجاہد جس کی نیت مال غنیمت کے حصول کی ہے پھر بھی اس کا یہ نیک عمل باطل نہیں تو اگر ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کرے جو یقیناً نیک کام ہے مگر اس کی نیت مال کے حصول کی ہے سو اس کا نیک عمل کیونکر باطل ہو گا؟ جیسے اس کا عمل اس نیت سے باطل نہیں اسی طرح تالیٔ قرآن کا عمل اس نیت سے باطل نہ ہو گا، تعلیق مترجم)

پانچواں جواب حدیث مرفوع سے

(۵) من قرأ سورۃَ الواقعۃِ في لیلۃٍ لم تُصِبہُ فاقۃٌ أبدًا.

حضور پر نور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں جو شخص ہر رات سورۃ الواقعۃ کی تلاوت کرے گا اسے کبھی فاقہ نہ ہو گا۔

(غور فرمائیں کہ حضور پر نور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فاقوں سے بچنے کے لئے سورۃ الواقعہ کا وظیفہ ارشاد فرمایا اب اگر کوئی فاقہ زدہ یہ سورۃ اس نیت سے پڑھتا ہے کہ مجھے مال ملے تاکہ میرا فاقہ ختم ہو جائے اور مال مل جائے تو کیا وہ سورۃ الواقعہ کے پڑھنے کے اجر و ثواب سے محروم ہو گیا؟ نہیں محروم نہ ہوا اور نہ ہی مال ملنے کی نیت کی بناء پر اس کا عمل باطل ہوا بلکہ دنیا کا مال بھی ملا فاقے بھی ختم ہوئے اور آخرت کا ثواب بھی ملے گا، ہم خرمہ ہم ثواب، جب سورۃ الواقعہ کو مال ملنے کی نیت سے پڑھنے کی بناء

پر اس کا عمل باطل نہ ہوا تو پورا قرآن کریم اگر مال کی نیت سے پڑھا جائے تو تالی کا یہ نیک عمل کیونکر باطل ہو گا؟ تعلیق مترجم)

اعتراض

آخِرُ ما عَهِدَ إليَّ رَسولُ الله ﷺ الیٰ عثمان بن أبي العاص الثقفي أتَّخِذَ المؤذِّنَ لا يأخُذُعلى أذانِه أجرًا۔[303]

حضور پر نور ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا (عثمان) ایسا مؤذن مقرر کر جو اذان پر اجرت نہ لے۔

جناب والا، اذان نیک عمل ہے، اگر نیک عمل پر اجرت لینا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ حضرت عثمان بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے مؤذن رکھنے سے کیوں منع فرماتے جو اذان پر اجرت لے؟

اعتراض (۲)

قال رسول الله ﷺ اقرَءُوا القُرآنَ ولاتَأكُلوا به[304]

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم پڑھو مگر قرآن کے ساتھ کھاؤ نہیں۔

معلوم ہوا کہ نیک عمل پر کچھ لے لینا جائز نہیں، ورنہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم پڑھنے پر کھانے سے منع نہ فرماتے۔ (قرآن پر کھاؤ نہیں یعنی قرآن کریم پڑھ کر)۔

---

[303] شعيب الأرنؤوط (ت ١٤٣٨)، تخريج مشكل الآثار ٦٠٠٠• إسناده صحيح على شرط مسلم

[304] ابن عبد البر (ت ٤٦٤)، الاستذكار ٤/٤٢٠• مرفوع ضعيف • أخرجه أحمد (١٥٥٧٤)، وأبو يعلى (١٥١٨)، والطحاوي في «شرح معاني الآثار» (٤٢٩٦) باختلاف يسير

تین جوابات

هذا تهديد على فوت العزيمة و الإخلاص و حديث ابن عباس من كان لبيان الرخصة[305]

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ منع فوت عزیمۃ اور اخلاص کے لئے ہے اور سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان رخصت کے لئے ہے۔

دوسرا جواب

علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(۲) عبادت تعلیم حسبة اللہ تعالیٰ کردہ بود، پس مکروہ پنداشت کہ ضائع شود۔ اخلاص او و فوت شود عمل او بعزیمۃ و آنچہ بالا گزشتہ بیان رخصت بود۔[306]

علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تعلیم عبادت الٰہی ہے سو کیسے ہو سکتا ہے کہ عزیمت کی وجہ سے اس کا اخلاص ضائع ہو جائے اور اس کا عمل فوت ہو جائے اور وہ جو پہلے گزرا وہ بیان رخصت ہے۔

تیسرا جواب

عن عمرو بن سلمة و كانت علي بردة كنت إذا سجدت تقلصت عني فقالت امرأة من الحي ألا تغطون عنا است قارئكم ؟ فاشتروا فقطعوا لي قميصا فما فرحت بشيء فرحي بذلک القميص۔[307]

حضرت عمر بن سلمہ رضہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں (صغر سنی میں) قوم کا امام بنا، میں ان کی امامت کرتا تھا (غربت کی بنا) میرے جسم پر (صرف) ایک چادر تھی جب میں سجدہ کرتا تو وہ چادر

---

[305] فتح الودود في شرح سنن أبي داود، ج۳، ص ۵۴۵

[306] اشعة اللمعات

[307] صحيح البخاري، ج۴، ص ۱۵۶۴۔ صحيح مسلم، نسائی

میرے جسم سے پھسل جاتی (جس کی وجہ سے کچھ اعضائے بدنیہ ظاہر ہوتے) سو اس قبیلے کی ایک خاتون نے (قوم سے) کہا کہ تم اپنے امام کے اعضاء کیوں نہیں ڈھانپتے ہو، سو (قوم) نے میرے لئے قمیص کا کپڑا خرید کر اس سے میرے لئے قمیص سلوائی، مجھے اس قمیص سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ اتنی خوشی مجھے کسی چیز سے حاصل نہ ہوئی تھی۔

دیکھئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے امام کو قمیص امامت کی وجہ سے دی حالانکہ امامت طاعات میں سے اعظم الطاعات ہے، صحابی قبول کرتا ہے اور خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اگر طاعات پر کچھ لینا منع ہوتا تو یہ صحابہ اسے قمیص کیوں دیتے اور وہ صحابی اس پر خوشی کا اظہار کیوں کرتا۔

اعتراض

فهذا مجموع ما أفتى به المتأخرون من مشايخنا وهم البلخيون على خلاف في بعضه مخالفين ما ذهب إليه الإمام وصاحباه۔[308]

وہ مسائل مجموعی جن کے (جواز پر) ہمارے مشائخ میں سے علماء احناف بلخ نے جو فتویٰ دیا ہے (کہ یہ جائز ہیں) جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (ابویوسف، و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) اس کے خلاف ہیں (یعنی ہمارے آئمہ ثلاثہ نے اس کے برعکس فتویٰ دیا)۔

[308] ردالمحتار علی الدر المختار، ج٦، ص ٥٦

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

پہلا جواب یہ ہے کہ شامی کا فرمانا (فهذا مجموع ما أفتى به المتأخرون) صحیح نہیں، کیونکہ (مجموع) لفظ مجموع، تعلیم القرآن، فقہ، امامت، اذان، تکبیر، وعظ، تبشیر، وانذار سب کو شامل ہے، یہ کہہ کر معترض (اعتراض کرنے والا) تلاوت مجردہ (صرف تلاوت قرآن) جو درحقیقت مفتٰی بہ قول ہے (یعنی جس کے جواز پر فتویٰ دیا گیا ہے) سو معترض اپنے اس قول (مجموع) کے ساتھ مفتٰی بہ قول کو بھی خارج کر رہا ہے، میں کہتا ہوں کہ معترض کا مقصود و مطلوب سراسر غلط ہے، کیونکہ تلاوت مجردہ قبروں کے پاس بقول مختار جائز ہے۔

آنے والے دلائل میں کثیر التعداد فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے معترض کے قول کا (یجوز وهو المختار کہہ کر) رد کیا ہے۔

وجہ دوم

دوسرا جواب یہ ہے کہ مشائخ متاخرین احناف صرف بلخی تو نہیں، جبکہ معترض (المتاخرون من مشائخنا وهم البلخيون) کہکر یہ تأثر دینا چاہتا ہے کہ مشائخ متاخرین احناف صرف بلخی ہیں یہ غلط ہے یہ حصر صحیح نہیں، کیونکہ متأخرین علماء احناف میں بھی کوئی بھی مخالف نہیں، دیکھئے قول ثانی، جو پہلے گزر چکا ہے (سب نے اسی پر فتویٰ دیا ہے کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے۔)

احناف متاخرین مجتہدین کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عصام بن یوسف۔

(۲) حضرت نصیر بن یحیٰی۔

(۳)حضرت ابی نصر بن سلام۔

(۴)حضرت فقیہ ابو اللیث السمر قندی۔

(۵)حضرت صاحب محیط۔

(۶)حضرت امام الفضلی۔

(۷)حضرت صاحب خلاصۃ الفتاویٰ۔

(۸)حضرت شیخ ظہیر الدین المرغینانی۔

(۹)حضرات بلخ عموماً

(۱۰)حضرت رکن الاسلام الکرمانی

(۱۱)حضرت شمس الائمہ السرخسی

(۱۲)حضرت صاحب الذخیرہ

(۱۳)حضرت امام قاضی خان رحمہم اللہ تعالیٰ

فتذکر و تدبر، سوائے معترض اسے یاد کر اور اس میں غور و فکر کر۔

وجہ سوم

وجہ سوم یہ ہے، مخالفین کا طنزاً وطعناً یہ کہنا (**لما ذھب الیہ الامام و صاحباہ**) غلط ہے، کیونکہ بعض مسائل میں متأخرین نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مخالفین کو ترجیح دی ہے، در مختار اور شامی کے مقدمہ میں موجود منقول ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متأخرین مجتہدین کو اس بات کی اجازت دی ہے نیز اس قول (**لما ذھب الیہ الامام و صاحباہ**) کے تسلیم کرنے سے مجتہدین اور اصحاب تخریج کو دین کے کام سے روکنا ہے۔

وجہ چہارم

وجہ چہارم یہ ہے! متقدمین کے قول لا یجوز الاستجیار سے یہ سمجھنا کہ اس سے مراد لا یجب الاجرۃ ہے، غلط ہے، کیونکہ متقدمین کے اس قول کا صحیح مطلب اخذ الاجرۃ ہے، اور متاخرین کا فتویٰ وجوب الاجرۃ پر ہے، سو وجوب الاجرۃ، اخذ الاجرۃ کے جواز کو شامل ہو گیا۔

اعتراض

صاحب شامی لکھتے ہیں:

ظهر لک بهذا عدم صحة ما في الجوهرة من قوله واختلفوا في الاستئجار على قراءة القرآن مدة معلومة۔

قال بعضهم: لا يجوز: وقال بعضهم: يجوز وهو المختار اهـ والصواب أن يقال على تعليم القرآن، فإن الخلاف فيه كما علمت لا في القراءة المجردة فإنه لا ضرورة فيها، فإن كان ما في الجوهرة سبق قلم فلا كلام، وإن كان عن عمد فهو مخالف لكلامهم قاطبة فلا يقبل۔[309]

صاحب جوہرہ نے کہا ہے کہ اگر کسی نے ایک متعین کردہ مدت تک قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے کسی کو متعین کیا تو (تعین مدت کی وجہ سے تالی قرآن کو) تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(سو، صاحب الجوهرة النيرة نے کہا)

اس میں علماء احناف کی دو رائے ہیں:

ایک گروہ کہتا ہے اس صورت میں اجرت لینا جائز نہیں، (قال بعضهم لا يجوز)

اور دوسرا گروہ کہتا ہے اس صورت میں اجرت لینا جائز ہے، (وقال بعضهم يجوز)

---

[309] ردالمحتار على الدر المختار، ج٦، ص ٥٦

البتہ دونوں میں مختار مذہب کون سا ہے

(تو صاحب الجوہرۃ النیرۃ فرماتے ہیں) دونوں اقوال میں (وقال بعضهم يجوز وهو المختار) مختار قول یہ ہے کہ اجرت لینا جائز ہے۔

صاحب شامی فرماتے ہیں کہ صاحب الجوهرة النيرة کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ آیا تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اصل اختلاف اس میں ہے

نہ کہ صرف قرآن کریم پڑھنے میں، (اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کیونکہ صاحب خانہ کے کہنے پر اس کے گھر یا دوسری جگہ قاری کا آکر قرآن پڑھنے پر اپنا وقت صرف کرنے پر اجرت لینا تو جائز ہے، اس میں تو کسی قسم کا اختلاف نہیں)

اصل اختلاف تو اس میں ہے کہ آیا مدت کے تعین سے قرآن کریم پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

صاحب شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ:

جوہرۃ النیرۃ میں یہ کلمات (وقال بعضهم يجوز وهو المختار) مختار قول یہ ہے کہ اجرت لینا جائز ہے (اس کی دو شقیں ہیں)

(۱) یا تو سبقت قلم ہے (لکھنے میں لغزش کا احتمال ہے جسے فقہاء سبقت قلم سے تعبیر کرتے ہیں)

(۲) یا صاحب الجوهرة النيرة نے عمداً قصداً یہ لکھا ہے:

شق اول کے مطابق اگر سبقت قلم ہے پھر تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں (کہ انسان سے خطا اور لغزش کا وقوع ممکن ہے)

شق دوم! کے مطابق اگر یہ بات صاحب الجوهرة النيرة نے عمداً قصداً کہی ہے سو حالت قصد وعمد میں یہ بات علمائے اعلام و مقتدیان انام کے قول قاطبہ (قول محکم) کے خلاف ہے۔

میں بحمدہ تعالیٰ کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

میں کہتا ہوں کہ معترض کا صاحب الجوهرة النيرة کے ان کلمات (وقال بعضهم يجوز وهو المختار) مختار قول یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے کو (سبق قلم، سبقت قلم) تعبیر کرنا اور پھر اسے غلط قرار دینا ہی بڑی غلطی ہے۔

کیونکہ الجوهرة النيرة میں قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے کے جواز پر (يجوز وهو المختار) کے الفاظ ہیں اور اس سے قبل قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے کے جواز پر جو دلائل گزرے ہیں ان میں یہ الفاظ (المفتٰی بہ، یعنی وہ قول جس پر فقہاء کا فتویٰ ہے یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے) کے الفاظ موجود ہیں۔

حتیٰ يجبر علی دفع الاجر الی المعلم و عليه الفتویٰ، وَالْفَتْوَى فِي زَمَانِنَا عَلَى وُجُوبِ الْأُجْرَةِ[310]

وجہ دوم

وجہ دوم یہ ہے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مرادی معنی سے ناواقف ہیں، کیونکہ فقہاء کے اس قول (لايجوز

---

[310] العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ٢، ص ١٢٦

الاستیجار) کا معنیٰ لایجب الاجر ہے نہ کہ یحرم یا یکرہ کما مر من المبسوط و الخلاصۃ الفتاویٰ و عینی الھدایۃ، و عینی البخاری، و غیرھا فتذکر)

(یعنی صاحب مبسوط و دیگر فقہاء کرام نے لایجب الاستیجار کا معنیٰ مرادی یوں کیا ہے کہ لا یجوز الاستیجار کا مطلب لا یجب الاجر اجرت واجب نہیں، فقہاء نے اس کا مطلب یہ تو بیان نہیں کیا کہ لا یجوز الاستیجار کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ معنیٰ ہوا یحرم کہ یہ اجرت حرام، یہ کسی فقیہ نے نہیں کہا۔

اور نہ ہی فقہاء نے لا یجوز الاستیجار کا مطلب یہ بیان کیا کہ لا یجوز الاستیجار ای یکرہ کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ مطلب ہو کہ یہ اجرت مکروہ ہے)

معلوم ہوا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تسامح ہوا۔

وجہ سوم

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں:

وَالَّذِي ظَهَرَ لِي أَنَّهُ مَبْنِيٌّ على قَوْلِ أبي حَنِيفَةَ بِكَرَاهَةِ الْقِرَاءَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ فَلِذَا يَبْطُلُ التَّعْيِينُ وَالْفَتْوَى على قَوْلِ مُحَمَّدٍ من عَدَمِ كَرَاهَةِ الْقِرَاءَةِ عِنْدَهُ كما في الْخُلَاصَةِ فَيَلْزَمُ التَّعْيِينُ۔[311]

صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں، یہ قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر مبنی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے مگر امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ نہیں اور یہی قول مختار ہے، جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ذکر کیا گیا ہے پس اجرت کا تعین لازم ہے، میں کہتا ہوں کہ اب تو بات بالکل واضح ہو گئی۔

---

[311] البحر الرائق، ج۵، ص ۲۴۶

وجہ چہارم

صاحب الجوھرۃ النیرۃ نے اپنے قول میں مدت معلوم کی قید لگائی، فرمایا کہ اگر کسی نے ایک متعین کردہ مدت تک قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے کسی کو متعین کیا تو (تعین مدت کی وجہ سے تالی قرآن کو) تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔

جب کہ یہی بات قول ثالث میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے، اسے دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

(قول ثالث کا خلاصہ: اس ضمن میں فقہاء کا تیسرا نظریہ یہ ہے کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قید زمانی کے ساتھ مقید ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کے ساتھ جائز ہے، اور اگر طاعات پر اجارہ قید مکانی یا قید زمانی کی قید سے مستثنیٰ ہو (یعنی تعلیم پر عقد اجارہ میں زمان یا مکان کی قید نہ ہو) تو پھر وہ اجارہ ناجائز، کیونکہ پھر اجارہ نفس طاعت پر ہو گا اور یہ ناجائز ہے) یعنی جوھرۃ النیرۃ اور قول ثالث میں مطابقت ہے۔

وجہ پنجم

پانچویں وجہ یہ ہے کہ مدۃ معلومہ کی قید صرف صاحب جوھرۃ النیرۃ کا قول نہیں، بلکہ یہ قول اکثر مجتہدین و معتبر علماء اعلام سے منقول ہے، مثلاً صاحب خلاصۃ الفتاویٰ جو مجتہد ہیں اور صاحب فتاویٰ قاضی خان (یہ بھی مجتہد ہیں)

اس پر مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں، ان دلائل کو سوال وجواب کی صورت میں ذکر کروں گا۔

سوال: کیا قرآن کریم کی تلاوت قبروں کے پاس جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صاحب فتاویٰ الولوالجی لکھتے ہیں:

(۱) وهل قرأة القرآن عند القبور مكروهة تكلموا فيه قال ابو حنيفة يكره و قال محمد رحمة الله تعالیٰ علیه لا يكره و مشائخنا اخذوا بقول محمد رجل مات فاجلس وارثه رجلا يقرء القرأن على قبره تكلموا فيه منهم من كره ذلك والمختار انه ليس بمكروه، ويكون المأخوذ به في هذا الباب قول محمد ولهذا حكى عن الشيخ ابى بكر العياض انه اوصىٰ عند موته بذلك ولو كان مكروها لما اوصى به[312]

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کیا قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے، صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب دیتے ہیں، اس مسئلہ میں فقہاء کے دو نظریئے ہیں:

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مکروہ ہے۔

(۲) جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، مکروہ نہیں۔

البتہ علماء احناف نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو ترجیح دی اور اسی پر عمل کیا۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے، اور مرحوم کے ورثاء اس کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے قاری کو بٹھائے (تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟)

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس میں بھی فقہاء نے کلام فرمایا۔

---

[312] ذکرہ الولوالجی شلبی ج ۱، ص ۲۴۶

یعنی اس میں بھی دو نظریئے ہیں:

(۱) ایک نظریہ کے مطابق قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مکروہ ہے (منهم من کره ذلک)۔

(۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مکروہ نہیں۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مختار قول یہی ہے (والمختار انه ليس بمكروه)۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس باب میں (یعنی اس مسئلہ میں) امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہی نافذ العمل ہو گا۔ (ويكون الماخوذ به في هذا الباب قول محمد رحمةالله تعالىٰ عليه)

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اسی بناء پر شیخ ابوبر العیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ قریب المرگ ہوئے تو آپ نے وصیت فرمائی کہ جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو میری قبر کے پاس قاری کو بٹھانا تاکہ وہ میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرے۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر قرآن پڑھوانا ناجائز ہوتا، تو حضرت شیخ ابو بکر العیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی وصیت کیوں فرماتے؟ اتنے عظیم فقیہ کا اس انداز سے وصیت فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قبر کے پاس قاری کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے بٹھانا جائز ہے۔

صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ فرماتے ہیں:

وفی التتارخانیة رجل مات فاجلس وارثه رجلا علیٰ قبره یقرأ القرأن قال بعضهم یکره والمختار انه لا یکره والاشبه انه ینتفع به المیت۔[313]

صاحب تتارخانیہ فرماتے ہیں:

کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے اور مرحوم کے ورثاء اس کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے قاری کو بٹھائے تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

صاحب تتارخانیہ فرماتے ہیں:

اس میں فقہاء کے دو نظریئے ہیں:

بعض نے فرمایا ہے، مکروہ ہے۔(قال بعضهم یکره)

اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے، مختار قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں،(والمختار انه لا یکره)۔

صاحب تتارخانیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے نزدیک احوط قول یہ ہے اس سے صاحب مزار کو فائدہ ہوگا۔

صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں:

واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراهة۔[314]

(صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں) قبروں کے پاس قاریوں کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کریں، سو اس مسئلہ میں فقہاء نے اختلاف فرمایا ہے، مگر مختار قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔(والمختار عدم الکراهة)

---

[313] تتارخانیة تکلمة البحر، ج ۸

[314] فتح القدیر، کبیری، جنائز ۲۵۶

صاحب جوهرة النيرة اور صاحب سراج الوهاج لکھتے ہیں:

اخْتَلَفُوا فِي الِاسْتِئْجَارِ عَلَى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الْقَبْرِ مُدَّةً مَعْلُومَةً قَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوزُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَجُوزُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ۔[315]

صاحب جوهرة النيرة اور صاحب سراج الوهاج فرماتے ہیں:

مدت معلومہ کی صورت میں قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر قرآن کریم کی تلاوت کروانے پر اجرت دینے (اور اجرت لینے میں) فقہاء نے اختلاف فرمایا ہے، بعض فرماتے ہیں جائز نہیں جبکہ بعض فرماتے ہیں جائز ہے اور یہی قول مختار ہے۔(وقال يجوز وهو المختار)

صاحب در مختار لکھتے ہیں

لا يكره إجلاس القارئين عند القبر وهو المختار[316]

صاحب در مختار فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس قاریوں کو قرآن کریم کی تلاوت کے لئے بٹھانا مکروہ نہیں، اور یہی مختار ہے۔(وهو المختار)

صاحب شامي و صاحب مراقي الفلاح لکھتے ہیں:

ولا يكره الجلوس للقراءة على القبر في المختار لتأدية القراءة بالسكينة والتدبر والاتعاظ[317]

صاحب شامي اور صاحب مراقي الفلاح فرماتے ہیں:

مختار قول کے مطابق قبر کے پاس قاری کا قرآن کریم تلاوت کے لئے بیٹھنا مکروہ نہیں، تاکہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کی جاسکے۔

---

[315] الجوهرة النيرة، ج۳، ص ۴۱

[316] الدر المختار، ج۲، ص ۲۴۵

[317] مراقي الفلاح، ج۱، ص ۲۳۳

صاحب عینی الهدایة لکھتے ہیں:

و لا باس بقراءة القراٰن عند القبور و لکن لا یجلس علی القبر۔

صاحب عینی الهدایة فرماتے ہیں، قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں قبروں کے اوپر بیٹھنا منع ہے[318]

صاحب سادة المتقین شرح احیاء العلوم لکھتے ہیں:

ان الاستیجار لقراءة القراٰن علی راس القبر مدة معلومة جائز کالاستیجار للاذان و تعلیم القراٰن ان کانت القراءة علی القبر فیستحق الاجر و ینتفع المیت بالقراءة و یخفف عنه العذاب بذٰلک قال فی تکملة البحر الجزء الثامن و فی التتارخانیة رجل مات فاجلس وراثه رجلا، علی قبره یقراء القراٰن قال بعضهم یکره و المختار انه لا یکره و الاشبه انه ینتفع به المیت[319]

صاحب سادة المتقین شرح احیاء العلوم تکملة البحر کی آٹھویں جزء سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قبر کے سرہانے مدۃ معلومہ تک اگر قاری کو بٹھایا جائے تاکہ وہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرے، تو اسے اجرت دینا (اور قاری کا اجرت لینا) جائز ہے، یہ ایسا ہی جائز ہے جیسے کوئی شخص اذان اور تعلیم قرآن پر اجرت لیتا ہے، جیسے اذان اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ویسے ہی قبر کے پاس قاری کو مدۃ معلومہ کے لئے بٹھا کر قرآن کریم کی تلاوت کروا کر اسے اجرت دینا جائز)۔

---

[318] عینی الهدایة الجنائز، ص ۱۳۲

[319] سادة المتقین، شرح احیاء العلوم

صاحب سادۃ المتقین فتاویٰ تتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہ اگر کوئی مسلمان وفات پاجائے اور مرحوم کے ورثاء اس کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے قاری کو بٹھائیں (تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟)

صاحب تتارخانیہ فرماتے ہیں:

اس میں فقہاء کے دو نظریئے ہیں:

بعض نے فرمایا ہے، مکروہ ہے (قال بعضهم يكره)

اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے، مختار قول یہ ہے مکروہ نہیں، (والمختار انه لا يكره)

صاحب فتاویٰ تتارخانیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے نزدیک احوط قول یہ ہے کہ اس سے صاحب مزار کو فائدہ ہوگا۔

صاحب فتاویٰ قاضی خان لکھتے ہیں:

وإن قرأ القرآن عند القبور إن نوي بذلک أن يؤنسهم صوت القرآن فإنه يقرأ فإن لم يقصد ذلک فالله تعالى يسمع قراءة القرآن حيث كانت۔[320]

صاحب فتاویٰ قاضی خان فرماتے ہیں:

کہ اگر قبروں کے پاس قرآن کریم اس نیت سے پڑھا جائے کہ اہل قبور قاری کی آواز سن کر موانست حاصل کریں تو (اچھی بات ہے پھر تو قبروں کے پاس) قرآن پڑھے (کوئی حرج نہیں) اور اگر یہ مقصود نہ ہو تو پھر قاری جہاں سے بھی پڑھ (کر ایصال ثواب کرے) تو اللہ جل جلالہ اس کی تلاوت کو ہر جگہ سنتا ہے، اور تلاوت کا ثواب مرحوم کو پہنچتا ہے۔

---

[320] فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۲۶۰

کلام مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر موانست کے حصول کی نیت نہ بھی ہو تب بھی قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مرحومین کو مل جاتا ہے۔

صاحب طحطاوی فرماتے ہیں:

والمختار جواز الاستیجار علی قراءۃ القرأن علی القبور مدۃ معلومۃ کما فی الطحطاوی حاشیۃ الدر المختار فی باب الاجارۃ الفاسدۃ ثم خزینۃ الاسرار۔

صاحب طحطاوی فرماتے ہیں:

کہ مدت معلومہ کی قید کے ساتھ قبروں کے پاس تلاوت کرنے والے کو اجرت دینا اور تالی قرآن کا اجرت لینا مختار قول کے مطابق جائز ہے۔

اعتراض

ان القربۃ متیٰ حصلت وقعت عن العامل ولھذا تتعین اھلیتہ و نیتہ فلا یجوز لہ اخذ الاجرۃ من غیرہ کما فی الصوم والصلوٰۃ۔

اعتراض یہ ہے کہ جناب والا

جب عامل (عامل سے مراد نیکی کرنے والا شخص) کوئی بھی نیکی کرتا ہے، سو یہ اسی کا عمل شمار ہو گا (اسی کی عبادت شمار ہو گی اس لئے کہ یہ عبادت اسی سے واقع ہوئی) کیونکہ اس کی نیت و اہلیت متعین ہے، سو اس عامل کے لئے دوسروں سے عبادت پر اجر حاصل کرنا جائز نہیں۔

جیسے روزہ اور نماز وغیرہ ہے۔

جواب

اس اعتراض کے بحمدہ تعالیٰ میں دو جوابات دیتاہوں، پہلا جواب یہ ہے کہ:

(ا) اے معترض تیرا اعتراض یہ ہے کہ عبادت کرنے والا جو بھی عبادت کرتا ہے، وہ اسی کے ساتھ مختص ہوگی، اس عبادت کا وقوع اس ہی سے ہوگا، یعنی اپنی عبادت سے دوسروں کو نفع نہیں پہنچا سکتا، جب ہی تو وہ اپنے اس عمل پر اجرت حاصل نہیں کر سکتا۔

تیرا یہ اعتراض غلط ہے اس لئے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک عامل کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے نیک عمل کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشے خواہ وہ نیک عمل نفلی نماز ہو یا نفلی روزے ہوں، حج ہو یا صدقہ، یا تلاوت قرآن کریم، یا ذکر الٰہی جل جلالہ، یوں ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات مقدسہ کی زیارت کا ثواب یا اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارتیں، ان تمام حسنات وعبادات کا ثواب مرحومین کو بخشا جا سکتا ہے۔[321]

دوسرا جواب

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ صاحب بحر الرائق نے اس اعتراض کا جواب اس انداز سے دیا ہے، كَذَا قالوا وَيُنْتَقَضُ هذا بِمَا ذَكَرُوا في بَابِ الْحَجِّ عن الْغَيْرِ أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عن الْآمِرِ صاحب بحر الرائق کہتے ہیں اے معترض فقہاء کے اقوال (أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عن الْآمِرِ) کے ساتھ تیرے اس اعتراض کی دھجیاں بکھر گئیں، فقہاء کرام علیہم الرضوان نے لکھا کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کہے کہ میری جانب سے حج کر لو اور دوسرا مسلمان حج کا حکم دینے والے مسلمان کی جانب سے حج کرلے تو فقہاء نے لکھا (أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عن الْآمِرِ) یہ حج حکم دینے والے کی جانب سے ہوگا۔

---

[321] هداية الغاية السروج، فتح القدير، درمختار، ردالمختار، شرح الصدور، عالمگیری ج ١، ص ١٦٦

دیکھا آپ نے کہ عمل کوئی کر رہا ہے اور وہ عبادت کسی کی جانب سے واقع ہو رہی ہے جب کہ یہ حج بدل ہے عامل کوئی نفلی حج بھی نہیں کر رہا بلکہ فرض حج ہے، پھر بھی یہ حج جسے حج بدل کہتے ہیں اُمر (حج بدل کا حکم دینے والا) کی جانب سے ہی شمار ہو گا، کیونکہ اس حج سے اُمر کا ذمہ فارغ ہو گا نہ کہ عامل کا۔

مزید براں تو نے اپنے اعتراض کے لئے جس عبارت کو دلیل بنایا اس عبارت میں یہ جملہ (فلا یجوز له اخذ الاجرة من غیره) سو عامل کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان حسنات پر کسی سے اجرت لے، اس جملے کے بحمدہ تعالیٰ میں نے اتنے دلائل دیئے ہیں کہ اب جملے کی کوئی حیثیت نہ رہی۔

سوال

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ تبین المحارم میں عبارات صحیحہ کے ساتھ اس مسئلہ کی تردید میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ انہوں نے جن عبارات سے استدلال کیا ہے وہ صریح ہیں۔

جیسے کہ حضرت تاج الشریعة نے شرح الهدایة میں فرمایا ہے:

بالقران مثل أن یستأجر رجلا یقرأ علی رأس قبر، قیل: هذه القراءة لا یستحق بها الثواب لا للمیت و لا للقارئ و قال العینی فی شرح الهدایة و یمنع القاری للدینا و الاخذ و المعطی اثمان۔[322]

اگر اجرت پر قرآن کریم پڑھا جائے سو اس صورت میں ثواب کا مستحق نہ تو قاری ہو ا اور نہ ہی مرحوم کو بخشنے کا ثواب ملے گا، اور عینی شرح الہدایۃ میں فرمایا ہے کہ (قاری اگر دنیا کے حصول کے لئے قرآن پڑھتا ہے تو) اسے روکا جائے، نیز قرآن کریم کی تلاوت کر کے اجرت دینے والا اور اجرت لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

---

[322] شامی، ج۵، ص ۳۵

جواب اول

اس سوال کے دوجواب ہیں

پہلا جواب یہ ہے کہ اجارہ مصرح جائز ہے، دیکھئے نھایة، چم، بحر الرائق

جواب دوم

و فی الروضة و فی زماننا یجوز للامام و المؤذن و المعلم اخذ الاجرة و مثله فی العنایة و الکفایةو الامام الخیر الاخریٰ۔

کتاب الروضۃ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں امام اور مؤذن اور معلم کے لئے اجرت اپنے عمل (یعنی معلم قرآن کو قرآن کریم پڑھانے کا، اور موذن کو اذان دینے کی اجرت لینی چاہیئے) اسی طرح کتاب العنایۃ، کتاب الکفایۃ میں ہے اور یہی قول حضرت علامہ امام الخیری اخری کا بھی ہے۔

سوال

سوال: قنیہ (نام کتاب) میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اس شرط پر کوئی شے وقف کی کہ اس کے عوض میں میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، سو یہ تعین باطل ہے۔ اور کتاب الوصایا میں علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے کے لئے وصیت کی کہ جو بھی میری قبر کے پاس قرآن پڑھے گا تو اس کے عوض اسے مال دیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔

میں بحمدہ تعالیٰ کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

صاحب بحر لکھتے ہیں:

قال فی البحر فی الوقف ان ھذا البطلان مبنی علی (ظاھر) غیر المفتیٰ بہ و المفتیٰ بہ، جواز اخذ الاجرۃ وتعین المکان، بحر و قف

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب البحر (باب الوقف میں) لکھتے ہیں کہ تم نے جس بطلان کا ذکر کیا ہے سو یہ بطلان غیر مفتیٰ بہ قول پر مبنی ہے (ان ھذا البطلان مبنی علی (ظاھر) غیر المفتیٰ بہ) اور جو مفتی بہ قول ہے اس کے مطابق تعین مکان اور اجرت لینا جائز ہے۔

(المفتیٰ بہ جواز اخذ الاجرۃ وتعین المکان)

وجہ دوم

قال صاحب البحر فی الوقف والذی ظھر لی انہ مبنی علی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکراھۃ القراءۃ عند القبر و المختار قول محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ من عدم الکراھۃ القراءۃ عند القبر کما فی الخلاصۃ، بحر وقف۔

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ اپنی رائے پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب خلاصۃ الفتاویٰ (باب الوقف میں) لکھتے ہیں، میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ (بطلان وصیت) اس قول پر مبنی ہے جس قول میں امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے،

انہ مبنی علی قول ابی حنیفۃ بکراھۃ القراءۃ عند القبر۔

جبکہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں، یہی مختار قول ہے (والمختار قول محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ من عدم کراھة القراءة عند القبر)

وجہ سوم

صاحب حموی الاشباہ لکھتے ہیں:

قال الحموی و فی مجمع الفتاویٰ الوصیة بالقراءة علی القبر باطلة و لکن ھذا لم یعین القاری و اما اذا اؤعینه فینبغی ان یجوز علی وجه الصلة۔ (حموی الاشباہ)

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب حموی الاشباہ مجمع الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی وصیت کرنا اس صورت میں باطل ہے جب قرآن پڑھنے والے کا تعین نہ ہو (یعنی جب قاری متعین نہ ہو)

اور اگر قاری متعین ہو پھر بحیثیت اجرت قاری کو دینا جائز ہے۔

وجہ چہارم

صاحب حموی الاشباہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و یفھم من قول مجمع الفتاویٰ ان الوصیة بالقراءة انما بطلت لعدم جواز الاجارة علی القراءة و ینبغی ان یکون صحیحة علی المفتیٰ به من جواز الاجارة علی الطاعة کما ھو مذھب عامة العلماء المتاخرین۔ (حموی الاشباہ)

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب حموی الاشباہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجمع الفتاویٰ کے قول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وصیت کرنا کہ میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کی جائے سو یہ وصیت باطل ہے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجارہ جائز ہی نہیں۔

جبکہ میں کہتا ہوں کہ متأخرین علماء احناف کے مذہب و مفتٰی بہ قول کے مطابق طاعات پر اجارہ (یعنی اجرت لینا) صحیح و جائز ہے۔

سوال

جناب والا! قبر کے پاس قرآن کریم پڑھ کر اس کی اجرت لینا بدعت ہے کیونکہ قرات قرآن عند القبر پر نہ تو آئمہ اربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) سے کوئی قول منقول ہے اور نہ ہی ان اکابر کی اجازت، سو مرنے والے کا وصیت کرنا کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر تلاوت کروائی جائے یہ وصیت محض باطل ہے، جب یہ وصیت ہی باطل تو قاری کو اجرت دینے اور نہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

یہ اجرت دراصل صدقہ ہے اور صدقات کے متعلق مطلق نصوص قرآن و احادیث صحیحہ، اثبات صدقات للاموات اور ان صدقات کا نافع للاموات ہونے کے لئے کافی وشافی موجود ہیں، سو نصوص قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے ہوتے ہوئے ہمیں ان مسائل میں صحابہ کرام یا ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی اجازت کی ضرورت نہیں، ضرورت تب ہوتی جب اس مسئلے کا حل نصوص قرآن کریم واحادیث صحیحہ میں نہ ہوتا۔

وجہ دوم

ثم القراء عند القبور مکروه عند ابی حنیفة و مالک و احمد فی روایة لانه محدث و قال محمد بن الحسن و احمد فی روایة لا یکره لما روی عن ابن عمر انه اوصیٰ ان یقراء علی قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة و خواتمها۔[323]

صاحب شرح فقہ اکبر لکھتے ہیں:

رہا قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا سو ایک روایت کے مطابق یہ امام اعظم نعمان بن ثابت، امام مالک اور امام احمد رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں ایک نیا کام ہے، جبکہ امام محمد بن حسن اور امام احمد رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے ایک روایت میں کہا ہے کہ قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں، اپنے اس قول پر دلیل دیتے ہوئے امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرے دفن کے وقت سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اور آخری رکوع پڑھا جائے۔

سوال: کل طاعة یختص بها المسلم ای ملة الاسلام لا یجوز الاستیجار علیها۔

سوال: جناب! جو طاعات مسلمانوں سے مختص ہیں ان طاعات پر اجارہ (اجرت) لینا جائز نہیں۔[324]

---

[323] شرح القاری للفقہ اکبر، ص ۱۵۸

[324] شامی، ج۵، ص ۳۴

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

میں پہلے بھی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ حضرت علامہ شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ متقدمین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مرادی معنی سے ناواقف ہیں، کیونکہ فقہاء کے اس قول (لا یجوز الاستیجار) کا معنی (لا یجوب الاجر) ہے نہ کہ (یحرم) یا (یکرہ، کما مر من المبسوط، والخلاصۃالفتاوی وعیسی الھدایۃوعینی البخاری وغیرھافتذکر)

یعنی صاحب مبسوط ودیگر فقہاء کرام نے "لایجب الاستیجار" کا معنیٰ مرادی یوں کیا ہے کہ "لایجوز الاستیجار" کا مطلب ہے "لایجب الاجر" اجرت واجب نہیں۔

فقہاء نے اس کا مطلب یہ تو بیان نہیں کیا کہ "لایجوز الاستیجار، ای محرم" کہ استیجار صحیح نہیں کا معنی یہ ہو کہ یہ اجرت حرام ہے، یہ کسی فقیہ نے نہیں کہا اور نہ ہی فقہاء نے "لا یجوز الاستیجار" کا مطلب یہ بیان کیا کہ "لا یجوز الاستیجار ای یکرہ" کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ مطلب ہوا کہ یہ اجرت مکروہ ہے۔

معلوم ہوا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تسامح ہوا۔

مزید معلومات درکار ہوں تو قول اول کی طرف رجوع فرمائیں وہاں میں نے کتب کثیرہ (تقریباً چودہ کتابوں) سے ثابت کیا ہے کہ اجارہ کا انعقاد اور چیز ہے (اس کے الگ احکامات ہیں اور) قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مرحومین کو ملنا اور شے ہے۔ اس کے احکامات اور ہیں اور صدقہ کے احکامات اور ہیں۔

نتیجہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجارہ منعقد نہیں ہوتا، رہا ثواب تو وہ یقیناً مرحوم و تالی کو مل جاتا ہے۔

رہا صدقہ سووہ تو ہر حال میں درست ہے۔(اس میں تو کلام نہیں)

وجہ سوم

تیسرا جواب یہ ہے!

کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ملت اسلامیہ کی عبادت کا خاصہ ہے، باوجود اس کے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا اس پر اجرت لینا باجماع امت جائز ہے، جس پر احادیث سے حوالے گزر چکے ہیں۔

وجہ چہارم

صاحب تفسیر عزیزی (بعدما بین منعه) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

چوں علماء دیگر غور کردند ہیچ وجہ دراں نیافتند، واجماع بر جواز آں محقق گشت، وازیں آیت حرمت او ثابت نمی شود۔ زیرا کہ اگر مراد (لیشتروا بہ ثمنا قلیلا) گرفتن اجرت کتابت یا قیمت کاغذ و سیاھی می شود لفظ ثم یقولون ھذا من عند اللہ محض ضائع و لغو می افتد۔ ولھذا ابن عباس و محمد بن حنیفۃ باباحت فتویٰ دادند۔ تفسیر عزیزی

صاحب تفسیر عزیزی (بعد ما بین منعه) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جب طاعات پر منع کے دلائل کو دیکھا گیا سو ان دلائل میں کوئی وزن نہ پایا اس لئے کہ جب دیگر علماء نے ان دلائل پر غور و خوض کیا جو منع کے لئے قائم کی گئیں تھیں تو ان علماء نے ان دلائل میں ایسی کوئی وجہ نہ پائی کہ جو اجرت لینے کے منع کا سبب بن سکے، جبکہ اجرت کے جواز پر اجماع ثابت و قائم ہے۔

نیز اس آیت (لیشترو ا بہ ثمنا قلیلا) سے اجرت کی حرمت ثابت نہیں۔ کیونکہ اگر اس آیت (لیشترو ا بہ ثمنا قلیلا) سے اجرت کتابت یا قیمت کاغذ و قیمت سیاہی مراد لیں تو پھر اللہ جل جلالہ کے اس قول (ثم یقولون ھذا من عند اللہ) کا کیا مقصد ہو گا؟ اس لئے حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت محمد ابن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے اجرت لینا مباح قرار دیا ہے۔

اعتراض

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں:

شق نمبر (۱) جناب المعروف کالمشرط ہے (یعنی جو بات عرف میں پائی جائے تو ایسا ہے جیسے اس نے شرط لگا دی، تو قبر پر یا دیگر مواقع پر قرآن خوانی کے بعد کچھ لے لینا ایسا ہی ہے جیسے اس نے پہلے سے یہ طے کر لیا ہو سو اس صورت میں بھی کچھ قبول کر لینا جائز نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے المعروف کالمشروط)۔

شق نمبر (۲) قول البعض ھذا یشبہ الاجرۃ

بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی کے بعد کچھ قبول کر لینا اجرت کے مشابہ ہے۔

شق نمبر (۳) ھذا بمنزلۃ الاجرۃ

بعض فقہاء نے فرمایا ہے یہ اجرت کے قائم مقام ہے۔

طاعات پر کچھ قبول کرنا یا تو مثل شرط کے ہے یا مشابہ شرط کے ہے یا بمنزل شرط کے ہے لہذا تمام صورتوں میں طاعات پر اجرت لینا منع ہے۔

میں بحمدہ تعالیٰ کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

صاحب عینی لکھتے ہیں:

لان المتقدمین منعوا ذلک لرغبة الناس فی مجازات الاحسان بالاحسان بلاشرط و قدزال۔[325]

فقہاء لکھتے ہیں کہ متقدمین فقہاء نے اجرت کا لینا اس لئے منع کیا تھا کہ ان کے زمانے میں لوگ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ چکانے میں رغبت رکھتے تھے، جبکہ وہ رغبت ہمارے دور میں زائل ہو چکی ہے، سو ہمارے زمانے میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے، تفصیلی جواب قول ثانی کے بیان میں گزر چکا ہے۔

فارجع الی القول الثانی، سو اگر تفصیلی جواب دیکھنا ہو تو قول ثانی کا مطالعہ فرمائیں۔

صاحب روح البیان وخزینۃ الاسرار لکھتے ہیں:

وقالوا في زماننا تغير الجواب في بعض مسائل لتغير الزمان وخوف اندراس العلم والدين لفتور الرغبات (الیٰ قولہ) فافتیٰ فی الجواز فیهما خشیۃ الوقوع فی ما هو اشد منهما واضح۔[326]

---

[325] عینی، کفایة، عنایة، کافی، البحر، کمامر فی القول الثانی

[326] روح البیان، ج ۱، ص ۱۲۱

صاحب روح البیان وصاحب خزینۃ الاسرار فرماتے ہیں:

کہ متقدمین کے زمانے میں لوگ نیکیوں کے کاموں میں رغبت رکھتے تھے، سو ان کا اجرت لینے کو منع کہنا اس زمانے کے لحاظ سے بالکل درست تھا جبکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی طبیعتوں میں تغیر و تبدل کی وجہ سے بعض مسائل کا جواب بھی متغیر ہو گا۔

بلکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی دین کی طرف رغبت میں کمی اور سستی و کاہلی اس حد تک پہنچی کہ اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ بے رغبتی اور سستی و کاہلی کی بنا کہیں دین واسلام منہدم نہ ہو جائے۔

سو علماء احناف نے بوجہ خوف کے کہ کہیں دین و اسلام منہدم نہ ہو جائے مذکورہ مسائل (طاعات پر اجرت لینے) کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا۔

اس لئے کہ دین کا بتمامہ منہدم ہونے سے بہتر ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا جائے اور دین کو منہدم ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ دین کا منہدم ہونا (نعوذ باللہ) اجرت کے لینے سے زیادہ پریشان کن اور تباہی کا باعث ہے۔

وجہ دوم

ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصاحب خزینۃ الاسرار لکھتے ہیں:

الثابت ان یعلم بغیر شرط فان اھدی الیہ قبلہ یجوز اجماعا لان النبی ﷺ کان معلما لخلق یقبل الھدایۃ۔ بستان الفقیہ ابی اللیث ثم خزینۃ الاسرار (٦٢)

ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصاحب خزینۃ الاسرار فرماتے ہیں:

یہ بات تو ثابت ہے کہ معلم بغیر اجرت کے پڑھائے (اگر تلامذہ کے والدین عزیز و اقارب معلم کو) ھدیۃً کچھ پیش کریں تو معلم کو قبول کرنا چاہیئے، تمام علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

تعلیم قرآن پر ہدیات کی قبولیت کے جواز پر ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و صاحب خزینۃ الاسرار معلم انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں (لان النبی ﷺ کان معلما لخلق یقبل الھدایة) کہ حضور پر نور ﷺ تمام مخلوقات کے معلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی دیگر علوم کی تعلیمات سے مخلوقات خداوندی کے سینوں کو منور کیا بلکہ وہ کونسا علم ہے اور کس چیز کا علم ہے جو حضور پر نور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نہ سکھایا ہو، یا نہ بتلایا ہو پھر بھی حضور پر نور ﷺ ہدیات قبول فرمایا کرتے تھے۔

سوال کے شق نمبر (۱) کا جواب

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ان لفظ قالوا المعروف کالمشروط مشعر بضعف ھذہ القاعدۃ قال التفتازانی ان لفظ قالوا اشارۃ الیٰ ضعف ماقالوا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ (قالوا المعروف کالمشروط) میں لفظ (قالوا) ہی اس قاعدہ (المعروف کالمشروط) کے ضعف کی دلیل ہے، علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ لفظ (قالوا) اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضعیف ہے۔

صاحب فتاویٰ حامدیہ لکھتے ہیں:

لَفْظُ قَالُوا يُسْتَعْمَلُ فِيمَا فِيهِ اخْتِلَافُ الْمَشَايِخِ۔[327]

کہ لفظ (قالوا) اس مسئلہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہو۔

---

[327] العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۲، ص ۳۳۳

صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں:

على ما قالوا اعادته في مثله إفادة الضعف مع الخلاف۔[328]

صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کا یہ فرمانا (على ما قالوا) اپنے مثل کی جانب اعادہ ہے اور یہ (على ما قالوا) مسئلہ میں اختلاف وضعف کی جانب مشعر ہے۔

صاحب حموی لکھتے ہیں:

قال الحموی صرح المصنف فی فوائد الزینۃ بانه لا یجوز الفتویٰ بما یقتضیه الضوابط لانها لیس کلیة بل اغلبية خصوصاً و هی لم تثبت عن الامام بل استخرجها المشائخ من کلامه۔ حموی

حموی فرماتے ہیں مصنف نے فوائد الزینہ (نامی کتاب) میں تصریح فرمائی ہے کہ فتویٰ (علم نحو، علم صرف، علم اصول، علم فقہ) کے قوائد وضوابط پر نہیں دیا جاتا، کیونکہ قواعد کا تعلق کلیات سے نہیں، بلکہ اغلبیات سے ہے، پھر یہ مسئلہ کہ طاعات پر اجارہ ناجائز ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا قول بھی نہیں بلکہ یہ تو مشائخ نے ان کے کلام سے استخراج کرکے کہا ہے۔

صاحب حموی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و فی موضع أخر من الحموی لا یحل الافتاء من القواعد و الضوابط و انما على المفتی حکایة لنقل الصریح کما صرحوا۔

صاحب حموی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ صرف قواعد وضوابط پر فتویٰ دینا جائز نہیں، بلکہ مفتی پر لازم ہے کہ وہ نقل صریح کے ساتھ فتویٰ دے، جیسے کہ علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔

---

[328] فتح القدیر، ج۴، ص ۳۲۶

معلوم ہوا کہ (المعروف کالمشروط) کو اس مسئلہ میں اپنی دلیل بنایا صحیح نہیں، مزید بر آں قاعدہ مذکورہ (المعروف کالمشروط) اس قسم کی عبادات میں جاری نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن ٦٠)

نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوا کہ ہم جس مسئلہ میں گفتگو کر رہے ہیں، وہ درست ہے اس لئے کہ قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ ہے احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔

احسان کرنا مامور بہ ہے

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص ۷۷)

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔

جب احسان کرنا مامور بہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے، یہ بھی احسان (نیکی) ہے، احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔

احسان کرنا مامور بہ ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل ٩٠)

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی۔

جب احسان کرنا مامور بہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ ہے، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئ۔

احسان رحمت منان کا سبب ہے

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (الاعراف ۵۶)

بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

قاری کا پڑھنا قربت الٰہی ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی قربت الٰہی ہے، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئ۔

احسان سبب رحمت ہے

أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال رحم الله رجلا سمحا إذا با ع و إذا اشترى و إذا اقتضى۔[329]

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں اللہ رحم کرتا ہے اس سخی (احسان کرنے والے) پر جو خرید و فروخت کے وقت اور جب دوسرے پر قرضہ ہو تو اپنا قرضہ مانگنے کے وقت سخاوت و احسان کرنے والا ہو۔

حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ احسان کرنے والے پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

---

[329] صحیح البخاری، ج ۲، ص ۷۳۰

تو قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔ بلکہ یہ تو دونوں کے لئے باعث رحمت الٰہی ہے۔

احسان بخشش کا ذریعہ ہے

حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غفر اللہ لرجل کان قبلکم کان سھلا إذا باع سھلا إذا اشترا سھلا إذا اقتضی۔[330]

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں تم سے پہلے ایسا آدمی گزرا ہے کہ جب وہ خرید و فروخت کرتا تو آسانی (احسان) کرتا (دیتے ہوئے زیادہ دیتا، خرید کے وقت قیمت زیادہ دیتا) اور جب کسی پر قرضہ ہوتا تو تقاضہ کے وقت نرمی کرتا اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احسان کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخشتا ہے۔

مخلوق پر احسان و مہربانی کرنے سے اللہ مہربان ہوتا ہے

حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال (کان رجل یداین الناس فکان یقول لفتاہ إذا أتیت معسرا فتجاوز عنہ لعل اللہ أن یتجاوز عنا قال فلقي اللہ فتجاوز عنہ۔[331]

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں ایک تاجر (شخص) تھا، جو لوگوں کو قرضہ دیتا تھا وہ تاجر جب مقروض کو تنگ دست پاتا اور اپنے نوکر یا اولاد میں سے کسی نوجوان کو جب مقروض کے پاس قرضہ

---

[330] سنن الترمذی، ج۳، ص ۶۱۰

[331] صحیح البخاری، ج۳، ص ۱۲۸۳

لینے کے لئے بھیجتا تو وہ تاجر اس نوجوان سے کہتا کہ وہ قرض دار پر مہربانی سے پیش آئے، کیونکہ آج اگر ہم اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں گے تو ہو سکتا ہے کہ کل اللہ تعالیٰ ہم پر مہربانی سے پیش آئے۔

میں کہتا ہوں کہ مانعین اس حدیث مبارکہ سے فائدہ اٹھائیں اور اعتراض کرنا ترک کر دیں۔

احسان کرنے والا مغفور و رحیم ہے

هذا الحديث يدل على دوام عادته بالاحسان قال فى الكنز وغيره صح الزيادة فى الثمن والمبيع والحط من الثمن

یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احسان کی عادت ہمیشہ ہر کام میں ہونی چاہئے جس طرح صاحب کنز لکھتے ہیں کہ خریدتے وقت پیسوں میں زیادتی کرنا مبیعہ کی قیمت سے زیادہ پیسے دینا اور جو چیز بیچی اس کی متعین کردہ قیمت میں کمی کرنا یعنی خریدنے والے سے کم پیسے لینا اچھا ہے۔

یہ احسان ہے اور احسان کرنے والا مرحوم و مغفور ہے۔

صاحب الاشباہ لکھتے ہیں:

انه يعارض هذه القاعدة قاعدة اخرى صحيحة وقوية منها قال فى الاشباه الضروريات تبيح المحظورات والحاجة تنزل منزلة الضرورة وجوزت الاجارة على خلاف القياس للحاجة، الاشباه۔

صاحب اشباہ فرماتے ہیں:

یہ قاعدہ (**المعروف كالمشروط**) اس قاعدہ ست متصادم ہے جو اس سے زیادہ صحیح اور مضبوط ہے، صاحب اشباہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے (**الضروريات تبيح المحظورات**) کہ ضرورت اشیاء ممنوعہ کو مباح کر دیتی ہیں، اور حاجت، ضرورت کے قائم مقام ہے یعنی اگر مسلمان کسی شے کا محتاج ہو

جائے یعنی ایسا کام جس کے کرنے کی اسے حاجت پڑ جائے تو یقیناً یہ احتیاجی اس کی ضرورت ہے، بہت ساری ایسی اشیاء ہیں جو اسلام میں ممنوع ہیں مگر جب مسلمان اشیائے ممنوعہ کی طرف محتاج ہو جائے تو یہ احتیاجی اس کی ضرورت بن گئی، اب اگر وہ بصورت احتیاجی اس شے کو استعمال کرتا ہے یا وہ کام جو اسلام میں ممنوع ہے کرتا ہے تو چونکہ اس کی وہ احتیاجی اس کی ضرورت بن گئی ہے لہٰذا وہ کام جو ممنوع ہے اب اسے کرلینا ممنوع نہیں بلکہ بقدر ضرورت جائز ہے۔

لہٰذا فقہاء نے بوجہ ضرورت تعلیم قرآن و دیگر طاعات پر اجرت لینے کو علی خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے، یعنی قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ تلاوت و تعلیم قرآن کریم چونکہ اعظم الطاعات ہیں سو تلاوت و تعلیم قرآن پر اجرت لینا ہرگز جائز نہ ہو مگر فقہاء نے اس قیاس کے خلاف فتویٰ دیا کہ تعلیم و تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

جُوِّزَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ دَفْعًا لِحَاجَةِ الْمَفَالِيسِ۔[332]

(فقہاء) نے ناداروں کی ضرورت کے پیش نظر بیع سلم کو جائز قرار دیا حالانکہ یہ خلاف قیاس ہے۔

صاحب ھدایہ و کنز لکھتے ہیں:

ویجوز الانتفاع بشعر الخنزیر للضرورۃ، ھدایۃ و الکنز و غیرھما۔

صاحب ھدایہ و کنز فرماتے ہیں:

سؤر کے بالوں سے بوجہ ضرورت فائدہ اٹھانا جائز ہے (حالانکہ سؤر کے بال بھی نجس العین ہیں مگر بوجہ ضرورت فقہاء نے سؤر کے بالوں سے فائدہ اٹھانے کو جائز لکھا ہے)۔

---

[332] الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ، ج ۱، ص ۷۹

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

الْمَشَقَّةُ تَجلُبُ التَّيسِيرَ وَ الْأَصْلُ فِيهَا قَوْله تَعَالَى يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسرَ وَ لَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وقَوْله تَعَالَى وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔[333]

صاحب اشباہ فرماتے ہیں کہ مشقت آسانی کی طرف لے جاتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسرَ وَ لَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر سختی نہیں چاہتا۔

نیز اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔

نہیں ہے تم پر دین میں کوئی تنگی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر سختی نہیں چاہتا، نیز تم پر تمہارے دین میں کوئی تنگی یا تمہارا مشقت میں پڑ جانا نہیں چاہتا۔

سو وہ قاعدہ (المعروف کالمشروط) اس مسئلہ میں صحیح نہیں۔

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

وَفِي حَدِيثِ {أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ۔[334]

صاحب اشباہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا و محبوب دین وہ ہے جو حق اور آسان ہو، اس میں شک نہیں کہ تلاوت قرآن کریم حق اور آسان ہے۔

---

[333] الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ، ج ا، ص ۷۵

[334] الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ، ج ا، ص ۷۵

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : يَتَخَرَّجُ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ جَمِيعُ رُخَصِ الشَّرْعِ وَتَخْفِيفَاتِهِ وعد عليها فرعات كثيرة حتىٰ قال وَطِينُ الشَّوَارِعِ وَأَثَرُ نَجَاسَةٍ عَسُرَ زَوَالُهُ وَبَوْلُ سِنَّوْرٍ فِي غَيْرِ أَوَانِي الْمَاءِوَعَلَيْهِالْفَتْوَى و البحر اذا وقع فى المحلب ورمى قبل التفتت۔[335]

صاحب اشباہ فرماتے ہیں:

کہ اس قاعدہ کے پیش نظر وہ مسائل جن کی شریعت نے اجازت دی اور اس میں سختی کی بجائے تخفیف کی وہ سارے اس قاعدہ کے ضمن میں داخل ہو گئے، پھر فقہاء نے اس رخصت شرعی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فروعات کثیرہ کا ذکر کیا کہ وہ بھی معاف ہیں۔ مثلاً اگر بارش ہوئی ہو اور روڈ پر کیچڑ ہو اور وہ کیچڑ کپڑوں کو لگ جائے سو وہ معاف ہے (یعنی ان کپڑوں کے پلید ہونے کا حکم نہیں دیں گے) یوں ہی اگر پلیدی کا اثر (یعنی رنگ اگر دھلنے کے بعد بھی باقی ہو) اس کا زائل کرنا مشکل ہو تو فقہاء نے کہا ہے کہ وہ معاف ہے (یعنی آپ نے کپڑے سے پلیدی دھولی مگر اس کا رنگ زائل نہیں ہو رہا تو کوئی حرج نہیں اس میں نماز ہو جاتی ہے) یوں ہی بلی کا پیشاب اگر برتن کے اندر نہ ہو تو وہ معاف ہے یوں ہی اونٹ یا بکری کی مینگنی اگر دودھ کے برتن میں رہ جائے، اگر ثابت ہو تو اسے باہر نکال کر پھینک دیں، کوئی حرج نہیں، جب تک ریزہ ریزہ نہ ہوا ہو معاف ہے۔

صاحب فتح القدیر اور صاحب عینی لکھتے ہیں:

المعروف کالمشروط والا قاعدہ ہر جگہ کارآمد نہیں۔

---

[335] الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ، ج ۱، ص ۷۶

اس پر پہلی دلیل یہ ہے کہ:

لا یصدق (المعروف کالمشروط) فی کل موضع و الاقال علمائنا ان التحلیل المنوی المعروف مکروہ بل عدم الکراھۃ بالاجماع۔ فتح القدیر و العینی۔

صاحب فتح القدیر اور صاحب عینی فرماتے ہیں:

کہ قاعدہ مذکورہ (المعروف کالمشروط) ہر جگہ صادق نہیں آتا (اگر ہر جگہ یہ قاعدہ سچا آتا تو پھر تحلیل مطلقہ ثلاثہ کے مسئلہ پر بھی سچا آتا)۔

پھر علماء احناف لا محالہ یوں کہتے کہ تحلیل منوی معروف مکروہ ہے مگر (فقہاء نے یہ نہیں فرمایا) بلکہ تحلیل منووی معروف کے عدم کراہت پر اجماع ہے (یعنی تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تحلیل منووی معروف مکروہ نہیں)۔

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

المعروف کالمشروط والا قاعدہ ہر جگہ کارآمد نہیں۔

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ:

وایضا لقال الامام ابو حنیفۃ و احمد و الشافعی انہ اذا اختلف رب الثواب و الصباغ فی الاجر و عدمہ ینظر الی العرف کما قال محمد و قالوا ان القول لرب التوب و ترکوا العرف کماھو مذکور فی المتون و الشروح فی باب الاجارۃ۔

صاحب اشباہ فرماتے ہیں:

(اگر ہر جگہ یہ قاعدہ المعروف کالمشروط صادق آتا تو پھر) امام اعظم، امام احمد، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ اس صورت میں (کہ جب کپڑے والا اور درزی میں اجرت کے بارے میں اختلاف ہو جائے یا کپڑوں کو رنگنے والے اور کپڑا دینے والے کے درمیان اجرت لینے اور نہ لینے کے بارے میں

اختلاف ہو جائے) تو امام محمد کا قول اس صورت میں یہ ہے کہ عرف کی طرف رجوع کیا جائے (یعنی اگر عرف میں پیسے لینے کا رواج ہو پھر تو کپڑے کو خراب کرنے کی صورت میں درزی سے کپڑے کے پیسے وصول کریں گے، اوریوں ہی اگر کپڑا رنگنے والے نے کپڑے کو دوسرا رنگ دے دیا جو کپڑا دینے والے کے منشاء کے مطابق نہ تھا تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک عرف کی طرف رجوع کریں گے (اگر عرف میں کپڑے کو دوسرا رنگ دینے کی صورت میں رنگ ساز ذمہ دار ہو تو پھر اس سے پیسے لیئے جائیں)۔

البتہ مذکورہ تینوں ائمہ (امام اعظم، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک مسئلہ یوں ہے کہ اختلاف کی صورت میں ہم عرف کو چھوڑیں گے، بلکہ ان دونوں صورتوں میں جو کپڑے کا مالک ہے اس کا قول معتبر ہے (وقالوا ان القول لرب الثوب وترکوا العرف) یہ بات فقہ کی تمام کتابوں کے متوزن اور شروح کے باب الاجارہ میں موجود ہے۔

طاعات وعبادات میں جیسے تعلیم قرآن و تلاوت قرآن کریم، اذان و امامت) پر اجرت کے مسئلہ میں (المعروف کالمشروط) کا قاعدہ سچا نہیں آتا یعنی اس مسئلہ میں عرف عام کو اعتبار نہیں، بلکہ عرف عام کو ترک کریں گے اور فقہاء کا جو فتویٰ ہے کہ ہمارے زمانے میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے اسی فتویٰ پر عمل کریں گے۔

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

قاعدہ مذکورہ (المعروف کالمشروط) بہت سارے مسائل کو شامل نہیں۔

سو یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اغلبیہ ہے، یہ قاعدہ طاعات وعبادات کے بارے میں غیر مقبول ہے، دیکھئے صاحب اشباہ لکھتے ہیں۔

قال فی الاشباہ لَوْ حَلَفَ لَا یَھْدِمُ بَیْتًا حَنِث بِھَدْمِ بَیْتِ الْعَنْکَبُوتِ حتی عد اربعة مسائل مثلہ۔

صاحب اشباہ فرماتے ہیں:
اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں گھر نہیں گراؤں گا، پھر اس نے مکڑی کا جالا توڑ ڈالا تو وہ حانث ہو گا (یعنی اس نے قسم توڑ ڈالی لہٰذا اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہوا)۔
دیکھئے! اس نے تو قسم کھائی تھی (لو و حلف لا یھدم بیتا) کہ میں گھر نہیں توڑوں گا پھر اس نے (ھدم بیت العنکبوت) مکڑی کا گھر توڑ ڈالا تو حانث ہو گا، غور فرمائیں کہ عرف عام میں مکڑی کے جالے کو گھر تو نہیں کہتے بلکہ اسے جالا کہا جاتا ہے، پھر بھی اس توڑنے سے فقہاء کے نزدیک وہ شخص حانث ہو گا۔

معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ (المعروف کالمشروط) قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اغلبیہ ہے یہ قاعدہ طاعات وعبادات کے بارے میں غیر مقبول ہے۔

(۲۵) ان تمام جوابات سے ثابت ہوا کہ وہ حسنات (نیکیاں) جن کے عاملین کو بہت بڑا اجر و ثواب ملتا ہے ان (طاعات وحسنات) پر اجرت لینا بالاجماع جائز ہے، مثلاً
(۱) جہاد پر مال غنیمت لینا بالاجماع جائز ہے۔
(۲) وصی اور قیم و ناظر کے لئے یتیم کے مال میں سے دستور و معروف طریقہ سے لے لینا اور اپنے مصرف میں صرف کرنا قرآن و سنت کی روشنی میں جائز ہے۔
(۳) مساجد و رباط (مسافر خانے) کی تعمیر پر اجرت لینا بالاجماع جائز ہے۔
(۴) قرآن کریم و احادیث کی کتابت پر اجرت لینا بالاجماع جائز ہے۔

تمہارا پیش کردہ قاعدہ (المعروف کالمشروط) مذکورہ بالا حسنات پر اجرت لینے کے جواز کی صورت میں غیر مقبول ہوا۔

اعتراض

(فان قیل) قال وقد اتفقت کلمتهم جمیعاً فی الشروح والفتاویٰ علی التعلیل بالضرورۃ وھو خشیۃ ضیاع القرأن کمافی الھدایۃ۔

سوال: جناب والا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ تمام شروح اور کتب فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ (تعلیم قرآن کریم پر اجرت لینا) التعلیل بالضرورۃ ہے اور وہ یہ ہے کہ (اگر تعلیم قرآن پر اجرت نہ لی جائے تو) قرآن کریم کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

تعلیل بالضرورۃ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے ضائع ہونے کے خطرہ سے بچنے کے لئے فقہاء نے تعلیم قرآن کریم پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو پھر اس کے جواز کا بھی فتویٰ نہ دیتے۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

قال فی الاشباہ والحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ و جوزت الاجارۃ علی خلاف القیاس للحاجۃ، اشباہ۔

صاحب اشباہ فرماتے ہیں:

اور حاجت، ضرورت کے قائم مقام ہے۔ (یعنی اگر مسلمان کسی شے کا محتاج ہو جائے یعنی ایسا کام جس کے کرنے کی اسے حاجت پڑ جائے تو یقیناً یہ احتیاج اس کی ضرورت ہے، بہت ساری ایسی

اشیاء ہیں جو اسلام میں ممنوع ہیں مگر جب مسلمان اشیاء ممنوعہ کی طرف محتاج ہو جائے تو یہ احتیاجی اس کی ضرورت بن گئی اب اگر وہ بصورت احتیاجی اس شے کو استعمال کرتا ہے یا وہ کام جو اسلام میں ممنوع ہے اور کوئی مسلمان وہ کام بوجہ حاجت کے کرلیتا ہے تو چونکہ وہ احتیاجی اس کی ضرورت بن گئی ہے لہٰذا وہ کام جو ممنوع ہے اب اسے کرلینا ممنوع نہیں بلکہ بقدر ضرورت جائز ہے)۔

سو بیمار کی شفایابی کے لئے قرآن شریف پڑھنا یا پڑھانا حاجت ہے، یوں ہی مرحوم کی مغفرت کے لئے قرآن کریم پڑھنا بھی حاجت ہے، اسی طرح مصیبت زدہ کے لئے مصائب و آلام سے نجات کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا بھی حاجت ہے، اور یہ حاجت بطریق اولیٰ ضرورت ہے، سو شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول کہ قراءت مجردہ کی ضرورت نہیں، یہ تفریع غلط و موقع محل کے خلاف ہے۔

وجہ دوم

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

وجواز السلم علی خلاف القیاس لحاجۃ المفالیس۔ الاشباہ

فقہاء نے ناداروں کی ضرورت کے پیش نظر بیع سلم کو جائز قرار دیا حالانکہ یہ خلاف قیاس ہے۔

سو بیمار کی شفایابی کے لئے قرآن شریف پڑھنا یا پڑھانا حاجت ہے، یوں ہی مرحوم کی مغفرت کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اسی طرح مصیبت زدہ کے لئے مصائب و آلام سے نجات کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اور یہ حاجت بطریقہ اولیٰ ضرورت ہے، سو شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول کہ قراءت مجردہ کی ضرورت نہیں، یہ تفریع غلط و موقع محل کے خلاف ہے۔

وجہ سوم

صاحب ہدایہ، وکنز لکھتے ہیں:

فیجوز الانتفاع بشعر الخنزیر للضرورة۔ هداية والكنز وغيرهما۔

صاحب ہدایہ وکنز فرماتے ہیں:

سؤر کے بالوں سے بوجہ ضرورت فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (حالانکہ سؤر کے بال بھی نجس العین ہیں، مگر بوجہ ضرورت فقہاء نے سؤر کے بال سے فائدہ اٹھانے کو جائز لکھا ہے)۔

سو بیمار کی شفایابی کے لئے قرآن شریف پڑھنا یا پڑھانا حاجت ہے، یوں ہی مرحوم کی مغفرت کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اور یہ حاجت بطریق اولیٰ ضرورت ہے، سو شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول کہ قراءت مجردہ کی ضرورت نہیں، یہ تفریع غلط و موقع محل کے خلاف ہے۔

وجہ چہارم

اے اعتراض کرنے والے تونے ضرورت کو صرف ضیاع قرآن سے مخصوص کیا۔

تمہاری یہ تخصیص غلط ہے، (یعنی تم نے کہا کہ تعلیم قرآن کریم پر اجرت لینا) (التعلیل بالضرورة) ہے اور وہ یہ ہے کہ (اگر تعلیم قرآن پر اجرت نہ لی جائے تو) قرآن کریم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، یہ تخصیص صرف قرآن کریم کے ساتھ غلط ہے بلکہ جمیع طاعات نفلیہ اس میں شامل ہیں۔

صاحب عینی لکھتے ہیں:

وبعض مشايخنا وهم أئمة بلخ -رَحِمَهُمُ اللّٰهُ- استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لأنه ظهر التواني أي الفتور والكسل في الأمور الدينية, ففي الامتناع تضيع حفظ القرآن

لأن المتقدمين منعوا ذلک لرغبة الناس في التعليم حسبه ومروءة في مجازاة الإحسان بالإحسان بلا شرط وقد زال ذلک، ففي هذا الزمان في الامتناع عنه تضييع حفظ القرآن۔ وقد تغير الجواب باختلاف الزمان ففي بذلک إذا ضربوا مدة بذلک حتى يجبر الأب على دفع الأجر إلى العلم وإن لم تضرب أجر المدة بحسب أجر المثل، ويجبر على دفعه وكذا يجبر على الخلوة المرسومة۔ فائدة: الخيزاخزي بفتح الخاء المعجمة وسكون الياء آخر الحروف وفتح الزاي المعجة والخاء الثانية وكسر الزاي الثانية نسبة إلى قرية خيزاخز من قري بخارى واسمه عبد الله بن الفضل كان مفتي بخارى ولم يقع لي تاريخ وفاته۔ وعليه الفتوى۔[336]

بلخ کے ائمہ ومشائخ نے قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینے کو اچھا جانا ہے کیونکہ (امور دینیہ) میں سستی ظاہر ہونے لگی، سو اجرت کی منع کی صورت میں قرآن کریم کے حفظ (ودیگر طاعات) کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اگرچہ متقدمین علماء نے اجرت کو منع کیا تھا، مگر یہ انکار زمانہ تھا کہ ان کے زمانے میں لوگ نیکی کا بدلہ نیکی سے بلا اجرت دیا کرتے تھے، جبکہ ہمارے زمانے وہ رغبت معدوم ہو چکی ہے، نیز حالات کے بدلنے سے مسائل میں بھی تبدیلی آتی ہے۔

سو آج فتویٰ اس پر ہے کہ اگر شاگرد نے پڑھنے کا وقت معین کیا ہو تو اسے معلم کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر مدۃ معین نہ ہو تو تع پھر اجرت مثلی دیا جائے گا (اجرت مثلی کا مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں استاد کو مطلوبہ تعلیم پر جو کچھ دیا جاتا ہے اتنا ہی دینا پڑے گا۔) دلیل مذکورہ سے تمہاری تخصیص غلط ثابت ہوئی۔

---

[336] البناية شرح الهداية، ج ۹، ص ۳۴۲۔ المكتبة التجارية، مصطفى احمد الباز، المكة المكرمة۔

دوسرا جواب

صاحب روح البیان وخزینۃ الاسرار لکھتے ہیں:

وقالوا في زماننا تغير الجواب في بعض مسائل لتغير الزمان وخوف اندراس العلم والدين منها ملازمة العلماء أبواب السلاطين ومنها خروجهم إلى القرى لطلب المعيشة ومنها أخذ الأجرة لتعليم القرآن والأذان والإمامة ومنها العزل عن الحرة بغير إذنها ومنها السلام على شربة الخمور ونحوها فأفتى بالجواز منها خشية الوقوع فيما هو أشد منها وأضر۔[337]

صاحب روح البیان فرماتے ہیں:

(کہ متقدمین کے زمانے میں لوگ نیکیوں کے کاموں میں بلا اجرت رغبت رکھتے تھے، سو ان کا اجرت لینے کو منع کہنا اس زمانے کے لحاظ سے صحیح تھا سائلین کو ممانعت کا جواب دینا ان کے زمانے کے لحاظ سے بالکل درست تھا جبکہ) ہمارے زمانے میں (لوگوں کی طبیعتوں میں تغیر و تبدل کی وجہ سے) بعض مسائل کا جواب بھی متغیر ہو گا (بلکہ ہمارے زمانے میں) لوگوں کی دین کی طرف رغبت میں کمی اور سستی و کاہلی اس حد تک پہنچی کہ اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ بے رغبتی اور سستی و کاہلی کی بنا کہیں دین و اسلام منہدم نہ ہو جائے۔

سو علماء (احناف) نے بوجہ خوف کے (کہ کہیں دین و اسلام منہدم نہ ہو جائے) مذکورہ مسائل (طاعات پر اجرت لینے) کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا۔

---

[337] تفسیر روح البیان-موافق للمطبوع، ج ۱، ص ۹۵-دار إحیاء التراث العربی

اس لئے کہ دین کا بتمامہ منہدم ہونے سے (بہتر ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا جائے اور دین کو منہدم ہونے سے بچایا جائے) کیونکہ دین کا منہدم ہونا (نعوذ باللہ) اجرت کے لینے سے زیادہ پریشان کن اور تباہی کا باعث ہے۔

دلیل مذکورہ سے بھی تمہاری تخصیص غلط ثابت ہوئی۔

اعتراض

وقد اتفقت کلمتهم جمیعاً علی التصریح باصل المذهبمن عدم الجواز ثم استثنوا بعد ماعلمته فهذا دلیل قاطع و برهان ساطع علیٰ ان المفتیٰ به لیس هو جواز الاستیجار علی کل طاعة بل علی ماذکروه فقط ممافیه ضرورة ظاهرة تبیح الخروج عن اصل المذهب۔

سوال: جناب والا! تمام علماء احناف اصل مذہب کی تصریح پر متفق ہوگئے، کہ اصل مذہب کے مطابق (طاعات پر اجرت) لینا جائز نہ (تھا) سوانہوں نے (بعض) مسائل کو منع کے فتویٰ سے مستثنیٰ قرار دیا۔

سو یہ دلیل قاطع اور دلیل ساطع ہے کہ تمام طاعات پر اجرت لینا مفتٰی بہ قول کے مطابق جائز نہیں، سوائے ان طاعات کے جنہیں فقہاء نے اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت ظاہر ہے۔ سو یہ ضرورت ہی اصل مذہب (یعنی مفتہ بہ قول سے) خروج کا سبب بنا۔

قلنا فی الجواب بوجوہ

ہم کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتے ہیں

وجہ اول

پہلا جواب یہ ہے کہ قول اول میں بحمدہ تعالیٰ چودہ کتابوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ فقہاء کے اس قول (لایجوز الاستیجار) کا مرادی معنی (یحرم) یا (یکرہ) نہیں بلکہ اس کا مرادی معنی (لایجب الاجر) ہے، سوا سے حرام یا مکروہ کہنا لغو ہو گیا۔

تفصیل درکار ہو تو دیکھئے قول اول جو گزر چکا ہے۔

وجہ دوم

دوسرا جواب یہ ہے کہ استثناء کے لئے ان الفاظ کا استعمال (ثم استثنوا) (فان الأستثناء من ادوات العموم) غلط فاحش ہے، کیونکہ کتابوں میں استثناء کے لئے یہ الفاظ موجود نہیں۔

سوا پنے مطلوب فاسد کے حصول کے لئے ان الفاظ کا غلط استعمال علماء کی شان کے لائق نہیں۔

وجہ سوم

کہ معترض کے اس قول سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ معترض نے (المفتیٰ بہ لیس بہ جواز الاستیجار علی کل طاعۃ) سے مراد یہ لیا ہے کہ

متأخرین فقہاء کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ (طاعات پر اجرت لینا) جائز بلا وجوب ہے، اس عبارت (لیس بہ جواز الاستیجار علی کل طاعۃ) سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے۔

کیونکہ میں نے قول دوم میں اکیس کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ متأخرین فقہاء کا مفتٰی بہ قول وجوب الاجرۃ ہے، اور اس کے ضمن میں ہی جواز موجود ہے۔ سو اس سے خوب ظاہر ہوا کہ اصل مذہب جواز الاستیجار بلاوجوب ہے۔

اور متأخرین کا مفتٰی بہ قول وجوب الاجرۃ ہے اسی کے ضمن میں جواز پایا جارہا ہے، سو متأخرین کا قول دلیل قاطع وساطع ہے۔

کیونکہ اصل مذہب بھی یہی ہے کہ طاعات پر اجارہ جائز بلاوجوب ہے تو متأخرین کے قول اور اصل مذہب میں تطبیق پائی گئی سو معترضین کا قول لیس جواز الاستیجاز علی کل طاعۃ سے متأخرین کا مفتی بہ قول جواز بلاوجوب لینا غلط ہے۔

اعتراض

وما عذی لحاوی الزاھدی من انہ لایجوز الاستیجار علیٰ اقل من خمسۃ و اربعین درھمافخارج عمااتفق علیہ اھل المذاھب قاطبۃ۔

حاوی الزاہدی فرماتے ہیں کہ استیجار پینتالیس درہم سے کم جائز نہیں، سو یہ بات اہل مذہب کے اس مسئلہ سے خارج جس پر اہل مذہب کا اتفاق ہے۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ مبسوط کا ہے اور مبسوط سے کواشی نے نقل کیا پھر کواشی سے خزینۃ الاسرار نے نقل کیا ہے، حالانکہ مذہب وہی ہے جو ظاہر الروایۃ ہے لہٰذا معترض کا اعتراض غلط ہے، دیکھئے صاحب کواشی لکھتے ہیں۔

وفی الکواشی المستاجر للختم اقل من خمسۃ و اربعین درھما شرعیا ھذا اذا لم یسم شیئا من الاجر کما ذکرہ فی الاصل ای المبسوط فی رجل قال للقاری اختم القرأن لی ولم یسم شیئا من الاجر و ختمہ ولیس لہ ان یأخذ اقل من خمسۃ و اربعین درھما لمخالفۃ النص الا ان یھب الاجیر للمستأجر مافوق المسمیٰ الیٰ خمسۃ و اربعین بعد العقد علیہ او شرط ان یکون ثواب ما فوقہ لنفسہ فلا یأثم فعلی ھذا لو قال القاری اقرأ ختما بقدر ما قدرت من الاجر حین امرہ المستأجر بالختم باقل من خمسۃ و اربعین درھما فقرأ من القرأن ذلک المقدار من الثلث او الربع او النصف او نحوھا فلا یأثم و ھذا مما یجب حفظہ لا بتلاء العوام و الخواص بذٰلک۔ (خزینۃ الاسرار)

اور کواشی میں ہے کہ اگر کسی نے ختم قرآن کریم پر اجرت طے نہیں کی (اور ختم کر لیا) تو اسے چاہیۓ کہ وہ پینتالیس درہم سے کم نہ لے، یہ مسئلہ مبسوط میں کچھ اس طرح مذکور ہے۔

اگر کسی نے قاری سے کہا کہ میرے لئے قرآن کریم ختم کر اور اجرت مقرر نہ کی تو قاری کو چاہیۓ کہ نص کے مطابق پیتالیس درہم سے کم نہ لے۔

ہاں اگر پینتالیس درہم سے زیادہ دیتا ہے، بعد اس کے کہ قاری کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا یا قاری نے یہ شرط لگائی تھی کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھوں گا تو زیادہ کا اجر و ثواب میرے لئے ہی ہوگا۔

اس صورت میں اگر متعین کردہ دراہم سے زیادہ خدمت کرتا ہے اور قرآن پڑھنے والا زیادہ لے لیتا ہے تو وہ گناہگار نہیں، اس پر تفریع بٹھاتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ اگر اجیر نے مستأجر سے کہا کہ میرے لئے پینتالیس دراہم سے کم میں قرآن پڑھ، اور قاری نے کہا کہ میں جتنی مقدار میں پڑھنے پر قادر ہوا پڑھوں گا، پھر قاری نے ایک اندازے کے مطابق پینتالیس درہم کا نصف یا تہائی یا چوتھائی کی مقدار میں تلاوت کی، تو وہ اس متعین کردہ مقدار کے مطابق اجیر سے اجرت لے تو گنہگار نہیں۔

اس مسئلہ کو محفوظ کرنا ضروری ہے کیونکہ عوام وخواص سب کو ہی اس کی ضرورت ہے۔

اعتراض

فاذا علمت ذلک ظھر لک حقیقة ما قلناہ و ان خلافه خارج من المذھب و مما افتی به البلخیون و ما اطبق علیه ائمتنا متوناو شروحا و فتاوی۔

سوال: جناب والا! متون اور شروح اور ہمارے آئمہ کا اتفاق اور جس پر بلخی فقہاء احناف نے فتویٰ دیاہے اس سے حقیقت مسئلہ ظاہر ہوا۔ اس کی مخالفت مذہب سے خروج ہے۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتاہوں

وجہ اول

وجہ اول یہ ہے کہ یہ عبارت (فاذا علمت ذالک ظھر لک حقیقة ما قلنا) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کی اگر کوئی وصیت کرلے تو یہ وصیت باطل ہے۔

اس عبارت سے وصیت کا بطلان ثابت کرنا غلط ہے۔

کیونکہ میں بحمدہ تعالیٰ کئی کتابوں کے حوالوں سے ثابت کر چکاہوں کہ وصیت کے بطلان کا قول، قول مرجوع ہے جب کہ مختار قول یہ ہے کہ یہ وصیت درست ہے سو یہ قول (ظھر لک حقیقة ما قلنا) باطل ہے۔

وجہ دوم

دوسری وجہ یہ ہے کہ فروع اور عملیات اور ہیں اور اصول واعتقادیات اور ہیں، قبروں کے پاس قراءت مجردہ، فروع وعملیات کے اقسام سے ہے نہ کہ اصول واعتقادیات کے اقسام میں سے سو اس مسئلہ فرعیہ میں لفظ (حقیقة) کہناو استعمال کرنا اس لئے غلط ہے کہ لفظ (حقیقت وحق) کے استعمال کا

تعلق عقائد سے ہے جبکہ قبروں کے پاس قراءت مجردہ، فروع وعملیات کی اقسام سے ہے نہ کہ اصول واعتقادیات سے، سو اس لفظ کا یہاں استعمال بے جا ہے، کیونکہ فروع میں لفظ (صواب) استعمال ہوتا ہے۔(جو یہاں موجود نہیں)

صاحب اشباہ لکھتے ہیں:

و فی الاشباہ اذا سئلنا عن مذھبنا و مذھب مخالفنا۔

بِأَنَّ مَذْهَبَنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِينَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا فِي الْعَقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُولَ الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا۔ [338]

اگر ہم احناف سے ہمارے مذہب اور مخالفین کے مذہب کے بارے میں سوال کیا جائے، تو ہم سائل کے جواب میں کہیں گے کہ ہمارا مذہب بالکل درست ہے (ہاں) خطا کا احتمال ممکن ہے جبکہ مخالفین کا مذہب ہی غلط ہے اگرچہ صواب (یعنی درست ہونے کا) احتمال ہے۔

مگر جب سائل ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے عقائد کے بارے میں سوال کرے گا تو ہم لازماً یہی جواب دیں گے کہ بحمدہ تعالیٰ ہمارا عقیدہ سچا اور حق ہے۔

جبکہ مخالف کا عقیدہ باطل ومردود ہے۔

دیکھا آپ نے کہ لفظ (حق) کا تعلق عقائد سے ہے نہ کہ فروع اور عملیات سے۔

ثابت ہوا کہ مسائل فرعیہ میں لفظ (حقیقۃ) کہنا واستعمال کرنا غلط ہے، جب معترض کو یہ علم نہیں تو اس کے دیگر اقوال پر کیا اعتماد کیا جائے گا۔

---

[338] الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ، ج ۱، ۳۸۱

وجہ سوم

کہ یہ کہنا (وان خلافہ خارج) یقیناً غلط ہے کیونکہ لایجوز الاستیجار کا معنیٰ مذہب اور متون وشروح وفتاویٰ میں یہ ہے ای (لایجب الاجر)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا اجارہ منعقد نہیں ہوتا کیونکہ ایسے اجارہ صریحہ کا عدم انعقاد بوجہ ایجاب وقبول اور شرائط کے ہوتے ہوئے منعقد نہیں یعنی وجوب اجرۃ نہیں سو عدم انعقاد کی صورت میں نہ تو اجیر پر اجرت دینا واجب ہے اور نہ ہی مستاجر کا اجیر سے کچھ لینا واجب، اور جو دیا جاتا ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک طرف سے تالی قرآن کریم نے تلاوت کی، پھر جانب ثانی نے تالی قرآن کی خدمت کی، سو یہ تو قرآن کریم کی آیت پر عمل ہے۔(ھل جزاء الاحسان الا الاحسان) نیکی کا بدلہ نیکی ہے، قرآن پڑھنے والے نے تلاوت کے ذریعے صاحب خانہ کے ساتھ احسان کیا اور صاحب خانہ نے خدمت کے ذریعے احسان کیا نیز اس کی مکمل وضاحت میں نے المعروف کالمشروط کی بحث میں کر دی ہے کہ متقدمین نے اس آیت مبارک کی دلیل سے جانبین کے اعمال کو درست قرار دیا ہے۔

یعنی قاری کا قرآن کریم کی تلاوت اور صاحب خانہ کا قاری کی خدمت کرنا دونوں جائز ہیں۔

وجہ چہارم

چوتھی وجہ یہ ہے

کہ مفتٰی بہ قول کے مطابق اجارہ کا عقد (معاہدہ) منعقد نہیں ہوتا ہے، اس سے یقیناً اجرت واجب ہوئی، مگر ہمارے زمانے میں عقدی اجارہ صریحہ نہیں ہے اور نہ ہی شرط کے الفاظ، لہذا مفتٰی بہ قول کی مخالفت نہ ہو گی۔

اعتراض

وما استدل به بعض المحشين على الجواز بحديث البخاری فی اللديغ فهو خطاء لان المتقدمين من المانعين الاستيجار جوز وا الرقية بالاجرة ولو با القرآن كما ذكره الطحطاوی، لانها ليست عبادة محضة بل من التداوی۔

سوال: جناب والا! بعض محشی حضرات نے بخاری کی روایت کردہ وہ حدیث جس میں ایک شخص کو سانپ نے کاٹا تھا اور صحابہ کرام نے دم کرنے کے بدلے بکریوں کی خاصی تعداد لی تھی اس حدیث کو اجرت لینے کے لئے دلیل بنایا ہے جبکہ اس حدیث کو طاعات پر اجرت لینے کی دلیل بنانا غلط ہے کیونکہ وہ فقہاء جو تعلیم قرآن کریم یا طاعات پر اجرت لینے کو منع لکھتے ہیں انہوں نے دم کرنے پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ قرآن کریم کے ساتھ دم کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم عبادۃ محضۃ نہیں بلکہ قرآن کریم من جانب اللہ شفاء بھی ہے لہذا یہ بیماریوں کے علاج کے لئے بھی ہے۔

(میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں)

وجہ اول

معترض کا یہ کہنا (وما استدل به بعض المحشين) غلط ہے:

یعنی معترض کا یہ کہنا کہ بعضے محشیوں نے اس حدیث سے اجرت کے لینے کو جواز کی دلیل بنائی ہے، یہ "بعض" کا لفظ غلط ہے، بلکہ خزينة الاسرار کی عبارت یوں ہے، دیکھیں وہ فرماتے ہیں کہ تینوں آئمہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اور متاخرین علماء احناف نے ان احادیث سے جو احادیث اللديغ (جسے سانپ یا بچھو نے کاٹا تھا اور صحابہ کرام نے دم کیا اور اس دم پر اجرت لی تھی) کو اپنی دلیل بنایا ہے (جبکہ یہ احادیث اتنی معتبر اور قوی ہیں، جنہیں

حضرت ابو سعید الخدری عنہ ، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کیا ہے)سو ائمہ ثلاثۃ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)اور متاخرین علماء احناف کے استدلال کو(بعض المحشین) کہنانہایت توہین آموز ہے، خزینۃ الاسرار کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

الائمۃ الثلاثۃ والعلماء متاخرون من الحنفیۃ استدلوا فی اخذ الاجرۃ بھذہ الحدیث، خزینۃ الاسرار (ص ٦٦) ای احادیث اللدیغ المرویۃ عن ابی سعید الخدری و ابن عباس و ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

وجہ دوم

دوسری وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ کہنا(فھو خطاء)غلط ہے،اس لئے کہ معترض کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہاہوں وہ صحیح ہے، رہا ائمہ ثلاثۃ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)کا قول یامتاخرین علماء احناف کا قول غلط ہو بلکہ بالیقین معترض کا قول ہی غلط ہے (یعنی ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ معترض کا قول ہی درست ہو اور نعوذ باللہ ائمہ ثلاثۃ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا قول یا متاخرین علماء احناف کا قول غلط ہو بالیقین معترض کا قول ہی غلط ہے۔

وجہ سوم

تیسری وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ کہنا (لان المتقدمين من المانعين الاستيجار) اس عبارت میں لفظ "المانعین" کو استعمال کرنا غلط ہے اس لئے کہ میں قول اول میں واضح کر آیا ہوں ہ علماء متقدمین کے اس قول کا معنی مروی ہے (لا اجيب الاجرھے نہ کہ يحرم اور نہ يكره اور نہ يمنع ممعكر۔

(یعنی علماء متقدمین کے لئے مانعین کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے، وہ مانعین نہیں بلکہ ان کے اس قول میں جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ استیجار جائز نہیں کا مقصد یہ ہے کہ یہ اجارہ واجب نہیں انہوں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ اجارہ حرام ہے یا یہ اجارہ مکروہ ہے یا یہ اجارہ منع ہے۔ تو اپنی جانب سے علماء متقدمین کو مانعین کے لفظ سے نوازنا کہاں کا انصاف ہے۔

وجہ چہارم

چوتھی وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ لکھنا (جوزوا الرقية بالاجرة) یہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اور متاخرین علماء احناف کے استدلال کا اقرار ہے۔

(یعنی اے معترض تو نے بھی تسلیم کر لیا کہ علماء متقدمین نے دم و تعویذات پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے تو پھر تو نے اس عبارت سے ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور متاخرین علماء احناف کے استدلال کا اقرار کر لیا، تعلیق مترجم)

وجہ پنجم

معترض کا یہ لکھنا (لانها ليست عبادة محضة) بھی غلط ہے کیونکہ سورہ فاتحہ یقیناً قرآن کریم ہے۔

وجہ ششم

چھٹی وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ لکھنا (بل من التداوی) بھی غلط ہے، کیونکہ علم طب میں تداوی ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جو بیماریوں سے صحتیابی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں) جب تو نے سورۃ فاتحہ کو تداوی کہہ دیا پھر تو آپ اس آیت مبارکہ (وننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمت) کو دلیل بنا کر پورے قرآن کو تداوی کہو گے۔

اعتراض

قوله استدل الشافعي انه صلى الله عليه وآله وسلم زوج بما معه من القرآن، متفق عليه (الى قوله)

قلت: الجواب الاول انه ليس فيه تصريح بان التعليم صداق فيحتمل انه زوجها اياه بغير صداق اكراماله وتعظيما للقرأن۔

جناب والا! اس حدیث سے جس میں فرمایا گیا ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے (ایک زوجہ مبارکہ سے) قرآن کریم کے اتنے حصہ کے عوض نکاح کیا جتنا (اس وقت نازل ہوا تھا اور) ان کے پاس تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

معترض کہتا ہے سو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ قرآن کریم عوض نہیں بن سکتا) کیونکہ اس کلام میں کوئی تصریح نہیں کہ تعلیم قرآن مہر ہو، نیز اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ حضور پر نور ﷺ

نے اس زوجہ مبارکہ سے بغیر مہر کے نکاح فرمایا ہو (ہو سکتا ہے کہ اس زوجہ مبارکہ کا نکاح بغیر مہر کے من جانب اللہ اپنے نبی ﷺ) کا اکرام ہو، اور تعلیم قرآن برائے تعظیم قرآن ہو۔

جواب

میں اس کا جواب دیتا ہوں

کہ جناب والا! اس حدیث میں تصریح ہے کہ تعلیم قرآن مہر ہے، کیونکہ اس حدیث کی عبارت یوں ہے (زوج بما معه من القرأن)، حضور پر نور ﷺ نے قرآن کریم کے اس حصہ مبارک کے عوض اس خاتون سے نکاح کیا جو حصہ اس وقت تک ان کے پاس موجود تھا، بما میں حرف (ب) برائے عوض، یا برائے بدل ہے۔ جس طرح بیع و شراء میں یہی حرف (ب) برائے عوض، یا برائے بدل، ثمن پر داخل کرتے ہیں، (جیسے کوئی کہے اشتریت القلم بعشرة دراهما۔ خریدا میں نے قلم دس روپے کے عوض، دیکھا آپ نے کہ یہاں بھی "حرف ب" برائے عوض ہے، اسی طرح زوج بما معه میں بھی "ب" برائے عوض ہے، یا بدل ہے، تعلیق مترجم)

ثابت ہوا کہ اس حدیث میں قرآن کریم کا مہر کے عوض ہونا ظاہر متبادر ہے، اور کلام کو ظاہر متبادر پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ تبادر حقیقت کے اقویٰ علامات میں سے قوی علامت ہے (جیسے کہ مختصر المعانی صفحہ نمبر ۲۳۴ میں ہے)۔

ان دلائل سے یہ احتمال باطل ہو گیا کہ حضور پر نور ﷺ نے بغیر مہر نکاح فرمایا، نیز یہ احتمال بھی باطل ہوا کہ اس حدیث (زوج بما معه من القرأن) میں بما میں "ب" بمعنیٰ "ل" کے ہو۔ نیز یہ احتمال بھی باطل ہوا کہ اس زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا مہر حضور پر نور ﷺ کو بخش دیا ہو، پھر یہ جتنے احتمالات معترض نے بیان کئے ہیں یہ تمام کے تمام ناشی بلا دلیل ہیں، جبکہ حمل معنیٰ

حقیقی پر واجب ہے، ہاں معنیٰ حقیقی پر حمل کرنا اس وقت صحیح نہیں کہ معنیٰ حقیقی پر حمل کرنا محال ہو گیا ہو یا معنی حقیقی متعذر ہو، جبکہ یہاں معنیٰ حقیقی پر حمل کرنا نہ تو محال ہے اور نہ معنیٰ حقیقی متعذر ہے سو معنیٰ حقیقی پر حمل کرنا واجب ٹھہرا، اور وہ ہے قرآن کریم کا وہ حصہ جو حضور پر نور ﷺ کے پاس موجود تھا کے عوض نکاح کا منعقد ہونا، قرآن کریم ہی مہر کا عوض ہوا۔ تعلیق مترجم)

اعتراض

لا نسلم ان جواز الاجر فی الرقیٰ یدل علی جواز التعلیم بالاجر و الحدیث انما ھو فی الرقیة۔

جناب والا! دم (و تعویذات) پر اجرت لینے کے جواز کو ہم تعلیم قرآن کے جواز پر قیاس نہیں کر سکتے (یعنی اگر حضور ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سانپ یا بچھو کے کاٹے ہوئے آدمی کو دم کیا تھا اور اس کے بدلے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اجرت لی تھی اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس میں سے اپنا حصہ بھی طلب فرمایا تھا تو دم کرنے کی اجرت کے جواز کو) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کے لئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ وہ اجرت صرف "دم" تک محدود ہے نہ کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو شامل، سو ہم تمہارا یہ قیاس تسلیم نہیں کرتے۔

جواب

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ان احق ما اخذتم (الیٰ آخرہ) قال العینی فیہ جواز اخذ الاجرة لتلاوة القراٰن و للتعلیم و الرقیٰ ایضاً لعموم اللفظ، عینی البخاری۔

ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ کما مر فی الاحادیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دیکھئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں(ان احق مااخذتم)اس حدیث کے ذیل میں علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم نیز تلاوت قرآن کریم (کسی کے گھر میں ہو یا عند القبر ہو) اور دم و تعویذات پر اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہاں لفظ کا عموم دلالت کرتا ہے، وہ عموم یہ ہے (ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ) علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس توضیح سے معترض کا سارا نظریہ تباہ وبرباد ہو گیا۔

اعتراض

ولا ضرورۃ فی الستیجار علی القراءۃ علی القبر۔

اعتراض: جناب والا! قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے پر اجرت لینے کی ضرورت نہیں۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فیہ جواز الاجرۃ لتلاوۃ القرآن کما مر أنفا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینے کا جواز ہے۔

وجہ دوم

وجہ دوم یہ ہے کہ میں نے عبارات کثیرہ سے ثابت کیا کہ تمام اقوال میں مختار قول یہ ہے کہ تلاوت مجرد پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ سوم

تیسری وجہ یہ ہے کہ دیکھئے مرحوم کی مغفرت، مرحوم کا انس والفت اور مرحوم سے عذاب قبر میں تخفیف، یہ تمام مرحوم کی ضروریات ہیں، مرحوم کو مذکورہ تمام اشیاء کی ضرورت ہے۔ اور مرحوم کی یہ مذکورہ تمام ضروریات قرآن کریم کی تلاوت کی برکت سے پوری ہو سکتی ہیں، مگر افسوس کہ معترض کو مذکورہ ضروریات، ضروریات نظر ہی نہیں آتیں، (العیاذ باللہ)

اعتراض

والمأخوذ منها حرام للأخذ وهو عاص بتلاوة والذکر لاجل الدنیا ویمنع القاری للدنیا والأخذ والمعطی اثمان۔

جناب والا! تلاوت قرآن کریم اور ذکر کے عوض جو کچھ لیا جائے وہ لینے والے کے لئے حرام ہے اور دنیا کے حصول کے لئے جو تلاوت کرتا ہے یا دنیا کے حصول کے لئے ذکر کرتا ہے وہ دونوں گنہگار ہیں جو قاری دنیا کے حصول کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرے اسے منع کیا جائے، اس صورت میں عوض دینے والا اور عوض لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

یہ حرمت و معصیت و گناہ اس بات پر مبنی ہیں کہ جب متقدمین کے اس قول لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کا معنیٰ مرادی یحرم الاستیجار کیا جائے جبکہ لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کا معنی یحرم الستیجار کرنا غلط ہے کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مبسوط میں

خود اس عبارت کا مرادی معنی یوں کیا ہے۔ای لا یجب الاجر ،امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا مرادی معنیٰ یحرم نہیں فرمایا۔

سو عدم وجوب جواز کے منافی نہیں، جس طرح کہ میں نے اقوال اول میں بہت ساری کتابوں سے جواز کا ذکر کر دیا ہے،فارجع الیہ ان شئت۔

وجہ دوم

وجہ دوم یہ ہے:

یہ کہنا(وھو عاص بتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا و یمنع القاری للدنیا)کہ دنیا کے حصول کے لئے ذکر و تلاوت کرنے والا گنہگار ہے ایسے قاری کو تلاوت کرنے سے منع کیا جائے، یہ قول غلط اور مردود ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا(۱۰) یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا(۱۱) وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاؕ(سورۃ نوح ۱۲)

(حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں)

پس میں نے اپنی قوم سے کہا، معافی مانگو اپنے رب سے وہی اللہ معاف فرمانے والا ہے، بھیجے گا اللہ تم پر موسلا دھار بارش اور اللہ تعالیٰ تمہاری امداد فرمائے گا،مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے باغ اور بنائے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نہریں۔

قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ طاعات میں مشغول ہونا خیر و برکت اور وسعت رزق کا سبب ہوتا ہے، نیز دنیا اور اموال و اولاد اور باغات اور نہریں اور مغفرت کے حصول کے لئے

استغفار پڑھنا دلیل قطعی ہے احادیث صحیح واقوال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین واقوال تابعین سے ثابت ہے۔

وجہ سوم

تیسری وجہ یہ ہے

کہ معترض کا قول مبنی ہے طاعات پر اجارہ صریحہ کی صورت میں جبکہ یہاں اجارہ صریحہ نہیں، سو یہ اعتراض ہی بے جا ہے، نیز میں نے "عادۃ مستمرہ" اور "المعروف کالمشروط" کی بحث میں خوب وضاحت کی ہے، فارجع الیہ ان شئت۔

اعتراض

فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء بالاجرۃ وحینئذ فقد ظھر لک بطلان ما اکب علیہ اھل العصر من الوصیۃ بالختمات والتھالیل۔ (الیٰ آخرہ)

ولو لا الاجرۃ ما قرء احد لاحد فی ھذا الزمان بل جعلوا قرآن العظیم کسبا و وسیلۃ الیٰ جمع المال لعلمھم انھم لا یذھبون الا بالاجرۃ البتۃ۔

جناب والا! اقوال سابقہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں لوگ مرحوم کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم کے پارے پڑھتے ہیں، جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل مصر علماء نے (مسلمانوں کو) اس طرح وصیت کرنے سے منع کیا ہے کہ میرے لئے (میرے مرنے کے بعد) قرآن کریم کے ختم یا ذکر واذکار کیا جائے۔

بلکہ قاریوں نے قرآن کریم کو مال کمانے اور مال ملنے کا وسیلہ بنالیا ہے، نیز اگر مال ملنے کی امید نہ ہو تو ہمارے زمانے میں کوئی بھی کسی کے لئے قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے (پھر صاحب خانہ کو بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ) اجرت لئے بغیر میرے ہاں نہیں آئیں گے۔

میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں

وجہ اول

معترض کا کہنا (ان ماشاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء بالاجرۃ) غلط ہے کیونکہ میں "عادۃ مستمرہ" کی بحث میں ذکر کر آیا ہوں اس میں اجرت کی شرط نہیں سو یہ افتراء ہے۔

وجہ دوم

کہ معترض کا یہ کہنا (ولو لا الاجرۃ ماقرء۔۔۔۔ لا یذھبون) غلط ہے، یہ مسلمانوں پر افتراء ہے نیز یہ قول المعروف کالمشروط پر مبنی ہے جس کے میں نے بائیس جوابات دیئے ہیں شوق ہو تو المعروف کالمشروط کی بحث میں دیکھ لیجئے۔

وجہ سوم

کہ معترض کا یہ قول (ظھر لک بطلان ما اکب علیہ اھل العصر من الوصیۃ بالختمات والتھالیل) مردود ہے۔ وصیت کے بطلان کی بحث میں میں نے بحمدہ تعالیٰ چہار (۴) جوابات دیئے ہیں، فارجع الیھا ان شئت اگر چاہے تو اس بحث میں ملاحظہ کر لے۔

وجہ چہارم

مات رجل فاجلس وارثہ رجلا یقرأ القرأن علی وبرہ، تکلموا فیہ منھم من کرہ ذلک والمختار انہ لیس بمکروہ ویکون الماخوذ اجر فی ھذا الباب قول محمد و لھذا حکی وعن الشیخ ابی بکر العیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اوصیٰ عند موتہ بذلک ولو کان مکروھا لما اوصی بہ۔[339]

339 ذکرہ الولواجی، شلبی ج ۱، جنازۃ ۲۴۶

صاحب تتارخانیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے اور مرحوم کے ورثاء اس کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے قاری کو بٹھائے تو آیا یہ جائز ہے یا نہ؟

صاحب تتارخانیہ فرماتے ہیں کہ اس میں فقہاء کے دو نظریئے ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے مکروہ ہے (قال بعضهم يكره)

اور بعض نے فرمایا ہے مکروہ نہیں (والمختار انه لا يكره) یہی مختار قول ہے۔

صاحب تتارخانیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے اور مرحوم کے ورثاء اس کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے قاری کو بٹھائیں تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

صاحب تتارخانیہ فرماتے ہیں:

اس میں فقہاء کے دو نظریئے ہیں۔

بعض نے فرمایا ہے، مکروہ ہے (قال بعضهم يكره)

اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے مکروہ نہیں، (والمختار انه لا يكره) یہی مختار قول ہے۔

صاحب فتاویٰ تتارخانیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے نزدیک احوط قول یہ ہے کہ اس سے صاحب مزار کو فائدہ ہوگا۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کیا قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے، صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب دیتے ہیں، اس مسئلہ میں فقہاء کے دو نظریئے ہیں۔

(ا) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مکروہ ہے۔

(۲) جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، مکروہ نہیں۔

البتہ علماء احناف نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی پر عمل کیا۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، دوسرا مسئلہ یہ ہے۔

کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے اور مرحوم کے ورثاء اس کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے قاری کو بٹھائے (تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟)

صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں اس میں بھی فقہاء نے کلام فرمایا۔

یعنی اس میں بھی دو نظریئے ہیں۔

(۱) ایک نظریہ کے مطابق قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مکروہ ہے (منھم من کرہ ذلک)

(۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے سو یہ مکروہ نہیں۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس باب میں (یعنی اس مسئلہ میں) امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہی نافذ العمل ہو گا۔ (ویکون الماخوذ بہ فی ھذا الباب قول محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں شیخ ابو بکر العیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب قریب المرگ ہوئے تو آپ نے وصیت فرمائی کہ جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو میری قبر کے پاس قاری بٹھانا تا کہ وہ میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرے۔

صاحب فتاویٰ الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر قرآن کریم پڑھوانا ناجائز ہوتا تو حضرت شیخ ابو بکر العیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی وصیت کیوں فرماتے، اتنے عظیم فقیہ کا اس انداز سے وصیت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کے پاس قاری کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے بٹھانا جائز ہے۔

وقال محمد بن الحسن لا یکرہ القراءۃ عند القبور لما روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ اوصیٰ ان یقرأ علی قبرہ وقت الدفن بفاتح السورۃ البقرۃ و خواتھما شرح القاری علی الفقہ الاکبر (۱۵۸)

صاحب شرح فقہ اکبر لکھتے ہیں:

امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں، اپنے اس قول کی دلیل دیتے ہوئے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرے دفن کے وقت سورۃ البقرہ کا پہلا رکوع اور آخری رکوع پڑھا جائے۔[340]

الاکل والشرب بعد ختم القرآن مقاصد السنیۃ سے ماخوذ ہے۔

---

[340] المقاصد السنیہ از مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ کل القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فصل در تحقیق إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کی تحقیق

سوال: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہیں، اور یہ عقیدہ قرآن کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (الکهف ۱۱۰)

ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

تو ہمیں کہنے میں خرابی نہیں۔

دوسرا جواب اسی آیت کے ماتحت حضرت حسن کی تفسیر دکھا دیتا ہوں۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کی تفسیر از تفاسیر

قال الحسن: علمه الله تعالى التواضع۔[341]

حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ارشاد فرما کر تواضع کا سبق سکھایا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ امر محمد صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم بان يسلك طريقة التواضع فقال۔[342]

---

[341] (تفسیر الخازن، ج۲، ص۸۷)

[342] (تفسیر کبیر، ج۵، ص ۱۲۷)

یہ اللہ تعالیٰ نے اس واسطے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرمایا تاکہ آپ کو تواضع اور انکساری کا سبق ملے، اور آپ کی سنت پر آپ کی امت عمل کرے، اور اپنے آپ کو عاجز کہیں فخر نہ کریں۔ اور اپنے آپ کو بڑائی کی طرف نہ لے جاویں، اور نہ اپنے آپ کو بڑوں سے تشبیہ دیں، لیکن بعض امتی ایسے بد فہم نکلے، جنہوں نے اس آیت کریمہ کا الٹا مطلب سمجھ لیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کا سبق سکھایا ہے تو ہم بھی آپ کو بَشَرٌ مثلنا کہیں گے۔

افسوس ایسی امت کے ایسے دماغ و سمجھ پر امت کا حق تو یہ تھا کہ عرش معلی کی سیاحی کرنے والوں کو جب بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تواضع کا حکم ہو رہا ہے، ہم تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے امتی ہیں۔ ہمیں تو اپنے آپ کو کم ترین سے کم ترین کے مشابہ سمجھنا چاہیئے تاکہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت پر عمل ہو، نہ کہ مثل کہنے سے عمل ہوا ہے۔مثلکم کا لفظ تواضعا۔ تو آپ نے فرمایا تمہاری تواضع تو تب ہے کہ اس سے بھی کم تواضع کا لفظ ہو۔

تیسرا جواب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔[343]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اپنی صورت پر۔

اگر آدم علیہ السلام تمہارے عقیدے کے ہوتے تو فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں یا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرما دیتے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی

---

[343] (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۱۹)

صورت پر پیدا فرمایا ہے، لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام خدا جیسے ہوئے۔ اور جب حضرت آدم علیہ السلام خدا جیسے ہوئے تو ہم تمام خدا جیسے ہوئے کیوں جناب!

اگر وہاں **مثلکم** میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مماثل بنتے ہو، تو یہاں خدا کی مثل بھی بن جاؤ، نچلا درجہ کیوں پسند کرتے ہو، ترقی کرکے خدائی مرتبہ پر کیوں نہیں فائز ہو جاتے، کچھ خدا کا خوف کرو۔

چوتھا جواب:

اب قرآن کریم سے عرض کرتا ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا کئی برس تک وظیفہ رہا: **رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الأعراف ٢٣)** اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

کیا تم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے کہو گے کہ معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام ظالم و خاسر تھے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو کہا تم کیوں نہ کہو، اگر تم حضرت آدم علیہ السلام کے کہے کو کہو تو ایمان نہیں رہتا۔ تو ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فرمائے ہوئے کو تمہارا ویسے کہنا بھی ایمان سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی عجز و انکساری سے فرمایا، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی آبائی سبق عجز و انکساری کا **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ** نے سکھایا۔ ایسے ہی حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الأنبياء ٨٧)**۔

پانچواں جواب:

قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ کی نفس عبارت کو ہی اگر دیکھا جائے تو بھی تمہارا مطلب اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنی مثل کہنا اگر امت کو حکم ہوتا کہ تم کہو کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثل ہیں پھر تو تم سچے تھے اور جب تمہیں حکم نہیں ہوا تو تم جھوٹے ہو۔ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل کہتے ہو۔ یہ تمہارا اپنی مثل کہنا سراسر قرآن عظیم الشان کے خلاف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے مثل بشر کہنا شرعاً وعقلاً بھی منع ہے۔

مِثۡلُكُمۡ کی عقلی دلیل

تمہاری ہمشیرہ، والدہ، بیوی عورت ہونے میں سب ہم مثل ہیں، لیکن اگر تم بیوی کو کہو کہ تو میری بیٹی یا میری ماں کی مثل ہے تو ساٹھ روزے متواتر رکھو یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ تو تم بیوی کے قریب جاسکتے ہو ورنہ نہیں۔ اور اگر کہہ دو کہ میری ماں یا بیٹی میری بیوی جیسی ہے تو ایمان جاتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے بے ایمان رہتا ہے، اگر گھر میں مساوات کرو تو ایمان جاتا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مساوات کرنے سے ایمان کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

مثلیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ممانعت کے دلائل قرآن کریم سے

يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ (الأحزاب ۳۲)

اے نبی کی بیبیو تم اَور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

جس بدن کے ساتھ آپ کا بدن پاک نوری مس کرے اس وجود کو رب العزت نے دوسروں سے ممتاز فرمایا اور حکم الٰہی ہوا کہ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ازواج مطہرات تم دنیا کی دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو، آپ کی ازواج مطہرات کی مثلیت کی نفی جب اللہ تعالیٰ نے فرمادی تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثلیت تم کیسے بنا سکتے ہو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود مبارک سب مؤمنین سے اعلیٰ ہے

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام مؤمنین کے نفسوں سے بہت اولیٰ ہیں۔

اب تم کہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے باعتبار نفس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم سے بہت بہتر ہیں، اب تمہاری بات کو تسلیم کریں یا اللہ تعالیٰ کے فرمان کو؟ تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔

مثلیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ممانعت احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ۔[344]

[344] (سنن الکبری للبیهقی، ج٧، ص ٦٢، صحیح مسلم، ج ١، ص ٥٠٧، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے میں نے بات کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بے شک آپ نے فرمایا بیٹھ کر آدمی کی نماز کا آدھا ثواب ہے، اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں، اور لیکن میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔

حدثنا مسدد، قال: حدثني يحيى، عن شعبة، قال: حدثني قتادة، عن أنس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا تواصلوا قالوا: إنک تواصل، قال: لست كأحد منكم إني أطعم، وأسقى، أو إني أبيت أطعم وأسقى۔[345]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: وصلی روزے نہ رکھو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا حضور آپ وصلی روزے رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کھلایا جاتا ہوں، اور پلایا جاتا ہوں، یا فرمایا بے شک میں رات گزارتا ہوں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أُمَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: نَزَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَتَكَلَّفْنَا لَهُ طَعَاماً فِيهِ شَيْءٌ مِنْ بَعْضِ هَذِهِ الْبُقُولِ، فَلَمَّا أَتَيْنَاهُ بِهِ كَرِهَهُ وَقَالَ لأَصْحَابِهِ: كُلُوهُ، فَإِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ أُوذِيَ صَاحِبِي۔[346]

حضرت ایوب کی والدہ نے خبر دی کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے تو ہم نے آپ کو بعض سبزی کھانے کی تکلیف دی۔ اس میں کچھ بو تھی جب ہم

---

[345] (صحیح البخاری، ج۳، ص۳۷، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي))

[346] (سنن الدارمی، ج۲، ص ۱۳۹، الناشر: دار الكتاب العربي - بيروت)

آپ کے پاس لائے تو آپ نے کراہت فرمائی اور اپنے دوستوں کو فرمایا تم کھالو بے شک میں تم سے کسی ایک جیسا نہیں ہوں، میں ڈرتا ہوں کہ میرے دوست ساتھی کو تکلیف ہو گی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔[347]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وصال سے منع فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی حضور بے شک آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں، بے شک میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُوَاصِلُوا فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِ۔[348]

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے آپ نے فرمایا وصلی روزے نہ رکھو۔ تم میں سے جس کا ارادہ ہو کہ وصلی روزے رکھنے کا تو سحری تک رکھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وصلی روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں، میرا کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے، اور میرا پلانے والا مجھے پلا دیتا ہے۔

---

347 (صحيح البخارى، ج ٢، ص ٦٩٣، الناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت)

348 (صحيح البخارى، ج ٢، ص ٦٩٣)

حَدَّثنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ إِنَّکَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ۔[349]

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے منع فرمایا وصلی روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ تو وصلی روزے رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟ بلا شک میں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔

حَدَّثنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِکٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الوِصَالِ، قَالُوا: فَإِنَّکَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔[350]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وصلی روزے سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔

حَدَّثنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ بَكْرَ بْنَ مُضَرَ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ

---

349 (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۶۹۴، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامۃ- بیروت)

350 (سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۰۶، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت)

يُوَاصِلَ، فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرَ» قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنَّ لِي مُطْعِمًا يُطْعِمُنِي، وَسَاقِيًا يَسْقِينِي۔[351]

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے وصلی روزہ نہ رکھو، تو تم میں سے جس شخص کا ارادہ ہو کہ وصلی روزہ رکھے چاہیئے کہ سحری تک وصل کرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا حضور آپ رکھتے ہیں، فرمایا میں تمہاری ہیئت کا نہیں ہوں بے شک میرے لئے کھلانے والا ہے، جو کھلاتا ہے، اور پلانے والا ہے جو پلاتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا تُوَاصِلُوا»، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ، إِنَّ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي۔[352]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وصلی روزہ نہ رکھو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا میں تم سے کسی کی طرح نہیں ہوں، بے شک میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ " فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: " إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى "۔[353]

---

[351] (سنن ابی داؤد، ج۲، ص۳۰۷، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا - بیروت)

[352] (سنن الترمذی، ج۳، ص۱۴۸، الناشر: دار إحیاء التراث العربي - بیروت)

[353] (مسند احمد، ج۲، ص۵۲۰)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَاصَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَنَهَاهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔[354]

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي حُدِّثْتُ أَنَّكَ قُلْتَ: "أَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ" وَأَنْتَ تُصَلِّي جَالِسًا؟ قَالَ: "أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ"۔[355]

ترجمہ گذر چکا ہے۔

مذکورہ بالا بارہ دفعہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لست کاحدکم سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارشاد اِنَّ رَبِّی یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ہماری مثل نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کو خداوند کریم کھلاتا پلاتا ہے، اور آپ کے وصلی روزے کا مفسد نہیں ہے اور ہم ذراسی چیز کھالیں تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

---

354 (مسند احمد، ج ۲، ص ۵۷۵، الناشر: عالم الکتب - بیروت.)

355 (مسند احمد، ج ۴، ص ۵۵۲، الناشر: عالم الکتب - بیروت.)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اقرار کرنا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثل نہیں ہیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنْ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[356]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

استدلال قرآنی اور متقدمین کا عقیدہ

کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں

{قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا} الآية, فالمعنى: لا تظنوا أنه مثلكم۔[357]

ضرور جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کھسک جاتے ہیں وہ تم سے نظر بچا کر (اخیر آیت تک) تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم یہ نہ یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہاری مثل ہیں۔

---

[356] (صحيح البخارى، ج ا، ص ۱۳، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي))

[357] (شرح الزرقانى، ج۷، ص ۲۵۵، الناشر: دار الكتب العلمية)

ایک دفعہ کسی کو بات کہی جائے تو ماننے والے کو یقین ہو جاتا ہے، جب تین دفعہ کہا جائے تو بے یقینے کو بھی یقین ہو جاتا ہے لیکن میرے پیارے محبوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ۱۲ دفعہ فرمایا کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمادیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم آپ کی مثل نہیں ہیں۔ متقدمین کا عقیدہ بھی یہی دکھادیا گیا۔ اب بھی اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر سمجھے تو اس کو خدا سمجھے۔

خَالِقٌ بَشَرًا کا جواب

سوال: مولوی صاحب نبیوں علیہم السلام کو بشر کہنا یہ سنت اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸)

تم آگے کیوں نہیں پڑھتے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (الحجر ۲۹)

پھر جب میں اس کو برابر درست کرلوں اور اس میں میں اپنی روح کو پھونک دوں تو تم اے فرشتو! اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔ خالق نے خَالِقٌ بَشَرًا فرمایا۔ اور مخلوق کو فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ کا حکم فرمایا۔ تم اگر خالق ہو تو خالق والی بات کہو اگر مخلوق ہو تو مخلوق کی سنت ادا کروگے۔

آگے فرمایا:

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ سب ملائکہ سجدہ میں گر گئے، مقبول ہوگئے۔ ابلیس کی نظر بشریت پر پڑ گئی۔ مِنْ رُوحِي کو مد نظر نہ رکھا۔

مخلوق میں سب سے پہلے ابلیس نے نبی اللہ کو بشر کہا

قَالَ يَاإِبْلِيسُ مَالَکَ أَلَّاتَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ (الحجر ۳۲)

اے ابلیس تجھے کیا ہو کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔

تو ابلیس نے جواب دیا:

قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۳۳)

میرے لئے یہ لائق نہیں ہے کہ میں ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے بجنے ہوئے کیچڑ سے پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے اس کہنے کا جواب فرمایا سنیئے:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّکَ رَجِيمٌ (۳۴) وَإِنَّ عَلَيْکَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (الحجر ۳۵)

اے ابلیس تو نکل جا جنت سے کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے، اور ضروری تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

کیوں جناب! ابلیس نے بھی وہی الفاظ کہے تھے جو رب العزت نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمائے تھے۔

رب العزت نے بھی پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸)

اور ابلیس نے بھی وہی جملہ خداوندی دہرایا کہ:

لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۳۳)

جب تمہارے نزدیک نبی اللہ کو سنت کہنا سنت اللہ ہے، تو اللہ رب العزت کو تو چاہیئے تھا کہ اس کو اس جواب پر انعام دیتا کہ تو نے میری سنت ادا کی ہے، اور تو نے اپنے اللہ کے آگے شرک بھی نہیں

کیا، تجھے یہ جنت یا اس سے بڑھ کر انعام دیتا ہوں۔ اور نہ ہی ابلیس کو یہ جرأت ہوئی کہ کہتا یا اللہ! جو تو نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا تھا میں نے بھی تو وہی جملہ استعمال کیا ہے۔ یہ کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں، اگر گستاخی کا کلمہ ہے تو تیرا ہی بتایا ہوا ہے، ابلیس کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ اب تمہیں یہ کہنے کی جرأت ہو رہی ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہم سنت اللہ کہنے والے ہیں۔ یہ اپیل تو ابلیس کو دائر کرنی چاہیئے تھی نہ کہ تمہیں۔ حالانکہ یہ جملہ جب ابلیس نے استعمال کیا تو رب العزت نے اس کو ایک جنت سے ملعون و مردود بنا کر نکال دیا۔ تو ایسی بڑی جماعت کو جو اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے مثل بشر کہنے والی ہے جنت میں کیسے داخل کرے گا۔

دوسری بات ابلیس نے صرف ایک دفعہ نبی اللہ کو بشر کہا، ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود بنا کر دوزخی بنا دیا گیا، تو جو لوگ ہمیشہ اس کی سنت کو ادا کرتے ہوئے دن رات اپنے مصطفیٰ نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کی رٹ لگانے والے ہیں، خدا جانے ان کو کون سے طبقے میں جگہ دے گا۔

اور ساتھ ہی فرما دیا:

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ (ص ۸۵)

تجھ سے بھی جہنم کو بھروں گا، اور جو تیری تابعداری کرے گا، ان سے بھی جہنم کو پر کروں گا۔

یہ تو جواب ہوا تمہارے بشر کہنے کا کہ نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا یہ سنت ملائکہ نہیں ہے، بلکہ سنت ابلیسی ہے۔

سوال: مولوی صاحب اس نے سجدہ نہ کیا تھا اس لئے ملعون ہوا۔

جواب: سنیئے دوست! اللہ تعالیٰ نے پہلے بشریت کو پیش نہ فرمایا تھا۔ بلکہ پہلے إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرۃ ۳۰) اے فرشتو! میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ حضرت آدم

علیہ السلام کا نام تک نہیں لیا کہ میں آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ پیش فرماتا پھر اگر ابلیس حقیقت تک پہنچ جاتا تو کبھی گرفت میں نہ آتا۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اگر حضرت آدم علیہ السلام کا نام پیش فرمادیتا تو ابلیس کہہ دیتا کہ یا اللہ تو انسان کو تو ہم سے برتری دیتا ہے۔ تو رب العزت بھی ضرور جواب دیتا کہ نبوت ورسالت اعمال کا ثمرہ نہیں ہے۔

بلکہ فرمایا:

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ (المائدۃ ۵۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

تو رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کے نام کو پیش نہیں فرمایا کہ کوئی اس حقیقت کو مد نظر نہ رکھے۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ و منزلت کو پیش فرمایا تاکہ ثبوت ہو جائے کہ نبی اللہ کی حقیقت انسانی کی طرف نگاہ غیر نہ کریں، بلکہ اس کے مرتبے کو ملحوظ رکھیں۔ جب ملائکہ نے بطاقت غیب حضرت آدم علیہ السلام کے پیش کردہ مرتبے کو ملحوظ نہ رکھا، بلکہ اس کے اعمال کو اعتراضی نگاہ سے دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنۡ صَلۡصَالٍ مِنۡ حَمَإٍ مَسۡنُونٍ (الحجر ۲۸) کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لئے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف جب ان الفاظ کو منہ پر لاتا ہے، سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی اللہ رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کی قدر و شان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا تو تمام نوری ملائکہ تو فوراً ابلا عذر ارشاد خداوندی کو سمجھ گئے، اور سجدے میں گر پڑے۔ لیکن جو ان کا

معلم ابلیس تھا وہ اکڑا رہا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ابلیس کے بیانات لئے تاکہ مجرم کا بیان لے کر اس کو اس کے جرم کی سزا دے، کیونکہ ملائکہ کو أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ (البقرة ۳۰) کی ترغیب دینے والا اور کہلانے والا بھی وہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ بعد میں سب کا بلا عذر سرنگوں ہونا اور صرف ابلیس کا اکڑنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی شرارت بھی اسی کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب اس نے وہی دیا جو اللہ تعالیٰ پہلے فرما چکا تھا کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ اسے معلوم تھا کہ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہی کہے گا۔

جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مخالفین بھائیوں کو ان کا بھیڑیئے کا بہانہ بنانے سے پہلے ہی فرما دیا کہ أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ (یوسف ۱۳) اور بعد میں بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ (یوسف ۱۷) وہی بات بنائی جو حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے۔

تو اب کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ بیٹوں نے باپ کی سنت ادا کی بلکہ صاحب ایمان یہی کہے گا کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کا بھیڑیئے کے کھانے کے بہانے کا علم غیبی تھا۔ جس بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے بہانہ بنانے سے پہلے ہی ان کو ان کے جھوٹے بہانے کا اظہار فرما دیا تاکہ ایمان والوں کو ثابت ہو جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں کے جھوٹے بہانے سے بے خبر نہ تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب ہے، وہ کلمات جو ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بعد میں کہنے تھے، وہ پہلے ہی سنا دیئے تاکہ ثابت ہو جائے کہ رب العزت کو ابلیس کے اس جھوٹے بہانے کا پہلے سے علم تھا۔ لیکن جب ابلیس کا بیان دینے کا وقت آیا تو اس نے خداوندی سوال کے

جواب میں وہی بیان دیئے جو وہ پہلے فرما چکا تھا۔ تو یہ رب العزت کے عالم الغیب ہونے کی دلیل ہے، نہ کہ ابلیس نے سنت اللہ کو ادا کیا، جیسا کہ تم سمجھ بیٹھے۔

جب ابلیس نے اللہ رب العزت کو جواب دیا لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۳۳) تو ابلیس نے دو جرم کئے، ایک حکم خداوندی کا انکار اور دوسرا نبی اللہ کو معاذ اللہ نگاہ خفت سے (معاذ اللہ) لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۳۳) کہا۔ یعنی ایک اَبیٰ اور ایک اِسْتَكْبَرَ تو رب العزت نے بھی دو ہی سزائیں دیں۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (الحجر ۳۴) حکم خداوندی کے انکار کی سزا کہ یہاں سے نکل جا اور دوسری وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (الحجر ۳۵) کہ تجھ پر قیامت تک لعنت برسے گی۔

اب دو فرقے ہو گئے، ایک خاموشی سے بلاعذر نبی اللہ کو عزت سے تسلیم کرتے ہوئے سرنگوں ہونے والے وہ ہیں نوری فرشتے، اور دوسرا حضرت آدم علیہ السلام کی عزت کا منکر اور نگاہ خفت سے بشر کہنے والا ناری تھا، فرشتے نوری تھے۔ اس لئے ان کی نگاہ اس نور کی طرف گئی جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں مشتعل تھا، جھک گئے۔ اور ابلیس ناری تھا۔ وہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ نہ سکا، اس کی نگاہ حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت تک محدود رہی تو ہمیشہ کے لئے ملعون ہو گیا۔ اب یہ قانون پر یوی کو نسل کا فیصلہ شدہ ہے جس کو رب کریم نے قرآن کریم میں درج کر دیا ہے۔

چونکہ پہلے فیصلہ شدہ ہے، اس لئے ان دونوں فرقوں سے جس کا دل چاہے پسند کرے، چاہے نبی اللہ کی عزت وشان کو تسلیم کرتے ہوئے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے آگے بلاعذر جھکنے والوں میں شامل ہو جائے اور چاہے دوسری طرف نبی اللہ کو بشر کہہ کر حکم خداوندی قَدْ

جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ (المائدة۱۵) کا انکار کر کے اکڑنے والے کی جماعت میں داخل ہو جائے۔ اس وقت خود إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸) فرما کر ابلیس کے عقیدے کا اظہار فرما دیا۔ اور یہاں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (الکھف ۱۱۰) کے عجز کا کلمہ کہلوا کر اکثر مخالفین نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عقیدے کو عیاں فرما دیا۔ جس ذات میں نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ گر تھا، اس کے بشر کہنے والوں کو ملعون کر کے نکال دیا۔ تو جو شخص خود نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو اسی خطاب بشر سے پکارے، بھلا اس کو کیسے بری فرمائے گا۔

تو آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ ابلیس نے دو جرم کئے حکم خداوندی کی نافرمانی اور نبی اللہ کی عزت پیش کرنے کے مقابلے میں وہ بشر کہہ کر خفت نبوت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرة ۳۰) سے شان و عزت آدم علیہ السلام پیش فرمائی اور ابلیس نے عزت تسلیم کرنے کے بدلے میں خفت ظاہریت بشری میں بدلا تو دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوا، ایک سزا یہ کہ نکالا گیا، دوسری سزا یہ کہ ملعون ہوا۔ اب تم صرف یہی کہہ دو کہ ابلیس نے ایک ہی جرم کیا تو یہ تمہاری چشم پوشی ہے۔

باقی ملائکہ سے تم یہ ثابت کر دو کہ انہوں نے سجدہ تو کیا ہو ساتھ ہی کہا ہو کہ نَسْجُدُ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ارشاد خداوندی کے مقابلے میں اس کے حکم کو تسلیم نہ کرنا یہ بھی سنت ابلیسی ہے۔ مثلاً اللہ کریم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق فرمایا: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدة ۱۵) تم نے اس حکم خداوندی کو ٹھکرایا۔ جیسا کہ وہ اس حکم میں أَبیٰ کا مصداق ہوا۔ تم نے اس حکم کے متعلق أَبیٰ کہہ دیا۔ اس نے لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ

صَلۡصَالٍ مِنۡ حَمَاٍ مَسۡنُوۡنٍ (الحجر ۳۳) کہہ دیا، تم نے کہہ دیا مَا کَانَ اِلَّا بَشَرًا مِّثۡلَنَا خَلَقۡتَهُ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِنۡ حَمَاٍ مَسۡنُوۡنٍ اس کو بھی بشریت نے باوجود فرمان الٰہی ہونے کے سر نگوں نہ ہونے دیا، اور تم کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بشریت ہی غلامی سے روک رہی ہے۔ اور نور سے اعراض کرکے مثلیث کی طرف پھنسا رہی ہے۔ نہ اُس نے رب العزت کے حکم کو مقدم سمجھا نہ تم نے اپنی عقل کے مقابلے میں حکم الٰہی کو تسلیم کیا۔ اس نے بھی دلیل سے حکم الٰہی کو ٹھکرایا، تم نے بھی دلیل سے ہی فرمان الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اس نفس امارہ کے کئی متبعین منکرینِ انبیاء علیہم السلام چلے آئے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ حسب سابقہ امم کے جو مخالفینِ انبیاء علیہم السلام تھے۔ اللہ رب العزت نے نہ چھوڑا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مخالفین کو عذاب دینے سے کیسے بچائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حقیقتًا صفی اللہ تھے، کیونکہ اللہ رب العزت نے خطاب فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفَى (آل عمران ۳۳) تمام ملائکہ نے تسلیم کیا۔ لیکن ابلیس نے آدم صفی اللہ نہ تسلیم کیا۔ ہابیل نے تسلیم کیا قابیل نے نہ کیا۔ صفی اللہ کا منکر جماعت قابیلی اور جماعت ابلیسی میں شامل اور نبی اللہ کے انکار کا بانی ابلیس ٹھہرا، جس نے نبی اللہ کی توقیر کا انکار کیا، اور بشر کہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حقیقتًا خلیل اللہ تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبۡرَاهِيمَ خَلِيلًا (النساء ۱۲۵) سے نوازا، نمرود منکر ہوا۔ آپ کے خلیل اللہ ہونے کا منکر نمرودی اور ابلیسی جماعت میں شامل ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ حقیقتاً کلیم اللہ تھے، کیونکہ ارشاد ربانی ہے: وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوسَی تَکْلِیمًا (النساء ۱۶۴) فرعون آپ کے کلیم اللہ ہونے کا منکر ہوا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ حقیقتاً تسلیم نہ کرے وہ فرعونی اور ابلیسی جماعت میں شامل ہوا۔

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ تھے اور ہیں۔ ہمارا ایمان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقتاً روح اللہ تھے، کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: وَرُوحٌ مِنْهُ (النساء ۱۷۱) صلیبیوں نے روح ہونے کا انکار کیا جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقیقتاً روح اللہ تسلیم نہ کرے وہ صلیبی ہے، ابلیسی جماعت میں شامل ہوا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اللہ تھے، اور حقیقتاً نور اللہ تھے، ہمارا ایمان ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ کو قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ (المائدة ۱۵) سے سراہا، اور نور ظاہر فرمایا۔ اور نوری آمد کی اطلاع بخشی۔ ابو جہل وغیرہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے آپ کے نور اللہ ہونے کا انکار کیا اور نور اللہ کو بجھانے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ رب العزت نے یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰہِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُونَ (الصف ۸) سے ان کے نور اللہ کا ارادۂ بد کا اظہار فرما کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو عالمین میں روشن کرنے کی اطلاع فرمائی۔ اور آپ کے نور اللہ ہونے کے منکروں کو وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُونَ (الصف ۸) سے فتویٰ کفر ثبت فرما کر مدّ مقابل جماعت میں شامل کر دیا۔

اب فیصلہ تم پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ تسلیم کر کے خداوندی جماعت نوری میں شامل ہو کر متبع قرآن کریم بن جاؤ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے کا انکار کرکے مقابلے کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ خداوندی حکم آپ کے نور اللہ ہونے کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حدیثیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے کی دلیل ہیں، اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے پر ہے۔ متقدمین کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نوری ہونے پر ہے۔ ہاں ابلیس کا عقیدہ بشر کہنے کا ہے، ابوجہل اور باقی کفار کا کہنا بھی یہی تھا۔

سائل: اللہ تعالیٰ نے إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا (الحجر ۲۸) کیوں فرمایا؟ اس پر بھی فتویٰ لگاؤ گے؟

جواب: تم خالق ہو؟ تم مخلوق کی سنت ادا کرو۔ ملائکہ نے بشر کہا؟ جب ملائکہ نے بشر نہیں کہا، ابلیس نے کہا تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بشر کہنا یہ سنت ملائکہ ہے، اور بشر کہنا یہ سنت ابلیس ہے۔

دوسرا جواب: اللہ رب العزت نے دونوں باتیں بیان فرمادیں: خَالِقٌ بَشَرًا والی بھی اور نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي والی بھی تاکہ جس کو جو پسند ہو قبول کرے۔ ملائکہ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي دیکھ کر سرنگوں ہو گئے، تو اس کے صلے میں اللہ رب العزت نے ان کو نوراللہ کی جھلک نصیب فرمائی، اور ابلیس کی نظر خَالِقٌ بَشَرًا تک محدود رہی تو نور اللہ کے جمال سے محروم رہا۔ اب تمہاری پسند پر موقوف ہے، جس لفظ کو چاہو پسند کرلو۔ جس حکم الٰہی کو ملائکہ نے نہیں دہرایا، اسے ہم دہرانے کے لئے تیار نہیں۔ اور جس کے کہنے سے ابلیس کی تمام عمر کی خالص توحید ضائع ہو گئی۔ ہم بھی وہ جملہ کہہ کر اپنی تمام عمر کے حسنات کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اگر نبی اللہ کو یہ جملہ کہنے سے تمام حسنات سیئات ہو گئے تو نبی الانبیاء علیہم السلام کو وہی جملہ کہہ کر اپنے حسنات کو سیئات کیسے بنالیں؟ نہ ہم وہ جملہ کہنے

کو تیار ہیں اور نہ ہی اس کے مطیع بنتے ہیں۔ ہم وہ ہی جملہ کہنے کو تیار ہیں جو رب العزت نے ہمارے لئے ارشاد فرمایا: قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵)

سوال: تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بشر کہنے سے جی چراتے کیوں ہو؟

جواب: ایک وجہ تو تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ نبی اللہ کو بشر کہنا سنت ابلیسی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی کسی امتی نے بشر کہا تو کفار نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو بشر کہا، کسی مومن نے نہیں کہا۔

دس ہزار روپیہ انعام

انشاء اللہ اس شخص کو نقد دوں گا جو قرآن کریم سے ایک آیت دکھادے کہ کسی امتی نے اپنے نبی اللہ کو بشر کہا ہو۔ یا فقیر قرآن کریم سے دکھا دیتا ہے کہ منکرین انبیاء علیہم السلام نے اپنے نبی اللہ کو بشر سے خطاب کیا۔ جیسا کہ پہلے ابلیس کا خطاب بیان کر چکا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کہا، بعد ازاں کفار اپنے انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتے تھے۔

نوح علیہ السلام کو کفار نے بشر کہا

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ (هود ۲۷)

تو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا، نہیں دیکھتے ہم تجھے مگر ہماری مثل بشر، اور نہیں دیکھتے ہم تیرے متبعین مگر جو ہم سے ذلیل ہیں، کم عقل ہیں۔ اور نہ ہی ہم پر تمہاری کوئی فضیلت ہے۔ بلکہ ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار کی چار باتیں نقل کی ہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم کفار کے کلمات کفریہ

۱۔ تو ہماری مثل بشر ہی تو ہمیں نظر آتا ہے۔

۲۔ تیرے متبعین رذیل اور کم عقل ہیں۔

۳۔ ہم پر تمہاری کوئی فضیلت نہیں، ہمارے جیسے ہی تو ہو۔

۴۔ ہمارے گمان میں تم جھوٹ بھی بول سکتے ہو۔

اب فیصلہ تم خود کر لو کہ طابق النعل بالنعل کے عین موافق کون ہے۔ ورنہ مقیاس حقیقت کا مطالعہ فرمائیں۔

اور قرآن کریم کی اس عبارت کے سامنے تمہارے چاروں اقوال کفار میں مساوات ہے یا نہیں؟ یہ فیصلہ تم پر موقوف ہے۔ انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اور تمہارے عقیدے کی اصلیت تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ کہ آیا یہ عقیدہ اپنی مثل بشر کہنا و دیگر عقائد کن کے تھے اور عقیدہ رکھنے والے کس زمرے میں شامل ہوں گے۔

فرمان خداوندی ملاحظہ ہو:

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (ھود ۲۴)

فرقوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی مثال ہے کیا دونوں مثالاً مساوی ہو سکتے ہیں (ہر گز نہیں) کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

دوسرے مقام پر پھر اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کلام کو نقل فرمایا:
فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (المؤمنون ۲۴)

تو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کفار کے سرداروں نے کہا نہیں ہے یہ نوح مگر تمہاری مثل بشر، ارادہ رکھتا ہے کہ تم پر فضیلت والا بن جائے۔

کیوں جناب! اب فرمایئے ثابت ہوا کہ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کہنا یہ نوح علیہ السلام کے کفار کی سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو ایسے کہنے والوں سے برتاؤ کیا تم بھی جانتے ہو میرے کہنے کی ضرورت نہیں، صرف غرق ہوئے عذاب الٰہی سے۔

قوم عاد نے ھود علیہ السلام کو بشر کہا

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (۳۳) وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ (المؤمنون ۳۴)

قوم عاد کے سردار کافروں نے کہا، اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، حالانکہ ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں ہی دولت دی۔ کہا نہیں ہے یہ ھود مگر تمہاری مثل بشر ہے، کھاتا ہے جو کچھ تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو کچھ تم پیتے ہو اور اگر تم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کے مطیع ہو گئے تو تم اس وقت ذلیل ہو جاؤ گے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا کہ قوم عاد آخرت کے بھی منکر تھے، اور مالدار بھی تھے جو انہوں نے حضرت ھود علیہ السلام کو چند کلمات کفریہ کہے وہ اللہ رب العزت نے نقل فرما دیئے۔

قوم عاد کے کلمات کفریہ ھود علیہ السلام کے متعلق

مَاهَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ

تمہاری مثل بشر ہی تو ہے۔

يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ۔

جو تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے یعنی تمہاری طرح اس کا کھانا ہے۔

وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ

اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو، یعنی تمہاری طرح اس کا پینا ہے۔

وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ

اگر تم اس کے غلام ہو گئے جو تمہاری مثل بشر ہے تو تم ذلیل ہو جاؤ گے۔

پہلی تین باتوں میں تو تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ (البقرۃ ۱۱۸) فرمان الٰہی سچا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ کلام بھی یکساں ہے۔ ہاں البتہ ایک بات میں فرق ہے۔ قوم عاد کہتے تھے کہ اگر تم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کے غلام بن گئے تو ذلیل ہو جاؤ گے۔ اور تم کہتے ہو کہ اگر تم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کے غلام بن گئے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارا ان سے بھی فتوٰی سخت ہے۔ کلام میں کوئی فرق نہیں آیا۔

کیوں جناب بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کہنے والو؟ یہ کلمہ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ والا تو اس آیت کریمہ سے قوم عاد کا ثابت ہوا۔ اور نبی کھاتا پیتا کہنا بھی ان کا کلام ثابت ہوا۔ اور غلامان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کہنے والوں کے نزدیک ذلیل ہیں۔ اور ان پر مشرک کا فتوٰی لگایا جاتا ہے۔ کفار کے کلمات بھی کفریہ ہوتے ہیں۔ جن کو رب العزت نے بیان فرما دیا۔ اب تم نے بھی یارو وہی باتیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کہنی شروع کر دی ہیں۔ اور نبی کریم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں کو ان سے بڑھ کر فتوے لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ وہ ذلیل کہتے تھے تم غلام رسول کو مشرک کہتے ہو۔

ان کی سزا رب العزت نے فرمائی:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (٦) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ (الحاقة ٧) تیز اور ٹھنڈی ہوا سے ان کو ہلاک کیا۔

اب تم خود فیصلہ کر لو کہ بشر مثلکم اور باقی کلمات یہ کن کے تھے۔ اور تم کس کی سنت ادا کر رہے ہو، اور قوم عاد کو کیا سزا ملی۔ اگر تم نے بھی ان کی سنت پر عمل کیا تو تمہارا حال کیا ہو گا۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہا

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ (٢٣) فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ (القمر ٢٤)

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا تو انہوں نے کہا کیا ہم سے ایک بشر ہے جس کی ہم اتباع کریں، ہم اس وقت گمراہی اور دوزخ میں ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں بھی یہی واضح ہے:

۱۔ قوم ثمود نے بھی اپنے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام کو حقارت سے بشر کہا۔

۲۔ اور ان کی غلامی کو عار سمجھا۔

۳۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کو غلطی پر سمجھا۔

۴۔ اگر صالح علیہ السلام کی غلامی کا دم بھرا تو ہم بھی غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۵۔ غلام صالح بننے والا جہنمی ہے۔

خداوند کریم نے اس آیۃ کریمہ میں کفارِ ثمود (حضرت صالح علیہ السلام کے کفار) کا ذکر فرماتے ہوئے وضاحت فرمائی۔اور جس خطاب سے انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کونوازاوہ بھی اس آیۃ کریمہ میں موجود ہے کہ کفار نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر سے خطاب کیا اور ان کے عقائدو اقوال آیۃ کریمہ سے واضح ہیں۔

اب تم خود فیصلہ کرلو کہ رب العزت نے ان کے اس بیان کو اچھا سمجھ کر کہا ہے یا برا۔اور تم نے بھی قوم ثمود کی سنت پر عمل کیا اور وہی الفاظ کہے تو تم خود سوچو کہ تم کس جماعت کی سنت ادا کر رہے ہو۔اور ان کے الفاظ أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ (القمر ۲۴) کہو گے تو کَذَّبَتْ کے مصداق تم بھی بن جاؤ گے یا نہیں۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قوم ثمود جنت ودوزخ کے قائلین تھے۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہا

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۱۵۴) قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ (الشعراء۱۵۵)

قوم ثمود کی رب العزت نے دوباتیں بیان فرمائیں۔

مشرکین قوم ثمود کا عقیدہ اور کلام

۱۔مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا (الشعراء۱۵۴) تو ہماری مثل ہی بشر ہے۔

۲۔تو کچھ نہیں کر سکتا،اگر سچا ہے تو کوئی طاقت دکھا۔

انہوں نے پہاڑ سے اونٹنی طلب کی، آپ نے دعا کی پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہوگئی۔ آپ نے فرمایا ایک دن تمہارے کنوؤں کا پانی یہ پیئے گی،ایک دن تم پینا،انہوں نے تنگ آکر ناقۃ اللہ کی بے حرمتی کی،اور اس کی پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں۔اس خیال سے کہ ناقۃ اللہ کو تکلیف پہنچانے سے ہمارا کیا بگڑ سکتا

ہے۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا قَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ (ھود ٦٥) تین دن اپنے گھروں میں عیش کر لو، پھر تمہیں عذاب الٰہی نازل ہو گا۔ انہوں نے توبہ نہ کی تو فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ (الشعراء ١٥٨) ان کو عذاب نے تباہ کر دیا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا (ھود ٦٨) اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کا نام و نشان مٹا دیا۔

ناقۃ اللہ کو تکلیف دینے سے عذاب میں ماخوذ ہوئے، اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ نبی اللہ کو تکلیف دینے سے تم خود فیصلہ کر لو کہ مستحق عذاب ہو گے یا نہیں؟ اور تمہارا نام و نشان باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اس آیت کریمہ سے قوم ثمود کے دو جرم ثابت ہوئے کہ بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنا یہ سنت کفار ثمود ہے، جو انہوں نے اپنے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام کو کہا۔

اور دوسرا جرم ان کا یہ تھا کہ انہوں نے نبی اللہ کو یہ سمجھا کہ نبی اللہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور سابقہ آیت قرآنیہ سے بھی ان کے دو جرم اللہ رب العزت نے بیان فرمائے ایک یہ کہ انہوں نے نبی اللہ کو بشر کہا، اور دوسرا جرم یہ کہ انہوں نے نبی اللہ کی غلامی کو عار سمجھا۔ وہاں بشر کہہ کر غلامی سے انکار کیا۔ اور یہاں بشر کہہ کر غلامی اور طاقت نبی اللہ کا انکار کیا۔ تو بعد ازیں ان پر جس عذاب کا نزول ہوا وہ بھی فیصلہ قرآنی تمہارے سامنے موجود ہے۔ اب تم نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو وہی قوم ثمود والی باتیں کہنی شروع کر دی ہیں، نتیجہ تم خود سوچ لو۔

جنگلیوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بشر کہا

وَمَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِن نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ (١٨٦) فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (الشعراء ١٨٧)

نہیں ہے تو مگر بشر ہماری مثل اور ہم تجھے جھوٹ بولنے والوں سے گمان کرتے ہیں، تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دے اگر تو سچوں سے ہے۔

اس آیۃ کریمہ میں رب العزت نے کفار قوم شعیب علیہ السلام کو اقوال کفریہ کو نقل فرمایا۔

اقوال کفریہ قوم شعیب علیہ السلام

۱۔مَاأَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا۔ تو ہماری مثل بشر ہے۔

۲۔وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ۔ ہماراخیال ہے کہ تو جھوٹ بھی بول لیتا ہے۔

۳۔تو کچھ کر نہیں سکتا۔نہ کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔اگر تیری کچھ طاقت ہے تو فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ (الشعراء ۱۸۷) ہم پر کوئی ٹکڑا آسمان سے گرادے۔

مکذبین حضرت شعیب علیہ السلام تین جرموں کے مرتکب ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے منکرین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی پہلی گستاخی بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہہ کر کی۔ دوسرے نبی اللہ پر کذب کا بہتان لگایا، تیسرا نبی اللہ کو کمزور سمجھا، اور ان کی طاقت کا مظاہرہ طلب کیا۔

اب تم فیصلہ کرلو کہ یہ قول کفار کا ہے یا مومنین کا۔ اگر قوم شعیب علیہ السلام کے کفار نے بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہا اور لَمِنَ الْكَاذِبِينَ کہااور فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا کہا تو سزا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔

جیسا کہ ارشادالٰہی ہے:

فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (الشعراء ۱۸۹)

تو ان کفار بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنے والوں کو سائے کے دن والے عذاب نے گرفتار کرلیا۔ اب تم سوچ لو کہ اگر تم بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہوگے تو تمہیں اس قول کفار کا کیا بدلہ ملے گا؟

فرعون اور اس کے رؤسا نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو بشرین کہا

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ (۴۵) إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ (۴۶) فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ (۴۷) فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ (المؤمنون ۴۸)

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنے معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے رؤسا کی طرف بھیجا، تو انہوں نے فخر کیا اور واقعی وہ سرکش قوم تھی۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو جواب دیا کہ کیا ہم اپنے مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری بندگی کرنے والی ہے، تو ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا تو وہ ہلاک ہوگئے۔

کیوں جناب! اب فرمایئے فرعون اور فرعونیوں کے پاس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پہنچے تو انہوں نے فوراً یہی کہا کہ أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (المؤمنون ۴۷) تو یہ قول فرعون اور فرعونیوں کا ثابت ہوا یا نہ؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا یہ قول ان کی تکذیب کا تھا۔ یعنی جو نبی اللہ کو یہ کہتا ہے بَشَرٌ مِّثْلُنَا وہ نبی اللہ کا مکذب ہے۔ پہلے اللہ رب العزت نے ان کے اس قول کا سبب بیان فرمایا کہ وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ کہ فرعون اور اس کے رؤسا بڑے متکبرین تھے۔ اسی لئے انہوں نے انبیاء کو بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہا۔ تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بَشَرٌ مِّثْلُنَا یا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ متکبرین کہتے ہیں، مومنین کا یہ قول نہیں ہے۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ (المؤمنون ۴۸) کہ وہ ہلاک ہوگئے۔

فرعون اور فرعونیوں نے دو نبیوں کو بَشَرَيْنِ مِثْلَنَا کہا تو غرق ہوگئے۔ تو اگر کوئی اور کہے گا تو عذاب الٰہی سے کیسے بچ سکے گا؟

اب تم سوچو کہ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہنا سنت فرعونی ہے یا متبعین حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔
اور تم نے بھی اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہی خطاب کیا تو تم کس جماعت کی سنت ادا کر رہے ہو، متکبرین کی یا متبعین کی؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے انبیاء علیہم السلام کو ان کے منکرین نے بشر کہا

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (یٰس ۱۵)

انہوں نے کہا نہیں ہو تم مگر ہماری مثل بشر، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی شے نہیں اتاری تم جھوٹے ہو۔

یہ جو کچھ قرآنی آیات سے بیان کیا گیا وہ پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخالفین کا ذکر ہوا۔
اب اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانے کا ذکر اور آپ کے زمانہ کے مخالفین کا ذکر قرآن کریم سے عرض کرتا ہوں، دل کے کانوں سے سن لیجیئے۔

ابو جہل اور اس کے ہمنواؤں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہا

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ (۱) مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ (۲) لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ (الأنبياء ۳)

لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کرنے والے ہیں۔ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس کوئی ذکر بھی نہیں آیا، مگر انہوں نے اسے سنا اور وہ مذاق کرتے ہیں ان کے دل غافل ہیں اور ظالمین پوشیدہ پوشیدہ سرگوشی کرتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر تمہاری مثل بشر، کیا پس تم جادو پر آتے ہو حالانکہ تم صاف بصیرت پر ہو۔

یہ آیت کریمہ ابو جہل اور اس کے دوستوں کے حق میں نازل ہوئی، جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے قرآن مجید پڑھا، توانہوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی کہ یہ تمہاری مثل بشر ہے، اور قرآن کریم کو جادو کہا۔ تورب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور کفار مکہ ابو جہل وغیرہ کو ڈرایا، اور اس کا پورا بیان لکھ دیا کہ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمی ظالم اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بے خبر ہیں۔ اور قرآن کریم سے بھی بے خبر ہیں۔ اس آیۃ کریمہ میں خداوند کریم نے ابو جہل کے اقوال واعمال کا کچھ واقعہ بیان فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ابو جہل کا حساب خراب ہونے کی وجہ سے اس کو قیامت کا حساب یاد دلا کر واقعہ بیان فرمایا۔

۱۔ ان لوگوں کا حساب قریب ہے یعنی ابو جہل وغیرہ کا اور سنا دیا کہ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والوں اور قرآن کریم کو جادو کہنے والوں سے دونوں باتوں کا حساب لیا جائے گا۔ ان کلمات خطاب سے باز آجاؤ۔

۲۔ ایسے لوگ غافل اور بے خبر ہیں۔

جب ان لوگوں کے پاس شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکر رب کریم فرماتا ہے تو کفار مکہ خصوصًا ابو جہل سن کر مذاق کرتا ہے کہ یہ نئی بدعت ہے۔

۱۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمیوں کا حساب قریب ہے۔ ان سے اس بات کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ (السجدۃ ۲۲)

۲۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمی غافل ہیں۔

۳۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور قرآن کریم سے روگردان ہیں۔

۴۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والوں کو جب کبھی میرا کلام ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے سنا اور انکار کر کے مذاق اڑایا۔

۵۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے لوگ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ اور سحر کہہ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور قرآن کریم سے مذاق کرتے ہیں۔

٦۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے لوگوں کے دل بھی اندھے ہیں۔

۷۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے لوگ ظالم ہیں۔

۸۔ پوشیدہ پوشیدہ میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہتے ہیں۔

۹۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے صرف حضور کی ہی توہین نہیں کرتے، بلکہ قرآن کو بھی جادو کہتے ہیں۔

۱۰۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے خود صاحبِ بصیرت ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

کفار مکہ ابو جہل وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر کہا۔ اور قرآن کریم کو جادو کہا ان دو جرموں پر وحدہٗ لاشریک نے اپنی بے نیازی کا ثبوت دے کر ان پر دس دفعات لگا کر جرائم پیشہ ثابت فرمایا۔

جب اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برادری کے رؤسا اپنی مثل بشر کہنے والوں پر دس دفعات کا جرم ثابت فرمایا ہے، تو تم اگر اسی جرم کے مرتکب ہوگے تو تمہارا کیا حال ہو گا؟

ولید بن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہا

إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (٢٥) سَأُصْلِيهِ سَقَرَ (٢٦) وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ (٢٧) لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (٢٨) لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ (المدثر ٢٩)

یہ اور کچھ نہیں مگر بشر کا قول ہے، ارور آپ کو کس نے خبر دی کہ سقر کیا ہے؟ دوزخ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے، چمڑے کو جھلسانے والی ہے۔

بشر کے معنی عربی زبان میں چمڑے کے ہیں۔ رب العزت نے اس آیۃ کریمہ میں ولید بن مغیرہ کو اپنا آخری فیصلہ دنیا میں سنادیا کہ تو نے میرے کلام قرآن کا انکار کر کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قول کہا ہے۔ اور میرے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نبی اللہ نور اللہ کو بشر کہا ہے۔ اسلئے تیرے بشر کو ہی یعنی چمڑے کو ہی دوزخ کی آگ سے جھلساؤں گا۔ یہ فیصلہ خداوندی ابھی سے ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہنے والو! تم بھی اس عذاب الٰہی سے ڈرو، اور بشر کہہ کر اپنے چمڑے نہ جھلسواؤ۔

مذکوہ بالا آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے جھگڑا نبی اللہ کو بشر کہنے کا ابلیس نے ڈالا۔ اور وہ اسی دن سے اس کی سزا بھگت رہا ہے، اور قیامت تک بھگتے گا۔ اور پھر ابدی ناری ہی رہے گا۔ پھر بعد ازاں دوسری اور تیسری آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا۔ اور ان کی عزت ومراتب کا انکار کیا۔ تو رب کریم نے طوفانِ فلڈ سے ان کو تباہ وبرباد کیا۔ اور بشر کہنے والوں کا نام ونشان مٹادیا۔ اور قرآن سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین بھی حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے۔

بعد ازاں سورۃ المؤمنون کی آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ قوم عاد نے ھود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا، اور کہا کہ یہ بشریت میں حضرت ھود علیہ السلام ہمارے جیسے ہی تو

ہیں، ہماری طرح کھاتے ہیں، ہماری طرح پیتے ہیں، غلام ھود کہلانا ہماری ذلت ہے تو اللہ رب العزت نے ان کو بھی ٹھنڈی اور تیز ہوا سے آہستہ آہستہ سات راتوں اور آٹھ دنوں میں تباہ کر دیا۔ ھود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنے والوں کا نام ونشان مٹا دیا۔

بعد ازاں رب کریم نے ارشاد فرمایا کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا، اور صالح علیہ السلام کی طاقت نبوت کا بھی انکار کرنا شروع کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان گستاخوں کو اپنی طاقتِ نبوت سے دعا کر کے پتھر سے زندہ اونٹنی ظاہر کر کے دکھادی۔ یعنی غیر ممکن کو ممکن کر کے دکھا دیا۔ پھر بھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی عزت وطاقت کو تسلیم نہ کیا۔ اور آپ کو اپنے جیسا بشر ہی کہتے رہے، تو اللہ رب العزت نے ان کے متعلق کَأَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیهَا (ھود ۶۸) فرمایا۔ ان کا ایسا نام ونشان مٹا دیا کہ ان کے مقامات کو دیکھ کر یہ ثابت ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں بھی کوئی آبادی رہی یا نہیں۔

پھر اللہ رب العزت نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کفار کا ذکر فرمایا کہ شعیب علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنے والے اس زمانے کے کفار پھر ظاہر ہو گئے۔ اور انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنا شروع کر دیا۔ تو اللہ رب العزت نے ان اپنی مثل بشر کہنے والے مکذبین کا آسمان سے بادل کا عذاب نازل فرما کر نام ونشان مٹا دیا۔

پھر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون اور اس کے متبعین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریا بُرد کرا دیا۔ اور اپنے مثل بشر کہنے والے فرعون اور فرعونیوں کا نام مٹا دیا۔

بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے مکذبین نے اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ اور ان کا نام و نشان مٹا دیا کہ بعد میں میرے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد ہے۔ کہیں ان کا عمل اس قدیمی سنت پر نہ شروع ہو جائے۔ چنانچہ میرے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانے میں آپ کو ابو جہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہما نے اپنی مثل کہنا شروع کر دیا۔

اور خداوند کریم نے یہ کسی آیت میں نہیں فرمایا کہ محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بشر کہہ کر پکارتے تھے۔

اور یہ بھی کسی آیت سے ثابت نہیں کہ اللہ رب العزت نے (ابو جہل اور ولید بن مغیرہ) بشر کہنے والوں کو شاباش دی ہو، بلکہ جہنم کی خوشخبری دی اور فرما دیا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الأنفال ۳۳) حضور آپ کی موجودگی میں میں ان کو کوئی سزا نہیں دیتا۔ اور آپ کو بشر کہنے والوں کو سزا نہ دینا، یہ ان کی بہادری نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کی برکت سے ان کو میں کچھ نہیں کہتا فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ (الزخرف ۴۱) جب ہم آپ کو لے جائیں گے تو ان سے ایک ایک کر کے بدلے لوں گا۔

ان تمام آیات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابلیس سے لے کر ابو جہل وغیرہ تک کفار ہی نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر کا خطاب کرتے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مثل بشر کہنے والوں کو کہیں مبارک بھی نہیں دی۔ بلکہ عذاب سے ہی تباہ کیا۔ عذاب کی خوشخبری دی۔ اور بشر کا خطاب اچھا ہوتا تو رب کریم قرآن کریم میں کفار کی اصطلاح کیوں بیان فرماتا۔ کسی آیت میں یہ بھی فرما دیتا کہ مومنین بھی اپنے ہی نبی کو بشر کہتے رہے۔

پھر اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ کا خطاب فرمایا۔

اگر یہ بشر کا خطاب بہتر ہوتا تو کہیں یَا اَیُّھَا الْبَشَرُ سے بھی خطاب فرماتا۔

ہم اُمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رب العزت کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے پر ایمان لے آئے، اور اپنی مثل بشر کہنا سنتِ ابلیسی و سنت فرعونی و سنت ابوجہلی و ولیدی و سنتِ تمام کفار رب کریم سے سن کر اور سمجھ کر ترک کر دیا۔

فقیر نے بشریت کہنے کے عاملین قرآن سے کفار و ابلیس کو دکھا دیا، اب تمہاری بہادری تب ہے کہ تم ایک ایسی آیت قرآنی دکھا دو کہ کسی مسلمان اُمتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور کہا اور اس پر عذاب نازل ہوا ہو۔ یا اس کو سرزنش ہوئی ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور کہنا جرم ہوتا تو رب العزت وَالنَّجْمِ اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا اور نُوْرَ اللّٰہ کا خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیوں فرماتا۔ اگر آپ نوری نہ ہوتے تو براق آسمانی اللہ رب العزت نہ بھیجتا۔ اگر آپ نوری نہ ہوتے تو سدرۃ المنتہٰی سے آگے تشریف نہ لے جا سکتے، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علاوہ بشر کو جاتا ہوا ثابت کر دو، یا امکان ہی ثابت کر دو۔ جو اپنا ہے وہ اپنے کی شان کو چھپا نہیں سکتا۔ وہ جو بیگانہ ہے، وہ شان کا اقرار نہیں کر سکتا۔

بھائی کسی نے سنت رحمانی کو قبول کر لیا کسی نے سنت شیطانی کو پسند کر لیا، یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔

خداوند کریم و نور مطلق ہے، جو لا تیجزی ہے، حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایسے نور مجسم ہیں جو ہر وقت منیر ہیں۔ اور آپ کے جسم سے ایمانداروں کو نور حاصل ہوتا ہے اور آپ کے نوری ہونے میں کوئی فرق لازم نہیں آتا۔ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا (الزخرف ۱۵) کا جواب پہلے

ذکر ہو چکا ہے۔ خداوند کریم کا نور جوہر و عرض سے تقسیم و جزسے مبرا ہے۔ خاکی نہیں ہے، قائم بالذات ہے، میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور نورِ خداوندی سے مشتعل ہے۔ آپ از سر تا پا نوری ہیں۔ باوجود پیدا ہونے کے، آپ کے والدین ہونے کے اور اولاد ہونے کے آپ کے نور میں فرق نہیں۔ یہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے۔ خداوند کریم وہ ذات ہے جو اللّٰہُ أَحَدٌ (۱) اللّٰہُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ (۳) وَلَمْ یَکُنْ لَہُ کُفُوًا أَحَدٌ (الإخلاص ۴) ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی انسانیت و بشریت کا کافر بھی قائل ہے۔ آپ کے نور ہونے کا ہی تو منکر ہے۔ کسی نے قدرت خداوندی کو پس پشت ڈال دیا، اور اس کی نگاہ ظاہری پشت پر پڑی۔ اور اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی بشریت پر قیاس کر لیا۔ حالانکہ میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ظاہریت بھی نور اور باطن بھی نور۔ آپ کا بال بال نور۔ جو جوڑا مبارک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قدم مبارک کو مس کر لے۔ اس کا مقابلہ مخلوق سے کوئی نوری نہیں کر سکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جوڑے مبارک پر زمین و آسمان، سورج و چاند قربان ہیں۔

سوال: تم نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانہ میں کسی نے آپ کو بشر نہیں کہا۔ ہم ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو بشر کہا۔ ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کان بشرًا من البشر۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بشروں سے بشر تھے۔

جواب: جناب فقیر نے قرآنی آیات تمہارے سامنے پیش کی ہیں کہ کفار اپنے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل کہتے رہے۔ فقیر کی پیش کردہ گیارہ آیتوں کے مقابلے میں تم ایک آیت قرآنی پیش نہیں کرسکے، یہ فقیر کی صداقت کی دلیل ہے۔

باقی رہا تمہارا حدیث کو پیش کرنا تو پہلے کسی محدث سے قانون دریافت کرو کہ قرآن کی آیت صریحہ کے مقابلہ میں حدیث حجت بن سکتی ہے؟ پھر جس مسئلہ میں گیارہ آیتیں صریحی موجود ہوں ان کے مقابلے میں ایک خبر احاد کو پیش کرنا یہ اصول حدیث کے خلاف ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ تمہاری مذکورہ حدیث کے مقابلے میں فقیر پہلے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش کرچکا ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں۔

تیسرا جواب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی حدیث اس کے مقابلے میں موجود ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے بیت الخلاء میں جاتی تو سوائے کستوری کی خوشبو کے کچھ نظر نہ آتا۔ ملاحظہ ہو:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی انسانی صفات سے اولویت

عن عائشة قالت قلت: یا رسول الله! إنک تأتي الخلاء فلا نری شیئا من الاذی إلا أنا نجد رائحة المسک۔[358]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بلاشک آپ بیت الخلاء کو تشریف لاتے ہیں تو ہم کسی فضلہ کو نہیں دیکھتے، سوائے اس کے کہ ہم کستوری کی خوشبو پاتے ہیں۔

---

358 (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۴۷۳، الناشر: مؤسسة الرسالة)

کیوں جی اب ہم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہی پیش کی کہ آپ میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دنیا کے انسانوں سے ممتاز صفت فرمار ہی ہیں۔ اور سنیئے!

أخرج الحكيم الترمذي من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفراني عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة۔[359]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ سورج میں نظر آتا، اور نہ چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر آتا، اور نہ ہی آپ کے پاخانے کا کوئی نشان ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم احتلام سے مبرا تھے

اخرج الطبراني من طريق عكرمة عن ابن عباس والدينوري في المجالسة من طريق مجاهد عن ابن عباس قال ما احتلم نبي قط وإنما الاحتلام من الشيطان۔[360]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی اللہ کو بالکل احتلام نہیں ہوتا، اور کوئی بات نہیں احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

وذكره ابن سبع في الخصائص بلفظ أنه لم يقع على ثيابه ذباب قط وزادان من خصائصه ان القمل لم يكن يؤذيه۔[361]

---

359 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۲، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

360 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۰، دار النشر/دار الکتب العلمیة-بیروت)

361 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۷، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

ابن سبع نے اپنے خصائص میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے کپڑوں پر مکھی نہ بیٹھتی تھی اور اپنے خصائص میں ان سے زیادہ لکھا ہے کہ آپ کے خصائص سے یہ بھی ہے آپ کو جوں بھی نہ ہوتی تھی۔

اخرج الحسن بن سفيان في مسنده وابو يعلى والحاكم والدارقطني وأبو نعيم عن أم أيمن قالت قام النبي {صلى الله عليه وسلم} من الليل إلى فخارة في جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل وأنا عطشانة فشربت ما فيها فلما أصبح أخبرته فضحک وقال إنک لن تشتكي بطنک بعديومک هذاأبدا۔ [362]

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رات کو ایک گھر کے ایک کونے میں برتن پیالے کی طرف اٹھے تو آپ نے اس میں پیشاب کیا، پھر میں رات کو اٹھی، مجھے پیاس محسوس ہوئی میں نے جو کچھ اس میں تھا پی لیا۔ تو جب صبح ہوئی میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اطلاع دی تو حضور مسکرائے اور فرمایا کہ اس دن کے بعد تیرے پیٹ میں انشاء اللہ کبھی بیماری نہیں ہو گی۔

اخرج البخاري في التاريخ وابن ابي شيبة في المصنف وابن سعد عن يزيد بن الاصم قال ماتثاءب النبي {صلى الله عليه وسلم} قط۔ [363]

فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بالکل جمائی نہیں لی۔

چوتھا جواب: ترمذی کی **بشرًا من البشر** والی یہ خبر واحد بھی صحیح نہیں۔ سنیئے! اس سند کے رواۃ سے عبد اللہ بن صالح سے جس کے متعلق لکھا ہے:

عبداللہ بن صالح كثير الغلط۔ [364]

---

362 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۱، دار النشر/دار الکتب العلمیة-بیروت)

363 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۴، دار النشر/دار الکتب العلمیة-بیروت)

364 (تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۳۰۸، الناشر دار الرشید، سوریا)

یعنی عبد اللہ بن صالح بہت غلط حدیثیں بیان کرتا ہے۔

تمہاری اس حدیث کا راوی بھی وہی ہے۔ اور سنیئے!

عبداللہ بن صالح لیس هو بشئی انه کان یکذب فی الحدیث۔[365]

عبد اللہ بن صالح کچھ نہیں وہ حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔

یار تم تو مر مر کر ایک حدیث لائے وہ بھی جھوٹی۔ قرآن کریم پر ایمان لے آؤ۔ نجات پاؤ گے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ادب سے یاد کیا کرو۔

سوال: جب تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں اور حاضر وناظر بھی تو اندھیری رات یا اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کیوں نہیں رہتی۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

إِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ (۱۰) كِرَامًا كَاتِبِينَ (الانفطار ۱۱)

تم پر دو کراماً کاتبین فرشتے محافظ ہیں۔

جب تمہارا اس پر ایمان ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو نوری فرشتے ہیں اندھیرے کمرے میں یا اندھیری رات میں تمہارے ساتھ ان کا نور کیوں نہیں چمکتا۔ ثابت ہوا کہ نوریوں کے دیکھنے کے لئے ایمانی آنکھ کی ضرورت ہے۔

دوسرا جواب: قرآن کریم میں ہے:

اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور ۳۵)

اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے۔

---

365 (تهذيب التهذيب، ج۵، ص ۲۵۶، ۲۵۷)

تو سورج اور چاند کی کیا ضرورت تھی؟ اسی کا نور ہر چیز کو روشن کر دیتا۔ ثابت ہوا کہ نور خداوندی کو دیکھنے والی آنکھ اور ہے۔ ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی نوری ہیں لیکن ان کو بھی دیکھنے والی آنکھ ولایت والی آنکھ ہے۔ ہر ایک آنکھ کی یہ طاقت نہیں کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ سکے۔

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر نور ہوتے تو غزوہ احد میں آپ کے دانت کیوں شہید ہوتے، کیا ان کا خون نہیں بہا؟ کیا نور میں بھی خون ہوتا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خون مبارک بھی نوری تھا۔ جیسا کہ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے کہ آپ کا بال بال نوری ہے ایسا آپ کا خون بھی نوری ہے۔ نور جس ہیئۃ کذائیہ میں متشکل ہو اس کے عوارض ذاتیہ اس کو لاحق ہوتے ہیں۔ مثلاً ملک الموت فرشتہ نوری ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آیا تو اس کی آنکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکا مار کر نکال دی۔ کیا نور کی آنکھ بہی یا نہ؟ سنئیے!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ لَهُ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَكَ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَيْنِي قَالَ فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ عَيْنَهُ، الخ۔[366]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تو اس نے کہا اپنے رب کے حکم کو قبول فرمائیے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

[366] (صحیح مسلم، ج۷، ص ۱۰۰، دار الفکر بیروت لبنان)

واصحابہٖ وسلم نے تو موسیٰ علیہ السلام نے طمانچہ مارا ملک الموت کی آنکھ پر تو اس کو نکال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا، پھر دربارِ خداوندی میں عرض کیا تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اور اس نے میری آنکھ نکال دی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو دوبارہ آنکھ عطا فرمادی۔

کیوں جناب ملک الموت نوری فرشتے کی آنکھ بہی یا نہ؟ اور نور بہا یا نہ؟

اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا قائل نہیں، اس کا یہ اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت نے اس کے لئے کوئی نور تجویز نہیں فرمایا۔

وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ (النور ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے نور نہیں بنایا اس کو کوئی نور نہیں ملے گا۔

اور اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی اللہ کی طاقت ملائکہ سے زیادہ ہے اور ملائکہ کا غلامِ رسول ہونا بھی ثابت ہوا۔ جس نے اپنی آنکھ نکلوالی لیکن نبوت کی گستاخی گوارہ نہ کی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا منکر قیامت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا

واسند ایضًا الی عقبة بن عامر الجهني عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال (إذا جمع الله الأولين والاخرين فقضى بينهم وفرغ من القضاء قال المؤمنون قد قضى بيننا ربنا تعالى فمن يشفع لنا فيقولون انطلقوا ابنا إلى ادم فإنه أبونا وخلقه الله بيده وكلمه فيأتونه فيكلمونه أن يشفع لهم فيقول لهم ادم عليكم بنوح فيأتون نوحا فيدلهم على إبراهيم ثم يأتون إبراهيم فيدلهم على موسى ثم يأتون موسى فيدلهم على عيسى ثم يأتون عيسى فيقول لهم أدلكم على النبي

الأمي صلى الله عليه وسلم فيأتوني فيأذن الله عز وجل لي أن أقوم إليه فيفور مجلسي من أطيب ريح يشمها أحد قط حتى اتي ربي عز وجل فيشفعني ويجعل لي نورا من شعر رأسي إلى ظفر قدمي ثم يقول الكافرون هذا قد وجد المؤمنون من يشفع لهم فمن يشفع لنا ما هو إلا إبليس هو الذي أضلنا فيأتون إبليس فيقولون قد وجد المؤمنون من يشفع لهم فقم أنت فاشفع لنا فإنک أنت أضللتنا فيقوم فيفور مجلسه من أنتن ريح شمها أحد قط ثم يعظم لجهنم ويقول الشيطان لما قضي الأمر {إن الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فأخلفتكم} إلى اخر الاية۔[367]

جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہو گا، مؤمنین (گنہگار) کہیں گے رب کریم نے بے شک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا تو اب دربار الٰہی میں ہماری سفارش کون کرے گا؟ تو بعض ان سے کہیں گے آدم علیہ السلام کی طرف چلو وہ ہمارا باپ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست پاک سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام بھی ہوا۔ تو وہ (گنہگار) مومنین حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ ابا جی ہماری سفارش دربار خداوندی میں فرمایئے۔ تو ان کو آدم علیہ السلام فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ تو گنہگار مومنین حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمائیں گے۔ پھر وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے۔ پھر یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمائیں گے۔ تو وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف آئیں گے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں تمہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف بھیجتا ہوں تو وہ گنہگار

[367] (تاریخ مدینۃ دمشق، ج۷، ص ۴۵۳، الناشر دار الفکر، بیروت)

مومنین میرے پاس آئیں گے۔ تو اللہ عزوجل مجھے اجازت فرمائے گا کہ میں دربار خداوندی میں کھڑا ہو جاؤں۔ تو میری مجلس بے حد خوشبو سے معطر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ میں رب کریم کے دربار میں آؤں گا، پھر سفارش کروں گا۔ اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنادیا جائے گا۔ پھر کفار کہیں گے مومنین گنہگاروں نے تو یہ سفارشی پالیا ہے، جو ان کی سفارش کرے گا۔ اب ہمارا سفارشی کون ہو گا، سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں۔ وہی ہے جس نے ہمیں گمراہ کیا۔ تو کفار ابلیس کے پاس آئیں گے تو اس کو کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا، تو اٹھ اور ہماری سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ تو ابلیس کھڑا ہو گا تو اس کی مجلس سخت بدبودار ہو جائے گی۔ پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تو اس نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا، اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کیا۔

کیوں جناب اس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہوا کہ کفار قیامت میں نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ کر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سفارش کے لئے نہ بڑھیں گے اور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے محروم رہ جائیں گے، اور دربار ابلیس میں جائیں گے۔

اور نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قائلین گنہگار آپ کے نور سے استفادہ حاصل کریں گے۔ اور آپ کی سفارش ان کی شفاعت کا باعث بنے گی۔ اور کفار منکرین نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حسرت سے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

سوال: مولوی صاحب نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق سب سوالات حل ہوگئے لیکن ایک سوال باقی رہ گیا جو آج ایک شخص نے پیش کیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب جبرئیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ پر چھوڑ گئے اور خود اوپر تشریف لے گئے تو ثابت ہوا کہ ہم نور سے بشر کو زیادہ مرتبہ دیتے ہیں جیسا کہ خداوند کریم نے کیا اور تم بشر کے درجے کو گھٹاتے ہو۔

جواب: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر تشریف لے گئے تو نور ملائکہ نیچے رہ گیا، یہ تو تمہیں سوچ آگئی۔ لیکن یہ نہ سوچا کہ آپ اوپر تشریف لے گئے تو اوپر نور تھا جس کی طرف تشریف لے گئے یا بشر؟

اگر بشر کہو تو کفر کہ خداوند کریم بشریت سے مبرا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا نور ہے۔ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور کی طرف تشریف لے گئے۔ تو نور بالاتر ہوا یا بشر؟ تو ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اور نور خدا کی طرف ہی تشریف لے گئے۔ نور نور سے ملاقات کے لئے گیا۔ تو نور کا درجہ بالاتر ہی رہے گا۔ تو نورِ ملائکہ کا درجہ کم ہوا نہ مطلق نور کا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت بمع جسمیت خداوند کریم کی قدرت کاملہ سے سب نوروں سے اولیٰ اور بالاتر ہے۔

کلیمے کے چرخِ فلک طور اوست
ہمہ نور ہا پرِ تو نورِ اوست
تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست (سعدیؒ)

(مقیاس نور، ص ۱۸۵ تا ۲۲۴)

اس کے علاوہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک رسالہ نور پر بھی لکھاہے، اور وہ یہ ہے:

رسالۂ نور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ و السلام علی من کان نبیاً و ادم بین المآء و الطین و اصحابہ الطاھرین الی یوم الدین۔

جاننا چاہیئے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات بخشے ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت بھی عطا کی کہ انہیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا۔یعنی انہیں کے سر پر اولیت کا تاج رکھا اور ان ہی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا اور انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں اگلے سارے پیغمبروں کا امام بنایا۔

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سر عیاں ہوں معنیٔ اول آخر
کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہا ہوتی ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک سارے کلمہ گو اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہ ہی عقیدہ رہا جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور کے اور اوصاف خصوصی کے انکاری ہو گئے ہیں جن پر اہل اسلام ناز کرتے تھے۔ وہاں حضور کے نور ہونے کے بھی منکر ہو گئے اب یہ حال ہو گیا ہے کہ حضور کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلسے ہو رہے ہیں۔ عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں۔ اور گمراہ

کن طریقوں سے حضور کی نورانیت کا انکار کر رہے ہیں۔ طریقہ کلام اتنا بد تہذیبی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ۔ عیسائی۔ آریہ بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پلا ہوں۔ ان کے دروازوں کے ٹکڑوں سے گزارہ کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا ان کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر و حنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن

مگر کریں کیا نصیب ہیں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بد گویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور غازیان بدر و حنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرماوے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں می قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مد نظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ کے نور ہیں اور سارے علم کا ظہور حضور کے نور سے ہے۔ اس رسالہ کا نام "رسالہ نور" رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہ ہی طریقہ ہو گا۔ جو جاء الحق اور سلطنت مصطفی وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس رسالہ کے دو باب کیئے جائیں گے۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث شریفہ بزرگان دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہو گا۔ دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جس قدر اعتراض ہو چکے ہیں اور میرے علم میں آچکے ہیں ان کے جوابات۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ التوکل و الیہ المآب

احمد یار خاں بدایونی

مقدمہ

رسالہ شروع کرنے سے پہلے چند قواعد خیال میں رکھنا چاہئیں۔

(۱)۔نور کے لغوی معنی ہیں روشنی۔چمک دمک اور اجالا۔ مگر کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے روشنی اور اجالا نمودار ہو۔اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی۔چراغ۔لالٹین کو نور یا روشنی کہہ دیتے ہیں یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔

(۲)۔نور دو طرح کا ہوتا ہے۔نور حسی اور نور عقلی۔نور حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ۔چراغ وغیرہ کی روشنی۔نور عقلی جس کو آنکھ تو محسوس نہ کرسکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے۔روشنی ہے۔اس معنی سے اسلام کو قرآن کو۔ہدایت کو۔علم کو نور کہا جاتا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (البقرة ۲۵۷)

ترجمہ: اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی کو اندھیری اور ہدایت کو روشنی اور نور فرمایا گیا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔

اس آیت میں قرآن کو نور فرمایا گیا۔

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ (النور ۳۵)

ترجمہ: رب کے نور کی مثال اس طاق کی طرح سے جس میں چراغ ہو۔

اس آیت میں رب نے اپنی ذات کو یا اپنے حبیب ﷺ کو نور فرمایا:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ (الأنعام ۱۲۲)

ترجمہ: اور کیا وہ کہ مُردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ (الزمر ۲۲)

ترجمہ: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا (التحریم ۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (المائدہ ۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے توریت اُتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان العلم نور من الہ و ان النور لا یعطی لعاص۔

ترجمہ: بے شک علم رب کا نور ہے اور نور گنہ گار کو نہیں ملتا۔

(۳)۔ نور کی تعریف یہ ہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے یعنی ظاہر بالذات۔ مظہر للغیر۔ یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا بھی دو طرح کا ہے حسی اور عقلی۔ چاند سورج۔ بجلی۔ گیس وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظہر ہیں اور علم۔ ہدایت اسلام۔ قرآن وغیرہ عقلی طور پر خود ظاہر ہیں اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۴): اللہ تعالیٰ حقیقۃً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے اور جسے اس نے ظاہر فرمادیا وہ ظاہر ہو گیا۔ باقی نبی کریم ﷺ یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔ کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے۔ جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلاً، ابداً سمیع، بصیر، حی، علیم،

خبیر ہے اور دوسری مخلوق اس کے بنانے سے عطائی طور پر سمیع بھی ہے بصیر بھی ہے۔ علیم بھی ہے خبیر بھی ہے۔

اپنے لئے فرماتا ہے:

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الإسراء ١)

ترجمہ: بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اس آیت میں رب نے اپنے آپ کو سمیع بصیر فرمایا۔ دوسری آیت میں انسان کے بارے میں فرماتا ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (الإنسان ٢)

ترجمہ: بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

تمام صفات یہ ہی حال ہے کہ رب تعالیٰ بذات خود بغیر کسی کی عطا کے ان صفات سے موصوف اور دوسری مخلوق عطائی طور پر رب تعالیٰ کے بنانے سے ان صفات سے عارضی موصوف ہے لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

(۵) حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔ نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تاکہ شرک و کفر لازم آئے۔ بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بلاواسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگالو۔ یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کر دو۔ جو تاریک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو

سورج اتر کر آگیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سماگیا۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلاواسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے۔ کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھڑی والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (الحجر ۲۹)

ترجمہ: اور جب میں انہیں درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَرُوحٌ مِنْهُ (النساء ۱۷۱)

ترجمہ: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے رب کی روح ہیں۔

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدم و عیسیٰ علیہما السلام اللہ کی روح کا ٹکڑا یا جز ہیں یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے۔ بلکہ بلاواسطہ ماں باپ یا بلاواسطہ اب انہیں رب نے روح بخشی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے نور اللہ ہونے کے معنی یہ ہی ہیں کہ بلاواسطہ مخلوق رب سے فیض پانے والے۔

(٦) ایک ہے شخص محمدی۔ دوسری ہے حقیقۃ محمدیہ۔ شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد می بی بی آمنہ خاتون سے ہے۔ تمام نبیوں کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ جو اس عالم میں تمام رشتوں سے منسلک ہے۔ بی بی آمنہ خاتون کا نور نظر ہونا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سرتاج ہونا۔ حضرت ابراہیم طیب و طاہر وفاطمہ زہرا کا والد نامدار ہونا یہ تمام رشتے اس شخص محمدی کی صفات ہیں۔

حقیقت محمدیہ صوفیا کی اصطلاح میں ذات مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنا۔ پھر تمام مشتقات بعد کا تعین رب تعالیٰ مصدر تجلیات ہے اور حضور ﷺ ماضی مطلق یعنی رب کی پہلی تجلی اور باقی مخلوقات بعد کی تجلیوں کے مظہر شخص محمدی کے بارے میں فرمایا گیا۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف ۱۱۰)

ترجمہ: فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں۔

اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین۔

ترجمہ: ہم اس وقت میں نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے۔[368]

---

368 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۸ ص ۲۲۳ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج۶ ص ۴۶۳ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر کتاب مبعث رسول اللہ ﷺ تسلیماً کثیراً و ذکر شئ من البشارات بذلک ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج۲ ص ۶۰۸۔ ۶۰۹ وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه)، (دلائل النبوة للبیهقی ج ۱ ص ۸۴ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (حلیة الاولیاء ج۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدیر ج۵ ص ۵۳)، (المقاصد الحسنة ۵۲۰۔ ۵۲۱)، (کشف الخفاء ج۲ ص ۱۲۹)، (معجم الصحابة ج ۱ ص۳۴۷ برقم ۴۳۷ و ج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعه مکتبة الغرباء الاثریة المدینة المنورة)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج۲۰ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعه مکتبة العلوم و الحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۴۴ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعه مؤسسة قرطبة مصر)، (حلیة الالیاء ج۷ ص ۱۲۲ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنة لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر میسرة الفجر رضی اللہ عنه ج ۴ص ۱۴۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعه دار الجیل بیروت)، (الاحادیث المختارة ج۹ ص ۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴ رقم الحدیث ۱۲۳۔۱۲۴ مطبوعه مکتبة النهضة الحدیثه مکه مکرمة)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعه دار صادر بیروت)، (مصنف ابی شیبة ج ۱۴ ص ۲۹۲ مطبوعه ادارة القرآن کراچی)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنه ج ۴ ص ۳۷ برقم ۴۵۸۹ مطبوعه دار الجیل بیروت)

حقیقت محمد یہ نہ اولاد آدم میں سے ہے نہ بشر ہے متکلم ہے نہ کسی کی باپ۔نہ کسی کی اولاد۔بلکہ سارے عالم کی اصل ہے۔ظاہر ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور حضور اس وقت نبی ہیں جب آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا۔اگر اس وقت اور اس حالت میں حضور بشر ہوں۔تو نہ آدم علیہ السلام بشر رہتے ہیں نہ ابو البشر۔

اب جو نبی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔یہ شخص نبی کی تعریف ہے۔حقیقت نبی کی نہیں۔حضور نبوت سے اس وقت موصوف ہیں جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔بلکہ انسان کے لئے ضروری چیزیں وقت و جگہ بھی نہ بنے تھے حضور کی نبوت مکان و مکین سے پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست بھی بادام کے نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔اور مغز بھی مگر پوست کے اور احکام ہیں۔اور مغز کے دوسرے احکام۔پھر مغز پوست میں ہے اسی طرح حقیقت محمد یہ شخص محمدی میں جلوہ گر ہے۔نور ہونا۔برہان ہونا۔رب کی دلیل ہونا۔اسی حقیقت محمد یہ اور اسی کے صفات ہیں۔اس مضمون کو مثنوی شریف میں بہت شرح وبسط سے بیان فرمایا۔اور مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب میں خوب اچھی طرح ثابت فرمایا ہے۔تفسیر روح البیان سورہ اعراف پارہ ۹ میں زیر آیت هو الذی خلقکم من نفس واحدة فرمایا کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں۔لہذا حضور ابو الارواح ہیں۔

(۷) حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے جسم شریف کی نورانیت حسی بھی تھی کہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات نے اسی نورانیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

چنانچہ ترمذی شریف نے شمائل شریف میں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فخما یتلالا و جھه کتلالوء القمر لیلة البدر۔

ترجمہ: حضور ﷺ عظمت والے وجاہت والے تھے آپ کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا۔ جیسے چودھویں شب کا پورا چاند۔[369]

دارمی نے حضرت ربیع بنت معوذ ابن صفراء سے روایت کی:

قالت یابنی لو رایته رایت الشمس طالعة۔

ترجمہ: اے میرے بچے اگر تم ان محبوب ﷺ کو دیکھتے تو سورج طلوع ہوتا دیکھتے۔[370]

اسی دارمی نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم افلج الثنتین اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔

ترجمہ: نبی ﷺ کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔ ☆[371]

بعض روایت میں ہے کہ اس روشنی سے رات میں سوئی تلاش کرلی جاتی تھی☆☆۔ شعر

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
رات کو صبح بناتا ہے اوجالا تیرا

---

369 (الشمائل المحمدیة والخصائل المصطفویة ص ۳۴ رقم الحدیث ۸ موسسة الثقافیة بیروت)

370 (سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۶۰ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعه مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد قال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجاله وثقوا ج ۸ ص ۲۸۰ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)

371 (سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۸ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ... ☆

☆امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن انا ابراھیم بن المنذر الحزامی انا عبدالعزیز بن ثابت الزھری ثنا اسماعیل بن ابراھیم ابن اخی موسی بن عقبۃ عن موسی بن عقبۃ عن کریب عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم روی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔[372]

☆☆امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

عن عائشہ قالت کنت اخیط فی السحر فسقطت منی الابرۃ فطلبتھا فلم اقدر علیھا فدخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجھہ فاخبرتہ فقال یا حمیراء الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجھی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا

ترمذی۔ احمد۔ بیہقی۔ ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کان الشمس تجری فی وجھہ۔

---

[372] (الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ ص ۱۴ رقم الحدیث ۱۵ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۴۱۶ رقم الحدیث ۱۲۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔☆[373]

مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۵۱ میں نہایہ شریفہ سے نقل کیا ہے:

و کان الجدار تلاحک وجهه۔

ترجمہ: آپ کے چہرہ انوار میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۱۸ میں فرمایا:

ونمی اوفتاد آں حضـــرت را ســایہ بر زمـــین۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔ حضور کے چہرہ انور کو اسی لئے وہ سورج چاند بتا کر سمجھاتے تھے اسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا۔ جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہونا کہ کوچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔ معراج شریف میں جسم شریف کا آگ اور زمہریر کے کرہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔ آسمانوں کی سیر فرمانا۔ جہاں ہوا نہیں پھر زندہ رہنا یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نور ہیں اور یہ نورانیت حسی بھی ہے عقلی بھی۔ اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا اور پھر حضور کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور ہیں ورنہ دل پر تھوڑا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب بھی بعض اولیاء اللہ حضور کے نور کو بچشم سر دیکھتے ہیں جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

---

[373] (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب فی صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۵ ص ۶۰۴ رقم الحدیث ۳۶۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۸۵۸۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن ج ۱۴ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۶۳۰۹ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (کتاب الزھد لابن مبارک ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۸۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار للطباعہ والنشر بیروت)

اگر ان قواعد کا لحاظ رکھا گیا تو بہت فائدہ ہو گا اور اصل مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہو گی آج کل مخالفین یہ کہہ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ نور ہے اگر حضور بھی نور ہوں تو آپ بھی رب ہو گئے۔ کبھی کہتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ حضور میں

حاشیہ…☆

آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔[374]

☆امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ھناد بن السری حدثنا عبشر بن القاسم عن اشعث یعنی ابن سوار عن ابن اسحاق عن جابر بن سمرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ بخدا! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔[375]

سما گیا۔ یا اللہ کے نور کا ٹکڑا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی۔ کبھی کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے نبی ﷺ کو خدا کا نور مانا۔ بیٹا ماننا اور نور ماننا ایک ہی ہے کبھی

---

374 (خصائص الکبری باب الایۃ فی وجھہ الشریف ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العلمین ص ۶۸۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور)

375 (الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ ص ۳۹ رقم الحدیث ۱۰ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)، (سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۱۸۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

کہتے ہیں کہ اگر حضور نور ہیں تو آپ کی ساری اولاد نور ہونی چاہیئے۔ کوئی سید انسان نہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوالات خود بخود اٹھ جائیں گے۔

اس رسالہ کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں حضور ﷺ کا نور ہونا، دوسرے باب میں حضور ﷺ کا بے سایہ ہونا۔

پہلا باب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں مسئلہ نور کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات۔

پہلی فصل

حضور انور ﷺ اللہ کا نور ہیں اور تمام مخلوق حضور کے نور سے ہے۔ اس پر قرآنی آیات، احادیث شریفہ، علماء دین کے اقوال خود دیوبندی وہابیوں کے اقوال گواہ ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (النور ۳۵)

ترجمہ: رب کے نور یعنی (محمد ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔

پہلی آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے بغیر روشنی کتاب نہیں پڑھی جا سکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور وہ رب کا نور ہیں کہ کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتے جیسے سورج چاند وغیرہ۔ نیز ان کے نور کی پیمائش یا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے سمندر کا پانی یا ہوا۔

دوسری آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی۔

خود فرماتا ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَيۡءٌ (الشوریٰ ۱۱)

اور یہاں اسی نور کی مثال دی جاری ہے۔ تو اس سے مراد حضور انور ہیں ﷺ۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرۡسَلۡنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذۡنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶)

ترجمہ: اے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج۔

قرآن شریف نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیرا فرمایا ہے کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکاتا بھی ہے اور چاند تارے وغیرہ کو نور بھی بناتا ہے۔ کہ وہ سب سورج ہی سے جگمگاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو بھی سراج منیر فرمایا۔ کہ حضور خود چمک رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کو نور بنا رہے ہیں کہ وہ سب حضور ہی سے جگمگا رہے ہیں۔

يُرِيدُونَ لِيُطۡفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفۡوَاهِهِمۡ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكَافِرُونَ (الصف ۸)

ترجمہ: کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (نبی ﷺ) کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ (التوبة ٣٢)

ترجمہ: کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد ﷺ) کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔

ان آخری آیتوں میں اللہ کے نور سے مراد نبی کریم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کفار نے چاہا کہ حضور کو ختم کر دیں مگر رب تعالیٰ نے حضور کے ہر کام کو پورا فرمایا ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا کہ ان آیات میں اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ کے قلب پاک کا نور ہے۔

حضرات مفسرین کے ارشادات

(۱) تفسیر جلالین شریف میں آیت نمبر ا کے ماتحت فرمایا:

یعنی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ١٥)

هو نور النبی ا۔

ترجمہ: نور سے مراد نور محمد ﷺ۔[376]

(۲) تفسیر صاوی شریف میں اس آیت کے ماتحت ہے:

قوله هو النبی ای سمی نور لانه ینور البصائر ویهدیها الرشاد ولانه اصل کل نور حسی ومعنوی۔

ترجمہ: رب نے اس آیتہ میں حضور کو نور اس لئے فرمایا کہ حضور بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔[377]

---

[376] (تفسیر جلالین ص ۹۷ مطبوعہ اصح المطابع دھلی)

[377] (تفسیر صاوی حاشیہ جلالین ج ا ص ۲۵۸ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

(۳) تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم انما سماہ اللہ نوراً لانہ یھتدی بہ کما یھتدی فی الظلام بالنور۔

ترجمہ: یعنی اس آیت میں نور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں رب نے انہیں نور اس لئے فرمایا کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔[378]

(۴) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے:

وقیل یرید بالنور محمدا۔

ترجمہ: مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔[379]

(۵) تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

او النور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجا۔

ترجمہ: نور سے مراد محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں اس لیے کہ حضور سے ہدایت ملتی ہے۔ جیسے کہ رب نے انہیں سورج فرمایا۔[380]

(۶) تفسیر ابن عباس تنویر المقیاس میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

قد جاء کم من اللہ نور رسول اللہ یعنی محمد۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور یعنی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آئے۔ ☆[381]

---

[378] (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ مکتبۃ التجاریۃ مصر)

[379] (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[380] (تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[381] (تنویر المقیاس ص ۷۲ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

(۷) تفسیر روح البیان شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

وقیل المراد بالاول هو الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بالثانی القرآن۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔[382]

(۸) اسی روح البیان میں آیت ۳۳ سراجاً منیرا کے تحت فرمایا:

هو الذی جعل الله له نوراً فارسله الی الخلق۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور کو نور بنایا۔ اور خلق کی طرف بھیجا۔[383]

حاشیہ... ☆

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

قد جاء کم من الله نور یعنی النبی۔[384]

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

قد جاء کم من الله نور یعنی محمدا۔[385]

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قوله تعالی قد جاء کم من الله نور قال قتادة یعنی بالنور النبی محمدا۔[386]

---

[382] (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[383] (تفسیر روح البیان ۷ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[384] (الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ الدار الشامیة بیروت)

[385] (تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

[386] (زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد الرحمن بن محمد مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں:

وقولہ تعالی قد جاء کم من اللہ نور ھو محمدا۔[387]

امام محمد بن محمد العمادی ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں:

وقیل المراد بالاول ھو الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وبالثانی القرآن۔[388]

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

قال الزجاج النور محمدا۔[389]

(۹) تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا:

ویقتبس من نورہ انوار البصائر۔

ترجمہ: حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔[390]

اسی کے قریب تفسیر خازن وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن نے آیت ۲ کے ماتحت مثل نورہ کی تفسیر میں فرمایا:

وقیل قد اتی ھذا التمثیل للنور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال ابن عباس لکعب الاحبار اخبرنی عن قولہ تعالی مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح قال کعب ھذا

[387] (الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر الثعالبی ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

[388] (تفسیر ابو سعود ج۳ ص ۱۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

[389] (تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۱۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

[390] (تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۹۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مثل ضربه اللہ تعالیٰ لنبیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فالمشکوۃ صدرہ والزجاجة قلبه والمصباح فیه النبوۃ توقد من شجرۃ مبارکة ھی شجرۃ النبوۃ یکاد نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وامرہ یتبین للناس ولو لم یتکلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی۔ عبد اللہ ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت مثل نورہ الخ کے بارے میں پوچھا تو کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور کا سینہ ہے۔ اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے کہ نور محمدی چمک جاوے۔ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے۔ اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں۔[391]

(۱۱) تفسیر روح البیان شریف میں لقد جاءکم رسول کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کیا کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ اسے جبرئیل قسم رب کی وہ تارا ہم ہی ہیں۔ اور رب نے حضور کا نور حضرت آدم کی پشت میں امانت رکھا۔ تفسیر روح البیان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نور محمدی ﷺ حضرت جبرئیل سے پہلے پیدا ہو چکا تھا جبکہ آسمان وزمین چاند وسورج کچھ نہ تھے۔[392]

احادیث شریفہ

حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے پر بے شمار احادیث وارد ہیں جن میں سے کچھ بطور اختصار پیش کی جاتی ہیں۔

---

391 (لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۳ ص ۲۹۶۔۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

392 (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۱۸)، (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱)عبد الرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان وزمین نہ چاند تھا نہ سورج نہ جن تھے نہ انسان۔ پھر جب رب تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ۔ تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ یہ حدیث بہت دراز ہے یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی اور بڑے ائمہ دین نے اس حدیث کی اسناد پر اعتماد کیا۔ جسے امام عسقلانی نے مواہب میں امام ابن حجر مکی نے افضل القری میں اور علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب میں اور علامہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں۔[393]

حاشیہ ☆

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔

---

393 (الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹۔ ۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۸۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عیدروسی متوفی ۱۰۷۳ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاھور)، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ ص ۷۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواھر البحار للنبھانی ج ۴ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس روایت کی سند یہ ہیں:

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر۔[394]

پہلا راوی امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

عبد الرزاق بن ھمام: بن نافع الحافظ الکبیر ابو بکر الحمیری مولا ھم الصنعانی صاحب التصانیف:

آپ نے عبید اللہ بن عمر ابن جریج، ثور بن، یزید، معمر اوزاعی، ثوری اور خلق کثیر سے آپ نے روایات بیان کی ہیں اور آپ سے جنہوں نے روایات بیان کی وہ یہ ہیں: (یعنی آپ کے شاگرد حضرات) حضرت امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام ابن معین، امام ذھلی، امام احمد بن صالح، امام رمادی، امام اسحاق بن ابراہیم الدبری اور کئی حضرات ہیں۔ بقدر الحاجۃ۔ امام ذھبی کہتے ہیں کہ:

قلت وثقه غیر واحد و حدیثه مخرج فی الصحاح۔

میں کہتا ہوں کہ امام عبد الرزاق کو کثیر لوگوں نے ثقہ کہا ہے اور بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابو داؤد کے راوی ہیں۔[395]

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واز اجل تلامذۂ معمر ست تا ہفت سال در صحبت ابودہ است ولہذا در حفظ حدیث معمر مشہور و ممتاز ست و روایت اودر صحاح ستہ واقع ست۔

---

394 (الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)

395 (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۴ ۳ برقم ۳۵۷ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

ترجمہ: آپ معمر کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔ [396]

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

عبدالرزاق بن همام يماني ثقة۔

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبد الرزاق ثقہ ہے۔ [397]

ان کے علاوہ امام عبد الزارق رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں: [398]

دوسرا راوی امام معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ

یہ معمر بن راشد ازدی حدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابو عروہ اور ان کے والد کی کنیت ابو عمرو ہے یمن کے باشندے تھے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شریک ہوئے ثابت بنانی

---

396 (بستان المحدثین اردو فارسی ص ۱۲۶۔۱۲۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

397 (معرفة الثقات ج ۲ ص ۹۳ برقم ۱۰۹۷ مطبوعہ مکتبة الدار المدينة المنورة)

398 (سير اعلام النبلاء قال الذهبي قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقة ج ۱۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ موسسة الرسالة بيروت)، (تهذيب الكمال ج ۱۸ ص ۵۲ برقم ۳۴۱۵ مطبوعہ موسسة الرسالة بيروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۸ مطبوعہ دار صادر بيروت)، (التاريخ الكبير للبخاری ج ۶ ص ۱۳۰ برقم ۱۹۳۳ مطبوعہ دار الفكر بيروت)، (الجرح والتعديل ج ۶ ص ۳۸ برقم ۲۰۴ مطبوعہ دار احياء التراث العربی بيروت)، (الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۴۱۲ برقم ۱۴۱۴۶ مطبوعہ دار الفكر بيروت)، (ميزان الاعتدال فی نقد الرجال للذهبی ج ۴ ص ۳۴۲ برقم ۵۰۴۹ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)، (الكاشف ج ۱ ص ۶۵۱ برقم ۳۳۶۲ مطبوعہ موسسة علو جدة)، (التهذيب التهذيب ج ۶ ص ۲۷۸ برقم ۶۱۱ مطبوعہ دار الفكر بيروت)، (لسان الميزان ج ۷ ص ۲۶۷ برقم ۳۸۲۳ مطبوعہ موسسة الاعلمی للمطبوعات بيروت)، (تسمية من اخرجهم البخاری ومسلم ص ۱۷۶ برقم ۱۰۷۶ مطبوعہ دار الجنان بيروت)، (الكنی والاسماء دولابی ج ۱ ص ۱۱۹)، (الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۴۸)، (شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۷)، (الجمع بين الصحيحين ص ۳۲۸)، (الكامل فی التاريخ ج ۶ ص ۴۰۶)، (شرح علل الترمذی ابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۷۷)

قتادہ زہری عاصم احول زید بن اسلم اور محمد بن منکدر وغیرہم سے روایت کرتے تھے مستند ثقہ اور فاضل تھے ۱۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[399]

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

معمر بن راشد الغرماء اباعروۃ بصری سکن ثقۃ رجل صالح۔

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام معمر بن راشد ثقہ ہے۔[400]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

الامام الحافظ شیخ الاسلام... وکان من اوعیۃ العلم مع الصدق والتحری والورع والجلالۃ وحسن التصنیف۔

ترجمہ: معمر بن راشد الامام الحافظ شیخ الاسلام وغیرہ اوصاف سے متصف تھے۔[401]

امام ابو حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

وھو صالح الحدیث۔[402]

تیسرا راوی امام ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

الامام الحافظ القدوۃ شیخ الاسلام۔[403]

---

399 (طبقات ابن سعد ج۵ ص۵۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

400 (معرفۃ الثقات ج۲ ص۲۹۰ برقم ۱۷۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

401 (سیر اعلام النبلاء ترجمۃ امام معمر بن راشد ج۷ ص۵۔۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

402 (الجرح والتعدیل ج۸ ص۲۵۶ برقم ۱۱۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

403 (سیر اعلام النبلاء ج۵ ص۳۵۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیز امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

و قال الحمیدی ہو حافظ و قال ابن معین و ابو حاتم ثقه۔[404]

(۲)احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔(مشکوۃ)[405]

حاشیہ...☆

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

محمد بن المنکدر مدنی تابعی ثقة رجل صالح۔[406]

ان کے علاوہ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:[407]

چوتھا راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

یہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہے۔

---

404 (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۵۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

405 (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷۔۱۲۸ رقم الحدیث ۱۶۷۷۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۴۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حاکم للمستدرک ج ۲ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۴۱۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲۔۲۵۳ رقم الحدیث ۶۲۹۔۶۳۰ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثہ موصل عراق)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۴۰۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۷۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

406 (معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۵۴ برقم ۱۶۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

407 (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۷ برقم ۷۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۰۳ برقم ۵۶۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۲۱۹)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن سیماء المقری قدم علینا حاجا حدثنا ابو سعید الخلیل بن احمد بن الخلیل القاضی السجزی انبانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفی حدثنا ابو عبید اللہ یحیی بن محمد بن السکن حدثنا حبان بن ھلال حدثنا مبارک بن فضالۃ حدثنا عبید اللہ بن عمر بن خبیب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی ھریرۃ عن النبی وقال لما خلق اللہ عزوجل آدم خیر لآدم بنیہ فجعل یری فضائل بعضھم علی بعض قال فرآنی نوراً ساطعا فی اسفلھم قال یارب! من ھذا؟ قال ھذا ابنک احمد الاول والآخر وھو اول شافع۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا۔ انہوں نے ان کے ایک دوسرے پر فضائل کو دیکھا تو پھر مجھے پھیلتے ہوئے نور کی صورت میں دیکھا۔ تو پوچھا پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے وہ اول آخر اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہے۔[408]

ابو عاصم نبیل بن ھاشم الغمری حاشیہ شرف المصطفی پر اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ھذا حدیث اسناد رجالہ عن آخرھم ثقات دونھم فی الثقۃ المبارک بن فضالہ وھو صدوق۔[409]

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔

---

408 (دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۵ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ)، (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۱۱)

409 (شرف المصطفی ج ۱ ص ۳۰۹)

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن سیماء المقری قدم علینا حاجا حدثنا ابو سعید الخلیل بن احمد بن الخلیل القاضی السجزی انبانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفی حدثنا ابو عبیداللہ یحیی بن محمد بن السکن حدثنا حبان بن ہلال حدثنا مبارک بن فضالة حدثنا عبیداللہ بن عمر بن خبیب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی ھریرة۔[410]

(۳) ترمذی شریف امام احمد۔ حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔[411]

(۴) احکام ابن القحطان نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔[412]

(۵) ابو سہیل قطان نے اپنی کتاب امالی میں سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد ابن علی (یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ حضور ﷺ تو آخر میں مبعوث ہوئے

---

410 (دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۵ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

411 (سنن الترمذی ص ۱۰۹۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)، (دلا النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

412 (خصائص الکبریٰ باب خصوصیۃ النبی بکونہ اول النبیین فی الخلق وتقدم نبوتہ واخذ المیثاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۹ مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ کراچی)

سب نبیوں پر مقدم ہونا کیسے ہوا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو میثاق کے دن نکالا اور سب سے پہلے جواب میں **بلی** حضور نے فرمایا۔[413]

(۶) حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ سرکار نے فرمایا ہاں پڑھو تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ بھی تھے:

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے

فنحن فی ذالک الضیاء وفی النور سبیل الرشاد تحترق

تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اس سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں[414]

ان تمام روایات کو مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بہت وضاحت اور شرح سے نقل کیا ہے مواہب لدنیہ شریف میں بھی ان روایات کو نقل فرمایا ہے۔

(۷) مواہب لدنیہ شریف ص ۵ جلد اول میں ہے کہ امام ابوسعید نیشاپوری نے کعب الاحبار سے روایت کی کہ جب نور محمدی عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی

---

413 (خصائص الکبریٰ باب خصوصیة النبی بکونہ اول النبیین فی الخلق وتقدم نبوتہ واخذ المیثاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

414 (طبرانی کبیر ج۴ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۴۱۶۷ مطبوعہ مطبعة الزھراء حدیثہ موصل عراق)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۵۴۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (صفوة الصفوة ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۲ ص ۴۴۷ الرقم ۶۶۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۴ الرقم ۲۲۴۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ مطبوعہ)، (خصائص الکبری ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ فیصل آباد پاکستان)، (البدایة والنہایة لابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۱۴۶ مطبوعہ)، (السیرة الحلبیہ ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تھی اور نور محمدی ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ حضرت عبد المطلب اس وقت ایسے مقبول الدعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو فوراً بارش آتی تھی۔ اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے عبد المطلب کو سجدہ کیا۔

(۸) ابو نعیم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ شب ولادت آمنہ خاتون نے پیدائش پاک کے وقت ایسا نور محمدی دیکھا کہ مشرق و مغرب ان پر ظاہر ہو گئے پھر حضور پیدا ہوئے۔ اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔[415]

بہر حال حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نور ہونا بہت ہی احادیث سے ثابت ہے یہاں بطور نمونہ بہت تھوڑی پیش کی گئیں اور کچھ احادیث مقدمہ میں عرض کی جا چکی ہیں۔

حاشیہ... ☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن ابان الاصبهانی ثنا محمد بن عبادة الباهلی ثنا محمد بن يعقوب الزهری ثنا عبدالعزيز بن عمران عن عبد الله بن عثمان بن ابی سليمان عن ابيه عن بن ابی سويد الثقفی قال سمعت عثمان بن ابی العاص يقول اخبرتنی امی قالت شدت آمنة لما ولد رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم فلما ضربها المخاض نظرت الی النجوم تدلی حتی انی لاقول انها لتقعن علیّ فلما ولدت خرج منها نور اضاء له البيت الذی نحن فيه و الدار فما شئی انظر اليه الا نور۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ان سے بیان کیا جب ولادت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وقت آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ میں دیکھ

---

415 (مواهب لدنيه شريف ص ۲۱)، (دلائل النبوة لابی نعيم ج ۱ ص ۶۷ رقم الحديث ۱۳۵ مطبوعه دار النفائس بيروت)

رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔[416]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

دعوة ابی ابراهيم وبشرى عيسى ورات امى انه يخرج منها نور اضاء ت منه قصور الشام۔

ترجمہ: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔[417]

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

واسناد احمد حسن۔

---

416 (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۵ ص ۱۸۶ رقم ۴۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (اعلام النبوۃ للماوردی الباب التاسع عشر فی آیات مولدہ وظهور برکته ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیهقی ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی مولدہ ورضاعہ وشرح صدرہ ﷺ ج ۸ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المنتظم فی تاریخ الامم والملوک لابن جوزی ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنهایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار المعارف بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۵۸۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

417 (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۲۳۱۵)، (صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۴۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۳۴۲ برقم ۷۸۰۷)، (مسند الرویانی ج ۲ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۲۶۷)، (مسند طیالسی ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۱۴۰)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حیلۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۰)

ترجمہ: مسند احمد کی سند حسن ہے۔[418]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

لما فصل منی خرج معہ نور اضاء لہ ما بین المشرق الی المغرب۔

ترجمہ: جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا غرب سب آفاق روشن ہو گئے۔[419]

حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات

ہمیشہ سے امت مسلمہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوا اکابر امت کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہم احادیث کے سلسلہ میں عرض کر چکے ہیں جس میں انہوں نے حضور کو نور فرمایا اور وہ اشعار خود حضور انور ﷺ کی بارگاہ شریف میں پڑھے۔ اور نبی ﷺ نے کچھ نہ اعتراض نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہم مقدمہ میں عرض کر چکے کہ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور میں سورج جیسی چمک تھی۔

(۳) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ حضور کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوا تھا۔

---

418 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

419 (طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۰۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (طبرانی کبیر ج۲۴ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۵۴۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ا ص ۵۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۴)حضرت ہند ابن ابی ہالہ کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ حضور کا چہرہ انور ایسا منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(۵)حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ وہ فرماتی ہیں اگر تم انہیں دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے کہ سورج نکل رہا ہے۔

(۶)حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد اول باب پنجم ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں:

وچوں آں حضـــرت عـــین نور باشد نور را ســـایہ نمی باشد۔

ترجمہ: چونکہ انور ﷺ بالکل سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۷)مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں:

واما نورہ علیہ السلام فھو فی غایۃ من الظھور شرقاً وغرباً و اول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نوراً۔

ترجمہ: لیکن نبی کریم ﷺ کا نور وہ مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں نور فرمایا۔

(۸)یہ ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی موضوعات میں اسی جگہ فرماتے ہیں:

قال تعالی اللہ نور السموات والارض علی مثل نورہ قلب محمد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس اللہ کے نور کی مثال یہ اللہ کا نور حضور کا دل ہے۔

(۹)امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

فانک شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم۔

ترجمہ: یاحبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں جو حضور کا ہی نور اندھیریوں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔

(۱۰) امام جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

عکس نور حق ہمہ نوری بود
عکس دور از حق ہمہ دوری بود
ایں خورد گردد پلیدی زیں خدا
آں خورد گردد ہمہ نور خدا

ترجمہ: اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔ جو خدا سے دور ہوں انکا سایہ بھی دور ہے۔ جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے۔ جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بنتا ہے۔

(۱۱) امام احمد ابن محمد عسقلانی قدس سرہ مواہب لدنیہ شریف جلد اول ص ۹ میں فرماتے ہیں:

قال تعالی یا ادم ارفع راسک فرفع راسه قرأ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ واصحابهٖ وسلم فی سرارق العرش فقال یارب ماھذا النور قال ھذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السمآء احمد و فی الارض محمد لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضاً۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم اپنا سر اٹھا تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کی اے مولا یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے نہ آسمان و زمین کو۔[420]

---

[420] (طبرانی صغیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۹۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲) یہ ہی امام احمد ابن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مواہب لدنیہ میں ص ۸ پر فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم امرہ ان ینظر الی نورہ فانطق ھم اللہ بہ فقالوا یا ربنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالیٰ ھذا نور محمد ابن عبد اللہ ان امنتم بہ جعلتکم انبیاء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا تو اس نور کو حکم دیا کہ تمام انبیاء کو نوروں کو دیکھیں چنانچہ رب نے حضور کے نور سے تمام کے نور کو ڈھانپ لیا انہیں رب نے گویائی بخشی تو وہ تمام کہنے لگے۔ خدا کس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا تو رب نے فرمایا کہ یہ محمد ابن عبد اللہ کا نور ہے (ﷺ) اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تم کو نبی بناؤں۔

(۱۳) علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث جابر کی شرح میں فرماتے ہیں:

من نورہ ای من نور ھو ذاتہ۔

ترجمہ: اللہ نے حضور کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے۔[421]

(۱۴) امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لما قعلقت ارادۃ الحق تعالیٰ بایجاد خلقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من انوار الصمدیۃ فی الحضرت الاحدیۃ ثم سلمخ منہا العوالمۃ کلہا علوہا و سفلہا۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو صمدی نوروں سے ذات خاص نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔ پھر اوس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

---

[421] (شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۱۵)مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قد قال الاشعری انه تعالی نور لیس کا لانوار و روح النبویة القدسیة لمعه من نوره والملئکة اشرار تلک الانوار وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اول ما خلق اللّٰہ نوری ومن نوری خلق اللّٰہ کل شیئی وغیرہ ممافی معناہ۔

ترجمہ: امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے نوروں کی طرح نہیں اور نبی ﷺ کی روح شریف اس نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ نے میرا نور۔ بنایا۔ اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔[422]

اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔

(۱۶)علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شئی من نورہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کما ورد به الحدیث الصحیح۔

ترجمہ: ہر چیز نبی ﷺ کے نور سے بنائی گئی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا۔[423]

حاشیہ... ☆

تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ "وانا اول المسلمین" کی تفسیر میں ہے:

کما قال اول ما خلق اللّٰہ نوری۔

ترجمہ: جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔[424]

---

422 (مطالع المرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور)

423 (الحدیقۃ الندیہ ج ۲ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

424 (تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۶۶ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔...پس نور عرش نور مصطفی ﷺ سے ہے نور قلم نور مصطفی ﷺ سے ہے۔لوح محفوظ کا نور، نور مصطفی ﷺ سے ہے، دن کا نور مصطفی ﷺ سے ہے معرفت کا نور، شمس و قمر کا نور اور آنکھوں کا نور، نور مصطفی ﷺ سے ہے۔[425]

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم رحمۃ للجمیع باعتبار انہ علیہ الصلاۃ و السلام واسطۃ الفیض الالھی علی الممکنات علی حسب القوابل و لذا کان نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ما خلق اللہ تعالی نور نبیک یا جابر و جاء اللہ تعالی المعطی و انا القاسم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں اس لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔ حدیث شریف میں ہے اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔[426]

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

و انما الذی رواہ عبدالرزاق انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ۔

425 (المدخل لابن الحاج ملخصاً ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

426 (تفسیر روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے وہ ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدا کیا۔[427]

عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ "اول ما خلق اللہ نوری"[428]

خود علماء دیوبند کے اقوال

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب (ص ٦ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور) کے مضمون کو اسی طرح شروع فرماتے ہیں:

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر فرماتے ہیں جو ہم احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔

اس ضمن میں فرماتے ہیں:

(ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔

ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (انتہیٰ)

اس میں مولوی صاحب موصوف نے دو چیزیں تسلیم کیں۔ ایک تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نور ہونا۔ دوسرے حضور کے نور کا تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور ہر چیز کا آپ کے نور سے نور بننا بھی مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں اس جگہ تسلیم کیا ہے دیکھئے موجودہ دیوبندی وہابی اپنے ان پیشوا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

---

427 (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۴۷ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

428 (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب ثلج الصدور میں فرماتے ہیں:

در شعاع بے نظیرم لاشوید
ورنہ پیش نور من رسوا شوید

ترجمہ: میری بے مثال شعاع کے آگے فناہ و گم ہو جاؤ نہیں تو میرے نور کے آگے رسوا ہو جاؤ گے۔

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب ثلج الصدور میں دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔

شعر:

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر ملکے کیوں نور علی نور[429]

شاہ عبدالرحیم صاحب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد اپنی کتاب انفاس رحیمیہ میں فرماتے ہیں:

از عرش تا بفرش وملائکہ علوی و جنس سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقتہ محمدیہ است وقول:

حاشیہ...☆

غیر مقلد اور دیوبندیوں کے امام محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانکہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" برآں دلالت می دارد۔

ترجمہ: جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔[430]

---

[429] (ثلج الصدور ص ۲)
[430] (یک روزہ ص ۱۱ مطبوعہ ملتان)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:

سوال: اول ما خلق اللہ نوری اور لو لاک لما خلقت الافلاک... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

ترجمہ: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔[431]

رسول مقبول اول ما خلق اللہ نوری و خلق اللہ ما خلق اللہ من نوری و قول لو لاک لما خلقت الافلاک و قولہ لو لاک لما اظہرت ربوبیتی۔

ترجمہ: فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقتہ محمدیہ سے پیدا ہیں۔ حضور کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔[432]

امام طائفہ دیوبندیہ وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں۔ ص ۱۶۔

کہ اے کسیکہ بے بصر است البتہ از نور افشاں او بے خبر است۔

ترجمہ: ہاں جو اندھا ہے وہ حضور ﷺ کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔[433]

یہ ہی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اپنی اسی کتاب منصب امامت میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء بمشابہ آفتاب عالم تاب است کہ چوں نور او در تمام عالم منتشر شود۔ لابد ظلمت شب بدر رود۔

---

431 (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۵۷ مطبوعہ محمد سعید کمپنی کراچی)

432 (انفاس رحیمیہ ص ۱۳)

433 (منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ھند)

ترجمہ: لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت انبیاء کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تورات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔[434]

مولوی حسین احمد صاحب اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں ۵۰ پر یوں بیان فرماتے ہیں:

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال و عقائد کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ و سراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا۔ اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یہ ہی معنیٰ لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء کے ہیں۔

(۲) دیوبندیوں کے پیشواء مطلق مولوی رشید احمد صاحب اپنی امداد السلوک کے ص ۸۵ پر فرماتے ہیں:

ازیں جا است کہ حق تعالیٰ در شان حبیب خود ﷺ فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب

434 (منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است ونیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا شاہد ومبشر ونذیر وداعی الی اللہ تعالیٰ وسراج منیر فرستادہ ایم ومنیر روشن کنندہ ونور دہندہ را گویند۔

ترجمہ: اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں فرمایا۔ کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر ونذیر اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی رشید احمد صاحب نے تین باتیں فرمائیں ایک یہ کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کا نور ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدۃ ۱۵) میں نور سے مراد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر یعنی نور گر ہیں۔ کہ اپنے متبعین غلاموں کو نور بنا دیتے ہیں۔ حضور سورج ہیں کہ رات میں چاند تاروں کو اور دن میں ذروں کو چمکا دیتے ہیں۔ اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ ان تین چیزوں کا انکار کرے۔ کیونکہ ان کے پیشوا ہادی مطلق برحق نے یہ سب کچھ مان لیا۔

(۳) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اپنی اسی کتاب امداد السلوک کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں:

وحضرات صلوۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالی مرا از نور خود پیدا فرمود۔ ومومنین از نور من پیدا فرمود۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔

(۴) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اسی امداد السلوک کے اسی ص ۸۶ پر کچھ آگے یوں فرماتے ہیں:

آں ذات پاک ﷺ ہم از جملہ اولاد آدم اند مگر آنحضرت ﷺ خود راچناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتہ و حق تعالیٰ آنجناب رانور فرمود و بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ مذ اشتنا۔ وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دراند۔

ترجمہ: حضور ﷺ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر نبی ﷺ نے اپنے کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ خالص نور ہوگئے اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو چیزیں مانیں ایک یہ کہ حضور انور ﷺ نور ہیں۔ رب نے انہیں نور کہا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور ﷺ کا جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ یعنی ان کی نورانیت بعض وجوہ سے محسوس بھی تھی۔

حضور کے نور ہونے پر اور بہت سے دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں۔ مگر میں اسی پر قناعت کرتا ہوں ماننے والے کو اتنے ہی کافی ہیں۔ ضدی کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔

عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ حضور ﷺ خو رب تعالیٰ کا نور ہیں آپ کا ہر عضو شریف نور، آپ کا ہر حال شریف میں نور ہے۔

دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) نور وہ نور ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے۔ حضور ﷺ خود تو ایسے ظاہر کہ انہیں بحر وبر۔ خشک وتر۔ شجر و حجر۔ آسمان کا ہر تارہ زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے انسان انہیں جانیں۔ جانور انہیں پہچانیں۔ کنکر ان کا کلمہ پڑھیں۔ پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرضیکہ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے۔ اور دوسروں کو ایسا چمکایا کہ جس کو ان سے نسبت ہوگئی وہ چمک گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں مکہ معظمہ کے کوچہ بازار۔ کعبہ معظمہ کے درودیوار نقش ونگاران سے جگمگائے۔ انہیں کے صدقہ سے حلیمہ دائی کی عظمت کے دنیا گیت گارہی ہے۔ انہیں کے طفیل سے حضور کی نسل کی بزرگی کے خطبے پڑھے جارہے ہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے جن کو حضور نے ظاہر کیا وہ تو ظاہر ہوگئے۔ باقی تمام چھپ گئے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات صفات کو ہم نے حضور ہی سے پہچانا۔ ہماری عقلوں کی رسائی اس تک ناممکن تھی۔ غرضیکہ نور کے معنی نبی کریم ﷺ ہیں کامل طور پر موجود ہیں۔ حضور ﷺ کامل نور ہیں۔

(۲) حضور ﷺ کی دعائیں یقیناً قبول ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (الضحیٰ ۵)

رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

اور حضور ﷺ بھی یہ دعا کرتے تھے۔ اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور کردے۔ بتاؤ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ضرور ہوئی تو لامحالہ حضور ﷺ نور ہوئے۔

(۳) انسان کا جسم خاکی ہے اور روح نوری۔

رب فرماتا ہے:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الإسراء ۸۵)

فرمادو کہ روح رب کے امر سے ہے۔ یعنی عالم امر کی ایک مخلوق ہے۔ اور عالم امر نور ہے۔ مقبولوں کے روح کی نورانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جسم نور بن جاتا ہے اس لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم میں بعض وقت تلوار نے اثر نہ کیا۔ آر پار ہو گئی۔ بعض اولیاء نے کئی ماہ تک کھانا پانی استعمال نہ کیا۔

فتاویٰ حدیثیہ باب التصوف میں علامہ ابن حجر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق فرماتے ہیں:

حتی انہ مکث علی ثلثۃ اشھر علی وضوء واحد۔

ترجمہ: آپ تین مہینہ تک ایک ہی وضو پر رہے۔[435]

اور نبی کریم ﷺ اس مبارک جماعت کے سردار اور پیشوا ہیں۔ حضور کا نور روحانی جسمیت پر ایسا غالب ہے کہ جسم اطہر بھی نوری ہو چکا ہے۔

(۴) روایات سے ثابت ہے کہ حضور کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا جیسا کہ دوسرے باب میں انشاء اللہ آوے گا۔ اور کثیف چیز کا یقیناً سایہ ہوتا ہے پتہ لگا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ کثافت حضور کے قریب بھی نہیں۔

---

435 (الفتاوی الحدیثۃ باب فی التصوف مطلب فی ان ابن عربی مکث ثلاثۃ اشھر علی وضوء واحد ص ۳۸۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۵) حضور اقدس ﷺ معراج کی رات آگ کے کرہ اور زمہریز سے گزرے اور پھر وہاں پہنچے جہاں مکاں بھی ختم ہو چکا تھا یعنی لامکان کے مکین ہوئے اور ظاہر ہے کہ جسم آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور مکان کا حاجتمند ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس رات نورانیت کی جلوہ گری تھی۔

(٦) کوئی انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معراج کی رات حضور انور جہاں تشریف لے گئے وہاں ہوا کا نشان نہ تھا۔ پھر وہاں زندہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔

(۷) اگر انسان کے دل پر ذراسی ٹھیس لگ جاوے تو موت واقع ہو جاتی ہے مگر فرشتوں نے حضور کے دل مبارک کو سینہ انور سے نکالا اسے چیر کر نور سے بھرا مگر زندگی شریف باقی رہتی۔ معلوم ہوا کہ حضور نے متواتر کئی کئی روز تک اس طرح رکھے کہ بیچ میں بالکل افطار نہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھوک پیاس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر ان کی زندگی شریف ہماری طرح بالکل جسمانی ہوتی تو کھانے پینے سے ایسے بے نیاز نہ ہوتے۔ حضور کا نور اب بھی بعض اولیاء کرام دن رات ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

مولانا جامی فرماتے ہیں:

گرچہ صد مرحلہ دورم زبہ پیش نظرم

وجهه في نظري كل غدات وعشي

بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آن میں آپ کا نور نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مرتد ہونے کا فتویٰ دے دوں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے مگر آنکھ والوں سے سن کر سورج اور اس کے نور کو مان لیتا ہے۔ ہم کو بھی چاہئیے کہ اگر حضور کا نور اپنی کمزوری سے ان آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو کان سے سن کر مان لیں۔

(۹) حضور انور ﷺ نے معراج کی رات ہزاروں سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ یہ جسم کثیف اتنا دور دراز سفر اتنی تھوڑی مدت میں طے نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور جیسے کہ نور نظر یا ہمارا نور خیال آناً فاناً بڑی سے بڑی مسافت ایک آن میں طے کر لیتا ہے ایسے ہی حضور نے اتنا دراز فاصلہ ایک آن میں طے فرمایا۔

(۱۰) قرآن کریم حضور ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے:

عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ (التوبة ۱۲۸)

ترجمہ: تمہاری مشقت ان پر بھاری اور ناگوار ہے۔

معلوم ہوا کہ جیسے روح اپنی نورانیت کی وجہ سے جسم کے ہر عضو کے ہر درد سے خبر دار ہے کہ پاؤں میں چوٹ لگے تو روح کو خبر۔ سر دکھے تو روح کو خبر۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور اپنے ہر امتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۱۱) قانون قدرت ہے کہ کثرت کی ابتداء وحدت سے ہوتی ہے۔ اور کثرت کو فیض وحدت سے ملتا ہے۔ گویا وحدت کے لئے مبداء فیاض ہوتی ہے۔ (دیکھو) آسمان کے بے شمار تارے ایک سورج سے نور لیتے ہیں۔ درخت کے تمام پتے۔ شاخیں۔ پھول پھل۔ ان سب کی ابتداء ایک جڑ سے ہے اور تمام کو فیض بھی اسی ایک جڑ سے ہے۔ تمام انسانوں کی جسمانی ابتداء ایک آدم علیہ السلام سے ہے بدن کے سارے اعضاء کو فیض ایک دل سے ہے غرضیکہ ہر کثرت میں وحدت کا فیض ہے تو چاہئے کہ عالم کثرت یعنی جو اللہ کے سوا ہے اس کی ابتداء بھی ایک سے ہی ہو اس کثرت میں بھی کوئی ایک فیض رساں ہو۔ اس مبداء فیاض ایک کا نام حقیقت محمدیہ اور نور محمدی ہے ورنہ بتاو یہ کثرتیں کس وحدت کی شاخیں ہیں اور کون سی وحدت اس میں کار فرما ہے۔ بہر حال یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حقیقت محمدیہ عالم کی اصل ہے اور سارا عالم اسی سے ہی فیض لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

دوسری فصل: اس مسئلہ پر اعتراضات اور جوابات

اعتراض نمبر ا

اگر نبی کریم ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور نبی کریم ﷺ خدا کا جز بن گئے اور حضور میں خدائی آگئی یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے ہے۔ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت حلول مان لی۔

جواب: ان سوالوں کا منشایہ ہے کہ معترض اسے سمجھا نہیں۔ اللہ کا نور ہونا۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بلاواسطہ رب سے فیض لینے والے ہیں اور تمام خلقت نے حضور کے واسطے سے فیض ربانی حاصل کیا جیسے آئینہ سورج کے سامنے ہو تو سورج کا عکس اس آئینہ کو چمکا دیتا ہے۔ پھر یہ آئینہ دوسرے حجاب والے آئینوں کے مقابل کر دو۔ تو وہ تمام اس آئینہ سے جگمگا جاتے ہیں تو پہلا آئینہ نہ سورج کا ٹکڑا ہے نہ عین سورج بلکہ بلاواسطہ اس سے تجلی حاصل کر رہا ہے اور دوسرے آئینے اس کے ذریعے سے۔ یہ نسبت ایسی ہے جیسے قرآن کریم نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ۔ اللہ کی روح فرمایا۔ یعنی بلاواسطہ والدین رب کے پیدا کئے ہوئے۔

اعتراض نمبر ۲

حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (الکھف ۱۱۰)

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے بشریت اور نوریت جمع نہیں ہو سکتی۔

جواب:۔ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی، یعنی نوری بشر ہیں، حقیقت حضور کی نور ہے، اور لباس بشری ہے۔

رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم ۱۷)

ترجمہ: پس بھیجا اس کی طرف ہم نے روح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں۔ سفید لباس۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت داؤد علیہم السلام کے خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔

رب فرماتا ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ (۲۴) إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ (الذاریات ۲۵)

ترجمہ: کیا تم کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا سلام آپ نے فرمایا سلام اجنبی قوم سے ہے۔

هَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (۲۱) إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ (ص ۲۲)

ترجمہ: اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کیا ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوکَ وَأَهْلَکَ إِلَّا امْرَأَتَکَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (العنکبوت ۳۳)

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت رہ جانے والوں میں ہے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت وبشریت ضدیں نہیں۔

اعتراض نمبر ۳

اگر حضور ﷺ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو چاہئیے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے۔ ہر جگہ روشنی ہو۔ لہٰذا یا تو حضور نور نہیں یا ہر جگہ حاضر ناظر نہیں۔

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں ایک جواب الزامی دوسرا جواب تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور ۳۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید ۴)

ترجمہ: اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَكِن لَّا تُبْصِرُونَ (الواقعہ ۸۵)

ترجمہ: ہم بمقابلہ تمہارے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر تم دیکھتے نہیں۔

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ۱٦)

ترجمہ: ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرۃ ۱۵۳)

ترجمہ: بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

نیز قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے۔ مگر روشنی نہیں ہوتی۔ فرشتے نور ہیں۔ اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔

قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجدۃ ۱۱)

ترجمہ: فرمادو، تم کو وہ موت کا فرشتہ وفات دے گا۔ جو تم پر مقرر ہے۔

اب بتاؤ کہ یا تو رب تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں رہا یا وہ نہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے نور حسی اور نور معنوی۔ نور حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نور معنوی کے دیکھنے کو قوۃ قدسیہ والی آنکھیں چاہئیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سن کر اسے نور مان لے۔ اسی طرح قوت

قدسیہ والے اولیاء اللہ نور محمدی کو دیکھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں۔ ان سے سن کر قرآن کو مان کر حضور ﷺ کو نور مان لے۔

اعتراض نمبر ۴

اگر حضور نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ان کے اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہئے کہ سارے سید نور ہوں کیونکہ انسان کا بچہ انسان۔ گھوڑے کا بچہ گھوڑا۔ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے۔ تو چاہئیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ (وہابی)

جواب: کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کرو۔ فرشتوں کے اولاد نہ ہونا۔ اس لئے ہے کہ فرشتہ ہے فرشتوں کے اولاد نہیں ہم حضور کو نور مانتے ہیں۔ فرشتہ نہیں مانتے۔ تمہاری یہ بیہودہ گفتگو محض بے کار ہے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے۔ جب حضور کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ اور یہ تمام عوارض انسانی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزاروں برس سے ہیں کھانے پینے سونے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں آئیں گے۔ تو پھر کھانا پینا نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔ حضور ﷺ نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا۔ اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار صوم وصال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے۔ اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملاحظہ نہ فرماتے تو آثار بھوک نمودار ہو جاتے تھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

ہاروت وماروت فرشتے ہیں۔ نور ہیں۔ مگر جب انہیں بہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو وہ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ اس ہی کھانے پینے اور صحبت کی قوت کی بنا پر ان پر عتاب والا واقعہ پیش آیا۔ ان کا یہ کھانا پینا اور قوت جماع اسی لباس بشری کے احکام تھے۔

حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھاتا پیتا بھی تھا یہ اس کا کھانا پینا۔ اس کی اس شکل کے عوارض تھے۔

رب فرماتا ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ (الاعراف ۱۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنی لاٹھی ڈالو تو وہ نگل گئی اسے جو وہ گڑھتے تھے۔

وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا (طٰہٰ ۶۹)

ترجمہ: اپنے ہاتھوں کی چیز پھینکو ان کی مصنوع کو نگل جاوے گی۔

حضور ﷺ بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔ نور میں توالد وتناسل نہیں ایمان نور ہے۔ مومن نورانی ہے۔ مومن نورانی ہے۔ عالم نورانی ہے۔ نبوت نور ہے نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہو جاتی ہے۔ جنتی لوگ نورانی ہوں گے۔ حوریں نور ہیں۔ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہو گی۔ فرماؤ۔ اگر نور کے اولاد نہیں ہو سکتی تو ان جنتی لوگوں کے اولاد کیسی ہو گی۔

اعتراض نمبر ۵

آیۃ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵) واو عطف تفسیری کے لئے ہے اور نور سے قرآن شریف مراد ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ جسے کتاب مبین بتا رہی ہے۔

جواب: محققین مفسرین کے نزدیک نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے امام جلال الدین سیوطی اور تفسیر خازن، مدارک تفسیر ابن عباس، تفسیر صاوی وغیرہ۔

نیز اس آیت کی ابتدا میں حضور ﷺ کا ذکر شریف ہے کہ رب نے فرمایا:

يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدة ۱۵)

ترجمہ: اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت کو معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس اوپر والی آیت نے بتایا کہ نور سے مراد وہ ہی رسول ہیں۔ جن کا ذکر آچکا نیز واو کو عطف تفسیری ماننا گویا معنی مجازی مراد لینا ہے اور بلا ضرورت معنی مجازی نہیں لینا چاہیئے۔ کیونکہ عطف معطوف الیہ میں مغائرت چاہتا ہے تو چاہیئے کہ نور اور ہو کتاب کچھ اور نیز عطف تفسیری میں کتاب مبین تجدید ہے اور پہلی صورت میں کتاب مبین میں تاسیس اور تاسیس تجدید سے بہتر ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ دوسری عبارت کچھ نئی بات بتائے نہ یہ کہ پہلی بات کو دوبارہ کہہ دے۔

نیز اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶)

اس آیت نے صاف طور پر حضور کو نورانی سورج فرمایا۔ اور خود قرآن کی تفسیر دوسری تفسیر سے اعلیٰ ہے۔

نیز اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جسے مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بحوالہ عبد الرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔

یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔[436]

اور قرآن کی تفسیر جو خود صاحب قرآن ﷺ فرمادیں وہ اعلیٰ کتاب ہے۔ نیز کتاب کے لئے نور کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پڑھی جاسکے جیسے عبارت قرآن کے لئے اس ظاہری نور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآنی معارف کے لئے نور روحانی کی حاجت ہے اور وہ حضور ﷺ ہے۔

اعتراض نمبر ٦

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن تذکرہ یعنی نصیحت یا اگلی پچھلی باتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ قرآن نور ہے۔ قرآن ہدایت ہے قرآن برہان ہے قرآن شفا ہے۔ رحمت ہے۔ جب قرآن میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔

---

436 (الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ٦٣۔٦٤ رقم الحدیث ١٨ مطبوعہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ١ ص ١٧ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ١ ص ٨٩۔ ٩١ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ١ ص ٣١١ رقم الحدیث ٨٢٧ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عیدروسی متوفی ١٠٧٣ ج ١ ص ٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الحلبیہ ج ١ ص ٥٠ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ١٣ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاھور)، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ١ ص ١٩ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ ص ٧٣ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواھر البحار للنبھانی ج ٤ ص ٢٢٠ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ٨ ص ٧١ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تو اب دوسرے نور یا دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں آیات ملاحظہ ہوں:

إِنّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا (المزمل ۱۹)

ترجمہ: وہ آیات نصیحت ہیں تو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف نور کھلا ہوا اتارا۔

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (البقرۃ ۲)

ترجمہ: یہ کتاب ہے کہ اس میں شک نہیں پرہیز گاروں کی ہادی۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (الإسراء ۸۲)

ترجمہ: ہم قرآن کی وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفا ہیں۔ اور مومنوں کے لئے رحمت۔

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلیل آچکی۔

اعتراض نمبر ۷

چونکہ یہ تمام خوبیاں قرآن سے حاصل ہو چکیں اور تحصیل حاصل ناممکن ہے لہذا نبی میں ان میں سے کوئی صفت نہیں مانی جاسکتی۔ (دیوبندی و چکڑالوی)

جواب: جیسے قرآن آخری کتاب ہے اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آئی ہے اس لئے اس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ غافلوں کے لئے تذکرہ عاقلوں کے لئے نور۔ گمراہوں کے لئے ہدایت۔ جسمانی یا روحانی بیماریوں کے لئے شفاء مومنوں کے لئے رحمت محققین کے لئے برہان ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔ لہذا ان میں بھی تمام خوبیاں ہونی چاہئیں کہ ہر قسم کی مخلوق حضور سے فیض حاصل کر سکے۔ اس لیے رب تعالیٰ

نے حضور کے وہ تمام صفات بیان فرمائے۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائے چنانچہ حضور ﷺ مذکر یعنی نصیحت فرمانے والے یا اگلی پچھلی باتیں یاد دلانے والے بھی ہیں۔ حضور برہان یعنی دلیل بھی ہیں۔ حضور شفاء بھی ہیں حضور رحمت بھی ہیں۔

آیات ملاحظہ ہوں:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشية ۲۱)

ترجمہ: تو انہیں یاد دلاؤ تم یاد دلانے والے ہو۔

إِنَّکَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الشورى ۵۲)

ترجمہ: بے شک تم سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل آگئی اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور اتارا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء ۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

غرضیکہ نہ قرآن کی صفات کی حد ہے نہ صاحب قرآن کی صفات کی انتہاء بلکہ کعبہ اجسام کا قبلہ ہے اور حضور ﷺ دل و ایمان و جان کا قبلہ ہیں۔

اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں کیونکہ ہم دنیا میں دو نوروں کے حاجتمند ہیں ایک آنکھ کا نور۔ دوسرے سورج یا چراغ کا نور۔ اگر آنکھ روشن ہو مگر چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ اور اگر چراغ وغیرہ کی روشنی تو ہو مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو بھی کچھ نہیں سوجھتا۔ اسی طرح قرآن گویا چراغ یا سورج ہے۔ اور صاحب قرآن ﷺ گویا نور نظر ہیں یا حضور ﷺ سورج و چاند ہیں تو قرآن کریم نور نگاہ ہے۔ غرضیکہ ہم کو نور قرآن کی بھی ضرورت ہے اور نور نبوت کی بھی۔ نماز

قرآن سے ملی۔ مگر نماز کی تعداد۔ رکعتوں کی مقدار۔ نماز کا طریقہ حضور سے حاصل ہوا۔ اسی طرح زکوۃ و حج وغیرہ قرآن نے دیا۔ مگر ان کی ادائے گی کا طریقہ حضور نے سکھایا۔ نہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہ کوئی۔ دوسری قباحت۔ بلکہ نور نبوت کی حاجت نور قرآنی سے پہلے ہے۔ اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں نہ کہ قرآن پڑھا کر۔ بچہ کے کان میں اذان کہتے ہیں قرآن نہیں پڑھاتے۔

اعتراض نمبر ۸

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے کہ اللھم اجعل فی بصری نوراً۔ اور آخر میں آتا ہے واجعلنی نوراً یعنی اے اللہ میری آنکھ میں۔ کان میں۔ گوشت میں۔ ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنادے گا۔ اگر حضور ﷺ خود پہلے ہی نور تھے تو اس دعا کی کیا وجہ تھی۔ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔ رب فرماتا ہے:

هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (البقرۃ ۲)

ترجمہ: یہ قرآن پرہیز گاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا (النساء ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیز گار بن چکے۔ انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی۔ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ ان کے ایمان لانے کے کیا معنی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کا یہ دعا مانگنا کہ خداوند

میرے آنکھ۔کان وغیرہ میں نور دے۔امت کو تعلیم دینے کے لئے ہے نورانیت پر قائم رہنے کی دعا ہے۔

اعتراض نمبر ۹

حضور ﷺ کو نور کہنا حضور کی بے ادبی ہے بلکہ حضور کی عزت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں۔کیونکہ خاک نور سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتے نور ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی بشر اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو حضور کو نور ماننا گویا آپ کی توہین کرنا ہے۔

جواب: اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو نور کہنا خدا کی اور قرآن کی بے ادبی ہوئی تعجب ہے کہ حضور کو نور کہنے میں تو آپ کو حضور کی بے ادبی معلوم ہو اور خدا تعالیٰ کو نور کہنے میں یہ ساری بے ادبی کافور ہو جائے۔ماشاء اللہ دیوبندی وہابی بھی ادب والے بن گئے جنہوں نے حضور انور ﷺ کی ایسی کھلی گستاخیاں کیں جو کھلا کافر بھی نہ کرسکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے صرف خاکی جسم شریف کو نہ تھا۔ بلکہ اس نورانی روح کو تھا۔جو جسم شریف کو پھونکی گئی۔

رب فرماتا ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (الحجر ۲۹)

ترجمہ: پھر جب میں ان کو درست کردوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تب تم ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

معلوم ہوا کہ سجدہ روح آدم علیہ السلام کو ہے چونکہ جسم شریف اس روح کی تجلی گاہ بن چکا تھا اس لیے سجدہ اسے بھی ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کی روح نور مصطفوی کی ایک تجلی تھی ورنہ آدم علیہ السلام کا جسم شریف تو روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اگر صرف جسم ہوتا تو اب تک توقف نہ کیا جاتا۔ اس سے پہلے سجدہ ہو چکا ہوتا۔ نیز ابلیس کو خاک کو خاک پر خاک کی طرف سجدہ کرنے میں کبھی عذر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے خاک کے ہر ذرہ پر سجدے کر چکا تھا۔ آج یہ ایک سجدہ بھی کر لیتا۔ اب جو سجدے سے انکار کر رہا ہے وہ در حقیقت اس نورانیت کا منکر ہے جو سجدہ کا باعث ہے نیز اگر فقط خاک خاک ہی کو سجدہ کرانا تھا تو خاک کے ڈھیر۔ ٹیلے ہزار موجود تھے۔ ان میں سے کسی کی طرف سجدہ کرا دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خاک مسجود نہ تھی بلکہ وہ نور مسجود تھا۔ آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا۔

زبان حال سے کہتے تھے آدم!
جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

اعتراض نمبر ۱۰

اگر حضور ﷺ نور ہیں تو آپ اولاد آدم علیہ السلام کیسے ہوئے نور کسی کی اولاد نہیں ہوتا۔ حضور کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم علیہ السلام والے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں۔ ظاہر جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے اولاد آدم علیہ السلام ہوتا اس جسم بشری کی صفت ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے حضور سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور سے ہے۔

رب فرماتا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٦٢) لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الأنعام١٦٣)

ترجمہ: فرمادو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری وفات اس اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری اطاعت کرنے والوں میں پہلا ہوں۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ (الزخرف ٨١)

ترجمہ: فرمادو کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا عابد میں ہوتا۔

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (الإسراء ٤٤)

ترجمہ: نہیں ہے کوئی چیز مگر رب کی رحمت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہر ذرہ ہر حصہ آسمان کا ہر چیہ تسبیح خوان ہے۔ اور رب کا عابد ہے دوسرے یہ کہ ان تمام سے پہلے حضور رب کے عابد تھے۔ یعنی حضور ﷺ اس وقت کے عابد ہیں۔ جب نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ عالم کی کوئی چیز۔ کیونکہ اگر کوئی چیز حضور سے پہلے پیدا کی چکی ہوتی تو پہلی عابد وہ ہوتی نہ کہ حضور ﷺ۔

اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اولیت کی حالت میں بشر تھے آدم علیہ السلام اول بشر اور ابو البشر نہ ہوتے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضور اس اولیت میں یقینا نور ہیں اور اس جسمانی حالت میں بشر ہیں۔ یہ تمام رشتے اس جسم اقدس کے ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک رسالہ التالیف قلب

الالیف بکتابتہ فرس التوالیف کے شروع میں فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے حضور کی روح پر فتوح سے فیض لیا۔ اس سے علم حاصل کیا اور حضور سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسماء کے عالم ہوئے۔ حضور اسی عالم میں نبیوں کے بھی نبی ہیں جس پیغمبر نے جو سیکھا ہے سب حضور کے شاگرد اور حضور ان تمام کے استاد اول ہیں۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد بلکہ تمام ملائکہ اور تمام عالم انوار والے جو کچھ جانتے ہیں۔ حضور کے بتانے سے جانتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:

وصل اول بعد از نزول وانتقال ازاں عالم حضرت انبیاء حاضر ان مجلس علم و شاگردان حوزہ۔ درس اوہر یکے کتابے از علم و یابے از دین خواندہ و تحصیل نمودہ بود۔ وہر مسند افاضہ نشستہ کلمات اللہ بر خلق افادہ وافاضہ فرمود۔ مقدم ایشاں آدم صفی اللہ آمد کہ باوجود نسبت ابوت دردرس آں خلف صدق زانوادب زدہ صحاح لغات واسماء تعلیم نمودہ بود۔ بر مسند خلافت تکیہ زدہ ساکنان ملاءاعلی را تعلیم و تلقین نمودہ۔ وحق استاذی برایشاں ثابت گردایندہ مخدوم و مسجود ایشاں گشت۔

ترجمہ: اس دنیا سے اتر کر سارے پیغمبر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مکتب میں شاگرد بنے۔ ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہوکر دنیا کو فیض دینے کی مسند پر جاگزیں ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے جو والد ہونے کے باوجود اپنے اس سچے فرزند کے مدرسہ میں باادب دوزانو بیٹھے تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافت الہیہ کے

مسند پر جاگزیں ہوئے اور ملائکہ مقربین کو تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے آدم علیہ السلام کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے مسجود ہوئے۔

اعتراض نمبر ۱۱

اگر حضور ﷺ خدا کا نور ہیں تو آپ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے۔ اور آپ کو بچھو کے زہر نے کیوں اثر کیا۔ آپ پر جادو کیوں چل گیا۔ بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا۔ جنگ احد میں حضور کا دانت شریف کیوں شہید ہوا۔ کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے؟

جواب: یہ اور اس قسم کے صدہا اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں۔ اور بشر بھی۔ کبھی بشریت کے صفات آپ پر ظاہر ہوتے ہیں کبھی نورانیت کے رب تعالیٰ نے آپ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادۃ کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے۔ اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہونگے۔ لیکن اگر روزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں۔ تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں۔ وہاں بشریت کا ظہور تھا۔ اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھو کے زہر۔ تلوار اور آگ نے اثر دکھادیا۔ مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی۔ وہاں آگ۔ سانپ۔ بچھو سب کچھ موجود۔ مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے۔ آج عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا۔ مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے غلام بعض اولیاء اللہ پر کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ مہینوں تک کھاتے پیتے نہیں۔ ان کے جسموں پر تلوار اثر نہیں کرتی۔ دجال کے

ظاہر ہونے پر مومنوں کو اللہ کے ذکر میں بھوک پیاس سے امن ملے گا۔ ایک بزرگ جن کو ایک دفعہ دجال مار کر زندہ کردے گا۔ پھر جب دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو ان کے حلق پر چھری کام نہ کرے گی یہ اس آفتاب نبوت کے ذریعے ہیں پھر آفتاب کا کیا کہنا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فیصلہ فرمایا۔

فرماتے ہیں:

گہے با حفصہ وزینب بپرداختے
وگاہے با جبرئیل ومیکائیل نہ ساختے

کبھی اپنی ازواج پاک کے ساتھ مشغول ہوتے اور کبھی جبرئیل ومیکائیل کی بھی آپ تک رسائی نہ ہوتی۔

اختلافات حالات سرکار کی مختلف تجلیاں ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اسمعیل علیہ السلام پر چھری نے اثر نہ کیا۔ یہ ان بزرگوں کی نورانیت کی جلوہ گری ہے۔

غرضیکہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں۔ آپ کی بشریت نورانی ہے بلکہ آپ کی نورانی بشریت حضرت جبرئیل کی نورانیت سے کہیں ارفع واعلیٰ بلند وبالا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

اعتراض نمبر ۱۲

اگر حضور ﷺ نور ہوتے تو حضور کی ساری اولاد یعنی قیامت تک سید نور ہوتے۔کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ انسان شیر کا بچہ شیر۔ایسے ہی چاہئیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔جب سارے سید نور نہیں۔تو حضور بھی نور ہیں۔

جواب: اس کا جواب پہلے گزر گیا کہ حضور کے تمام یہ رشتے بشریت کے ہیں۔نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار نہ رشتے والے۔عالم نورانیت تو بہت اعلیٰ ہے کوئی روح کسی کی نسل یا اصل نہیں اس لئے اولاد روحانی اوصاف میں ماں باپ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے۔نبی زادہ کافر۔عالم کی اولاد جاہل۔جاہل کی اولاد عالم ہو جاتی ہے غرضیکہ ولادت بشریت کی ہے نورانیت کی نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت سے پہلے ایمان و قرآن کی خبر بھی نہ تھی اور روحی سے پہلے آپ کو اپنے نبی بننے کی امید بھی نہ تھی۔ پھر یہ کیسے درست ہے کہ آپ عالم ارواح میں نبی تھے اور سارے پیغمبر آپ سے فیض لیتے تھے۔ملاحظہ ہو:

وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ (القصص ۸۶)

ترجمہ: تو کو امید بھی نہ تھی کہ تم پر کتاب بھیجی جاوے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (الشوریٰ ۵۲)

ترجمہ: اور آپ جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

جب حضور کو ایمان کی بھی خبر نہ تھی تو پیدائش کے پہلے نبوت کے کیا معنی۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوئے کہ آپ نے ماں کی گود میں پیدائش سے چند گھنٹہ کے بعد قوم سے فرمایا:

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (مریم ۳۰)

ترجمہ: فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضور سے بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق رب نے فرمایا:

وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (مریم ۱۲)

ترجمہ: ہم نے انہیں بچپن میں علم یا نبوت بخشی۔

بلکہ لازم آئے گا کہ کفار بھی حضور سے علم میں بڑھ جاویں کیونکہ وہ حضور کے بچپن سے جانتے تھے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ بحیرہ راہب نے حضور کے بچپن میں حضور کی نبوت کی گواہی دی۔ کیونکہ اس نے شجر و حجر کو کلمہ پڑھتے سنا۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرۃ ۱۴۶)

ترجمہ: یہ کفار حضور کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

یعنی جیسے اولاد کو باپ اس کے بچپن بلکہ پیدائش کے وقت سے پہچانتا ہے ایسے ہی کفار حضور کی پیدائش کے وقت سے حضور کو پہچانتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرۃ ۸۹)

ترجمہ: اہل کتاب حضور کی طفیل کفار پر جنگ میں فتح و نصرت کی دعائیں کرتے تھے۔

نیز بخاری شریف میں ہے کہ پہلے وحی کے وقت حضور غار حرا میں عبادت فرما رہے تھے۔ اور پہلے ہی سے اعتکاف شروع فرمادیئے تھے۔ اگر حضور کو ایمان کی خبر نہ تھی تو یہ عبادت کس کی کر رہے تھے اور کیسے کر رہے تھے؟

نیز معراج کی رات حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی بتاؤ وہ کون سی نماز تھی کیونکہ ابھی تو نماز فرض ہی نہ ہوئی تھی۔

جواب تحقیقی چند ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور در حقیقت خطاب حضور کے دین والوں سے ہے۔ تفسیر مدارک اور تفسیر خازن میں آیت وما کنت ترجوا الخ کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس الخطاب فی الظاھر للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم والمراد بہ اھل دینہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بظاہر یہ خطاب نبی ﷺ کو ہے اور مراد حضور کی امت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت نمبر ایک میں ماکنت ترجوا کی نفی الا رحمۃ سے ٹوٹ گئی۔ اور معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ بغیر رحمت الٰہی آپ پر وحی ہو گی اور ظاہر ہے کہ حضور کو نبوت محض رب کے فضل سے ملی نہ کسی نبی کی دعا سے ملی نہ کسی نبی کی وراثت سے حاصل ہوئی۔ جیسے حضرت ہارون کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے اور حضرت سلیمان کی نبوت حضرت داؤد کی میراث سے تھی۔

رب فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ (النمل ١٦)

ترجمہ: حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (٢٩) هَارُونَ أَخِي (٣٠) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (طٰہٰ ٣١)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولیٰ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

مگر حضور کی نبوت میں کسی کی دعایا وراثت کا واسطہ نہیں اور حضور پر کسی کا احسان نہیں۔ اس آیت ۲ میں وما کنت تدری ما الکتاب الخ درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں عقل واٹکل سے جانتے تھے۔ کیونکہ اٹکل کا علم کبھی غلط بھی ہوتا ہے بلکہ الہام ربانی سے جانتے تھے جس میں غلطی وخطا کا احتمال نہیں یا اس سے مراد کتاب وایمان کے تفصیلی احکام ہیں یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں۔ غرضیکہ اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴

شروع بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غار حرا میں حضور پر پہلی وحی اقراء باسم ربک آئی تو حضور حضرت جبریل کو پہچان نہ سکے۔ ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانا۔ کہ یہ جبریل ہیں۔ پھر یہ کیسے درست ہوا کہ حضور اپنی نبوت پہلے ہی سے جانتے تھے۔

جواب: یہ غلط ہے بخاری شریف کی اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی یہ ہوں کہ حضور نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا۔ اگر حضور حضرت جبریل کو نہ پہچانتے تو یہ آیت اقراء باسم ربک قطعی نہ رہتی۔ کیونکہ آیت قطعی جب ہوگی جب اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ رہے اور اگر حضور کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا کوئی اور تو یہ پتہ بھی نہیں

ہو سکتا کہ یہ رب کا کلام ہے۔ اور جب حضور ہی کو اس آیت کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہوا تو ہم کو اس کا یقین کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارا یقین تو حضور کے یقین پر قائم ہے۔ اسی لئے اس وقت حضور انور نے حضرت جبرئیل سے یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھے کیا پڑھانا چاہتے ہو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انہیں جانتے پہچانتے تھے۔ کیوں نہ پہچانتے کہ حضرت جبرئیل اور سارا عالم حضور ہی کے نور سے بنا۔ اور حضور کا نور ان سب سے پہلے پیدا ہوا۔ رہا ورقہ ابن نوفل کے پاس تشریف لے جانا اور ورقہ کا یہ عرض کرنا دوسروں کی تصدیق کے لئے تھا کہ سننے والے ورقہ توریت کے بڑے عالم تھے۔ مکہ والے ان کے علم و عمل کے قائل تھے۔ اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ غرضیکہ حضور ﷺ کا بی بی خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس جانا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ ان سے تصدیق کرانے کے لئے تھا۔ تاکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی نبوت کا عین الیقین حاصل ہو جائے اور دوسروں کو علم الیقین۔ جیسے حضور کا پتھروں سے کلمہ پڑھانا۔ درختوں سے گواہی دلوانا۔ اپنے علم کے لئے نہیں۔ دوسروں کے بتانے کے لیے ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵

نور سے بشر افضل ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔ نوری فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔ جہاں وہاں کہاں سب ختم ہو گیا۔ اور نوری جبرئیل سدرہ پر رہ گئے۔ لہٰذا حضور کو نور کہنا حضور کی شان گھٹانا ہے۔

جواب: اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے ورنہ پھر چاہیئے۔ کہ تم بلکہ ابوجہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں دوسرے یہ کہ اعتراض تب درست تھا۔ جب ہم حضور

ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ محض بشر اور محض نور سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔

خیال رہے کہ کافر انسان کتے بلے سے بدتر ہے رب فرماتا ہے:

أُولَئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (البینة ٦)

دوسرا باب

تن بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جہاں اور صدہا معجزے بخشے۔ وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اقوال فقہاء بلکہ خود فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اقوال گواہ و شاید ہیں۔

چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ١٥)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد مصطفی ﷺ) اور روشن کتاب تشریف لائے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ٤٦)

ترجمہ: اے نبی ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سناتا ڈراتا اللہ کی طرف اسی کے حکم پر بلاتا ہوا۔

مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ (النور ۳۵)

ترجمہ: اور چمکانے والا سورج اللہ کے نور (محمد مصطفی ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ چمنی میں ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں حضور کو نور فرمایا دوسری آیت میں سورج کہا۔ تیسری آیت میں حضور کی ذات کو نور اور سینہ پاک کو چراغ کی چمنی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ تو نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا اور نہ صاف چمنی کا۔ ان آیات سے حضور کا بے سایہ ہونا ثابت ہے۔

تفسیر مدارک شریف پارہ اٹھارہ سورہ نور میں زیر آیت لو لا اذ سمعتموہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ لوگوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی حضور انور ﷺ نے حضرات صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ عالیہ میں یوں عرض کیا:

وقال عثمان ان اللہ ما وقع ظلک علی الارض لئلا یقع انسان قدمہ علی ذالک الظل فلما لم یکن احداً من وضع القدم علی ظلک کیف یمکن احدا من تلویث عرض زوجتک۔

ترجمہ: جناب عثمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ رب نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تاکہ کوئی شخص اس سایہ پر قدم نہ رکھ سکے تو جب رب تعالیٰ نے کسی کو آپ کے سایہ پر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا تو کسی کو یہ قدرت کیسے دے گا کہ آپ کی زوجہ پاک کی عصمت پر داغ لگائے۔[437]

اور حضرت خلیفۃ المسلمین امر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا۔

ان عمر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ عصمک من وقوع الذباب علی جلدک لانہ یقع علی النجاسات

---

[437] (تفسیر مدارک ج۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

فیتلطخ بھا فلما عصمک من فالک القدر من القدر فکیف لا یعصمک من صحبۃ من تکون متلطخۃ یمشی ھذہ الفاحشۃ۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو منافقوں کے جھوٹے ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو مکھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ مکھی گندگیوں پر پڑتی ہے جس میں وہ لتھڑ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر گندگی سے بچایا ہے۔ تو اس بیوی کی صحبت سے کیوں نہ بچائے گا جو ایسی برائی میں لتھڑے۔

حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا جسم اطہر بے سایہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی یہ عام مکھی نہ بیٹھی۔ جسم انور کا بے سایہ ہونا بھی معجزہ ہے اور جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھنا بھی معجزہ ہے۔

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم لم یکن یر الہ ظل فی شمس و لا قمر۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نہ نظر آتا تھا نہ چاند میں۔[438]

سیدنا عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم ظل و لم یقم مع شمس الا غلبہ ضرئہ ضوئھا و لا مع السراج الا ضرئہ ضرئہ۔

---

[438] (خصائص الکبری للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

ترجمہ: یعنی فرمایا کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آپ آفتاب کے سامنے مگر آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آجاتا۔ اور نہ کھڑے ہوتے آپ چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کے نور کو دبا لیتا۔[439]

بیہقی شریف نے حضرت عبد اللہ ابن معیقب سے روایت کی:

قال حججت حجۃ الوداع فدخلت دارا بمکۃ فرایت فیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وجھہ کدائرۃ القمر۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں حج وداع میں شریک ہوا تو میں مکہ معظمہ میں ایک گھر میں گیا۔ میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کا چہرہ انور چاند کی ٹکی کی طرح چمک رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبری شریف میں حدیث ذکوان جو ابھی ذکر کی گئی۔ اسی کے متعلق ایک باب باندھا۔

اسی باب میں فرمایا:

قال ابن سمیع من فضائلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نوراً فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل۔

ترجمہ: ابن سمیع نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔[440]

کتاب مستطاب الفوذج اللبیب فی خصائص الحبیب باب دوم فصل چہارم میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولا دءی لہ ظل فی شمس ولا قمر۔

---

439 (الوفاء باحوال المصطفی ﷺ الباب التاسع والعشرون فی ذکر حسنہ ﷺ ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

440 (خصائص الکبری للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فصل آباد)

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا نہ چاندنی میں۔[441]

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وما ذکر من انہ لا ظل لشخصہ فی شخص و لا قمر لانہ کان نوراً۔

ترجمہ: یہ جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم انور کا سایہ نہیں دھوپ میں نہ چاندنی میں یہ اس لئے ہے حضور نور ہیں۔[442]

حضرت امام شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ما ذکر من انہ لا ظل لشخصہ ای جسدہ الشریف اللطیف اذا کان فیشمس او قمر لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان نوراً والانوار شفافۃ لطیفۃ لا تحجیب غیرھا و الا الانوار لا ظل بھا کما تشاھد فی انوار الحقیقۃ وھذا رواہ صاحب الوفاء عن ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوئہ ضوءھا ضوءہ وقد تقدم ھذا والکلام فیہ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین وکونہ بشراً لآینا فیہ کما توھم فان فھمت فھو نور علی نور فان النور ھو الظاھر بنفسہ المظھر بعدہ وتفصیل فی المشکوۃ الانوار۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ ہے جو ذکر کیا گیا۔ کہ حضور کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ جب کہ آپ دھوپ یا چاندنی میں ہوتے کیونکہ حضور نور ہیں۔ اور انوار شفاف ولطیف ہیں۔ کسی کے لئے آڑ نہیں بنتے۔ نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں میں دیکھا جاتا ہے۔ کتاب الوفاء والے نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں۔

---

441 (الفوذج اللبیب فی خصائص الجیب باب دوم فصل چہارم ص ۵۳ مطبوعہ مطبع الکتاب لاھور)

442 (شفاء فصل فی الآیات التی ظھرت عند مولدہ ﷺ ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اورنہ کھڑے ہوتے تھے۔ آپ سورج یا چراغ کے سامنے مگر آپ کی چمک ان کی چمکوں پر غالب آتی تھی۔ یہ گفتگو اور اس میں کلام گزر چکا۔ قرآن کریم فرمارہا ہے۔ کہ حضور کھلا ہوا نور ہیں۔ اور آپ کا بشر ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے۔ تو اگر تم سمجھو تو حضور نور علی نور ہیں۔ کیونکہ نور وہ ہوتا ہے۔ جو خود ظاہر ہو۔ دوسرے کو ظاہر کرے اس کی تفصیل مشکوۃ الانوار میں ہے۔[443]

حضرت مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

چوں فناشی از فقر پیرایہ بود او محمد وار بے سایہ بود۔

ترجمہ: جو فقیر حضور کی ذات میں فنا ہو وہ محمد کی طرح بے سایہ ہوتا ہے۔[444]

حاشیہ... ☆

عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب وضوءہ الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔

ترجمہ: عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی دھوپ پر غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ پر غالب ہوتی۔[445]

یہ روایت سند صحیح ہے۔

---

443 (نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

444 (مثنوی شریف دفتر پنجم ص ۷۷ مطبوعہ مرکزی تحقیقات فارسی پاکستان)

445 (الجزء المفقود من المصنف لعبدالرزاق ص ۵۶ مطبوعہ لاہور)

اس روایت کے چار راوی ہیں:

(۱)عبد الرزاق (۲)امام ابن جریج (۳)امام نافع (۴)حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم شرح مثنوی میں اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں:

مصرع ثانی بمعجزہ آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم را سایہ نمی افتاد۔

ترجمہ: دوسرے مصرع میں حضور ﷺ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔[446]

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ظل فی شمس ولا فی قمر۔ رواہ الترمذی عن ذکوان۔

ترجمہ: حضور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیسا کہ ترمذی شریف نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔[447]

علامہ حسین ابن محمد وہار بکری اپنی کتاب الخمسین فی احوال النفس النفیس میں فرماتے ہیں:

لم یقطع ظلہ علی الارض ولا رءی لہ ظل فی شمس ولا فی قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور آپ کا سایہ دیکھا نہ گیا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندانی میں۔[448]

---

[446] (قمر التمام مجموعہ رسائل ومسئلہ نور وسایہ ص ۱۷۵ مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی)

[447] (مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مصر)

[448] (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ مطبع عثمان عبد الرزاق مصر)

(۱۴) کتاب نور الابصار فی مناقب آل النبی الاطہار میں فرماتے ہیں:

لم یقطع ظلہ علی الارض و لا روی لہ ظل فی شمس و لا فی قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور نہ آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا۔ نہ چاندنی میں۔

کتاب افضل القریٰ میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں:

و مما یوید انه صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم صار نوراً اذ کان اذ امشی فی الشمس و القمر لا یظهر له ظل لانه لایظهر له ظل لانه لایظهر الا بکثیف و هو ء قد خلصه اللہ من سائر الکثافات الجسمانیة و صیره نوراً صرفاً لا یظهر له ظل اصلاً۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے نور ہو جانے کی تائید کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ سایہ صرف کثیف چیز کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ساری جسمانی کثافتوں سے صاف فرمادیا آپ کا خالص نور بنادیا۔ لہٰذا آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

(۱۶) و نبود مر آں حضرت ﷺ را سایہ در آفتاب نہ در قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ [449]

رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول۔

ترجمہ: اسے حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نوادر الاصول میں روایت کیا۔

---

449 (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(۱۷) حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ مکتوبات شریف جلد تیسری مکتوبات نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں:

اد را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تراست چوں لطیف در عالم نباشد۔اورا سایہ چہ صورت دارد۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔[450]

(۱۸) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ تفسیر عزیزی پارہ تیسواں سورہ الضحٰی کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

سایہ ایشاں برزمین نمی اوفتاد۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔[451]

(۱۹) مجمع البحار میں شی کی رمز میں بحوالہ شرح شفا فرمایا:

من اسمائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم النور قیل من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انہ اذا امشی فی الشمس والقمر لا یظھر لہ ظل۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے نام شریف نور بھی ہے کہا گیا ہے کہ حضور کی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ یہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔[452]

(۲۰) علامہ سبحان حملی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ظل ما یظھر فی الشمس ولا قمر۔

---

450 (مکتوبات شریف ج۳ ص ۹۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

451 (تفسیر عزیزی ج۳ ص ۳۱۲)

452 (مجمع بحار الانوار ج۳ ص ۴۰۲ مطبوعہ لکھنؤ انڈیا)

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا جو دھوپ یا چاندنی میں ظاہر ہو تا۔[453]

(۲۱) جواہر البحار شریف میں علامہ یوسف نبہانی فرماتے ہیں:

و کان اذا مشی فی قمر او شمس لاّ یظھر لہ ظل۔[454]

ترجمہ: حضور جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشادات علماء سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ قطعاً نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ چراغ کی روشنی میں۔

وہابی دیوبندی تائید

حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا علماء دیوبند و علماء غیر مقلد بھی مانتے ہیں اس پر پُر زور دلائل پیش کرتے ہیں نہ معلوم موجودہ دیوبندیوں پر کیا مار ہے کہ اپنے بڑوں کی بھی نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کا انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ سمجھ دے ہٹ دھرمی سے بجائے حق قبول کرنے کی توفیق دے اب آپ دیوبندی علماء کے اقوال ملاحظہ فرماویں۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں:

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نداشتند۔ و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔

ترجمہ: یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

---

[453] (فتوحات احمدیہ شرح ھمزیہ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ التجاریۃ الکبرے مصر)

[454] (جواھر البحار، ج ا، ص ۴۵۳)

دوستو! یہ ہے عقیدہ ان مولوی رشید احمد صاحب کا جو تمام دیوبندیوں کے بڑے عالم پیر بلکہ قطب وقت ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

غیر مقلد (اہل حدیث) کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص ۴۲۹ پر لکھتے ہیں:

جاں گری سخت ہوندی تاں سر پر بدل سایہ کردا
تے اوپر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

یہ ہے عقیدہ اہل حدیث حضرات کے بڑے بھاری عالم حافظ محمد صاحب لکھوی کا کہ حضور کا جسم انور بے سایہ ہے۔

عقلی دلیل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کا جسم انور کا سایہ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اجسام میں بعض محسوس اجسام ایسے ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا یعنی وہ ہیں تو جسم مگر سایہ ندارد یا اس لئے کہ ان جسموں پر نور کی پالش قدرت نے کر دی ہے یا اس لیے کہ وہ شفاف ہیں۔ دیکھو چاند سورج تارے جسم بھی ہیں محسوس بھی ہیں مگر ان کا سایہ نہیں کیونکہ صرف اس لئے کہ ان پر نور کی پالش ہے چاند تارے بذات خود کالے ہیں سورج کی شعاعوں سے منور ہو گئے ہیں اس عارضی نورانیت کی وجہ سے ان کا سایہ نہیں بہت صاف و شفاف ہونے نے اس کو بے سایہ بنا دیا۔ بعض حالات میں کثیف جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ جب ہر چہار طرف سے اس پر روشنی ڈالی جاوے یا کوئی شخص بجلی کے نیچے کھڑا ہو جاوے تو سایہ نہ ہو گا۔ کیونکہ اسے نور نے گھیر لیا۔ گرمیوں میں جب دوپہر کے وقت سورج بالکل سر پر ہوتا ہے تو جسم انسانی بلکہ کسی جسم کا سایہ نہیں پڑتا کیونکہ سورج کا نور جسم کے ہر حصہ پر پڑتا ہے۔ اگر بجلی کا تیز

بلب خود بھی روشن ہو اور اس کے اوپر دوسرے تیز بلب سے روشنی ڈالی جاوے تو یہ نور علی نور ہو جاوے گا وہاں سایہ کے پڑنے کا سوال ہی نہ رہے گا جب ان ظاہری اجسام کا عارضی انوار کی وجہ سے سایہ نہیں رہتا۔ تو حضور اقدس ﷺ جنہیں رب تعالیٰ نے مجسم نور فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے خود بھی دعا کی اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور بنادے اور رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں نور علی نور فرمایا کہ دیکھو سورہ نور شریف اگر اس جسم پاک کا سایہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ مذکورہ تمام اجسام کو بے سایہ مان لیا جاتا ہے حضور انور ﷺ کے بے سایہ ہونے کا کیوں انکار ہے۔

دوسری فصل: اعتراضات و جوابات

تنِ بے سایہ کے مسئلہ پر مخالفین کے پاس کوئی قوی اعتراضات نہیں صرف دو تین شبہات ہیں جو ہر جگہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمادے۔

پہلا اعتراض

مسند احمد بن حنبل میں بروایت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ہے:

قالت بینما انا یوما بنصف النھار و اذا انا بظل رسول اللہ ا۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ ایک دن ٹھیک دوپہری ہیں حضور ﷺ تشریف لائے۔ میں حضور کے سایہ میں تھی۔[455]

دیکھو حضرت صفیہ فرماتی ہیں حضور کے سایہ میں تھی اگر حضور کا سایہ نہ تھا تو آپ سایہ میں کس طرح ہو گئی تھیں۔ لفظ ظل پر غور کرو۔ ظل سایہ کو کہتے ہیں۔

---

455 (مسند احمد ج ٦ ص ٣٣٧ مطبوعہ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

نوٹ: کسی دیوبندی وہابی کو حضور کا سایہ ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کے سوا کوئی نہ مل سکی وہ اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں جواب ملاحظہ ہو:

جواب: اس حدیث میں ظل سے مراد یہ معروف سایہ نہیں جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں گرمی کی ٹھیک دوپہر میں یہ سایہ پڑتا ہی نہیں اور اتنا دراز سایہ کہ دوسرا آدمی اس میں چل سکے یہ تو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ہمارے ہاں بھی نہیں پڑتا۔ لہٰذا یہاں یہ سایہ مراد نہیں عربی بلکہ اردو میں بھی رحمت و مہربانی و کرم اور پناہ یا مد ظلہم ان کا سایہ دراز ہو۔ اور ان کا سایہ پڑتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی مہربانی رحمت پناہ ہمیشہ رہے۔

حدیث پاک میں ہے:

السلطان العادل المتواضع ظل اللہ۔

ترجمہ: عجز و انکسار والا عادل بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔[456]

نیز حدیث پاک میں ہے:

سبعة یظلهم اللہ تحت ظل عرشه۔

ترجمہ: سات آدمی ہیں کہ اللہ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔[457]

دیکھو نہ خدا تعالیٰ جسم کثیف ہے کہ اس کا سایہ ہو نہ عرش اعظم سایہ دار جسم ہے یہاں دونوں جگہ سایہ سے مراد رحمت اور پناہ ہے نیز حدیث پاک میں ہے۔

ان فی الجنة شجرة تسیر الراکب فی ظلها مائة عام لا یعطها۔

---

456 (جامع صغیر ج ۲ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۴۸۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

457 (جامع صغیر ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۴۶۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے۔ تو اسے طے نہ کر سکے۔[458]

دیکھو جنت میں نہ دھوپ ہے نہ چاندنی۔ پھر طوبیٰ درخت کے سایہ کے کیا معنی اگر سایہ سے مراد یہ سایہ معروفہ ہو تو یہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث ذکوان کے بھی خلاف ہو گی اور ان آیات قرآنیہ کے بھی خلاف جو پہلے باب میں عرض کی گئیں۔

دوسرا اعتراض

قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

یَتَفَیَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْیَمِینِ وَ الشَّمَائِلِ (النحل ۴۸)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز خود بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور اس کا سایہ بھی اگر حضور ﷺ کا سایہ نہ ہو تو حضور دوسری مخلوق کے مقابلے میں کم عابد ہوں گے۔ تمام مخلوق کے دو سجدے حضور کا صرف ایک سجدہ۔ لہذا حضور کا سایہ ہوتا کہ حضور انور کی عبادت بھی دو طرح کی ہو۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ آپ کے اس سوال سے لازم آتا ہے کہ جب کوئی دیوبندی صاحب سایہ میں نماز پڑھ رہے ہوں جہاں مولوی صاحب کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ اور اس وقت کوئی جانور دھوپ میں کھڑا ہو تو جس کا سایہ پڑ رہا ہو۔ تو اسی وقت مولوی صاحب سے وہ جانور افضل ہو جاوے۔ کہ

---

[458] (صحیح مسلم کتاب الجنة و صفة ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مولوی صاحب تو صرف اپنے آپ ہی سجدہ کر رہے ہیں۔ سایہ نہیں کر رہا۔ اور وہ جانور بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اس کا سایہ بھی جو تم اپنے متعلق وہاں جواب دو گے وہ ہی یہاں جواب دے لینا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ایک سجدہ تمام دنیا کی تمام عمر کی عبادات سے افضل ہے۔ جب حضور کے صحابی کا سوا سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات سے افضل ہوا تو حضور کی عبادات کا کیا پوچھنا ہے۔ کوئی چیز سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار حضور کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مولوی صاحب! آیندہ آپ اور آپ کی جماعت ہمیشہ دھوپ میں ہی نمازیں پڑھا کریں۔ تاکہ ڈبل سجدہ ہوا کرے آپ کا اور آپ کے سایہ کا بھی۔

تیسرا اعتراض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکهف ۱۱۰)

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

جب بہ حکم قرآنی حضور ہم جیسے ہیں اور ہم تو بے سایہ نہیں۔ بلکہ سایہ دار ہیں تو چاہئیے کہ حضور بھی بے سایہ نہ ہوں۔ سایہ دار ہوں ورنہ مثلکم کا ظہور نہ ہوا۔

جواب: اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو یوں کہو کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر ہیں اور ہم تو نہ نبی ہیں نہ رسول نہ شفیع المذنبین نہ رحمۃ اللعالمین تو نعوذ باللہ حضور ﷺ بھی نہ نبی نہ رسول نہ کسی اور صفت عالیہ سے موصوف ہوں۔ بشر مثلکم کی اسی تفسیر سے نبوت ورسالت وغیرہ ہی کا انکار ہو گیا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مثلیت صرف اس میں ہے کہ حضور ﷺ دوسرے بندوں کی طرح نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کی اولاد نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں آپ میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔

مخالفین کے پاس سایہ ہونے پر کوئی قوی دلیل نہیں۔ صرف عناد وضد سے انکار کرتے ہیں۔ یوں ہی واہیات شبہات کو دلائل سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم نے تو اسی قدر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال بزرگان دین عقلی دلائل تمہارے بزرگوں کے اقوال پیش کر دیئے تم بھی سایہ ہونے پر کوئی آیۃ یا حدیث یا صحابی کا فرمان ہی پیش کرو۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو آقائے دوجہان ﷺ کے ایک خداداد معجزے اور کمال کا کیوں انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کے جھوٹے کمالات کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور تم اپنے رسول کے سچے کمالات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اس قسم کے لاکھوں کمالات رب تعالیٰ نے حضور کو دے دیئے۔ تو تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ وہ آنکھ عطا فرمادے جو حضور سید عالم ﷺ کے کمالات دیکھے۔ آمین!

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے!
دیدۂ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستو! یہ ظاہری آنکھیں ظاہری سرمہ سے تیز ہوتی ہیں۔ مگر دل کی آنکھ خاک در اولیاء سے منور ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک دل کی آنکھ پر ملو۔ تاکہ بصیرت تیز ہو۔ حضور ﷺ کو ابوجہل نے صرف بصارت سے دیکھا۔ کافر ہی رہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصیرت سے بھی دیکھا۔ مومن صحابی ہوئے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء

تا ببینی زابتداء تا انتہاء

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی رؤف رحیم ﷺ کا سایہ اس لئے نہ تھا کہ سایہ جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیوار درخت وغیرہ جسم کثیف اور ان کا سایہ لطیف ہوتا ہے کائنات میں جسم پاک مصطفی ﷺ سے زیادہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے زیادہ لطیف ہوتا اور آپ کی صفت لطافت میں کمی ہو جاتی۔ حالانکہ آپ اپنی تمام صفات میں اکمل ترین ہیں۔ یہ تقابل رب العالمین کو پسند نہ تھا۔

سایہ پسند آیا نہ پروردگار کو! بے سایہ کر دیا اس سایہ دیوار کو

آقائے دوعالم حضور اقدس ﷺ کے بے سایہ ہونے کے اتنے دلائل واقوال ہیں۔ کہ اگر اس کو اجماعی مسئلہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ نہ معلوم منکرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر درپیش ہے۔ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ نہ ہی بے سایہ ہونا نشان الوہیت ہے جو یہ عقیدہ شرک ہوتا۔ دنیا میں کروڑہا اشیاء بے سایہ ہیں وہاں ان کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه و نور عرشه و زینت عرشه

سیدنا و مولانا محمد و اله و اصحابه و بارک و سلم

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۴۰۵ تا ۴۴۷)

★ ★ ★ ★

سب تعریفوں کے لائق وہی ایک اللہ ہے جو سب مخلوق کا معبود ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

اللہ معبود ایک ہی ہے

وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (البقرة ١٦٣)

اور معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے س کے جو بڑا مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ (٤) رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (الصافات ٥)

بے شک معبود تمہارا ضرور ایک ہی ہے، جو آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔

فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (الحج ٣٤)

أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (ابراهيم ٥٢)

ایسی کوئی بات نہیں وہی معبود ایک ہے اور چاہیئے کہ عقل والے نصیحت پکڑیں۔

مومنوں اور کافروں کا معبود ایک ہی ہے

وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (العنكبوت ٤٦)

ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے لئے مسلمان ہیں۔

ان آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ایک ہی معبود پر کفار کا تعجب کرنا

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (ص ٥)

کیا بنایا ہے اپنے تمام معبودوں سے ایک ہی معبود ہے، بے شک یہ البتہ عجیب بات ہے۔

شَہِدَ اللّٰہُ أَنَّہٗ لَا إِلٰہَ إِلَّا ہُوَ وَالْمَلَائِکَۃُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰہَ إِلَّا ہُوَ الْعَزِیزُ الْحَکِیمُ (آل عمران ۱۸)

خدا شاہد ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے منصف بھی گواہ ہیں، کوئی معبود نہیں اس کے سوا، بڑا غالب بڑا حکمت والا ہے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ (۱) اللّٰہُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ (۳) وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا أَحَدٌ (الإخلاص ۴)

فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ اللہ ایک ہی ہے، اللہ ہی بے نیاز ہے، اس کی اولاد نہیں، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے۔

اس آیۃ کریمہ سے صراحتاً پانچ مطالب ثابت ہوئے:

۱۔ کہ خداوند کریم ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، باقی سب عابدین ہیں۔

۲۔ خداوند ہی کسی کا محتاج نہیں، باقی سب اس کے محتاج ہیں۔

۳۔ اس کی کوئی اولاد نہیں، ثابت ہوا کہ اولاد والا معبود ہو سکتا ہی نہیں، کیونکہ وہ بے نیاز نہیں۔

۴۔ اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، کیونکہ ولادت بھی بے نیازی کے منافی ہے۔

۵۔ اس کا کوئی عدیل نہیں، اس آیۃ کریمہ نے شرک کی صفائی کر دی۔

اس آیۃ کریمہ کے پڑھنے سے نہ فرشتہ اس کا شریک بن سکتا ہے، نہ نبی اللہ اور نہ ہی ولی اللہ۔

اس آیۃ کریمہ کو جس نے ایمان سے سمجھ کر تلاوت کر لیا، اس نے شرک کی جڑیں کاٹ دیں، مشرک نہیں کہلا سکتا۔

اقرارِ توحیدِ خداوندی اور باقی معبودوں سے بیزاری

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللهِ آلِهَةً أُخْرَى قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (الأنعام ١٩)

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ فرمادیجئے یارسول اللہ میں گواہی نہیں دیتا۔ فرمادیجئے اور کوئی بات ہی نہیں وہی معبود ایک ہے اور میں بے شک بیزار ہوں اس چیز سے جس کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔

اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم کے سوا سب معبودوں سے بچنا چاہیئے۔

لیکن جس کی اطاعت کا رب العزت نے ارشاد فرمایا اس کی اطاعت سے بیزاری کرنا اور بچنا یہ بھی شرک ہے، جو لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (الكهف ٢٦) سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب اور خالق ہے

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ (الأنعام ١٠٢)

یہ اللہ رب تمہارا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر شے کا خالق ہے تو تم اس کی عبادت کرو۔

قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد ١٦)

فرمادیجئے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور ایک وہی ہے زبردست۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (الزمر ٦٢)

اللہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہ ہر شے پر وکیل ہے۔

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ (غافر ٦٢)

یہی ہے اللہ تمہارا رب ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر کس طرح بہتان تراشتے ہو تم۔

إِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (الحجر ۸٦)

بے شک آپ کا رب وہ بڑا پیدا کرنے والا بڑا جاننے والا ہے۔

ان آیات کریمہ کی رو سے ثابت ہوا کہ اللہ ہی خالق ہے، باقی سب اس کی مخلوق ہیں۔

کیا پیدا کرتا ہے؟

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (المائدة۷ ١)

جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم کو ہر شے پیدا کرنے پر قدرت ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میں یہ کمی نہیں کہ یہ پیدا کر سکتا ہے اور وہ نہیں یا وہ پیدا کر سکتا ہے یہ نہیں۔ اس کو ہر شے کی خلق پر قدرت ہے۔ چاہے نوری سے ناری پیدا کر دے، چاہے نوری سے خاکی پیدا کر دے۔ چاہے خاکی سے نوری پیدا فرما دے، چاہے ناری سے نوری پیدا فرما دے۔ اور جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ (الأنعام ١) قرآنی شہادت کافی ووافی ہے۔

وہ کیسے پیدا کرتا ہے؟

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الروم۲۷)

اور وہی ہے جو نور پیدا کرتا ہے، پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ بہت آسان ہے اُس پر، اور اسی کے لئے مثال بالاتر ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیۃ کریمہ سے قدرت باری تعالیٰ ثابت ہوئی کہ وہ خالق ایسا کاریگر ہے جو شے پیدا کرتا ہے بے مثال ہوتی ہے۔ جس کی پہلے مثال ہوتی ہی نہیں۔ ابداً اس کی شان ہے، اور پھر ایسا قادر ہے کہ فنا کر کے ویسے ہی ہر شے کو دوبارہ پیدا کر دے گا۔ جس کے اول و آخر میں کسی قسم کا فرق نہ ہو گا۔ اور یہ ذوالجلال کی ذات کے لئے بالکل آسان ہے۔ کسی قسم کی دقت نہیں۔ اور ایسے پیدا کرنا یہ اُس کی مثال بالاتر ہے، ایسا کوئی دوسرا آسمانوں اور زمین میں نہیں کر سکتا۔ اور وہ بڑا غالب اور بڑا دانا ہے۔

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الأنعام ۱۰۱)

آسمانوں اور زمین کو نو پیدا کرنے والا ہے۔

اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ (الروم ۱۱)

اللہ تعالیٰ ہی خلقت کو پہلے پیدا فرماتا ہے، پھر دوبارہ بھی وہی پیدا فرمائے گا۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ (۱۰) هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (لقمان ۱۱)

اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمانوں کو پیدا فرمایا، تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیئے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ حرکت کرے، اور اس زمین میں ہر قسم کے چلنے والے پھیلا دیئے۔ اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو اس میں ہم نے ہر نفیس قسم اگائی، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی پیدائش، پھر تم مجھے دکھاؤ کہ خدا کے سوا لوگوں نے کیا پیدا کیا۔ بلکہ ظالم لوگ ظاہر گمراہی میں ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ (الإسراء ۹۹)

کیا انہوں نے دیکھا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان جیسے آسمان و زمین اور پیدا کر دے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (الأنبياء ٣٣)

اور وہ ایسا کاریگر ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا فرمایا۔

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا (١٥) وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ١٦)

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کہ تہ بہ تہ پیدا فرمایا اور چاند کو ان میں روشن کیا، اور سورج کو چراغ بنادیا۔

زمین پر چلنے والی مخلوق کی اقسام

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (النور ٤٥)

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے کو پانی سے پیدا فرمایا تو بعض ان سے وہ ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں، اور بعض ان سے وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور بعض ان سے وہ یں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں، پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت والا ہے۔

سوال: اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی ہمارے جیسے ہی پیدا ہوئے اور ہمارے جیسے بشر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو اس آیۃ کریمہ میں زمین پر چلنے والوں کی قسمیں بیان فرما کر اخیر میں پھر اپنی قدرت کا اضافہ بھی فرمایا۔ یعنی دابہ سے ایسے بھی پیدا کرتا ہوں۔ قانون یہی ہے، لیکن آگے فرمایا يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (النور ٤٥) ان کے علاوہ جو چاہے اور جس سے چاہے پیدا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی مِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ (النور ٤٥) کا مصداق موجود ہے۔ لیکن وہ من مآء سے مبراء ہے۔ بلکہ صالح علیہ السلام کی دعا اور قدرت الٰہیہ سے مخلوق تھی۔ اسی لئے

اس کو رب العزت نے نَاقَةَ اللهِ کہہ کر تخصیص فرما دی۔ اور پھر مِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ (النور ۴۵) سے ایسے بھی ہیں جن کے متعلق ارشاد ہے:

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (٥) وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (٦) وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (٧) وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (النحل ٨)

اور چوپایوں کو اس نے پیدا کیا تمہارے لئے اس میں جاڑے کا سامان ہے، اور فائدے ہیں۔ اور بعض ان سے تم کھاتے ہو، اور انعام سے ایسا بھی پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ (جیسا کہ نَاقَةَ اللهِ)

دوسرے انعام کو جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔ مثلاً اونٹنی کو مطلقاً حلال فرمایا۔ جس کی کوئی قسم حرام ہے ہی نہیں۔ تمام کو حلال کرنا اور کھانا جائز۔ ان کو حرام کہنے والا منکر قرآن۔ لیکن انہیں اونٹوں پر قیاس کر کے کوئی شخص نَاقَةُ اللهِ کو بھی ذبح کرے تو اللہ رب العزت نے منع فرمادیا کہ یہ صرف نَاقَةٌ نہیں بلکہ نَاقَةُ اللهِ ہے۔

اس کا حکم دوسری اونٹنیوں سے الگ ہی فرمادیا:

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (الأعراف ٧٣)

ناقۃ اللہ کو برائی سے نہ چھونا ورنہ تمہیں عذاب الیم پکڑ لے گا۔

تو اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کے ذبح کرنے کو سوء کا حکم لگا دیا۔ اور ساتھ ہی سزا سنادی کہ اگر تم نے اس کو ذبح کیا یا مارا یا کاٹا یا اس پر کوئی اونٹ بٹھایا تو تمہیں فوراً عذاب خداوندی پکڑ لے گا۔ اور خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ (النور ۴۵) سے خارج ہے یا نہیں۔ کیوں جناب اس ناقۃ اللہ کی پیدائش میں تمہیں اختلاف ہے یا نہیں، ضرور خارج ہے۔ لیکن مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ (النور ۴۵) کا

مصداق ضرور ہے۔ خلقت میں نرالی ہے، اونٹنی ہے لیکن اس کا کھانا حرام، اونٹنی ہے لیکن اس کا مارنا پیٹنا حرام ہے، اونٹنی ہے لیکن اس پر اونٹ بٹھانا حرام، ثابت ہوا کہ ناقۃ اللہ کی حقیقت اور ہے۔

۲۔ ایسے ہی عصائے موسیٰ علیہ السلام پر مِنۡهُمۡ مَنۡ يَمۡشِي عَلَى بَطۡنِهِ (النور ۴۵) کا مصداق ہے لیکن مِنۡ مَاءٍ کا مصداق نہیں۔ لاٹھی چلتی نہیں لیکن عصائے موسیٰ علیہ السلام اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے۔ آنکھیں ہیں، منہ ہے، کان ہے، ناک ہے، پیٹ ہے، دم ہے، کھاتا پیتا ہے۔ جو فَإِذَا هِيَ تَلۡقَفُ مَا يَأۡفِكُونَ (الأعراف ۱۱۷) کا مصداق ہے۔ جادوگروں کی رسیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نگل گئی، صورت لاٹھی کی کام سانپ کا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے طاقت میں زیادہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری میں زیادہ ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی حقیقت باقی لاٹھیوں سے ممتاز تھی۔ اور یہ قدرت الٰہی کی نرالی تخلیق کا کرشمہ ہے۔

۳۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں تو دحیہ کلبی کی شکل میں تشریف لاتے ہیں۔ مِنۡهُمۡ مَنۡ يَمۡشِي عَلَى رِجۡلَيۡنِ (النور ۴۵) صحیح ہے لیکن مِنۡ مَّآءٍ کے مصداق نہیں۔ معلوم ہوا کہ مِنۡهُمۡ مَنۡ يَمۡشِي عَلَى رِجۡلَيۡنِ (النور ۴۵) دونوں پاؤں سے چلنے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی خلقت نطفہ سے ہی ہو۔ بلکہ اس کی قدرت کاملہ کا قانون نرالا ہے۔ یہ بھی فرمادیا يَخۡلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (النور ۴۵) ان مذکورہ متعینہ اقسام کے علاوہ جو چاہے پیدا کر کے زمین پر چلا سکتا ہے، اور جسے چاہے جس سے چاہے جو چاہے پیدا فرما دے۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ پیدائش میں ہونے والا ہے۔ الوہیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ کیونکہ الٰہ پیدائش سے مبراء ہے۔ دوسرا جواب اگر مِنۡ مَاءٍ سے ممتاز زمین پر چلنے کے منافی نہیں۔ یعنی زمین پر

چلنے والا مِنۡ مَاۤءٍ سے مبرا ہو سکتا ہے، تو لباس انسانی سے عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى (النجم ۱۴) عالم ملکوت میں پہنچنے کی نفی کرتا ہے۔

اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

آپ کی حقیقت انسانی اور حقیقی نور ہونے کا ثبوت یقینی ہے

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنۡ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحۡيًا أَوۡ مِنۡ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوۡ يُرۡسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذۡنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ (الشوریٰ ۵۱)

نہیں طاقت ہے کسی بشر کو یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ کلام کرے۔ مگر وحی سے یعنی القاء سے یا پردے کے پیچھے یا جبریل بھیج کر تو وحی کرتا ہے وہ اللہ کے اذن کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا بلندی والا ہے۔

اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ بشر بلا حجاب خداوند کریم سے ہم کلام نہیں ہو سکتا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا بلا حجاب ہم کلام ہونا آپ کی محض بشریت کی نفی کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (۸) فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ أَوۡ أَدۡنٰى (النجم ۹)

پھر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قریب ہوئے تو اللہ رب العزت نے بھی نزول فرمایا۔ پھر دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، یا اس سے بھی زیادہ کم۔

تو اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حقیقت بشری نہ تھی، بلکہ حقیقت نوری تھی، اور نور محض کو جمعیت انسانی عطا فرما کر والدہ کے شکم پاک سے پاک جسمیت انسانی کے سمیت نور کا ظہور فرمایا۔ اور آپ کا لباس انسانی ہماری خاطر تھا، یہ بھی اللہ رب العزت کی کمال قدرت کی علامت ہے۔

بشریت کے متعلق خدائی فیصلہ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (الفرقان ۵۴)

وہی ذات ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا فرمایا۔

یہ بھی صحیح ہے۔

فرمان خداوندی خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى (الحجرات ۱۳) بھی صحیح اور خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ (الإنسان ۲) بھی صحیح۔ اور ذیل کا ارشاد بھی صحیح۔ اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ مٹی سے پیدا فرمایا، یہ بھی صحیح۔

اصل بشریت

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ (الروم ۲۰)

اس کے نشانات سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا۔

اگر تمہاری طرح ظاہری معنیٰ ہی لئے جائیں تو معاذ اللہ دعویٰ خداوندی غلط ثابت ہوتا ہے، حقیقتاً یہ ہے چونکہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے مٹی سے پیدا فرمایا اور ہم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، اس لئے اللہ رب العزت نے ہماری طرف بھی خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ (الروم ۲۰) کو منسوب فرمایا۔ اور اس کے بعد فرمان الٰہی يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى (الحجرات ۱۳) بھی صحیح ہوا۔ اور اس کی قدرت نے إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرة ۲۰) کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر مذکر پیدا فرمایا۔ اب اس قدرت الٰہیہ سے اس کے قانون إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى (الحجرات ۱۳) کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اللہ رب العزت کی اس قدرت کو بھی إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرة ۲۰) اور يَخْلُقُ اللهُ مَا يَشَاءُ

(النور ۴۵) کے ارشاد الٰہی کی روسے حق پر سمجھنا پڑے گا۔ اور اس پر ایمان لانا مومن کے ایمان کا جزو ہے، جو اس قانون الٰہی پر ایمان نہ لائے اور صرف إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى (الحجرات ۱۳) کی ہی رٹ لگاتا رہے تو اس کو منکر قرآن کریم و منکر قدرت الٰہیہ کہا جائے گا۔ ایسے ہی قدرت الٰہیہ نے اپنے کمال سے باوجود مذکر و مونث کی وساطت کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جو حقیقتاً نور تھے، جسمیت انسانی نوری عطا کر کے ظاہر فرمایا۔ تمہارا اپنے جیسا بشر ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ غلط ہے۔

سوال: یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ واقعی وہ خداوند کریم بشر سے نور پیدا کر سکتا ہے، اسے قدرت ہے لیکن مِنْ أَنْفُسِكُمْ کا کیا ترجمہ کروگے؟

مِنْ أَنْفُسِكُمْ کی تحقیق

جواب: جناب ہمیں مِنْ أَنْفُسِكُمْ کلام خداوندی سے کب انکار ہے؟ فقیر اس امر کو بھی واضح کر چکا ہے کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حقیقتاً نور ہیں۔ اور قدرت خداوندی نے آپ کے ماں باپ کی وساطت سے دنیا میں نور کو جسمیت انسانی نوری عطا کر کے مبعوث فرمایا ہے، اور آپ کے جسم مبارک پر آپ کی حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور غالب ہے۔ مثلاً مخلوقات میں نوری پیدائش سے ملائکہ بھی نوری خلقت ہیں، لیکن جب حضرت جبریل امین علیہ السلام جسم انسانی میں ملبوس ہو کر تشریف لاتے ہیں تو ان کی نورانیت پر جسمانی بشریت اتنی غالب ہو جاتی ہے کہ وہ اس جسمانی ہیئت کذائیہ میں سدرۃ المنتہٰی کی طرف پرواز نہیں کر سکتے بلکہ آسمان اول کی طرف بھی نہیں بڑھ سکتے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حقیقی نور آپ کے جسم انسانی پر غالب ہے، جو بمع جسمیت نوری تمام آسمانوں کو عبور کرتا ہوا سدرۃ

المنتہیٰ کے پار لامکاں پر تشریف لے گیا۔ لامکان پر تشریف لے جانے سے جسمیت میں فرق لازم نہ آیا۔ جیسا کہ زمین میں قیام فرمانے سے نور میں فرق نہ آیا۔

ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی جسمیت حقیقتًا نور ہی تھی، جو عالم سماوی وعالم ملکی کو عبور کرتے ہوئے لامکاں تک پہنچ گئی۔

دوسرا جواب: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قدرت خداوندی کا عجیب نمونہ

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ (النحل ٦٦)

اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں البتہ عبرت ہے، پلاتے ہیں ہم تم کو اس چیز سے جو اس کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ جو پینے والوں کے حلق سے گزرنے والا ہے۔

کیوں صاحب کبھی تم نے دودھ پینے سے گریز کیا ہے؟ اور اعتراض کیا ہے کہ ہم دودھ نہیں پیئیں گے؟ کیونکہ چوپایوں کے خون اور گوبر کا نچوڑ ہے، حالانکہ بناوٹی دودھ کو ترک کرکے تم چوپایوں کو سامنے دوہے ہوئے دودھ کو جلدی اور مہنگا خریدتے ہو۔ تم دودھ سے کیوں نہیں ناک چڑھاتے؟ حالانکہ وہ بھی چوپایوں کے پیٹ کے فضلوں کا نچوڑ ہوتا ہے، ثابت ہوا کہ وہ خلاق جو چاہے، جس سے چاہے پیدا کرسکتا ہے۔ اور سنیئے!

وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ (٦٨) ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (النحل ٦٩)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں میں تو گھر بنالے، اور جس چیز کو وہ بلند کریں، پھر کھا تو اے مکھی تمام پھلوں سے پس چل تو اپنے رب کے راستوں پر، تابع ہو کر، نکلتی ہے مکھی کے پیٹوں سے پینے کی شے (شہد) جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ بے شک اس میں بھی ضرور نشانی ہے متفکر قوم کے لئے۔

کیوں جناب! مکھی کے پیٹ میں قدرت خداوندی شہد تیار کر دے تو تمہارے لئے شفاء اور تمہاری عقل اس خدائی کاریگر کو تسلیم کرے، چوپایوں کے پیٹوں میں اللہ رب العزت گوبر سے دودھ تیار کر دے تو تمہاری عقل تسلیم کرے۔ لیکن اگر حضرت عبد اللہ کی پشت سے اور حضرت آمنہ کے بطن سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورانی جسم اطہر پیدا فرمادے تو خداوند کریم کی اس قدرت کاملہ کا تمہیں انکار ہے۔

حالانکہ اللہ رب العزت نے اس کی تشریح قرآن کریم میں فرمادی:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا (نوح ۱۴)

اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کا پیدا فرمایا۔

آدم علیہ السلام کو بغیر مذکر و مونث کے اور حضرت حوا علیہا السلام کو بغیر مؤنث کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر مذکر کے۔ اللہ رب العزت کی حکمت کاملہ تھی کہ بغیر باپ کے نطفے کے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس نبی پیدا کر سکتا ہے اور باوجود روح القدس ہونے کے پھر بھی وہ اس کے بندے اور رسول کہلا سکتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد کے وجود سے والدہ ماجدہ کے بطن میں نور نقل فرما کر روح اللہ کی طرح نور اللہ کا ظہور فرما سکتا ہے، جو اس کا بندہ اور رسول کہلا سکتا ہے۔ تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بوساطت ماں باپ کے نور پیدا فرمایا، یہ اس معبود و خالق خلاق العظیم اور خلاق العلیم کی قدرت کا

نشان ہے، جس سے کوئی مومن مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بقانون أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الأعراف ۵۴) خلق اور امر اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جیسے چاہے جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کر سکتا ہے۔ کسی کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں، بلکہ معترض منکر کہلائے گا۔

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الأنعام ۱۰۲)

یہ تمہارا اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر شے کا خالق ہے۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منکرین پر بڑا افسوس ہے کہ صرف بنی اسرائیل کی طرف اللہ رب العزت روح اللہ کو مبعوث فرمائے، اور فرمائے کہ روح اللہ بھی بنی اسرائیل کے مستقل رسول اللہ ہیں، اور عبد اللہ بھی ہیں۔ اور اسی رب العزت نے پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اللہ بھی ہیں اور عالمین کی طرف مبعوث ہیں، اور باوجود نور اللہ ہونے کے عبدہٗ ورسولہٗ بھی ہیں۔ تو تم نے بنی اسرائیل کے نبی روح اللہ کو عبد اللہ اور رسول اللہ تسلیم کر لیا، اور تمہارے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود عبد اللہ اور رسول اللہ ہونے کے ان کے روح اللہ ہونے میں فرق لازم نہ آیا، اور نہ ہی تم نے اعتراض کیا کہ لیکن روح اللہ رسول اللہ نہیں ہو سکتا، یا عبد اللہ کے خطاب سے تم نے حقیقتاً روح اللہ ہونے کا انکار نہ کیا۔

لیکن میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رسول اللہ ہونے سے یا عبد اللہ ہونے سے تمہیں حقیقتاً نور اللہ ہونے میں پس و پیش ہے، اور تمہارے ایمانوں میں خلل واقع ہونے لگ گیا۔ حالانکہ تمہیں چاہیئے تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ ہونے کا صاف انکار کرتے۔ کیونکہ ان کی قوم نے انہیں روح اللہ ہونے کی وجہ سے ہی ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ اور تمام عالمین میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا کوئی ایسا امتی نہیں جس نے آپ کو نور اللہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور صفات کاملہ کی وجہ سے معاذ اللہ ابن اللہ یا اخو اللہ کا خطاب دیا ہو۔ اس

سے صاف واضح طور پر ہمارے اہل سنت و جماعت کے ایمان سمجھ رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے کے منکرین کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ذاتی عناد ہے۔ جس بناء پر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ حقیقتاً یہ اہل سنت و جماعت سے عناد نہیں۔

اے منکرین نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارا وہ خداوند جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مرد و عورت کے نطفے کے مٹی سے عبد اللہ بنایا۔ اس کو رسول اللہ کے خطاب سے نوازا، اسی عزیز نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے نطفے کے صرف حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے روح اللہ کو پیدا فرمایا۔ اور عبد اللہ اور رسول اللہ سے عزت بخشی۔ اسی خداوند تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی قدرت جوادہ سے بوساطت والدین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ اور عبد اللہ ظاہر فرمایا۔ اب تمہارے انکار سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت نوری نہیں بدل سکتی، جیسا کہ روح اللہ سے بدل نہیں سکتی۔

اور اگر اللّٰہُ یَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِکَةِ رُسُلًا (الحج ۷۵) کے قانون سے حضرت جبریل علیہ السلام نوری وجود والے انسانی لباس میں تشریف لا کر رسول بن سکتے ہیں، تو وَمِنَ النَّاسِ کے قانون سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی نوری وجود رکھنے والے رسول اللہ تشریف لا سکتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام بھی عبد اللہ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی عبد اللہ، وہ بھی رسول اللہ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی رسول اللہ، وہ صرف نبیوں کے رسول اللہ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عالمین کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم،

جبریل علیہ السلام کی رسالت ختم ہو گئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قیامت تک اور بعد میں بھی جاری وساری ہے۔

وہ خداوند کریم جو نحل سے یعنی شہد کی مکھی کے پیٹ سے شہد تیار کرنے کا کاریگر ہے۔ حالانکہ باقی مکھیاں بھی ہیں۔ جن کے اندر سے گند نکلتا ہے، جن سے بچنے کے لئے لوگ جالیاں اور پردے لگاتے ہیں کہ کہیں ہمارے گھروں میں داخل نہ ہو جائیں، برتنوں پر نہ بیٹھیں۔ کیونکہ ان کے پیٹ سے جو غلاظت نکلتی ہے، اس سے بیماری لاحق ہو جائے گی۔ اور شہد لگنے والی مکھیوں کو لوگ اپنے گھروں میں قیمتاً خرید کر لاتے ہیں، اور جگہ دیتے ہیں۔ تاکہ ہمیں اپنا گوہ اکٹھا کر کے دے۔ اور اچھے اچھے برتنوں میں رکھ کر کھاتے ہیں۔ اور شِفَاءٌ لِلنَّاسِ سے اپنے اندر کی بیماریوں سے شفاء پاتے ہیں۔ حالانکہ یہاں مثلیت صحیحہ ہے مکھی ہونے میں دونوں یکساں ہیں، حقیقت میں اللہ رب العزت نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ تیار فرمایا ہے، لیکن ایک کا ہگا ہوا شفاء ہے، اور ایک کا ہگا ہوا بیماری ہے۔ یہاں مِثْلُكُمْ کا سوال کبھی نہیں اٹھا۔ شہد کی مکھی کی حقیقت کے علیحدہ ہونے کا کسی منکر کو انکار کا موقعہ نہیں ملا۔

تو ایسے ہی اللہ رب العزت نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صورت تو دوسری عورتوں سی عنایت فرمائی، لیکن حقیقت علیحدہ تیار فرمائی۔

دوسری عورتیں اگر حقیقتاً صرف انسان وبشر کو ہی پیدا کرتی ہیں، تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نور اللہ کی حاملہ ہوئیں۔ باقی عورتیں ایسے بھی انسان پیدا کرتی ہیں جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (الأنعام ٦٨)

جن کو مسلمانوں کے ہاں جگہ دینے سے گریز ہے، ان سے اجتناب لازمی ہے۔

اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ایسا عبد اللہ جنا کہ جس کی حقیقت نور اللہ ہے۔ جس کو اللہ رب العزت کے ہاں قَابَ قَوْسَيْنِ کا مقام عطا ہوا۔

اے منکرو! مثلیث کے جھگڑے کو ترک کر دو۔ حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرو، اور حقیقت کے طلب گار بن جاؤ۔ مثلیث کو دیکھ کر پیچھے نہ ہٹ جاؤ، محروم رہ جاؤ گے۔ ایسے ہی مثلیث کو دیکھنے والا اگر بھینس کا دودھ دوہ کر مثلیث میں دھوکا کھا جائے، اور بھینسے کے نیچے دودھ دوھنے کے لئے بیٹھ جائے تو خود سوچو کہ اسے کیا حاصل ہو گا۔ فتدبر۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقۃ بشریہ کی نفی کی دوسری دلیل

بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

جیسا کہ قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہے:

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (الزمر ٦)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا (یعنی آدم علیہ السلام سے)۔

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ٢٨)

بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو بجنے والی مٹی سے جو بھنے ہوئے گارے سے تیار ہو۔

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ (ص ٧١)

بے شک میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ بشریت کی ابتداء و اظہار فی الخارج حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ابتداء سب مخلوق سے مقدم تھی

دلیل نمبر ا: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (٧) لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا (الأحزاب ٨)

اور جب ہم نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لیا۔ یعنی آپ سے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے اور ان سے زبردست حلفیہ وعدہ لیا۔ تاکہ صادقین کو اللہ تعالیٰ ان کے صدق کے متعلق سوال کرے، اور کفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار فرمایا ہے۔

دلیل اول: قرآن کا ترجمہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے

وذلک ما حدثناه أبو محمد عبد الله بن إبراهيم بن أيوب، ثنا جعفر بن أحمد بن عاصم، قال: ثنا هشام بن عمار، قال: ثنا بقية، قال: ثنا سعيد بن بشير، ثنا قتادة، عن الحسن، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في قوله تعالى: وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم (الأحزاب:٧) قال: كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث۔[459]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمان خداوندی وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ (الأحزاب ٧) کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پیدائش میں مقدم ہوں، اول ہوں، اور مبعوث ہونے میں آخر ہوں۔

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام سے مقدم ہیں۔

---

459 (دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني، ج ١، ص ٤٢، الناشر: دار النفائس، بيروت، الخصائص الكبرى، ج ١، ص ٥، دار النشر/دار الكتب العلمية-بيروت)

خص هؤلاء الخمسة بالذكر من بين النبيين لأنهم أصحاب الكتب والشرائع وأولوا العزم من الرسل، وقدم النبي صلى الله عليه وسلم بالذكر لما أخبرنا أحمد بن إبراهيم الشريحي، أخبرنا أبو إسحاق الثعلبي، أخبرني الحسين بن محمد الحديثي، أخبرنا عبد الله بن أحمد بن يعقوب المقرئ، أخبرنا محمد بن محمد بن سليمان الساعدي، أخبرنا هارون بن محمد بن بكار بن بلال، أخبرنا أبي، أخبرنا سعيد -يعني ابن بشير- عن قتادة عن الحسن، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث"۔ [460]

اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے ان پانچوں کو ہی ذکر سے خاص فرمایا اس لئے کہ یہ پانچوں اصحاب کتب ہیں، اور اصحاب شریعت ہیں، اولوا العزم رسولوں سے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکر سب نبیوں سے مقدم فرمایا۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مرفوع حدیث باسند موجود ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میں پیدائش میں تمام نبیوں کا اول ہوں، اور بعثت میں ان کا آخر ہوں۔

اس آیۃ کریمہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے تمام انبیاء علیہم السلام سے ذکر میں مقدم فرمایا تاکہ آپ کا تقدم ذاتی تمام انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہو جائے۔ مفسرین نے بھی آیۃ قرآنی کا ترجمہ مرفوع حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام سے حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی میری پیدائش مقدم ہے، اور ظہور اولاد آدم علیہ السلام میں ہے۔

---

[460] (معالم التنزيل، ج ١١، ص ١٥٩)

وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قيل يا رسول الله متى أخذ ميثاقک قال: و آدم بين الروح و الجسد۔ [461]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ سے کب حلفیہ بیان لیا گیا؟ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے) فرمایا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے۔

وأخرج ابن سعد رضي الله عنه قال: قال رجل للنبي صلى الله عليه وسلم: متى استنبئت قال: و آدم بين الروح و الجسد حين أخذمني الميثاق۔ [462]

ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عرض کیا کہ حضور آپ کب پیدا ہوئے، فرمایا اُس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے جب مجھ سے حلفیہ وعدہ لیا گیا۔

وأخرج البزار و الطبراني في الأوسط و أبو نعيم في الدلائل عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قيل يا رسول الله متى كنت نبيا قال: و آدم بين الروح و الجسد۔ [463]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عرض کیا گیا آپ کب سے نبی ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام ابھی روح و جسد میں تھے، تو میں اس وقت بھی نبی تھا۔

وأخرج الحاكم و أبو نعيم و البيهقي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قيل للنبي صلى الله عليه وسلم متى وجبت لک النبوة قال: بين خلق آدم و نفخ الروح فيه۔ [464]

---

461 (الدر المنثور، ج٦، ص ٥٦٩، الناشر: دار الفكر - بيروت)

462 (الدر المنثور، ج٦، ص ٥٦٩، الناشر: دار الفكر - بيروت)

463 (الدر المنثور، ج٦، ص ٥٦٩، الناشر: دار الفكر - بيروت)

464 (الدر المنثور، ج٦، ص ٥٦٩، الناشر: دار الفكر - بيروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عرض کیا گیا آپ کے لئے نبوت کب فرض ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کی پیدائش اور روح پھونکنے کے مابین مجھے نبوت ملی۔

وأخرج الحسن بن سفيان وابن أبي حاتم وابن مردويه وأبو نعيم في الدلائل والديلمي وابن عساكر من طريق قتادة عن الحسن عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله الله {وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم} قال كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث فبدیء به قبلهم۔[465]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم اخیر آیت تک کے متعلق آپ نے فرمایا کہ میں پیدائش میں سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہوں، اور بعثت میں سب سے اخیر ہوں۔ تو آپ کے ساتھ ابتداء ہوئی ان سب نبیوں سے پہلے۔

وأخرج ابن أبي شيبة عن قتادة رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا قرأ {وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنک ومن نوح} قال: ذكر لنا أن نبي الله صلى الله عليه وسلم كان يقول كنت أول الأنبياء في الخلق وآخرهم في البعث۔[466]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جب آیت وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنک پڑھی تو آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کی پہل مجھ سے ہوئی، اور ان کے آخر میں میں مبعوث ہوا ہوں۔

---

465 (الدر المنثور، ج٦، ص٥٧٠، الناشر: دار الفكر - بيروت)

466 (الدر المنثور، ج٦، ص٥٧٠، الناشر: دار الفكر - بيروت)

عن قتادة رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا قرأ {وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنک ومن نوح} قال: ذكر لنا أن نبي الله صلى الله عليه وسلم كان يقول كنت أول الأنبياء في الخلق وآخرهم في البعث۔[467]

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمان خداوند کریم وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنک کے متعلق ہمارے لیے بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے تھے کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے اول ہوں اور بعثت میں آخر ہوں۔

وأخرج أبو نعيم عن الصنابحي قال: قال عمر رضي الله عنه: متى جعلت نبيا قال وآدم منجدل في الطين۔[468]

ترجمہ گذر چکا ہے۔

تلک عشرة كاملة

غیر مقلدین کے سردار مولوی حافظ محمد صاحب اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

اول نام نبی دا گنیا فضل تے شرف ودھایا
جو وچہ پیدائش اول خلقیا پچھے دنیا آیا
اول روح نبی رب سرجیا پچھے روح تمامی
تے سبھ تھیں مہر جواب الست آکھیا نبی گرامی
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ رب کہیا جس کہیا بلی ارواحاں
تے سب تھیں اول روح نبی دی کہیا تداہاں[469]

---

[467] (الدر المنثور، ج٦، ص ٥٧٠، الناشر: دار الفكر - بيروت)

[468] (الدر المنثور، ج٦، ص ٥٦٩، الناشر: دار الفكر - بيروت)

[469] (تفسیر محمدی، منزل پنجم، ص ٢٠٧، منزل هفتم، ص ٤٢٩)

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (١٦١) قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٦٢) لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الأنعام ١٦٣)

فرما دیجیئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرمائی صحیح دین کی جو دین ابراہیم سیدھا دین ہے، اور مشرکوں سے نہ تھے، فرما دیجیئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بے شک میرا نماز پڑھنا اور میری تمام عبادات اور میری زندگی اور میرا وصال اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں، اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

وأنا أول المستسلمين عند الإيجاد لأمر كن كما قال: أول ما خلق الله نوري۔[470]

اور میں سب تسلیم کرنے والوں کا اول ہوں۔ خداوند کریم کے امر کن کے ایجاد کے وقت جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ أول ما خلق الله نوري سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اشارة الى تقدم روحهٖ وجوهره على جميع الكون فى الحضرة حين خاطبه بالرسالة والولاية والمحبة والخلة فانقاد فى اول الاول الازلى الابدى تعالى الله عما يقولون الظالمون الله علوا كبيرا اشارة الى ما ذكرنا قوله عليه السلام كنت نبيا وآدم بين الماء والطين وقوله عليه السلام اول ما خلق الله نورى۔[471]

اس مذکورہ آیت خداوندی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک اور آپ کے جوہر کا دربار خداوندی میں تمام خلق پر مقدم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جب نبی کریم صلی

---

470 (تفسير النيسابوري، ج٣، ص ٣٨٤)

471 (عرائس البيان، ج ١، ص ٢٣٨)

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت اور ولایت اور محبت اور دوستی کے ساتھ مخاطب فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ازلی ابدی، اول الاول میں برگزیدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کی باتوں سے بہت بالاتر ہے۔ اس آیۃ کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی ابھی حقیقت پانی اور مٹی تھی، اور میں اس وقت نبی تھا۔ اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

تیسری قرآنی دلیل: قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الأنعام ۱۴)

فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بے شک میں حکم کیا گیا ہوں کہ میں سب سے پہلے ایمان لایا ہوں اور تم مشرکوں سے نہ ہونا۔

اس آیت کریمہ سے بھی صاف واضح ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دربار خداوندی میں سر نگوں فرمایا۔ اس وقت نہ جن، نہ ملائکہ، نہ زمین، نہ آسمان، نہ چاند، نہ سورج، نہ سیارے، نہ ہوا کچھ نہ تھا۔ سوائے خالق کل کے۔ تو خداوند کریم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اول پیدا فرمایا تو سب سے اول نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دربار خداوندی میں سر نگوں ہوئے۔ تو اللہ رب العزت نے اس واقعہ کو قرآن کریم میں بیان فرمایا کہ: قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الأنعام ۱۴) فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حکم کیا گیا ہوں کہ میں سب سے اول دربارِ خداوندی میں سر نگوں ہوا، اور تم اس کا انکار کر کے مشرک نہ بننا۔

چوتھی قرآنی دلیل: وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (الزمر ۱۲)

میں حکم کیا گیا ہوں کہ میں سب اسلام لانے والوں سے اول ہوں۔

اس آیۃ کریمہ سے صاف صراحتاً واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اول المسلمین تب ہی ہو سکتے ہیں جب آپ سب مخلوق سے مقدم ہوں، ورنہ فرمان خداوندی غلط ثابت ہوتا ہے۔

پانچویں دلیل قرآنی: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ (الزخرف ۸۱)

فرمادیجئے یارسول اللہ! اگر رحمٰن کے واسطے بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے عبادت کرتا۔

اس آیۃ کریمہ سے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سب سے اول ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ آپ سب سے اول ہوں تو ہی خداوند کریم کے لئے بیٹا تسلیم کرنے کے اول انکاری ہیں۔ اور آپ کی زبانی رب العزت نے فرمایا کہ اگر خداوند کریم کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔ سب سے مقدم ہیں تب ہی تو أَوَّلُ الْعَابِدِينَ کے مدعی ہیں، ورنہ دشمن کہہ سکتا ہے کہ آپ سب سے پہلے تھے ہی نہیں تو خداوند کا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ آپ کے متعلق فرمانا غلط ثابت ہوتا ہے۔

آپ کے اول ہونے کی حدیث قدسی

تفسیر ابن جریر

حدثنی علی ابن سھل قال ثنا حجاج قال اخبرنا ابو جعفر الرازی عن الربیع ابن انس عن ابی العالیه الریاحی عن ابی ھریرة

رب العزت نے کلام میں فرمایا: وجعلناک اول النبیین خلقا واخرھم بعثا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم معراج کی رات تشریف لائے دربارِ خداوندی میں تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرمایا

کہ میں نے آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب نبیوں سے پہلا بنایا اور سب کے اخیر میں مبعوث فرمایا۔

یہ رب کریم نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرمایا کہ میں نے آپ کو سب نبیوں سے پہلے پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی آپ کی خلقت بکلام خداوندی پہلے ثابت ہوئی، اور بعثت سب انبیاء علیہم السلام کے بعد فرمائی۔ اب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سب مخلوق سے مقدم پر یقین رکھ کر جس کا دل چاہے فرمان خداوندی پر ایمان لائے، اور جس کا دل چاہے انکار کر دے۔

کئی قرآنی آیات وحدیث قدسی سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب مخلوق سے پیدائش میں پہلے ہیں اور عالم ارواح میں بھی سب ارواح سے پہلے آپ نے ہی الوہیت وربوبیت خداوندی کا اقرار فرمایا۔ اور دربار خداوندی میں سر جھکایا۔ اس امر پر رب کریم کی شہادت قرآنی بھی ثابت ہو گئی، جس کا دل چاہے ایمان لائے، جس کا دل چاہے انکار کرے۔

شب معراج میں انبیاء علیہم السلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اول و آخر تسلیم کیا

عن أنس رضي الله عنه قال: "لما جاء جبريل عليه السلام إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم بالبراق فكأنها هزت أذنيها فقال جبريل: يا براق فوالله ما ركبك مثله وسار رسول الله صلى الله عليه و سلم فإذا هو بعجوز على جانب الطريق فقال: ما هذه يا جبريل؟ قال: سر يا محمد فسار ما شاء الله أن يسير فإذا شيء يدعوه متنحيا عن الطريق يقول: هلم يا محمد فقال له جبريل: سر يا محمد فسار ما شاء الله أن يسير فلقيه خلق من خلق الله فقالوا: السلام عليك يا أول السلام عليك يا آخر السلام عليك يا حاشر۔

(والالفاظ للخصائص هكذا) وأما الذين سلموا عليک فإبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام۔[472]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف براق لائے تو براق کے دونوں کان فخر سے خوش تھے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اے براق خدا کی قسم ایسا تم پر کوئی سوار نہیں ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آگے تشریف لے گئے تو راستے کے کنارے آپ کو ایک بوڑھا ملا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے جبریل یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور تشریف لے چلیئے تو آپ آگے مشیت الٰہی کے موافق تشریف لے گئے، تو آگے راستے کے کنارے ایک شے آپ کو پکارتی ہے یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جبریل علیہ السلام نے فرمایا تشریف لے چلیئے حضور۔ تو آپ مشیت ایزدی کے موافق آگے تشریف لے گئے۔ تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے چند احباب ملے تو انہوں نے کہا: السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا حاشر۔

اور خصائص کبریٰ کے الفاظ ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ جنھوں نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سب سے پہلے ہونے پر تھا۔

---

[472] (الدر المنثور، ج۵، ص ۱۸۸، الناشر: دار الفکر - بیروت)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے معراج شریف کے جلسے میں تمام انبیاء علیہم السلام و ملائکہ کے روبرو خطبہ پڑھا، اور اس میں اپنا اول اور آخر ہونا اقرار فرمایا اور سب نے تسلیم کیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اول وآخر ہونے کا اقرار انبیاء علیہم السلام وملائکہ کے روبرو

عن أبي هريرة رضي الله عنه في قوله تعالى: سبحان الذي أسرى بعبده۔[473]
و جعلني فاتحا و خاتما فقال ابراهيم بهذا فضلكم محمد۔[474]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث شریف کا ترجمہ دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب کی زبانی عرض کر دیتاہوں۔

ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب دیوبندی

اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے خطاب کرکے فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم سب سے فائق ہوگئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب معراج کی رات گئے، رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرمایا۔[475]

---

473 (الدر المنثور، ج۵، ص۱۹۸، الناشر: دار الفکر-بیروت)
474 (الخصائص الکبریٰ، ج۱، ص۲۵۲، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)
475 (نشر الطیب، ص۱۸)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو رب کریم نے خلقت میں اول النبیین کا خطاب فرمایا

وجعلتک أول النبیین خلقا وآخرھم بعثا۔[476]

اور میں نے آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدائش میں سب انبیاء علیہم السلام سے اول پیدا فرمایا، اور ان کے اخیر میں مبعوث فرمایا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا

واما نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فھو فی غایۃ من الظھور شرقًا وغربًا واول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نورًا وفی دعائہ علیہ الصلوۃ والسلام اللھم اجعلنی نورًا وفی التنزیل یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ وقال اللہ تعالیٰ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ فی قلب محمد وقال عزوجل ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور۔[477]

ترجمہ: اور لیکن نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ شرقًا غربًا نہایت ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو پہلے پیدا فرمایا۔ اور اپنی کتاب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام نور رکھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دعا میں ہے: اے اللہ مجھے نور بنادے۔

اور قرآن کریم میں مذکور ہے:

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ (التوبۃ ۳۲)

---

[476] (الدر المنثور، ج۵، ص ۲۰۳، الناشر: دار الفکر–بیروت، الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۸۸، الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

[477] (موضوعات ملاعلی قاری، ص ۸۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِہِ (النور ۳۵)

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دل مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُ نُورًا فَمَا لَہُ مِنْ نُورٍ (النور ۴۰)

۱۔ ملا علی قاری نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا سب مخلوق سے پہلے ہونے کا اقرار کیا۔

۲۔ یہ بھی ثابت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام قرآن کریم میں رب العزت نے نور رکھا ہے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دعا بھی یہی تھی کہ یا اللہ مجھے نور بنا دے۔

۴۔ قرآن کریم کی مذکورہ تینوں آیتوں سے ملا علی قاری نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو قرآن سے نور ثابت فرمایا۔

ان آیات مذکورہ بالا سے جو مذکورہ آیتوں کا مطلب متقدمین مفسرین نے سمجھا سبھی با حوالہ لکھا گیا ہے۔ اور علماء متقدمین و متاخرین و مخالفین نے اس کا جو مطلب سمجھا وہ بھی لکھ دیا گیا۔ جن سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور سب خلق سے مقدم تھا۔

اب اس کے متعلق اور قرآنی دلائل عرض کرتا ہوں۔

چھٹی قرآنی دلیل: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب سے مقدم تھے

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الشرح ۱)

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیا نہیں کھولا ہم نے آپ کے لئے ابتداء کو۔

صدر الشیٔ کے معنی اول الشیٔ کے ہوتے ہیں، ملاحظہ ہو:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ و صدْر الشی ایضا اولہ ففی التعبیر بہ ایماء الی انہ اول الرسل وجودا کما انہ اخرھم شھودا علی ما ورد اول ما خلق اللہ نوری او روحی و کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین۔[478]

صدر الشیٔ شے کے اول کو کہا جاتا ہے۔ یہاں صدر کے لفظ کو استعمال کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ تمام رسولوں سے اول ہیں۔ جیسا کہ آپ کا ظہور آخر میں ہوا۔ اس بنا پر جو مذکور ہوا ہے اول ما خلق اللہ نوری آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، یا میری روح کو پیدا فرمایا اور میں نبی تھا اس وقت جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

ملا علی قاری کے اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ صدر کے معنی اصل کے ہوتے ہیں۔ تو آیت قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ اول کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہوئی۔

لغت سے صدر کے معنی

الصدر مقدم کل شيءٍ و اولہ۔[479]

صدر ہر شے کے مقدم کو اور اول کو کہتے ہیں۔

کتابِ لغت سے بھی ثابت ہوا کہ صدر کے معنی اول کے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

تو آیت قرآنیہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سب مخلوق سے اول ہونا ثابت ہوا، اور اس کی تائید فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بھی فرمائی ہے۔

---

478 (شرح بدء الامالی لعلی القاری، ص ۳۵)

479 (قاموس، ج ۲، ص ۲۸)

ساتویں دلیل احادیث سے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب سے مقدم تھے

نور نبیک وشاهده حديث عبدالرزاق بعبده عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه یا رسول الله اخبرنی عن اول شئ خلقه الله قبل الاشياء قال يا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشياء نور نبيک من نوره فجعل ذلک النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالیٰ ولم يكن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس۔

اور اس کی شہادت عبد الرزاق کی حدیث ہے۔ اس کی سند کے ساتھ اس نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ مجھے ارشاد فرمایئے سب سے پہلی شے کے متعلق جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا اپنے نور۔ تو یہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ جہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا پھرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتہ، نہ آسمان اور نہ زمین، اور نہ سورج، نہ چاند، نہ جن اور نہ ہی انسان۔

عبد الرزاق کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے پیدا فرمایا، بشریت کی ابتداء تو آپ کے بہت بعد ہوئی۔

اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت نوری ہے، جو سب مخلوق سے مقدم تھے۔ آپ کا انسانی جسم کا لباس صرف ہمارے فائدے اور بخشش کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ عالمین کے لئے رحمت بنایا گیا جس نے دنیا میں تشریف لا کر مخلوق خدا کو عذاب الٰہی سے پناہ دی۔

اِنّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[480]

بے شک جو شے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ ہمارے سید محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا۔

آٹھویں دلیل: مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب سے مقدم تھے

أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية۔[481]

اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا انوار صمدیہ سے۔

اس کے ماتحت علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

عين النور الأحمدي المشار إليه بقوله عليه الصلاة والسلام: "أول ما خلق الله نوري" كما في حديث جابر عند عبد الرزاق مرفوعًا: يا جابر إن الله قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره۔[482]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث ہے مصنف عبد الرزاق میں مرفوع حدیث کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

ان احادیث مرفوعہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بشر تو کیا فرشتوں سے بھی قبل کے ہیں۔ اور آپ کا محض نور ہونا بھی احادیث مرفوعہ سے ثابت ہو چکا۔

سوال: ایسی حدیثوں کو ابن تیمیہ نے جھوٹی لکھا ہے۔

---

480 (الابریز، ص ۲۶۶)

481 (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ۱، ص ۳۹، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

482 (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ۱، ص ۵۴، الناشر: دار الكتب العلمية)

جواب: فقیر اچھی طرح جانتاہے کہ ابن تیمیہ نجدیوں کا سر تھا، یعنی ابن تیمیہ وہ شخص ہے، جہاں سے دنیا میں وہابیت کی ابتداء ہوئی۔ اگر ابن تیمیہ کا مفصل حال پڑھنا ہو تو فقیر کی کتاب مقیاس حقیقت میں وہابیت کا باب ملاحظہ فرمالیں۔ جس کو محدثین نے دشمنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لکھا ہوا ہے، اس کا قول کب معتبر ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب: جرح بغیر سبب کے یا وجہ خاص کے معتبر نہیں ہوتی۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کے راوی کے متعلق کسی پر جرح نہیں کی۔ لہٰذا ابن تیمیہ کی جرح اس حدیث پر غیر معتبر ثابت ہوئی۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ اس حدیث کا بیان کنندہ مصنف عبد الرزاق ہے، جو چوٹی کا محدث ہے، اور ابن تیمیہ سے ہر طرح بلند درجہ رکھتا ہے۔ جس کی حدیثیں خود ابن تیمیہ نے اور ابن کثیر نے نقل کی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے نقل کرنے والے ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سلیمان الجمل اور علامہ زرقانی جیسے اکابر محدثین اس حدیث کو معتبر سمجھ کر حجۃ قرار دیں تو اس کے مقابلے میں ابن تیمیہ جیسے کی کون سنتا ہے۔ جس کو متفقہ طور پر مسلمانانِ دنیا نے دشمنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لکھا ہوا ہے۔ اور اسی دشمنی کی بنا پر ابن تیمیہ کو تمام عمر مسلمان بادشاہ نے حبس دوام رکھا ہو تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مرویہ حدیث کو کوئی پس پشت ڈال کر ابن تیمیہ حرانی کو معتبر سمجھے تو یہ آپ کا ہی شیوہ ہے۔ مسلمان شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مقدم سمجھتا ہے۔ اور جو حدیث شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مظہر ہو مل جائے تو بسر و چشم تسلیم کرتا ہے۔

اور حُرّان (ابن تیمیہ کا مقامِ مولد) وہ جگہ ہے جہاں سے بت پرستی کی دنیا میں ابتداء ہوئی۔

كَانَ أَهْلُ حَرَّانَ يَعْبُدُونَ الْكَوَاكِبَ وَالْأَصْنَامَ۔[483]

483 (البداية والنهاية، ج ۱، ص ۱۴۰، الناشر: دار الفكر)

اہل حران سیاروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

تو ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ کے دماغ میں حران کی بت پرستی مرکوز ہو چکی تھی۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کو مشرک کہتا تھا۔ اور جو آیتیں اور حدیثیں بتوں کے حق میں نازل ہوئیں، ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتا اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم والی احادیث کا منکر تھا۔ اور یہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مرفوع صحیح ہے۔

نویں دلیل: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب سے مقدم تھے

حدثنا أبو همام الوليد بن مسلم عن الاوزاعي حدثني يحيى عن أبي سلمة عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ۔[484]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کے لئے کب نبوت واجب ہوئی۔ آپ نے فرمایا جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے بین بین تھے۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بن سارية عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِي دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ. وَرَاهُ فِي شرح السّنة۔[485]

عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا گیا، اس وقت آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے جا رہے تھے۔ اور جلدی بتا سکتا ہوں میں تمہیں اپنے

---

[484] (مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۶۰۴، الناشر: المكتب الإسلامي –بيروت، ترمذی، ج۲، ص ۲۰۱)

[485] (مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۶۰۴، الناشر: المكتب الإسلامي –بيروت)

متعلق اول کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا مانگنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میرے متعلق بشارت دینا، اور میرے وضع حمل کے وقت میری ماں کا خواب دیکھنا۔ اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ ضرور میری ماں کے واسطے نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت حاصل ہوئی۔ جب نبوت مقدم تو ذات مقدم اور ذات جسمیہ کا ظہور تو سب انبیاء علیہم السلام کے اخیر میں ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ کو اس وقت نبوت ملی، اور نبوت صفت ہے ذات کی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات حقیقتًا نور ثابت ہوئی، جس کو نبوت عطا ہوئی۔ تو لباس انسانی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بعد میں عطا ہوا۔

دسویں دلیل: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب سے مقدم تھے

ولولاک ما خلقت الدنیا۔[486]

اور اگر یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

گیارہویں دلیل

لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماءً ولا أرضًا۔[487]

اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں اے آدم تمہیں پیدا نہ کرتا، اور نہ ہی آسمان زمین کو پیدا کرتا۔

---

486 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ١، ص ١٢١، الناشر: دار الكتب العلمية)

487 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ١، ص ٨٦، الناشر: دار الكتب العلمية)

بارہویں دلیل

حَدَّثنا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، إِمْلاَءً، حَدَّثنا هَارُونُ بْنُ الْعَبَّاسِ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثنا جَنْدَلُ بْنُ وَالِقٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ الأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا عِيسَى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَلَوْلاَ مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلاَ مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلاَ النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَسَكَنَ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔[488]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اے عیسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور تیری امت سے جو تجھ کو ملے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لانے کا حکم کر اگر نہ ہوتے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ اور ضرور میں نے عرش کو پیدا کیا پانی پر تو وہ بے قرار ہوا تو میں نے اس پر لکھ دیا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ تو ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور بخاری و مسلم میں مذکور نہیں۔

تیرہویں دلیل

لَوْلاَ مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ، رواه البيهقي۔[489]

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

---

488 (المستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۶۱۴، الناشر: دار المعرفة-بيروت)

489 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ۱، ص ۱۲۰، الناشر: دار الكتب العلمية)

چودھویں دلیل

حَدَّثنَا أَبُو سَعِيدٍ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَنْصُورٍ الْعَدْلُ، حَدَّثنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، حَدَّثنَا أَبُو الْحَارِثِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُسْلِمٍ الْفِهْرِيُّ، حَدَّثنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَنْبَأَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِي، فَقَالَ اللهُ: يَا آدَمُ، وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ: يَا رَبِّ، لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ، فَقَالَ اللهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ، إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَهُوَ أَوَّلُ حَدِيثٍ ذَكَرْتُهُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هَذَا الْكِتَابِ۔ [490]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو فرمایا اے میرے رب میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو ظاہر نہیں فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دربار خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس لئے ان کو پہچانتا ہوں کہ جب تو نے اپنے دست قدرت سے مجھے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ تو میں نے سمجھ لیا کہ تو نے اپنے نام کی طرف ساری مخلوق سے زیادہ محبوب کو

---

[490] (المستدرک للحاکم، ج۳، ص ۲۱۵، رقم الحدیث: ۴۲۸۱، زرقانی، ج ۱، ص ۱۱۹، ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۷)

منسوب فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا ہے، بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے، اس کی طفیل تو مجھ سے سوال کر تو میں نے تجھے بخشا۔ اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، یعنی اس حدیث کی سندیں سب درست ہیں، اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے عبدالرحمٰن بن زید سے اس کتاب میں بیان کی ہے۔

ان احادیث مذکورہ بالا میں مذکور ہے رب العزت کا فرمان ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو جنت و دوزخ نہ بناتا، اگر حضور نہ ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ فرماتا، اگر آپ نہ ہوتے تو آسمان و زمین کو پیدا نہ فرماتا۔ تو شرط ہمیشہ مشروط سے مقدم ہوتی ہے۔ تو فرمان خداوندی اگر آپ نہ ہوتے سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے مقدم تھے، جنت و دوزخ سے مقدم تھے، زمین و آسمان سے بھی مقدم تھے، یہ سب کچھ آپ کی خاطر تیار ہوا۔ جنت آپ کے لئے آپ کے غلاموں کے لئے، دوزخ آپ کے منکروں کے لئے، تو ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مذکورہ بالا احادیث کی رو سے بھی سب سے مقدم ثابت ہوئی۔

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَم

سوال: ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پہلے پیدا فرمایا تم کہتے ہو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہلے پیدا فرمایا غلط ہے۔

ملاحظہ ہو:

إِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ اكْتُبْ. فَقَالَ مَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الأَبَدِ۔[491]

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، پھر قلم کو فرمایا لکھ، قلم نے عرض کی یا اللہ کیا لکھوں؟ رب العزت نے فرمایا تقدیر لکھ، تو قلم نے لکھ دیا جو ہوا اور جو ابد تک ہونے والا تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، اس نے ہر چیز کو لکھا، پھر ہر چیز پیدا ہوئی۔

جواب: تمہاری پیش کردہ اس حدیث شریف سے بھی فقیر کا مطلب حل ہوتا ہے۔ سنیئے:

۱۔ پہلے تو اس حدیث شریف سے تمہارا شرک ٹوٹا۔ تم کہتے ہو کہ ما کان و ما یکون کے ذرے ذرے کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اور نہ ہی اس نے کسی کو عطا فرمایا ہے۔ اس حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ما کان و ما یکون کے ذرے ذرے کا علم غیب جو اس وقت کوئی شے موجود نہ تھی اُکْتِبُ الْقَدْرَ اپنے فرمان سے عطا فرمایا۔

۲۔ دوسرا مطلب یہ ثابت ہوا کہ قلم سے پہلے اگر کوئی مخلوق خداوندی نہ تھی تو قلم نے پہلے مَا کَانَ یعنی جو ہو چکا تھا کیا لکھا؟ تو قلم سے پہلے زمانہ ماضی میں تسلیم کرنا پڑے گا کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی تھا جس کا ذکرِ خیر لکھا گیا۔ جس پر اللہ رب العزت اپنا صلوٰۃ وسلام پہلے

---

491 (سنن الترمذی، ج۳، ص ۱۱۳، مکتبہ دار الفکر)

بھی بھیجتا تھا۔ ان کا ذکر پاک پہلے قلم نے لکھا۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ترتیح تو ہے مَا کَانَ جن کا ذکر پاک ہے، اور تم آپ کے سوا کسی اور کا مقدم ہونا ثابت کر دو۔

سوال: شاید مَا کَانَ سے شانِ خداوندی مراد ہو۔

جواب: یہ غلط ہے اور یہ کہنا کفر ہے۔ کیونکہ ذات خداوندی زمانوں سے مبرا ہے۔ اگر مَا کَانَ سے ذات خداوندی لی جائے گی تو خداوند کریم (معاذ اللہ) حادث ثابت ہو جائے گا۔ اور لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (الکھف ۱۰۹) شاہد ہے۔

پندرہویں دلیل

رواہ ابن سعد وغیرہ "كنت أول النبيين في الخلق" لخلق نوره قبلهم، "وآخرهم في البعث" باعتبار الزمان۔[492]

روایت کیا اس کو ابن سعد وغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ (میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے تھا) کیونکہ آپ کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا۔ (اور سب نبیوں کے آخر میں مبعوث ہوا ہوں) باعتبار زمانے کے۔

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام سے مقدم تھے۔

---

492 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۴، ص ۲۵۶، الناشر: دار الكتب العلمية)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا خواب حضرت آدم علیہ السلام کو

سولہویں دلیل

وأخرج البیهقي وابن عساکر عن ابي هریرة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لما خلق الله آدم اراه بنیه فجعل یری فضائل بعضهم علی بعض فرأی نورا ساطعا في أسفلهم فقال یا رب من هذا قال هذا ابنک أحمد و هو اول و هو آخر و هو أول شافع۔[493]

بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اپنی اولاد کو دکھایا گیا۔ پھر آپ نے بعض کے بعض پر فضائل دیکھنے شروع کئے، تو نیچے ایک نور چڑھنے والا دیکھا، تو فرمایا اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے، اور وہ اول ہے، اور وہی آخر ہے، اور وہ اول شفاعت کرنے والا ہے۔

کیوں جناب ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ایک نور کا ظہور آدم علیہ السلام کو قبل از ولادت ہی دکھایا گیا۔ جن کا اسم شریف احمد و محمد مکی و مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ اب تم تعجب کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے نور کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ یہ تعجب تو حضرت آدم علیہ السلام کو کرنا چاہیئے تھا کہ یا اللہ میری اولاد سے نور کیسے؟ ہاں آپ ایسے مولوی نہ تھے، اس لئے متعجب نہیں ہوئے، وہ مومن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت حضرت آدم علیہ السلام کو کرائی تو آپ فوراً ایمان لے آئے۔ قبل از

[493] (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۷، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت)

ظہور ولادت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر حضرت آدم علیہ السلام ایمان لے آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد سے ہونے کے باوجود نور پر ایمان لے آئیں، اور تم ایمان نہ لاؤ تو تم اپنے باپ آدم علیہ السلام کے بھی متبع نہ رہے بلکہ عاق ثابت ہوئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دادا نے آپ کے نور کا خواب دیکھا

سترہویں دلیل

أخرج ابو نعيم من طريق أبي بكر بن عبد الله بن أبي الجهم عن أبيه عن جده قال سمعت أبا طالب يحدث عن عبد المطلب قال إني رأيت الليلة كأن شجرة نبتت قد نال رأسها السماء وضرب بأغصانها المشرق والمغرب وما رأيت نورا أظهر منها أعظم من نور الشمس سبعين ضعفا ورأيت العرب والعجم ساجدين وهي تزداد كل ساعة عظما ونورا وارتفاعا۔[494]

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ایک پودا اگا ہوا ہے۔ اس کا سر آسمان تک اور ٹہنیاں مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ایسا اظہر نور میں نے کبھی نہیں دیکھا جو ستر درجوں یا اس سے بھی دگنا بڑا۔ اور عرب و عجم اس کے سامنے جھکے ہوئے، اور بڑائی اور نورانیت اور بلندی میں وہ ہر وقت بڑھ رہا ہے۔

[494] (الخصائص الكبرىٰ، ج ا، ص ٦٨، دار النشر/دار الكتب العلمية-بيروت)

آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں آپ کے نور کا چمکنا

اٹھارہویں دلیل

وقال أبو بكر محمد بن جعفر بن سهل الخرائطي حدثنا علي بن حرب حدثنا محمد بن عمارة القرشي حدثنا مسلم بن خالد الزنجي حدثنا ابن جريج عن عطاء بن أبي رباح عن ابن عباس قال لما انطلق عبد المطلب بابنه عبد الله ليزوجه مر به على كاهنة من أهل تبالة متهودة قد قرأت الكتب يقال لها فاطمة بنت مر الخثعمية فرأت نور النبوة في وجه عبد الله فقالت يا فتى هل لک أن تقع علي الآن وأعطيک مائة من الإبل فقال عبد الله:

أما الحرام فالممات دونه　　　والحل لا حل فأستبينه

فكيف بالأمر الذي تبغينه　　　يحمي الكريم عرضه ودينه

ثم مضى مع أبيه فزوجه آمنة نبت وهب بن عبد مناف بن زهرة فأقام عندها ثلاثا ثم إن نفسه دعته إلى ما دعته إليه الكاهنة فأتاها فقالت ما صنعت بعدي فأخبرها فقالت والله ما أنا بصاحبة ريبة ولكني رأيت في وجهک نورا فأردت أن يكون في وأبى الله إلا أن يجعله حيث أراد ثم أنشأت فاطمة تقول:

إني رأيت مخيلة لمعت　　　فتلألأت بحناتم القطر

فلمأتها نورا يضيء له　　　ما حوله كإضاءة البدر[495]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرمایا جب عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کا نکاح کرنے کے لئے چلے، تو حضرت عبد اللہ اچانک فاطمہ عورت کے پاس سے گزرے جو بہت خواندہ تھی۔ فاطمہ بنت الخثعمیۃ نے حضرت عبد اللہ کے چہرہ مبارک میں نور نبوت دیکھا تو اس نے کہا

---

[495] (البداية والنهاية، ج۲، ص۲۵۰، الناشر: مكتبة المعارف-بيروت)

کہ اے جوان تیرا اگر ارادہ میرے ساتھ ہو تو میں تمہیں سو اونٹ انعام دوں گی۔ تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا حرام سے موت مقدم ہے، اگر تیرا ارادہ حلال کا ہو تو بتا دے، اور جو تیرا ارادہ ہے وہ ممکن نہیں ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے؟ کریم اپنی پوزیشن اور دین کو داغ نہیں لگنے دیتا۔ پھر حضرت عبد اللہ اپنے والد صاحب کے ساتھ تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت آمنہ بنت وہب سے نکاح کر لیا۔ آپ حضرت آمنہ کے پاس تین دن ٹھہرے پھر آپ کو خواہش ہوئی کاہنہ سے نکاح کی۔ تو آپ اس کے پاس تشریف لائے تو کاہنہ نے کہا میری ملاقات کے بعد تو کس کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت آمنہ کے ساتھ میں نے نکاح کر لیا ہے، تو کاہنہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نفس پرست نہیں ہوں، تیرے چہرے میں میں نے نور دیکھا تو میرا ارادہ ہوا کہ مجھ میں وہ منتقل ہو جائے، لیکن خداوند کو منظور نہ تھا، جہاں اس کا ارادہ ہوا اس نے رکھ دیا۔ پھر فاطمہ نے شعر پڑھا، الخ۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب

انیسویں دلیل

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنَزِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي الْيَمَانِ: حَدَّثَكَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْغَسَّانِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِ ذَلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى قَوْمَهُ، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ قَالَ: نَعَمْ.

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ شَاهِدٌ لِلْحَدِيثِ الْأَوَّلِ۔[496]

---

496 (المستدرک، ج۲، ص ۲۰۰، المکتبۃ الفاروقیۃ)

سلمٰی سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں تمام نبیوں کا ختم کرنے والا لکھا گیا ہوں۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھ رہے تھے۔ اور اس کی حقیقت کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آیا ہوں اور جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بشارت دی، اور اپنی ماں کے خواب کے موافق آیا ہوں۔ میری ماں نے خواب دیکھا کہ اس سے ایک نور نکلا ہے۔ آپ کے ہی سبب شام کے محلات روشن ہوئے۔ فرمایا ہاں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس کی شاہد حدیث اول ہے۔ اور یہی حدیث ابن کثیر نے مستند دیگر بیان کی ہے۔

بیسویں دلیل

عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، الخ۔[497]

سوال: اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہونا ثابت تو ہوتا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف نہ ہو، کیونکہ کئی حدیثیں ضعیف بھی ہوتی ہیں۔

جواب: بھائی صاحب یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب مستدرک حاکم الحدیث نے اس کو صحیح الاسناد لکھ دیا ہے اس کو ضعیف کہنے والے تم کون ہو؟

دوسرا جواب: علامہ یوسف نبہانی نے اس حدیث کو اپنی کتاب جواہر البحار جزو الثالث میں بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی سندوں کے بیان کرنے والے کئی محدثین ہیں۔ مثلاً سنیئے:

---

497 (البداية والنهاية، ج٢، ص ١٠١، الناشر: دار إحياء التراث العربي)

اکیسویں دلیل

اخرج احمد و البزار و الطبرانی و الحاکم عن العرباض بن سارية اخیر تک اس حدیث کو پورا لکھ کر اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: قال الحافظ ابن حجر صححه حبان و الحاکم۔

کیوں جناب اب تو محدثین کے جم غفیر نے اس حدیث نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صحیح کہہ دیا۔ تو اب تمہارا دل چاہے تو ایمان لاؤ یا انکار کر دو۔

بائیسویں دلیل

حَدَّثنَا أَبُو الْعَبّاسِ مُحَمّدُ بْنُ يَعْقُوب، حَدَّثنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبّارِ، حَدَّثنَا يُونُس بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاق، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبُشْرَى عِيسَى، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ بُصْرَى وَبُصْرَى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ۔

قَالَ الْحَاكِمُ: خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ مِنْ خِيَارِ التَّابِعِينَ، صَحِبَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَمَنْ بَعْدَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ فَإِذَا أَسْنَدَ حَدِيثًا إِلَى الصَّحَابَةِ فَإِنَّهُ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

وقال الذهبی فی ذیل تلخیص المستدرک هذا صحیح۔[498]

خالد بن معدان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی ذات کے متعلق آپ ہمیں خبر دیجیئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ذات وہ ہے جس کے لئے میرے باپ ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی، اور میری ذات

---

[498] (المستدرک، ج۲، ص۶۰۰، المکتبۃ الفاروقیۃ)

وہ ہے جس کی بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور جب میری ماں کو میرا حمل ہوا تو میری ماں نے خواب دیکھا کہ اس سے نور نکلا ہے جس سے بصریٰ روشن ہو گیا، اور بصریٰ شام کے علاقہ میں ہے۔

حاکم نے کہا ہے کہ خالد بن معدان پسندیدہ تابعین سے ہیں۔ انہوں نے معاذ بن جبل کی صحبت کی ہے۔ تو جب یہ خالد صحابہ کی طرف اپنی سند کو منسوب کریں تو وہ صحیح الاسناد ہوتی ہے۔ اگرچہ صحیحین اس کو نہ بیان کریں۔ (تو یہ بھی ایسے ہی حدیث صحیح ہے) اور ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

سنیئے! آپ کے پکے مستند وہابی کی تفسیر سے دکھا دیتا ہوں۔

تئیسویں دلیل

وَقَالَ الْإِمَام أَحْمَد أَيْضًا أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْر أَخْبَرَنَا الْفَرَج أَخْبَرَنَا لُقْمَان بْن عَامِر قَالَ : سَمِعْت أَبَا أُمَامَة قَالَ : قُلْت يَا رَسُول اللَّه مَا كَانَ أَوَّل بَدْء أَمْرك ؟ قَالَ " دَعْوَة أَبِي إِبْرَاهِيم وَبُشْرَى عِيسَى بِي وَرَأَتْ أُمِّي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُور أَضَاءَتْ لَهُ قُصُور الشَّام۔[499]

ابو امامہ سے روایت ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کی رسالت کی کب سے ابتداء ہوئی؟ فرمایا اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سے، اور میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ اس سے نور نکلتا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

---

[499] (تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۹۶، دار النشر: مؤسسة قرطبة)

چوبیسویں دلیل

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَالُوا لَهُ أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِکَ. قَالَ: «نَعَمْ أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرَى عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ۔ [500]

خالد بن معدان اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ اپنے نفس کے متعلق خبر دیجیئے فرمایا ہاں میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور میری والدہ جب مجھ سے حاملہ ہوئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

پچیسویں دلیل

أخبرنا نعيم بن حماد، حدثنا بقية، عن بحير، عن خالد بن معدان، حدثنا عبد الرحمن بن عمرو السلمي، عن عتبة بن عبد السلمي، أنه حدثهم وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [501]

اور دوسری سند ہدایہ میں ہے۔

چھبیسویں دلیل

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنَزِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنِي بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ أَوَّلُ شَأْنِکَ يَا

---

500 (البداية والنهاية، ج ٢، ص ٢٧٥، الناشر: دار الفكر)

501 (سنن الدارمی، ج ١، ص ١٦٣، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

رَسولَ اللهِ؟ حَتّى بَلَغنا أُمّي فَقالَتْ أَدّيْتُ أَمانَتي وَ ذِمّتي وَ حَدّثْتُها بِالّذي لَقِيتُ فَلَمْ يَرُعْها ذٰلِکَ فَقالَتْ: إِنّي رَأَيْتُ خَرَجَ مِنّي نُورٌ أَضاءَتْ مِنْهُ قُصورُ الشّامِ۔

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔[502]

اب حدیث مذکورہ کی تائید آپ کے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی زبانی کرا دیتا ہوں۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا اقرار

مسئلہ: اَوّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اور لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟ زید ان کو وضعی بتلاتا ہے۔ فقط بینوا و توجروا

الجواب: یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں، مگر شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اَوّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی[503]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا ظہور اور آپ کی والدہ ماجدہ کا ارشاد

ستائیسویں دلیل

قَالَ مُحَمّدُ بْنُ سَعْدٍ: أَنْبَأَنَا مُحَمّدُ بْنُ عُمَرَ - هُوَ الْوَاقِدِيُّ - حَدّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ عَبْدِ اللّهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ الزّهْرِيِّ. وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: حَدّثَنَا مُوسَى بْنُ عبدة عن أخيه ومحمد بن كعب القرظي. وحدثني عبد الله ابن جَعْفَرٍ الزّهْرِيُّ عَنْ عَمّتِهِ أُمّ بَكْرٍ بِنْتِ المسود عن أبيها. وحدثنا عبد الرحمن بن إبراهيم المزني وزياد ابن حشرج عن أبى وجزة. وَحَدّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ

---

502 (المستدرک للحاکم، ج۲، ص ۶۱۶، الناشر: دار المعرفة-بیروت)

503 (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص ۱۳۴)

مُجَاهِدٍ. وَحَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: دَخَلَ حَدِيثُ بَعْضِهِمْ فِي حَدِيثِ بَعْضٍ. أَنَّ آمِنَةَ بِنْتَ وَهْبٍ قَالَتْ لَقَدْ عَلِقْتُ بِهِ- تَعْنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَمَا وَجَدْتُ لَهُ مَشَقَّةً حَتَّى وَضَعْتُهُ، فَلَمَّا فَصَلَ مِنِّي خَرَجَ مَعَهُ نُورٌ أَضَاءَ لَهُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ۔[504]

ورقہ بن نوفل کا اقرار نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق

ویظهر في البلاد ضياء نور يقوم به البرية أن تموجا[505]

شہروں میں نور کی روشنی ظاہر ہوگئی، جس کے سبب مخلوق قائم ہے۔ کیونکہ وہ روشنی ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔

اٹھائیسویں دلیل

وفی روایة وأريت في النوم حين حملت به كأنه خرج مني نور أضاءت له قصور الشام ثم وقع حين ولدته۔[506]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے فرمایا ایک روایت میں ہے میں نے خواب میں دیکھا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے حاملہ ہوئی، گویا کہ مجھ سے نور نکلا، اس سے شام کے محلات روشن ہوگئے، پھر آپ کی ولادت ہوئی۔

504 (البداية والنهاية، ج ۲، ص ۲۶۴، الناشر: دار الفكر)
505 (البداية والنهاية، ج ۲، ص ۲۹۶، الناشر: مكتبة المعارف-بيروت)
506 (تاريخ مدينة الدمشق، ج ۳، ص ۹۴، الناشر دار الفكر)

انتیسویں دلیل

قَالَتْ إِنِّي رَأَيْتُ خَرَجَ مِنِّي نُورٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ۔[507]

آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا، اس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

تیسویں دلیل

أَنّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ قَالُوا لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِک؟ قَالَ نَعَمْ أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إبْرَاهِيمَ وَبُشْرَى (أَخِي) عِيسَى، وَرَأَتْ أُمّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا قُصُورَ الشّامِ۔[508]

اکتیسویں دلیل

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم إن أمي رأت في المنام أن الذي في بطنها نور۔[509]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری ماں نے خواب دیکھا کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے نور ہے۔

قالت فجعلت أتبع بصري النور والنور يسبق بصري حتى أضاء لي مشارق الأرض ومغاربها۔[510]

---

507 (تاریخ مدینۃ الدمشق، ج ۱، ص ۱٦۷، الناشر دار الفکر)

508 (سیرۃ ابن ھشام، ج ۱، ص ۱٦٦)

509 (تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۳، ص ٤۷۰، الناشر دار الفکر)

510 (تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۳، ص ٤۷۰، الناشر دار الفکر)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے فرمایا میری آنکھ نور دیکھتی تھی۔ نور میری آنکھوں کے آگے نور سبقت کرتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے لئے زمین کے تمام مشارق و مغارب روشن ہو گئے۔

بتیسویں دلیل

فقال ان ابی لما بنی بأمي حملت رأت أن نورا خرج من جوفها۔[511]

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جب میری والدہ سے نکاح کیا اور میری والدہ ماجدہ جب حاملہ ہوئیں تو دیکھا ان کے پیٹ سے نور نکلا ہے۔

تینتیسویں دلیل

إني حملت به فلم أحمل حملا قط كان أخف ولا أعظم بركة منه ثم رأيت نورا كأنه شهاب خرج مني حين وضعته أضاءت لي أعناق الإبل ببصرى۔[512]

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے حاملہ ہوئی تو مجھے حمل بالکل معلوم نہیں ہوا۔ آپ بہت ہلکے تھے، اور نہ ہی ایسی بڑی برکت کہیں سے پائی۔ پھر میں نے نور دیکھا گویا کہ وہ ستارہ ہے جو مجھ سے نکلا جب میں نے آپ کو جنا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو گئیں۔

---

511 (تاریخ مدینۃ دمشق، ج۳، ص ۴۶۲، الناشر دار الفکر)

512 (تاریخ مدینۃ دمشق، ج۳، ص ۹۱، الناشر دار الفکر)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیشانی مبارک سے نور کا ظہور

چونتیسویں دلیل

أَخْبَرَنَا أَبُو حَازِمٍ الْحَافِظُ، أنا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ نا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْمُحْتَسِبُ، نا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ خُزَيْمَةَ الْبُخَارِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ، نا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، نا أَبُو عُبَيْدَةَ مَعْمَرُ بْنُ الْمُثَنَّى التَّيْمِيُّ نا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ قَاعِدَةً أَغْزِلُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ فَجَعَلَ جَبِينُهُ يَعْرَقُ وَجَعَلَ عَرَقُهُ يَتَوَلَّدُ نُورًا فَبُهِتُّ فَنَظَرَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: " مَالَكِ يَا عَائِشَةُ بُهِتِّ؟ " قُلْتُ: جَعَلَ جَبِينُكَ يَعْرَقُ وَجَعَلَ عَرَقُكَ يَتَوَلَّدُ نُورًا وَلَوْ رَآكَ أَبُو كَبِيرٍ الْهُذَلِيُّ لَعَلِمَ أَنَّكَ أَحَقُّ بِشِعْرِهِ قَالَ: " وَمَا يَقُولُ أَبُو كَبِيرٍ؟ " قَالَتْ: قُلْتُ يَقُولُ:

وَمُبَرَّأً مِنْ كُلِّ غَيْرِ حَيْضَةٍ ... وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغْيَلِ
فَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ ... بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ [513]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا میں بیٹھی سوت کات رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنا جوتا سی رہے تھے، اور آپ کا ماتھا مبارک پسینہ دے رہا تھا، اور پسینہ مبارک سے نور ظاہر ہوتا تھا، تو میں حیران ہوگئی۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے عائشہ! تو حیران ہے؟ میں نے عرض کیا حضور جناب کے ماتھے مبارک سے پسینہ ٹپک رہا ہے۔ اور پسینہ نور پیدا کر رہا ہے۔ اگر ابو بکر ہذلی آپ کو دیکھ لے تو اسے بھی معلوم ہو جائے کہ آپ اس کے شعر کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اس نے کیا کہا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: شعر: ہر بقیہ حیض کے حمل سے آپ مبرا ہیں، اور دایہ کی ہر تکلیف سے بھی مبرا ہیں، اور حاملہ عورت کے

[513] (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۷، ص ۹۳، الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت - لبنات)

دودھ پلانے کے مرض سے بھی اور جب تو آپ کے ماتھے کے بلوں کو دیکھے تو چاند کے کناروں کی طرح چمک رہے ہیں۔

اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کی حقیقت نوری تھی۔کیونکہ جب پسینہ مبارک آپ کے بدن مبارک سے نکلے تو نوری فوارے رونما ہوتے تھے۔جیسا کہ آپ کے مبارک ماتھے سے پسینہ ٹپکتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے خود دیکھا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی نور جبینہ!

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مبارک بغلوں سے نور کا ظہور

پینتیسویں دلیل

قَالَ أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ دَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ۔[514]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دعا فرمائی اور اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے،اور میں نے آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

ہماری بغلوں سے بو آئے اور بغل کا پسینہ جس کپڑے کو لگ جائے سیاہ ہو اور میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بغلوں سے نور چمکے تو اب فیصلہ تم پر چھوڑ تا ہوں۔

---

[514] (صحيح البخاری،ج۸،ص ۹۲،الناشر:دار الشعب-القاهرة)

چھتیسویں دلیل

وقال الأويسي: حدثني محمد بن جعفر، عن يحيى بن سعيد، وشريک، سمعا أنسا، عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه رفع يديه حتى رأيت بياض إبطيه۔[515]

یحییٰ بن سعید اور شریک نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، ان دونوں نے روایت کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے آپ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے، حتیٰ کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بغلوں سے روشنی کا ظاہر ہونا یہ بھی آپ کے نوری ہونے کی دلیل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رُخِ انور کا نور مبارک

سینتیسویں دلیل

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَنْبَأَ عُبَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: لَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكَانَ يُعْرَفُ ذَلِكَ مِنْهُ۔

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ۔[516]

عبد الرحمٰن بن کعب فرماتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا فرماتے تھے جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر السلام علیکم عرض کیا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں اس وقت آپ کا رخ انور چمکتا تھا اور جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک منور ہوتا

---

515 (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۳۱، الناشر: دار طوق النجاة)

516 (المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۲۰۵)

گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے اور یہ صرف حضور کی ذات سے ہی خصوصیت تھی۔ یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی صحت کے اصولوں پر۔

اٹھتیسویں دلیل

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ فَرَكِبْتُهُ۔[517]

(معراج کی رات) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے براق لایا گیا تو میں اس پر سوار ہوا۔ براق ہے برق سے، برق کے معنی بجلی کے تو براق (آسمانی بجلیوں کا مجموعہ) پر سواری کرنا بشر کی طاقت نہیں۔ ارضی بجلی کو انسان ہاتھ لگائے تو جان نکل جاتی ہے۔ ابر کی بجلی جس پر پڑے وہ جل کر خاک ہو جاتا ہے، آسمانی بجلیوں کے مجموعے کو چھونے کی بشری طاقت نہیں۔ رب العزت براق آسمانی بھیجتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس پر سواری کرکے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جاتے ہیں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت بشریہ نہ تھی۔ یہ حقیقت نوری کا عمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو محض لباس واوصاف انسانی ہمارے نفع کے لئے پہنایا گیا۔ اور والدین کے ذریعے سے پیدا کرنا صرف ہمارے فائدے کے لئے تھا۔ ورنہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انسانی لباس کے محتاج نہ تھے بلکہ حقیقت و جنس انسانی اس امر کی محتاج تھی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انسانی ولادت سے انسانی لباس میں متشکل ہو کر تشریف لائیں۔ تاکہ آپ کے کمالات نورانی بہتر انسانی جنس انسان کو تمام نوریوں پر فائز کر دے۔

---

517 (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۸۵)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کا براق پر قابو پا کر سواری کرنا آپ کی حقیقت نوری کو ثابت کرتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا لباس انسانی بھی حقیقت نوری کی وجہ سے نور محض تھا، ہے اور رہے گا۔ دوسرے انسانوں کی مثل آپ کی انسانیت بھی نہ تھی۔ بلکہ آپ کی انسانیت بھی نورانیت میں مضمن تھی اور یہ آپ کو نور ہونے کی اٹھتیسویں دلیل ہے۔

اور اصول ہے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے، اور پتھر کو پتھر، مثلاً شیشے کو لوہے سے کاٹیں تو نہیں کٹ سکتا۔ پھر شیشے کے لئے شیشے سے اعلیٰ قسم کو لیا جاتا ہے یعنی ہیرا۔ جب شیشے کو کاٹنا مقصود ہو تو ہیرے کا ذرا سا ٹکڑا بھی اس پر پھیر دیں تو دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ ایسے ہی قمر منیر کو اعلیٰ قمر منیر کا اشارہ ہوا تو فوراً چاند دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑا۔ یعنی جب ابو جہل نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانی طاقت کی آزمائش کرنی چاہی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر گرا کر رکھ دیا۔ اور اللہ رب العزت نے فرمایا:

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر ۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا آپ کی حقیقت بشریہ ہونے کے منافی ہے

انتالیسویں دلیل

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا اشْهَدُوا اشْهَدُوا۔[518]

---

[518] (صحیح البخاری، ج۴، ص ۱۸۳۴، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامۃ-بیروت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا چاند ٹکڑے ہوا اور ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ تھے، چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیں فرمایا تم گواہ رہو تم گواہ رہو۔

چالیسویں دلیل

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ۔[519]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اہل مکہ نے سوال کیا کہ آپ ان کو کوئی نشانی دکھائیں۔ تو آپ نے کو چاند ٹکڑے کرکے دکھایا۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اعلیٰ نور تھے۔ اور چاند آپ سے کم درجہ کا نور تھا۔ اعلیٰ نور نے ادنیٰ نور کو ٹکڑے کرکے گرا کر دکھایا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طاقت حقیقت بشریہ ہونے کے منافی ہے۔ اور ثابت ہوا کہ آپ کی حقیقت بشری نہ تھی، بلکہ محض نور تھے۔ جس نے آپ کے لباس انسانی ہیئت کذائیہ کو بھی محض نور بنادیا۔ اب تم ہیئۃ کذائیہ انسانیہ وولادت انسانیہ وعوارضات واوصاف انسانیہ کو سن کر دیکھ کر آپ کی حقیقت نوری کا انکار کر دو تو قرآن و احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ اور یہ نوع انسانی کی ہتک ہے۔ انسان کو اگر شرف حاصل ہوا ہے تو محض آپ کے نوری وجود سے۔ انسان ملائکہ سے فوقیت حاصل کر چکا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اگر نوریوں نے سجدہ کیا تو نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وجہ سے جو حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں جلوہ گر تھا۔ اسی کی وجہ تھی۔

---

519 (صحیح البخاری، ج۴، ص۲۰۷، الناشر: دار طوق النجاۃ)

مِنّا صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَ سَلَامُہٗ

احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدائشی ناف بریدہ اور مختون تھے

اکتالیسویں دلیل

وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الأَخْبَارُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ مَخْتُونًا مَسْرُورًا۔[520]

اور تحقیق متواترات حدیثوں سے ثابت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ختنہ کئے گئے اور ناف بریدہ پیدا کئے گئے۔

بیالیسویں دلیل

ومنها: أنه ولد مختونًا مقطوع السرة فقد قال الحاكم به تواترت الاخبار۔[521]

اور ان احادیث متواترہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ختنہ کئے ہوئے ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ حاکم نے کہاہے کہ اس کی حدیثیں متواترہ ہیں۔

وابن الجوزي: لا شك أنه ولد مختونًا، رواه الطبراني، وأبو نعيم، وابن عساكر۔[522]

اور ابن جوزی سے ہے کہ بلاشک آپ مختون پیدا ہوئے ہیں۔

عن أنس، رفعه: من كرامتي على ربي أني ولدت مختونًا۔[523]

---

520 (المستدرک للحاکم، ج۲، ص ۶۰۱، الناشر: دار المعرفة-بیروت)

521 (شرح الزرقانی، ج۷، ص ۱۸۹، الناشر: دار الکتب العلمیة)

522 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۷، ص ۱۸۹، الناشر: دار الکتب العلمیة)

523 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۷، ص ۱۸۹، الناشر: دار الکتب العلمیة)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا میرے رب کی طرف سے میری کرامت ہے کہ میں پیدا کیا گیا ہوں ختنہ کیا ہوا۔

تینتالیسویں دلیل

وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ احمد بن حاتم الدرابودی حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْبُوشَنْجِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوب سُلَيْمَانُ بْنُ سَلَمَةَ الْخَبَائِرِيُّ حَدَّثَنَا يونس بن عطاء بن عثمان ابن رَبِيعَةَ بْنِ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيُّ - بِمِصْرَ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْتُونًا مَسْرُورًا۔[524]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے۔

ثُمَّ أَوْرَدَهُ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ - هُوَ الْبَاغَنْدِيُّ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَيُّوب الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي مُوسَى الْمَقْدِسِيُّ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْرُورًا مَخْتُونًا۔[525]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ ناف بریدہ ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے۔

کیونکہ جناب نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منکرو بتاؤ کوئی دنیا میں ایسا پیدا ہوا ہو جس کو ماں کے پیٹ میں والدہ کا گندا خون خوراک نہ ملی ہو۔ صرف میرے پیارے نبی کریم صلی

---

[524] (البداية والنهاية، ج ٢، ص ٢٦٥، الناشر: دار الفكر)
[525] (البداية والنهاية، ج ٢، ص ٢٦٥، الناشر: دار الفكر)

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جو والدہ ماجدہ کے شکم سے ہی ناف بریدہ پیدا ہوئے جس سے ثابت ہوا کہ والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں بھی آپ کی خوراک نور ہی رہی ہے۔ والدہ کے خون کی غذائیت سے آپ مبرا رہے، اور پیدا ہوئے مومن کے لئے یہ آپ کے وجود نوری ہونے کا یقینی ثبوت ہے، اور جبلت نوری ہونے کی واضح دلیل ہے اور مختون اس لئے کہ آپ کے نوری جسم کا ٹکڑا کاٹ کر پھینکا نہ جا سکتا تھا۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ظاہر و باطن میں حقیقتاً نور تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے باطن سے نور کا نکلنا چونتالیسویں دلیل

حَدَّثنا عَبدُ اللهِ بنُ عَبدِ الرَّحمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ الْعَزِيزِ بنُ أَبِي ثَابِتٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بنُ إِبرَاهِيمَ ابْنُ أَخِي مُوسَى بنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوسَى بنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ، إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔[526]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کلام فرماتے تو آپ کے سامنے کے دونوں دانت مبارک سے نور کی نکلتا دکھائی دیتا تھا۔

---

[526] (الشمائل للترمذی، ج ۱، ص ۱۴۱، الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت)

اس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظاہر وباطن سے نور کی کرنیں نکلتی تھیں۔ جو مومنین کو منور فرماتیں، اور منافقین کی بیماری کو بڑھاتیں۔

پینتالیسویں دلیل

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَكَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا۔[527]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہا کہ میں نے رات گزاری میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کھڑے ہوئے تو اپنی حاجت کو آئے۔ پھر آپ نے منہ اور دونوں ہاتھوں کو دھویا، اور آپ کی دعا میں یہ مضمون ہے کہ اے اللہ میرے دل میں نور کر دے، اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے، اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے، اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لئے نور بنا دے۔

چھیالیسویں دلیل

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- فَرَآهُ

[527] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۲۷۱۳، المکتبۃ الفاروقیۃ)

اسۡتَيۡقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ اللّهُمَّ اجۡعَلۡ فِى قَلۡبِى نُورًا وَاجۡعَلۡ فِى لِسَانِى نُورًا وَاجۡعَلۡ فِى سَمۡعِى نُورًا وَاجۡعَلۡ فِى بَصَرِى نُورًا وَاجۡعَلۡ خَلۡفِى نُورًا وَأَمَامِى نُورًا وَاجۡعَلۡ مِنۡ فَوۡقِى نُورًا وَمِنۡ تَحۡتِى نُورًا اللّهُمَّ وَأَعۡظِمۡ لِى نُورًا۔[528]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس سویا تو آپ کو دیکھا کہ آپ بیدار ہوئے تو آپ نے مسواک کیا اور وضو کیا، اور اپنے نوافل پڑھ کر دعا فرمائی اور آپ فرماتے تھے اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، اور میری زبان پر نور کر دے، اور میرے کانوں میں نور کر دے، اور میری آنکھوں میں نور کر دے، اور میرے پیچھے نور کر دے، اور میرے آگے نور کر دے، اور میرے اوپر نور کر دے، اور میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ اور میرے لئے نور زیادہ کر دے۔

سنتالیسویں دلیل

حَدَّثَنِي عَبۡدُ اللَّهِ بۡنُ هَاشِمِ بۡنِ حَيَّانَ الۡعَبۡدِيُّ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الرَّحۡمَنِ يَعۡنِي ابۡنَ مَهۡدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفۡيَانُ عَنۡ سَلَمَةَ بۡنِ كُهَيۡلٍ عَنۡ كُرَيۡبٍ عَنۡ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي دُعَائِهِ اللَّهُمَّ اجۡعَلۡ فِي قَلۡبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمۡعِي نُورًا وَعَنۡ يَمِينِي نُورًا وَعَنۡ يَسَارِي نُورًا وَفَوۡقِي نُورًا وَتَحۡتِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلۡفِي نُورًا وَعَظِّمۡ لِي نُورًا۔[529]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس رہا۔ آپ رات کو اٹھے، نوافل ادا کئے اور آپ کی دعا میں یہ الفاظ بھی تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، اور میری آنکھوں میں نور کر دے، اور میرے کانوں میں نور کر دے، اور میرے دائیں نور کر دے، اور میرے بائیں نور کر دے، اور میرے اوپر نور کر دے، اور

---

528 (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۴۳۰، الناشر: دار الفکر)

529 (صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۵۳، المکتبۃ الفاروقیۃ)

میرے نیچے نور کر دے، اور میرے آگے نور کر دے، اور میرے پیچھے نور کر دے، اور میرے لئے نور زیادہ کر دے۔

اڑتالیسویں دلیل

حَدَّثنا مُحمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثنا مُحمَّدٌ وَهو ابْنُ جعْفَرٍ، حَدَّثنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ، قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خالَتِي مَيْمُونَةَ فَبَقَيْتُ كَيْفَ يُصَلِّي رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّى، فَجعَلَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ، أَوْ فِي سُجُودِهِ: اللهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي سَمْعِي نُورًا، وَفِي بَصَرِي نُورًا، وَعَنْ يَمِينِي نُورًا، وَعَنْ شِمَالِي نُورًا، وَأَمَامِي نُورًا، وَخَلْفِي نُورًا، وَفَوْقِي نُورًا، وَتَحْتِي نُورًا، وَاجْعَلْ لِي نُورًا، أَوْ قَالَ: وَاجْعَلْنِي نُورًا۔[530]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہا انہوں نے میں نے اپنی خالی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رات گزاری، اور دیکھتا رہا کہ آپ کیسے نماز پڑھتے ہیں، پھر آپ نے نماز پڑھی تو آپ اپنی نماز میں فرماتے تھے یا سجدے میں فرماتے تھے اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، اور میرے کانوں میں نور کر دے، اور میری آنکھوں میں نور کر دے، اور میرے دائیں نور کر دے، اور میرے بائیں نور کر دے، اور میرے آگے نور کر دے، اور میرے پیچھے نور کر دے، اور میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، اور میرے لئے نور کر دے اور فرمایا مجھے نور بنا دے۔

انچاسویں دلیل

وحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلَمَةُ فَلَقِيتُ كُرَيْبًا فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ عِنْدَ خالَتِي

---

[530] (صحيح مسلم، ج ١، ص ٥٢٨، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

مَيْمُونَةَ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ وَقَالَ وَاجْعَلْنِي نُورًا وَلَمْ يَشُكَّ۔[531]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہا سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ میں نے کریب سے ملاقات کی تو اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے، تو اس نے غنذر کی حدیث کی مثل ذکر کیا اور فرمایا اور مجھے نور بنادے، اور اس نے شک نہیں کیا۔

ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ میرے عضو اور بدن کے ہر ذرے کو نور کردے۔ تو کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دعا اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی یا نہ؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو منظور فرماتے ہوئے فرمایا: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ (المائدة۵ ۱) کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا۔ اور سِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶) بھی فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دعا رب کریم نے منظور فرمائی۔

سوال: مولوی صاحب جب تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدائشی نور ہیں تو آپ کو نور مانگنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

جواب: جناب جب تم نماز میں کھڑے ہوتے ہو دربار خداوندی میں تو اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کیوں کہتے ہو؟ جب دربارِ خداوندی میں کھڑے ہوتے ہو اس سے زیادہ اور کیا صراطِ مستقیم ہے؟ ثابت ہوا کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے قانون سے نیکی اور اچھی شے جتنی زیادہ طلب کی جائے صحیح ہے، اور زیادتی مانگنے سے پہلی کی نفی نہیں ہو جاتی۔

---

[531] (صحیح مسلم، ج۴، ص ۱۵۸، المکتبۃ الفاروقیۃ)

دوسرا جواب: جو شے پہلے موجود ہو اور اس کا لطف اٹھایا ہو تو اس کی خواہش زیادہ ہوتی ہے، تو اسی بناء پر میرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چونکہ پہلے حقیقی نور تھے اور صفات انسانی میں تشریف لائے تو رب العزت سے درخواست فرماتے ہیں کہ یا اللہ میرے صفات انسانی اور اعضائے انسانی کو بھی نور بنادے تو آپ کی انسانیت پر آپ کی حقیقت نوری ایسی غالب ہوئی کہ ملکی نور سے بھی آپ کی حقیقت وصفات متجاوز ہوئیں۔ جس سے آپ بمع صفات انسانی لا مکاں پر تشریف لے گئے، جو کسی نوری فرشتے کو بھی طاقت نہیں۔ تو یہ قدر و منزلت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاصل ہوئی۔ اور مکانی باشندے کا لا مکاں کا مکین ہونا عقلاً محال ہے۔ لیکن مشاہدے نے صحیح ثابت کر دکھایا، تو ان احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بھی آپ کے ہر عضو اور ہر بال بال کا نوری ہونا ثابت ہو گیا۔

تیسرا جواب: ان احادیث مذکورہ بالا سے یہ بھی ثابت ہو گیا جو تمہارا دعویٰ تھا کہ نور کا کبھی انسانی اوصاف میں ہونا ممکن ہی نہیں۔ تو اگر واقعی ایسے ہی ہوتا جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ نور شکل انسانی میں نہیں پیدا ہو سکتا یا انسان کبھی نور نہیں بن سکتا۔ تو آپ کا یہ دعا فرمانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیونکہ جب ممکن ہی نہیں تو دعا کیوں فرمائی؟ تو آپ کا یہ دعا فرمانا ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو نور یا نور کے اوصاف انسان کو دے سکتا ہے۔

دلائل نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم از قرآن عظیم الشان

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی دلیل اول قرآن مجید سے

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (۴۶) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللهِ فَضْلًا كَبِيرًا (الأحزاب ۴۷)

اے ہر وقت ہر ذرے ذرے کے غیبی خبر دار بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر اور مبارک دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چراغ روشنی کرنے والا یا سورج نور دینے والا۔

سوال: مولوی صاحب نبی کے معنی ہر وقت غیبی خبر دار تم نے معنی صحیح نہیں کئے نبی کے معنی صرف خبر رکھنے والے کے ہیں۔

جواب: نبی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اور صفت مشبہ دوام پر دلالت کرتا ہے اگر ایک دم کے لئے بھی صفت مشبہ سے فعل کا خلو ہو جائے تو صفت مشبہ نہ رہے گا۔ بلکہ اسم فاعل یا مفعول کے معنی ہو جائیں گے۔ اس اعتبار سے صیغہ نبی کے معنی ہوں گے ہر وقت خبر رکھنے والا۔ کس کی؟ جس کا نبی ہے۔ نبی ہیں خدا کے تو ہر وقت خدا کی خبر رکھنے والے کو نبی کہا جائے گا۔ اور خدا غیب ہے اس لئے ہر وقت خبر دار تسلیم کیا جائے گا۔ تو معنی درست ہوں گے۔ کتنی خبر؟ جہاں تک نبوت کی حد ہے! تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم للعالمین نزیرا ہیں۔ اس لئے عالمین کے ذرے ذرے کے نبی ہوں گے تو معنی درست ہوں گے۔ تو نبی کے معنی واضح ہو گئے، ہر وقت ذرے ذرے کی خبر رکھنے والا۔

سوال: مولوی صاحب شاہد کے معنی حاضر و ناظر کے تم نے غلط کئے ہیں۔ معنی گواہ کے ہوتے ہیں۔

جواب: بھائی جو شخص حاضر ہو گا وہ اگر آنکھوں والا ہے تو ناظر بھی ضرور ہو گا۔ اور شاہد کے معنی حاضر کے ہوتے ہیں۔

سوال: ہم نے تو آج تک کسی سے یہ معنی نہیں سنے پہلے دفعہ تم سے ہی سنے ہیں۔ علمی قابلیت تو مجھے نہیں، کسی آسان طریقہ سے سمجھا دو۔

جواب: جناب بڑی آسانی سے سمجھ جاؤگے ذرا بڑے کی دعائے جنازہ پڑھیئے۔

سائل: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا۔

جواب: بس بس! جناب مسئلہ حل ہو گیا۔ اب تم نے جو پڑھا ہے شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا اس کے کیا معنی کروگے؟

سائل: مسئلہ حل ہو گیا۔

جواب: نہیں نہیں ذرا ترجمہ تو کرو۔ تمہیں تو سمجھ آ گیا لیکن کوئی دوسرا ہی سن کر سمجھ لے گا۔

سائل: شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا کے معنی تو یہی ہوں گے کہ اے اللہ! ہمارے حاضر کو بخش دے اور غائب کو بخش۔ یہاں تو شاہد کے معنی سوائے حاضر کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔ اب تک تو ہمارے مولویوں نے ہمارے ذہنوں میں یہی جما رکھا تھا کہ شاہد کے معنی حاضر کے کرنا غلط ہے۔ لیکن آج معلوم ہوا کہ شاہد کے معنی حاضر کے ہوتے ہیں۔

سائل: کیا قرآن مجید میں بھی شاہد کے معنی حاضر کے کہیں ہیں؟

جواب: ہاں قرآن پاک سے بھی عرض کر دیتا ہوں۔

شاہد قرآن کریم سے

ذٰلِکَ یَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ وَ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَشْهُودٌ (ھود ۱۰۳)

یہ ایسا دن ہے اس میں لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہ دن ہے حاضر کیا گیا۔

شاہد اسم فاعل ہے۔ اس باب کا اسم مفعول مشہود ہے۔ جس کے معنی ہیں حاضر کیا گیا۔ جب مشہود کے معنی حاضر کئے گئے ہیں جو صیغہ اسم مفعول ہے تو شاہد اسم فاعل کے معنی حاضر ہونے والے کے ضرور ہوئے۔

شاہد و مشہود کے معنی

وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ (البروج ۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے حاضر ہونے والے کی اور قسم ہے ان کی جو حاضر کئے گئے۔

شاہد کے معنی تفاسیر سے

حدثنا ابن حمید قال ثنا یحيٰ بن واضح قال ثنا الحسین عن یزید بن عکرمه فی قوله وَ شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٌ قَالَ شَاهِدٌ مُحَمَّدٌ وَالْمَشْهُوْدُ یوم الجمعة فذلک قوله فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ [532]

یزید بن عکرمہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ فرمایا حاضر ہونے والے شاہد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور مشہود جمعہ کا دن۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تو کس طرح حال ہو گا جب ہر امت سے ہم گواہ لائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کو ان تمام پر گواہ لائیں گے۔

حدثنا ابو کریب قال ثنا وکیع عن شعبة عن علی بن عن یوسف اکمل عن ابن عباس قال الشاهد محمد والمشهود یوم القیامة ثم قرء ذلک یوم مجموع له الناس وذلک یوم مشهود۔ [533]

---

[532] (تفسیر ابن جریر، ج ۳۰، ص ۷۲)

[533] (ابن جریر، ج ۳۰، ص ۱۷، ابن کثیر، ج ۴، ص ۴۹۲)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا حاضر ہونے والے محمد ہیں اور مشہود قیامت کا دن۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: یہ ہے جس دن کے لئے لوگ جمع ہوں گے اور یہی ہے دن حاضری کا۔

حدثنا ابن حمید قال ثنا مہران عن سفیان عن جابر عن ابی الضحیٰ عن الحسن بن علی قال الشاھد محمد و المشھود یوم القیامۃ۔[534]

حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا حاضر ہونے والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور مشہود قیامت کا دن ہے۔

شاہد کے معنیٰ لغت سے

الشُّهُودُ و الشَّهَادَةُ : الحضور مع المشاهدة ، إمّا بالبصر ، أو بالبصيرة ، وقد يقال للحضور مفردا قال اللّٰہ تعالى: عالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهادَةِ [السجدة/6]، لکن الشهود بالحضور المجرّد أولى، و الشّهادة مع المشاهدة أولى۔[535]

شہود اور شہادت کے معنیٰ حاضر ہونا مشاہدے کے ساتھ، بصر کے ساتھ، یا بصیرت کے ساتھ اور کبھی صرف حاضر کے لئے بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهادَةِ [السجدة/6] جس کے معنیٰ ہیں غیب اور حاضر جاننے والا ہے۔ لیکن شہود صرف حضور کے معنیٰ کے ساتھ بہت بہتر ہے، اور شہادت مشاہدہ کے ساتھ بہتر ہے۔

امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز اس مسئلہ کی سمجھ تمہیں جلد ہی آ گئی ہو گی انشاء اللہ العزیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق بھی سمجھ آ جائے گی۔

---

534 (ابن جریر، ج ۳۰، ص ۷۱)

535 (مفردات القرآن للراغب، ج ۱، ص ۴۶۵، الناشر: دار العلم الدار الشامیة، بیروت)

اس آیۃ کریمہ میں اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خطاب فرما کر چند امتیازی خطابات ارشاد فرمائے:

۱۔ یَاأَیُّھَا النَّبِیُّ اے ہر وقت ہر ذرے ذرے کی خبر رکھنے والے۔

۲۔ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ آپ نبی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا۔ خود اپنی طرف اسے دعویٰ فرمایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر بنا کر بھیجا۔ مطلقاً شاہد فرمایا تاکہ سب مخلوق کے لئے آپ حاضر ثابت ہو جائیں۔

۴۔ آپ مبشر ہیں۔ جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مبارک دے دیں وہ جنتی ہے ورنہ نہیں۔

۵۔ آپ نذیر ہیں۔ جس کو آپ جہنم کی نذرات سنا دیں وہ جہنمی ہی ہو گا۔ کبھی جنت میں نہیں جا سکتا۔

۶۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی خداوند تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔

۷۔ آپ نور دینے والے سورج ہیں۔

خداوند کریم نے ان سات خطابات سے اول شاہد فرمایا اور اخیر وَسِرَاجًا مُنِیرًا فرمایا۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ نور کے آگے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔ آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چونکہ نورانی سورج ہیں، اور ہیں بھی مطلق سراج منیر عالمین کے لئے لہٰذا آپ کے لئے عالمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ یہ دونوں خطابات شاھد اور سراجًا منیرًا کے رب العزت نے کسی

اور نبی علیہ السلام کو عطا نہیں فرمائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے سراجًا منیرًا کا خطاب فرما کر آپ کی ذات کو نوری ثابت کر دیا۔ اس صراحۃ النص کا جو شخص انکار کرے وہ ایمان سے خالی ہے، منکر قرآن ہے۔ منکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ رب العزت نے سراجًا منیرًا کا خطاب فرما کر کئی رازوں کا اظہار فرما دیا۔

ا۔ سراجًا منیرًا کا ایک معنی چراغ بھی ہیں۔ چراغ سے دوسرے بھی نور حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی طرح منور ہیں۔

۲۔ چراغ چونکہ صرف رات کو ہی روشن کیا جاتا ہے۔ رب العزت نے سراجًا کے ساتھ صفت منیرًا کی فرما دی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایسے چراغ ہیں جو ہر وقت منیر ہیں۔ آپ کا نور پاک ہر وقت روشن ہے کسی وقت بجھتا نہیں۔ جس نور کو خداوند کریم نے سراجًا منیرًا فرما کر روشن کر دیا اب اگر کوئی شخص بجھانے کی کوشش کرے تو ایسے لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے چیلنج دیا کہ یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰہِ بِأَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُونَ (الصف ۸) یہ نور اللہ کو جو سراجًا منیرًا ہے محض زبانی بجھانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ گو کفار منکرین نور کو برا ہی منائیں۔

۳۔ چراغ سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس لئے آپ کے نور ذاتی کو سراج منیر فرمایا تاکہ ثابت ہو جائے کہ آپ کا نور مبارک چراغ کی طرح عام ہے جس سے عالمین فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ سراجًا منیرًا اس لئے فرمایا کہ چراغ ہر طرف روشنی دیتا ہے لیکن چراغ کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے۔ چونکہ نجدی آپ کے تلے آپ کے نور پاک کا منکر ہو کر اندھیرے میں رہا۔ اس لئے اللہ

رب العزت نے سراجًا منیرًا فرمایا کہ میرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراجًا منیرًا عالمین کو منور فرمادیں گے۔ لیکن ان کے تلے نجدی آپ کے نور سے محروم رہے گا، باوجود نجدی ہونے کے محروم نور ہے۔ اس لئے منکر بھی ہے۔ اسی لیے آپ نے بھی فرمایا: ھنالکَ الزَّلازِلُ والفِتَنُ وبھا یخرُجُ قَرْنُ الشَّیطانِ رب کریم جس کا کرم ہر مخلوق پر ہے لیکن شیطان محروم ہے تو قرن الشیطان نور اللہ سے کیسے روشنی حاصل کر سکتا ہے، اور کیسے قائل ہو سکتا ہے۔

۵۔ چراغ کی پرواز چونکہ بلندی کی طرف ہوتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی داعی الی اللہ ہیں۔ تو اللہ رب العزت نے سراجًا منیرًا فرما کر داعی الی اللہ ہونے کا ثبوت دیا۔

قرآن کریم میں سراج سورج کو فرمایا

اور قرآن کریم میں سراج سورج کو بھی اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔

مثلاً سورۃ نوح میں ہے:

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ۱٦)

اور بنایا اللہ تعالیٰ نے سورج کو سراج یعنی روشنی دینے والا۔

سورۃ النبا میں فرمایا:

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّھَّاجًا (النبا ۱۳)

اور بنایا ہم نے چراغ روشن یعنی سورج کو۔

کتب لغت سے

السِّرَاجُ: الزّاهر بفتيلة ودهن، ويعبّر به عن كلّ مضيء، قال: وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِراجاً (نوح ۱٦)، سِراجاًوَهّاجاً(النبأ۱۳)، يعني: الشمس۔[536]

جو شے تیل اور بتی سے روشن ہونے والی ہو اس کو سراج کہتے ہیں۔اور ہر روشنی دینے والی شے پر بھی سراج استعمال کیا جاتا ہے۔(قرآن کریم کی مثال): وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِراجاً (نوح ۱٦)، سِراجاًوَهّاجاً(النبأ۱۳) یعنی سورج۔

توجب ہر روشن کرنے والی شے پر سراج بولا گیا۔تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بھی فرمان خداوندی کے سراج کے استعمال سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مضی ہونا ثابت ہو گیا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا چڑھے ہوئے سورج کے منکر پر لوگ انگشت نمائی کریں اور زبان کشائی کریں، ویسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے منکر کو قیاس کر لیا جائے۔کیونکہ سورج کو اللہ رب العزت نے سراج فرمایا تو اس کا نور مسلم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے سراج فرمایا تو نور ہونا انہیں محال معلوم ہو۔تو اس تقابل قرآنی کے نور ہونے میں تو کسر باقی نہیں باقی منکر قرآن ضرور کہلائے گا۔

سراجًا منیرًا کی شرح حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِئٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ بِشْرُ بْنُ سَهْلٍ اللَّبَّادُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنِّي عَبْدُ اللهِ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَأَبِي مُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ

---

[536] (مفردات راغب، ج ۱، ص ۲۲۹)

عَنْ ذَلِکَ أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسَى، وَرُؤْيَا أُمِّي آمِنَةَ الَّتِي رَأَتْ وَكَذَلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ يَرَيْنَ، وَأَنَّ أُمَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْهُ لَهُ نُورًا أَضَاءَتْ لَهَا قُصُورُ الشَّامِ، ثُمَّ تَلَا {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا}۔

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔[537]

عرباض ابن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا حضور فرماتے تھے میں اللہ کا بندہ ہوں، اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ اس وقت ابھی میرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھی جارہی تھی۔ اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس سے کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کا مضمون ہوں، جو انہوں نے دیکھا۔ اور اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی والدات نے میرے متعلق خواب دیکھے۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا آپ کے ولادت کے وقت کہ ان کے لئے ایک نور چمکا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶)

اے ہر وقت غیب کی خبر رکھنے والے ہم نے ضرور آپ کو حاضر بنا کر بھیجا اور ڈرانے والا اور اس کے اذن سے اللہ کی طرف بلانے والا۔ اور سورج یا چراغ روشنی کرنے والا۔

---

[537] (المستدرک، ج۲، ص۴۱۸، المکتبۃ الفاروقیۃ)

سوال: چراغ چونکہ راستہ دکھاتا ہے اس لئے چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ آپ کی ذات کا نور ہونا مراد نہیں۔

جواب: سبحان اللہ! جناب اگر چراغ کی ذات روشنی نہ ہو تو وہ دوسرے کے لئے کیسے مشعل راہ بن سکتا ہے؟ ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مشعل راہ تب ہی بن سکتے ہیں اور سراجًامنیرًا کے تب ہی مصداق بن سکتے ہیں جب آپ کی ذات نور ہو ورنہ نہیں۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہدایت صرف طلب فرمائی ہے، جیسے چراغ سے روشنی حاصل کر لی جاتی ہے۔ ایسے ہی اگر آپ ذاتی نور رکھتے تو جسمانی نور سے کسی کو روشنی والا نور بھی حاصل ہونا چاہیئے تھا۔

جواب: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسمانی نور کے ساتھ لاٹھی مس ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پاک سے لکڑی میں بھی روشنی آگئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دربار سے رات کو باہر نکلے اندھیرا سخت تھا وبید کل مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَأَضَاءَتْ عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ۔[538] اور دونوں ہاتھ میں لاٹھیاں تھیں۔ تو دونوں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی حتیٰ کہ وہ اس کی روشنی میں چلے۔ جب میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بدن پاک سے لکڑی مس کرے تو روشن ہو جائے۔ ثابت ہوا کہ لکڑی نے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تسلیم کرلیا۔ اور نور حاصل کر لیا۔ اگر انسان آپ کے نور کو تسلیم نہ کرے اور نور

---

538 (مشكاة المصابيح، ج۳، ص۱۶۷۴، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

نہ حاصل کرے تو اس کی بد قسمتی ہے۔ کیا یہاں نور محض نے نور عطا فرمایا۔ اور لاٹھی کو منور کر دیا۔ یا نور ہدایت مراد ہے۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔ آپ سے نور ہدایت اور نور ذاتی تقسیم ہو رہا ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار ثور میں تشریف لے گئے تو آپ کے پاس کون سی روشنی تھی؟ وہ محض نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بدن مبارک کے ساتھ بدن لگنے سے آپ کے بدن میں روشنی تھی، جس سے غار روشن ہو گئی۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہتے ہو؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض نہ آتا تھا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو احتلام نہ ہوتا تھا۔ آپ کا مسجدوں میں دخول عین طہارت۔

جنابت، عدم جنابت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں یکساں تھی۔[539]

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حقیقتاً نور ہیں

قرآن کریم سے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دوسری دلیل

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُبِیْنٌ (المائدۃ ۱۵)

ضرور تشریف لایا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی۔

اللہ تعالیٰ رب العزت نے اس آیۃ کریمہ میں اپنی طرف سے دو چیزوں کے آنے کا ذکر فرمایا۔ پہلے نور کا اور بعد ازاں کتاب بیان کرنے والی۔ کتاب سے مراد قرآن عظیم الشان ہے۔ اور قرآن عظیم الشان سے پہلے جسے دنیا میں تقدم حاصل ہے وہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی

---

[539] (ھدایہ، ج۳، ص ۲۹۱)

ہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے اس آیۃ کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور محض فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ آپ حقیقتاً نور ہی ہیں۔ صرف اوصاف انسانی رکھتے ہیں۔

سوال: نور سے مراد تم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیسے لے لیا؟

جواب: ہر لفظ کے مطلب کو اس کا قرینہ ثابت کرتا ہے۔ نور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مراد لینا اس کا قرینہ اس عبارت کے ما قبل موجود ہے ملاحظہ ہو:

یَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لایا۔ تاکہ جو کچھ تم چھپاتے تھے اس کو تمہارے لئے ظاہر فرمادیں اور بہت سے گناہ تمہارے معاف فرمادیتا ہے۔ ضرور تشریف لایا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی۔

تو قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ کا عطف چونکہ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا پر ہے۔ اس لئے یہ جملہ ما قبل ثابت کرتا ہے کہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ میں جو جَآءَ کا فعل ہے۔ اس کا فاعل نور ہے۔ اور لفظ نور کے تعین میں ابہام تھا۔ تو اللہ رب العزت نے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے پہلے قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا مقدم فرمادیا۔ تاکہ جو فاعل پہلے جَآءَ کا ہے وہ دوسرے فعل جَآءَ کے فاعل کا ابہام دور کردے۔ جس جملے جَآءَ پر اس کا عطف ہے۔ جب اس جَآءَ کا فاعل رَسُولُنَا ہے۔ تو دوسرے جملے مابعد والے سے بھی ثابت ہوا کہ اس جَآءَ کا فاعل جو نور ہے اس سے مراد بھی رَسُولُنَا ہے۔

سوال: یہاں نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کسی مفسر نے بھی لیا ہے، یا تمہاری اختراع ہے؟

جواب: آیئے متقدمین کی تفاسیر سے بھی تمہاری تسلی کرا دیتا ہوں۔ پھر تمہارا کام باقی رہا۔ ایمان لانا یانہ لانا۔

متقدمین مفسرین کا عقیدہ قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ کے متعلق

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ١٥) يعنى جل ثناءه لهؤلاء الذين خاطبهم من اهل الكتاب قد جاءكم اهل التوراة والانجيل من الله نور و كتاب مبين يعنى بالنور محمدا صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم الذى انار الله به الحق واظهر به الاسلام ويحق به الشرك فهو نور لمن استنار به يبين الحق۔[540]

اللہ جل شانہٗ مراد لیتا ہے جن کو اہل کتاب سے خطاب فرماتا ہے کہ ضرور آیا تمہارے پاس اہل تورات وانجیل اللہ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی۔ اللہ تعالیٰ نور سے مراد لیتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جس سے اس نے حق کو روشن فرمایا۔ اور آپ کے ساتھ ہی اسلام کو غلبہ دیا۔ اور آپ کی تشریف آوری سے ہی اسلام غالب ہوا۔ اور آپ کے سبب سے شرک مٹایا گیا۔ تو آپ نور ہیں جن کے ساتھ روشنی ہوئی، حق ظاہر ہوا۔

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ يعني محمدا صلى الله عليه وسلم إنما سماه الله نورا لأنه يهتدى به كما يهتدى بالنور في الظلام۔[541]

ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور تشریف لایا یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم شریف نور اس لئے رکھا کیونکہ آپ کے ساتھ ہدایت لی جاتی ہے۔ جیسا کہ نور کے ساتھ ہدایت پائی جاتی ہے اندھیروں میں۔

---

540 (تفسیر ابن جریر للطبری، ج ۲، ص ۹۲)

541 (تفسیر خازن، ج ۲، ص ۲۴، الناشر: دار الکتب العلمیۃ۔بیروت)

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ (المائدۃ:۱۵) یَعْنِي: مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔[542]

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ یرید بالنور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔[543]

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُبِینٌ ان المراد بالنور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وبالکتاب القران۔[544]

نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ ھُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔[545]

نور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ ھُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ای ومسمی نورًا لانہ ینور البصائر ویھدیھا للارشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔[546]

نور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ یعنی آپ کا اسم شریف نور اس لئے رکھا گیا کہ آپ بصائر کو روشن فرماتے ہیں اور ان کو ارشاد کرکے ہدایت دیتے ہیں، اور دوسری وجہ آپ کو نور کہنے کی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر حسی اور معنوی نور کا اصل ہیں۔

لہٰذا اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حقیقتًا نور ہیں۔ جس کی تائید مفسرین متقدمین نے بھی فرمادی۔ اور جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور تسلیم نہیں کرتا وہ منکر قرآن مجید ہے۔ اور منکر رسالت بھی ہے۔ کیونکہ

---

542 (معالم التنزیل، ج۴، ص۳۴)

543 (تفسیر البیضاوی، ج۲، ص۱۲۰، الناشر: دار إحیاء التراث العربي - بیروت)

544 (تفسیر کبیر، ج۳، ص۵۲۶)

545 (تفسیر جلالین، ج۲، ص۱۹۱، المکتبۃ الفاروقیۃ)

546 (تفسیر الصاوی، ج۱، ص۲۷۵)

رسالت صفت ہے، اور صفت ذات کو مستلزم ہوتی ہے۔ اور جو شخص ذات نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قائل نہیں تو رسالت کا بطریق اولیٰ منکر ثابت ہوا۔

دوستو! اب تمہارا فیصلہ تم نے خود کرنا ہے۔ اگر قرآن شریف پر ایمان لانا ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور تسلیم کر لو۔ اور اگر قرآن کریم کو پس پشت ڈالنا ہے تو اپنے جیسا بشر کہہ دو۔

بزرگان دین کا عقیدہ قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ کے متعلق

قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتابٌ مُبِينٌ ای المراد بالنور محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آلهٖ واصحابهٖ وسلم۔[547]

(وسماه) ای سمی اللّٰه نبیه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ وسلم نورا فقال قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتابٌ مُبِينٌ قیل المراد بالنور فی هذه الایة محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آلهٖ واصحابهٖ وسلم۔[548]

اس آیۃ کریمہ میں نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تیسری دلیل قرآن مجید سے

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (النور ۳۵)

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کی ہے، جس میں چراغ ہو، اور چراغ قندیل میں ہو۔ گویا کہ وہ تارا ہے چمکتا ہو۔

---

547 (شرح شفا لعلی القاری، ج ۱، ص ۵۰۵)

548 (شرح شفا لشهاب الدین خفاجی، ج ۲، ص ۴۴۸)

اس آیۃ کریمہ میں صرف نور کا ذکر ہے اور ایک نور کا ذکر نہیں بلکہ دونوروں کا ذکر ہے:

۱۔ نور محیط

۲۔ نورِ محاط

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور خداوندی کو محیط نہیں ہو سکتا۔ رب کریم کا نور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو محیط ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا (النساء ١٢٦)

اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے۔

تو یہ آیۃ کریمہ اس امر کی دلیل ہوئی کہ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے، اور مِصْبَاحٌ نور ربی ہے۔ جو آپ کے نور کو محیط ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور محاط کا بھی ذکر فرمایا، اور اپنے نور کا بھی۔

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا روشن کرنے والا ہے۔ اور ذات الٰہی بے مثل ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اس کی شان ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے اپنے نور کے سمجھانے کے لئے مَثَلُ نُورِهِ سے حلیہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ اللہ رب العزت کے اس ارشاد مَثَلُ نُورِهِ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور ثابت فرمایا جو كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ سے واضح ہے۔

سوال: مولوی صاحب کسی مفسر نے بھی اس آیۃ کے یہ معنی کیے ہیں، یا یہ تمہاری اختراع ہے؟

جواب: مفسرین متقدمین کی تفسیروں میں بھی مذکور ہے۔ اگر کہو تو تسلی کرادی جائے۔

سائل: ضرور!

جواب: سنیئے!

مَثَلُ نُورِہِ کی تفسیر مفسرین کی زبانی

حدثنا ابن حمید قال ثنا یعقوب القمی عن حفص ممن شمر قال جاء ابن عباس ابی کعب الاحبار فقال له حدثنی عن قول الله عز وجل اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الایة فقال کعب اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مثل نوره مثل محمد صلی الله تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کمشکوٰۃ الله نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔[549]

فرمان الٰہی کے متعلق حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے دریافت فرمایا تو کعب نے کہا یہ مَثَلُ نُورِہِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثال ہے۔

حدثنی علی بن الحسن الازدی قال ثنا یحییٰ بن الیمان عن اشعث بن جعفر بن المقیرہ عن سعید بن جبیر فی قوله مثل نوره قال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[550]

سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیۃ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ مَثَلُ نُورِہِ کا مطلب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

(مَثَلُ نُورِہِ) والنبي نوراً وسراجاً منیراً۔[551]

مَثَلُ نُورِہِ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں، اور سورج ہیں نور دینے والے۔

---

549 (تفسیر ابن جریر، ج۱۸، ص۹۵)

550 (تفسیر ابن جریر)

551 (تفسیر النیسابوری، ج۵، ص۱۹۴، الناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت)

أخرج عبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم وابن مردويه عن شمر بن عطية قال: جاء ابن عباس رضي الله عنهما إلى كعب الأحبار فقال: حدثني عن قول الله الله نور السماوات والأرض مثل نوره! قال: مثل نور محمد صلى الله عليه وسلم۔[552]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعب احبار کی طرف آئے اور کہا مجھے فرمایئے اَللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ (النور ۳۵) فرمان الٰہی کے متعلق۔ کعب الاحبار نے کہا مثال نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی۔

(مَثَلُ نُورِهِ) وقيل هو محمد صلّى الله عليه وسلّم۔[553]

مَثَلُ نُورِهِ کی شرح بعض نے کی ہے کہ وہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

(مَثَلُ نُورِهِ) وقال سعيد بن جبير والضحاك: هو محمد صلى الله عليه وسلم۔[554]

مَثَلُ نُورِهِ کے متعلق سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

بزرگان دین کی تفسیر مَثَلُ نُورِهِ کے متعلق

قوله تعالیٰ مَثَلُ نُورِهِ ای مثل نور محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[555]

مَثَلُ نُورِهِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال ہے۔

قال سهل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه مَثَلُ نور محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اذا كان مستودعا فی الاصلاب۔[556]

---

552 (الدرالمنثور، ج ۱۱، ص ۶۴)

553 (تفسیر الخازن، ج۳، ص ۲۹۷)

554 (معالم التنزیل، ج۹، ص ۴۱۵)

555 (شرح شفا، ج ۱، ص ۱۳۹)

556 (شرح شفالخفاجی، ج ۱، ص ۱۴۱)

سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال ہے جب آپ پشتوں میں مامون تھے۔

ان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان فی الاصلاب قبل خلق جسدہ الشریف۔[557]

بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور آباء کی پشتوں میں تھا۔ آپ کے جسم شریف کی پیدائش سے پہلے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ تمام مخلوق سے مقدم ہیں۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپ نور ہی ہیں۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چوتھی دلیل

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ۸)

یہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ اگر کفار برا منائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف دو نور بھیجے ہیں۔ ایک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور دوسرا قرآن مجید۔ دونوں کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنی نگہبانی کا ذمہ لیا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق فرمایا:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۹)

بے شک ہم نے ذکر کو یعنی قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

---

557 (شرح شفا لخفاجی، ج ۱، ص ۱۴۴)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نگہبانی کا ذمہ بھی جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَ اللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ ۶۷)

لوگوں سے آپ کو اللہ تعالیٰ بچا لے گا۔

قرآن مجید قدیم، اس کا مٹانا محال، لہٰذا اس آیۃ کریمہ میں نور اللہ سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔

سوال: اس مقام پر کسی متقدمین مفسرین نے بھی یہ معنی کئے ہیں، یا تم نے خود گھڑے ہیں؟

جواب: مفسرین کے حوالہ جات عرض کرتا ہوں۔

مفسرین کی تائید

یُرِیدُونَ لِیُطۡفِئُوا نُورَ اللّٰہِ بِأَفۡوَاھِھِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکَافِرُونَ (الصف ۸) یقول اللہ تعالیٰ ذکرہ یرید ھؤلاء القائلون محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ھذا ساحر مبین لیطفئوا نور اللہ بافواھھم یقول یریدون لیبطلوا الحق الذی بعث اللہ بہ سحر و اللہ متم نورہ یقول و اللہ معلن الحق و مظھر دینہ و ناصر محمد علیہ السلام علی من عاداہ فذالک اتمام نورہ۔[558]

یہ کفار ارادہ رکھتے ہیں تاکہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ گو کفار برا منائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کا ارشاد فرماتا ہے کہ یہ ارادہ رکھتے ہیں جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو (معاذ اللہ) صاف جادوگر کہنے والے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو زبانی زبانی بجھا دیں۔ رب کریم فرماتا ہے: یہ کفار ارادہ رکھتے ہیں تاکہ حق کو مٹا دیں زبانی جس کے ساتھ جو مبعوث فرمایا۔ اللہ

---

558 (تفسیر ابن جریر، ج ۲۸، ص ۵۳)

تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یعنی اپنی باتوں سے کہ وہ جادو گر ہے۔ اور جس چیز قرآن کریم کو لایا ہے جادو ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے اللہ تعالیٰ حق کا اعلان کرنے والا ہے۔ اور اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور محمد علیہ السلام کا مدد گار ہے ایسے شخص کے خلاف جو آپ کا دشمن ہو۔ تو یہ ہے اس کے نور کا پورا کرنا۔ اللہ رب العزت نے ان دونوں آیتوں میں ان لوگوں کا رد فرمایا جو اپنی زبانوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

۱۔ یُرِیْدُوْنَ فرمایا کہ یہ کفار ارادہ رکھتے ہیں تُرِیْدُوْنَ صیغہ خطاب سے نہیں فرمایا تاکہ ثابت ہو جائے کہ آپ کے نور کے خلاف مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ کفار کا عقیدہ ہے۔

۲۔ یُرِیْدُوْنَ فرمایا یُطْفِئُوْنَ نہیں فرمایا۔ فرمایا ان کا ارادہ ہے بجھانے کا یہ نہیں فرمایا کہ بجھاتے ہیں۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ اللہ رب العزت کے سراجًا منیرًا اور نور اللہ کو بجھانے کی کسی کو طاقت نہیں۔ منکرین کا محض اپنا ارادہ ہی ہے نور اللہ کو بجھا نہیں سکتے۔

۳۔ اس آیت سے صاف واضح ہو گیا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا زبانی منکر ہے وہ خداوند کریم کے اتمام نور کے خلاف بجھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ حامی نور نہیں تو نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زبانی انکار کرنا صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہی مخالفت نہیں۔ بلکہ اللہ رب العزت کی بھی مخالفت ہے۔

۴۔ اس فرمان خداوندی سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ زبان سے بھی اقرار کرے تو ایمان ہے اور اطاعت خداوندی ہے، ورنہ خداوند کریم کا دشمن ہے اور منکر خداوند کریم اور منکر رسول کریم ہے۔

۵۔ نُورَ اللّٰہِ آیت ربانی سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اللہ ہیں۔

٦۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے یعنی نور اللہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ عالمین میں پورا پھیلا کر ہی چھوڑے گا۔

۷۔ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُونَ سے صاف فیصلہ فرما دیا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کو برا منائے وہ جماعت کفار سے ہے۔ یہ اللہ رب العزت نے منکر نور کو حجت تمام کرنے کے بعد آخری فتویٰ کفر جڑ دیا۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پانچویں قرآنی دلیل

وَالضُّحٰی (۱) وَاللَّیْلِ إِذَا سَجٰی (الضحیٰ ۲)

قسم ہے حضور آپ کے رخ انور کی اور قسم ہے آپ کی سیاہ زلفوں کی جب لٹکی ہوئی ہوں۔

تفسیر سے ضحیٰ کی تحقیق

هَلْ أَحَدٌ مِنَ المذكرين فَسَّرَ الضُّحٰی بِوَجْهِ مُحَمَّدٍ وَاللَّيْلَ بِشَعْرِهِ؟ وَالْجَوَابُ: نعم ولا اسْتِبْعَادَ فِيهِ۔[559]

کیا ذکر کرنے والوں سے کسی نے ضحیٰ کی تفسیر رخ انور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کی ہے۔ اور لیل سے مراد آپ کے بال مبارک کی تفسیر کی ہے؟

الجواب: ہاں اس میں کوئی بعد نہیں۔

---

[559] (التفسير الكبير، ج ۳۱، ص ۱۹۱، دار إحياء التراث العربي- بيروت)

لا استبعاد فیما یذکرہ الواعظ من تشبیہ وجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالضحی وشعرہ باللیل۔[560]

بعید نہیں ہے اس بات میں کہ اس کو ذکر کرتا ہے واعظ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رُخِ انور کی تشبیہ ضحیٰ کے ساتھ دیتا ہے۔اور آپ کے بال مبارک کو واللیل سے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رُخِ انور کو ضحیٰ فرمایااور ضحیٰ سورج کو مستلزم ہے۔رب العزت کے ضحیٰ فرمانے سے آپ کے سورج ہونے کی توثیق ہو گئی۔اور ضحیٰ سورج کے پورے طلوع کے وقت ہوتا ہے،اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو رخِ انور کو اللہ رب العزت نے ضحیٰ فرما کر آپ کے حقیقتاً نور ہونے کا ثبوت دے دیا۔اب جن کو آپ کے انوار کی تجلیات کی کرنیں پہنچتی ہیں وہ آپ کے نور ہونے کے قائل ہیں،دن کی روشنی کو نہ دیکھنے والا جیسا کہ سورج کی روشنی سے محروم ہے ایسے ہی منکر نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کے نور سے محروم ہے۔وما علینا الا البلاغ المبین۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چھٹی قرآنی دلیل

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (التوبۃ ۳۲)

لوگ ارادہ رکھتے ہیں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں زبانی زبانی،اور مخالف ہے اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کے، مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا ہی کرے گا گو کفار برا ہی منائیں۔

اس آیۃ کریمہ میں اللہ رب العزت نے پانچ ارشادات کی وضاحت فرمائی:

ا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ فرمایا۔

---

[560] (تفسیر نیسابوری،ج۶،ص ۵۱۵،الناشر:دار الکتب العلمیہ-بیروت)

۲۔ جو آپ کے نور اللہ ہونے کے منکرین ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مخالف ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ساری مخلوق میں پھیلا کر ہی رہے گا۔

۴۔ زبانی انکار نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بجھا نہیں سکتا۔

۵۔ جو نور اللہ یعنی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تسلیم کرنے سے کراہیت کرتے ہیں ان پر اللہ رب العزت نے فتویٰ کفر ثبت فرمایا۔

ثابت ہوا پہلے کفار نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بجھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کا مخالف ہوا، اور منکرین نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مقابلہ فرماتے ہوئے آپ کی بشریت کو نہیں نوازا۔ بلکہ آپ کی نورانیت کو ساری مخلوق میں پھیلانے کا دعویٰ فرمادیا کہ تم میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو بجھانے کا ارادہ رکھتے ہو تو خداوند تعالیٰ ساری مخلوق میں پورا کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔

اے ایمان والو! اب تم خود سوچو کہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بجھانے والے کامیاب ہوئے یا اللہ رب العزت نے اپنے نور کو پورا فرمایا اور دنیا میں نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایسا چمکا یا کہ اب کئی حاسدین جلتے ہیں۔ اور اس کی ابتداء کا سباق هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى (التوبۃ۳۳) ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان فرماتے ہوئے يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ کفار کے ارادوں کو ظاہر فرمایا۔ اور ان کے مقابلے میں اپنی مخالفت کا اظہار فرما کے رَسُولَهُ کے متعلق بھی تقابل خداوندی و کفار رَسُولَهُ کی حقیقت کا اظہار نور اللہ سے بیان فرمایا۔ اور دلیل فرمائی کہ رَسُولَهُ کا بجھانا محال ہے۔ کیونکہ نور اللہ کا اطفاء کفار سے محال ہے۔

ظاہر نص سے جب آیۃ خداوندی کے معنی سیاق و سباق کلام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اللہ ثابت ہوگئے۔ اب مفسرین کی زبانی تسلی کرلیجیے۔

نُوْرَ اللّٰہِ مفسرین کی زبانی

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نورَ اللهِ (التوبة ۳۲) أخرج ابن أبي حاتم عن الضحاك رضي الله عنه في قوله يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نورَ اللهِ (التوبة ۳۲) يقول: يريدون أن يهلك محمد صلى الله عليه وسلم۔[561]

ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ فرمان خداوندی يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ (التوبة ۳۲) کے متعلق فرماتے تھے کہ کفار ارادہ رکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ہلاک کردیں۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (التوبة ۳۲) مثل حالهم في طلبهم أن يبطلوا نبوة محمد صلى الله عليه وسلّم بالتكذيب بحال من يريد أن ينفخ في نور عظيم منبث في الآفاق، يريد الله أن يزيده يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا۔[562]

نور اللہ کی شرح میں کفار کی حالت کی مثال ان کے ارادوں کے متعلق یہ کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نبوت کو جھٹلا کر مٹادیں۔ اس شخص کی حالت کے ساتھ جو ارادہ کرتا ہے یہ کہ ایسے نورِ عظیم میں پھونک ماری جائے۔ جو تمام آفاق میں مثبت ہے اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اس نورِ عظیم کو بڑھائے۔

---

561 (الدر المنثور، ج۴، ص ۱۷۵، الناشر: دار الفكر - بيروت)

562 (تفسير النسفي، ج۲، ص ۹۴، تفسير كشاف، ج۲، ص ۱۴۹)

اس قرآنی تفسیر سے ثابت ہوا نور اللہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نبوت ہے اور کفار اس نورِ عظیم میں پھونک کر بجھانا چاہتے ہیں۔ جب نبوت نور ہے تو جس وجود میں نور ساری ہے وہ ضروری ہے کہ وجود نوری ہے۔ هَدَاكُمُ اللهُ۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ساتویں دلیل

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى (النجم ۱)

قسم ہے ستارے کی جب چڑھ کر اتر آئے۔

نجم روشن ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چونکہ نور ہیں۔ اسی لئے آپ کی ذات نجمی حقیقت والی کی اللہ رب العزت نے قسم کھائی۔ یہ آیت میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کی ساتویں قرآنی دلیل ہے۔

تفاسیر سے

النجم هو محمد (صلى الله عليه وسلم)۔[563]

ستارہ وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

وقال جعفر الصادق: يعني محمدًا صلى الله عليه وسلم۔[564]

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نجم سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

النجم هو محمد (صلى الله عليه وسلم)۔[565]

---

[563] (تفسیر الخازن، ج۶، ص۲۵۵، دار النشر: دار الفکر - بیروت/لبنان)
[564] (معالم التنزیل، ج۱۳، ص۲۲۲)
[565] (تفسیر الصاوی، ج۴، ص۱۳۵)

وَ النَّجمِ إِذَا هَوَى اَقْسَمُ بِالنَّفْسِ الْمُحَمَّدِيَّةِ۔[566]

قسم کھاتا ہوں میں نفس محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی۔

نجم کے معنی ستارے کے اور رب کریم نے نجم سے مراد نفس محمدیہ لیا تو آیۃ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ ستارہ نوری ہوتا ہے۔ تو آپ بھی نوری ہیں۔ تو اللہ رب العزت نے نجم فرمایا، اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو النجم کا خطاب نہ فرماتا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو النجم کا خطاب فرما کر آپ کے نور ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

انعام یک صد روپیہ

اس شخص کو دیا جائے گا جو کسی شخص کے متعلق حتیٰ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو یا ملائکہ کو ہی اللہ تعالیٰ نے سراجًا منیرًا یا نجم یا نور اللہ یا ضحیٰ یا قمر کے خطاب سے نوازا ہو۔ اگر نہیں تو توبہ کرو۔ اور ساری مخلوق سے میرے پیارے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور و منور تسلیم کر لو۔

حافظ محمد لکھنوی کی شہادت

جعفر صادق کہے مراد محمد نجموں آیا

جاں شب معراج اسمانوں لتھا طرف زمین سدھایا

ا۔ اُتِی بِالْبُرَاقِ براق لایا گیا کہ یہ بھی وہمی براق تھا یا حقیقی؟ اگر وہمی تھا تو قصہ ہی ختم ہو گیا۔ اگر حقیقی تھا تو کیا روح کے لئے براق لیا گیا؟

---

[566] (تفسیر محی الدین ابن العربی، ص ۱۳۷)

۲۔ خواب میں اللہ رب العزت القا کرتا تھا یا جبریل؟ اور جبریل دو ہیں یا ایک؟ اگر ایک ہے تو بمع جسم تشریف لے گئے۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آٹھویں قرآنی دلیل

لَاأُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۱۶) وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (۱۷) وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (۱۸) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (الإنشقاق ۱۹)

قسم کھاتا ہوں میں سرخی کی اور قسم کھاتا ہوں رات کی۔ اور وہ جو جمع کیا اس نے اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہوا ضرور آپ چڑھیں گے آسمان پر یکے بعد دیگرے۔

ذَلِکَ بِشَارَةٌ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصُعُودِهِ إِلَى السَّمَاءِ لِمُشَاهَدَةِ مَلَكُوتِهَا، وَإِجْلَالِ الْمَلَائِكَةِ إِيَّاهُ فِيهَا، وَالْمَعْنَى لَتَرْكَبُنَّ يَا محمد السموات طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ، وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: سَبْعَ سَماواتٍ طِباقاً (الْمُلْکِ: ۳) وَقَدْفَعَلَ اللّٰہُ ذَلِکَ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ، وَهَذَا الْوَجْهُ مَرْوِيٌّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ۔[567]

اس آیۃ کریمہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشارت ہے آپ کے آسمانوں کی طرف چڑھ کر آسمانوں کے ملکوں کو مشاہدے کے لئے۔ اور فرشتوں کی جلالیت آپ کو دکھانے کے لئے۔ اور معنی اس آیۃ کے یہ ہوئے کہ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ ضرور چڑھو گے آسمانوں کو ایک ایک کر کے طبقے طبقے، اور طبقوں سے آسمانوں کو مراد لینے کی دلیل رب العزت کا فرمان ہے: سَبْعَ سَماواتٍ طِباقاً (الْمُلْکِ: ۳) اور اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کا آسمانوں کو چڑھنا معراج کی رات ثابت فرمایا۔ اور یہ وجہ حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

---

[567] (تفسیر کبیر، ج ۳۱، ص ۱۰۳، الناشر: دار إحياء التراث العربي- بيروت)

قَالَ أَبُو دَاوُد الطَّيَالِسِيّ وَغُنْدَر حَدَّثَنَا شُعْبَة عَنْ أَبِي بِشْر عَنْ سَعِيد بْن جُبَيْر عَنْ اِبْن عَبَّاس "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَق" قَالَ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُؤَيِّد هَذَا الْمَعْنَى قِرَاءَة عُمَر وَابْن مَسْعُود وَابْن عَبَّاس وَعَامَّة أَهْل مَكَّة وَالْكُوفَة لَتَرْكَبَن بِفَتْحِ التَّاء وَالْبَاء . وَقَالَ اِبْن أَبِي حَاتِم حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيد الْأَشَجّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَة عَنْ إِسْمَاعِيل عَنْ الشَّعْبِيّ "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَق" قَالَ لَتَرْكَبُنَّ يَا مُحَمَّد سَمَاء بَعْد سَمَاء. وَهَكَذَا رُوِيَ عَنْ اِبْن مَسْعُود وَمَسْرُوق وَأَبِي الْعَالِيَة"۔[568]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَق کے متعلق فرمایا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت میں مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور ان معنی کی تائید ہوتی ہے عمرو بن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عام اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قرات سے اور تاء کی فتح سے اور شعبی سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم ضرور چڑھو گے یکے بعد دیگرے تمام آسمانوں پر اور اسی طرح ابن مسعود اور مسروق اور ابوالعالیۃ سے مروی ہے۔

حدثنا بشر ثنا يزيد قال ثنا سعيد عن قتادة قال قال الحسن وابو العالية لتركبن يعني محمدًا صلى الله تعالیٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم طبقًا عن طبق السمٰوٰت۔[569]

حسن اور ابوالعالیۃ نے کہا لَتَرْكَبُنَّ یعنی ضرور آپ چڑھیں گے۔ اس سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے مراد تمام آسمان ہیں۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ تمام آسمانوں پر ضرور چڑھیں گے۔

حدثنا ابن حميد قال ثنا مهران عن سفيان عن جابر عن ابی الضحیٰ عن مسروق لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ قَالَ انت يا محمد سماء عن سماء۔[570]

---

568 (تفسیر ابن کثیر، ج ۱۴، ص ۲۹۸، دار النشر: مؤسسة قرطبة)
569 (تفسیر ابن جریر، ج ۳۰، ص ۶۸)
570 (تفسیر ابن جریر، ج ۳۰، ص ۶۸)

مسروق سے روایت ہے کہ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف یکے بعد دیگرے سب پر ضرور چڑھیں گے۔

والمعنى لتركبن يا محمد {طبقاً عن طبق} يعني سماء بعد سماء وقد فعل الله ذلك معه ليلة أسري به، فأصعده سماء بعد سماء۔[571]

اور معنی لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے مراد ہیں، کہ یکے بعد دیگرے آسمانوں پر آپ ضرور چڑھیں گے۔ اور آپ کے ساتھ رب کریم نے معراج کی رات ایسے ہی کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یکے بعد دیگرے آسمانوں پر چڑھایا۔

وأخرج الطيالسي وعبد بن حميد وابن أبي حاتم والطبراني عن ابن عباس (لتركبن طبقا عن طبق) قال: يا محمد السماء طبقا بعد طبق۔[572]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یکے بعد دیگرے تمام آسمانوں پر ضرور چڑھیں گے۔

وأخرج عبد بن حميد وابن المنذر والحاكم في الكنى وابن منده في غرائب شعبة وابن مردويه والطبراني عن ابن مسعود أنه قرأ (لتركبن طبقا عن طبق) قال: لتركبن بالنصب يا محمد سماء بعد سماء۔[573]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے لَتَرْكَبُنَّ نصب کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ ضرور یکے بعد دیگرے تمام آسمانوں پر چڑھیں گے۔

---

[571] (تفسیر خازن، ج٦، ص١٨٨)
[572] (تفسیر درمنثور، ج٨، ص٤٥٩، الناشر: دار الفكر - بيروت)
[573] (تفسیر درمنثور، ج٨، ص٤٥٩)

يُقَال لتر كبن يَا مُحَمَّد لتصعدن طبقًا عَن طبق يَقُول من سَمَاء إِلَى سَمَاء لَيْلَة الْمِعْرَاج۔[574]
کہا گیا ہے یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ضرور چڑھیں گے آپ طبقے طبقے ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف معراج کی رات۔

لَتَرْكَبُنَّ آپ کے آسمانوں کے چڑھنے کے واقعہ کو بیان کرنا اور اس کے پہلے شفق اور لیل اور وسق اور قمر کے پورے ہونے کی قسمیں کھانا ثابت کر رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صعود الی السماء کے وقت بالشفق سے سرخی کی قسم کھانا یہ سرخی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رُخِ انور کی ہے۔ اور لیل سے آپ کی زلف عنبریں مراد ہیں۔ اور ما وسق سے آپ کا ان کو اکٹھے کر کے پچھلی طرف کنگھی کر کے اکٹھا کرنا مراد ہے، اور قمر سے رُخِ انور مراد ہے۔ جب آپ کی زلف لیلیٰ رُخِ انور سے پیچھے ہٹیں تو رُخِ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکا۔ مطلب یہ ہوا اللہ رب العزت فرماتا ہے قسم کھاتا ہوں میں آپ کے رُخِ انور کی سرخی کی اور قسم کھاتا ہوں میں آپ کی زلف لیلیٰ کی اور قسم ہے اس ادا کی جب آپ نے زلفوں کو کنگھی سے رُخِ انور سے پیچھے ہٹا کر اکٹھا کیا۔ اور بعد ازاں قسم ہے پورے رُخِ انور کی جو چاند کی چودھویں کی طرح نمودار ہوا۔ آپ آسمانوں کو یکے بعد دیگرے ضرور چڑھیں گے۔ تو وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ سے آپ کے رُخِ انور کو قمر فرمانا یہ بھی آپ کے نوری ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

نویں قرآنی دلیل

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (۱) وَمَا أَدْرَاکَ مَا الطَّارِقُ (۲) النَّجْمُ الثَّاقِبُ (الطارق ۳)
قسم ہے آسمان کی اور چمکنے والے کی، اور کس نے آپ کو پایا کہ طارق کسے کہتے ہیں، طارق چمکنے والے ستارے کو کہتے ہیں۔

574 (تنوير المقياس من تفسير ابن عباس، ج ۱، ص ۵۰۶، الناشر: دار الكتب العلمية – لبنان)

ان النجم ھھنا ایضًا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[575]

اللہ تعالیٰ نے نجم سے مراد یہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو لیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مقدسہ کو رب کریم کا نجم سے یاد فرمانا یہ بھی آپ کے پورے وجود مبارک ہونے کی یقینی دلیل ہے۔

نور مصطفیٰ کی دسویں قرآنی دلیل

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى (٨) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (النجم ٩)

پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قریب ہوئے تو رب کریم نے استقبال کیا تو ہو گئے دو کمانوں کے گوشے کی مقدار یا اس سے بھی قریب۔

معراج جسمانی اور ملاقاتِ خداوندی کا ثبوت

ابن قیم کا فیصلہ

ثُمّ عُرِجَ بِهِ إِلَى فَوْقِ السّمَوَاتِ بِجَسَدِهِ وَرُوحِهِ إِلَى اللّهِ عَزّ وَجَلّ فَخَاطَبَهُ وَفَرَضَ عَلَيْهِ الصّلَوَاتِ وَكَانَ ذَلِکَ مَرّةً وَاحِدَةً هَذَا أَصَحّ الْأَقْوَالِ۔[576]

حافظ محمد صاحب لکھوی کا فیصلہ

پر اکثر کہن جو وچہ بیداری جُثے نال سدھائے اینویں بہت صحیح حدیثاں متواتر بھی لیائے۔[577]

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ (الإسراء ١)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔

---

575 (نسیم الریاض)

576 (زادالمعاد، ج ۱، ص ۹۴)

577 (تفسیر محمدی، ج ۴، ص ۳)

لفظ **عبدہٗ** سے صاف ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم روح بمع جسم تشریف لے گئے۔ کیونکہ لفظ **عبد** روح بمعہ جسم پر بولا جاتا ہے۔

اور سورۃ النجم میں بھی **أَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى (النجم ۱۰)** میں **إِلَى عَبْدِهِ** فرمایا تاکہ آسمانوں کے اوپر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تشریف لے جانا روح بمعہ جسمیت ثابت ہو جائے۔

فَعَلَابِهِإِلَى الْجَبَّارِ۔[578]

تو اوپر لے گئے جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جبار کی طرف۔

واعلم أن الأكثرين من علماء الإسلام اتفقوا على أنه أسري بجسد رسول الله صلى الله عليه وسلم، والأقلون على أنه ما أسرى إلا بروحه۔[579]

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اکثر علمائے اسلام متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جسم کے ساتھ سیر کرائی گئی اور قلیل اس بات پر ہیں کہ صرف آپ کی روح کو سیر کرائی گئی۔

جسم اطہر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عرش معلیٰ تک سیر کرنا رب کریم کو سیر کرانا یہ بھی آپ کے وجود نوری ہونے کی دلیلِ یقینی ہے۔

---

578 (صحيح البخارى، ج۲۳، ص۳۸، المكتبة الفاروقية)
579 (تفسير النيسابورى، ج۵، ص۸۰)

حدثنا ابن حمید قال ثنا مھران عن ابی جعفر عن الربیع ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلیٰ قال ھو جبریل علیه السلام و قال آخرون بل معنی ذلک ثم دنا الرب من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم فَتَدَلیٰ۔ [580]

ربیع سے روایت ہے فرمان الٰہی ثُمَّ دَنَا پھر قریب ہوئے آپ تو اس نے نزول فرمایا کہا کہ وہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے بلکہ اس کے معنیٰ ہیں ثُمَّ دَنَی الرَّبُّ مِنْ مُّحَمَّدٍ پھر رب کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قریب ہوا۔ فَتَدَلیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے نزول فرمایا۔

حدثنا احمد بن عیسیٰ التمیمی قال ثنا سلیمان بن عمرو یسار قال ثنا ابی عن سعید بن زوبی عن عمرو بن سلیمان عن عطاء عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم رأیت ربی فی احسن صورةٍ فقال لی یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت لا یا رب فوضع یده بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السماء والارض۔ [581]

حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میں نے اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ تو مجھے فرمایا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیا تو جانتا ہے کس چیز میں ملائکہ جھگڑا کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا نہیں اے رب میرے۔ تو رب العزت نے اپنا دست مبارک میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا۔ تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو جو شئ آسمانوں اور زمینوں میں تھی مجھے معلوم ہو گئی۔

---

580 (تفسیر ابن جریر، ج ۲۷، ص ۲۴)

581 (تفسیر ابن جریر، ج ۲۷، ص ۲۴)

گیارہویں قرآنی دلیل

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا رب کریم کو آنکھوں سے دیکھنا اور قریب ہونا

حدثنا مهران عن سفيان عن ابی اسحٰق عمن سمع ابن عباس يقول ما كذب الفؤاد ما رای قال رای محمد ربهٗ۔[582]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے تھے فرمان الٰہی مَا كَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَاٰی کا مطلب ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

حدثنا سعيد بن يحيیٰ قال ثنا ابی قال ثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابن عباس فی قول الله وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (١٣) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى (النجم ١٤) قال دنیٰ ربهٗ فتدلی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (٩) فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى (النجم ١٠) قال قال ابن عباس قد راٰه النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم۔[583]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمان الٰہی وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (النجم ١٣) سے تا فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى (النجم ١٠) فرمایا حضرت ابن عباس نے ضرور دیکھا رب کریم کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے۔

والمحققون على أنها أنوار الله تعالى تجلى للسدرة كما تجلى للجبل لكن السدرة كانت أقوى من الجبل ، ومحمد صلى الله عليه وسلم كان أثبت من موسى فلم تضطرب الشجرة ولم يصعق محمد صلى الله عليه وسلم۔[584]

---

582 (تفسیر ابن جریر، ج۲۷، ص۲۶)

583 (تفسیر ابن جریر، ج۲۷، ص۲۶)

584 (تفسیر النیسابوری، ج۷، ص۷۸)

اور تمام محققین کا عقیدہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر اللہ تعالیٰ کے انوار روشن ہوئے۔ جیسا کہ کوہ طور پر روشن ہوئے۔ لیکن سدرہ کوہ طور سے زیادہ قوی تھا۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ثابت قدم رہے۔ اور سدرہ بھی بے قرار نہ ہوا۔ اور نہ ہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بے ہوش ہوئے۔

وذهب بعضهم إلى أن اللام للجنس أي ما زاغ بصره أصلاً في ذلك الموضع هيبة وإجلالاً۔[585]

بعض اس طرف گئے ہیں کہ لام جنس کے لئے ہے۔ یعنی اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آنکھ ہیبت اور رعب خداوندی سے بالکل نہیں مڑی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خداوند کریم کو آنکھوں سے دیکھا

سُبۡحَانَ الَّذِي أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِ (الإسراء ١)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔

اس آیۃ کریمہ صراحۃ النص سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیر کرائی۔ جب خداوند کریم نے آپ کو سیر کرائی تو زیادہ لازمی ہے کہ خداوند کریم نے آپ کو اپنی زیارت بھی کرائی۔

ثم علا به فيما لا يعلم أحد إلا الله تعالى، حتى جاء به سدرة المنتهى، ودنا الجبار تبارك وتعالى فتدلى، حتى كان منه قاب قوسين أو أدنى، فأوحى إليه ما شاء۔[586]

جبریل علیہ السلام پھر آپ کو بلندی پر لائے آپ نے فرمایا اس مقام پر جو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ لایا آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کے قریب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نزول فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ دو کمانوں کے گوشے کی

---

585 (تفسیر النیسابوری، ج۷، ص۸۷)

586 (الاسماء والصفات للبیهقی، ج۲، ص۳۵۵، الناشر: مكتبة السوادي، جدة - المملكة العربية السعودية)

مقدار رب العزت کے قریب ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ تو اللہ رب العزت نے آپ کی طرف جو چاہا وحی کی۔

قال ابن عباس رضي الله عنهما: قدر آه النبي صلى الله عليه وسلم۔[587]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دیکھا۔

حدثنا محمد بن عمرو بن نبهان بن صفوان البصري الثقفي حدثنا يحيى بن كثير العنبري أبو غسان حدثنا سلم بن جعفر عن الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه قلت أليس الله يقول (لا تدركه الأبصار وهو يدرک الأبصار) قال ويحک ذاک إذا تجلى بنوره الذي هو نوره وقد رای محمد ربه مرتين هذا حديث حسن غريب وهو يدرک الابصار۔[588]

فرمایا افسوس ہے تجھ پر اس کو تو نہیں سمجھا جب اس کا نور روشن ہوا تو وہ نور خداوندی ہی تو تھا۔ اور ضرور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدثنا سعيد بن يحيى بن سعيد الأموي حدثنا أبي حدثنا محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن ابن عباس في قول الله (ولقد رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى) (فأوحى إلى عبده ما أوحى) (فكان قاب قوسين أو أدنى) قال ابن عباس قد رآه النبي صلى الله عليه وسلم قال أبو عيسى هذا حديث حسن۔[589]

---

587 (الاسماء والصفات للبيهقى، ج ۲، ص ۳۰۶، الناشر: مكتبة السوادي، جدة - المملكة العربية السعودية)

588 (سنن الترمذى، ج ۷، ص ۲۷۹)

589 (سنن الترمذى، ج ۷، ص ۲۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (١٣) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى (النجم ١٤) فرمان الٰہی کے متعلق تو حضرت ابن عباس نے فرمایا ضرور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے رب کریم کو دیکھا۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیدارِ الٰہی ہوا۔ اور آپ نے خداوند کریم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ثُمَّ عَلَا بِهِ فَوْقَ ذَلِکَ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللهُ حَتَّى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ فَتَدَلَّى حَتَّى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى اللهُ فِيمَا أَوْحَى۔[590]

پھر لے گیا وہ آپ کو اس کے اوپر اس مقام کے جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ آ گیا۔ اور آپ جبار رب العزت کے قریب ہو گئے۔ پھر نزول فرمایا حتیٰ کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے دو کمانوں کے گوشوں کے قریب ہو گئے۔ یا اس سے بھی قریب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی، جو وحی کی گئی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي و حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّکَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُورًا۔[591]

عبد اللہ بن شقیق سے روایت ہے فرمایا میں نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے ایک سوال کرتا۔ تو ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کس چیز کے متعلق تو سوال کرتا؟ تو اس نے کہا میں آپ سے سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے

---

[590] (صحیح البخاری، ج ٢٣، ص ٣٨، المکتبۃ الفاروقیۃ)

[591] (صحیح مسلم، ج ١، ص ٤١٧، المکتبۃ الفاروقیۃ)

رب کو دیکھا ہے؟ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا میں نے نور کو دیکھا ہے۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بھی ثابت ہوا کہ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے رب کریم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

وأخرج ابن أبي حاتم والطبراني وابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله (ثم دنا فتدلى) قال: هو محمد صلى الله عليه وسلم دنا فتدلى إلى ربه عز وجل۔[592]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے دَنیٰ فَتَدَلیّٰ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ آپ قریب ہوئے تو اپنے رب کی طرف نزول فرمایا۔

قرب خداوندی سے جبریل علیہ السلام کا عاجز رہنا اور میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اقرب ہونا

وذلک أن جبرائيل تخلف عنه في مقام لو دنوت أنملة لاحترقت ثم عاد النبي صلى الله عليه وسلم إليه۔[593]

اور اس کا بیان یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پیچھے رہ گئے اس مقام سے کہ اگر میں ایک پورا بھی آگے قریب ہو جاؤں تو میں جل جاؤں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دربارِ خداوندی سے جبریل کی طرف واپس لوٹے۔

فعند ذلک تاخّر جبريل فقال له اهنا يفارق الخليل خليله فقال له هذا مكانى فلو فارقته لاحترقت من النور اى ذهب نورى وتلاشيت لشدة الانوار وظهورها قال رسول الله صلى الله

[592] (تفسیر درمنثور، ج۷، ص ۶۴۵، الناشر: دارالفکر - بیروت)
[593] (تفسیر النیسابوری، ج۷، ص۷۷)

تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم فخاطبنی ربی ورایته بعینی بصری واوحی الی عبده ما اوحی۔[594]

تو اس مقام پر جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ تو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ کیا اس مقام پر دوست اپنے دوست سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ میرا مقام ہے اگر میں اس مقام کو چھوڑ کر اوپر بڑھ جاؤں تو نور خداوندی سے جل جاؤں یعنی میرا نور چلا جائے۔ اس کے شدتِ انوار اور اس کے ظہور سے تو میرا رب کریم مجھ سے مخاطب ہوا اور میں نے رب کریم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور رب کریم نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کی۔

وأخرج ابن جرير وابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله (ثم دنا) قال دنا ربه (فتدلى)۔[595]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمان الٰہی ثُمَّ دَنیٰ کے متعلق تو آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے رب کے قریب ہوئے تو اس نے نزول فرمایا۔

وأخرج الطبراني في السنة والحكيم عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت النور الأعظم۔[596]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کہ میں نے نور اعظم کو دیکھا۔

وأخرج ابن مردويه عن أنس رضي الله عنه قال: رأى محمد ربه۔[597]

---

[594] (تفسیر صاوی، ج ۲، ص ۳۳۸)
[595] (تفسیر درمنثور، ج ۷، ص ۶۴۵، الناشر: دار الفکر - بیروت)
[596] (تفسیر درمنثور، ج ۷، ص ۶۴۶، الناشر: دار الفکر - بیروت)
[597] (تفسیر درمنثور، ج ۷، ص ۶۴۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى ربه بعينه۔ [598]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

وأخرج الطبراني وابن مردويه عن ابن عباس قال: إن محمدا رأى ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده۔ [599]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے اور ایک دفعہ اپنے دل کی آنکھوں سے۔

وأخرج الترمذي وحسنه والطبراني وابن مردويه والبيهقي في الأسماء والصفات عن ابن عباس في قوله الله (ولقد رآه نزلة أخرى) قال ابن عباس: قد رأى النبي صلى الله عليه وسلم ربه عز وجل۔ [600]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمان الٰہی **ولقد رآه نزلة أخرى** کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ضرور دیکھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو۔

---

598 (تفسیر درمنثور، ج۷، ص۶۴۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)
599 (تفسیر درمنثور، ج۷، ص۶۴۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)
600 (تفسیر درمنثور، ج۷، ص۶۴۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)

وأخرج النسائي والحاكم وصححه وابن مردويه عن ابن عباس قال: أتعجبون أن تكون الخلة لإبراهيم والكلام لموسى والرؤية لمحمد صلى الله عليه وسلم۔[601]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رب کریم کی دوستی ہو، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہو، اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیدار ہو۔

وأخرج ابن جرير عن عكرمة قال: رأى محمد صلى الله عليه وسلم ربه۔[602]

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

فقال موسى: رب لم أظن أن يرفع علي أحد, ثم علا به فوق ذلک بما لا يعلمه إلا الله حتى جاء سدرة المنتهى, ودنا الجبار رب العزة فتدلى فكان منه قاب قوسين أو أدنى فأوحى الله فيما أوحى إليه خمسين صلاة على أمتک كل يوم وليلة, ثم هبط حتى بلغ موسى فاحتبسه موسى فقال: يا محمد ماذا عهد إليک ربک قال عهد إلي خمسين صلاة كل يوم وليلة قال: إن أمتک لا تستطيع ذلک فارجع فليخفف عنک ربک وعنهم فالتفت النبي (صلى الله عليه وسلم) إلى جبريل كأنه يستشيره في ذلک فأشار إليه جبريل أن نعم إن شئت فعلا به إلى الجبار تعالى۔[603]

تو فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب میرے میرا خیال تھا کہ مجھ پر کوئی بلند نہیں کیا جائے گا، پھر آپ اس سے بھی زیادہ بلند ہوئے، جو اللہ تعالیٰ کے سوا اس مقام کو کوئی نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ سدرۃ المنتہٰی پر تشریف لائے۔ اور جبار کے قریب ہوئے پھر اللہ رب العزت نے

601 (تفسیر درمنثور، ج۷، ص۶۴۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)
602 (تفسیر درمنثور، ج۷، ص۶۴۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)
603 (تفسیر الخازن، ج۴، ص۲۱۳، دار النشر: دار الفکر - بیروت/لبنان)

نزول فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ رب العزت سے دو کمانوں کے گوشوں کے برابر قریب ہوئے، یا اس سے زیادہ قریب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی۔ اس وحی سے ایک مسئلہ آپ کی امت پر پچاس نمازوں کا ہے۔ ایک دن رات میں، پھر آپ واپس تشریف لائے۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو روکا۔ پھر کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کے رب نے آپ سے کیا عہد وپیماں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ایک دن رات میں پچاس نمازوں کا وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ واپس تشریف لے جایئے اور اپنے رب سے اپنے اور اپنی امت کے بوجھ کو ہلکا کرا لیجیۓ۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف توجہ فرمائی۔ گویا کہ اس سے اس میں مشورہ لیتے ہیں، تو جبریل علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ ہاں اگر آپ کا ارادہ ہو! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رب کریم کی طرف بلند ہوئے۔

ان تمام حوالہ جات سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خداوند کریم کی طرف جانا ثابت ہوا۔ اور آپ کا خداوند کریم کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا ثابت ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا جو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بیّن دلیل ہے

لم يكن له -صلى الله عليه وسلم- ظلّ في شمس ولا قمر"؛ لأنه كان نورًا، كما قال ابن سبع، وقال رزين: الغلبة أنواره، قيل: وحكمة ذلك صيانته عن أن يطأ كافر على ظله، وإطلاق الظل على القمر مجاز؛ لأنه إنما يقال له ظلمة القمر ونوره، وفي المختار: ظل الليل سواده، وهو استعارة؛ لأن الظل حقيقة ضوء شعاع الشمس دون السواد، فإذا لم يكن ضوء فهو ظلمة

لا ظلّ، "رواه الترمذي الحكيم عن ذكوان"، أبي صالح السمان، الزيات المدني، أو أبي عمر، والمدني مولى عائشة، وكلّ منهما ثقة من التابعين، فهو مرسل, لكن روى ابن المبارك وابن الجوزي، عن ابن عباس: لم يكن للنبي -صلى الله عليه وسلم- ظل، ولم يقم مع الشمس قط إلا غلب ضوؤه ضوء الشمس، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوء السراج، "وقال ابن سبع: كان -صلى الله عليه وسلم- نورًا، فكان إذا مشى في الشمس أو القمر لا يظهر له ظل"؛ لأن النور لا ظلّ له، "قال غيره: ويشهد له قوله -صلى الله عليه وسلم- في دعائه" لما سأل الله تعالى أن يجعل في جميع أعضائه وجهاته نورًا. ختم بقوله: "واجعلني نورًا"، أي: والنور لا ظل له، وبه يتمّ الاستشهاد۔ [604]

سورج اور چاند کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اس لئے کہ آپ نور تھے۔ جیسا کہ ابن سبع نے کہا ہے، اور زرین نے کہا آپ کے انوار کے غلبہ کی وجہ سے سایہ نہ تھا۔ بعضوں نے کہا ہے اور حکمت اس کی یہ ہے آپ کو بچانے کے لئے اس امر سے کہ آپ کا سایہ کافر نہ لتھڑے، اور سائے کا اطلاق چاند پر مجازًا ہے۔ کیونکہ چاند کے سائے کو چاند کی ظلمت کہا جاتا ہے۔ اور اس کی روشنی کا اس کا نور کہا جاتا ہے۔ اور مختار مذہب میں ہے رات کا سایہ اس کے اندھیرے کو کہا جاتا ہے، اور وہ استعارہ ہے۔ اس لئے کہ لفظ ظل حقیقتًا سورج کی شعاعوں کی روشنی کو کہا جاتا ہے، نہ سواد کو۔ تو جب ضوء ہے ہی نہیں تو وہ ظلمت ہے نہ ظل۔ (اس کو حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا ہے) ابو صالح السمان الزیات المدنی یا ابو عمرو المدنی غلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور وہ دونوں پکے ثقات تابعین سے ہیں۔ تو وہ مرسل ہوئی لیکن ابن مبارک اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اور ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ آپ سورج کی روشنی میں کھڑے ہوں تو

---

[604] (شرح الزرقانی، ج۵، ص ۵۲۴، الناشر: دار الکتب العلمیة)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب نہ ہوئی ہو۔ بلکہ ہر وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور پاک سورج کی روشنی پر غالب رہا۔ اور آپ جب بھی چراغ کی روشنی میں تشریف لائے تو چراغ کی روشنی پر آپ کا نور پاک غالب ہوا۔

اور کہا ابن سبع نے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے۔ جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ ہوتا تھا، اس لئے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور لوگوں نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد دعا اس کا شاہد ہے۔ جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ آپ کے تمام اعضاء اور جہات میں یعنی چاروں طرف نور بنا دے اور دعا کو اس سوال پر ختم فرمایا: (وَ جْعَلْنِیْ نُوْرًا) اللہ مجھے نور بنا دے۔ یعنی ایسا نور جس کا سایہ نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس فرمان دعا پر ہی آپ کے سایہ نہ ہونے کی دلیل پوری ہو جاتی ہے۔

اخرج الحكيم الترمذي عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس و لا قمر قال ابن سبع من خصائصه ان ظله كان لا يقع على الأرض و أنه كان نورا فكان إذا مشى في الشمس أو القمر لا ينظر له ظل قال بعضهم ويشهد له حديث قوله صلى الله عليه وسلم في دعائه واجعلني نورا۔[605]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ سورج اور چاند میں نہیں دیکھا جاتا تھا اور بن سبع نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خصائص سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہوتا تھا۔ اور بے شک آپ نور تھے، اور جب سورج اور چاند کی روشنی میں

605 (الخصائص الكبرىٰ، ج ١، ص ١١٦، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

آپ چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان اس کی شہادت دیتا ہے آپ کی دعا میں کہ اے اللہ مجھے نور بنا دے۔

كان من خصائصه أنه كان نورا و كان إذا مشى في الشمس أو القمر لا يظهر له ظل۔ [606]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ نور تھے۔ اور جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

انه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم صار نورا انه كان اذا مشى فى الشمس او القمر لا يظهر له ظل لانه لا يظهر الا لكثيف وهو صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قد خلصه الله من سائر الكثائف الجسمانية وصيره نورًا صرفًا لا يظهر له ظل اصلاً خرقًا للعادة۔ [607]

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے۔ شان آپ کی یہ ہے کہ جب حضور سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ظاہر ہوتا۔ اس لئے کہ سایہ کثیف شے کا ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے تمام کثائف جسمانیہ سے مبرا رکھا۔ اور حضور کو محض نور تیار فرمایا۔ آپ کا سایہ بالکل نہیں پڑتا تھا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

قوله لا يظهر له الظل هذا ظاهر فى ذاته عليه افضل الصلوٰة والسلام و معلوم انه كان عليها ملبوس۔ [608]

---

606 (شرح الشفا، ج ۱، ص ۵۱۰، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

607 (شرح همزيه لابن حجر الهيثمى، ص ۱۲)

608 (شرح الشرح لابن همزية، ص ۱۲)

وھو لیس نورًا لہ ظل و قد یقال انہ ملبوسہ وان کان بالنظر لنفسہ کثیفًا لکن لملابسۃ ذاتہ التی ھی نور صار ذلک الملبوس بواسطۃ نورھا نورًا فلا یظھر لہ ظلّ ایضًا۔[609]

یہ ظاہر بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ ظاہر ہوتا تھا۔

وَ کَانَ اِذَا مَشیٰ فِی قَمَرٍ او شمسٍ لَا یَظْھِرُ لَہٗ ظِلٌّ۔[610]

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چلتے تو چاند اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نہ ہوتا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

وسایہ ایشاں برزمیں نمے افتاد۔[611]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا

وقال عثمان : إن اللہ ما أوقع ظلک علی الأرض لئلا یضع إنسان قدمہ علی ذلک الظل۔[612]

فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ بے شک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا۔ تاکہ اس سائے پر کوئی انسان قدم نہ رکھے۔

---

609 (مصنفہ علامہ محمد خفی رحمہ اللہ تعالی)

610 (الجواھر البحار، ج ۱، ص ۴۵۳)

611 (تفسیر عزیزی، پارہ عم، ص ۲۱۹)

612 (تفسیر النسفی، ج ۳، ص ۱۱۳، دار النشر: دار النفائس-بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا

وچوں وجود آں سرور علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں عالم باشد ناچار او را سایہ نبود و نیز در عالمِ شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف تر است وچوں لطیف تراز وے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد۔ علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والتسلیمات۔

جب سرور عالم علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام عالم ممکنات میں نہ تھے۔ بلکہ اس عالم سے ورا تھے، ضرور آپ کا سایہ نہ تھا۔ اور عالم شہادت میں آدمی کا سایہ آدمی سے بہت لطیف ہوتا ہے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے زیادہ لطیف دنیا میں کوئی شے نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا عقیدہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا تواتر سے ثابت ہے

وبتواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجام ظلّ مے دارد۔[613]

اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نور کے سوائے تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

---

[613] (امدادالسلوک، ص ۸۶)

دوستو! اب تو تمہارے اکابرین نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ ہونے کا اقرار کر لیا۔ اور مولوی رشید احمد صاحب نے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو — تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا

خراماں سرو او از سایہ آزاد — جہاں در سایہ آں سرو آباد
ز سایہ بود بر تر پایہ او — زمین و آسماں در سایہ او
تنش را بود از جان پاک مایہ — ندید از جاں کسے بر خاک سایہ[614]

سوال: قرآن کریم میں ہے کہ سائے بھی ہر شے کے سجدے کرتے ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ تسلیم نہ کیا جائے تو دوسروں سے آپ کی عبادت میں کمی لازم آئے گی، کہ ہر چیز خود بھی سجدہ کرے اور ان کے سائے بھی، اور آپ صرف خود ہی سجدہ کریں اور آپ کا سایہ سجدہ نہ کرے۔ یہ عبادۃ اللہ میں کمی پائی جائے گی۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔

جواب: افسوس تم نے میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قدر سمجھی ہی نہیں۔

---

614 (زلیخا، ص ۱۱)

پہلا جواب: یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو اللہ رب العزت فرماتا ہے:
وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ (الأنفال ۴۵)
اللہ تعالیٰ کا کثیر ذکر کروگے تو تمہاری خلاصی ہوگی۔
اور میرے حبیب و محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ارشاد خداوندی ہوتا ہے:
یَاأَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ (۱) قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیلًا (۲) نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیلًا (۳) أَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیلًا (المزمل ۴)
رات کو آپ زیادہ تمام رات کھڑے نہ رہیں۔ چوتھا حصہ رات کا یا آدھی رات یا کم و بیش کھڑے ہو کر ترتیل سے قرآن کریم پڑھیں۔
کیوں جناب! اب بتاؤ میرے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کمی کا ارشاد کیوں فرمایا؟ معلوم ہوا کہ آپ کی ذات تمام مخلوق سے ممتاز ہے۔
دوسرے مقام پر فرمایا:
طه (۱) مَا أَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَی (طٰہٰ ۲)
حضور تمام رات کھڑے نہ ہونا، کیونکہ ہم نے آپ پر اس لئے قرآن نازل نہیں کیا کہ آپ اتنی مشقت اٹھائیں۔
میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تکلیف کو رب کریم گوارہ نہیں فرماتا۔ اور تمہیں کثرت ذکر کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اگر کثرتِ ذکر نہ کرو تو خلاصی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بے خبر ہو۔ میرے محبوب مکی و مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک دفعہ اللہ اکبر فرمادیں اور تمام مخلوق بمع ملائکہ تمام عمر ذکر کر

خداوند کریم کرتے رہیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ایک دفعہ اللہ اکبر کہنا تمام مخلوق کی تمام عمر کی عبادات سے بالاتر ہے۔ اور خداوند کریم کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ جس کا ایک دفعہ کا ذکر سب مخلوق کی تمام عمر کی عبادت سے فوقیت رکھتا ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مخلوق کی کوئی شے ذکر میں فوقیت نہیں لے جاسکتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیات و ممات ذکر خداوندی میں یکساں ہے۔ سنیئے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام ١٦٢)

فرما دیجیئے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بے شک میرا نماز پڑھنا اور میرا قربانی کرنا اور میری زندگی اور وصال اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

جن کی حیات و ممات ہی رب العالمین کی ڈیوٹی کے لئے وقف ہو حالت ممات ابھی نہیں اور تمام وقت ممات اپنی ڈیوٹی میں پہلے ہی درج فرما لیا۔ اور آپ کی تمام حیات بھی ڈیوٹی میں ہی لکھی جائے کچھ کریں یا نہ کریں۔ تو آپ کو سائے کی اعانت کی کیا ضرورت ہے؟ جس کی حیات و ممات طوعًا میں حتمی منظور ہو چکی ہو اس کو کرھًا معاونت کی کیا ضرورت؟ بلکہ آخرت کو دنیا سے بھی زیادہ بہتر فرما دیا۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (الضحیٰ ۴)

دوسرا جواب: جب اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق میں آپ کا مثل نہیں پیدا فرمایا تو سائے کی مساوات کیسے؟ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي خداوند کریم کی تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے۔ حالانکہ ملائکہ کا ایک سانس بغیر ذکر خداوندی کے نہیں۔ ساری مخلوق خداوند کریم کی خالی ہاتھ ہو گی۔ اور پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دست پاک میں خداوند کریم کی تعریف کا جھنڈا ہو گا۔ تو وہاں سائے کی اعانت کی کیا ضرورت؟

تیسرا جواب: خدانخواستہ جس کو تم سایہ تسلیم کرتے ہو۔ سایہ اندھیرا ہوتا ہے۔ اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وجود مبارک کا اندھیرا خاک کے ذرات اور زمین پر پڑا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وجود مبارک سے اس کو اندھیرا پہنچا۔ تو فرمان خداوندی سِرَاجًا مُنِیْرًا کی تکذیب لازم آتی ہے۔ تو جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ زمین پر پڑنے کا قائل ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سِرَاجًا مُنِیْرًا ہونے کا منکر ہے تو قرآنی منکر ثابت ہوا۔ اب تمہاری مرضی چاہے مذہبی اکراہ کی وجہ سے آپ کا سایہ کرھًا تسلیم کرلو یا قرآن کریم پر ایمان لاکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سِرَاجًا مُنِیْرًا تسلیم کرلو۔

چوتھا جواب: اگر کرھًا سائے کو تسلیم کرتے ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عبادت میں کمی لازم آئے گی تو تمہیں بھی چاہیئے کہ گرمیوں میں کرھًا دھوپ میں ہی بیٹھے رہو۔ دھوپ میں لیٹو، دھوپ میں ہی چلو تاکہ سائے کی عبادت سے محروم نہ رہو۔ اور اگر مکان میں یا سائے میں چلے گئے تو ظِلٰلُھُمْ کی عبادت سے تم نے جسم کو محروم رکھا۔ گناہ گار ہوگئے مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ کے مرتکب ہوگئے۔ رات کو تمام رات روشنی رکھو۔ اور تمام رات کھڑے یا بیٹھے رہو تاکہ تمہارا سایہ نہ زائل ہو جائے اور تم گناہگار نہ ہو جاؤ۔ جب تم گرمیوں میں عمداً سائے میں آکر اپنے سائے کو ہٹا دیتے ہو۔ رات کو لیٹ کر مکانوں میں بیٹھ کر تمام دن رات سائے کی عبادت سے محروم رہتے ہو۔ کیونکہ ہر وقت تم سایہ دار تو نہیں رہتے۔ تو گنہگار ہوئے یا نہ۔ اور قرآن کے منکر ثابت ہوئے یا نہ؟ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جن کا مثل ساری مخلوق میں نہیں۔ اور آپ کے نور مبارک کو ربّ العزت نے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ (الصف۸) سے سب مخلوق پر روشن فرمادیا

ہے، جس کا تم انکار کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پاک کو ساری مخلوق پر اتمام کرنا چاہتا ہے۔ اور تم بجائے نور کے اندھیرے اور سائے کے متلاشی ہو۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی ضرورت نہیں، دنیا میں، برزخ میں اور عقبیٰ میں ظلمت کے متلاشی ہو۔

پانچواں جواب: یہ ہے کہ نوری شے کا سایہ ہوتا ہی نہیں۔ دیکھئے چاند کا سایہ نہیں۔ سورج کا سایہ نہیں، ستاروں کا سایہ نہیں۔ ملائکہ انسانی شکل میں بھی متشکل ہو کر آتے ہیں تو ان کا بھی سایہ نہیں۔ جنت نوری ہے اس کا سایہ نہیں، لوح و قلم نوری ہیں ان کا سایہ نہیں۔ جب قرآن واحادیث صحیحہ واقوال بزرگان موافق و مخالفین سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نوری ہیں تو سایہ کیسے رہا؟

چھٹا جواب: یہ ہے کہ فقیر پہلے ثابت کر چکا ہے کہ آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورِ پاک سورج و چاند پر غالب ہوتا۔ جب آپ کا نور پاک چاند و سورج کے نوروں پر غالب تھا اور سایہ سورج و چاند کا عاجز ہوتا ہے اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہی ان کے نور پر غالب ہو گیا تو حاجز نہ رہا۔ اور جب حاجز نہ رہا بلکہ غالب رہا تو سایہ ممکن ہی نہ رہا۔ دیکھئے چاند اور سورج کے درمیان جب زمین حاجز ہوتی ہے تو چاند پر اندھیرا چھا جاتا ہے، جتنی زمین حاجز اتنا چاند اندھیرا، اور اگر زمین حاجز نہ ہو بلکہ سورج کی روشنی پورے چاند پر غالب ہو تو چاند میں اندھیرا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے ہی جب آپ کی روشنی سورج و چاند کی روشنی پر غالب تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم مبارک حاجز نہ رہا بلکہ منور رہا تو سائے کا امکان ہی اٹھ گیا۔ تو اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سائے کو کوئی

مسلمان قرآن و حدیث کا متبع تسلیم نہیں کر سکتا۔ البتہ قرآن و حدیث کا منکر جو چاہے کہہ دے، اور قرآنی آیات صریحہ کو چھوڑ کر اور پس پشت ڈال کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ استنباط سے بنادے، مسلمان کی شان سے بعید ہے۔

ساتواں جواب: جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے عرش پر مدعو فرمایا تو آپ بمع جسمِ اطہر تشریف لے گئے۔ چاند پہلے آسمان پر قدمبوس ہوا۔ اور سورج چوتھے آسمان پر تو آپ ان سے تجاوز فرما کر عالم ملکوت سے گزر کر عالم لاہوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں تو تم بھی سائے کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ تو اللہ رب العزت کا قرب زیادہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ تمہارے نزدیک سائے کی عبادت میں کمی واقع ہو گئی۔ حالانکہ وہاں قرب زیادہ ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ ہونے سے آپ کو قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ اور پھر روشنی کا قرب زیادہ ہو گا تو بھی سایہ نہیں رہتا۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کو قرب خداوندی ہر وقت ہے تو سایہ کیسے تسلیم کیا جائے گا۔

آٹھواں جواب: اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں کافر کو شرم دلائی ہے کہ ہر شے میرے سامنے سرنگوں ہے۔ اور ساجد۔ لیکن تو اے کافر ایسا بے ایمان ہے کہ تو میرے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ میری قدرت دیکھ تو اگر میرے سامنے طوعًا سجدہ نہیں کرتا تو اگلے پچھلے پہر تیرا سایہ کرھًا سجدہ کرتا ہے۔ اب اس کو تو روک کر دکھا۔ اور تیرا سایہ کرھًا ساجد ہے۔ تو تو اے بے ایمان طوعًا ساجد ہو جا۔ اور مومن کا جسم بھی ساجد اور اس کا سایہ بھی ساجد۔ تو اس آیۃ کریمہ میں رب العزت نے کافر کو ڈانٹ کر شرم دلائی ہے۔ لیکن مخالف نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس اصول کو

ہر ایک پر چسپاں کر لیا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی دوسرے مقام پر مذکور ہے جو اس کی تشریح مبین ہے۔ ملاحظہ ہو:

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ (النحل ۴۸)

کیا اور نہیں دیکھا انہوں نے طرف اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے، مائل ہوتا ہے اس کا سایہ دائیں اور بائیں اللہ کے لئے سجدہ کرنے والے ہیں اور وہ ذلیل ہیں۔

اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جتنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کا سایہ دائیں اور بائیں سجدہ کرنے والا ڈھلتا ہے۔ حالانکہ نوری اور ناری دونوں اس حکم سے ممتاز ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے دو جنسوں کو ممتاز فرمایا ہے۔ اور کلام الٰہی میں فرق لازم نہیں آیا۔ تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ممتاز فرمایا تو کلام الٰہی کا قانون کیسے ڈٹ سکتا ہے۔ خداوند کریم کا کوئی ایسا قانون نہیں جس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نمونہ نہ دکھایا ہو۔ لیکن مومن قدرت خداوندی سے قائل ہو جاتا ہے سن کر اور منافق أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ (البقرۃ ۸۵) سے اپنے مطلب کو مقدم سمجھتا ہے۔ تو اسی وحدہٗ لا شریک نے خاکی چیزوں درختوں، پتھروں وغیرہ کفار کا سجدہ کرہاً ثابت فرما دیا۔ اور مومن کا سجدہ طوعاً ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسی رب کریم نے سب سے ممتاز پیدا فرمایا۔ اور مومن کا سجدہ طوعاً ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسی رب کریم نے سب سے ممتاز پیدا فرمایا۔ اور وَهُمْ دَاخِرُونَ سے اللہ رب العزت نے سائے کے سجدے کو پیش کر کے کفار کو ڈانتا ہے نہ کہ ہر شے کے لئے سایہ مقرر کیا گیا ہے۔

ایسے ہی تمہاری پیش کردہ آیت میں ہر چیز کے لئے سایہ مقرر نہیں کیا گیا۔ بلکہ سایہ دار چیزوں کے سائے کو کرھًا سجدہ کرنے والے ثابت کرکے کفار کو الوہیت خداوندی تسلیم کرو۔ اب اس کا تحریری جواب عرض کرتا ہوں۔

قال الحسن: أما ظلک فیسجد للہ، و أما أنت فتکفر بہ۔[615]

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے کافر تیرا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے لیکن تو اس کے ساتھ انکار کرتا ہے۔

الکافر یسجد لغیر اللہ و "ظله" یسجد للہ، أي جسمه الذي (عنه) الظل۔[616]

کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے، اور اس کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ یعنی کافر کے جسم کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔

کیوں جی! کتب لغات عربیہ قرآنی و حدیث کی لغت سے آیت کے معنی واضح ہو گئے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز اب تمہاری ضرور تسلی ہو جائے گی۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر اس آیت کو چسپاں کرنا ایمان کے خلاف ہے۔ جب قرآن و احادیث صحیحہ و تفاسیر متقدمین و متاخرین و اقوال اہل سنت و جماعت و اقوال مخالفین سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ثابت ہوئے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ بھی نہ تھا۔ تو بدلائل ثابت ہو گیا کہ جس کا سایہ نہ ہو وہ نوری ہے۔ اور جو نوری ہو اس کا سایہ نہیں ہو سکتا۔ تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نوری ثابت ہوئے۔

---

615 (المفردات للراغب، ج ۱، ص ۳۱۴، الناشر: دار المعرفۃ، لبنان)

616 (مجمع بحار الانوار، ج ۳، ص ۴۹۰، الناشر: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ)

نواں جواب

غیر مقلدین کے بڑے پائے کے عالم کو بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ ہونا تسلیم کرنا پڑا حافظ محمد صاحب لکھوی نے تسلیم کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا نور تھے

کنڈولوں بھی ویکھے سرورا گوں ویکھے جیونکر
بھی رات اندھیری اندر ویکھے جیونکر دینہ نوں سرور
بھی آب دہان نبی تھیں مٹھے ہوندے پانی کھارے
جے لڑکے شیر خوار منہ ڈالے آب دہان پیارے
تاں سارا دینہ تس دودھ نہ حاجت رہے شیر ورائیں
وچہ بغل نبی دے وال نہ کوئی صاف سفید بتائیں
ستیاں اکھیں نیند نبی نوں دل دائم بیداری
تے احتلام اوباسی کدی نہ حضرت عمراں ساری
تے خوشبوناک پسینہ سرور ودھ کنوں کستوری
جس گلیوں لنگھ جاندے خوشبو پاون لوک حضوری
انہاں غائط کسے نہ ڈٹھا وچہ زمیں دے غائب تھیندا
تے اوہ مکان معطر جیوں کستوری پیا لبھیندا
تے جمے ختنے نال بھی ناف بریدہ پاک صفائی
نہ بدن اُتے کجھ خون نہ ہور نجبات ہر گز کائی

تے جمن ویلے مائی ڈھانور کنوں چمکارہ

جو شام ولایت شہر دسیاوے اس نوروں آشکارا

جاں گرمی سخت ھوندی تاں سر پر بدل سایہ کردا

تے اپر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

نہ جو آں جامے وچہ نبیدے مکھی مول نہ بہندی

نہ گوبر بول حیوان کرے اسواری جد لگ رہندی

اول روح نبی رب سرجیا پچھے روح تمامی

تے سب تھیں مہر جواب الست آکھیا نبی گرامی

الست بربکم رب کہیا جد کہیا بلیٰ ارواحاں

سب روحاں تھیں اول روح نبیدے کہیا قدماں[617]

سوال: مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت صفیہ فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ دیکھا۔ تم کہتے ہو آپ کا سایہ نہ تھا۔

جواب: غلط کہہ رہے ہو، اصل حدیث کے الفاظ اور ہیں۔ اور تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ سنئیے:

قَالَتْ بَیْنَمَا اَنَا یَوْمًا بِنِصْفِ النَّھَارِ وَاِذَا اَنَا بِظِلِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مُقْبِلٌ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں ایک دن نصف نہار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے اور میں اس وقت آپ کے زیر سایہ تھی۔

---

617 (تفسیر محمدی، منزل ھفتم، ص ۴۲۹)

پہلا جواب: تو یہ ہے کہ نصف نہار میں سایہ ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ مدینہ طیبہ میں معدل النھار سے سورج اتنی دور ہٹتا ہی نہیں کہ نصف نہار میں آدمی کا اتنا سایہ ہو کہ آدمی کے سائے میں کھڑا ہو سکے۔ لہٰذا حضرت صفیہ کے نصف نہار فرمان نے تمہارے استدلال کو غلط ثابت کر دیا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ تمہاری سابقہ پیش کردہ آیات ہی میں جواب موجود ہے **بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ** پہلے پہر پچھلے پہر سایہ سجدہ کرتا ہے قبل از طلوع یا بوقت طلوع اور بعد از غروب یا بوقت غروب اور نصف نہار میں سایہ ساجد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان اوقات میں انسان کا سایہ نہیں ہوتا۔

سوال: تو پھر یہاں ظل کا کیا مطلب ہو گا؟

جواب: حدیث کا جواب حدیث سے ہی عرض کرتا ہوں۔

السلطان العادل المتواضع ظل الله۔[618]

عادل اور عاجزی کرنے والا بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

کیا یہاں بھی سورج سے سایہ ہے؟

سبعة يظلهم الله تحت ظل عرشه۔[619]

سات آدمی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سایہ کرے گا۔

السلطان العادل المتواضع ظل الله۔[620]

بادشاہ انصاف والا عاجزی والا اللہ کا سایہ ہے۔ کیا خداوند کا سایہ بھی ہوتا ہے۔

سبعة في "ظل" العرش، أي ظل رحمته۔[621]

---

618 (الجامع الصغير، ج ۱، ص ۱۹۱، الناشر: المكتب الإسلامي)
619 (الجامع الصغير، ج ۱، ص ۲۷۶، الناشر: المكتب الإسلامي)
620 (الجامع الصغير، ج ۱، ص ۱۹۱، الناشر: المكتب الإسلامي)
621 (مجمع بحر الانوار، ج ۳، ص ۴۸۹، الناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية)

عرش کے سائے میں سات آدمی ہوں گے یعنی اس کی رحمت کے سائے میں ہوں گے۔

خداوند کریم کا سایہ اندھیرا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سائے سے کوئی مخلوق خالی بھی نہیں۔ ایسے ہی عرش نوری ہے اس کا سایہ بھی نوری ہے۔

معلوم ہوا کہ نوریوں کا سایہ ہماری طرح اندھیرا نہیں ہوتا۔ بلکہ مراد زیر سایۂ نور ہوتا ہے سورج کو پانی میں دیکھیں تو اس کا سایہ بھی روشن ہوتا ہے۔ ہماری طرح اندھیرا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی شیشے میں دیکھے تو اس کا عکس نوری نظر آئے گا۔ ثابت ہوا کہ نور کے سائے میں اس کا عکس نوری ہوتا ہے۔ جیسا کہ خاکی کا سایہ اندھیرا۔ چونکہ وہ خود خاک ہے اس لئے اس کا عکس بھی اندھیرا ہوگا۔ ایسے ہی ملائکہ ان کا سایہ عکس نوری ہوتا ہے یعنی جہاں وہ ہوں ان کے نور کا عکس ہوگا، چونکہ وہ خود جسم خاکی نہیں ان کا سایہ عکس نوری ہوگا۔ ایسے ہی ناری کا عکس بھی اندھیرا نہیں ہوتا۔

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عکس بھی نوری ہوگا۔ جیسا کہ ہمارا سایہ اندھیرا ہوتا ہے۔ آپ کا سایہ ایسا نہیں تھا۔ بلکہ نوری اور ظلمت سے مبرّا تھا۔ آپ کا وجود مبارک بھی ظلمت سے مبرا تھا۔ آپ کا سایہ بھی ہماری طرح ظلمت دار نہیں تھا۔ بلکہ نوری روشن عکس تھا یا زیر سایہ مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہو چکا۔

میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ثابت ہو گیا کہ سب مخلوق سے پہلے آپ کا نور رب العزت نے ظاہر فرمایا۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آپ نبی اللہ تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو رب العزت نے سِرَاجًا مُّنِيْرًا اور وَالنَّجْمِ اور اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ اور القمر اذا تسق اور نُوْرَ اللهِ اور مطلق نور وغیر ھم سے نوازا۔ اور احادیث صحیحہ سے یہ بھی بیان ہوا کہ آپ کی بغلوں سے

دانت مبارک سے نور کے شعلے نکلتے۔ سورج اور چاند کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور غالب ہوتا۔ جیسا کہ شیشے پر سورج یا چاند یا بجلی کی روشنی پڑے تو شیشے کی چمک ان کی روشنی پر غالب آجاتی ہے۔

ایسے ہی بلا تشبیہ میرے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مطہرہ پر جب سورج یا چاند کی روشنی پڑتی تو ان کی روشنی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک غالب ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شہادت معتبرہ نے بھی تسلی کردی کہ آپ نے فرمادیا خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ میں نے نور جنا۔ باوجود پیدا ہوئے والد، والدہ اور اولاد ہونے کے آپ کے نور ہونے میں شک نہیں۔ خداوند کریم کی شہادت، والدہ ماجدہ کی شہادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شہادت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت تمام متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادت موافقین و مخالفین کی شہادت آپ کے نور ہونے کی انشاء اللہ پیش ہوں گی۔ اور بشر کہنے کے متعلق قرآنی دلائل سے پیش کیا جائے گا کہ مخالف انبیاء علیہم السلام کفار اس خطاب سے انبیاء علیہم السلام کو توہیناً کہتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام نے عجز و انکساری سے اپنے آپ کو بشر کہا۔ تمام قرآن کریم میں کسی امتی نے نبی اللہ کو بشر سے خطاب نہیں کیا۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو بھی لائق یہی ہے کہ اعلیٰ خطاب عزت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے موافق جن خطابات سے رب کریم نے نوازا آپ کو انہی بہترین اور باعزت خطابات سے یاد کرنا چاہیئے۔ نہ کہ اپنی بشریت کی شان بنانے کے لئے میرے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں بشر بشر کا وظیفہ ہر وقت الاپا جائے۔

ایک دفعہ بشر کہنے والے کی اب تک اپیل بھی منظور نہیں ہوئی، اور نہ ہو سکے گی۔ اب تم سوچ کر زبان ہلاؤ۔ اپنی غلامی کو ملحوظ رکھتے ہوئے شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق الفاظِ شان استعمال کرو۔ اور از سر تا پا دنیا میں از ابتداء یا قیامت، بعد از قیامت جنت میں، عالم ارواح میں، عالم عقبیٰ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نوری وجود ہونے کا عقیدہ رکھو۔ ورنہ قبر میں آپ کے نور کی قدر معلوم ہو جائے گی۔ جب اندھیری قبر ہو گی تو پچھتائے گا کہ کاش میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا قائل ہو جاتا۔ اور آپ کے نور سے کچھ نور حاصل کر لیتا تو آج قبر اندھیری نہ ہوتی، قبر میں کراماً کاتبین فرشتے نوری بغیر دروازے بغیر سوراخ قبر میں پہنچ جائیں گے۔ ویسے ہی میرے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ گر ہوں گے، جو اپنے نوری وجود ہونے کا ثبوت دیں گے۔ یہاں دنیا میں بھی آپ نور رہے منور فرماتے رہے اور رب کریم نے تمام عالمین میں آپ کے نور سے ذرے ذرے کو منور فرمایا جس سے کھرا کھرا نظر آگیا، کھوٹا کھوٹا نظر آگیا۔ کسی کھوٹے کو بغیر کھوٹا کہے ہی عیاں فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اقدس سے منور فرمائے، اور آپ کے نور کے قائل ہونے کی توفیق عطا فرما دے، اور بے سایہ کا سایہ گھڑنے سے محفوظ رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور گر تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دربار سے رات کو باہر نکلے اندھیرا سخت تھا تو فرمایا:

وَبِيَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فأضاءت عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا، حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ۔[622]

---

[622] (البدایۃ والنھایۃ، ج٦، ص ١٥٢، الناشر: دار الفکر)

دونوں کے ہاتھ میں ڈنڈے تھے۔ ان دونوں سے ایک لاٹھی روشن ہو گئی۔ حتیٰ کہ وہ دونوں اس لاٹھی کی روشنی میں چلنے لگے۔ جب دونوں نے راستہ الگ الگ اختیار کیا دوسری کی لاٹھی بھی پہلی لاٹھی نے روشن کر دی۔

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثَنَا أَحْمَدُ ابن مِهْرَانَ، ثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَنَا كَامِلُ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ وَكَانَ يُصَلِّي فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ أَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا وَضْعًا رَفِيقًا، فَإِذَا عَادَ عَادَا، فَلَمَّا صَلَّى جَعَلَ واحداهاهنا وواحداهاهنا، فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَذْهَبُ بهما إلى أمهما؟ فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ فَقَالَ: الْحَقَا بِأُمِّكُمَا، فَمَا زَالَا يَمْشِيَانِ فِي ضَوْئِهَا حَتَّى دَخَلَا۔[623]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا آپ نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے عشاء کی، اور حالت نماز میں ہی جب آپ نے سجدہ کیا تو حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے۔ تو جب آپ نے سر مبارک اٹھایا ان دونوں کو پکڑا اور آرام سے رکھ دیا، پھر جب سجدے کی طرف رجوع فرمایا تو پھر وہ اوپر چڑھ گئے۔ پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی ایک کو یہاں بٹھا دیا ایک کو وہاں تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیا میں ان دونوں کو ان کی والدہ ماجدہ کے پاس نہ لے جاؤں؟ تو اچانک ایک عظیم الشان چمک چمکی تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو والدہ کے پاس گھر لے جاؤ۔ گھر میں دونوں کے داخلے تک وہ روشنی بدستور رہی۔

کیوں جی صاحب دیکھا میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی چمک مسجد کے اندر سے چمکی اور گلی میں مڑتی ہوئی صاحبزدگان کو گھر پہنچا آئی۔ نور خداوندی نے پہاڑ

---

[623] (البداية والنهاية، ج٦، ص ١٥٢، الناشر: دار الفكر)

طور پر جلوہ گری فرمائی جو ازلی ابدی نور ہے۔ اور میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مدینہ طیبہ کے گلی کوچے میں جلوہ گری فرمائی جو عالمین کا نور ہیں۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِي التَّارِيخِ: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فتفرقنا في ليلة ظلماء دحسة، فأضاءت أصابعي حتى جمعوا عليها ظهرهم وما هَلَكَ مِنْهُمْ، وَإِنَّ أَصَابِعِي لَتُنِيرُ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيِّ. عَنْ سفيان بن حمزة وروراه الطبراني من حديث إبراهيم ابن حمزة الزهري عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حَمْزَةَ بِهِ۔[624]

محمد بن حمزہ حمزہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ تھے تو اندھیری رات کی وجہ سے ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ تو آپ نے میری انگلیوں کو روشن فرما دیا تو سب اس روشنی پر جمع ہو گئے، اور ان سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوا۔ اور میری انگلیاں ویسے ہی روشن رہیں۔

عبد الرزاق أنا معمر عن ثابت زاد عبد البناني عن أنس أن أسيد بن حضير ورجلا آخر من الأنصار تحدثا عند النبي (صلى الله عليه وسلم) ليلة في حاجة لهما في ليلة شديدة الظلمة ثم خرجا وبيد كل واحد منهما عصية فأضاءت عصا أحدهما لهما حتى إذا افترق بهما الطريق أضاءت للآخر عصاه فمشى كل واحدٍ منهما في ضوء عصاه حتى بلغ اهله۔[625]

حضرت اسید اور ایک صحابی اور انصار سے دونوں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس گفتگو کرتے رہے ایک حاجت کے متعلق ایک سخت اندھیری رات میں پھر وہ دونوں نکلے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک لکڑی تھی۔ تو دونوں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی۔ حتیٰ کہ جب

---

624 (البداية والنهاية، ج٦، ص ١٥٢، الناشر: دار الفكر)

625 (تاريخ مدينة دمشق، ج٥٢، ص ٩٩)

دونوں کا راستہ علیحدہ علیحدہ ہوا تو ایک نے دوسرے کے لئے لاٹھی روشن کر دی تو وہ دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلے حتیٰ کہ اپنے اہل کو پہنچ گئے۔

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَنَا أَبُو سَعْدٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ الزَّاهِدُ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ ابن جُمَيْعٍ الْغَسَّانِيُّ- بِثَغْرِ صَيْدَا-، ثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مَحْبُوبِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عُبَيْدٍ أَبُو الْفَضْلِ، ثَنَا أَبِي، ثَنَا جَدِّي شَاصُونَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِي مُعْرِضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَيْقِيبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ. قَالَ: حَجَجْتُ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَدَخَلْتُ دَارًا بِمَكَّةَ فَرَأَيْتُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهُ كَدَارَةِ الْقَمَرِ۔[626]

عبد اللہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں حاضر ہوا تو مکہ میں ایک گھر میں داخل ہوا۔ تو میں نے اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ کا رُخِ انور چاند کی ٹکی کی طرح چمک رہا تھا۔

إنما سمي الطفيل بن عمرو بن طريف بن العاص بن ثعلبة بن سليم ابن فهم ذا النور لأنه وفد على النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إن دوسا قد غلب عليهم الزنا فادع الله عليهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اهد دوسا ثم قال يا رسول الله ابعثني إليهم واجعل لي آية يهتدون بها فقال اللهم نور له فسطع نور بين عينيه فقال يا رب إني أخاف أن يقولوا امثلة فتحولت إلى طرف سوطه فكانت تضيء في الليلة المظلمة فسمى ذا النور۔[627]

طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قبیلہ دوس پر زنا غالب آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے متعلق دعا فرمایئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔ تو پھر طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ان کی

---

626 (البداية والنهاية، ج ٦، ص ١٥٩، الناشر: دار الفكر)

627 (الاستيعاب، ج ٢، ص ٧٥٩، دار النشر: دار الجيل، بيروت)

طرف مجھے ہی بھیجئے۔ اور مجھے کوئی نشان بھی عطا فرمائیے۔ جس علامت کے سبب ان کو ہدایت ہو جائے تو آپ نے فرمایا اے اللہ اس کے لئے روشنی کر دے۔ تو طفیل کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک اٹھا۔ تو فرمایا اے رب مجھے خوف ہے کہ مجھ کو مثلہ نہ کہیں۔ تو اس کی چمک اس کے کوڑے میں آگئی جو اندھیری رات میں چمکتا تھا۔ اسی لئے اس کو ذالنور کہا جاتا تھا۔

اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عقیدہ بھی نور پر تھا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بھی نور پر تھا

وَرَدْنَاهُ وَنُورُ اللّٰهِ يَجْلُو — دُجَى الظَّلْمَاءِ عَنَّا وَالْغِطَاءِ

رَسُولُ اللّٰهِ يَقْدُمُنَا بِأَمْرٍ — مِنَ امْرِ اللّٰهِ أُحْكِمَ بِالْقَضَاءِ[628]

آپ کی خدمت اقدس میں ہم حاضر ہوئے۔ ہمارے اندھیروں کی سیاہی روشن ہو گئی، اور پردے اٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ رب العزت کا ارشاد ہمارے پاس لائے جو بہت مضبوط فیصلہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ نور پر تھا

فِينَا الرَّسُولُ وَفِينَا الْحَقُّ نَتْبَعُهُ — حَتَّى الْمَمَاتِ وَنَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُودِ

وَافٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ — بَدْرٌ أَنَارَ عَلَى كُلِّ الْأَمَاجِيدِ[629]

ہم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہیں اور ہم میں حق ہے ہم موت تک اس کی پیروی کریں گے، اور آپ کی مدد غیر محدود ہے۔ پورا ہونے والا ہے اور پرانا ستارہ ہے، چودھویں کا چاند بھی آپ ہی سے روشنی حاصل کرتا ہے، جس نے تمام بزرگیوں کو منور فرما دیا ہے۔

---

628 (البداية والنهاية، ج٣، ص ٣٣٦، الناشر: دار الفكر)

629 (البداية والنهاية، ج٣، ص ٣٣٦، الناشر: دار الفكر)

حضرت کعب بن زہیر نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روبرو قصیدہ بانت سعاد پڑھا

إِنَّ الرَّسولَ لَنورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ   وَصَارِمٌ مِنْ سُيوفِ اللهِ مَسْلُولُ[630]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ضرور نور ہیں۔ آپ سے نور حاصل کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ہندی تلواروں سے ننگی تلوار ہیں۔

وَقَدْ رَوَاهَا الْحَافِظُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ فَقَالَ أَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ أَنَا أَبُو القاسم عبد الرحمن بن الحسن ابن أحمد الأسدي بهذان ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ ثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ ذِي الرُّقَيْبَةِ ابن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ زُهَيْرِ بْنِ أَبِي سُلْمَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ، الخ۔[631]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ نور پر تھا اور یہ قصیدہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روبرو پڑھا

الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَمْتَدِحَکَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَا يَفْضُضِ اللهُ فَاکَ فَأَنْشَأَ يقول:

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ   وَضَاءَتْ بِنُورِکَ الْأُفُقُ

فَنَحْنُ فِي ذَلِکَ الضِّيَاءِ وَفِي   النور وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ[632]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کی تعریف بیان کروں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

---

630 (المستدرک، ج۳، ص ۵۸۱، المکتبة الفاروقية)

631 (البداية والنهاية، ج۴، ص ۳۷۲، الناشر: دار الفکر)

632 (البداية والنهاية، ج۲، ص ۲۵۸، الناشر: دار الفکر)

وسلم نے فرمایا خداوند کریم تیرے منہ کو نیچے نہ کرے پڑھ، تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعر پڑھنا شروع کر دیا:

حضور آپ جب پیدا کئے گئے تمام زمین روشن ہو گئی، اور آپ کے نور سے تمام آسمان بھی روشن ہو گیا۔ تو ہم بھی آپ کی روشنی سے منور ہیں۔ اور ہدایت کے راستوں پر گامزن ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اجازت حاصل کر کے آپ کو نور کہہ رہے ہیں۔ اور آپ کا زمین اور آسمان کو منور فرمانے کا اقرار بھی کر رہے ہیں۔ اگر یہ معاذ اللہ عقیدہ شرکیہ ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک دیتے۔ اور جب میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے روکا نہیں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلکہ داد دی تو ثابت ہوا کہ آپ حقیقتاً نور ہیں۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہو گئی کہ اگر آپ کے نور ہونے کے اشعار پڑھے جائیں تو یہ سنت ہے، بدعت و شرک نہیں۔ اور جو نہیں پڑھتے یا ایسے اشعار کو جس میں آپ کے نور ہونے کا ذکر ہو برا مناتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معاندین سے ہیں۔

مدینہ طیبہ کے بچے، بوڑھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے قائل تھے

وقال البيهقي أَخبَرَنَا أَبو نَصرِ بنُ قَتَادَةَ أَخبَرَنَا أَبو عَمرِو بنُ مَطَرٍ سَمِعتُ أَبَا خَلِيفَةَ يَقُولُ سَمِعتُ ابنَ عَائِشَةَ يَقُولُ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ جَعَلَ النِّسَاءُ وَالصِّبيَانُ وَالوَلَائِدُ يَقُلنَ:

طَلَعَ البَدرُ عَلَينَا　　　مِن ثَنِيَّاتِ الوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعْ[633]

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے عورتیں اور لڑکے اور لڑکیاں یہ نوری شعر گاتے تھے۔ چودھویں رات کا چاند وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر طلوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کا ہم پر شکریہ واجب ہے۔ (کہ درود شریف پڑھا جائے)

یہودی کا آپ کے نور کو تسلیم کرنا

عَنْ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ. قَالَ: إِنِّي لَغُلَامٌ يَفَعَةٌ ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ - أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ - أَعْقِلُ مَا رَأَيْتُ وَسَمِعْتُ إِذَا بِيَهُودِيٍّ فِي يَثْرِبَ يَصْرُخُ ذَاتَ غَدَاةٍ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ - وأنا أسمع - فقالوا ويلک مالک؟ قَالَ قَدْ طَلَعَ نَجْمُ أَحْمَدَ الَّذِي يُولَدُ بِهِ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ۔[634]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں سات آٹھ سال کا چھوٹا بچہ تھا، اور جو میں دیکھتا مجھے اچھی طرح یاد رہتا، اور میں نے سنا اچانک ایک یہودی ایک دن چلا رہا تھا اے یہودیو! تو وہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور میں نے اچھی طرح سنا تو انہوں نے کہا افسوس ہے تجھ پر تمہیں کیا ہو؟ اس نے کہا احمد کا ستارہ طلوع ہوا، وہ جو اس رات میں پیدا کیا گیا ہے۔

ابو طفیل عامر کا عقیدہ

ابو طفیل عامر بن واثلہ کنانی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے اشعار پڑھے۔ ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

إن النبي هو النور الذي كشطت به عمايات ماضينا وباقينا[635]

---

633 (البداية والنهاية، ج۵، ص ۲۳، الناشر: دار الفكر)
634 (البداية والنهاية، ج۲، ص۲۶۷، الناشر: دار الفكر)
635 (الإستيعاب، ج ۱، ص ۲۸۵)

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ ایسے نور ہیں جن کے سبب ہمارے سابقین اور باقیوں کی گمراہیاں دور ہو گئیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ابو طفیل عامر بن واثلہ کا عقیدہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر تھا، اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پر تھا۔ اور صاحب کتاب ھذا ابن عبد البر کا عقیدہ بھی میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نوری ہونے پر تھا۔ جنہوں نے اس نوری شعر کو نقل فرمایا۔

علامہ زرقانی اور یوسف نبہانی کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پر تھا

أنه لما تعلقت إرادة الحق بإيجاد خلقه، وتقدير رزقه أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية، في الحضرة الأحدية۔[636]

جب حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا خلقت پیدا فرمانے کا اور ان کے رزق مقدر کرنے کا، اس نے حقیقۃ محمدیہ کو انوار صمدیہ سے دربارِ احدیت میں ظاہر فرمایا۔

ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ کی شرح زرقانی نے کی ہے

بقوله عليه الصلاة والسلام: "أول ما خلق الله نوري"، أي: قدر على أصل الوضع اللغوي، وبهذا الاعتبار سمي المصطفى بنور الأنوار، وبأبي الأرواح۔[637]

---

636 (جواهر البحار، ص ۳۷۱، شرح الزرقانی، ج ۱، ص ۵۳، الناشر: دار الکتب العلمية)

637 (شرح الزرقانی، ج ۱، ص ۵۴، الناشر: دار الکتب العلمية)

آپ کے فرمان أول ما خلق الله نوري کے مطابق یعنی اللہ رب العزت نے وضع لغوی کے اصول پر مقدر فرمایا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم مبارک نُوْرُ الْاَنْوَارِ اور اَبُوْ الْاَرْوَاحِ رکھا گیا۔

شہید کی قبر سے نور کا ظہور

بابٌ فِي النُّوْرِ يُرٰى عِنْدَ قَبْرِ الشهيد

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرٰى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ۔[638]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا جب نجاشی شہید ہوئے ہم گفتگو کرتے تھے ہمیشہ اس کی قبر سے نور دیکھا جاتا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیض ونفاس سے مبرا تھیں

أحمد بن عثمان بن إبراهيم أبو بكر البغدادي الغلفي حدث بدمشق عن محمد بن عبد الملک الدقيقي وعبدالله بن محمد بن أبي الدنيا روى عنه أبو بكر محمد بن سليمان البندار وروى عن طريقه عن انس بن مالک عن أمه أم سليم قالت لم ير لفاطمة رضي الله عنها دم في حيض ولا نفاس۔[639]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ ہم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے کوئی خون حیض ونفاس میں نہیں دیکھا۔

---

638 (سنن ابی داؤد، ج۳، ص ۱۶، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت)

639 (تاريخ مدينة دمشق، ج۷۸، ص ۲، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع)

متقدمین کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر تھا

غیروں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو دیکھنا اور ابن کثیر کا عقیدہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر تھا

وَمَا رَآهُ النَّجَاشِيُّ مَلِكُ الْحَبَشَةِ، وَظُهُورِ النُّورِ مَعَهُ حَتَّى أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ حِينَ وُلِدَ وَمَا شُوهِدَ مِنَ النُّورِ فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي وُلِدَ فِيهِ وَدُنُوِّ النُّجُومِ مِنْهُمْ وَغَيْرِ ذَلِكَ۔[640]

حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے دیکھا اور نور کا ظاہر ہونا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ حتیٰ کہ شام کے محلات اس نور سے روشن ہو گئے۔ جب آپ پیدا کئے گئے اور جس مکان میں آپ پیدا کئے گئے اس میں نور کا مشاہدہ کیا گیا۔ اور ستاروں کا ان سے قریب ہونا اور اس کے سوا اور بھی آپ کے نور کے دلائل ہیں۔

عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ نُور پر تھا

وان مجموع نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لو وضع علی العرش لذاب ولو وضع علی الحجب السبعین التی فوق العرش لتہافتت ولو جمعت المخلوقات کلہا ووضع علیہا ذلک النور العظیم لتہافتت وتساقطت۔[641]

اور بلاشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو اگر عرش پر رکھ دیا جائے تو عرش پگھل جائے، اور عرش پر جو ستر پردے ہیں ان پر آپ کا نور مبارک اگر رکھ دیا جائے تو گر جائے۔ اور اگر تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ نورِ عظیم اس پر رکھ دیا جائے تو وہ بھی گر جائے۔

---

640 (البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۲۶۶، الناشر: دار الفکر)

641 (الابریز، ص ۲۷۲)

عبد الکریم بن ابراہیم جیلانی کا عقیدہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خدا کے نور سے پیدا ہوئے

اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ النَّفْسَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ مِنْ ذَاتِہٖ۔[642]

تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے جب نفس محمدیہ کو پیدا فرمایا اپنی ذات سے۔

الباب الثامن و الخمسون فی الصورۃ المحمدیۃ و انہا النور

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الصُّوْرَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ مِنْ نُوْرِ اِسْمِہِ الْبَدِیْعِ الْقَادِرْ۔[643]

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے صورت محمدیہ کو اپنے اسم بدیع قادر کے نور سے پیدا فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے منکر کو کہیں سے بھی نور حاصل نہ ہوگا

اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کا قائل نہیں تو اللہ رب العزت نے اسے نور سے مطلقاً جواب دے دیا۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور ۴۰)

اور جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے نور نہیں بنایا، تو اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

مجدد الف ثانی قدس سرہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نوری ہیں، اور سب اشیاء سے آپ کا نور مقدم تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔

---

642 (انسان کامل، ج ۲، ص ۳۹)

643 (انسان کامل، ج ۲، ص ۳۰)

مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے متعلق

باید دانست کہ خلق محمدی دررنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلقے ہیچ ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ باوجود نشا عنصری از نورِ حق وجل وعلا مخلوق گشتہ است۔[644]

كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ۔

جاننا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش پیدائشی صفت میں تمام انسانی افراد کی طرح نہیں ہے۔بلکہ پیدائش میں تمام جہان کے افراد سے کسی ایک فرد سے بھی آپ کی پیدائش مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیساکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایاہے میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیاہوں۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاعقیدہ

انت الذی من نورک البدر اکتسی
والشمس مشرقۃ بنور بھاک[645]

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وہ نور ہیں کہ آپ کے نور سے چودھویں رات کاچاند منور ہوا۔اور آپ کے ہی اعلیٰ نور سے سورج چمکنے والا ہوا۔

---

644 (مکتوبات شریف دفتر سوم، مکتوب صدم، ص ۷۵، حصہ نہم)

645 (قصیدۃ النعمان، ص ۲۲)

اے حنفیت کا دعویٰ کرنے والو! سوچو! جب ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجسمہ نور ہیں۔ اور آپ کے ہی نور سے چودھویں رات کے چاند کو روشنی ملی۔ اور سورج کو بھی جمال مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہی چمک حاصل ہوئی۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرکے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد بن سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انکار کرکے حنفی کہلانے کے حقدار ہیں یا نہیں؟۔

لفظ رجل کا جواب

سوال: رجل کا لفظ نبیوں پر آیا اور رجل جنس انسان پر ہی بولا جاتا ہے۔ لہٰذا تمہارا کہنا کہ آپ نور ہیں غلط ثابت ہوا۔

جواب: جناب جبریل علیہ السلام کو نوری سمجھتے ہو یا خاکی؟

سائل: فرشتے سب نوری ہیں۔

جواب: جبریل علیہ السلام دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے متعلق روایات کرتے ہیں۔

إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ۔[646]

اچانک ہمیں ایک آدمی آتا نظر آیا سخت سفید کپڑوں والا سخت سیاہ بالوں والا اس پر سفر کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوتا۔

---

[646] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۹، الناشر: المکتب الإسلامي - بیروت)

کیوں جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جبریل علیہ السلام نوری پر رجل کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ کیا جبریل علیہ السلام کے نوری ہونے میں فرق پڑا؟ یا رجل کے لفظ استعمال کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبریل علیہ السلام کی حقیقت سے ناواقف ہونے پر محمول کرو گے۔ بلکہ انہوں نے آگے خود ہی ارشاد فرمادیا کہ لَا یَعرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ کہ ہم سے اس کو کوئی پہچانتا نہ تھا۔ اور پھر ناواقفیت کی بناپر ہی اگر کہو تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ بعد میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تو واقفیت کرادی تھی فَاِنَّهٗ جِبْرِیْلُ کہ یہ جبریل تھا تو پھر روایت بیان کرتے وقت ہی آپ رجل کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حالانکہ روایت کرتے وقت بھی آپ نے اِذَا طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ ہی فرمایا تو ثابت ہوا کہ حقیقتًا جس شکل میں متشکل ہو کر آئے حکم ہیئت کذائیہ ظاہری شکل کا ہوتا ہے۔ لیکن کسی ہیئۃ کذائیہ میں متشکل ہونے سے حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انسان کی حقیقت مٹی ہے پھر بھی تو انسان ہی کہلاتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت نطفہ ہونے سے اس کو انکار نہیں۔ اور انسان کی اس حقیقت فراموشی سے ہی رب العزت نے اسے حقیقت انسانی یاد دلائی کہ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى (القیامۃ ۳۷) کہ اے انسان کیا تو نطفہ نہ تھا جو منی سے ڈالا گیا؟ اور اس کا اصل بھی یاد دلایا: بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸) تو ثابت ہوا کہ کسی حقیقت کے کسی ہیئۃ کذائیہ میں متشکل ہونے سے اس کی حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جن کے نور پاک کو رب العزت نے قبل از آدم علیہ السلام پیدا فرمایا تو وہ صلب آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا، بطن آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر ہوا ان کی حقیقت کا تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟ اور اگر حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت مطہرہ نور ہونے سے تمہیں انکار ہو تو تمہاری کون سنتا ہے؟

ملاحظہ ہو:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورِ پاک حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا

وهي "أن لا يضع هذا النور" الذي كان في وجه آدم كالشمس "إلا في المطهرات من النساء، ولم تزل هذه الوصية جارية تنتقل من قرن إلى قرن" إلى أن أدى الله النور إلى عبد المطلب وولده عبدالله وهي "أن لا يضع هذا النور"۔[647]

اور وہ یہ ہے کہ نہیں رکھا گیا یہ نور کہ وہ نور جو حضرت آدم علیہ السلام کے چہرے میں سورج کی طرح تھا(مگر پاکیزہ عورتوں میں) اور یہ وصیت جاریہ ایک قرن سے دوسرے قرن کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ پہنچایا اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عبد المطلب تک اور ان کے لڑکے عبد اللہ تک۔

اس سے ثابت ہوا کہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قبل تھا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے رُخ انور میں رکھا گیا۔ اور قرن بہ قرن مطہرات میں منتقل ہوتا رہا اور آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رب کریم نے پہنچایا۔ پھر منتقل ہو کر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے دنیا میں بجسدہٖ ظہور پزیر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پاک کے سب مخلوق سے اول ہونے کا اقرار تمہارے بڑے مسلّمہ بزرگ دیوبندی مولوی اشرف علی صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

---

[647] (شرح زرقانی، ج ۱، ص ۱۲۴، الناشر: دار الکتب العلمیة)

ملاحظہ ہو:

اکابرین دیوبندیہ کے قلم سے

مولوی اشرف علی صاحب اور نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سب سے پہلے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور جلوہ گر تھا

پہلی فصل نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بیان میں: پہلی روایت عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا۔ اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا۔ اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا۔ اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا، اور دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے۔[648]

اس حدیث سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اول الخلق ہونا باولویت حقیقتًا ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولویت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے متاخر ہونا اس حدیث سے منصوص ہے۔

---

648 (نشر الطیب، ص ٦)

کیوں جناب! اب تم فیصلہ کر لو کہ تمہارے ایسے بڑے عالم مولوی اشرف علی صاحب نے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سب مخلوق سے اول ہونا بلکہ انسان کی انسانیت سے اول ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت نوری تسلیم کر لی ہے یہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے جس کو مولوی اشرف علی صاحب نے تسلیم کیا۔ اور بدلیل حدیث شریف اقرار کیا۔

سوال: ہمارے لئے مولوی اشرف علی صاحب حجۃ نہیں ہیں۔

جواب: جناب مولوی اشرف علی صاحب اکابرین دیوبندیہ ہیں، حکیم الامت ہیں، دن رات مولوی اشرف علی کے ترجمے کو پڑھو اور پڑھاؤ، ان کے بہشتی زیور اور بوادر النوادر سے فتویٰ ثابت کرو، ان کے نام سے اپنے مدرسوں کو منسوب کرو، تو تمہارے اس انکار سے ثابت ہوا کہ تمہارا منسوب کرنا محض چندے کی خاطر ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو، اپنے بزرگوں کو تو کافر و مشرک نہ بناؤ۔ تم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور تسلیم کرنے والوں کو کافر کہہ کر اپنے تمام اکابرین کو ہی کافر بنا دیا۔

آیئے اب مولوی اشرف علی صاحب کی بیان کردہ حدیثِ نور کی توثیق کا ثبوت بھی مولوی اشرف علی صاحب کی زبانی سن لیجئے۔

مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں:

دیوبندی حضرات کے لئے مولوی اشرف علی صاحب کا کلام رد نہیں ہو سکتا

رویائے اول منشی شرافت اللہ صاحب نے جو ایک صالح محتاط، دیندار اور راست گو آدمی ہیں کانپور میں اس زمانہ میں دیکھا کہ حضور سرورِ عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں۔ میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں رہا، جاگ رہا ہوں۔ حضور سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے۔ اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی کیا اصلیت ہے؟ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ اور اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔[649]

کیوں جناب! اب اس فیصلہ کے بعد بھی تم مولوی اشرف علی صاحب کے فیصلہ کو ٹھکراؤ تو تم جماعت اشرفیہ دیوبندیہ سے خارج ہو جاؤ گے۔ باقی رہا اس خواب کا فیصلہ تو دیوبندیوں کے لئے اٹل مولوی اشرف علی صاحب کا فیصلہ ثابت ہوا۔ دروغ بر گردن راوی۔

اور مولوی اشرف علی صاحب کا ارشاد سنیئے:

نام احمد چوں چنیں یاری کند　　　تا کہ نورش چوں مددگاری کند

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم پاک احمد جب ایسے مدد کرتا ہے، تو آپ کا نور پاک بھی ایسے ہی مدد کرتا ہے۔[650]

مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب نشر الطیب پر مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کے کلام کو نقل فرماتے ہیں:

وَ کُلٌّ اِیٍّ اَلیٰ الرُسل الکرام بھا　　　فانما انصلت من نورہ بھم

---

649 (نشر الطیب، ص ۲۷۵، ۲۷۶)

650 (نشر الطیب، ص ۲۷۵)

اور ہر معجزہ جو تمام رسل لائے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پاک کے وسیلہ سے ان کو حاصل ہوا ہے۔[651]

دوسری روایت نیز حمل رہنے کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا۔ جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ **كذا في سيرة ابن هشام**[652]

اور یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقعہ ہوا۔

دوسری روایت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقیفہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا۔ اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے **كذافي المواهب**۔[653]

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نوری ہونے کو نص قرآنی سے ثابت کرتے ہیں

ملاحظہ ہو:

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدًا و مبشرًا و نزیرًا و داعیًا الی اللہ باذنہٖ و سراجًا منیرًا۔[654]

---

651 (نشر الطیب، ص ۱۲)

652 (نشر الطیب، ص ۱۹)

653 (نشر الطیب، ص ۲۱)

654 (ثلج الصدور، ص ۳۳)

پس منجملہ ان آیات کے ایک یہ آیت بھی ہے، جس کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اور اس کی ایک تفسیر یہ ہے جو میں نے ذکر کی ہے کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (المائدة ١٥) فرمایا ہے۔ تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا فاعل ایک ہو۔ دوسرے اوپر قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (المائدة ١٥) کے ساتھ جو آپ کی شان بیان فرمائی وہ یہ ہے يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ (المائدة ١٥) یعنی آپ کو مبیّن و مظہر فرمایا ہے۔ اب سمجھیئے کہ نور کی تعریف ہے ظاهر بنفسہٖ مظهر لغیرہٖ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں۔ اور اس کے آگے قرآن کی شان میں فرماتے ہیں كِتَابٌ مُبِينٌ (١٥) يَهْدِي بِهِ اللَّهُ (المائدة ١٦) تو کتاب کو تو آلۂ اظہار فرمایا۔ اور آپ کو یُبَیِّنُ میں خود مظہر فرمایا۔ پس یہ قرینہ ہے تفسیر بالا کا۔ اور گو کتاب بھی ظاہر کرنے والی ہوتی ہے۔ مگر اس میں آیت کی شان زیادہ ملحوظ ہوتی ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ کتاب میں بھی ظہور اور اظہار دونوں ہوتے ہیں، اور نور میں بھی دونوں ہوتے ہیں۔ لیکن ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ نور پر جب اول بار نظر ہوتی ہے تو یہ نیت اور خیال بھی نہیں ہوتا کہ وہ خود نظر آیا ہے۔

مثلاً نور سے کتاب دیکھی تو اس طرف ذہن بھی نہیں کہ ہم کو نور نظر آیا ہے پھر اس کے ذریعے سے کتاب نظر آئی ہے۔ بلکہ اس میں اول ہی سے مظہر کی شان ہوتی ہے۔

برخلاف کتاب کے کہ اصل یہی نیت ہوتی ہے کہ وہ خود سمجھ میں آئے پھر سمجھ کے آنے کے بعد ان مضامین میں سے دوسری جگہ کے احکام منکشف کئے جاتے ہیں۔

تو نور کی شان میں تو اظہار غالب ہے۔ اور کتاب میں ظہور غالب ہے تو یھدی به اللہ کتاب کے زیادہ مناسب ہے۔ اور نور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زیادہ مناسب ہے۔ یہ ہے وجہ ترجیح۔

مگر اس میں ایک اشکال ہو سکتا ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء ۱۷۴)

تو یہاں برہان سے مراد غالباً بقرینہ جَاءَكُمْ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور نور سے مراد غالباً بقرینہ اَنْزَلْنَا قرآن ہے۔ اور یہی نور وہاں بھی آیا ہے۔ اور القرآن یفسر بعضه بعضًا تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم یہ کب دعویٰ کرتے ہیں کہ جہاں لفظ جَاءَكُم ہو وہاں اس کا فاعل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہوں گے۔ ممکن ہے کہ یہاں جَاءَكُم کی اسناد کتاب کی طرف مجازاً ہوں۔ مگر جہاں اسناد حقیقی بن سکیں وہاں ان کو کیوں نہ اختیار کیا جائے؟ اور یہاں یعنی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ (المائدة ۱۵) میں ہو سکتا ہے۔ پس یہاں یہی مناسب ہو گا۔ دوسرے ہم اَنْزَلْنَا سے بھی رسول ہی مراد لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور مقام پر اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلاً بدل بطور تفسیر ہے۔ ذِكْرًا سے یہاں بھی اَنْزَلْنَا کا معمول لفظ رَسُوْلاً واقع ہوا ہے۔ پس اس سے بھی تفسیر مختار پر کوئی غبار نہیں رہا۔

مولوی اشرف علی صاحب کا فیصلہ

غیرت نبویہ کا مقولہ زبانِ حال سے

در شعاع بے نظیرم لاشوید ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید[655]

[655] (ثلج الصدور مصنفہ مولوی اشرف صاحب)

میری شعاع بے نظیر کے سامنے فنا ہو جاؤ۔ یعنی میرے ہی تابع ہو کر رہو۔ ورنہ میرے نور کے سامنے رسوا ہو جائے۔

جیسے آفتاب کے سامنے چاند اور ستارے بے نور ہو جاتے ہیں۔ باقی رات کو جو کہ تفرد کا وقت ہے۔ قمر اور کواکب میں جو نور ہوتا ہے تو نور کا پرتو جو کہ معتدبہ نور ہے۔ اس وقت بھی شمس ہی سے مستعار ہوتا ہے۔ اور کواکب کا نور خود معتدبہ نہیں۔ اور دن کو چونکہ آفتاب کے ہوتے ہوئے وہ سب بزبان حال دعویٰ نور کرتے ہیں کیسے جھوٹے پڑ جاتے ہیں۔ پس دعویٰ سے ہمیشہ رسوائی ہوتی ہے۔ اور اتباع سے ہر طرح سلامتی ہے۔ دنیا کے اندر بھی یہی دیکھا جاتا ہے کہ مساوات اکابر میں خطرہ ہے اور تظلل میں سلامتی۔

نبی خود نور اور قرآن مِلا نور — نہ ہو کیوں مل کے پھر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ [656]

مولوی اشرف علی صاحب کے انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب کے عقیدت مند حضرات تو انشاء اللہ العزیز مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر پس و پیش نہ کریں گے۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور کہنے والوں پر کفر کے فتوے نہ چسپاں کریں گے۔ بلکہ اپنے عقیدے کو بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کا یقین کریں گے۔

اب اور اکابرین دیوبندیہ کے چند اقوال نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز سن کر آپ کی تسلی ہو جائے گی۔

---

656 (ثلج الصدور، ص ۲)

شاہ عبد الرحیم صاحب والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر

پس ظہور جمیع اسماء متقابلہ چوں ھادی و مضل و معطی ومانع و معز ومذل وباسط و قابض ورافع ومنا قض واسماء غیر متقابلہ وجمیع حقائق مختلفہ وجمیع افراد متعددہ از اعلیٰ وادنیٰ ونفیس وخسیس از عرش تا بفرش وملائکہ علوی وجن سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقت محمدی است وقول رسول مقبول علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ خَلَقَ اللّٰہُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَوْلُ لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ونفسہ لَوْ لَاکَ لَمَا اَظھرتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ و ندا یا مُحَمَّدُ اَنْتَ عشقی وَ اَنَا عشقک تاہفتاد ہزار سال برآں اندر آنکہ ہر چہ ہست ونام ہستی برو نہادند ہمہ منشی ازاں حقیقت علیہ السلام است پس ظہور ذات درپردۂ صفات است وظہور صفات درپردۂ اسماء وظہور اسماء درپردہ مظاہر ہر چہ در عالم موجود است حسن ذاتی دارد وقبح ذاتی۔[657]

---

[657] (انفاس رحیمیہ، ص ۱۳)

نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی نے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ بیان کیا

تمام علماء دیوبند نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سب مخلوق سے مقدم تسلیم کرتے تھے

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال عقائد کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہ جملہ حضرات ذات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطۂ فیوضات الٰہیہ و میزابِ رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی، ان سب میں آپ کی ذاتِ پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو۔ اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہے۔

یہی معنیٰ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَآءِ کے ہیں۔[658]

(مولوی حسین احمد صاحب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر اور نور اور اول تسلیم کرلیا۔)

---

658 (الشہاب الثاقب مولفہ مولوی حسین احمد صاحب، ص ۵۰)

مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کا عقیدہ

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء علیہم السلام بمشابہ آفتاب عالم تاب است کہ چوں نوراو درتمام عالم منتشر شود لابد ظلمت شبینہ بدر رود و آنچہ در محاذات آفتاب بے حجاب واقع است۔ بتابش او تابناک است۔ واز ہمہ مراتب ظلمت پاک وآنچہ اندرون خانہ ازو محجوب است ہر چند از نفس نوراو محروم است ہمچنیں چوں ایں قدوسیاں بشری لباس وکروبیاں انسی اساس ازواج فلک الافلاک بہ تیرہ واں اینجاک نزول میفرمایند۔ لا بدیک برکتے ہمراہ ایشاں فرودآمدہ در قلوب افراد بنی آدم فرو میرود۔[659]

ترجمہ: لیکن برکت کا نزول تو اس کا بیان یہ ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود انبیاء علیہم السلام کے وجود کے ساتھ سورج تمام جہاں کے روشن کرنے والے کی مثل ہے کہ جب آپ کا نور تمام جہاں میں پھیلتا ہے، ضروری رات کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ سورج کے سامنے بلا پردہ ظاہر ہو سورج کی روشنی میں چمکدار ہو جاتا ہے۔ اور ہر قسم کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے، اور جو کچھ مکان کے اندر سورج سے محفوظ ہوتا ہے۔ اس کی ذاتی روشنی سے محروم ہے۔ ایسے ہی جب یہ قدوسی بشری لباس پہن کر اور قریبی فرشتے انسانی شکل میں فلک الافلاک سے اس اندھیری مٹی پر نزول فرماتے ہیں۔ ضرور ایک برکت ان کے ہمراہ نیچے آتی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی بعض اولاد کے دلوں میں اترتی ہے۔

---

659 (منصب امامت مصنفہ مولوی محمد اسماعیل دھلوی، ص ۱۲)

آرے کسیکہ بے بصر است البتہ از نور افشانیٔ او بے خبر است۔[660]

ہاں ایسا شخص ضرور نابینا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نور افشانی سے بے خبر ہے۔

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے نزدیک اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بشریت کا مضمحل ہونا

چرک بشریت ہمنشیناں ازاں میشویند زلال رحمت بر ایشاں مے بارد۔[661]

صاف پانی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اصحاب سے بشریت کی میل دھودیتے ہیں، اور ان پر رحمت برستی ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا عقیدہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر

حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرمود کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُبِینٌ (المائدۃ ۱۵) ومراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہست۔ ونیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ترا شاہد ومبشر وداعی الی اللہ تعالیٰ وسراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دھندہ را گویند۔ پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں

---

660 (منصب امامت، ص ۱۲)

661 (منصب امامت، ص ۱۲)

محال بودے آں ذات پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم از جملہ اولاد آدم علیہ السلام اند مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ذات خود را چناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتند۔ وحق تعالیٰ آنجناب سلامہ علیہ را نور فرمود۔ بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔ وہمچنیں اتباع خویش را چناں تزکیہ وتصفیہ بخشید کہ ہمانا نور کردیدند۔ چنانچہ از حکایات کرامات وغیرہ ایشاں کرتب پُر ہستند وچناں شہرت دارند کہ حاجتِ نقل نیست۔ وحق تعالیٰ ہم فرمود کہ ہر کہ باحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایمان آورند نور ایشاں بہبیں وپیش ایشاں خواہد شتافت ومنافقین گویند کہ باشید تا ماہم از نور شما چیزے بگیریم وازیں ہر دو آیت صاف پیدا است کہ بمتابعت شریعت ایمان ونور ہر دو حاصل مے گردد وحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ فرمود کہ حق تعالیٰ مرا از نور گرداں بلکہ فرمود کہ خود مرا نور کن۔ پس اگر نفس انسان را مضی بودن محال بودے آں فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہرگز ایں دعا نہ فرمودندے چہ دعا مستحیلات باتفاق ممنوع است۔

وگفتہ اند کہ ابوالحسن نوری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ رانوری ازاں مے گفتند کہ از ایشاں بارہا نور دیدہ شد وبسیار خواص وعوام از مقتابر صلحاء و شہداء نور مرتفع مے بینند وایں نور نفس زاکیہ ایشاں است کہ چوں کار نفس عالی مے بود نوراودر بدن سرایت مے کند وطبع ومزاج بدن میگردد وبازاگر نفس ازبدن بمفارق ہم میشود تاہم آن جسد منبع انوار ومنفذآں مے باشد۔ چنانچہ درحالت حیٰوۃ وبقاء نفس بود۔[662]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور بیان کرنے والی کتاب ضرور آئی۔ اور نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پاک ہے اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نزیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بھیجا ہے۔ اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ پھر اگر کسی شخص کو انسانوں سے روشن کرنا محال ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پاک کو بھی نور میسر نہ ہوتا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی ذات کو ایسا پاک بنایا کہ خالص نور ہوگئے۔ آنجناب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھی نور فرمایا۔ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نور کے سوائے تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی اپنے متبعین کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے۔ اور بخشا کہ سب کو نور بنادیا۔ چنانچہ آپ کی

---

[662] (امدادالسلوک مصنفہ مولوی رشیداحمدصاحب، ص ۸۵)

کرامات وغیرہ کی حکایتوں سے کتابیں پُر ہیں۔ اور ایسی مشہور ہیں کہ ان کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ جو لوگ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایمان لاتے ہیں ان کا نور دیکھو گے ان کے آگے دوڑے گا۔ اور منافقین کہیں گے کہ ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ لے لیں۔

اور ان دونوں آیتوں سے صاف واضح ہے کہ شریعت کی متابعت میں ایمان اور نور دونوں حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میرے کان اور آنکھ اور دل میں نور بنادے۔ بلکہ فرمایا کہ میرے نفس کو نور بنادے۔

اگر انسان کے نفس کا روشن ہونا محال ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہرگز یہ دعا نہ فرماتے۔ کیونکہ محالات کی دعا باتفاق ممنوع ہے۔

اور بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس لئے نوری کہتے ہیں کہ ان سے کئی دفعہ نور دیکھا گیا۔ اور کئی خواص و عوام نے صلحاء و شہداء کی قبروں سے نور نکلتے دیکھا۔ اور یہ نور ان کے نفس کی پاکیزگی کا ہے۔ کہ جب نفس کا کام بلند ہو جاتا ہے تو اس کا نور بدن میں سرایت کرتا ہے، اور طبیعت اور بدن کا مزاج بن جاتا ہے۔ پھر اگر نفس بدن سے علیحدہ بھی ہو جائے پھر بھی جسم انوار کا منبع اور نور کے نفوذ کی جگہ بن جاتا ہے، جیسا کہ نفس حیاتی اور بقاء کی حالت ہو جاتا ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے مذکورہ بیان میں قرآن و حدیث کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور ثابت کیا اور تمام مخلوق کا مبداء ثابت کیا۔

مذکورہ عبارت سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے دلائل کی تفصیل

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِينٌ (المائدة ١٥)

اس فرمان الٰہی میں نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ ملاحظہ ہو مذکورہ عبارت:

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں

ا۔ حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرمود کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نُورٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِينٌ ومراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہست۔

سِرَاجًا مُّنِيْرًا سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں

۲۔ سراج منیر فرستادہ ایم ومنیر روشن کنندہ ونور دہندہ را گویند۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نورِ محض ہیں

۳۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ذات خود راچناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتند وحق تعالیٰ آنجناب سلامہ علیہ را نور فرمود۔

تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا

۴۔ بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ھمہ اجام ظل مے دارند۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے اصحاب کو بھی نور بنا دیا تھا

۵۔ وہمچنیں اتباع خویش راچناں تزکیہ وتصفیہ بخشید کہ ہمانانور گردیدند۔

اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

۶۔ حق تعالیٰ مرا از نورِ خود پیدا فرمود۔ (مولوی رشید احمد صاحب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا کہ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ۔)

رب العزۃ نے تمام مومنین کو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پیدا فرمایا

۷۔ ومومنین راازنور من پیدا فرمود۔

انسان نوری ہو سکتا ہے

۸۔ ونیز فرمود کہ الٰہی در سمع وبصر وقلب من نور گرداں بلکہ فرمود کہ خود مرا نورکن پس اگر نفس انسان را مضیٔ بودن محال بودے آن فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہرگز ایں دعا نہ فرمودندے چہ دعا مستحیلات باتفاق ممنوع است۔

اولیاء اللہ بھی نوری ہو سکتے ہیں

۹۔ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ار انوری از اں مے گفتند کہ از ایشاں بارہا نور دیدہ شد۔

اولیاء اللہ اور شہداء کی قبور سے نور کا ظہور

۱۰۔ وبسیار خواص و عوام از مقابر صلحاء و شہداء انور مرتفع مے بینند۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

مولوی محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اقرار کرنا

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جُز ستار[663]

اس شعر میں مولوی محمد قاسم صاحب نے اقرار کیا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر محض بشریت کا حجاب تھا۔ حقیقتاً نور تھے۔ تمام اکابرین دیوبند نے میرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور تسلیم کیا۔ جن کے چند حوالہ جات لکھے گئے۔

اب عرض یہ ہے تم یارو دیوبندی حضرات مولوی اشرف علی تھانوی کو یا اور علماء دیوبند کو نور تسلیم کرلو تو جائز ہے۔ اور ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ازروئے قرآن واحادیث صحیحہ نور تسلیم کرلیں تو تم فوراً شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہو، خدا کا خوف کرو۔

663 (قصائد قاسمی، ص ۲)

سوال: حوالہ دو کہاں لکھا ہے؟

جواب: سنیئے جناب فقیر تمہاری کتب سے دکھا دیتا ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب تمہارے نزدیک نور تھے

ایک دفعہ احقر حاضر خدمت تھا، اور حضرت والا مولوی اشرف علی صاحب مدرسہ ہی میں حوض سے جنوب کی طرف رات کو سویا کرتے تھے۔ اور احقر کی چارپائی بھی حضرت (مولوی اشرف علی صاحب) کی چارپائی کے برابر میں ہوتی تھی۔ جب تہجد کی نماز پڑھتے تو احقر کو محسوس ہوتا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اٹھتا تھا، اور سفید رنگ کے شعلے حضرت (مولوی اشرف علی صاحب) کے جسم سے بار بار اوپر کو اڑتے تھے۔[664]

ایک روز احقر کسی ضرورت سے حضرت والا سے بہت دور حوض کے شمال کی طرف سویا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ نور مثل صبح صادق موجود تو ہے مگر مقررہ جگہ سے ہٹا ہوا ہے۔ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سہ دری کے اندر ہے۔ احقر اس کی تحقیق کے لئے اٹھا تو دیکھا آج حضرت والا (مولوی اشرف علی صاحب) سہ دری کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں۔[665]

کیوں جناب جب مولوی اشرف علی صاحب تمہارے نزدیک نوری ہیں تو کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جن کو رب العزت نے نور پیدا فرمایا تمام زمین و آسمانوں کو آپ نے منور فرمادیا، پھر ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور کہہ دیا تو ہم نے کون سا جرم کیا ہے؟ اور اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور سمجھنا اور نور کہنا اور آپ کے نور

---

[664] (معمولات اشرفی مصنفہ مولوی حاجی حافظ حکیم مصطفیٰ بجنوری، ص ۹)

[665] (معمولات اشرفی، ص ۹)

پاک سے استفادہ لینا مشرک بناتا ہے تو اے خلقِ خدا گواہ رہو کہ اس عقیدہ سے تم جو کچھ بھی ہم پر عائد کرو ہمیں منظور و قبول ہے۔ ہمارا اس عقیدے کو ترک کرنا محال ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب کو مجسمہ نور تسلیم کیا گیا

چھپائے جامہ فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نورِ مجسم کے کفن میں وہی عریانی[666]

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو نور مجسم لکھا ہے۔ کیا مولوی رشید احمد صاحب کو نور مجسم کہا جائے تو شرک نہیں۔ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نورِ مجسم تسلیم کرلیں تو مشرک۔ خداوند کریم سے ڈرو۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر غیر مقلدین کے اکابرین کے حوالہ جات

نواب صدیق حسن خان بھوپالی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اقرار کرتے ہیں

لَمْ یَخْلُقِ اللّٰہُ الْقَدِیْرُ عَدِیْلَہٗ ... فِیْ عِزَّۃٍ وَّ فَضِیْلَۃٍ وَّ ضِیَآءٍ
ھُوَ رُکْنُ بَیْتِ اللّٰہِ جل جلالہٗ ... وَ عِمَادُ ھٰذِی الْقُبَّۃِ الْخَضْرَآءِ
یَکْفِیْہِ فِیْ وَصْفِ الْمَکَانَۃِ اَنَّہٗ ... سَبَبٌ لِتَخْلِیْقِ الثَّرٰی وَ سَمَآءٍ
نُوْرٌ اِلٰھِیْ تَجَلّٰی رَحْمَۃٍ ... حَتّٰی اَنَارَ حَمَادِسَ الْغَبَرَاءِ[667]

---

666 (مرثیہ محمود الحسن، ص ۱۲)

667 (نفح الطیب مصنفہ نواب صدیق حسن خان، ص ۲۰)

۱۔ اللہ تعالیٰ قدرت والے نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثال عزت اور فضیلت اور روشنی میں کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔

۲۔ آپ اللہ جل جلالہٗ کے گھر کے رکن ہیں۔ اور اس آسمان کے ستون ہیں۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مرتبے کی وصف اتنی ہی کافی ہے کہ آپ زمین و آسمان کے پیدا کرنے کے سبب ہیں۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خدا کے نور ہیں، رحمت کی تجلی ہیں، حتیٰ کہ آپ نے سخت اندھیروں کو روشن فرمادیا۔

يَا اَيُّهَا الشَّمْسُ الرَّفِيْعُ مَكَانُهٗ اَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ سَاحَةُ الرِّبَاء
اَلْمِعْ عَلَى عِنَايَةً وَعَطُوْفَةً وَ انِر حظادس السوداء[668]

۵۔ اے بلند مکان والے سورج تیرے نور کے ساتھ تمام روئے زمین روشن ہوگئی ہے۔

۶۔ عنایت اور مہربانی کی مجھ پر چمک ڈال اور میرے دل کی سخت اندھیری کو روشن فرمادے۔

وگفتہ کہ حلول نور محمدی در ہند بقیاس مساوات منطقی ثابت میشود۔ چہ از روئے احادیث صحیحہ نور محمدی در صلب آدم ودیعت بود واز جبین مبین او میتافت۔ پس روشن شد کہ مبدء نور محمدی ہند است ومنتھائے آں عرب وکفی بذالک للھند مشرفاً وفضلاً وتقریر مساوات ایں است نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حل بآدم وآدم حل بالھند فنور محمد حل بالھند وتحقیق ایں قیاس در کتب منطق باید جست۔[669]

---

668 (نفح الطیب، ص ۲۱)

669 (حظیرۃ القدس، ص ۳۷۶)

کَانَتْ لِاٰدَمَ اَرْضُ الْھِنْدِ مُنْھَبِطًا وَفِیْہِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللہِ مَشْعُوْلٗ

اور کہا گیا ہے کہ نوری محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلول ہند میں قیاس مساوات منطقی سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں امانت تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے چمکا تو واضح ہوا کہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی جائے ابتداء ہندوستان ہے اور آپ کی انتہاء عرب ہے۔

اور ہندوستان کو آپ کی بدولت شرف وفضل کافی ہے۔ اور اس مساوات کی تقریر یہ ہے کہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آدم علیہ السلام کے ساتھ اترا۔ اور آدم علیہ السلام ہند میں نازل ہوئے تو نورِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ سلم ہند میں اترا اور اس قیاس کی تحقیق منطق کی کتابوں میں تلاش کرلے۔

ترجمہ شعر: ہند کی زمین حضرت آدم علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ہے، اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور چمکنے والا تھا۔

غیر مقلدین حضرات کے بزرگ حافظ محمد صاحب لکھوی کے نزدیک حقیقت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نوری تھی

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (النور ۳۵) کے ماتحت لکھتے ہیں:

ابن عباس تے کعب احباروں وچہ معالم لیایا
جو نور اللہ دا نبی محمد سینہ طاق ٹھہرایا
تے دل اسدا اقندیل جو شیشہ اندر طاق لگایا

تے دیوار نور نبوت دل وچہ رکھ نبوت آیا
اوہ نور نبی دا آپے دیندا لوکاں نوں روشنائی
بھاویں نبی نبولے دیوے حاجت اگ نہ کائی
نور نبی دا خوبیاں اسدیاں لوکاں نتوں دسیاون
اگے وحی نبوت تھیں بھی خوبیاں لوکاں بھاون[670]

بشریت کے متعلق حافظ محمد صاحب کا فیصلہ

جو ہر دم غالب ہوسی تیرے اوپر نور الٰہی
تے بشریت نابود ہو جاسی جیہڑی اول آہی[671]

حافظ محمد صاحب لکھوی کا تعریف میں غلو

تاہادی خاص مربی کامل سرجیا رب تعالیٰ
اوہ قدرت کامل رب نمونہ اسم محمد والا[672]

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا اقرار کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں

سلام اس نور رب العالمین پر
سب اس کی آل اور اصحاب دین پر[673]

670 (تفسیر محمدی، ج۴، ص ۳۰۱)
671 (تفسیر محمدی، ج۷، ص ۲۴۸)
672 (تفسیر محمدی، ص ۱۲)
673 (ترک اسلام مصنفہ مولوی ثناءاللہ صاحب، ص ۱۳)

کیوں جناب! اب تو تمہارے مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور آپ کی آل واصحاب اور سب ایمانداروں پر سلام پڑھ دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور بھی تسلیم کر لیا۔

ہماری عقیدہ کی تشریح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خدا کے پیدا کئے ہوئے نور ہیں۔[674]

مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی کا اقرار

سِرَاجٌ مُّنِيْرٌ كَشَمْسِ الضُّحٰى وَخَيْرُ الْبَرَايَا وَنُوْرٌ قَدِيْمٌ۔[675]

چراغ روشنی دینے والے ہیں۔ ضحیٰ کے سورج کی طرح اور مخلوق سے بہتر ہیں، اور نور قدیم ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

عقیدہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدَنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ الرَّحْمَةُ لِلْعَالَمِيْنَ ظَهُوْرُهٗ۔[676]

اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر، ان کا نور سب خلق سے پہلے ہے، آپ کا ظہور عالمین کے لئے رحمت ہے۔

---

674 (فتویٰ ثنائیہ، ج ۲، ص ۴۳۷)

675 (مقدمہ مقامات حریری، ص ۱)

676 (جذب القلوب، ص ۲۶۶)

مولوی عبد الحئی لکھنوی کا اقرار

ولنور نبينا صلى الله عليه وسلم انه خلق من نور الله أو انه نور من نور الله وليس معناه ما تتسارع إليه افهام العوام من أن الله تعالى اخذ قبضة من ذاته التي هي نور بحث وجعله نور حبيبه بحيث تكون الذات الالهية مادة للذات المحمدية تعالى الله عن ذلک، انتهیٰ۔[677]

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا یا یہ کہ اللہ کے نور سے نور ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں جس کی طرف عوام کے افہام نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ایک مٹھی لے لیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ سلم کے نور کے لئے اس کی ذات مادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مادہ سے مبرا ہے اور اس سے مبرا ہے۔

غلو کا جواب

سوال: مولوی صاحب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تو قرآن کریم و احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور محدثین واقوال متقدمین مجتہدین سے نور ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن ہمارے عقیدے والے ایسے لوگوں کو غالی اور بدعتی کہتے ہیں۔

جواب: بھائی صاحب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حد کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ مخلوق کو نہیں۔ جب جبریل علیہ السلام جو مقربین ملائکہ سے ہیں میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حد مکانی معلوم نہ کر سکے اور عاجز رہے تو آپ کے حد مراتب کو ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں؟ اور جب جبریل علیہ السلام نوری قریبی فرشتہ میرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کسی قسم کی حد کو معلوم نہ کر سکا تو باقی مخلوق کیسے کر سکتی ہے؟

---

[677] (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج۵، ص۳۴۷، الناشر: مركز العلماء العالمي للدراسات وتقنية المعلومات)

آؤ میں تمہیں متقدمین بزرگانِ اسلاف کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلو کے متعلق عقیدہ عرض کرتا ہوں۔

وَ کُلُّ غُلُوٍّ فِیْ حَقِّہٖ تَقْصِیْرٌ۔[678]

اور ہر غالی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں قاصر ہے۔

ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف کرتے کرتے اگر درجہ غلو تک بھی بڑھ جائے پھر بھی واصف قاصر ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس واصف کی صفت بیان کردہ سے وراء الوراء بالاتر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی انتہاءِ وصف تک مخلوق سے کوئی واصف پہنچ سکتا ہے ہی نہیں۔ تو غالی بن ہی کیسے سکتا ہے؟ جب ہر واصف کی وصف تقصیر ہے، آپ بالا ہیں تو واصفِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے والے کو غالی کہنا جرم ہے۔

ملا جی! ہم انشاء اللہ العزیز غالی نہیں بن سکتے اور نہ ہی ہیں۔ اگر یہ فتویٰ دینا ہے تو خداوند کریم کو کہو جو اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حد سے پار لے گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ مخلوق کی حد تھی۔ تو رب العزت اگر حد سے پار لے جانے سے غالی نہیں کہلا سکتا تو ہم نام لینے سے کیسے غالی بن سکتے ہیں؟ آپ کو نور کہنے والا اگر بدعتی ہے تو سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور خداوند تعالیٰ نے کہا۔ جو کئی آیتوں سے ثابت ہو چکا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے نور فرمایا۔ اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کے نور ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، بزرگانِ اہل اسلام تمام کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر تھا۔ دیوبندیوں کے اکابرین، غیر مقلدین

678 (شرح الھمزیہ، ص ۳، شرح الشرح الھمزیہ، ص ۲، فتوحات احمدیہ، ص ۲)

کے مخصوص بانیان اکابرین کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے پر تھا۔ فتویٰ کس کس پر جڑو گے؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت نوری سے مسلمانوں کو منحرف کرکے ایک فرد منفردہ نوریہ قدرت الٰہیہ کے ابداع کا انکار کررہے ہو۔ اور اپنے ایمانوں کو تو کھو بیٹھے تھے باقی اچھے بھلے ایماندار مسلمانوں کو بھی گمراہ بنارہے ہو اللہ کریم تمہیں اور ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقتِ نوری سے منور فرمادے اور اس نور منفردہ کی زیارت وامداد سے سرفراز فرمادے۔

مسلمانو! میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے دلائل تمہیں قرآنی دلائل سے بیان کئے گئے۔ متقدمین ومتاخرین مفسرین کی زبانی قرآن کے دلائل بھی پیش کئے گئے۔ اور احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اقوال بزرگانِ دین بھی نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دلائل سے بھی ثبوت دیا اور مخالفین نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اکابرین کے عقائد بھی بیان کئے گئے۔ اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی بطریق احسن لکھے گئے۔ اب بھی اگر تمہارا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور پر صحیح نہ ہو تو پھر یہ حساب خداوند کریم کے ہاں ہو گا۔ اور فیصلہ قبر و حشر میں ہو گا۔

مخالفین نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سوالوں کے جوابات

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خدا کے نور سے ہیں کا جواب

سوال: مولوی صاحب یہ جو تم نبی کو نور کہتے اور خدا کے نور سے مانتے ہو تو تم از روئے قرآن مشرک ہو۔

کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ (الزخرف ۱۵)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس چیز کو جز بنادیا، بے شک انسان ضرور کفر کرنے والا ہے۔

اس آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ جو خداوند کریم کا جزء کسی بندے کو بنائے وہ کافر ہے۔ تم نبی کو خدا کا جزو مانتے ہو لہٰذا تم بھی کافر۔ خدا تمہیں ہدایت دے۔

جواب: ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خدا کا نور مانتے ہیں۔ یہ بھی اس کے فرمان کے موافق ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ۸)

یہ ارادہ رکھتے ہیں تا کہ اپنے مونہوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ گو کفار برا منائیں۔

اس آیۃ کریمہ میں دو جملے ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنا نور فرمایا ہے۔

۱۔ نُورَ اللَّهِ اللہ کا نور ۲۔ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے

پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خداوند کریم کے نور سے برا منانے والوں پر فتویٰ کفر ثبت فرمایا:

۱۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ اور گو کفار برا منائیں۔

تو اس ارشاد خداوندی کی رو سے ہمارا اہل سنت وجماعت کا عقیدہ صحیح ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خدا کے نور ہیں۔

باقی رہا تمہارا آیت خداوندی کو پیش کرنا کہ اہل کتاب پر جزو خداوندی ماننے پر خداوند کریم کا فتویٰ کفر ثبت کرنا تو یہ ان اہل کتاب پر فتویٰ کفر ہے جو حضرت عزیر علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، یا کہتے ہیں۔ ان پر خداوند تعالیٰ کا فتویٰ کفر ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے۔ جب اہل کتاب نے عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم کا بیٹا تسلیم کر لیا تو انہوں نے دونوں کو خداوند کریم کا جزو ثابت کیا۔ اور منقسم ہونے والا قدیم نہیں رہ سکتا بلکہ حادث ہوتا ہے اور ذاتِ خداوند قدیم ہے۔ اس لئے رب العزت نے قرآن کریم میں خداوند کریم کے لئے بیٹا تجویز کرنے والوں پر فتویٰ کفر ثبت فرمایا کہ تم بیٹا کہہ کر خدا کا جزو بناتے ہو۔ اس لئے وہ اس عتاب میں ماخوذ ہوئے۔ ہم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بن عبداللہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

(بکلمة منه) ای اللہ قوله ای ولد ای مولود عبر عنه با الکلمة لانه یقول کن من غیر واسطة عادة و اتفق ان نصرانیا قدم علی الرشید فوجد عنده الحسن بن علی الواقدی فقال النصرانی للخلیفة و العالم ان فی کلام اللہ أیة قول علی عیسیٰ جزء من اللہ فقال لهٗ و ما تلک الایة فقال النصرانی ان اللہ یُبشرک بکلمة منه فمن لتبعیض فمقتضی ذلک انه جزء منه فقال الشیخ اذا کانت من للتبحیض هذا فکذالک هی فی قوله تعالیٰ و سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعًا منه اذ لا فرق بینهما فبهت النصرانی و اسلم و اغدق الخلیفة علی الشیخ اغداقا عظیما و کان یوما مشهودا و انما من للابتداء علی حدان اللہ خلق نور نبیک من نوره و المعنی خلقه بلا واسطة مادة۔[679]

اللہ تعالیٰ کے کلمے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطے مادے کے کن سے پیدا فرمایا۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک نصرانی ہارون رشید کے پاس آیا تو ان کے پاس حسن بن علی واقدی بیٹھا تھا۔ تو نصرانی نے خلیفہ کو کہا کہ تمہارے قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ

679 (الصاوی علی الجلالین، ج ۱، ص ۱۵۴)

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی جز لکھا ہے۔ تو اس نے کہا وہ کون سی آیت ہے؟ تو نصرانی نے کہا إِنَّ اللّٰہَ يُبَشِّرُکِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ (آل عمران ۴۵) تو مِنۡ تبعیضیہ ہے۔ تو اس کا مقتضٰی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جز ہیں۔ تو حسن نے کہا مِنۡ کو یہاں تبعیضیہ لیا جائے تو ایسے پھر سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیۃ ۱۳) میں بھی تبعیضیہ لیا جائے گا۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں تو نصرانی حیران ہو گیا، اور مسلمان ہو گیا۔ اور خلیفے نے شیخ کو بڑا انعام عطا کیا اور عید کا دن تھا۔ اور کوئی بات نہیں من ابتدائیہ علیحدہ ہے۔ جیسا کہ اِنَّ اللّٰہ خَلَقَ نُوْرَ نَبِيِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ معنی یہ ہیں کہ آپ کو مادے کے واسطے کے بغیر پیدا فرمایا۔

سورج چاند نوری ہیں

مثلاً چاند قمراً منیراً خداوند کریم کے نور سے پیدا ہوا وَ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً سورج کو نور پیدا کیا۔ ایسے ہی ستاروں کو نور بنایا، ملائکہ نور سے پیدا ہوئے۔

ملائکہ نوری ہیں

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خلقت الملائكة من نور۔[680]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

680 (الاسماء والصفات للبیہقی، ج ۲، ص ۳۵۸)

لوح و قلم نوری ہیں

عن ابن عباس، رضي الله عنهما قال: إن مما خلق الله تعالى درة بيضاء دفتاه ياقوتة حمراء، قلمه نور، و كتابه نور۔ [681]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا بے شک، الخ۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قلم نوری، لوح محفوظ نوری ملائکہ نوری جب اللہ کے نور سے یہ تمام انوار پیدا ہوئے۔ اور ان کے نور تسلیم کرنے سے یہ خداوند کریم کے اجزاء نہ لازم آئے حالانکہ لوح و قلم و ملائکہ کا نوری ہونا قرآن کریم کی نص سے ثابت نہیں۔ اور میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نوری ہونا نص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ ہم نے تسلیم کر لیا تو اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیسے خداوند کریم کا جزو بن سکتے ہیں۔

نُوْرَ اللّٰہِ کا دوسرا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پہاڑ پر تشریف لے گئے تو فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳) تو جب تجلی ڈالی اس کے رب نے پہاڑ پر پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔

تو وہ تجلی جو پہاڑ طور پر پڑی تو اس نے طور کو جلا دیا۔ وہ تجلی نور تھا یا نہ؟ جب نور تھا نور خداوندی کا اس کو جزو کہو گے؟ نہیں! تھا وہ نورِ خداوندی لیکن نہ تم اس کو خداوند کریم کا جزو کہہ سکتے ہو نہ عین۔ کیونکہ اگر جزو ہو تو معاذاللہ ذات خداوندی حادث ثابت ہو گی۔ اور اگر عین کہو تو بھی غلط کیونکہ نور

681 (الاسماء والصفات، ص ۲۷۹)

خداوندی ہر شے کو محیط ہے۔ اس کو کوئی شے محیط نہیں۔ اور جب حدوث میں اس کا ظہور تسلیم کیا جائے تو وہ خود حادث ہو جائے گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جو تجلی طور پر پڑی تھی وہ نور خداوندی ہے۔ لیکن نہ اس کو ہم جزو کہہ سکتے ہیں نہ ہی عین۔ ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت خداوند کریم کے نور ہیں نہ عین اور نہ غیر، نہ ہی خداوند کریم کی ذات وصفات ازلی میں شامل ہیں اور پیدائشی جسمانیت بھی نوری جس کی پیدائش جنس انسانی سے مسلم ہے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

قرآن کریم نور مبین ہے

تیسرا جواب

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء ۱۷۴)

اور ہم نے تمہارے پاس صاف نور نازل فرمایا ہے۔

تمام قرآن کریم میں وحدہٗ لاشریک نے اپنے کلام قرآن کریم کو نور اللہ یا نورہ سے نہیں ارشاد فرمایا۔ حالانکہ کلام اللہ کو نور اللہ کہا جاتا ہے۔ اور میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ سے قرآن کریم میں رب العزۃ نے صاف خطاب فرمایا لیکن تمہیں آپ کو نور اللہ کہنے سے کفر لازم آتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ تمہیں دشمنی خداوند کریم سے ہے۔ اور قرآن کریم فرمان خداوندی سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور خداوندی ثابت ہوئے۔ اب تم بتاؤ کہ قرآن کریم قدیم ہے، اور حادث بھی نہیں۔ اور قرآن کریم نور قدیم خداوند کے نور سے ہے۔ اب فیصلہ تم پر ہے کہ قرآن کریم نور کو خداوند کریم کا جزو کہو گے یا عین؟ خداوند کریم کے نور سے، لیکن نہ عین نہ جزو۔

اگر قرآن کریم نور قدیم ہونے کے باوجود خدا کے نور سے نور تسلیم کرنے کے بعد جزو نہیں کہلا سکتا۔ اور کفر لازم نہیں آتا تو نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے نور سے نور مخلوق نہ عین ہے نہ جزو، تو کفر کیسے لازم آئے گا۔ تو یہ تمہارا استدلال غلط ثابت ہوا۔ اور ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خداوند کریم کے نور سے نور مخلوق تسلیم کرنے میں جزو خدا نہیں کہلا سکتے۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ آپ کا نورانی جسم نوع انسانی سے متعلق ہے۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ (الصف ۸) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

آپ کے بال سیاہ نور ہونے کے خلاف ہیں کا جواب

سوال: بھائی صاحب بات یہ ہے کہ یہ تو میری سمجھ میں آگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور ماننے سے خدا کا جزو نہیں بن سکتے، لیکن یہ تو بتاؤ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بال سیاہ تھے یا نہیں؟ نور کالا بھی ہوتا ہے؟ حالانکہ حدیثوں میں آتا ہے کہ آپ کے بال کالے تھے۔ تو آپ کے بال نہ نوری ہوئے تو آپ کے جسم کا ایک حصہ نوری نہ ہوا، جس کا ایک حصہ نوری نہیں تو باقی کیسے نور ہو سکتے ہیں۔

جواب: بڑے افسوس کی بات ہے کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے نوری نہ بنا دیا تھا۔ سنو قرآن کریم سے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دست پاک نور تھا

وَنَزَعَ یَدَہٗ فَإِذَا هِيَ بَیْضَاءُ لِلنّٰظِرِیْنَ (الشعراء ۳۳)

اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لئے چمکیلا ہو گیا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَى (۲۲) لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى (طٰہٰ ۲۳)

اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں ملاؤ بغیر کسی بیماری کے روشن ہو کر نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہو گی تاکہ ہم تمہیں دکھادیں اپنی بڑی نشانیوں سے۔

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ (النمل ۱۲)

اور داخل کر اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں بغیر بیماری کے روشن نکلے گا۔

اسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ (القصص ۳۲)

تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو بغیر بیماری کے روشن ہونے والا نکلے گا۔

ان آیات کریمہ سے رب العزت نے ثابت کر دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک کو اللہ تعالیٰ نے نوری بنا دیا۔ جس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ نہ تھی۔ انسانی ہاتھ کو اگر نوری بنا سکتا ہے تو انسان سے نور کی ولادت بجنس انسانی بھی اس کی قدرت سے ممکن ثابت ہوئی۔ اور جب ہاتھ کا نوری بننا ممکن تو در حقیقی نور کا صورت انسانی میں متشکل کرنا قدرت الٰہیہ میں ممکن ثابت ہوا۔ بلکہ انسانی ہاتھ فی الخارج حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حقیقتاً نوری بنا۔ اور حقیقت نور بصورت انسانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے۔ یہ وحدہٗ لا شریک کی قدرت کاملہ کا کمال ثابت ہوا۔

دوسرا جواب: بالوں کی سیاہی آپ کے نور ہونے میں مخل نہیں ہو سکتی بال تو سیاہ ہی ہوتے ہیں لیکن آپ کے بال مبارک میں خصوصیت یہ تھی کہ باوجود سیاہ ہونے کے روز روشن کی طرح چمکیلے تھے اور یہ ممکن بھی ہے۔

آپ کے سیاہ بالوں کا قرآنی جواب

تیسرا جواب:وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء ۱۷۴)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم تمام نور ہے۔ اس میں کوئی غیر شے نہیں۔ اور ابلیس کا ملعون ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے: وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (الحجر ۳۵) ایسے ابولہب، ابوجہل، فرعون وغیرہم کا کافر ہونا اور ملعون اور ناری ہونا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے۔ طوالت کی وجہ سے مختصر عرض کرتا ہوں۔ لیکن ابلیس کا نام یا ابوجہل، فرعون اور ابولہب کا نام جب قرآن کریم کی آیۃ میں مذکور ہوتا ہے تو وہ تمام اسماء کفار کے الفاظ منزلہ نوری کہلائیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قرآن کریم میں نقص لازم آئے گا۔ اور اگر ہے تو ثابت ہوا کہ ان اسماء کا جب معنوی مراد لیا جائے تو فی الخارج برے ہیں لیکن جب کلام الٰہی میں ان کے اسماء پڑھے جائیں تو وہی الفاظ نوری ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے ہی بالوں کی حقیقت تو سیاہ ہے لیکن جب نوری وجود مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نکلیں گے تو نوری ہی ہوں گے۔ وہاں صرف معنون کا عنوان نوری بنایا۔ یہاں عنوان اور معنون دونوں ہی نوری لائے۔ کیونکہ آپ حقیقتًا نور ہیں۔ اور نور سے نور کا ہی اخراج ہوتا ہے۔ بلکہ جو چیز اس میں داخل ہوگی وہ بھی نور بن جائے گی۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کھانا خاکی تناول فرماتے ہیں لیکن جب آپ کے وجود مبارک میں جاتا ہے تو وہ بجائے اس کے کہ انسانی تقاضے کے مطابق گندگی بنے خوشبودار نور بن جاتا ہے۔

وہاں تو صرف لفظی عنوان بدلا معنون میں فرق نہیں آیا۔ لیکن یہاں رب العزت نے حقیقت ہی بدل دی۔ اس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ دلیل عقلی مثلاً بادل سیاہ ہوتا ہے جب سورج کی روشنی سفید اس پر غالب ہوتی ہے تو بادل سفید نظر آنے لگ جاتا ہے۔ اور جب سورج بوقت طلوع یا غروب

سرخ ہو جائے تو بادلوں پر بھی سرخی غالب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے آپ کے بال مبارک پر غالب صرف بالوں کی سیاہی کو ہی منور نہیں فرمایا بلکہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کے خاکی لباس پر اتنا غالب تھا کہ وہ تجلیات الٰہیہ کو برداشت کرتا تھا۔

نور کھانے پینے سے مبرا ہوتا ہے کا جواب

سوال: نور کھانے پینے سے مبرا ہوتا ہے، نور کھاتا پیتا نہیں، بیویاں نہیں رکھتا۔

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ نوری تھا اور کھاتے پیتے بھی تھے۔

دوسرا جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ تھے۔ اگر روح اللہ کے کھانے پینے سے اس کے روح اللہ ہونے میں فرق لازم نہیں آتا تو نور اللہ کے کھانے پینے سے بھی نور اللہ ہونے میں فرق نہیں آسکتا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شادی بھی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہو گی۔

تیسرا جواب: شہر بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتے نوری نازل ہوئے جنہوں نے شراب پی اور زناء بھی کیا۔ سنیئے:

ہاروت وماروت دونوں فرشتے تھے

وَمَاأُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ (البقرة ۱۰۲)

اور جو اتارا گیا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت وماروت کو۔

فشربا فلما انتشيا وقعا بالمرأة فزنيا بها فرآهما إنسان فقتلاه۔[682]

682 (تفسیر الخازن، ج ۱، ص ۸۹، دار النشر: دار الفکر - بیروت/لبنان)

تو دونوں نے شراب پی، پھر جب دونوں بے ہوش نشہ ہوئے تو زہرہ عورت پر چڑھے، اور دونوں نے اس سے زنا کیا تو ان دونوں کو ایک آدمی نے دیکھ لیا تو انہوں نے اس آدمی کو قتل کر دیا۔

کیوں جی اب تمہاری تسلی ہو گئی کہ نوری صحبت کر سکتا ہے، کھا پی سکتا ہے، اس سے نور میں فرق نہیں آتا۔ ہاروت و ماروت نوری ہیں۔ نور کی پیدائش میں پھر انہوں نے کھا پی کر زنا کر کے قتل کر کے دکھایا۔ تا کہ میرے پیارے نوری مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جو مبرا ہیں ہر عیب سے کے ازواج مطہرات اور حلال کھانے پینے سے نور میں فرق نہ آئے۔

تفاسیر سے کہ ہاروت وماروت دونوں ملائکہ تھے

هَارُوتَ وَمَارُوتَ كَانَا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَأُهْبِطَا لِيَحْكُمَا بَيْنَ النَّاسِ۔[683]

ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے فرشتوں سے۔ پھر دونوں اتارے گئے تا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

ہاروت وماروت کا بازاروں میں چلنا اور زنا کرنا

ثُمَّ أَتَيَا مَنْزِلَهَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهَا فَأَرَادَاهَا فَقَالَتْ : لَهُمَا لَا حَتَّى تَشْرَبَا خَمْرِي وَتَقْتُلَا ابْنَ جَارِي وَتَسْجُدَا لِوَثَنِي فَقَالَا: لَا نَسْجُدُ ثُمَّ شَرِبَا مِنَ الْخَمْرِ ثُمَّ قَتَلَا۔[684]

پھر وہ دونوں فرشتے زہرہ کے مکان پر آئے تو دونوں فرشتے زہرہ کے پاس جمع ہوئے تو زہرہ کا بھی ارادہ ہو گیا۔ تو زہرہ نے کہا کہ میں تو تمہارے پاس نہیں آؤں گی حتیٰ کہ تم دونوں میری شراب پیو اور میرے پڑوسی کے بیٹے کو قتل کرو، اور میرے بت کو سجدہ کرو تو دونوں نے جواب دیا ہم سجدہ نہیں کریں گے۔ پھر دونوں نے شراب پی۔ پھر وہ قتل کئے گئے۔ فواقعا المرأة فخشيا أن يخبر الإنسان

[683] (تفسیر ابن کثیر، ج ا، ص ۵۳۰، دار النشر: مؤسسة قرطبة+مكتبة أولاد الشيخ)

[684] (تفسیر ابن کثیر، ج ا، ص ۵۳۰، دار النشر: مؤسسة قرطبة+مكتبة أولاد الشيخ)

عنہما فقتلاہ۔[685] دونوں عورت پر واقع ہوگئے تو دونوں ڈرے کہ ان دونوں کی خبر انسان دے دے گا تو ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا۔

کیوں جناب! رب العزۃ نے ہاروت و ماروت فرشتوں کو انسانوں میں انسانی لباس میں بھیج کر ثابت کر دیا کہ نوری انسانی لباس میں آسکتا ہے۔

۲۔ نوری جس شکل میں متشکل ہو کر آئے اس کے عوارضات اس کو مستلزم ہوتے ہیں۔ جیسے کھانا پینا، عورتوں سے ہم بستری کرنا۔ جائز اور پاک استعمال کرے گا تو مثیب ہو گا۔ اگر ناجائز اور حرام کرے گا تو سزا پائے گا۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام عمر ہر حرام و ناجائز شے سے ہر طرح مبرا رہے لہٰذا سید النورین بن گئے، ہاروت و ماروت حرمت کے مرتکب ہوگئے سزا یافتہ بن گئے۔

نوری کا خاکی سے نکاح

سوال: کیا نوری کا خاکی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: ہاں ہاں مومن جنتی جب جنت میں جائے گا تو رب العزت نے فرمایا:

لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرۃ ۲۵)

جنت میں مومنوں کو بیویاں پاک ملیں گی، اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ان جنتیوں کے ازواج مطہرات کی صفت فرمائی:

حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (الرحمٰن ۷۲)

اور جنتیوں کو حوریں پردہ نشین ملیں گی۔

---

[685] (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۴۳، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، منشورات محمد علي بیضون-بیروت)

معلوم ہوا کہ خاکی کا نوری سے نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی شرط ہے۔ رب العزت جنتیوں کو بھی قیامت کے دن نوری بنا دے گا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

جنتی مومنین کو بھی قیامت میں اللہ رب العزت نوری بنا دے گا

يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ (الحدید ۱۲)

مومنین کے آگے اور دائیں نور ہو گا۔

نوری حوروں سے اولاد کا ہونا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ، كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، كَمَا يَشْتَهِي۔[686]

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کہ مومن جنت میں جب اولاد کی خواہش کرے گا، اس کا حمل بھی ہو گا، اور وضع حمل بھی ہو گا، اور جیسا کہ خواہش کرے گا، فوراً اس کی عمر بھی بڑھ جائے گی۔

باب فِي وَلَدِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ وَالْقَوَارِيرِىُّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِى الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِى الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِى سَاعَةٍ كَمَا اشْتَهَى۔[687]

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ مومن جنت میں جب اولاد کی خواہش کرے گا اس کا حمل بھی ہو گا، اور وضع حمل

686 (سنن ابن ماجه، ج۵، ص۳۸۷، الناشر: مكتبة أبي المعاطي)

687 (سنن الدارمی، ج۹، ص۱۳۳، المكتبة الفاروقية)

بھی ہو گا۔ اور اس کی خواہش کے موافق فوراً اس کی عمر بھی بڑی ہو جائے گی۔ (امام دارمی نے جنت والوں کی اولاد ہونے کا باب باندھ کر لکھا ہے)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کی بحث

سوال: مولوی صاحب قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (الکھف ۱۱۰) کے متعلق تسلی کرا دیجئے۔

مِثْلُكُمْ کا جواب قرآن کریم سے

پہلے جواب اول قرآنی آیت کا جواب بفضلہٖ تعالیٰ قرآن کریم سے عرض کروں گا۔

وَمَامِنْ دَابَّةٍفِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (الأنعام ۳۸)

نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے پروں سے اڑتا ہے امتیں ہیں مثل تمہاری۔

اللہ جل شانہ نے اس آیۃ کریمہ میں بحیثیت امت تمہیں پرندوں اور درندوں کے مماثل ثابت فرمایا۔ تو بحیثیت امت کتے، بلے، خنزیر اور پرندے، الو، گدھ وغیرہ سب تمہارے جیسے امتیں ہیں۔ تو امت خداوندی ہونے میں تم ان سے یکساں ہوئے۔ تو اس آیت خداوندی کی رو سے اگر تمہارے کسی بزرگ مولوی صاحب کو کہا جائے کہ امت اللہ ہونے کی بنا پر گدھے یا الو کی مماثل ہیں تو کیا تمہیں ناگوار معلوم ہو گا یا نہیں؟ اور تمہیں چاہیئے بھی کیونکہ مثلیث میں بجائے اوپر کی طرف بڑھنے کے نچلی جانب تشبیہ دی گئی۔ اور اس میں انکساری ہے اور سب امتی ہیں تو امتی کی مثال امتی سے ہونی چاہیئے۔ اور اگر اس آیت پر عمل کرتے ہوئے ہم بفرمان خداوندی تمہارے کسی بزرگ کو کہہ دیں تو تم سیخ پا ہوتے ہو۔ تو بَشَرٌ مِثْلُكُمْ میں تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثلیث میں اوپر کو ترقی کرتے ہو تو ہمارے ایمانوں کو ٹھیس لگتی ہے۔ اس مذکورہ بالا آیۃ کریمہ سے سبق حاصل کرو کہ

بَشَرٌ مِثْلُکُمْ خداوند کریم کا تشبیہ دینا اور ہمارا اپنے قیاس سے تشبیہ دینا اور اس میں فرق بعید ہے۔ خداوند کریم نے مخالفین کو دعوت نبوت پیش فرمائی ہے۔ اور اصول یہی ہے دعوت سادے الفاظ سے ہوتی ہے لیکن بوقت حاضری دعوت کے اصل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس وقت سادے الفاظ سے ٹالا نہیں جاتا۔

دوستو! یاد رکھو کہ امتی ہونے میں ان کی مثلیث ضرور ہے لیکن چونکہ اللہ رب العزت نے ہماری جبلت کو وحوش وطیور سے ممتاز کر دیا ہے، اس لئے ہم مثلیث سے جبلۃً ترقی پر ظاہر ہوئے اور کُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ سے نوازا۔ ایسے ہی وحدہٗ لا شریک نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو انسانی مماثلت عطا فرمائی، لیکن جبلۃً دوسروں سے ممتاز فرمایا۔ اس امتیازی جبلت کی بنا پر ہم سے فوقیت پر ہوئے اور فوقیت بھی ایسی کہ ملائکہ بھی جبلۃً آپ سے ھبوط میں ہیں۔ فرمایا اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سب مومنین سے حقیقی اولویت بخشی۔ تو اللہ رب العزت کا جہاں آپ کی ذاتی حقیقت کو بیان کرنا مقصود تھا وہاں قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵) فرمایا۔ اور جہاں مخلوق کو ہدایت خداوندی سے راہ راست پر لانا مقصود تھا تو منکرین کو قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ (الکھف ۱۱۰) کے پردے سے متکبرین کو تواضعًا أَنَّمَا إِلٰهُکُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ (الأنبیاء ۱۰۸) کی دعوتِ خداوندی دی۔ آپ کی اس انکساری سے حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بے خبر آپ مثل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بن بیٹھا۔ افسوس! تمہیں چاہیئے تھا فرمان خداوندی أُمَمٌ أَمْثَالُکُمْ کی طرف جھکتے۔ تاکہ تمہیں خداوند کریم رحمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں شامل فرمالیتا۔ اور تمہارے لئے رُتبہ ایک فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیمًا (الأحزاب ۷۱) ہوتا یہ جواب قرآنی آیت کا قرآنی آیت سے تھا۔

بوجھ اٹھانے کا جواب

سوال: مولوی صاحب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کمزوروں کے بوجھ اٹھا کر اس کے گھر چھوڑ آتے تھے۔ کبھی نور بھی بوجھ اٹھاتا ہے؟

جواب: فقیر قرآن کریم سے اس کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ سنیئے:

أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

یہ کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا اس میں تسلی ہو گی تمہارے رب کی طرف سے اور بقیہ ہو گا اس چیز سے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے۔ اس کو ملائکہ نے اٹھایا ہو گا۔

کیوں بھئی ملاجی! اب تو قرآن کریم سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے تبرکات ملائکہ اٹھا کر ولی اللہ کی خدمت میں لائیں گے۔ ملائکہ نوری اور انسانوں کے تبرکات اٹھائے پھرتے رہے کیا کھو گئے؟ ملائکہ نوری نہ رہے؟ ایسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نوری اور اپنی رحمت سے لوگوں کے بوجھ اٹھاتے تھے۔ اور آپ کے نوری ہونے میں فرق نہیں آسکتا۔

(مقیاس نور، ص ۱۵ تا ۱۸۴)

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ کی تحقیق

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

جس اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب و مطلوب منزّہ عن کُلِّ عیوب، دانائے غیوب، احمد مختار کل کائنات کے تاجدار، پیاری اُمت کے غمگسار، بے کسوں اور بے بسوں کے مددگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مبارک سیرت مطہرہ لکھی جارہی ہے۔ رب العالمین جل جلالہ نے ان

کو اپنی مقدس تمام کتابوں سے برتر اور افضل کتاب قرآن مجید، فرقان حمید اور برہان رشید کی اس آیت میں ان کی آمد آمد اور ان کی شان بیان کرتے ہوئے ان کو نور قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ان مستند مفسرین عظام، محدثین کرام نے (جنھیں ہر طبقہ اور گروہ کے اکابرین اور رہنما ان کو مسلمہ اور مستند سمجھتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں اور تقریروں میں ان کے حوالہ جات بیان کرتے ہیں) اپنی اپنی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں نور سے مراد سرور کائنات، مفخر موجودات، منبع کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات قرار دیا ہے۔ ذوق و شوق میں اضافہ اور تسکین قلبی کی خاطر مفسرین اور محدثین کی اصل عبارات پیش خدمت ہیں:

أَنَّ الْمُرَادَ بِالنُّورِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[688]

بے شک نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ يعني محمدا صلى الله عليه وسلم إنما سماه الله نورا لأنه يهتدى به كما يهتدى بالنور في الظلام۔[689]

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم مبارک نور اس لئے رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے، اسی طرح آپ کی ذات بابرکات کی نورانیت سے راہ ہدایت ملتی ہے۔

---

688 (التفسير الكبير، ج ١١، ص ٣٢٧، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

689 (تفسير الخازن، ج ٢، ص ٢٤، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

تفسیر بیضاوی میں امام عبد الرحمٰن بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ يريد بالنور محمد صلى الله عليه وسلم۔[690]

نور سے مراد سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں امام ابو محمد الحسین الفراء للبغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُوْرٌ يعني: محمد صلى الله عليه وسلم۔[691]

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

سید المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ رَسُول يَعْنِي مُحَمَّدًا۔[692]

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

تفسیر مدارک میں امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ أو النور محمد عليه السلام لأنه يهتدى به كما سمي سراجاً۔[693]

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں کیونکہ ان کی نورانیت کی وجہ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اسم شریف سراجًا رکھا ہے۔

---

690 (تفسير البيضاوى، ج ٢، ص ٥٦)

691 (معالم التنزيل، ج ٤، ص ٣٤)

692 (تنوير المقياس من تفسير ابن عباس، ج ١، ص ٩٠، الناشر: دار الكتب العلمية—لبنان)

693 (تفسير مدارک، ج ١، ص ٢٨٠)

تفسیر سراج المنیر میں امام محمد شربینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قد جاء کم من اللہ نور ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔[694]

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

تفسیر ابو السعود میں امام ابو السعود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ قیل المراد بالاول ھو الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وبالثانی القرآن۔[695]

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اول نور سے مراد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور ثانی سے قرآن عظیم الشان مراد ہے۔

تفسیر جلالین میں علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قد جاء کم من اللہ نور ھو النبي صلی اللہ علیہ وسلم۔[696]

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور نبی پاک احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

تفسیر ابن جریر میں امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ يعني بالنور، محمدًا صلى الله عليه وسلم الذي أنار الله به الحقَّ، وأظهر به الإسلام، ومحق به الشرك، فهو نور لمن استنار به يبيِّن الحق۔[697]

---

694 (تفسیر السراج المنیر، ج ۱، ص ۲۹۱، دار النشر/دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

695 (تفسیر ابو سعود ج ۴، ص ۳۶ بر حاشیہ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر)

696 (تفسیر الجلالین، ج ۱، ص ۱۳۹، الناشر: دار الحدیث-القاھرۃ)

697 (تفسیر ابن جریر، ج ۶، ص ۹۲، مطبوعہ مصر)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور جن کی طفیل اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی جلوہ نمائی سے ہی اسلام غالب ہوا۔ آپ کے صدقہ سے شرک کو مٹایا گیا۔ تو آپ نور ہیں جن کے ساتھ روشنی ہوئی اور حق ظاہر ہوا۔

تفسیر روح المعانی میں امام محمد آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ عظيم وهو نور الأنوار و النبي المختار صلّى اللّٰه عليه و سلّم۔[698]

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے۔ اور وہ نورالانوار نبی مختار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔

امام احمد الصاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَهُوَ النَّبِيُّ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم وَسُمِّيَ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا لِلْاِرْشَادِ وَلِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَمَعْنَوِيٍّ۔[699]

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور وہ نور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہیں۔ آپ کا اسم شریف نور اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ دلوں کو نورِ بصیرت بخشتے ہیں اور ان کو ارشاد فرما کر ہدایت دیتے ہیں، کیونکہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں۔

---

698 (تفسیر روح المعانی، ج۳، ص ۲۶۹، الناشر: دار الکتب العلمیۃ۔بیروت)

699 (تفسیر الصاوی، ج ۱، ص ۲۷۵)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُّبِينٌ قيل: المراد بالأول هو الرسول صلى الله عليه وسلّم وبالثاني القرآن۔[700]

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اول نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور دوسرا کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

سمى الرسول نوراً لأن أول شيء أظهره بالحق بنور قدرته من ظلمة العدم كان نور محمد صلى الله عليه وسلّم كما قال: "أول ما خلق الله نوري"۔[701]

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام نور اس لئے رکھا گیا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا اور وہ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

تفسیر حسینی میں علامہ معین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُّبِينٌ گفتہ اند نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است وکتابِ مبین قرآن است۔[702]

---

[700] (تفسیر روح البیان، ج۲، ص۲۹۲، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)

[701] (تفسیر روح البیان، ج۲، ص۲۹۲، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)

[702] (تفسیر حسینی فارسی، ص۱۴۰، مطبوعہ نولکشور)

مفسرین کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور کتاب مبین قرآن پاک ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جاءَ كُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ يعنى محمد صلى اللّٰہ عليه وسلم أو الإسلام۔[703]

تفسیر القاسمی میں محمد جمال الدین القاسمی الشامی قَدْ جاءَ كُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

أو النور، محمد صلى الله عليه وسلم لأنه يهتدي به، كما سمي سراجاً۔[704]

شفاء شریف میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

قد سماه الله تعالى في القرآن نوراً و سراجاً منيراً، فقال تعالى: قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين۔[705]

بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کا اسم گرامی نور اور سراجًا منیرًا رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

موضوعات کبیر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

سَمَّاهُ نُوْرًا فِيْ كِتَابِهٖ۔[706]

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم شریف نور رکھا ہے۔

---

703 (تفسیر مظهری، ج ۱، ص ۱۰۳۶، ناشر: مکتبة رشدیه)

704 (محاسن التاویل (تفسیر القاسمی)، ج ۴، ص ۹۱)

705 (الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضي عياض، ج ۱، ص ۱۵)

706 (موضوعات، ص ۸۶)

قارئین کرام! قَدْ جاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ کی تفسیر اُن حضرات کی کتابوں اور تفاسیر سے درج کی گئی ہے جو ہر مکتب فکر کے نزدیک مسلمہ مفسرین اور اکابرین ہیں۔ اب ان حضرات کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو صرف اور صرف ایک خاص فرقہ یا گروہ کے ہی اکابرین ہیں۔

دیوبندی، وہابی اکابرین کی تفاسیر

سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ:

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُبِینٌ (المائدۃ ۱۵)

تمہارے پاس اللہ کا نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور روشن کتاب قرآن شریف آئی۔[707]

مفسر الوہابیہ حافظ محمد صاحب لکھوکے والے کہتے ہیں کہ نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یا اسلام جو دینِ ربانی۔[708]

غیر مقلدین وہابیہ کے مستند عالم مولوی وحید الزمان صاحب قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُبِینٌ (المائدۃ ۱۵) کا ترجمہ لکھ کر لفظ نور سے مراد کے متعلق نشاندہی حاشیہ پر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یا دین اسلام۔[709]

شرح اسماء الحسنیٰ میں وہابیہ کے مستند اور محقق مولوی قاضی سلیمان منصورپوری لکھتے ہیں کہ:

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُبِینٌ (المائدۃ ۱۵) اس آیت مبارکہ میں وجود باوجود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے۔[710]

---

707 (تفسیر ثنائی، سورۃ المائدۃ، ص ۱۱، مطبوعہ امرتسر)
708 (تفسیر محمدی، ص ۲۳، منزل دوم)
709 (تبویب القرآن، ص ۱۴۹)
710 (شرح اسماء الحسنیٰ، ص ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور بنا کر بھیجا۔[711]

وہابیہ کے محقق قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ اسی کا مبارک نام سورہ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدۃ ۱۵) خازن و معالم میں نور کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضور ہی وضوح امر اور تبیینِ نبوت میں نور ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی کی تعلیم تنویرِ قلوب کے لئے نور ہے۔[712]

ترجمان القرآن جو کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی کی اردو میں تفسیر ہے اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا مراد نور سے حضرت ہیں یا اسلام یا قرآن۔[713]

وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کے مجتہد اور مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالوی اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ:

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ قال الزجاج النور محمد صلى الله عليه وسلم۔[714]

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب زجاج نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

---

711 (شرح اسماء الحسنیٰ، ص ۱۵۳)

712 (رحمۃ للعالمین، ج۳، ص ۲۱۹)

713 (تفسیر ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۷۵۷)

714 (تفسیر فتح البیان، ج۳، ص ۳۷۸، الناشر: المَكتبة العصريّة للطبَاعة والنّشر، صَيدَا - بَيروت)

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاید نور سے خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔[715]

مولوی اشرف علی تھانوی جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے نہایت ہی مقتدر فرد، محدث اور مفسر ہیں بلکہ مجدد اور حکیم الامت کے القاب سے پکارے جاتے ہیں۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود باوجود ہے۔ اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے اور یہ توجیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بناء پر ہے یعنی جبکہ نور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود موجود مراد لیا جائے۔[716]

مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ النور میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة۱۵) کی ایک تفسیر یہ ہے کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (المائدة۱۵) فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جَاءَكُمْ کا فاعل ایک ہو۔[717]

---

715 (تفسیر عثمانی، ص ۱۹۳، بر حاشیہ قرآن پاک مطبوعہ تاج کمپنی)
716 (اشرف المواعظ، ص ۱۴۸)
717 (رسالۃ النور، ص ۳۱)

تھانوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہوں۔[718]

مولوی ادریس کاندھلوی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا ہے۔ مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور ایک روشن کتاب آئی ہے۔ قتادہ اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے۔ دیکھو روح المعانی، ج٦، ص۸۷ اور تفسیر قرطبی، ج٦، ص۱۱۸۔[719]

مولوی مشتاق احمد دیوبندی اپنی کتاب التوسل (جو کہ مولوی کفایت اللہ دہلوی، مولوی محمود الحسن اسیر مالٹا، مولوی شبیر احمد عثمانی، مفتی شفیع دیوبندی کی مصدقہ ہے) میں لکھتے ہیں کہ فرمایا اللہ کریم نے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ۱۵) ترجمہ: بے شک آیا ہے تمہارے پاس اللہ پاک کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔ اس جگہ حسبِ روایت شفاء قاضی عیاض نور سے مراد حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

اور کہا تفسیر روح المعانی میں: قد جاء کم من اللہ نور وھو نور الأنوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم وإلی ھذا ذھب قتادۃ واختارہ الزجاج۔[720] غرض نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پاک پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور مجسم اور روشن

---

[718] (النور، ص۳۱)

[719] (تفسیر معارف القرآن، ج۴، ص۴۲)

[720] (تفسیر روح المعانی، ج٦، ص۹۷، الناشر: دار إحیاء التراث العربي-بیروت)

چراغ ہیں۔ نور اور چراغ ہمیشہ ذریعہ اور وسیلہ صراط مستقیم دیکھنے اور خوفناک طریق سے بچنے کا ہوتے ہیں۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراسر نور یقیناً تمام امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے وسیلہ ہیں۔ اور ایسا وسیلہ ہیں کہ حالتِ حیات میں بھی وسیلہ تھے اور بعد وفات بھی قیامت تک وسیلہ ہیں۔ کیونکہ جو نام اللہ کریم نے اپنے کلام قدیمی میں آپ کا تجویز فرمایا وہ تمام زبانوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پاک کے واسطے ثابت ہے۔ بلکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کے جد امجد عبد المطلب کو قریش مصیبت کے وقت ہی نور کے سبب حل مشکلات کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ [721]

نور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مراد نہ ماننا معتزلہ کا عقیدہ ہے

قارئین کرام! مفسرین عظام علیہم الرحمۃ نے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵) میں نور سے مراد سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات لی ہے۔ جو کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے۔ اب نور سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو مراد نہ لینا کن حضرات کا عقیدہ ہے؟ وہ حضرات معتزلہ ہیں جس ثبوت میں حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ محمود آلوسی جو کہ مستند تفسیر روح المعانی لکھنے والے ہیں قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قال أبو علي الجبائي: عنى بالنور القرآن لكشفه وإظهاره طرق الهدى واليقين، واقتصر على ذلك الزمخشري۔ [722]

---

[721] (التوسل، ص ۲۲، ۲۳)

[722] (روح المعانی، ج۳، ص ۲۶۹، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت)

ابو علی جبائی نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن پاک ہے کیونکہ قرآن پاک کا کشف اور بیان ہدایت کے طریقوں کو ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ آلوسی نے جو زمخشری کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ زمخشری صاحب تفسیر کشاف ہیں۔ اور ان کا نام جاء اللہ ہے اور زمخشری کے نام سے مشہور ہیں۔ اور وہ معتزلی ہیں۔ اسی لئے زمخشری نے بھی اپنی کنیت ابو المعتزلہ رکھی تھی۔

جیسا کہ صاحبِ نبراس نے صاف لکھا ہے کہ:

وَکَانَ صَاحِبُ الْکَشَّافِ یَکْنِیْ نَفْسَہٗ اَبَا الْمُعْتَزِلَۃِ۔[723]

صاحب الکشاف نے اپنی کنیت ابو المعتزلہ رکھی تھی۔

علامہ آلوسی نے ابو علی الجبائی کا بھی جو عقیدہ تحریر کیا ہے وہ ابو علی الجبائی بھی معتزلہ تھا۔

صاحب نبراس نے ابو علی الجبائی کے متعلق لکھا ہے کہ:

اَبُوْ عَلِیْ جَبَائی ھُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّاب مِنْ مُعْتَزِلَۃِ بَصْرَۃَ۔[724]

ابو علی جبائی جس کا نام محمد بن عبد الوہاب تھا بصرہ کے معتزلہ میں سے تھا۔

شاہ عبد القادر دہلوی کی تفسیر موضح القرآن جو کہ وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک مستند ہے کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُبِیْنٌ (المائدۃ ۱۵)

---

723 (نبراس، ص ۲۸)

724 (نبراس، ص ۲۹)

تحقیق آئی تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی کہ کفر کی تاریکی کو دور کرتی ہے۔ اور اپنی کتاب ظاہر کرنے والی احکام شریعت کو روشنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور کتاب قرآن مجید ہے۔[725]

قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں میں بھی اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ فرمایا ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (النور ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے، موتی سا چمکتا۔

اس آیۃ کریمہ میں مَثَلُ نُورِہٖ کی تفسیر کرتے ہوئے ہٖ ضمیر کا مرجع شہنشاہِ کون و مکاں سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو قرار دیا ہے۔

مفسرین عظام علیہم الرحمۃ کی تفاسیر درج کی جاتی ہیں:

امام علاؤالدین علی محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مثل نورہ وقیل ہو محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔[726]

مثل نورہ کی تفسیر میں مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال مراد ہے۔

---

[725] (تفسیر موضح القرآن، ص ۱۰۲)

[726] (تفسیر الخازن، ج۳، ص ۲۹۷، الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مَثَلُ نُوْرِہٖ مَثَلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[727]

مَثَلُ نُوْرِہٖ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم کے نور کی مثال ہے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مثل نورہ قال: مثل نور محمد صلی اللہ علیہ و سلم۔[728]

مَثَلُ نُوْرِہٖ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم کا نور مبارک فرمایا گیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں امام ابو محمد الحسین الفراء بغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مَثَلُ نُورِہٖ وَقَالَ سَعِیدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَ الضَّحَّاکُ: هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔[729]

مَثَلُ نُورِہٖ کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ہیں۔

تفسیر غرائب القرآن میں امام نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

والنبي نوراً وسراجاً منيراً۔[730]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم نور ہیں اور سورج ہیں نور دینے والے۔

علامہ احمد قسطلانی شارح بخاری اور محمد بن عبد الباقی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشْکَاۃٍ اَلْمُرَادُ هُنَا مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[731]

---

727 (تفسیر ابن جریر، ج ۱۸، ص ۹۵، مطبوعہ مصر)

728 (الدر المنثور، ج ٦، ص ۱۹۸، الناشر: دار الفکر - بیروت)

729 (معالم التنزیل، ج ۹، ص ۴۱۴)

730 (تفسیر غرائب القرآن، ج ۵، ص ۱۹۴، دار النشر: دار الکتب العلمیة - بیروت/لبنان)

731 (مواہب اللدنیہ، زرقانی شریف، ج ۳، ص ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ کے فرمان مثل نورہٖ کمشکوٰۃ میں نور سے مراد سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اس آیت اللَّہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِہِ (النور ۳۵) میں کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

المراد بالنور الثاني هنا محمد عليه السلام وقوله تعالى مثل نوره أي نور محمد صلى الله عليه وسلم۔[732]

دوسرے نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مَثَلُ نُوْرِہٖ کے معنی یہ ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کی مثال ہے۔

شرح الشفاء میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

في هذه الآية من قوله مثل نوره هو محمد صلى الله تعالى عليه وسلم۔[733]

اس آیۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مَثَلُ نُوْرِہٖ میں اس کے نور سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال مراد ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والأظهر أن يقال المراد بالنور محمد صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم۔[734]

---

[732] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ا ، ص ۱۵)

[733] (شرح الشفاء، ج ا ، ص ۴۸، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

[734] (شرح الشفاء، ج ا ، ص ۴۸، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

سب سے واضح اور ظاہر بات یہی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارک ہے۔

نسیم الریاض میں علامہ شہاب الدین الخفاجی علیہ الرحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

وَ الْمَعْنیٰ مَثَلُ نُوْرِہٖ اَیْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[735]

اور مَثَلُ نُوْرِہٖ کے معنیٰ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ ہی فرماتے ہیں:

اَنَّ النُّوْرَ اُطْلِقَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ھُنَا۔[736]

بے شک یہاں نور کا اطلاق محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ہی صحیح اور درست ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مثل نور محمد إذ كان مستودعاً في الأصلاب۔[737]

نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثال جب کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں جلوہ گر تھے۔

غیر مقلدین وہابیہ کے مفسر مولوی محمد لکھوکے والے اس آیۃ شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن عباس تے کعب احباروں وچہ معالم لیایا
جو نور اللہ دا نبی محمد سینہ طاق ٹھہرایا

735 (نسیم الریاض، ج ۱، ص ۱۱۰، ج ۲، ص ۴۴۹، مطبوعہ مصر)

736 (نسیم الریاض، ج ۱، ص ۱۱۰، مطبوعہ مصر)

737 (الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضي عیاض، ج ۱، ص ۱۵)

تے دل اوسدا اقندیل جو شیشہ اندر طاق ٹکایا
تے دیوا نور نبوت دل وچ رکھ نبوت آیا[738]

سراجًا منیرًا

نبی پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراجًا منیرًا کی صفت سے متصف فرمایا جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ٤٦)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر، ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا، اور چمکا دینے والا آفتاب۔

علامہ راغب اصفہانی قدس سرہٗ النورانی السراج کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يعبّر به عن كلّ مضيء۔[739]

ہر روشنی کرنے والی چیز کو بھی سراج کہا جاتا ہے۔

اللہ کریم جل جلالہٗ نے سورج کو بھی قرآن پاک میں سراج فرمایا ہے:

جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ١٦)

اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا۔

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا (النباء ١٣)

اور بنایا ہم نے چراغ سورج چمکتا۔

---

738 (تفسیر محمدی)

739 (المفردات فی غریب القرآن، ج ١، ص ٤٠٦، الناشر: دار القلم، الدار الشامیة - دمشق بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی رحمۃ اللہ الباری لفظ سراج کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

سُمِّيَ السِّرَاجَ لِاَنَّ السِّرَاجَ الْوَاحِدَ يُؤْخَذُ مِنْهُ السِّرَاجُ الْكَثِيْرُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ ضَوْئِهٖ۔[740]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم شریف سراج اس لئے رکھا گیا ہے کہ ایک چراغ سے جیسے کئی چراغ روشن کئے جاسکتے ہیں اور پہلے چراغ کی روشنی میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی۔

علامہ احمد قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری سراجًا منیرًا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَهُوَ السِّرَاجُ الْكَامِلُ فِي الْاِضَاءَةِ وَلَمْ يُوْصَفْ بِالْوَهَّاجِ لِاَنَّ الْمُنِيْرَ هُوَ الَّذِيْ يُنَيِّرُ مِنْ غَيْرِ اِحْرَاقٍ بِخِلَافِ الْوَهَّاجِ۔[741]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم روشنی میں سراج کامل ہیں۔ اور سورج کی طرح وہاج (جلانے والا) کی صفت سے متصف نہیں فرمایا بلکہ منیر فرمایا کیونکہ منیر اس کو کہتے ہیں جو اشیاء کو روشن کرے مگر جلائے نہیں بخلاف وہاج کے وہ روشنی کے ساتھ ساتھ حرارت بھی دیتا ہے اور جلاتا بھی ہے۔

دیوبندیوں اور وہابیوں کے مجدد ابن قیم رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام سراج منیر (روشن چراغ) رکھا۔ اور سورج کو سراج وہاج (جلانے والا چراغ)۔ منیرًا جلائے بغیر روشنی دیتا ہے اور وہاج کی روشنی میں حرارت اور جلانا بھی شامل ہوتا ہے۔[742]

---

740 (زرقانی شریف، ج۳، ص ۱۷۱)

741 (مواھب اللدنیہ، ج۳، ص ۱۷۱)

742 (زادالمعاد، ج۲، ص ۸۳)

اللہ کریم نے قرآن پاک میں سورج کو سراج اور قمر (چاند) کو منیر افرمایاہے۔ مگر اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ان دونوں اوصاف سے متصف فرمایاہے۔ اس میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ سورج کی روشنی دن کو ہوتی ہے، اور چاند کی روشنی رات کو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا محبوب دن کو بھی اور رات کو بھی اپنی نور پاشی اور ضیاء پاشی سے منور فرماتا رہتاہے۔

سورج اور چاند کی روشنی زمین کے نیچے نہیں جاتی مگر پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ ووسلم کا نور مبارک دلوں کو بھی اور قبروں کو بھی منور فرماتاہے۔

محدث ابن الجوزی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ:

سِرَاجًالِکَوْنِنَاوَمُنِیْرًا عَلٰیْ وُجُوْدِنَا۔[743]

سراج ہمارے وجود کے لئے چراغ ہیں اور منیر ہمارے وجود پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔

قاضی سلیمان منصورپوری غیر مقلدین وہابی حضرات کے محقق سراج منیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سراج منیر کہاہے۔ اور یہ بتلا دیا کہ حضور کی ذات گرامی میں ہفت اقلیم عالم کی رہبری کے رنگ جمع ہیں۔ اور جامعیت کا یہ نور ہر ایک نزدیک دور کا باصرہ اور افروز و بصیرت افزاء ہے۔[744]

قاضی صاحب مزید تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں لکھتے ہیں کہ نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے۔ کیونکہ نظام ہذا کے جملہ سیار گان کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے یہی نیر اکبر ہے۔ عالم کون وفساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس کی

---

743 (بیان المیلادالنبی، ص ۹)

744 (سیدالبشر، ج۲، ص ۵۸)

حرارت اس کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے، ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب خداوند کریم عالم روحانی سے نیر اعظم ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اپنے نور میں دکھلاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو سراجًا منیرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم یہی ہیں۔ اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔

آفتاب رات کو تاریکی دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے۔ انہیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوتی ہے، آفتاب کی روشنی جرائم روک دیتی ہے، سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں جاہلیت کی ظلمت جہالت کی تاریکی کفر و شرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیرے، رواج کی گھٹا، تقلید کی اندھیاری کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے، دماغوں کو عقائد صحیحہ کی لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے، خلاء کو نورانی تعلیم سے، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا۔ اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو بھی دیکھ سکنے کے قابل ہوئی وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے۔ اب خود اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمۡ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ ثابت ہوئے۔ وہ جو عملیات سے راہ ور ہنما گم کردہ تھے اب خود خضر راہ بنے۔

بعض شپر چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع رات کی تاریکی ہی میں پر وبال کھولتے ہیں۔ یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تاب نہیں لاسکتے، اور ضوءِ رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس سراج زبانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔[745]

ابراہیم میر سیالکوٹی جو کہ غیر مقلدین وہابی حضرات کے امام العصر ہیں سراجًا منیرًا کی ہی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جہاں ذات اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سارے عالم و عالمیان کے لئے رحمت بنایا ہے، وہاں آپ کو سراجًا منیرًا (آفتاب عالم تاب) بھی فرمایا ہے کہ دنیا جہاں کے لوگ آپ سے نور قلبی حاصل کریں۔[746]

مولوی ابراہیم سیالکوٹی لفظ منیرًا کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ عربی زبان میں منیرًا لازم بھی اور متعدی بھی۔ لازم کا مفاد یہ ہے کہ وہ روشن ہے اور متعدی کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں کو روشنی دینے والا ہے۔ آفتاب کی بھی یہی شان ہے کہ وہ اپنے آپ میں بھی روشن ہے۔ اور دوسروں کو بھی روشنی دیتا ہے یعنی ستاروں کو، چاند کو اور زمین کو۔[747]

ابراہیم میر تفاسیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم میں اس آیت کے ذیل میں کہا ہے:

سَمَّاهُ سِرَاجًا لِأَنَّهُ يُهْتَدَى بِهِ كَالسِّرَاجِ يُسْتَضَاءُ بِهِ فِي الظُّلْمَةِ۔[748]

---

745 (رحمت اللعالمین، ج ۲، ص ۴۲۷، ۴۲۸)

746 (سراجًا منیرًا، ص ۸)

747 (سراجًا منیرًا، ص ۹)

748 (مختصر تفسیر البغوی، ج ۵، ص ۷۵۸، الناشر: دار السلام للنشر و التوزیع - الریاض)

حق تعالیٰ نے آپ کا نام سراج فرمایا ہے کیونکہ آپ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے، مانند چراغ کے کہ اس سے اندھیرے میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔[749]

مولوی ابراہیم میر ہی توضیح تمثیل کی نمایاں سرخی دے کر لکھتے ہیں کہ اسی طرح ذات بابرکات آں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو سراجًا منیرًا ہونے کی وجہ سے خزانۂ روشنی ہیں۔ اور وائرنگ مرشد و شیخ یا پیر واستاد ہے۔ جس کی ایک جانب تو ذات گرامی صفات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے، اور دوسری طرف بلب ہے جو اپنا یا فیض کے طالب مرید کا دل ہے۔

پس اس مرشد کا متبع سنت صحیح العقیدہ اور صالح العمل ہونا ضروریات سے ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ کفر و شرک، الحاد و بدعت، فسق و فجور اور اعمال سیئہ کی آلودگیوں سے پاک ہو۔ اور یہ بھی کہ وہ فرائض و سنن اور مستحبات کا ادا کرنے والا ہو، اور محرمات و مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہو۔ پس ایسا پاک باز، متبع سنت شیخ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خزانۂ روشنی سے قلبی تعلق رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نور حاصل کرے اور اس کی انعکاسی شعاعیں مرید کے آئینہ صافی پر ڈالے۔[750]

مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہی اس بات کو اپنی تفسیر سورۃ کہف میں کچھ تبدیلی کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حق تعالیٰ نے سِرَاجًا مُنِیرًا بنایا۔ پس وہاں سے روشنی آنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ وائرنگ درست ہو یعنی پیر و مرشد متبع سنت، صحیح العقیدہ، صالح العمل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

---

[749] (سراجًا منیرًا، ص ۱۰)

[750] (سراجًا منیرًا، ص ۲۶)

وسلم سے تعلق قلبی رکھتے ہوئے وہاں سے نور حاصل کرے اور اس کا عکس مرید کے دل پر ڈالے۔ اور یہ تو آپ سمجھ ہی چکے ہیں کہ بلب کا خول وائرنگ سے روشنی نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس کے اندر جو باریک سی تار بجلی کی ہے وہ روشنی لے کر منور ہوتی ہے۔ پس اس کی سلامتی بھی ضروری ہے۔[751]

قاری محمد طیب دیوبندی نے سراجاً منیراً کی تشریح کرتے ہوئے تفصیلاً بحث کی ہے، جو کہ از حد مفید ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اس موقع پر آپ کے ذہن میں شاید یہ کھٹکا پیدا ہو کہ سراج کے معنیٰ تو لغت عربی میں چراغ کے ہیں سورج کے نہیں۔ اس لئے اس آیت میں اگر آپ کو تشبیہ دی گئی ہے تو روشن چراغ سے دی گئی ہے نہ کہ سورج سے۔ اور محض چراغ سے حضور کو تشبیہ دیا جانا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس تشبیہ سے آپ کے ہمہ گیر کمالات پر کوئی جامع روشنی ہی پڑ سکتی ہے۔ تو پھر سراج سے سورج کیسے مراد لیا گیا؟

جواباً عرض ہے کہ جہاں تک لغت کا تعلق ہے عربی زبان میں سراج کے معنیٰ محض چراغ ہی کے نہیں بلکہ سورج کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب کی تیسری جلد میں والشمس سراج النہار (آفتاب دن کا چراغ ہے) کہہ کر آفتاب کو چراغ کہا گیا ہے جس سے واضح ہوا کہ لغت میں شمس چراغ کو بھی کہتے ہیں۔ اور پھر والسراج الشمس (چراغ سورج ہے) کہہ کر چراغ کو آفتاب کہا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ لغت میں سراج سورج کو بھی کہتے ہیں آگے صاحب لسان العرب نے اس پر آیۃ کریمہ سِرَاجًا منیراً کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ جس کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کے نزدیک بلحاظ

---

751 (تفسیر سورۃ الکھف، ص ۲۲)

لغت اور بلحاظ تفسیر اس آیت میں سراج کے معنی چراغ کے بھی لئے جاسکتے ہیں۔اور سورج کے بھی۔
چنانچہ اس کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إنمايُرِيدُمِثْلَ السِّرَاجِ الَّذِي يُسْتَضَاءُبِهِ، أَو مِثْلَ الشَّمْسِ فِي النُّورِ وَالظُّهُورِ۔[752]

بلاشبہ اس آیت میں سراج منیر سے حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یا چراغ کی مثل فرمایا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے یا آفتاب کی مانند فرمایا ہے نور میں اور ظہور میں۔

اس سے واضح ہوا کہ سراج منیر سے حضور کو آفتاب سے تشبیہ دیا جانا لغت کے عین مطابق ہے۔ تفاسیر کو دیکھا جائے تو ان کی رو سے بھی سراج کے معنی چراغ اور آفتاب دونوں لیے جاسکتے ہیں۔

صاوی حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ وَسِرَاجًامُنِيْرًا يَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَبِالسِّرَاجِ الشَّمْسُ وَهُوَظَاهِرٌ وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَبِهِ الْمِصْبَاحُ۔

سراج منیر کے معنی میں دونوں احتمال ہیں۔ایک یہ کہ سراج سے مراد آفتاب ہو۔اور ظاہر یہی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے مراد چراغ ہو۔

بیضاوی کے محشی نے بھی آیت میں دونوں احتمال کا ذکر کیا ہے۔کہاہے کہ:

وَهُوَ الشَّمْسُ لِقَوْلِهٖ تَعَالىٰ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اَوِ الْمِصْبَاحُ۔

(سراج منیر جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے) یا تو اس سے مراد آفتاب ہے کیونکہ قرآن نے آفتاب ہی کو سراج کہاہے اور یا چراغ مراد ہے۔

---

[752] (لسان العرب، ج۲، ص۲۹۷، الناشر: دار صادر-بیروت)

حافظ ابن کثیر محدث اپنی مشہور و مقبول تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَوْله "وَسِرَاجًا مُنِيرًا" أَيْ وَأَمْرك ظَاهِر فِيمَا جِئْت بِهِ مِنْ الْحَقّ كَالشَّمْسِ فِي إِشْرَاقهَا وَإِضَاءَتهَا لَا يَجْحَدهَا إِلَّا مُعَانِد۔[753]

سراج منیر کے معنی یہ ہیں کہ اے پیغمبر تمہارا معاملہ تمہاری لائی ہوئی شریعت کے بارے میں ایسا نمایاں اور واضح ہے یعنی تم اپنے امر میں ایسے روشن اور کھلے ہوئے ہو جیسے سورج اپنی چمک دمک میں نمایاں ہوتا ہے کہ معاند کے سوا کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

بہر حال تفاسیر کا رُخ اس بارے میں واضح ہے کہ سراج سے سورج بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور لیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر نے احتمال کے طور پر نہیں بلکہ تعین کے ساتھ واضح کر دیا یہاں سراج سے سورج ہی مراد ہے۔ اس لئے لغت اور تفسیر دونوں اس پر متفق ہیں کہ یہاں سراج سے آفتاب مراد لیا جانا لغت اور تفسیر دونوں کے لحاظ سے درست اور صحیح ہے۔

لغت اور تفسیر کے علاوہ اگر عین قرآن پر نظر کی جائے تو اس سے تو نمایاں طور پر واضح ہوتا ہے کہ یہاں سراج منیر کے معنی آفاب ہی کے لئے گئے ہیں۔ اور ذات بابرکات نبوی کو آفتاب ہی ثابت کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی اصطلاح میں سراج لقب ہی آفتاب کا ہے، اور اس سے سورج ہی مراد لیا جانا چاہیئے جیسا کہ قرآنی تعبیر میں چاند کا لقب نور ہے۔ اور اس سے چاند بھی مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ نوح میں چاند کو نور اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے:

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ١٦)

اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔

---

[753] (تفسیر ابن کثیر، ج ١١، ص ١٨٧، دار النشر: مؤسسة قرطبة)

بلکہ قرآن کے عرف میں سورج کا یہ لقب (سراج) اس قدر معروف اور متعین ہے کہ اگر سورج کا نام لئے بغیر ہی سراج کا ذکر کر دیا جائے تو اس سے سورج کے سوا کوئی اور شے مراد ہی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سورۃ فرقان میں چاند کو منیر فرما کر اس کے متقابل سورج کا صرف یہ لقب (سراج) ہی ذکر کر دیا جانا کافی سمجھا گیا ہے۔ جس سے خود بخود سورج ہی ذہنوں میں آجاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَ جَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيرًا (الفرقان ٦١)

اس آیت سے تو یہ واضح ہوا کہ قرآنی عرف میں سراج آفتاب ہی کا لقب ہے۔ اور قرآن کی اصطلاح میں سراج آفتاب ہی کو کہتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ ایک طرف تو قرآن نے سورج کا مخصوص لقب سراج بتلایا ہے اور ادھر قرآن ہی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی سراج فرمایا ہے جیسا کہ آیت وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (الأحزاب ٤٦) سے واضح ہے۔ تو لقب کی اس وحدۃ سے کہ سورج بھی سراج ہے اور حضور بھی سراج ہیں۔ اور سراج کے معنی قرآنی عرف میں آفتاب کے ہیں۔ حضور کا آفتاب ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر سورج کا مخصوص لقب سراج ہے اور وہی سراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بھی لقب ہے۔ تو قرآنی اصطلاح کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثابت ہوئے۔ جو تشبیہ کا حاصل ہے اور خلاصہ یہ نکل آیا کہ اگر سورج فلکی آفتاب ہے تو حضور ملکی آفتاب ہیں۔ وہ افق آسمانی سے طلوع کرتا ہے تو یہ افق زمین سے۔ جس سے اس تمثیل کی نوعیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ الحاصل اولاً لغت سے پھر تفسیر سے اور پھر عین قرآن سے ثابت ہوا کہ سراجًا منیرًا میں سراج کے معنی آفتاب کے ہیں۔ اور یہاں اس کا مصداق ذات بابرکات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ تو حضور کی ذات اقدس بلحاظ لغت و تفسیر و قرآن آفتاب ثابت ہوئی

اور نمایاں ہو گیا کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو آفتاب سے تشبیہ دینی مقصود ہے جو ہمارا مدعا تھا۔[754]

لیکن آفتاب نبوت کو حق تعالیٰ نے سراج فرما کر اس کا لقب وہاج کی بجائے منیر ذکر فرمایا۔ جو چاند کی شان ہے۔ چنانچہ چاند کو قرآن نے منیر اور نور فرمایا ہے وَقَمَرًا مُنِيرًا (جس روشنی کے ساتھ ٹھنڈک بھی ملی ہوئی ہے) اس لئے منیر کے معنی ٹھنڈی روشنی والے کے ہوئے۔ اور ثابت ہوا کہ اس آفتاب روحانی (ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) میں روشنی تو سورج کی سی ہے۔ جس میں چاند کا دھیما پن نہیں کہ ظلمت شب کا فور نہ ہو سکے، مگر ٹھنڈک چاند کی سی ہے۔ جس میں سورج کی سی سوزش اور تپش نہیں کہ اذیت دہ ثابت ہو۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ مادی سورج نار ہے اور روحانی سورج نور۔ اس سے دونوں آفتابوں کی روشنی اور نورانیت کی نوعیتوں کا فرق واضح ہو گیا کہ ایک ناری ہے اور ایک نوری!

ساتھ ہی ان دونوں آفتابوں کی اصلیت کا فرق بھی اس سے کھل جاتا ہے اور وہ یہ کہ مادی سورج چونکہ ناریت لئے ہوئے ہے اور نار کا مخزن ہے۔ بخلاف روحانی آفتاب کے کہ وہ ناریت کی بجائے نورانیت کا پیکر ہے جس میں روشنی کے ساتھ ٹھنڈک اور سلامتی ہے اور ظاہر ہے کہ نور و سلامتی کا مخزن جنت ہے۔ چنانچہ جنت کی ہر ہر چیز میں راحت اور نورانیت ثابت ہے۔

بلکہ یہ آفتاب (سورج) اس کا (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا) نمائندہ ہو کر وہاں سے نور و سلامتی جذب کرتا ہو اور دنیا پر پھینکتا ہو۔ چنانچہ آپ کے جسم مبارک، جمال مبارک اور حقیقت پاک سب ہی میں نورانیت اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ بات کرتے وقت نبض حدیث آپ

---

754 (آفتاب نبوت، ص ۳۲ تا ۳۶)

کے دانتوں سے نور چھلکتا ہوا نظر آتا۔ مبینی مبارک (ناک) کا نور کی وجہ سے بلند محسوس ہونا، چہرہ مبارک کا چمک دمک میں سورج جیسا محسوس ہونا، بنفس حدیث كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِیْ وَجْهِهٖ (گویا آفتاب آپ کے چہرے میں گھوم رہا ہے) چودھویں رات کے چاند سے چہرہ مبارک کا مقابلہ کر کے صحابہ کا چہرے کے نور کو چاند پر فوقیت دینا اور حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حدیث میں نور کہا جانا سب اس کی علامات و آثار ہیں کہ یہ روحانی آفتاب ان انوار کے ہجوم کی وجہ سے اسی مخزنِ نور (جنت) سے مناسبت رکھتا ہے۔[755]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کے متعلق آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی خدمت گذار عورتوں، سیدنا آدم علیہ السلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، اہلبیت اطہار علیہم الرضوان، محدثین کرام اور اولیاء الرحمٰن کے عقائد

سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا عقیدہ

سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

أول ما خلق الله نوري۔[756]

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو شے پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔

---

755 (آفتاب نبوت، ص ۳۲تا ۴۰)

756 (تفسیر نیسابوری، ج۸، ص ۵۵، تفسیر عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸، تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۵۴۸، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۳۷، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۲، جواہر البحار، بیان المیلاد النبوی، ص ۲۴، مطالع المسرات، ص ۲۷، شرح قصیدہ امالی، ص ۳۵، فتاویٰ رشیدیہ، اخبار اہلحدیث امرتسر، ص ۶، ۱۶ اپریل ۱۹۰۹ء، عطر الوردہ، ص ۲۴، تفسیر حسینی، ص ۱۴۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں نے آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا جابر، إن اللہ تعالی قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نورہ۔[757]

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے بے شک سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

شارح بخاری علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جد اعلیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حبیبِ کردگار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام۔[758]

میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبیٔ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِک۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمیں اپنی ذات ولاصفات کے متعلق فرمایئے۔

---

757 (مصنف عبدالرزاق، مواهب اللدنيه، ص ۹، زرقانی شريف، ج ا، ص ۴۶، سيرت حلبيه، ج ا، ص ۳۷، مطالع المسرات، ص ۲۱۰، حجة الله على العالمين، ص ۲۸، انوار المحمديه، ص ۹ عقيدة الشهده، ص ۱۰۰، نشر الطيب، ص ۵، ۶ از اشرف علی تهانوی ديوبندی، فتاوئ حديثيه، ص ۱۵۱ از ابن حجر مکی)

758 (مواهب اللدنية، ج ا، ص ۱۰، زرقانی شريف، ج ا، ص ۴۹، جواهر البحار، ص ۷۷۶، انوار المحمدية، ص ۹، نشر الطيب، ص ۷، تفسير روح البيان، ج ۲، ص ۳۷۰، حجة الله على العالمين، ص ۲۱۶)

تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

قَالَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرَى عِيسَى وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي كَأَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ بُصْرَى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ۔[759]

میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میری والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور کا ان سے ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے وہ نور میں ہوں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

مخدومہ ٔ دارین سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ سید الکل ہادیٔ سبل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ محترمہ ہیں فرماتی ہیں:

لما ولدته خرج من فرجي نور أضاء له قصور الشام۔[760]

جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو میں نے جنا تو مجھ سے نور نکلا جس سے اُن کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

رأيت كأن شهابا خرج مني أضاءت له الأرض۔[761]

میں نے دیکھا کہ مجھ سے روشن ستارہ ظاہر ہوا جس سے پوری زمین منور اور روشن ہو گئی۔

---

759 (دلائل النبوت للبیہقی، ج ۱، ص ۱۱۰، دارمی شریف، ج ۱، ص ۱۷، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۴، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۰، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۱۱۶، جواہر البحار، ص ۱۱۴۴، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۷۷، البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج ۲، ص ۲۷۵، سیرت النبویہ للدحلان، ص ۳۷، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۳)

760 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۶، مواہب اللدنیہ، ص ۲۲، زرقانی، ج ۱، ص ۲۲۰)

761 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۶، مواہب اللدنیہ، ص ۲۲، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۷۷)

سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات مفخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ:

لما فصل مني خرج معه نور أضاء له ما بين المشرق إلى المغرب۔[762]

جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدا ہوئے تو ان سے ایسا نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ میں روایت درج فرمائی ہے کہ:

اِنَّ اُمَّهُ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔[763]

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ جب انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جنا تو حضور کے نور سے شام کے محلات منور اور روشن ہو گئے۔

محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج فرمائی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

إِنّي رَأَيْتُ خَرَجَ مِنّي نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ۔[764]

---

762 (مجمع الزوائد لابن حجر، ج۸، ص ۲۲۱، مواہب اللدنیہ، ج ا، ص ۲۲، الخصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۱۱۵، زرقانی سیرت حلبیہ، ج ا، ص ۹۱، انوار المحمدیہ، ص ۱۶، البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۲۶۴، ماثبت من السنۃ، ص ۵۳)

763 (کتاب الوفا، ج ا، ص ۳۶، ص ۹۴، سیرت حلبیہ، ج ا، ص ۹۲، دلائل النبوت للبیہقی، ج ا، ص ۶۹، مواہب اللدنیہ، ج ا، ص ۲۲، انوار المحمدیۃ، ص ۱۶، زرقانی شریف، ماثبت من السنۃ، ص ۵۳، مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۲۳، اسعاف الراغبین، ص ۱۰)

764 (دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۷، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، دار الریان للتراث)

میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا ہے جس سے میں نے شام کے محلات روشن اور منور ہوتے دیکھے۔

دیوبندیوں کے مفسر اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں لکھتے ہیں کہ حمل رہنے کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ **کذافی سیرۃ ابن ھشام۔**[765]

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا ہے جس سے میں نے شام کے شہر بصریٰ کے محلات دیکھ لئے۔[766]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بھی آپ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔[767]

سیدنا آدم علیہ السلام کا عقیدہ

امام الاجل علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لما خلق اللہ آدم اراہ بنیه فجعل یری فضائل بعضهم علی بعض فرأی نورا ساطعا في أسفلهم فقال یارب من هذا قال هذا ابنک أحمد وهو اول وهو آخر وهو أول شافع۔[768]

---

765 (نشر الطیب، ص ۱۷)

766 (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۱۵)

767 (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۴۷)

768 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۸، دار النشر/دار الکتب العلمیة-بیروت)

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کریم نے پیدا فرمایا تو ان کی اولاد ان کو دکھائی گئی تو آپ نے بعض مخلوق کی بعض پر فضیلت دیکھی تو نیچے کی طرف سے بلند ہونے والا نور آپ نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے رب! یہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور وہ اول اور وہی آخر اور وہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔

محدث ابن جوزی اور علامہ بکری علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا اَيْقَنَ اٰدَمُ بِالْمَوْتِ اَخَذَ بِيَدِ وَلَدِهٖ شِيْثَ وَقَالَ يَا بُنَيَّ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَمَرَنِىْ اَنْ اٰخُذَ عَلَيْكَ عَهْدًا مِنْ اَجَلِ هٰذَا النُّوْرِ الَّذِىْ اَوٰى فِىْ وَجْهِكَ اَنْ لَا تَضَعَهٗ اِلَّا فِى الْاَطْهَرِيْنَ مِنَ النِّسَآءِ۔[769]

جب سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے آخری وقت یعنی انتقال کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بیٹے! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تم سے اس نوری محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بارے عہد لوں جو تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے کہ تم اس کو پاکیزہ ترین عورت کی طرف منتقل کرنا۔

سیدنا جبریل علیہ السلام کا عقیدہ

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سیدہ طیبہ طاہرہ سرکارمائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پیارے صاحبزادے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ابھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے کائنات کو مشرف نہیں فرمایا تھا کہ جبریل امین میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت سے بھرا ہوا

---

[769] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۰، کتاب الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۷،۶)

پیالہ تھا مجھے دیا کہ اسے پی لیں۔ میں نے اس کو پی لیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ سیر ہو کر پیو تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

پھر اس نے کہا اور پیو، میں نے اور پیا، پھر اس نے ہاتھ نکال کر میرے شکم پر پھیر کر کہا:

اِظْهَرْ یَاسَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ اِظْهَرْ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّینَ اِظْهَرْ یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اِظْهَرْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِظْهَرْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اِظْهَرْ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ اِظْهَرْ یَا نُوْرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ اِظْهَرْ یَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَظَهَرَ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم کَالْبَدْرِ الْمُنِیْرِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔[770]

اے رسولوں کے سردار ظہور فرمایئے۔ اے خاتم النبیین جلوہ افروز ہو جایئے۔ اے رحمۃ اللعالمین قدم رنجہ فرمایئے۔ اے نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے۔ اے نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے۔ اے رسول اللہ تشریف لایئے، اے خیر الخلق جہان کو منور فرمایئے، اے نورٌ من نور اللہ جلوہ افروز ہو جایئے۔ بسم اللہ اے محمد بن عبد اللہ تشریف لایئے، پھر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتے ہوئے جہاں میں رونق ہوئے۔

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ۔

---

[770] (بیان المیلاد النبوی، ص ۴۵)

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا عقیدہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

سیدہ طیبہ عارفہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كنت أخيط في السحر فسقطت مني الابرة فطلبتها فلم أقدر عليها فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فتبينت الإبرة بشعاع نور وجهه۔[771]

میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سوئی گر گئی بڑی تلاش کے باوجود سوئی نہ ملی۔ اتنے میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کمرہ میں تشریف لائے تو ان کے چہرۂ مبارک کے نور کی شعاعوں سے سوئی مل گئی۔

حضرت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ شفاء شریف کی شرح میں ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ طیبہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

کُنْتُ اَدْخُلُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ حَالَ الظُّلْمَةِ لِبِيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله تعالیٰ عليه وآله واصحابه وسلم۔[772]

میں تاریک راتوں میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

---

771 (قصص الانبياء ٢٦٦، خصائص الكبرىٰ، ج ١، ص ١٥٦، حجة الله على العالمين، ص ٦٨٨، القول البديع، ص ١٤٧، عقيدة الشهده، ص ١٠٢)

772 (قصص الانبياء فارسى، ص ٢٦٦، خصائص الكبرىٰ للسيوطى، ج ١، ص ١٥٦، حاشيه نسيم الرياض، ج ١، ص ٣٢٨، مطبوعه مصر)

علامہ محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت درج فرمائی ہے کہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

دَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یَوْمًا مَسْرُوْرًا وَاَسَارِیْرُ وَجْھِهٖ تَبْرُقُ۔[773]

ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خوشی خوشی گھر میں تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ انور کے خدوخال سے بھی بجلی کی طرح نور چمک رہا تھا۔

ایک روایت جو سرکار طیبہ عارفہ زاہدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور آپ نے اس روایت میں اپنی آنکھوں دیکھا منظر بیان فرمایا ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شہاب الدین خفاجی علیہما الرحمۃ نے اپنی مبار تصانیف میں درج فرمایا ہے نیز غیر مقلدین وہابیوں کی مقتدر شخصیت قاضی سلیمان منصورپوری نے بھی اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں بھی درج کیا ہے۔ یہاں پر قاضی سلیمان منصورپوری کی تحریر کردہ عبارت درج کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے۔ اور میں چرخہ کات رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ ہو رہا ہے۔ اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا عائشہ تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں نے دیکھا کہ حضور کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر ایک چمکتا دمکتا نور ہے۔

---

773 (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۱۵۳، مطبوعہ مدینہ منورہ)

(اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے۔)

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست

وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

بخدا اگر ابو کبیر ہذنی (ایام جاہلیت کا مشہور شاعر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اس کے شعر کیا ہیں؟ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیئے:

وَمُبَرِیٔ مِنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَدَاءٍ مُعْضَلِ

وَاِذَا نَظَرْتُ اِلیٰ اَسِرَّۃِ وَجْھِہٖ بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَھَلِّلِ

وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک امراض سے مبراء ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہو گا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا پھر عائشہ کی پیشانی کو چوما۔[774]

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت اور عقیدہ

سیدہ طیبہ طاہرہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مخدومہ کل سرکار آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

لَقَدْ رَاَیْتُ لَیْلَۃً وُضِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم نُوْرًا اَضَاءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ حَتّٰی رَاَیْتُھَا۔[775]

[774] (رحمة اللعالمين، ج ۲، ص ۱۹۷، ۱۹۸، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۷، نسيم الرياض، ج ۱، ص ۳۲۶، حلية الاولياء)

[775] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۵، کتاب الوفا لابن الجوزی، ص ۹۴، زرقانی شریف مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۲)

البتہ تحقیق میں نے اس رات کو نور دیکھا جس رات رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدا ہوئے کہ اس نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے یہاں تک کہ اس روشنی میں میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔

خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ

خلیفۂ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

علامہ احمد قسطلانی قدس سرہٗ النورانی جو کہ شارح بخاری ہیں روایت نقل فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَدَارَةِ الْقَمَرِ۔[776]

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا رُخِ انور چاند کی طرح منور تھا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے نامدار، مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے شعر کہتے ہیں:

اَمِيْنٌ مُصْطَفٰى بِالْخَيْرِ يَدْعُوْا   كَضَوْءِ الْبَدَرِ زَائِلَةِ الظَّلَامِ

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امین ہیں۔ اور نیکی کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی روشنی اندھیروں کو چودھویں رات کے چاند کی طرح دور اور زائل کرنے والی ہے۔[777]

---

[776] (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۸۹، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۹، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۵۰، انوار المحمدیہ، ص ۱۲۵، دلائل النبوۃ از ابو نعیم)

[777] (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۲۲۵، جواھر البحار للنبھانی)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

کان إذا تکلم رؤی کالنور یخرج من ثنایاہ۔[778]

حبیب کبریاء مالکِ ہر دوسرا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب کلام فرماتے تو آپ کے دندان مبارک کے درمیان سے نور مبارک نکلتا دکھائی دیتا۔

محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف اور شان بیان فرمایئے تو آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كَانَ عَرَقُ وَجْهِهِ اللُّؤْلُؤَ۔[779]

آپ کے پسینہ کے قطرات چمک دار موتی تھے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا وامامنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں جان ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے نانا جان سید الانس والجان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصاف مبارکہ بیان کرنے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

---

[778] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ٢، ص ٦١، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

[779] (دلائل النبوت، ج ١، ص ١٨٧، حجة الله على العالمين، ص ٢٩٢)

میں نے ایک مرتبہ ان سے عرض کیا کہ نانا جان کا مبارک حلیہ بیان فرمایئے تو انہوں نے فرمایا:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما مفخما ، يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر۔[780]

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بلند رتبہ والے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک اس طرح روشن اور منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ، امام حسین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد محترم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جد امجد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ غیب دان، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

كنت نورًا بين يدي ربي قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام۔[781]

میں حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھا۔

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

غزوۂ تبوک سے فتح و نصرت حاصل کرنے کے بعد جب سرورِ کائنات، مفخر موجودات، منبع کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے

---

780 (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۷۹، شمائل ترمذی، ص ۲، مطبوعہ ھلی، خصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۱۸۸، جواھر البحار، دلائل النبوت، ج۳، ص ۲۲۰، نشر الطیب، ص ۱۱۸)

781 (مواھب اللدنیہ، ج ا، ص ۱۰، زرقانی شریف، ج ا، ص ۴۹، انوار المحمدیة، ص ۹، جواھر البحار، ص ۷۷۶ للنبھانی)

اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کی شان اقدس میں مدحیہ اشعار کہوں۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان کہیئے! اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے تو انہوں نے اشعار کہے جن کے آخری دو شعر درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے عمِ رسول اللہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ مبارکہ کا بھی واضح علم ہو جاتا ہے۔

امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جلیل القدر عظیم المرتبت محدثین نے اپنی مبارک تصانیف میں بھی وہ اشعار لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ ۔۔۔ الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِکَ الْأُفُقُ

فَنَحْنُ فِي ذَلِکَ الضِّيَاءِ وَفِي ۔۔۔ النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ[782]

ان اشعار کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اس طرح کرتے ہیں:

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی۔ آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ سو ہم اُس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔[783]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ

سید المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا تَکَلَّمَ رُئِيَ کَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔[784]

---

782 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۵، الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۷، انسان العیون، ج ۱، ص ۹۲، سیرت النبویۃ، ص ۳۷، جواھر البحار، ص ۴۰، انوار المحمدیۃ، ص ۱۶، ۸۴، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۲۲، مواھب اللدنیۃ، ص ۲۳، الاستیعاب، مستدرک، ج ۳، ص ۳۲۷، البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۲۵۸، نشر الطیب، ص ۹، کتاب الملل والنحل، ج ۲، ص ۲۴۰، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۱۷، تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۳۲۷)

783 (نشر الطیب، ص ۹، مطبوعہ دیوبند)

784 (سنن دارمی شریف، ج ۱، ص ۳۳، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۸، شمائل ترمذی، ص ۳، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۵۶، جواھر البحار، ص ۴۵۰، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۷۹، شیم الحبیب)

نبیٔ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب کلام فرماتے تو ان کے دندان مبارک کے درمیان سے نور مبارک نکلتا ہوا نظر آتا تھا۔

علامہ ابن عبد البر محدث علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ ابو طفیل عامر بن واثلہ کنانی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے اشعار پڑھے جن میں ایک شعر یہ ہے:

إن النَّبِيّ هُوَ النور الَّذِي كشطت ... به عمايات ماضينا و باقينا[785]

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایسے نور ہیں جن کے سبب ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے سب اندھیرے اور گمراہیاں دور ہو گئیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سرورِ کون و مکاں، محبوب رب دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ کا نور مبارک سورج کے نور پر غالب آجاتا اور جب کبھی چراغ کے سامنے تشریف لاتے تو آپ کا نور چراغ کی روشنی پر بھی غالب آجاتا۔

قَدْ نَطَقَ الْقُرْآنُ بِاَنَّهُ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ فَاِنْ فَهِمْتَ فَهُوَ نُوْرٌ عَلیٰ نُوْرٍ۔[786]

بے شک قرآن پاک میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مبین فرمایا گیا ہے۔ جان لے کہ آپ تو نورٌ علی نور تھے۔

---

785 (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۷۴)

786 (نسیم الریاض، ج ۳، ص ۲۸۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِذَا ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یَتَلَالآءُ فِی الْجُدُرِ۔[787]

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تبسم فرماتے تو دیواریں آپ کے نور مبارک سے چمک اٹھتیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي على وَجْهِهِ۔[788]

میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے زیادہ حسین کوئی شے نہیں دیکھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرۂ انور پر سورج چمکتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ۔[789]

---

787 (خصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۱۸۴، مواھب اللدنیہ، ج ا، ص ۲۷۱، انوار المحمدیہ، ص ۱۳۳، حجۃ اللہ علی العالمین، شفا شریف، ج ا، ص ۳۹، حاشیہ شمائل ترمذی، ص ۱۶، شرح لملا علی قاری بر حاشیہ نسیم الریاض، ج ا، ص ۳۳۸، مدارج النبوۃ، ج ا، ص ۱۲، نشر الطیب، ص ۱۳۳، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹)

788 (ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۵، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۸، مطبوعہ دھلی، خصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۱۸۰)

789 (ابن ماجہ، ص ۱۱۹، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۴۷، ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۲، مواھب اللدنیہ، ج ا، ص ۶۸، انوار المحمدیہ، ص ۳۸، جواھر البحار، ج ا، ص ۶۰، سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۲۳۴، خصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۴۷۱، مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۸۱، طبقات ابن سعد، ج ا، ص ۲۲۱، مستدرک، ج ۳، ص ۱۲، تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۱۲)

جس دن رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ کی نورانیت سے مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن ہو گئی۔

عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیدٍ الْقَطَّانِ عَنْ سَعِیدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُولُ اللہِ (لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی شَیْءٍ مِنَ الدُّعَاءِ إِلاَّ فِی الِاسْتِسْقَاءِ فَإِنَّهُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتَّی یُرَی بَیَاضُ إِبْطَیْهِ۔[790]

یحییٰ بن سعید اور شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جب اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے تو میں نے آپ کی دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی شَیْءٍ مِنَ الدُّعَاءِ إِلاَّ فِی الِاسْتِسْقَاءِ فَإِنَّهُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتَّی یُرَی بَیَاضُ إِبْطَیْهِ۔[791]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سوائے استسقاء کے کسی اور دعا میں اپنے مبارک ہاتھوں کو زیادہ اونچا نہیں اٹھاتے تھے۔ اور استسقاء میں اتنے ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ، کَأَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ۔[792]

---

790 (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۲۸، ج ۴، ص ۶۵، سنن النسائی، ج ۱، ص ۲۲۴، صحیح مسلم، دلائل النبوة، ج ۱، ص ۱۸۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۵۷)

791 (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۲۸، مطبوعہ مصر، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۳۱، مطبوعہ دھلی، دارقطنی، ص ۱۹۰، حجۃاللہ علی العالمین، ص ۲۸۱)

792 (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۶، دلائل النبوۃ للبیھقی، ج ۱، ص ۱۵۵، دارمی شریف، ج ۱، ص ۳۳، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۴، رحمۃاللعالمین، ج ۲، ص ۴۷۱)

رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سفید رنگ والے روشن آفتاب تھے آپ کے پسینہ کے مبارک قطرات چمکدار موتی تھے۔

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سید العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے درباری نعت خوان اور شاعر اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت بیان کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

متی یبدفي الداجي البهيم جبينه　　　يلح مثل مصباح الدجى المتوقد[793]

جب سخت تاریک میں آپ کی پیشانی نورانی ظاہر ہوتی ہے۔ تو وہ اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشنی دیتی ہے۔

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے مقام پر اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرمایاہے:

نُوْرٌ اَضَاءَلَهٗ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا　　　مَنْ يَهْدِلِلنُّوْرِ الْمُبَارِكِ يَهْتَدِىْ[794]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کی نورانیت نے تمام دنیا کو روشن فرمادیا ہے جو بھی اس مبارک نور سے مستنیر ہوا وہی ہدایت پا گیا۔

ابن کثیر علیہ الرحمۃ جو کہ مفسر قرآن بھی ہیں نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کردہ شعر البدایۃ والنھایۃ میں درج کیاہے:

وَ افٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُبِهٖ　　　بَدْرٌ أَنَارَعَلَى كُلِّ الْأَمَاجِيدِ[795]

---

793 (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۲۲۶، زرقانی شریف، ج ۴، ص ۱۹۱، الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۴۱)

794 (نسیم الریاض، ج ۳، ص ۲۷۵، مطبوعہ مصر)

795 (البدایۃ والنھایۃ، ج ۳، ص ۳۳۶، الناشر: دار الفکر)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ایسا نور ہے کہ جس نے تمام اماجد اور بزرگیوں کو منور اور روشن فرما دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک پورا ہونے والا اور پر انا ستارہ ہے۔ آپ کے نور ہی سے چودھویں رات کا کامل چاند بھی نور اور روشنی حاصل کرتا ہے۔

امام اجل سند المفسرین والمحدثین علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ العزیز نے بھی سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر درج فرمایا ہے:

أغر عليه للنبوة خاتم　　　　من الله من نور يلوح ويشهد[796]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر مہر نبوت بہت ہی چمکتی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اللہ کی طرف سے نور ہونا ظاہر اور واضح ہو جاتا تھا۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا:

هُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔[797]

---

796 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۹۴)

797 (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۸۱، مستدرک، ج ۲، ص ۲۰۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۸، نسیم الریاض، ج ۱، ص ۳۳۹، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۱۵۳، دلائل النبوت، ج ۳، ص ۲۲۰، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹، منتخب الصحیحین للنبھائی، ص ۱۳۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ مبارک بجلی کی طرح چمک رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا رُخ انور اس طرح منور نظر آتا جیسا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار جو انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مبارک میں لکھے ہیں درج کئے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر درج کیا جاتا ہے، جس سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بھی بالکل عیاں ہے:

وَرَدْنَاهُ وَنُورُ اللّٰهِ يَجْلُو　　　دُجَى الظَّلْمَاءِ عَنَّا وَالْغِطَاءِ[798]

اور ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمارے اندھیروں کی سیاہی اور تاریکی دور ہو گئی اور روشنی ہی روشنی ہو گئی۔ اور سب پردے اٹھ گئے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری نے حدیث شریف درج فرمائی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ۔[799]

سید مرسلان فخر کون و مکاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دعا فرمائی اور اپنے دونوں نورانی دست مبارک اٹھائے تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

---

[798] (البداية والنهاية، ج۳، ص ۳۳۶، مطبوعہ مصر)

[799] (صحيح البخارى، ج۴، ص ۱۹۰، الناشر: دار طوق النجاة)

سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سرورِ کائنات منبع کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی شان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَیُظْهِرُ فِي البلاد ضیاء نور   یقوم بِهِ الْبَرِیَّةَ أَنْ تَمُوجا[800]

اور شہروں میں نور کی روشنی ظاہر ہوگئی جس نور کے صدقہ اور وسیلہ سے مخلوق قائم ہے کیونکہ وہ مبارک روشنی ٹھاٹھے مار رہی ہے۔

سیدنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

محدث ابن جوزی اور علامہ سیوطی علیہما الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لما ولد النبي {صلی الله علیه وسلم} أشرقت الارض۔[801]

جب رسول معظم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک سے ساری زمین روشن اور منور ہوگئی۔

نور اندر نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے
بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسی نے کہا کہ مالکِ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا رُخِ انور تلوار کی طرح تھا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

---

800 (سیرت ابن هشام، ج ۱، ص ۱۹۲، البدایة والنهایة، ج ۱، ص ۳، ج ۲، ص ۲۹۲)

801 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۹۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۷)

لَا بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ وَ كَانَ مُسْتَدِيْرًا۔ [802]

نہیں! بلکہ آپ کا چہرۂ انور سورج اور چاند کی طرح نورانی اور چمکتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ۔ [803]

میں نے سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سرخ حلہ مبارک لئے ہوئے دیکھا اور چاند بھی اُس رات پوری تابانی پر تھا یعنی چودھویں رات کا تھا اور میں نے ایک نظر چاند کی طرف اور ایک نظر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت اور حسن چاند سے کہیں بڑھ کر زیادہ ہے۔

فروغِ مہر بھی دیکھا نمودِ گلشن بھی　　　　تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

قارئین کرام! شیخ محقق شیخ المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدۂ خبرت در جمال باکمال وے خیرہ میشد مثل مادہ وآفتاب تاباں وروشن بود واگرنہ نقاب

---

[802] (حجة الله على العالمين، ص ٦٨٨، مشكوة المصابيح، ص ٥١٥، شمائل ترمذی، صحيح مسلم شريف، مواهب اللدنيه، ج ١، ص ٢٥٠، انوار المحمديه، ص ١٢٣، دلائل النبوت للبيهقی، ج ١، ص ١٥١، شفا شريف، ج ١، ص ٣٩، خصائص الكبرىٰ، ج ١، ص ١٧٨، رحمة اللعالمين، ج ٢، ص ٤٧١، دارمی شريف، ج ١، ص ٣٤، نشر الطيب، ص ١٣٤، منتخب الصحيحين، ص ١٣٦)

[803] (شمائل ترمذی، ص ٢، مشكوٰة شريف، ص ٥١٨، اشعة اللمعات فارسی، ج ٤، مواهب اللدنيه، ج ١، ص ٢٥٠، خصائص الكبرىٰ، ج ١، ص ١٧٨، دلائل النبوت للبيهقی، ج ١، ص ١٥٢، انوار المحمديه، ص ١٢٤، رحمة اللعالمين، ص ٢٧٤، ج ٢، قصص الانبياء فارسی، ص ٢٦٦)

بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجالِ نظر و ادراک حسن اورا ممکن نبودے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سر مبارک سے لے کر قدم مبارک تک بالکل نور تھے۔ آپ کے جمال و کمال کو دیکھنے سے آنکھ چندھیا جاتی تھی۔ چاند اور سورج کی مانند روشن اور چمکدار تھے۔ اگر آپ لباسِ بشری میں نہ ہوتے تو کسی کا آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھنا اور آپ کے حسن کا ادراک ممکن نہ ہوتا۔[804]

علامہ نبہانی لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ وسلم لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا أَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ وسلم۔[805]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تمام نورانی حسن مبارک ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہوا۔ اگر تمام حسن مبارک ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھنے کی تاب ہی نہ لاتیں۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ الباری نے روایت نقل فرمائی ہے کہ سیدنا براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ نور مجسم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ انور تلوار کی طرح چمک دار تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[804] (مدارج النبوۃ فارسی، ج ۱، ص ۱۲۹)

[805] (انوار محمدیہ)

لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ۔[806]

نہیں بلکہ چاند کی طرح منور تھا۔

چاند اور سورج کی تشبیہ کے متعلق محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

تَشْبِيهُ بَعْضِ صِفَاتِهِ بِنَحْوِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّمَا جَرَى عَلَى عَادَةِ الشُّعَرَاءِ وَالْعَرَبِ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ يُعَادِلُ شَيْئًا مِنْ أَوْصَافِهِ إِذْ هِيَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ كُلِّ مَخْلُوقٍ۔[807]

رسول انس و جاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعض صفات مبارکہ کو سورج اور چاند سے تشبیہ دینا یہ شاعروں اور عربی ادیبوں کی عام عادت اور طریقہ ہے وگرنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کسی بھی صفت مبارک سے کوئی شے بھی برابری اور ہم سری نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہر صفت جملہ مخلوقات سے افضل واعلیٰ وبالا ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں:

إذا سجد يرى بياض إبطيه۔[808]

---

[806] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۵۱۸، ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۴، مسلم شریف، شمائل ترمذی، ص ۲، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۸، مواهب اللدنیه، ج ۱، ص ۲۴۹، انوار المحمدیه، ص ۱۲۴، مدارج النبوۃ فارسی، دلائل النبوت للبیهقی، ج ۱، ص ۱۵۱، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۸)

[807] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج ۱، ص ۳۴، الناشر: المطبعة الشرفية - مصر، طبع على نفقة مصطفى البابي الحلبي وإخوته)

[808] (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۷، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت)

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سجدہ فرماتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۔

نیز فرماتے ہیں:

یَعْلُوْ بَیَاضِہِ النُّوْرِ وَ الْاِشْرَاقِ۔[809]

ان کی سفیدی سے نور اور چمک ظاہر ہوتی تھی۔

نیز فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ کَانَ نَیِّرًا الْبِیَاضِ۔[810]

بے شک سفیدی سے روشن چمک دار مراد ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری علیہ الرحمۃ بیاض کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کَانَ یَعْلُوْ بَیَاضِہِ النُّوْرِ وَ الْاِشْرَاقِ۔

سیدنا عبداللہ بن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحابی سیدنا عبداللہ بن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو کہ محدث ابن عبدالبر علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب الاستیعاب میں درج فرمایا ہے:

وعلیک من سمۃ الملیک علامۃ　　　نور أغر وخاتم مختوم[811]

809 (شرح شمائل محمدیہ، ص ۲۵)
810 (شرح شمائل محمدیہ، ص ۲۵)
811 (الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۷۳)

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! اور آپ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کی جو نشانیاں ظاہر فرمائی ہیں ان میں سے ایک نشانی آپ کی چمکتی ہوئی نورانی پیشانی مبارک اور دوسری مہر نبوت ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

وہابیہ نجدیہ کے مشہور محقق قاضی سلیمان منصور پوری روایت درج کرتے ہیں کہ حدیث ترمذی میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھنے گیا تھا۔

فلما تبیّنت وجهه عرفت أن وجهه لیس بوجه کذّاب۔[812]

یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا تھا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں۔ یعنی جھوٹے کے چہرے پر یہ نور اور روشنی نہیں ہو سکتی۔

سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سرورکائنات باعث تخلیق کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شان مقدسہ میں ایک نورانی قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر درج کیا جاتا ہے جس سے صحابی کے عقیدہ کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

إن الرسول لنور یستضاء به　　　مهند من سیوف الله مسلول[813]

812 (رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص ۳۲۳، الناشر: مطبعۃ سفیر، الریاض)

813 (الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۴۷، مواهب اللدنیه، ج ۱، ص ۱۷۱، انوار المحمدیة، ص ۱۲۶، زرقانی شریف، ج ۳، ص ۵۹، البدایة والنهایة، ج ۱، ص ۳۷۱، مستدرک، ج ۳، ص ۵۸۲، تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۵۸۲)

تحقیق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ضرور نور ہیں۔ آپ سے نور حاصل کیا جاتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ کریم کی ہندی تلواروں میں سے ننگی تلوار ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالباقی محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شعر پڑھا تھا تو اس کا دوسرا مصرعہ اس طرح پڑھا تھا:

مُهَنَّدٌ مِنْ سَيُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْل

تو خدا کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس مصرعہ کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کعب اس کو یوں پڑھو:

مُهَنَّدٌ مِنْ سَيُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْل

قارئین کرام! اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات نور نہ ہوتی تو جیسے آپ نے دوسرے مصرعہ کی اصلاح فرمائی اسی طرح یقیناً پہلے مصرعہ کی بھی اصلاح فرمادیتے۔ آپ کا پہلے مصرعہ کی اصلاح نہ فرمانا بیّن دلیل ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں۔ اور جو آپ کو نور کہے اور سمجھے اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خوش ہیں۔

فصل اللہ علی نورٍ کزو شد نورہا پیدا
زمین در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

سیدنا عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ الباری نے روایت درج فرمائی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى إِبْطَيْهِ۔[814]

نبیٔ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے تھے کہ ہمیں آپ کی دونوں بغلوں سے سفیدی نظر آتی تھی۔

مدینہ منورہ کے لوگوں کا عقیدہ

جلیل القدر عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے اپنی مستند کتاب میں یہ روایت درج فرمائی ہے:

لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة جعل النساء والصبیان والولائد یقلن:

طَلَعَ البدرُ عَلینا — من ثَنِیّات الوداع
وجب الشکرُ عَلَیْنَا — مَا دَعَا اللہ داعِ[815]

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر جلوہ افروز ہوئے تو مدینہ منورہ کی عورتیں، بچے اور لڑکیاں یہ اشعار پڑھتی تھیں کہ چودھویں رات کا مبارک چاند وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کا ہم پر شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

---

814 (صحیح البخاری، ج ۱ ، ص ۳۹۹، المکتبة الفاروقیة)

815 (الوفا بتعریف فضائل المصطفی لابن الجوزی، ج ۱، ص ۲۰۰، البدایة والنہایة لابن کثیر، ج ۵، ص ۲۳، مواہب اللدنیة للقسطلانی، ج ۱، ص ۶۸، ۱۷۵، انوار المحمدیہ، ص ۳۸، سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۲۳۴، ج ۲، ۴۴۳، دلائل النبوت، ج ۲، ص ۲۳۳)

سیدنا عوف بن ابو جحیفہ کا عقیدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ سیدنا عوف بن ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں دوپہر کے وقت حاضر ہوا۔ آپ اس وقت خیمہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے۔ انہوں نے اذان کہی پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وضو مبارک کا بچا ہوا پانی مبارک نکالا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر ٹوٹ پڑے بعد ازیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر جا کر نیزہ لائے۔

وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ سَاقَيْهِ۔[816]

اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کی پنڈلی مبارک کی نورانیت اور سفیدی کی چمک اس قدر تھی کہ اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے وہی چمک اور نورانیت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ

محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

أما الصورة و جمالها ، و تناسب أعضائه في حسنها ، فقد جاءت الآثار الصحيحة و المشهورة الكثيرة بذلك ، من حديث علي ، و أنس بن مالك ، و أبي هريرة ، و البراء بن عذب ، و عائشة أم المؤمنين ، و ابن أبي هالة ، و أبي جحيفة ، و جابر بن سمرة ، و أم معبد ، و ابن عباس ، و معرض بن معيقيب ، و أبي الطفيل ، و العداء بن خالد ، و خريم بن فاتك ، و حكيم بن حزام ، و غيرهم رضی اللہ تعالیٰ عنهم۔[817]

---

816 (صحیح البخاری، ج ۱ ۱، ص ۱ ۰ ۴، المکتبۃ الفاروقیۃ)

817 (الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضي عیاض، ج ۱، ص ۴ ۶)

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صورت مبارکہ حسن وجمال اور تناسب اعضاء شریفہ کے متعلق بہت سے آثار اور احادیث صحیحہ اور مشہورہ آئی ہیں۔ جو حضرت علی، انس بن مالک، ابوہریرہ، براء بن عاذب، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، ابن ابی ہالہ، ابوحجیفہ، جابر بن سمرہ، ام معبد، ابن عباس، معرض بن معیقب، ابوالطفیل، عداء بن خالد، غریم بن فاتک، حکیم بن حزام وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان فرمائی ہیں۔

اس کے بعد قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے جو احادیث شریفہ درج فرمائی ہیں ان میں یہ بھی ہیں:

إذا افتر ضاحكاً افتر عن مثل سنا البرق ، و عن مثل حب الغمام ، إذا تكلم رئى كالنور يخرج من ثناياه۔ [818]

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب مسکراتے تو آپ کے دندان مبارک بجلی اور برف کے اولوں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے آپ جب کلام فرماتے تو آپ کے مبارک دندان کے درمیان سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آقائے نامدار حبیبِ کردگار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا:

أخبرنا عن نفسك۔ [819]

ہمیں اپنی ذات کے متعلق ارشاد فرمایئے۔

---

[818] (الشفا بتعریف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ١، ص ٣٦)

[819] (الشفا بتعریف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ١، ص ١٠٩)

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إبراهيم، وبشرى عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ۔[820]

میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، میں وہ نور ہوں کہ جب میری والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا عقیدہ

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ القوی روایت فرماتے ہیں کہ:

اِذَا اَرْضَعْتُهُ فِي الْمَنْزِلِ اَسْتَغْنِي بِهٖ عَنِ الْمِصْبَاحِ۔

جب میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دودھ پلاتی تھی تو مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک دن مجھے اُم خولہ سعدیہ نے کہا کہ اے حلیمہ! کیا تم اپنے گھر میں رات بھر آگ روشن رکھتی ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ:

لَا وَاللهِ لَا اَوْقِدُ نَارًا وَلٰكِنَّهٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[821]

---

[820] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۴، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۰، دارمی شریف، ج ۱، ص ۱۷، البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۲۷۵، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۱۱۶، جواھر البحار شریف، ج ۳، ص ۱۱۴۴، مستدرک، ج ۲، ص ۶۱۶، مدارج النبوت فارسی، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۳، جواھر البحار، ص ۴۱، سیرت النبویہ للدحلان، ص ۳۷، دلائل النبوت للبیھقی، ج ۱، ص ۱۱۰، ج ۱، ص ۷۱، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۷۷، سیرت ابن ھشام، ج ۱، ص ۱۶۶)

[821] (بیان المیلاد النبوی، ص ۵۴)

نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو آگ روشن ہی نہیں رکھتی لیکن یہ نور اور روشنی نورِ مجسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہے۔

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ میں حضور پر نور نورٌ علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو لینے کے لئے حاضر ہوئی تو اس وقت حسین منظر یہ تھا:

فأشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله، فدنوت منه رويدا فوضعت يدى على صدره فتبسم ضاحكا، وفتح عينيه لينظر إليّ، فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء۔[822]

پس میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا حسن و جمال دیکھ کر مجھ پر حیرت طاری ہوگئی اور میں رک گئی۔ اور آپ کو بیدار کرنا نامناسب سمجھا پھر میں آپ کے قریب ہوئی اور آپ کے سینہ مبارک پر میں نے اپنا ہاتھ رکھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی مبارک آنکھوں کو کھولا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی نورانی آنکھوں سے نور نکل کر آسمانوں میں داخل ہو رہا ہے۔

سیدہ ام عثمان ثقیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

سیدنا عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقیفہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت سعادت ہوئی سماں یہ تھا کہ:

فَمَا شَئٌ اَنْظُرُ اِلَیْهِ فِی الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی النَّجُوْمِ تَدْنُوْ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَقُوْلُ لَیَقَعُنَّ عَلَیَّ فَلَمَّا وَضَعْتُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهُ الْبَیْتُ وَالدَّارُ حَتّٰی جَعَلْتُ لَا اَرٰی اِلَّا نُوْرًا۔

---

822 (مواہب اللدنیہ، ج ا، ص ۹ا، انوار المحمدیہ، ص ۹ا)

اس حدیث شریف کا ترجمہ دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے جو کیا ہے وہ درج کیا جاتا ہے:

آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔[823]

پس جب ان کو میں نے جنا تو ان سے نور نکلا جس سے خانہ کعبہ اور گھر روشن اور منور ہو گیا یہاں تک کہ میں نور ہی نور دیکھتی تھی۔[824]

نور اندر نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے — بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب رحمتِ کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ:

فاضاءلي مابين المشرق والمغرب حتى نظرت الى بعض قصور الشام۔[825]

مجھ پر روشن ہو گیا جو کچھ مشرق و مغرب کے مابین تھا یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لئے۔

---

823 (نشر الطیب، ص ۱۹)

824 (شفا شریف، ج ۱، ص ۱۴۱، خصائص الکبریٰ، ص ۱۱۳، مواهب اللدنیه، ص ۲۲، سیرت حلبیه، ج ۱، ص ۹۴، سیرت النبویه، ص ۳۸، جواهر البحار، ج ۱، ص ۵۷، دلائل النبوة للبیهقی، ص ۹۱، ۹۲، انوار المحمدیه، ص ۱۶، زرقانی شریف، ج ۱، شواهدالنبوة، ص ۲۲، دلائل النبوت از ابونعیم، ج ۱، ص ۴۰، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۲۰)

825 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۹۵، مواهب اللدنیه، ج ۱، ص ۲۳، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۷، جواهر البحار، ج ۱، ص ۵۷، سیرت النبویه، ص ۳۸، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۲۰، نشر الطیب، ص ۱۹، زرقانی شریف، ج ۱، دلائل النبوت از ابونعیم، ج ۱، ص ۴۰)

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضرت ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ محبوب خدا سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرمایئے تو آپ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ لَوْ رأيته رأيتَ الشَّمسَ طالعة۔[826]

اے بیٹے! اگر تو ان کے حسن مبارک کو دیکھتا تو دیکھتے ہی پکار اٹھتا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔

ایک ہمدانی صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہُ النورانی نے اپنی تصنیفِ لطیف فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بھی ایک ہمدانی صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ درج فرمایا ہے کہ حبیب کبریا شہنشاہ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہمراہ ایک ہمدانی عورت نے حج مبارک ادا کرنے کی سعادت حاصل کی وہ عورت جب اپنے وطن واپس آئی تو ابواسحاق نامی شخص نے اس سے پوچھا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ تو اس نے بتاتے ہوئے کہا:

كالقمر ليلة البدر، لم أر قبله ولا بعده مثله۔[827]

---

[826] (دارمی شریف، ص ۳۳، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۷، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۱، ص ۱۵۴ خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۷۹ا، مواهب اللدنیه، ج ۱، ص ۲۵۱، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹، طبرانی شریف، انوار المحمدیه، ص ۱۲۵، رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۲۷۴، دلائل النبوت از ابونعیم، ج ۳، ص ۲۰۰)

[827] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۶، ص ۳۶۱، مواهب اللدنیه، ج ۱، ص ۲۵۰، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۹، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۱، ص ۱۵۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ میں نے آپ جیسا صاحبِ جمال و صاحبِ کمال نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا، اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔

نبیوں میں نبی ایسے امام الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پھوپھی جان سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ در شبِ ولادت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں وہاں موجود تھی۔

دیدم کہ نور وے بر نور چراغ غالب گشت۔

میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور چراغ کے نور پر غالب ہو گیا۔[828]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حبیب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انتقال پر ملال ہوا تو آپ کی پھوپھی جان نے اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظاہری طور پر پردہ پوش ہونے کے افسوس اور غم کا اظہار کرتے ہوئے شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرتے ہوئے کہا:

عَلَى الْمُرْتَضَى لِلْهُدَى وَالتُّقَى   وَلِلرُّشْدِ وَالنُّورِ بَعْدَ الظُّلَمِ[829]

---

828 (شواھد النبوت فارسی، ص ۲۲ از علامہ عبدالرحمٰن جامی)

829 (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ۲، ص ۲۸۵، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

میں آنسو بہاتی ہوں مرتضیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جو کہ مجسمۂ ہدایت اور تقویٰ ہیں اور جو ظلمتوں اور اندھیروں کے رشد وہدایت اور نور ہیں۔

بعد ازاں آپ کا ایک مصرعہ درج کیا جاتا ہے جس میں غم والم کے اظہار کے ساتھ ساتھ واضح طور پر اپنا عقیدہ بیان فرمایا ہے:

لِفَقْدِ الْمُصْطَفٰى بِالنُّوْرِ حَقًّا[830]

آنسو بہاتی ہوں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پردہ پوش ہو جانے پر جو کہ واقعی نور ہیں۔

سیدہ عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضور پر نور، نور علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دوسری پھوپھی جان سیدہ عاتکہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظاہری طور پر پردہ فرما جانے پر غم والم کا اظہار کرتے ہوئے اور شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بھی اسی طرح بیان فرماتی ہیں:

يَا عَيْنُ فَاحْتَفِلِي وَسُحِّي وَاسْجُمِي   وَابْكِي عَلَى نُورِ الْبِلَادِ مُحَمَّدِ

اے آنکھ آنسو بہا اور افسوس کر شہروں کے نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فرقت میں رو رہی ہوں۔

عَلَى الْمُصْطَفٰى بِالْحَقِّ وَالنُّوْرِ وَالْهُدٰى[831]

---

[830] (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٥، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

[831] (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٣، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

اس محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جو نور ہیں۔ اور حق کے ساتھ مبعوث ہوئے اور سراپا ہدایت ہیں۔

سیدہ اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

محبوب رب اکبر شافع محشر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انتقال پر ملال پر آپ کی پھوپھی جان اروی بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کی ظاہری فرقت پر غم والم کا اظہار کرتی ہوئی اپنا عقیدہ بیان فرماتی ہیں کہ:

عَلَى نُورِ الْبِلَادِ مَعًا جَمِيعًا　　　رَسُولِ اللهِ أَحْمَدَ فَاتْرُكِينِي[832]

آہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام شہروں کے لئے نور ہیں، مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مدح اور تعریف کرنے دو۔

سیدہ اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضور اکرم، رسول معظم، فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انتقال پر ملال پر ظاہری فرقت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے سیدہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا عقیدہ بھی بیان کرتی ہیں:

وَلَقَدْ كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ نُورًا　　　وَسِرَاجًا يُضِيءُ فِي الظَّلْمَاءِ[833]

اور البتہ تحقیق آپ نور تھے، سورج تھے اور آپ اندھیروں اور تاریکیوں میں بھی روشنی دیتے تھے۔

---

832 (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٢، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

833 (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٨، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

حضرت ہند بنت اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صحابیہ حضرت ہند بنت اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی مقام پر بیان کرتی ہیں کہ:

قَدْ كُنْتَ بَدْرًا وَنُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ   عَلَيْكَ تَنْزِلُ مِنْ ذِي الْعِزَّةِ الْكُتُبُ[834]

بے شک آپ چودھویں رات کے چاند اور نور تھے۔ آپ کے نور سے روشنی حاصل کی جاتی تھی، آپ پر عزت والی کتابیں نازل ہوئی ہیں۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا احادیث شریفہ دیوبندی، غیر مقلد وہابی اور اہل سنت و جماعت بریلوی حضرات ہر سہ فرقہ کے نزدیک مستند محدثین کی کتب سے درج کی گئی ہیں جن سے بالکل عیاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، ازواج مطہرات، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی آخر الزماں، سیاح لامکاں، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے۔ سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ناجی اور جنتی فرقے کی نشاندہی مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے عقیدہ کے مطابق ہے سے فرمائی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین مسلک حق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے دیوبندی حضرات کی مقتدر شخصیت مولوی سرفراز خاں گکھڑوی لکھتے ہیں کہ خلفاء اربعہ میں سے ہر ایک کا قول قابلِ اقتداء ہے، ان کا منفرد قول بھی حجت ہے۔[835]

---

[834] (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ۲، ص ۲۸۸، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

[835] (راہ سنت، ص ۳۳)

اسی کتاب میں مزید رقم طراز ہیں کہ صحابہؓ کرام امت کے لئے حق و باطل، خیر و شر، سنت و بدعت اور ثواب و عتاب وغیرہ امور کے پرکھنے کی کسوٹی اور معیارِ حق ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا وہ حق اور سنت اور باعث نجات ہے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہمارے لئے ذریعہ فلاح اور وہی ہمارے لئے ترقی اور سعادت کی راہ ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی تباہی اور بربادی پر منتج ہو گی اور بس۔[836]

غیر مقلدین وہابیوں کے محدث اور مجتہد عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ اقوال صحابہ کے ساتھ استدلال کرنا ٹھیٹھ اسلام میں داخل ہے۔[837]

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ صحابہ کی مقدس جماعت سو ان کے علماء زبان عربی کی سند ہیں۔ اور وہ سب حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سیرت کے بہترین شاہد ہیں۔ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور بعد کی امت کے درمیان وہی واسطہ ہیں۔ قرآن ان کے سامنے اترا۔ اس میں ان کے واقعات مذکور ہیں۔ وہ اپنی زبان اور اپنے واقعات کو دوسروں کی نسبت اچھا جانتے ہیں۔ پس ان کے اجماع یا ان کے جمہور علماء کے اقوال سے سر نہیں پھیر سکتے۔[838]

حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریق سے الگ نہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحبت یافتہ اور شاگرد تھے۔ وحی ان کے سامنے اترتی، قرآئن اور احوال ان کے

---

836 (راہ سنت، ص ۳۷)

837 (ضمیمہ رسالہ اھلحدیث، ص ۳۷)

838 (دیباچہ تفسیر واضح البیان، ص ۳۹)

سامنے تھے، علم صحیح اور عمل صالح رکھتے تھے۔ غرض جتنی باتیں کسی کلام کے صحیح سمجھنے کے لئے ضروری ہیں وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔[839]

روپڑی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ جس طریق پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے، اس طریق پر چلنے والا فریق حق پر ہوگا۔ جو ان کے خلاف ہوگا وہ باطل پرست ہے۔[840]

قارئین کرام! احادیث بالا کو دیکھیں تو روپڑی صاحب کے فیصلہ کے مطابق اہل سنت وجماعت فرقہ حق پر ہے اور دیگر فرقے باطل پرست ہوئے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بارے میں یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں۔

اپنے آپ کو اہلحدیث کہلانے والے حضرات اپنے مولوی تقریظ احمد سہسوانی کا تحریر کردہ حوالہ ذہن نشین رکھ کر سوچیں کہ کیا واقعی وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کا انکار کرنے سے اہلحدیث رہ سکتے ہیں؟

امرتسری صاحب لکھتے ہیں کہ اہلحدیثوں نے عقائد میں بھی کسی کی پیروی کا لزوم اپنے لئے پسند نہیں کیا۔ بلکہ ان کا طرز عمل یہی رہا کہ کتاب الٰہی اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عمل کرتے تھے اور اس پر اعتقاد رکھتے۔[841]

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ کے طریق پر ہوں۔[842]

---

839 (فتاویٰ اهل حدیث، ص ۵)

840 (فتاویٰ اهل حدیث، ص ۴)

841 (اهلحدیث دهلی، ص ۴، کالم ۲، یکم ستمبر ۱۹۵۴ء)

842 (الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد، ص ۶۵)

لہٰذا اشرف علی تھانوی کی تحریر سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور ماننے والے ہی صحیح معنی میں اہل سنت ہیں کیونکہ مندرجہ بالا احادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مانتے تھے۔

قارئین کرام! حضور پر نور نورٌ علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ، آپ کے والدین کریمین، اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، خلفاء راشدین، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مستند مفسرین کرام علیہم الرحمۃ اور اور مخالفین کے اکابر مفسرین کے عقیدہ کو واضح براہین اور دلائل سے بیان کرنے کے بعد اب امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مستند اکابر محدثین وفقہاء اور اولیاء الرحمٰن علیہم الرحمۃ جو کہ ہر مکتب فکر کے نزدیک مسلمہ محدث، فقیہ اور ولی اللہ ہیں کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کے عقائد پیش خدمت ہیں:

مفسرین، محدثین اور سلف صالحین علیہم الرضوان کا عقیدہ

سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

علامہ یوسف نبہانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ حضور پر نور قطب الاقطاب سید الاسیاد، فرد الافراد غوث الاغیاث شیخ الجن والانس علی الاطلاق سیدناوسندناومرشدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ الربانی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام اس طرح پیش کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ن السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَرَحْمَۃٍ لِلْعَالَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ عَدَدَ مَنْ مَضیٰ مِنْ خَلْقِکَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلوٰۃً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَدَ تُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلوٰۃً لَا غَایَۃَ لَّھَا وَلَا مُنْتَھیٰ وَلَا انْقِضَاءَ صَلوٰۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِکَ وَعَلیٰ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیمًا۔[843]

اس درود شریف میں پہلا جملہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ سے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کا بین ثبوت ہے۔

علامہ فاسی علیہ الرحمۃ اسی جملہ کی تشریح اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

لَفْظُ سَیِّدِیْ عَبْدِالْقَادِرِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ن السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَالْخَلْقُ مَصْدَرُ خَلَقَ وَھٰذَا الْاَصْلُ فِیْہِ وَالَّامُ بِمَعْنیٰ فِیْ اَوْ عِنْدَ وَیُطْلَقُ الْخَلْقُ بِمَعْنیٰ الْمَفْعُوْلِ کَثِیْرًا وَیَحْتَمِلُ ذٰلِکَ ھُنَا وَلَا شَکَّ اَنَّ کُلَّ مَخْلُوْقٍ فَالسَّابِقُ لَہٗ نُوْرُ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خُلِقَ کُلُّ شَیْءٍ۔

سیدی عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ن السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ اللہ تعالیٰ کا درود ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ہو جن کا نور تمام مخلوق سے پہلے تمام مخلوق مصدر ہے جو کہ پیدا کی گئی ہے اور آپ تمام مخلوق کی اصل ہیں۔ لام فِیْ (میں) کے معنی میں ہے یا عِنْدَ (نزدیک) کے معنی میں ہے۔ اکثر مقام پر بھی خلق سے مراد مخلوق ہے پس اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تمام مخلوقات سے پہلے ہے۔ اس لئے کہ وہ نور ایجاد اور امداد (بڑھانے پھیلانے) میں اصل اور بنیاد ہے۔[844]

---

843 (افضل الصلوٰۃ، ص ۸۲، مطبوعہ مصر)

844 (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات، ص ۱۴۹)

علامہ یوسف نبھانی قدس سرہ النورانی نے اپنی بابرکت کتاب مستطاب افضل الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ سیدنا غوث اعظم غوث العالمین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں ایک اور درود شریف درج فرمایا ہے جس میں یہ جملے آتے ہیں جن سے آپ کے عقیدہ مبارکہ کی وضاحت ہو جاتی ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النُّوْرِ الْبَھِيِّ وَالْبَیَانِ الْجَلِيِّ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ مَنْ خَلَقْتَہٗ مِنْ نُوْرِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدِ بَحْرِ اَنْوَارِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ خَلَقْتَہٗ مِنْ نُوْرِ ذَاتِکَ۔[845]

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

رُخِ انور کی تجلّی جو قمر نے دیکھی — رہ گیا بوسہ وہ نقشِ کفِ پا ہو کر

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسیٰ — وَالشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ بِنُوْرِ بِھَاکَ[846]

آپ وہ نور ہیں کہ چودھویں رات کا چاند آپ کے نور سے منور اور آپ ہی کے جمال و کمال سے سورج روشن ہے۔

اے جلوۂ نورِ خدا اے نورِ ذاتِ کبریاء — ہے نور سے تیرے بجا ماہِ منور کی ضیاء
یہ جلوہ یہ تابندگی یہ نور یہ رخشندگی — مہرِ درخشاں میں نہ تھی گر تو نہ ہوتا جلوہ زا

---

845 (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵)

846 (قصیدۃ النعمان، ص ۲۳)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن جوزی کا عقیدہ

علامہ ابراہیم بیجوری اور علامہ محمد بن قاسم جسوس علیہما الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک اور محدث ابن جوزی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں:

لم يقم صلى الله عليه وسلم مع شمس قط إلا غلب ضوؤه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوؤه السراج۔[847]

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ سورج کے سامنے جب کھڑے ہوتے تو آپ کا نور مبارک سورج کے نور پر غالب آجاتا۔ اور جب آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کا نور مبارک چراغ کے نور اور روشنی پر غالب آجاتا۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام ابو الفرج جمال الدین ابن جوزی محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فَهُوَ السِّرَاجُ الْمُنِيْرُ وَالْهَادِىْ وَالْمَهْدِىُّ وَالْمُهْتَدِىْ وَالْمُرْتَضِي وَالْمُصْطَفىٰ وَالْمُخْتَارُ وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَالْبُرْهَانُ وَالشَّاهِدُ وَالْمُبَارَكُ وَنُوْرُ الْاُمَمِ وَنُوْرُ اللهِ الَّذِىْ لَا يُطْفىٰ سَيِّدُ النَّاسِ وَسَيِّدُ الْبَشَرِ وَحُجَّةُ اللهِ عَلَى الْخَلْقِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ صَاحِبُ الْمِنْبَرِ الْاَعْلىٰ وَاَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ حَبِيْبُ الرَّحْمَانِ۔[848]

پس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراج منیر، ہادی مہدی، مرتضیٰ، مصطفیٰ، مختار، نور مبین، برہان، شاہد، مباک، نور الامم اور اللہ تعالیٰ کے ایسے نور ہیں جو کبھی نہ بجھے گا۔ آپ سید الناس، سید البشر، مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت، خیر الخلائق، منبر اعلیٰ کے مالک، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والے رحمٰن جل جلالہٗ کے حبیب ہیں۔

---

847 (السيرة الحلبيه، ج۳، ص ۴۳۴، الناشر دار المعرفة، بيروت)

848 (بيان الميلاد النبوى، ص ۱۵)

ایک دوسرے مقام پر بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مُبْرَقَعَۃٌ تَجَلّیٰ عَلیٰ ذَلِکَ الْحِمیٰ   هِیَ النُّوْرُ لٰکِنْ ضَلَّ فِیْ حُبِّہَا عَقْلِیْ[849]

وہ جھرمٹ مارے ہوئے ہے جو اس چراگاہ میں ہے، یہ سراپا نور ہے، جس کی محبت میں میری عقل خود رفتہ ہو گئی۔

امام ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام یوسف فاسی علیہ الرحمۃ امام اہل سنت علامہ ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ الْاَشْعَرِیُّ اِنَّہٗ تَعَالیٰ نُوْرٌ لَیسَ کَالْاَنْوَارِ وَالرُّوْحُ النَّبْوِیَّۃُ الْقُدْسِیَّۃُ لُمْعَۃٌ مِنْ نُوْرِہٖ وَالْمَلَائِکَۃُ شَرَرُ تِلْکَ الْاَنْوَارِ وَقَالَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خُلِقَ کُلِّ شَیءٍ۔[850]

علامہ اشعری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے جو کسی نور کی مثل نہیں ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح اسی نور کی چمک ہے۔ اور فرشتے اس نور کی چنگاریاں ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور پھر میرے ہی نور سے سب چیزوں کو پیدا فرمایا۔

---

849 (بیان المیلاد النبوی، ص ۳۳)

850 (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات، ص ۱۴۷، مطبوعہ مصر)

علامہ نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام نظام الدین بن حسن النیشاپوری علیہ الرحمۃ جو کہ جلیل المرتبت مفسر قرآن ہیں اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

أَنَا أَوَّلُ المستسلمين عند الإيجاد لأمر "كن" كما قال: أول ما خلق الله نوري۔[851]

امر کن کے ایجاد کے وقت میں اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنے والوں میں سے سب سے اول ہوں۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام احمد بن محمد بن ابو بکر الخطیب القسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أى يضيء في الجدر أي يشرق نوره عليها إشراقا كإشراق الشمس عليها۔[852]

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک دیواروں پر اس طرح چمکتا تھا اور روشن ہوتا تھا جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر جب پڑتی ہے تو چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

قرآن پاک کے عظیم مفسر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے والضحیٰ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ مبارک اور وَاللیل سے بال مبارک مراد لئے ہیں۔

---

851 (تفسیر النیسابوری، ج۳، ص ۱۹۶، الناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت)

852 (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ۲، ص ۶۳، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

لأن وجهه صلى الله عليه وسلم كان شديد النور، بحيث يقع نوره على الجدر إذا قابلها۔[853]

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جب اس کی نورانیت دیواروں پر پڑتی تو وہ چمک اٹھتیں۔

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ الباری اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

أَنَّ الْمَلَائِكَةَ أُمِرُوا بِالسُّجُودِ لِآدَمَ لِأَجْلِ أَنَّ نُورَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَبْهَةِ آدَمَ۔[854]

فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تھا۔

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اپنے عقیدہ کا اظہار فرماتے ہیں:

قَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِهٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم كَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ۔[855]

بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے ہر شے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں آیا ہے۔

---

[853] (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج٨، ص ٢٤٤، الناشر: دار الكتب العلمية)

[854] (التفسير الكبير، ج٦، ص ٥٢٥، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

[855] (حديقة الندية شرح طريقة محمدية)

سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام ربانی غوث صمدانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الربانی اپنے مکتوبات شریف میں اپنے عقیدہ مبارکہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

باید دانست کہ خلق محمدی دررنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ خلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود نشا عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ دیگراں برایں دولت میسر نشدہ است۔[856]

جاننا چاہیئے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ جہان کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجود مسعود مناسبت ومشابہت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود جسم عنصری رکھنے کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جبکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔ اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

اَنَّهٗ لَا یَظْهَرُ لَهٗ ظِلٌّ لِاَنَّهٗ لَا یَظْهَرُ اِلَّا لِلْكَشْفِ وَهُوَ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم قَدْ خَلَصَهُ اللّٰهُ مِنْ سَائِرِ الْكَثَافَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ وَصَيَّرَهٗ نُوْرًا صِرْفًا لَا يَظْهَرُ لَهٗ ظِلٌّ اَصْلاً۔[857]

---

[856] (مکتوبات شریف فارسی، ج۳، ص ۱۹۱، مکتوب ۱۰۰)

[857] (شرح قصیدہ ھمزیہ افضل القریٰ از ابن حجر مکی)

بے شک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے آپ جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ مطلقًا نظر نہ آتا تھا کیونکہ سایہ کثیف شے کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تمام جسمانی کثافتوں سے مبرا اور پاک رکھا ہے۔ اور ایسا خالص نور بنایا کہ جس کا بالکل سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام الہام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب دقائق الاخبار کی ابتداء ہی میں **باب فی تخلیق نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم** باندھا ہے جس سے اظہر من الشمس ہے کہ آپ کا عقیدہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کا تھا۔[858]

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قد اتفق أهل الظاهر و الشهود على أن الله تعالى خلق جميع الأنبياء من نور محمد۔[859]

بے شک اس حقیقت پر تمام اہل ظاہر اور شہود کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو پیدا فرمایا۔

---

858 (دقائق الاخبار، ص ۲)

859 (روح البیان، ج ۱۱، ص ۷۷، دار النشر/ دار إحیاء التراث العربی)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنا اور ابن سبع کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الأرض و أنہ کان نورا۔[860]

ابن سبع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے۔

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

عمدۃ المحدثین علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی قدس سرہٗ النورانی فرماتے ہیں کہ:

بقوله عليه الصلاة والسلام: "أول ما خلق الله نوري"، أي: قدر على أصل الوضع اللغوي، وبهذا الاعتبار سمي المصطفى بنور الأنوار، وبأبي الأرواح۔[861]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وضع لغوی کے اصول پر مقدر فرمایا ہے اسی لئے سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک نور الانوار اور ابو الارواح رکھا گیا ہے۔

---

860 (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۶، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

861 (شرح الزرقانی، ج ۱، ص ۵۴، الناشر: دار الکتب العلمیة)

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث **كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ** یعنی تخلیق کے لحاظ سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لِخَلْقِ نُوْرِہٖ قَبْلَهُمْ کیونکہ آپ کا نور مبارک سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا۔[862]

ابرز الحقيقة المحمدية من الانوار الصمدية کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عين النور الأحمدي المشار إليه بقوله عليه الصلاة والسلام: "أول ما خلق الله نوري" كما في حديث جابر عند عبد الرزاق مرفوعًا: يا جابر إن الله قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره۔[863]

اس سے مراد نور احمدی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ حدیث شریف اشارہ کرتی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا جیسا کہ عبد الرزاق والی مرفوعًا حدیث دلالت کرتی ہے کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

شیخ ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ المشائخ قطب زمان شیخ ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمۃ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ ان القاب سے پیش کرتے ہیں جن سے ان کے عقیدہ کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے:

يَا سَيِّدَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنْتَ الْمَقْصُوْدُ مِنَ الْوُجُوْدِ وَاَنْتَ النُّوْرُ الَّذِىْ مَلَاءَ اِشْرَاقُهُ الْاَرْضِيْنَ وَالسَّمٰوٰتِ۔[864]

---

862 (زرقانی شریف، ج۳، ص ۱۶۴)

863 (شرح الزرقانی، ج ۱، ص ۵۴، الناشر: دار الکتب العلمیة)

864 (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۱۸)

اے ہمارے سردار اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ ہی کائنات کے وجود سے مقصود ہیں۔ اور آپ وہ نور ہیں کہ جس کی چمک نے زمینوں اور آسمانوں کو نور سے بھر دیا ہے۔

شیخ احمد بدوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ احمد بدوی علیہ الرحمۃ بارگاہ بے کس پناہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں یوں تحفۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ شَجَرَۃِ الْاَصْلِ النُّوْرَانِیَّۃِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الْاَنْوَارِ وَسِرِّ الْاَسْرَارِ تَرْیَاقِ الْاَغْیَارِ وَمِفْتَاحِ بَابِ الْیَسَارِ، سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُخْتَارِ وَآلِہِ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہِ الْاَخْیَارِ عَدَدَ نِعَمِ اللّٰہِ وَاَفْضَالِہٖ۔[865]

سید احمد بغدادی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ العارفین سید احمد بغدادی علیہ الرحمۃ درود شریف ان الفاظ میں پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النُّوْرِ الذَّاتِیِّ السَّارِیْ فِیْ جَمِیْعِ الْاٰثَارِ وَالْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ۔[866]

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

سند المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

هو صلى الله تعالى عليه وسلم بقلبه وقالبه نور يستنار منه الأنوار ويستضاء منه الأسرار۔[867]

---

865 (افضل الصلوٰۃ، ص ۸۵، ۸۶)

866 (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۱۴)

867 (شرح الشفا، ج ۱، ص ۹۹، الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قلب مبارک اور بدن اطہر تمام نور ہے۔ اور جملہ نور اسی نور ہی سے روشن اور مستنیر ہیں۔ اور دلوں کے اسرار اور بھید آپ کے نور سے چمک اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے طٰہٰ بھی آپ کا اسم شریف ہے، اور طٰہٰ کے عدد حروف ابجد کے حساب سے چودہ ہیں۔ اور چودھویں رات کے چاند کو بدر کہتے ہیں۔ وَجْهُهٗ فِيْ غَايَةِ النُّوْرِ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کو نورٌ علیٰ نور ہونے کی وجہ سے بدر فرمایا گیا ہے۔[868]

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

اَمَّا نُوْرُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَهُوَ فِيْ غَايَةِ مِنَ الظُّهُوْرِ شَرْقًا وَغَرْبًا وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرُهٗ وَسَمَّاهُ فِيْ كِتَابِهٖ نُوْرَهٗ۔

لیکن نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ شرقًا اور غربًا خوب ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں آپ کا نام نور رکھا ہے۔[869]

---

868 (شرح شفا، ج ۱، ص ۲۳۱)

869 (موضوعات کبیر، ص ۸٦)

علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ عبدالرحمٰن سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دادا نزار پیدا ہوئے تو ان کی پیشانی نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے چمک رہی تھی۔[870]

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

أنّه كان لا ظلّ لشخصه فِي شَمْسٍ وَ لَا قَمَرٍ لِأَنَّهُ كَانَ نُورًا۔[871]

بے شک آپ کے جسم مبارک کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ پڑتا تھا، کیونکہ آپ نور تھے۔

علامہ حلبی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ علی بن براہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

إذا مشى في الشمس أو في القمر لا يكون له صلى الله عليه وسلم ظل لأنه كان نورا۔[872]

آپ جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا کیونکہ آپ نور تھے۔

---

870 (روض الانف، ج ۱، ص ۸)
871 (شرح شفا، ج ۱، ص ۷۵۴، الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت)
872 (السیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، ص ۳۸۱، الناشر دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

أنه لا ظل لشخصه في شمس و لا قمر لأنه كان نوراً۔[873]

علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی المصری علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

كَانَ نُوْرُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فی جبهة آبائہٖ من آدم الیٰ ابیه عبداللہ وهو نورٌ حسيٌّ كالقمر فی الليلة الظلماء۔[874]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے تمام آباؤاجداد کی پیشانی مبارک میں تھا اور آپ کا نور حسی ہے جیسا کہ اندھیری رات میں چاند۔

سید عبد الرحمٰن العیدروس علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ سید عبد الرحمٰن العیدروس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

كَانَ نُوْرُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم هُوَ الْاَصْلُ فِیْ تَكْوِيْنِ جَمِيْعِ الْاَشْيَآءِ۔[875]

تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور اصل (سبب) ہے۔

---

873 (المقاصد الحسنة، ج ۱، ص ۸۰)

874 (شرح شفا شریف، ج ۱، ص ۱۱۱، مطبوعہ مصر)

875 (جواهر البحار شریف، ص ۱۳۷، مطبوعہ مصر)

سید سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ اپنی مبارک کتاب دلائل الخیرات شریف میں بارگاہِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں درود شریف کا ہدیہ ان نورانی القاب سے پیش کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْاَنْوَارِ وَسِرِّ الْاَسْرَارِ۔[876]

اے اللہ! ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جو سب انوار کے نور اور سب بھیدوں کے بھید ہیں درود بھیج۔

علامہ سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ نے امام الانبیاء مالک ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء شریفہ لکھے ہیں جن میں ایک اسم شریف نور بھی لکھا ہے۔[877]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ المحدثین شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ:

حق سبحانہٗ وانور نام و سراج منیر در غایت انازت خواند کہ روشن شد و پیدا گشت بوے طریق قرب و اصول و روشن شد بجمال و کمال وے ابصار وبصائر چنانکہ فرمود قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُبِیْنٌ (المائدۃ ۱۵)

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور نام اور سراج منیر نہایت روشنی میں اپنے کلام کے درمیان فرمایا ہے اور پیدا ہوئے۔ اس سرور سے طریق

---

[876] (دلائل الخیرات، ص ۵۹، مطبوعہ مصر)

[877] (دلائل الخیرات، ص ۳۶، مصری)

قرب اور وصول۔ اور اس جناب کے جمال و کمال سے ابصار اور بصائر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔[878]

دوسری جلد کی ابتداء ہی میں فرماتے ہیں کہ:

وبدآنکہ اول مخلوقات وواسطۂ خلق عالم وآدم نور محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری وسائر مکونات علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ۔[879]

یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیقِ عالم وآدم کا واسطہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے جیسا کہ مکونات علوی وسفلی آپ ہی کے نور سے ہیں۔

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود۔[880]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سر سے لے کر پاؤں مبارک تک تمام نور ہی نور تھے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

نور یکے از اسماء آنحضرت است و نور را سایہ نمے باشد۔[881]

---

878 (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۷۶)
879 (مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۲)
880 (مدارج النبوت فارسی، ج ۱، ص ۱۳۷)
881 (مدارج النبوت فارسی، ج ۱، ص ۲۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے آپ کا ایک اسم شریف نور ہے، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

غوث صمدانی سیدی عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[882]

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو شے پیدا فرمائی وہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تھا۔

علامہ خرپوتی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ عمر بن احمد خرپوتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ۔[883]

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک ہر چیز سے پہلے پیدا فرمایا۔

شیخ زادہ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ زادہ شارح قصیدہ بردہ شریف علیہ الرحمۃ اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْمَکُوْنَاتِ تَکَوَّنَتْ بِاِفَاضَۃِ فَیْضِ نُوْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم الَّذِیْ ھُوَ الْمُسْتَفِیْضُ مِنَ الْفَیْضِ الْاَوَّلِ فَوُجُوْدُ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامِ۔[884]

---

882 (الابریز، ج ۱، ص ۲۶۶، مطبوعہ مصر)

883 (عصیدۃ الشھدہ، ص ۷۳)

884 (شرح قصیدہ بردہ از شیخ زادہ بر حاشیہ عصیدۃ الشھدہ، ص ۱۰۰)

موجودات میں جو کچھ بھی وجود میں آیا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فیض سے ہے کیونکہ وجود اول آپ کے نور مبارک سے مستفیض ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود بھی اسی نور سے ہے۔

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیشِ مہر یہ جاں نہیں!

مولانا روم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نور حق را کس نجوید زاد و بود — خلعت حق را چہ حاجت تار بود![885]

اس شعر کا ترجمہ اور تشریح دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نورِ حق کے لئے کوئی زاد و بود تلاش نہیں کرتا۔ اور خلعت حق کے لئے تانے بانے کی کیا ضرورت ہے مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مغز اور اصل تو نورِ حق تھا تو اس کی کوئی اصل اور اس کے آباؤاجداد تھوڑا ہی تھے اس کے لئے تو کسی تانے بانے یا اصل وغیرہ کی ضرورت نہیں اس کی تو یہ شان ہے کہ:

کمترین خلعت کہ بدہ در ثواب — بر فزاید بر طراز آفتاب

یعنی سب سے گھٹیا خلعت جو کہ حق تعالیٰ ثواب میں بخشیں وہ آفتاب کے نقش و نگار سے بڑھ جائے تو بھلا پھر نور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان کا تو کیا ٹھکانہ ہے۔ خوب سمجھ لو۔[886]

---

885 (مثنوی شریف، ص ۳۲۵)

886 (کلیدمثنوی، ص ۱۵، دفتر چہارم مطبوعہ تھانہ بھون)

علامہ حسین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ حسین الدین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وجہ تسمیہ آنحضرت بنور آنست کہ اول چیزیکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بنور قدم از ظلمت کدہ عدم بوجود آوردہ نور وے بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کہ اول ما خلق اللہ نوری۔ بعد ازاں عالم را برائے ظہور او موجود گردانید۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام نور کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پہلے جو چیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ بسبب نور قدم کے ظلمت کدۂ عدم سے وجود میں لایا۔ وہ حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا کہ اول ما خلق اللہ نوری اس کے بعد تمام دنیا کو اس کے نور کے ظہور اور اس کے ظہور کے نور کے واسطے موجود کیا۔

نور اوچوں اصل موجودات بود ذات اوچوں معطی ہر ذات بود[887]

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ النورانی اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

وَھُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ اَصْلُ الْبَرَایَا حِیْنَ لَاآدَمُ وَلَاحَوَّآءُ[888]

اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام مخلوقات کی اصل اور سب انوار کے نور ہیں۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام بھی نہ تھے۔

---

887 (تفسیر حسینی فارسی، ص ۱۴۰، مطبوعہ نولکشور)

888 (طیب الغراء فی مدح سید الانبیاء، ص ۱۸)

كَانَ اِذَا تَبَسَّمَ فِيْ اللَّيْلِ اَضَاءَ الْبَيْتُ۔ [889]

آپ جب رات کو مسکراتے تو گھر روشن اور منور ہو جاتا۔

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

علامہ نبھانی علیہ الرحمۃ جواہر البحار شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اَنَّهُ صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم كَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِهٖ فِيْ شَمْسٍ وَ لَا قَمَرٍ لِاَنَّهُ كَانَ نُوْرًا۔ [890]

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسم مبارک کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہیں تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات خود نور تھی۔

جواہر البحار شریف میں ہی فرماتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم نُوْرًا اَضَاءَ الْعَالَمِيْنَ۔ [891]

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک نور تھے، جن کی روشنی سے سارے جہان روشن ہو گئے۔

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

علامہ یوسف نبھانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب افضل الصلوٰۃ میں درود شریف لکھا ہے جس میں حبیب کبریاء مالک ہر دوسرا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ان القاب سے ندا کی ہے جن سے علامہ نبھانی کا عقیدہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

---

889 (جواهر البحار، ص ۴۳۴)

890 (جواهر البحار، ص ۵۸)

891 (جواهر البحار، ص ۲۱)

یَانُوْرَ الْحَقِّ یَاسِرَاجَ الْعَوَالَمِ۔ یعنی اے نور حق، اے جہانوں کے سراج۔[892]

علامہ یوسف نبھانی علیہ الرحمۃ دلائل الخیرات کی شرح الدلالات الواضحات میں فرماتے ہیں:

المتقدم المخلوق نورہ من نورک قبل جمیع الخلق۔[893]

تمام مخلوق سے پہلے ان (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کا نور مبارک اے اللہ تیرے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔

علامہ نبھانی اسم شریف الفاتح کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرُہٗ وَمِنْہُ خَلَقَ الْخَلَائِقَ کُلَّھَا۔[894]

اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ ان کا نور مبارک تھا اور ان کے نور مبارک سے کل مخلوق کو پیدا فرمایا۔

علامہ دحلان مکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمۃ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں قصیدہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار رہے ہیں:

اَوَّلُ الْخَلْقِ نُوْرُہٗ کَانَ قِدْمًا — مِنْہُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ وَثُمَّا
حَلَّ نُوْرٌ لَہٗ بِظَھْرِ اَبِیْہِ — آدَمَ ثُمَّ فِیْ کِرَامِ بَنِیْہِ[895]

[892] (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۶۹)
[893] (الدلالات الواضحات، ص ۲۷، مطبوعہ مصر)
[894] (الدلالات الوضحات، ص ۸، بر حاشیہ دلائل الخیرات، ص ۸۲)
[895] (افضل الصلوٰۃ، ص ۲۰۵)

ساری مخلوقات سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہے وہ قدیم تھے اور انہیں سے رحمٰن کا عرش معلیٰ اس جگہ ہے۔ان کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک منتقل ہوتا گیا۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ مصلح الدین سعدی علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ:

کلیمے کے چرخ فلک طور اوست — ہمہ نورہا پرتو نور اوست

آپ ایسے کلام کرنے والے ہیں کہ چرخِ آسمان آپ کا طور ہے۔سب نور آپ کے نور مبارک کا عکس ہیں۔[896]

علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

جن کی کتاب شرح جامی تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ہر عالم دین کہلانے والا علامہ جامی قدس سرہٗ السامی کا مرہون منت اور نیاز مند ہے۔اپنے عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں:

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ نُوْرٍ — کز و شد نورہا پیدا

زمیں در حب او ساکن — فلک در عشق او شیدا[897]

---

[896] (بوستان فارسی، ص ۴، مطبوعہ دھلی)

[897] (کلیات جامی)

شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

(جن کی کتب پند نامہ اور منطق الطیر درسِ نظامی میں پڑھائی جاتی ہیں) کا عقیدہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا تھا۔ جیسا کہ دیوبندیوں کی مقتدر شخصیت ادریس کاندھلوی نے ان کے یہ اشعار اپنی کتاب عقائد الاسلام میں درج کئے ہیں ان سے عیاں ہے:

آفتابِ شرع و دریائے یقین　　　نور عالم رحمۃ للعالمین

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب　　　بود نور پاک او بے ہیچ ریب[898]

علامہ محمد غبریم المالکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ محمد غبریم بن محمد الداغری المالکی الاشعری علیہ الرحمۃ فَانْقَذَھُمْ نُوْرٌ یَدُلُّ وَیَکْلَاءُ شعر کی تشریح کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

فَانْقَذَھُمْ خَلَصَھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ نُوْرُ اَلَّذِیْ ھُوَ جِسْمُہٗ اِذ مِنْ اَسْمَآئِہٖ اَلنُّوْرُ قَالَ تَعَالیٰ قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَفِی الْحَدِیْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لَمْ یَکُنْ یُرِیٰ لَہٗ ظِلٌّ فِ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ یَدُلُّ ذٰلِکَ النُّوْرُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ وَیَکْلَاءُ یَحْفِظُھُمْ مِنَ الضَّلَالَاتِ وَالرَّدِیِ الْمَحْمُوْدِ بِذٰلِکَ النُّوْرِ۔[899]

وہ نور جس کا جسم ہی نور ہے نے ان کو ظلمات اور تاریکیوں سے نجات دلائی۔ کیونکہ اس کے اسماء شریفہ میں سے نور ان کا اسم شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا۔ یہ اس کے نور

---

898 (عقائد الاسلام، ص ٧٦، ٧٧)

899 (النوافح العطریہ، ص ١٩، مطبوعہ مصر)

ہونے کی دلیل ہے اور وہ نورِ صراطِ مستقیم کی راہ دکھاتا ہے۔ گمراہ اور ردی چیزوں سے حفاظت کرتا ہے جو اس نور سے مٹ جاتی ہیں۔

علامہ محمد غبریم علیہ الرحمۃ النوافح العطریہ فی حل الفاظ العشرینیۃ فی مدح خیر البریۃ میں

كُلُّ ضِيَاءٍ دُوْنَهٗ فَهُوَ دَهْمَةٌ
بَدَا وَبِقَاعُ الْاَرْضِ ظُلْمٌ وَظُلْمَةٌ

شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فَكُلُّ ضِيَاءٍ دُوْنَهٗ دُوْنَ ذٰلِکَ النُّوْرِ الْكَائِنِ فِی الْمَدِيْنَةِ فَهُوَ ضِيَاءٌ دَهْمَةٌ ظُلْمَةٌ شَدِيْدَةُ السَّوَادِ بَدَا ذٰلِکَ النُّوْرُ الْمُسَمّٰى مُحَمَّدًا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[900]

پس ہر روشنی اس نور جو مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہے کہ آگے بالکل ہیچ ہے۔ وہ نور جو ظاہر ہوا ہے اس کا نامِ نامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔

علامہ غبریم علیہ الرحمۃ هُوَ الْعَبْدُ حَقًّا قَرَّبَتْهُ عِنَايَةٌ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

هُوَ كَانَ فِيْ وَقْتِ الْاِسْرَاءِ عَبْدًا نُوْرًا خَالِصًا۔[901]

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں، آپ معراج کی شب خالص نور عبد تھے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

تَزَيَّنَتِ الدُّنْيَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ۔[902]

---

900 (النوافح العطریہ، ص ۲۳، ۲۴)
901 (النوافح العطریۃ، ص ۳۵، ۳۶)
902 (النوافح العطریۃ، ص ۴۷)

تمام دنیا نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نورِ پاک سے زینت حاصل کی ہے۔

سعد السعود فی مدح سید الوجود

قصیدہ میں بھی علامہ محمد غبریم علیہ الرحمۃ نے اپنا عقیدہ اس شعر میں بیان فرمایا ہے:

نُوْرٌ تَکَوَّنَ قَبْلَ نَشَاۃِ آدَمٍ! صَحَّتْ نَبُوَّتُہٗ وَتَامَ رَسُوْمُہٗ[903]

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور پاک موجود تھا نیز آپ کی نبوت اور رسوم ثابت تھیں۔

یَا سَابِقًا لِلْخَلْقِ طُرًّا نُوْرُہٗ یَا ذَالَّذِیْ اَحْیَا الْاَنَامَ قُدُوْمُہٗ[904]

اے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب مخلوق سے پہلے آپ کا نور تھا۔ اے وہ ذات جس کے آنے کی وجہ سے لوگ زندہ ہو گئے۔

علامہ محمد نور بخش قہستانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

کَانَ جِسْمُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مُنَوَّرًا۔[905]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم شریف منور تھا۔

علامہ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

تَنَقِلُ اَحْمَدُ نُوْرًا عَظِیْمًا تَلَالَاءَ فِیْ جِبَاہِ السَّاجِدِیْنَا۔[906]

---

903 (النوافح العطریۃ، ص ۴۱۷)

904 (النوافح العطریۃ، ص ۴۲۰)

905 (مشجر الاولیاء، ص ۱۰)

906 (المقامات السندیسہ، ص ۱۲، مسالک الحنفاء، ص ۴۵، الدرج المنیفہ، ص ۱۶)

احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور عظیم منتقل ہو کر سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمک اٹھا۔

علامہ شہرستانی کا عقیدہ

علامہ فہامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس سے ان کا عقیدہ واضح ہوتا ہے:

"نور محمدی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت مبارک میں منتقل ہوا۔ پھر وہ نور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جلوہ فگن ہوا۔ یہاں تک کہ وہ نور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا۔ اور اسی نور مبارک کو ہاتھی نے سجدہ کیا"۔

وَبِبَرْكَةِ ذٰلِكَ النُّوْرِ دَفَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَرَّ اَبْرَهَةَ۔

اور اسی نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ابرھہ کا شر دفع کیا۔[907]

علامہ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

اِنْتِقَالُ النُّوْرِ الَّذِیْ كَانَ فِیْ وَجْهِ عَبْدِاللّٰهِ وَالِدِهٖ وَجْهِهَا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک میں جو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تھا وہ حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کے چہرہ مبارک میں منتقل ہو گیا۔[908]

---

907 (کتاب الملل والنحل للشہرستانی، ج۲، ص۲۳۸، مسالک الحنفاء للسیوطی، ص۴۰، ۴۱، الدرج المنیفہ، ص۱۲، التعظیم والمنۃ، ص۵۵)

908 (اسعاف الراغبین علی ھامشہ نور الابصار، ص۱۰)

شاہ عبد الرحیم دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

پس ظہور جمیع اسماء اسماء متقابلہ چوں ہادی و مضل و معطی مانع معز ومذل و باسط و قابض ورافع مناقض واسماء غیر متقابلہ و جمیع حقائق مختلفہ و جمیع افراد متعددہ ازا اعلیٰ وادنیٰ و نفیس و خسیس از عرش تا بفرش و ملائکہ علوی وجنہ سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است وقول رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ خَلَقَ اللّٰہُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَوْلُ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَنَعْتُہٗ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ۔

پس تمام اسماء جو کہ اسماء متقابلہ میں سے ہیں کا ظہور ہونا جس طرح ہادی، مضل، معطی، مانع، معز، مذل، باسط، قابض، رافع، مناقض اور اسماء غیر متقابلہ اور تمام حقائق مختلفہ اور تمام افراد متعدد اعلیٰ، ادنیٰ، نفیس اور خسیس عرش سے فرش تک اور ملائک علوی اور سفلی جنات تمام اس حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بھی فرمان ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَخَلَقَ اللّٰہُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا میرے نور سے اور فرمان الٰہی ہے کہ: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو بھی پیدا نہ فرماتا اور ان کی

تعریف میں ہی ہے کہ: **لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ** اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا۔[909]

اب اس شخصیت کا عقیدہ پیش کیا جاتا ہے جو دیوبندیوں اور وہابیوں کی بھی متفقہ شخصیت ہیں، بلکہ سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ان کی شان میں ایک منقبت اہلحدیث امرتسر کے پہلے صفحہ پر نمایاں حروف میں شائع کی ہے جس میں آپ کی امامت، مجددیت، قرآن دانی، حدیث فہمی کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقت کا اپنے مجدد، وقت کا اپنے امام — پاکباز وخوشخصال وباکمال وخوش کلام
ہند میں جس نے جلایا علم وعرفاں کا چراغ — جس کا نور جاوداں جانِ دل وروحِ دماغ
جس نے سمجھائے نکاتِ دینِ ختم المرسلین — جس کا سینہ دولتِ علمِ لدنی کا امین
جس کے دم سے تازہ گلزارِ حدیث مصطفیٰ — جس کو کہیئے رندِ مے خوارِ حدیث مصطفیٰ
چشمِ حق بین میں قرون اولیں کی یادگار — گنجِ فیضانِ خدائے پاک کا سرمایہ دار[910]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے قصیدہ اطیب النغم میں شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

وَقَدْ کَانَ نُوْرُ اللّٰهِ فِيْنَا لَمُهْتَدٍ — وَصَمْصَامُ تَدْمِيْرٍ عَلٰی كُلِّ نَاكِبٍ[911]

---

909 (انفاسِ رحیمیہ، ص ۱۳)
910 (اخبار اھل حدیث امرتسر، ص ۱، ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء)
911 (اطیب النغم، ص ۱۲)

اور وہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے نور تھے۔ ہدایت یافتہ اور ایسی تلوار تھے جو ہر سرکش کو ہلاک کرنے والی تھی۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مانتے تھے، لکھتے ہیں کہ:

در وقت تولد ایشاں نورے مشعشع شد کہ بسبب آں شہر ہائے شام مادر ایشاں را نمودار شد۔[912]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت ایک نور چمکا جس کے سبب سے آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ملکِ شام کے شہر آشکار ہو گئے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں یہ شعر لکھ کر بھی اپنے عقیدہ کا اظہار فرمایا:

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ   مِنْ وَجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ![913]

قارئین حضرات! یہی شعر سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی اپنے اخبار اہلحدیث امرتسر میں درج کر کے مسلک اہل سنت وجماعت کی حمایت اور تائید کی ہے۔[914]

---

912 (تفسیر عزیزی، ج ۲، ص ۲۱۹)

913 (تفسیر فتح العزیز، ج ۲، ص ۲۲۷، مجموعہ کمالات عزیزی، ص ۲۰، مطبوعہ دیوبند)

914 (دیکھئے اخبار الحدیث، ص ۱۲، ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو کہ دیوبندیوں کے اکابرین کے پیر و مرشد بھی ہیں، رسول معظم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت شریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہی لکھتے ہیں کہ:

نہ پیدا اگر ہوتا احمد کا نور — نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور[915]

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو — دیکھتے ہو مہ خورشید کی تنویر عبث[916]

روشنیٔ عرش نورِ لامکاں — شیخ بزمِ عالمِ کون و مکاں[917]

چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے — تم سے اے نورِ خدا فریاد ہے[918]

سب دیکھو نور محمد کا سب بیچ ظہور محمد کا — جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد کا[919]

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ جو کہ اعلیٰ درجہ کے مفکر اور بلند پایہ شاعر تھے جس کو حکیم الامت اور شاعرِ مشرق کے معزز القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے پیارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کے متعلق اپنا عقیدہ ان اشعار میں پیش کرتے ہیں:

چو خود را در کنارِ خود کشیدم — بہ نورِ تو مقامِ خویش دیدم[920]

---

915 (جہاد اکبر، ص ۳، دیوبند)

916 (گلزار معرفت، ص ۷)

917 (مثنوی تحفۃ العشاق، ص ۵)

918 (نالۂ امداد غریب، ص ۲۲)

919 (نالہ امدا غریب، ص ۲۲)

920 (ارمغانِ حجاز، ص ۷۱)

بنور تو براد فروزم نگہ را
کہ بینم اندرونِ مہــــر و مہ را[921]

عــــرب ــــ خود را بــــ نورِ مصطفیٰ سوخت
چراغ مردۂ مشرق برافروخت[922]

یانہ نورِ مصطفیٰ اورا بہــاست
یاہنوز اندر تلاشــِ مصطفیٰ است[923]

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نظم فریاد امت میں بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں فریاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

چشم ہستی صفت دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا[924]

میاں محمد صاحب جہلمی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

میاں محمد صاحب کھڑی شریف والے جو کہ مشہور و معروف کتاب "سیف الملوک" کے مصنف بھی ہیں اور مقام ولایت میں بھی آپ کا بہت اونچا مقام ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ عجیب دلکش انداز میں کرتے ہوئے اپنے عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں:

نورِ محمد روشن آہا آدم جد ہوں نہ ہویا
اول آخر دوہیں پاسیں اوہو مل کھلویا

کرسی عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے
تدھوں وی نور محمد والا دینداسی چمکارے

سبھے نور اوسیدے نوروں اوسدانور حضوروں
اُسنوں تخت عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہ طوروں[925]

---

921 (ارمغانِ حجاز، ص ۸۱)
922 (ارمغان حجاز، ص ۱۲۶)
923 (اسرار و رموز، ص ۱۹۵)
924 (باقیات اقبال)
925 (سیف الملوک)

قارئین کرام! مندرجہ بالا ہر سہ فرقہ (اہل سنت و جماعت، غیر مقلدین وہابی اور دیوبندی) کے مسلمہ مستند محدثین، مفسرین اور سلف صالحین علیہم الرحمۃ کی مستند کتب سے آفتاب کی طرح عیاں ہو گیا ہے کہ یہ حضرات نبی مکرم، شفیع معظم خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مانتے تھے۔ لہٰذا ہم کو بھی یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ۔[926]

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

بلکہ امام الوہابیہ کے نزدیک تو سلف صالحین کی روش کے خلاف چلنے والا بے دین اور گمراہ ہے۔ یہ فتویٰ امرتسری صاحب نے حاجی سیٹھ عبداللہ صاحب کو چینن والوں کو خط میں لکھا کہ میں قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی روش سے پھرنے والوں کو بے دین اور گمراہ جانتا ہوں۔[927]

لہٰذا اب سب حضرات کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا کے پیارے محبوب، دانائے غیوب، دوعالم کے تاجدار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں۔ وگرنہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ بے دین اور گمراہ اُن پر چسپاں ہو گا۔

---

926 (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۷۷، مرقات باب الاعتصام، رد المختار، ج ۳، ص ۵۱۸، ج ۵، ص ۴۳، تفسیر مواہب الرحمان، کتاب الروح، ص ۱۰، اعلام للموقعین، ج ۱، ص ۴۹، لابن القیم، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱، ص ۳۲۸، الزیلعی، ج ۴، ص ۱۳۳، ریاض النفرہ، ج ۱، ص ۱۹۸، کتاب الموفق، ج ۱، ص ۹۵، مستدرک، ج ۳، ص ۷۸، ابوداؤد طیالسی، ص ۳۳، موطا امام محمد، ص ۱۰۴، ہمعات فارسی للشاہ ولی اللہ، ص ۲۹، بستان العارفین للسمرقندی، ص ۹، عمدۃ التحقیق للشیخ ابراہیم المالکی، ص ۹۵، مجموعۃ الرسائل والمسائل للنجدی، ج ۱، ص ۲۰۷، اخبار اہلحدیث امرتسر، ص ۱۹، ۳ستمبر ۱۹۱۵ء، قرۃ العینین فارسی، ص ۳۳، مقاصد الحسنہ، ص ۳۶۷)

927 (اہل حدیث امرتسر، ص ۱۱، ۴فروری، ۱۹۱۶ء)

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو تم آگے مانو یا نہ مانو!

(الانوار المحمدیہ فی السیرۃ المصطفویہ، ص۷۳۳تا۱۳۹)

تخلیق کے لحاظ سے اول

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی فرقاں وہی قرآں وہی یٰسؔ وہی طٰہٰ

تخلیق کے لحاظ سے سب سے اول

بشریت کی ابتداء سرکار سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی، مگر سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، خلاصہ کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی پہلے کی تھی۔ جیسا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمانِ مقدس جلیل المرتبت مفسرین کرام اور محدثین عظام علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی مستند تفاسیر اور کتب میں درج فرمایا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمان خداوندی وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ (الأحزاب۷) کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ۔[928]

میں پیدائش کے لحاظ سے سب انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور مبعوث ہونے کے لحاظ سے سب سے آخر میں ہوں۔

---

928 (احادیث المنتقاۃ، ص۶، تفسیر ترجمان القرآن، ج ۱۱، ص ۲۵۴، مقاصد الحسنہ، ص۳۲۷، تفسیر درمنثور للسیوطی، ج۵، ص ۱۸۴، تفسیر ابن جریر، ج ۱۵، ص۸، تفسیر معالم التنزیل، ج۵، ص ۱۹۲، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۹، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص۶، جواھر البحار، ص ۱۹۶، انوار المحمدیہ، ص۷، شفا شریف، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص۶، شرح قصیدہ بردہ شریف للخرپوتی، ص ۸۰، آفتاب نبوت، ص ۱۱۰)

فرقہ وہابیہ کے محدث اور مشہور مولوی حافظ محمد صاحب آف لکھو کے اپنی مشہور و معروف تفسیر محمدی میں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اول نام نبی دا گنیا فضل تے شرف ودھایا
جو وچ پیدائش اول حلقیا پچھے دنیا آیا[929]

قاری محمد طیب دیوبندی لکھتے ہیں کہ آفتاب نبوت (جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کی شان صرف نبی ہونا نہیں کہ یہ شان قدرِ مشترک کے پر ہر نبی میں موجود ہے۔ نیز ان تمام نجوم ہدایت (انبیاء علیہم السلام) سے کمالاتِ نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا فائق ہونا بھی نہیں کہ یہ تفاضل اور فرق مراتب اور انبیاء میں بھی قائم ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ (البقرۃ ۲۵۳)

یہ رسول ہیں جن کو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نور نبوت میں سب انبیاء علیہم السلام کے مربی، ا کے حق میں مصدرِ فیض اور ان کے انوار کمال کی اصل ہیں۔ اس لئے اصل میں نبی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔ ان مقدسین سابقین انبیاء کرام علیہم السلام باکمال در حقیقت ان کے جوہروں کی صفائی اور شفافی اور استعداد اور ان کی باطنی استعدادوں کا فطری کمال ہے کہ جوں ہی ان کے قلوب صافی اور ارواح ظاہرہ کے سامنے آفتاب نبوت سرورِ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورانی چہرہ آیا۔ انہوں نے اس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں، اور خود منور ہو کر دوسروں کو وہ روشنی پہنچانی شروع کر دی پس آپ ان سب حضرات انبیاء کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہوتے ہیں۔

---

929 (تفسیر محمدی، منزل پنجم، ص ۲۰۷)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کو نبی الامت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے، جیسا کہ روایات حدیث میں مصرح ہے۔ پس جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں۔ ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ انبیاء ہونے کے مربی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے آگیا نبی ہو گیا اور اس طرح نور نبوت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی سے چلا، اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا۔ اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے۔ کہ اسی سے اس کے وصفِ خاص کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہاء بھی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے۔ کہ آپ ہی پر تمام نوار نبوۃ کی انتہاء ہے جس سے آپ منتہائے نبوۃ ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے، اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتابِ نبوت، نبوت کا مبداء بھی ثابت ہوتا ہے اور منتہاء بھی نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی، فاتح بھی اور خاتم بھی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی نبوت کی اولیت کا تو ان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

میں نبی بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان ہی میں تھے۔ (یعنی ان کا خمیر ہی کیا جا رہا تھا اور ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوتی تھی)۔

جس سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انبیاء کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں اور انبیاء علیہم السلام آپ کی نسبت بمنزلہ فرع کے ہیں کہ ان کا علم اور خلق آپ کے فیض سے ظہور پزیر ہوا۔[930]

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

دیوبندیوں کے حکیم الامت قاری طیب صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں کہ طبعی طور پر آفتاب کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کا وجود اور خلقت ہے جس سے اسے اپنے سے متعلقہ مقاصد کی تکمیل کا موقع ملتا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ کیا جاتا تو عالم میں چاندنی اور روشنی کا وجود ہی نہ ہوتا اور کوئی بھی دنیا کو نہ پہچانتا۔ گویا اس کے آنے کی صورت میں نہ صرف یہی کہ وہ خود ہی پہچانا جاتا بلکہ دنیا کی کوئی چیز بھی نہ پہچانی جاتی ٹھیک اسی طرح اس روحانی آفتاب (آفتاب نبوت) کے سلسلہ میں اولاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش ہے، اور آپ کا اس ناسوتی عالم میں تشریف لانا ہے۔ اس کو ہم اصطلاحًا ولادت باسعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں۔ اگر آپ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ پہچانے جاتے بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض وغایت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔[931]

930 (آفتاب نبوت، ص ۱۰۷ تا ۱۱۱ از قاری طیب دیوبندی)

931 (آفتابِ نبوت، ص ۱۲۴، ۱۲۵)

غیر مقلدین وہابی حضرات کے مولوی وحید الزمان کے والد اپنی کتاب مکتب نامہ میں بھی اس عقیدہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خدا کے ہیں پیارے محمد نبی　　　ہوئے ان کی خاطر سے پیدا سبھی[932]

سید الشافعین امام الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان جلیل القدر صحابہ کرام عمر فاروق، عبد اللہ بن عباس، اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: مَتىٰ كُنْتَ نَبِيًّا؟ آپ کب سے نبی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدُ۔[933]

آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسد کے درمیان میں ہی تھے تو میں اس وقت بھی نبی تھا۔

دیوبندی حضرات کے مستند مولوی اشرف علی تھانوی یہ حدیث شریف درج کرکے لکھتے ہیں کہ ایسے ہی الفاظ میسرہ جنتی کی روایت میں بھی آئے ہیں۔ امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔[934]

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ۔[935]

بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا تیار نہ ہوا تھا۔

---

932 (حیات وحید الزمان، ص ۱۲)

933 (مقاصد الحسنه للسخاوی، ص۳۲۷، آفتاب نبوت، ص ۱۱۰، تفسیر درمنثور، ج۵، ص ۱۸۴، دلائل النبوت للبیهقی، ج ۱، ص ۲۷، ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۱، الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی، ج ۱، ص ۳۳، عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸، مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث دهلوی فارسی، ج ۲، ص ۳، جواهر البحار، ص ۴۹۱، انوار المحمدیه للنبهانی، ص ۷، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲، مواهب اللدنیه، للقسطلانی، ص ٦، زرقانی شریف، ص ۳۹)

934 (نشر الطیب، ص ٦، مصنفه اشرف علی تهانوی مطبوعه دیوبند)

935 (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۳، دلائل النبوۃ للبیهقی، ص ٦۹، ۱۷، اشعت اللمعات، ج ۴، ص ۴۹۹، تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۱۰٦)

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت

سرکار سیدنا آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، تو ان کی کنیت ابو محمد رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: یَا رَبِّ لِمَ کُنْیَتِیْ اَبَا مُحَمَّدٍ؟ اے میرے رب میری کنیت ابو محمد کیسے ہے؟ تو اللہ کریم جل جلالہ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام اِرْفَعْ رَاسَکَ اپنے سر مبارک کو اُٹھا کر اوپر دیکھو۔ فَرَفَعَ رَاسَهٗ پس انہوں نے سر مبارک کو اٹھایا۔ فَرَاٰی نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فِیْ سَرَادِقِ الْعَرْشِ تو انہوں نے نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عرش کے پائے مبارک پر دیکھا۔ تو آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: مَا هٰذَا النُّوْرُ؟ یہ نور کیسا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هٰذَا نُوْرُ النَّبِیِّ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ! یہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہے جو تمہاری اولاد سے ہو گا۔ اِسْمُهٗ فِی السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَ فِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ۔ ان کا اسم مبارک آسمان میں احمد اور زمین پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔

لَوْ لَاهُ مَا خَلَقْتُکَ وَ لَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَ لَا اَرْضًا۔[936]

اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کر پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے!

---

[936] (انوار المحمدیہ للنبہانی، ص ۸، جواهر البحار، ص ۷۷۴، مواهب اللدنیہ للقسطلانی، ص ۹، زرقانی، ج ۱، ص ۴۴، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۳، زرقانی از محمد بن عبدالباقی)

اَوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

سرور دو عالم شہنشاہ عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا:

اَوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔[937]

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔

حضرت عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ

جو کہ امام العارفین اور حجۃ اللہ للعالمین ہیں فرماتے ہیں:

اِنَّ اَوّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[938]

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو شے پیدا فرمائی وہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا۔

اصل کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

کائنات کی اصل اور روح حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَمَّا اَوَّلُ مَنْ جَآءَ فِیْ وُجُوْدِ الْعَالَمِ وَلَا مَآءَ وَلَا طِیْنَ وَلَا جِسْمَ وَلَا آدَمَ۔[939]

---

937 (تفسیر نیسابوری، ج ۱، ص ۵۵، تفسیر عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸، تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۵۴۸، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۳۷، مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲، مطالع المسرات، ص ۲۷، بیان المیلاد النبوی لابن جوزی، ص ۲۴، شرح بدأالامالی، ص ۳۵، عطر الوردہ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، ص ۲۴، آفتاب نبوت از قاری طیب، ص ۳۱۹)

938 (الابریز، ص ۲۲۶، مطبوعہ مصر)

939 (المیلاد النبوی از محدث ابن جوزی، ص ۲۲)

میں ہی سب سے پہلے عالم وجود میں آیا۔ اس وقت نہ پانی تھا، نہ مٹی تھی، نہ جسم تھا اور نہ ہی آدم علیہ السلام تھے۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ

ایک اور روایت درج فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عالمِ وجود میں سب سے پہلے کون ساوجود پیدا کیا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ جَمِیْعَ الْکَائِنَات۔[940]

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے پھر ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے — ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے
کوئی پیدا نہ ہوتا عالم ایجاد میں سرور — نہ ہوتے سرزمین پر سرورِ عالم اگر پیدا

علامہ عمر بن احمد خرپوتی علیہ الرحمۃ

تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ۔[941]

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک ہر چیز سے پہلے پیدا فرمایا۔

---

940 (المیلاد النبوی، ص ۲۲، ۲۴)

941 (عصیدۃ الشہدہ از علامہ خرپوتی، ص ۷۳)

علامہ محمد المہدی الفاسی علیہ الرحمۃ

نے حدیث شریف بیان فرمائی ہے:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیءٍ۔[942]

علامہ یوسف نبہانی اور شیخ زادہ قدس سرہما

فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

ھُوَ نُوْرُ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ خَلَقَہٗ ثُمَّ خَلَقَ مِنْہُ کُلَّ خَیْرٍ وَخَلَقَ بَعْدَہٗ کُلَّ شَیءٍ۔[943]

اے جابر! تیرے نبی کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا پھر اس سے ہر اچھی چیز پیدا کی اور پھر اس کے بعد اس سے ہر چیز کو پیدا فرمایا۔

نبیٔ مکرم، شفیع معظم، خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے جلیل القدر اور پیارے صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اپنی اولیت کا ذکرِ خیر اس انداز سے فرمایا ہے کہ جس سے ہر سلیم الفطرت انسان کے تمام شکوک وشبہات جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اولیت سے متعلق ہوں دور ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث شریف کو دیگر محدثین کے علاوہ استاذ المحدثین عبد الرزاق علیہ الرحمۃ جو کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اساتذہ میں سے ہیں نے بھی اپنی تصنیف میں درج فرمایا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم!

---

942 (مطالع المسرات، ص ۷۲)

943 (جواھر البحار فی فضل النبی المختار، ص ۷۷۵، شرح قصیدہ بردہ از شیخ زادہ، ص ۹۸، ۹۹)

أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء۔

اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کون سی شے کو پیدا فرمایا، اس کے متعلق مجھے ارشاد فرمائیں۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره، فجعل ذلک النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن في ذلک الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملک ولا سماء، ولا أرض ولا شمس ولا قمر، ولا جن ولا أنس۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں مشیت خداوندی تھی دورہ کرتا رہا۔

جب کہ لوح و قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن اور انسان کچھ بھی نہ تھے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا۔

قسم ذلک النور أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش۔

تو اس نور کے چار حصے کئے، پہلے حصہ سے قلم اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش بنایا۔

پھر اس چوتھے حصے کے چار حصے کئے۔

فخلق من الجزء الأول حملة العرش، ومن الثاني الكرسي، ومن الثالث باقي الملائكة۔

پس پہلے سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی ملائکہ کو پیدا کیا۔

پھر اس چوتھے حصے سے چار حصے کئے۔

فخلق من الأول السماوات، ومن الثاني الأرضين ومن الثالث الجنة والنار۔

پس پہلے سے آسمان اور دوسرے سے زمین اور تیسرے حصے سے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا۔

پھر اس چوتھے حصے کے چار حصے کئے۔

فخلق من الأول نور أبصار المؤمنین، ومن الثانی نور قلوبھم- وھی المعرفة باللہ- ومن الثالث نور أنسھم، وھو التوحید لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ۔

پس پہلے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے ان کے دلوں کا نور جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں، تیسرے حصے سے ان کے انس و محبت کا نور اور وہ توحید ہے لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ۔[944]

نبی کے نور سے سب کچھ ہوا زیر و زبر پیدا
کہیں جن و بشر پیدا، کہیں شمس و قمر پیدا
وجودِ سرورِ دین سے وجودِ ملک ہستی ہے
محمد سے ہوئے بحر و بر اور خشک و تر پیدا

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا فیصلہ

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی مندرجہ بالا حدیث شریف لکھ کر واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ اس حدیث سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقتًا ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے، ان اشیاء کا نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے متاخر ہونا اس حدیث سے منصوص ہے۔[945]

---

[944] (مصنف عبدالرزاق، فتاویٰ حدیثیہ از ابن حجر مکی، مواھب اللدنیہ، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۴٦، انوار المحمدیہ، ص ۹، عصیدۃ الشھدہ، ص ۱۰۰، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۸، مدارج النبوۃ، ص ۳۰۹، مطلع المسرات، ص ۲۱۰، سیرت حلبیہ، ص ۳۷)

[945] (نشر الطیب، ص ٦۷۵، مطبوعہ دیوبند)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

نے اپنے قصیدہ میں اسی لئے لکھا ہے:

وَقَدْ کَانَ نُوْرُ اللّٰہِ فِیْنَا لَمُھْتَدٍ وَصَمْصَامُ قُلٍّ مِیْرِ عَلٰی کُلِّ نَاکَبٍ[946]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بداں کہ اول واسطۂ صدورِ کائنات وواسطۂ خلق عالم وآدم نور محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وسائر مکونات علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح واشباح وعرش وکرسی ولوح وقلم وبہشت ودوزخ وملک وفلک وانس وجن وآسمان وزمین وبحار وجبال واشجار وسائر مخلوقات ودر کیفیت صدور ایں کثرت ازاں وحدت وبروز وظہور مخلوقات ازاں جوہر عبارات وتغیرات غریب آوردہ اند۔

ترجمہ: یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق عالم وآدم علیہ السلام کا واسطہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے، جیسا کہ مکونات علوی وسفلی آپ ہی کے نور سے ہیں۔ آپ کے جوہر پاک سے ارواح واشباح، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت، دوزخ، ملک، فلک، انسان، جنات، آسمان، زمین، سمندر، پہاڑ، درخت اور تمام مخلوقاتِ

946 (قصیدہ اطیب النغم، ص ۱۲)

عالم ظہور میں آئیں۔ اور باعتبارِ کیفیت تمام کثرتوں کا صدور اسی وحدت سے ہے اور اسی جوہر پاک سے ساری مخلوقات کا ظہور و بروز ہے۔[947]

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ

اسی مضمون کو اپنے قصیدہ طیب الغرا فی مدح سید الانبیاء میں نظمًا بیان کیا ہے:

وَھُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ اَصْلُ الْبَرَایَا　　حَیْنَ لَا آدَمُ وَلَا حَوَّآءُ
ھُوَ فَرْدٌ بِاللهِ وَالْکُلِّ مِنْہُ　　لَیْسَ ثَانٍ ھُنَا وَلَیْسَ ثَنَاءُ
مِنْہُ عَرْشٌ وَمِنْہُ فَرْشٌ وَمِنْہُ　　قَلَمٌ کَاتِبٌ وَلَوْحٌ وَمَاءُ
مِنْہُ کُلُّ الْاَفْلَاکِ کَانَتْ وَمَادَا　　رَتْ بِہٖ وَالذَّوَاتُ وَالْاَسْمَاءُ[948]

اس لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین وملت نور اللہ مرقدہٗ نے نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

زمین وزماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے
چنیں و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے
فرشتے خدِم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود و عدم، حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

---

947 (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲)

948 (طیب الغراء فی مدح سید الانبیاء، ص ۱۸، مطبوعہ مصر)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

جن کو اکابرینِ دیوبندیہ ونجدیہ وہابیہ بھی عارف ربانی، عالم حقانی کے علاوہ مجدد الف ثانی تسلیم کرتے ہیں اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ خلق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود نشاء عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللہ ودیگراں راایں دولت میسر شدہ است۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش دوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں تھی۔ بلکہ جہان کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجودِ انور مناسبت ومشابہت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود جسمِ عنصری رکھنے کے نورِ حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔[949]

---

949 (مکتوبات شریف، دفتر سوم، ص ۱۹۱، مکتوب ۱۰۰)

مِنْ نُوْرِہٖ کا مطلب

دیوبندیوں کے مفسر مولوی اشرف علی تھانوی مِنْ نُوْرِہٖ کے معنیٰ کی وضاحت حدیث شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے اس طرح کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور اپنے نور سے نہ بایں معنیٰ کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا۔[950]

آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے

حضور پر نور نورٌ علیٰ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ایک حدیث شریف جس میں احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے اپنی تخلیق کی مدت کے متعلق بھی فرمایا ہے، دیگر محدثین عظام علیہم الرحمۃ کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی نشر الطیب میں نقل کی ہے، درج کرتا ہوں۔

حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جد امجد علی المرتضیٰ شیر خدا مشکل کشا مولائے کل کائنات کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

کنت نورا بین یدي ربي قبل خلق آدم علیه الصلاۃ والسلام بأربعة عشر ألف عام۔[951]

میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

---

950 (نشر الطیب، ص ۵، مطبوعہ دیوبند)

951 (انوار المحمدیہ للنبہانی، ص ۹، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۴۹، زرقانی، ج ۱، ص ۴۹، جواھر البحار، ص ۷۷۶، نشر الطیب، ص ۷)

اشرف علی تھانوی کا عقیدہ

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی اس حدیث شریف کو درج کرکے اپنے عقیدت مند دیوبندیوں اور وہابیوں کو تلقین کرتے ہیں کہ اس عدد (چودہ ہزار برس) میں کم کی نفی ہے، زیادتی کی نفی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جائے۔[952]

قارئین کرام! فقیر اب ایک روایت درج کرتا ہے جس سے میرے آقا و مولیٰ احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات کا چودہ ہزار برس سے بھی پہلے موجود ہونا ثابت ہے۔

جبریل امین علیہ السلام کی عمر

مدنی تاجدار حبیب کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مشہور و معروف صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جبریل امین سے پوچھا: كَمْ عَمَرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ؟ تمہاری عمر کتنے سال ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا میں بہت زیادہ تفصیل سے اپنی عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ تھا۔

یطلع في کل سبعین ألف سنة مرة رأیته اثنین و سبعین ألف مرة۔

وہ ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ طلوع ہوتا تھا اور میں نے اس ستارہ کو بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے۔

یہ سن کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

وعزة ربي أنا ذلک الکوکب۔[953]

---

952 (نشر الطیب، ص۷، مطبوعہ دیوبند)

953 (سیر حلبیہ، ج ۱، ص ۴۹، تاریخ کبیر از امام بخاری، تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۹۷۴)

مجھے اپنے رب کریم جل جلالہٗ کی عزت کی قسم ہے کہ وہ ستارہ میں ہی تھا۔

محمد سرِّ وحدت ہے، رمز اس کی خدا جانے　　　　شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت بشر نہیں

مندرجہ بالا مستند روایاتِ صحیحہ سے اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات والا صفات سیدنا آدم علیہ السلام سے بہت پہلے کی ہے۔ لہٰذا آپ کی حقیقت بشر نہیں کیونکہ بشریت کی ابتداء سرکارِ آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ اسی لئے آپ کو ابوالبشر کہتے ہیں۔

وسیلۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے لغزش معاف

رحمت عالمیاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے سرکار سیدنا آدم علیہ السلام کی لغزش اللہ کریم نے معاف فرمائی۔ اسی روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں درج فرمایاہے۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: يَا رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِيْ اے میرے پروردگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطے اور وسیلہ سے مجھے معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا اے آدم علیہ السلام تو نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیسے پہچانا؟ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

لِأَنَّکَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِکَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِکَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَعَلِمْتُ أَنَّکَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِکَ إِلاَّ أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْکَ۔

اے رب تعالیٰ! جب تو نے مجھ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے اپنے سر کو اٹھا کر اوپر دیکھا تو عرش کے ستونوں پر لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا۔ پس اس سے میں نے جان لیا کہ جس ہستی کا نام تو نے اپنے اسم شریف کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تمام مخلوق سے بڑھ کر تجھ کو محبوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا۔ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ بے شک میں نے تمہارے لغزش معاف فرما دی۔ لَوْ لاَ مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ اگر محمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات نہ ہوتی تو میں تجھے پیدا ہی نہ فرماتا۔[954]

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ اسی لئے اپنے قصیدہ مبارک میں بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ ۔۔۔ مِنْ ذَلَّۃٍ بِکَ فَازَ وَھُوَ اَبَاکَ

آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب آپ کو توسل پکڑا۔ تو وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے حالانکہ وہ بظاہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے باپ ہیں۔

علامہ عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی بھی اپنے انداز میں لکھتے ہیں:

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیعِ آدم ۔۔۔ نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

954 (خصائص الکبریٰ للسیوطی، ج ۱، ص ۱۷، الوفا باحوال المصطفیٰ، ج ۱، ص ۳۳، بیان المیلاد النبوی طبرانی شریف، ج ۲، ص ۸۲، ۸۳، مستدرک، ج ۲، ص ۲۱۵، ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۷، شواھد الحق للنبھانی، ص ۱۳۷، انوار المحمدیہ، ص ۱۰۹، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۶۲، مواھب اللدنیہ، ص ۱۲، تفسیر عزیزی، ص ۱۸۳، افضل الصلوٰۃ، ص ۱۱۷)

مولوی اشرف علی تھانوی

نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔[955]

لو لاک لما خلقت الافلاک

حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ اس حدیث شریف کو عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے علاوہ دیوبندیوں کے نہایت ہی مستند مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب عطر الوردہ میں درج کیا ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ہی باعثِ ایجادِ خلق ہیں کہ:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ مُخَاطِبًا لِاٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامِ لَوْ لَاہُ مَا خَلَقْتُکَ وَوَرَدَ اَیْضًا لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔[956]

مولوی ذوالفقار علی صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر وہ (حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی، اور موجود نہ ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود ان (رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کے طفیل سے ہے۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو، گر وہ نہ تھے عالم نہ تھا

955 (نشر الطیب، ص ۱۰، مطبوعہ دیوبند)

956 (عطر الوردہ، ص ۲۴، دیوبند)

شیخ الامام قدوۃ الانام شیخ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ نے اسی لئے عرض کیا ہے:

وَ کَیْفَ تَدْعُوْ اِلَی الدُّنْیَا ضَرُوْرَۃُ مَنْ لَوْ لَاہُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعِدَمِ[957]

حضرت علامہ ابوالحسنات علیہ الرحمۃ اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"اور کیونکر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفسِ ذکی کو بلا سکتی ہیں، کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی[958]

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

نے مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ:

لَوْ لَاہُ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْخَلْقَ وَ لَمَا اَظْھَرَ الرَّبُوْبِیَّۃَ۔

اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات نے اس عالمِ دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ سبحانہٗ مخلوق کو پیدا ہی نہ کرتا، اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔[959]

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی

جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے جید عالم اور مدرسہ دیوبند کے چشم و چراغ ہیں نے بھی حدیث قدسی اس طرح درج کی ہے:

لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَ لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ۔[960]

---

957 (قصیدہ بردہ شریف)

958 (طیب الوردہ، ص ۸۹)

959 (مکتوبات شریف)

960 (عطر الوردہ، ص ۱۷، مطبوعہ دیوبند)

یعنی اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ فرماتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار ہی نہ فرماتا۔

گر ارض وسماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

الحاصل: اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو — جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

محدث خیر الامم امیر المومنین خلیفۃ المسلمین غیظ المنافقین مراد رسول ﷺ، تاجدار عدالت حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم رسول محتشم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ا۔لما اقترف آدم الخطیئۃ فقال یارب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا اے رب کریم میں تجھ سے محمد کریم ﷺ کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما اس پر اللہ تعالیٰ کریم نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام کہ تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا ابھی تک تو ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی آدم علیہ السلام نے عرض کیا مولا جب تو نے مجھ اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے ستون پر لکھا ہوا دیکھا۔**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔پس میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اس کا نام ہو سکتا ہے جو تجھے مخلوق میں سب سے محبوب ہے۔**وقال اللہ تعالیٰ صدقت یا آدم**۔اللہ کریم نے فرمایا کہ اے آدم علیہ

السلام تونے سچ کہاکہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیاراوہی محبوب ہے۔اب جب کہ تونے اس کے وسیلے سے دعاکی ہے توفقدغفرت لک۔پس تحقیق میں تمہیں معاف فرمادیاہے۔اور(سن لو)**ولولامحمدماخلقتک** اوراگر محمد ﷺ نہ ہوتے تومیں تجھے بھی پیدانہ کرتا۔[961]

---

961 (مستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص۶۷۲رقم الحدیث ۴۲۲۸،تفسیرروح البیان تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ج ۱ص ۱۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان،تفسیردرمنثورتحت الآیۃ سورۃ البقرۃ ۳۷ج ۱ص ۱۶۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشن لاہور،ہکذافی تفسیرروح المعانی،المعجم الاوسط من اسمہ محمدج۵ص۳۶رقم الحدیث ۶۵۰۲دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۲۰۱۳ھ،مجمع الزوائد ومنبع الفوائدکتاب علامات النبوۃباب عظیم قدرہ ج۸ص۲۲۳رقم الحدیث ۱۳۹۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت،کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال کتاب الفضائل سیدنامحمدﷺج ۱۱ص۲۰۶رقم الحدیث ۳۲۱۳۵دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان،تاریخ دمشق الکبیرذکرمن اسمہ ادریس ج۷ص۳۰۹رقم الحدیث ۱۹۷۸ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ،تہذیب تاریخ دمشق ج۲ص۳۶۰دارالمسیرۃ بیروت لبنان، الشفاءبتعریف حقوق المصطفیٰﷺالباب الثالث الفصل الاول فبیناماوردمن ذکرمکانتہ ج ۱ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، کفایۃالطالب اللبیب فی خصائص الحبیب باب خصوصیتہ ﷺبکتابۃ اسمہ ج ۱ص۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت،الریاض الانیقۃ فی شرح اسماءخیرالخلیقۃ ص۵۴شبیربرادرزلاہورپاکستان،نسیم الریاض فی شرح شفاءالقاضی عیاض الباب الثالث فصل فی تعظیم النبیﷺوتوقیرہ وجلالہ ج۴ص۴۸۶دارالعلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۱ء،دلائل النبوۃ ومعرفۃالاحوال صاحب الشریعۃ ج۵ص ۴۸۹دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۲۰۰۸ھ،جامع الآثارفی مولدالنبی المختارﷺج ۱ص ۳۹۱دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۲۰۰۹ء،تفسیرالروح البیان تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ج ۱ص۱۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان،تفسیردرمنثورتحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ج ۱ص ۱۶۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشن لاہور، تفسیرروح المعانی تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ج ۱ص ۳۲۰مکتبۃ رشیدیۃ کوئٹہ پاکستان ،تفسیر فتح العزیزتحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ص ۳۷۴نوریۃ رضویہ پبلی کیشنزلاہور،المواہب اللدنیۃ المقصدالاول فی تشریف اللہ تعالیٰ ج ۱ص ۵۲فریدبک اسٹال لاہورپاکستان،المواہب اللدنیہ المقصدالعاشرفصل فی زیارۃ قبرہ الشریف ج۳ص۶۲۰فریدبک اسٹال لاہورپاکستان،مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج۲ ص۲۲۰دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۱۲ء،الوفاءباحوال المصطفیٰ ﷺ الباب الاول ج ۱ص۳۳مکتبۃ نوریۃ رضویۃ فیصل آبادپاکستان ،البدایۃ والنہایۃ ج ۱ص ۱۳۱ دارالفکربیروت لبنان،انسان العیون فی سیرۃ امین المامون باب ماجاءمن امررسول اللہ عن اخبارالیہود ج ۱ص ۳۱۵دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، سبل الہدیٰ والرشادفی سیرۃ خیرالعبادجامع ابواب التوسل الباب الثانی ج۱۲ ص۴۰۳دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان،مدارج النبوۃ ج۲ص ۱۴ ضیاءالقرآن پبلی کیشنزلاہورپاکستان،جذب القلوب الی دیارالمحبوب ص۲۷۷اکبربک سیلرزلاہورپاکستان،وفاءالوفاء باخباردارالمصطفیٰﷺ،الباب الثامن الفصل الاول ج۴ص۱۹۳ مکتبۃ الحقانیۃ پشاورپاکستان،جواہرالمعظم فی زیارۃ القبرالشریف النبوی المکرم ص ۲۱۲ مرکزتحقیقات اسلامیہ لاہورپاکستان، شفاءالسقام فی زیارۃ خیرالانام ص ۱۸۹ ادارہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان،الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی ان الادلۃ المعتبرۃ قامت علی تفصیل نبیناص۳۳۲دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان،حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سیدالمرسلین ص۲۵دارالکتب العلمیۃبیروت،مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص۲۱۹-۴۶۵نوریۃ رضویۃ پبلی کیشنزلاہور،جواہرالبحارفی فضائل النبی المختارﷺمن جواہرشیخ اسماعیل حقی ج۲ص۲۹۵دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان،مولدرسول اللہ ﷺ ص ۱۹ مرکزتحقیقات اسلامیۃلاہورپاکستان،جواہرالبحارفی فضائل النبی المختارﷺ

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پاک پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ:

یعیسیٰ! آمن بمحمد و أمر من ادرکہ من امتک أن یؤ منوا بہ۔

یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام! تم بھی ایمان لاؤ محمد کریم ﷺ پر اور امت کو بھی حکم دو جو بھی ان کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لائے۔

فلو لا محمد ﷺ ما خلقت آدم۔

اگر سیدنا محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو بھی پیدا نہ کرتا۔

و لو لا محمد ﷺ ما خلقت الجنۃ و لا النار۔

اور اگر سیدنا محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ۔

و لقد خلقت العرش علی المآء فاضطرب فکتبت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن۔

ص ۸۶ ج ۳۲ جواھر البحار فی فضائل النبی المختار من جواھر ابن حجر ج ۲ ص ۱۳۷ ، حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزاۃ الباب الثانی الفصل الثالث القسم الرابع ص ۵۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الانوار المحمدیۃ من المواھب المواھب اللدنیہ المقصد الاول ص ۱۴ حقیقت کتابوی ترکی استنبول ۲۰۱۱ء، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۴۷ من جواھر السمودی دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۸ء، مصباح الظلام باب ماجآء فی استغاثۃ سیدنا آدم ابی البشر بالنبی ﷺ ص ۶۰ مکتبۃ قادریۃ لاھور پاکستان، شواھد الحق فی استغاثۃ بسید الخلق ص ۲۱۷ حامد اینڈ کمپنی لاھور پاکستان، شفاء النواد بزیارۃ خیر العباد ص ۲۸۲ کاروان اسلام پبلی کیشنز لاھور پاکستان، السیرۃ النبویۃ للدحلان مکی ج ۱ ص ۱۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور پاکستان، (یھی حدیث شریف دیوبندیوں اور غیر مقلدین کی درج ذیل کتابوں میں موجود ھے۔) شیخ ابن تیمیہ کتاب الوسیلۃ ص ۹۰ اسلامی اکیڈمی لاھور، شیخ اشرف علی تھانوی نشر الطیب ص ۱۳ تاج کمپنی لمیٹڈ لاھور، شیخ زکریا کاندھلوی فضائل درود شریف ص ۱۵۶ کتب خانہ اشرف کراچی پاکستان، شیخ عنایت شاہ باغ جنت ص ۳۶۱ مکتبۃ الحسن لاھور، مفتی حبیب دیوبندی تحقیق مسئلہ توسل ص ۶۸ سرگودھا پاکستان، عابد میاں رحمۃ اللعلمین ص ۳۹۷، ۱۵۹، ۱۳۶، ۹۲ محمد دین اینڈ سنز کراچی پاکستان، ھدیۃ المھدی ص ۴۸ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

نوٹ: امام حاکم، علامہ سمھودی، علامہ خفاجی، علامہ زرقانی، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیھم اجمعین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ھے۔

اور جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو مضطرب ہوا تو میں نے اس پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔[962]

نہ جنت ہوتی نہ دوزخ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شہنشاہ حسینان عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتانی جبریل فقال یا محمد ﷺ لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار۔

جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ جنت کو پیدا کیا جاتا اور نہ دوزخ کو۔[963]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی حدیث قدسی مروی ہے کہ حضور جان کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقول اللہ عزوجل وعزتی وجلالی لولاک ما خلقت الجنۃ ولولا ما خلقت الدنیا۔

[962] (مستدرک علی الصحیحین کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء باب ذکر سید المرسلین ج۲ ص۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۷ دارالکتب العلمیہ لبنان، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج ۱ ص ۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب باب خصوصیبتہ ﷺ ج ۱ ص ۱۴ دارالکتب العلمیہ لبنان، حاشیہ شہزادہ علی الخرپوتی ص ۱۷ نورمحمد اصح المطابع کراچی، الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ باب الاول ص ۴۸ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، تفسیر روح البیان ج۶ ص ۲۰ الفتاویٰ الشہاب الدین الرملی ص ۲۹۴ سورۃ الفرقان الآیۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت، شواہد الحق فی الاستغاثۃ فی سید الخلق ﷺ ص ۲۶۵ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، الفتاویٰ الحدیثیۃ مطلب فی ان الادلۃ المعترۃ ص ۳۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، اس حدیث شریف کے متعلق امام حاکم لکھتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد یعنی اس حدیث کی سند صحیح ھے۔)

[963] (الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، کنزالعمال کتاب فضائل نبینا محمد ﷺ ج ۱۱ ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۳۲۰۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج ۱ ص ۸۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ،اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا۔[964]

یہاں ہم قارئین کی ضیافت طبع اور حدیث شریف کی وضاحت کیلئے مناظر اہلسنت، منبع علم وحکمت ،عالم باعمل ،شیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸۱ کا ایک ملفوظ درج کرتے ہیں۔چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ جنت ہوتی اور نہ دوزخ ۔ارے جنت جنت کرنے والو!جنت بھی مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں بنی ہے بلکہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی اپنے محبوب کے سر کا صدقہ دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق اپنے محبوب وحبیب ﷺ کے سر کا صدقہ بنادی۔(اپنی مخلوق کیلئے)۔

نہ زمین وآسمان ہوتے:

الامام ،المحدث ،سیف الدین ابی جعفر ابن طغربک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الدر النظیم فی مولد النبی الکریم ،میں لکھتے ہیں کہ :اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ بارگاہ خداوندی میں یوں عرض گزار ہوں:

یارب لم کنیتنی ابامحمد۔

یعنی اے میرے رب عزوجل !میری کنیت ابو محمد کیوں ہے ؟

قال اللہ تعالیٰ :یاآدم ارفع رأسک۔

اللہ کریم جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:اے آدم اپنا سر اٹھاؤ۔

---

[964] (مسندالفردوس،بماثور الخطاب،باب الیاء،ج۵،ص۲۲۷،رقم الحدیث ۸۰۳۱دار الکتب العلمیہ بیروت،الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعة رقم الحدیث ۷۵۵ص۱۹۴قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان،سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص۷۵الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

فرفع رأسه فرای نور محمد علی سرادق العرش۔

پس انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ نور محمد عرش کے ارد گرد چھایا ہوا ہے۔

فقال یا رب ماھذا النور؟

عرض کیا یا اللہ یہ نور کیسا ہے؟

قال ھذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء وفی الارض محمد۔

ارشاد ہوا کہ یہ نور اس نبی کا ہے جو تیری اولاد میں سے ہو گا اس کا نام آسمانوں میں احمد ہو گا اور زمین میں محمد ﷺ۔

لو لاہ ما خلقتک و لا خلقت سماء و لا ارضا۔

اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔[965]

نہ جن ہوتے نہ فرشتے:

علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ:

لو لاک ما خلقت سمآء و لا ارضاً و لا جنا و لا ملکا۔

اے پیارے محبوب ﷺ اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو جنات کو اور نہ ہی فرشتوں کو پیدا فرماتا۔[966]

---

965 (مواهب اللدنيه مع زرقانی باب فی تشريف الله تعالیٰ، ج ا ص ۸۵-۸۶ دار الكتب العلميه بيروت لبنان، الانوار المحمدية من المواهب اللدنيه المقصد الاول فی تشريف الله تعالیٰ... ص ۱۳-۱۲ حقیقت کتابوی ترکی، جواهر البحار فی فضائل النبی المختار، من جواهر سيد عبدالله مرغنی، ج۴ ص ۱۲۱ دار الكتب العلميه بيروت استنبول)

966 (جواهر البحار فی فضائل النبی المختار من جواهر الصماوی ج۴ ص ۴۹ دار الكتب العلميه بيروت لبنان ۱۹۹۸ء)

نہ عرش ہوتا نہ کرسی نہ لوح و قلم:

علامہ شیخ محمد المغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ فبینما آدم یسیر فی الجنۃ۔ آدم علیہ السلام جنت میں سیر کر رہے تھے کہ (کیا دیکھا) اذرای نور سیدنا محمد فی سرادق العرش۔ انہوں نے دیکھا کہ نور محمد ﷺ عرش کے کناروں پر و اسمہ مکتوبا علیہ و مقرونا باسم الرب جل جلالہ اور محمد ﷺ کا نام نامی اسم گرامی عرش پر لکھا ہے اور وہ رب تعالیٰ جل جلالہ کے نام مبارک کے ساتھ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا یارب من ھذا الذی قرن اسمہ باسمک اے میرے رب عزوجل یہ کون ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہے قال ھذا نبی من ذریتک اسمہ فی السماء احمد و فی الارض محمد (ﷺ)۔ ارشاد ہوا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے نبی ہیں جن کا نام آسمانوں پر احمد اور زمین پر محمد (ﷺ) ہے۔ فلو لاہ ما خلقتک و لا خلقت عرشا و لا کرسیا و لا لوحا و لا قلما و لاسماء و لا ارضا و لا جنۃ و لا نارا و لا دنیا و لا اخری۔ اے آدم! اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ عرش و کرسی کو پیدا کرتا نہ لوح و قلم کو پیدا کرتا نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا اور نہ آخرت کو پیدا کرتا۔[967]

معلوم ہوا کہ ساری کائنات رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کی محبت و وجاہت و عزت کی خاطر پیدا فرمائی۔ کیا خوب قلم اٹھایا بریلی کے تاجدار علیہ رحمۃ الغفار والستار نے:

زمین و ماں تمہارے لئے، مکین و مکاں چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے تمہارے لئے

[967] (کاروان قمر جنوری ۲۰۱۶ ص ۳۱، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۳ ص ۳۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں ❊ یہ تن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا ساماں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر ❊ یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی نہیں ❊ خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے [968]

نہ سورج ہوتا نہ چاند:

ایک روایت میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چاند نہ ہوتا تو آسمان کا چاند بھی نہ ہوتا اور اگر یہ نبوت و رسالت کا سورج طلوع نہ ہوتا تو آسمانوں کا سورج بھی نہ ہوتا۔ اگر یہ نور ہے آفتاب کا تو صدقہ اسی عالی جناب کا اگر وجود کا ماہتاب کا تو بھی وسیلہ ہے رسالت مآب کا، پڑھیئے علامہ نبہانی علیہ رحمۃ الوہاب کا۔ **ولا الطول ولا العرض۔** اور نہ لمبائی کو نہ چوڑائی کو **ولا وضع ثواب ولا عقاب۔** اور نہ ثواب، عذاب کا تقرر ہونا **ولا خلقت جنة ولا نارا۔** اور نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ کو پیدا۔ **ولا شمسا ولا قمرا۔** اور نہ سورج کو پیدا کرتا اور نہ چاند کو پیدا کرتا۔ [969]

---

[968] (حدائق بخشش حصہ دوم ص ۷۳-۷۲ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

[969] (جواهر البحار فی فضائل النبی المختار ج ۲ ص ۶۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، من جواهر ابن حجر ج ۲ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

باعث تخلیق کائنات:

صحابیٔ رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور جان کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ (ﷺ) کو اپنا حبیب بنایا ہے، میری مخلوق میں آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی بھی عزت والا نہیں۔ **ولقد الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی۔** یعنی میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو آپ (ﷺ) کے مقام و مرتبہ کی پہچان کراؤں اور بتاؤں کہ میرے نزدیک آپ کا کیا مرتبہ اور مقام ہے۔ **ولولاک ماخلقت الدنیا۔** اور اگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔[970]

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر:

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ہجری ۱۱۲۷ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ: خالق مصطفیٰ جل وعلا نے اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ سے ارشاد فرمایا: **لولاک یامحمد ماخلقت الکائنات۔** یعنی اے محمد ﷺ! اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا۔[971]

---

[970] (تاریخ دمشق الکبیر ج۲ ص۲۳۶ دارالفکر بیروت/تھذیب تاریخ دمشق ج۱ ص۳۲۳ دارالمھرہ، سبل الھدیٰ والرشاد ج۱ ص۷۵ دارالکتب العلمیہ، المواھب اللدنیہ ج۱ ص۵۳ مقصدالاول فی تشریف اللہ تعالیٰ...فریدبک سٹال لاھور، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ص۱۲۰-۱۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص۴۶۵ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاھور، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج۲ ص۲۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، الانوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیہ المقصدالاول ص۱۵-۱۴ حقیقت کتابوی ترکی استنبول)

[971] (جواھر البحار ج۲ ص۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، تفسیر روح البیان ج۶ ص۲۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

دوسرے الفاظ یوں ہیں:

لولاک لماخلقت الافلاک ۔ محبوب پیارے (ﷺ)! اگر تو نہ ہوتا میں ہفت افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا۔[972]

نوٹ: دیوبندی علماء کی بھی ایک کثیر تعداد نے حدیث لولاک یعنی مندرجہ بالا حدیث لکھی ہے چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔[973]

---

[972] (کاروان قمر جنوری ۲۰۱۶ء ص ۳۱، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۹ ص ۴۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۶ ص ۱۶۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مکتوبات امام ربانی ج ۲ دفتر ۳ رقم المکتوب ۱۲۲ ص ۵۶۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاھور، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۵ ص ۵۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، شرح شفاء ج ۱ ص ۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، انیس الجلیس ص ۱۳۵ اویسی بک سٹال گوجرانوالہ پاکستان، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۹ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاھور، عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ ص ۱۷ نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی، الزبدۃ شرح قصیدۃ بردہ ص ۸۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین ص ۱۸۶ دارالاشاعت کراچی، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۳۴۸ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۲ روح البیان ص ۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۳ ص ۴۳۳ من جواھر سید احمد عابدین دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۲۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۲۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، کشف الخفاء، تحت حرف اللام ج ۲ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، مجموعہ رسائل لکھنوی الآثار المرفوعہ ج ۵ ص ۳۳ انتشارات شیخ الاسلام احمد وجام)

[973] (فتاویٰ رشیدیہ حصہ ۲ ص ۱۳۴ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان، الشھاب الثاقب ص ۴۷ کتب خانہ رحیمیہ یوبندسھارن پوربھارت، براھین القاطعہ افادات شاہ عبدالغنی پھولی نوری مرتب حکیم محمد اختر ص ۱۱۰ کتب خانہ مظھری کراچی، صدائے محراب ج ۱ ص ۳۳۴ ادارہ تالیفات ختم نبوت لاھور، ۲۳ نکات میلادالنبی ص ۳۵ ادارۃ نشریات اھلسنۃ جامعہ ابی صدیق عمر کالونی کبیروالا، شرف المصطفیٰ ص ۲۳ شعبہ نشرواشاعت مجلس صیانۃ مسلمین ھارون آباد بھاولنگر، تقاریر اسعد محمود مکی ص ۱ مرکز الشیخ زکریا فیصل آباد، مضامین و مقالات عبدالحکیم سکھروی ص ۳۴۲ ادارۃ المعارف کراچی، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۸۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، باادب بانصیب ص ۳۷ مکتبہ الفقیر فیصل آباد، فضل الرحمٰن دھرم کوٹی بھارستان شرح اردو بوستان ص ۲۵ مکتبۃ المصباح لاھور)

حضرت شیخ الحدیث محمد نصر اللہ خان نوراللہ مرقدہ جعل الجنۃ مثواہ بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین مقدمہ عید میلاد النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ:

اسعدک اللہ تعالیٰ بدانکہ آن صاحب تاج لولاک سید الارض والافلاک وما فیھن۔

شہنشاہ کونین سرورداریں وہ ذات ہے جو ہر ذات سے برتر۔اس کی ہر ہر صفت کونین کی تمام صفات سے اعلیٰ اور ہر عیب و شین سے منزہ ومبراءہے کائنات کے کل فضائل اعلیٰ و کمالات بالا کا منبع و سرچشمہ ساری خدائی کا مرجع ومنشاءہے ہر زین سے مزین وپیراستہ اور تمام اخلاق جمیلہ سے آراستہ وشائستہ ہے آپ ہی وہ انسان کامل ہیں جس کو خالق عالم اپنی جمال ذات واپنی تمام صفات جلال وجمال کا مظہر اتم بلکہ شفاف آئینۂ افخم گرداناہے۔پوری خدائی کو آپ ﷺ ہی کی خاطر ہستی پر ظاہر فرمادیاہے۔پس فیض وہدایت عرفان ودلالت میں ہر ایک شئے آپ ﷺ کی محتاج رہی کہ خالق عالم نے جس کو جو بھی عطا کیا یا جو بھی جس سے لے لیا یہ سب آپ ﷺ ہی کیلئے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حضرت ﷺ سے نبیوں کو نبوت ملی آپ ﷺ کی خاطر ولیوں کو ولایت سے نوازا گیا آپ ﷺ کی خاطر ثواب وعقاب کی خاطر غرض کہ مقصودذات اوست دیگر جملگی طفیل۔منظور نوراوست دیگر جملگی ظلام۔

کہ لولاک لولاک لماظھرت الربوبیۃ۔اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے اور اگر نہ ہوتے تو میں ہر گز ہر گز اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ فرماتا اور ظاہر کہ اگر ربوبیت کا ظہور نہ ہوتا تو یقیناً

مربوبیۃ نہ ہوتی کوئی شئےنہ ہوتی کہ ماسوی اللہ ،اللہ کے مربوب ہیں خدائی کا ظہوراسی نور کی خاطر رہاہے۔[974]

مولانا فقیر ابوالفیض ابو محمد حبیب الرحیم "الدولۃ المدنیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" میں لکھتے ہیں کہ:

لولاک لما خلقت الدنیا۔

یعنی اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔

دنیا میں تحت الثریٰ تک جو کچھ بھی ہے تمام آپ ﷺ کی خاطر اور آپ ﷺ کیلئے پیدا فرمایا گیاہے اور آپ ﷺ تمام اشیاء کی اصل اور منبع ہیں۔

جیسے خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

انا من نور اللہ وکل شئی من نوری۔

میرا نوراللہ کے نور سے مخلوق ہے اور تمام اشیاء (عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک) میرے نور مطہر سے ظہور میں آئے ہیں۔

یعنی تمام اشیاء میرے نور مطہر میں ودیعت رکھی ہوئی تھیں یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں اور جیسے حدیث قدسی میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتاہے۔لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو ظہور میں نہ لاتا تو آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا اور لولاک لما اظہر ربوبیۃ۔یعنی اور اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔

علمائے دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا نام مبارک

---

[974] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۸ وکذاجآءفی الحدیث القدسی حدیث الاسراءلولاک لماخلقت الافلاک)(ص ۴)

عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔[975]

لولاک لماخلقت الافلاک حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا اس حدیث شریف کو عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے علاوہ دیوبندیوں کے نہایت ہی مستند مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب عطر الوردۃ میں درج کیا ہے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں کہ اول ماخلق اللہ نوری وقال اللہ تعالیٰ مخاطبالآدم علیہ السلام لولاہ ماخلقتک وورد ایضاًلولاک لماخلقت الافلاک۔[976]

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر وہ حضور پرنور ﷺ نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی اور موجود نہ ہوتی خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود رسول پاک ﷺ کے طفیل سے ہے۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو گر وہ نہ تھے عالم نہ تھا

شیخ الامام قدوۃ الانام شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی لئے عرض کیا ہے:

وکیف تدع الی الدنیا ضرورۃ من لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

اور کیوں کر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد (ﷺ) کی جلوہ نمائی نہ ہوتی تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

---

[975] (نشر الطیب ص ۱۰ مطبوعہ دیوبند)

[976] (عطر الوردہ ص ۲۴ دیوبند)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ لو لاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق ولما اظہر الربوبیۃ۔

اگر حضور پر نور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ذات بابرکات نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے جید عالم اور مدرسہ دیوبند کے چشم وچراغ ہیں نے بھی حدیث قدسی اس طرح درج کی ہے۔لولاک لماخلقت الافلاک ولولاک لماظھرت الربوبیۃ ۔یعنی اے میرے محبوب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم!اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ فرماتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا۔

گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

مولوی رشید احمد صاحب دیوبندی احسن الفتاویٰ میں لکھتے ہیں۔امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح بخاری نے کتاب مواہب اللدنیہ میں نقل کیا ہے۔

قال اللہ تعالی: یا آدم ارفع رأسک، فرفع رأسه فرأى نور محمد- صلی اللہ علیه وسلم- فی سرادق العرش، فقال: یارب، ماھذا النور؟ قال: ھذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء أحمد، وفی الأرض محمد، لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا۔[977]

یہ روایت حضرت شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انوار محمدیہ میں لائے ہیں۔مذکورہ دونوں کتابوں (مواہب اللدنیہ اورانوار محمدیہ) میں حضرت کعب احبار

---

[977] (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۵، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۱ ص ۴۷ المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرۃ-مصر)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی کا قول منقول ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تورات و انجیل کے بھی بڑے عالم تھے اور قرآن وحدیث کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ان آدم وجمیع المخلوقات خلقوا لاجل محمد ﷺ رواہ البیھقی۔

حق تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: لولاک لما اظھرت الربوبیۃ۔

(دیوبند کے) حضرت حکیم الامت الشاہ اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں تحریر کرتے ہیں:

عن عمر الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی ﷺ قال اللہ تعالیٰ لآدم یآدم لولا محمد ما خلقتک رواہ حاکم وصححہ البیھقی والطبرانی ۔قال اللہ تعالیٰ یآدم لولا محمد ﷺ ما خلقتک وھو آخر الانبیاء۔[978]

علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب اللدنیہ ج ا میں لکھتے ہیں:

عن ابی الشیخ والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسی بن مریم علیہ السلام ۔یاعیسیٰ !لولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار وروی الحاکم مثلہ وصححہ ورواہ السبکی والبلقینی، قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لولا محمد ما خلقت عرشا ولا کرسیا ولا سمآء ولا ارضا ولا جنۃ ولا نارا ولا لیلا ولا نھارا وما خلقت جمیع الاشیاء الا اکراما للذی سمیتہ محمدا ﷺ۔(مولد النبی ﷺ للقطب الربانی الشیخ عبدالرحیم البرعی) ھذا ما ظھر لی فی ھذا الباب۔[979]

حدیث لولاک کی تحقیق:

حدیث لولاک لما خلقت الافلاک اگرچہ اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں محدثین حضرات نے کلام کیا ہے لیکن معنیٰ ومضمون کے اعتبار سے یہ ثابت ہے اور ایک حقیقت نفس الامر ہے جو کہ دوسری روایات سے ثابت ہے اور جن علماء سے انکار منقول ہے وہ بھی الفاظ ہی

---

[978] (الدرر النظیم فی مولد النبی الکریم ﷺ)
[979] (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۶)

کے بارے میں ہے معنیٰ کے بارے میں نہیں ہے چنانچہ خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اگرچہ علامہ صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے موضوع کہا ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے ثابت ہے حدیث لولاک لماخلقت الافلاک قال الصغانی انه موضوع کذافی الخلاصة لکن معناه صحیح فقدروی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا اتانی جبریل فقال یامحمد لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا۔[980]

وفی حدیث سلمان عند ابن عساکر قال: «هبط جبریل علی النبی صلی الله علیه وسلم- فقال: إن ربک یقول: إن کنت اتخذت إبراهیم خلیلا، فقد اتخذتک حبیبا، وما خلقت خلقا أکرم علی منک، ولقد خلقت الدنیا وأهلها لأعرفهم کرامتک ومنزلتک عندی، ولو لاک ما خلقت الدنیا۔[981]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عِيسَى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَسَكَنَ۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی اے عیسیٰ علیہ السلام! ایمان لا محمد ﷺ پر اور تیری امت سے جو لوگ ان کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ ان پر ایمان لائیں کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ

---

[980] (موضوعات کبیر ص ۵۹ حرف اللام)

[981] (مواهب اللدنیا ج ۱ ص ۸۳ بحوالہ فتاویٰ حقانیۃ اکوڑہ خٹک ج ۲ ص ۲۰۳)

السلام کو پیدا نہ کرتا نہ جنت دوزخ بناتا جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا پس ٹھہر گیا۔[982]

شیخ المشائخ استاذ العلماء والمجاہدین بقیۃ السلف مناظر اسلام محمد لعل الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب التجلیات الرحمانیۃ فی معادن الحقائق الاسلامیہ میں بہت زیادہ تحقیق فرمائی ہے۔اس کا مطالعہ کریں تاکہ سب شکوک وشبہات ختم ہو جائیں۔[983]

حقیقت محمدی ﷺ اور تعین اول "حب"

فقیر صدیق احمد القریشی الہاشمی الدیوبندی شفاء القلوب میں لکھتے ہیں کہ سلوک کی کتابوں میں تعین حبی کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے چنانچہ سالکین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ تعین حبی کے کیا معنی ہیں۔اگر سالکین تعین حبی کو سمجھ لیں تو یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ حقائق انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات کے ان اسباق کا تعلق حب سے کیوں ہے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دفتر اول مکتوب نمبر ۸۵ میں فرمایا ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جاننا ضروری ہے یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک تعین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق تعالیٰ عزوجل نیچے اتر آیا۔پس وہ حب یا وجود ہو گیا بلکہ تعین کے معنی صدور (ظہور) کے ہیں کیونکہ وہ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاء کرام کی زبان کے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ دفتر سوم مکتوب ۲۲ میں فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدی ﷺ جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے،اس کے متعلق مراتب ظلال طے کرنے کے بعد اس فقیر پر

---

982 (المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ج ۲ ص ۶۱۵)

983 (ص ۲۶۸) التجلیات الرحمانیۃ فی معادن الحقائق الاسلامیہ

منکشف ہوا ہے کہ وہ تعین اور ظہور حبی ہے جو مبداء ظہورات اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔[984]

سب سے پہلی چیز جو اس پوشیدہ خزانے سے ظہور کے میدان میں جلوہ گر ہوئی وہی حب ہے جو مخلوق کی پیدائش کا سبب بنی اگر یہ حب نہ ہوتا تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتا حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا (کشف الخفاء ص ۲۱۴۳) کے راز کو جو کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی شان میں واقع ہے اس جگہ تلاش کرنا چاہیئے۔ اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا[985] کی حقیقت اس مقام میں طلب کرنی چاہیے تمام تعینات کے مبادی اعتبارات ہوتے ہیں ۔یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اعتبار کون سا ظاہر ہوا۔ چنانچہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ خدا کا پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے کا علم تعین اول ہے۔ دیگر حضرات نے فرمایا کہ ارادۂ تخلیق تعین اول ہے لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ عجیب بات فرماتے ہیں کہ حب یعنی یہ چاہنا کہ میں پہچانا جاؤں تعین اول ہے اور یہ سب سے پہلا اعتبار ہے جو ظاہر ہوا اب جب اللہ تعالیٰ نے ظہور فرمایا تو سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کی تخلیق ہوئی۔ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے حب ذاتیہ تمام کمالات کا سبب و آغاز ہے۔

---

[984] (کشف الخفاء ص ۲۱۶)
[985] (کشف الخفاء ص ۴۳-۴۱)

پھر دوسرا اعتبار جب اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا وہ وجودی ہے جو ایجاد کا مقدمہ ہے اس لئے تعین وجودی تعین حبی کا ظل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (الاحزاب ۷)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات سے عہد لیا اور آپ ﷺ سے اور اس طرح نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے۔" اس آیت کریمہ میں عالم ارواح کی ترتیب میں آپ ﷺ کو سب پر مقدم کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سب سے پہلے ہوئی ہے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث۔ تخلیق کے اعتبار سے میں سب سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے میں سب سے آخری نبی ہوں۔[986]

ایک اور حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

لولاک لما خلقت الافلاک و لما اظہرت الربوبیۃ۔

"اے محمد ﷺ! اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں یعنی عالم کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا"۔[987]

اعتراض:

یہ حدیث تو موضوع ہے صنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور علامہ علی قاری نے لکھا ہے۔

---

[986] (کشف الخفاء ص ۲۰۹)

[987] (کشف الخفاء ص ۲۳-۲۱، شفاء القلوب ص ۵۳۴، غیاث اللغات مع منتخب اللغات و چراغ ہدایت مولانا محمد غیاث الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لولاک حدیث قدسی کہا ہے۔ ص ۲۱۹)

جواب:

ہمارے پاس علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری کی کتاب کے تین نسخے ہیں ایک عربی، ایک دیوبندی، ایک غیر مقلدین کا ترجمہ۔ آیئے ہم اصل عبارات و ترجمہ نقل کرتے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

چنانچہ عظیم حنفی محدث علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں:

لولاک لماخلقت الافلاک....قال الصنعانی انه موضوع کذافی (الخلاصة) لکن معناه صحیح۔[988]

دیوبندی ترجمہ: علامہ صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے البتہ اس کا مضمون صحیح ہے۔[989]

اہلحدیث ترجمہ: صنعانی کہتے ہیں کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔[990]

دیکھئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کی مکمل عبارت مع ترجمہ آپ کے سامنے ہے اس میں صرف ایک علامہ صنعانی جن کا نام بھی ذکر نہیں کیا کے حوالے سے لکھا کہ وہ موضوع کہتے ہیں۔ ملا علی قاری نہیں، بلکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اس کا دفاع کیا اور کہا کہ معناً یہ صحیح ہے علامہ علی قاری نے اپنی دوسری کتابوں میں علامہ صنعانی کا قول ذکر کے اس کی حدیث کو معناً صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ علی قاری، شرح شفاء اور الزبدۃ العمدۃ۔

[988] (موضوعات کبیر ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)
[989] (موضوع روایت ص ۱۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)
[990] (موضوعات کبیر اردو ص ۲۶۵ نعمانی کتب خانہ لاہور)

بلکہ علامہ علی قاری نے تو موضوعات کبیر میں اس کو معنوی طور پر صحیح قرار دے کر اس کی تائید میں حدیث مرفوع ذکر کی ہے۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فقدروی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمامرفوعااتانی جبریل فقال یامحمد(ﷺ)لولاک ماخلقت الجنۃولولاک ماخلقت النار۔[991]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ میں جنت پیدا کرتا نہ دوزخ۔

ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔[992]

نوٹ: دیوبندی ترجمہ میں اس حدیث کو نکال دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔[993]

میں کہتا ہوں کہ جن احادیث سے حدیث لولاک کی تائید ہوتی ہے کیا نامعلوم صنعانی کے کہنے پر ان کو ٹھکرا دیا جائے گا؟ تین روایات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اور ایک حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی حدیث کو مرفوعہ قرار دیا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کے مرفوع ہونے کو بیان کیا۔ اب مرفوع کسے کہتے ہیں؟ تو پڑھئے اس پر ضمناً دو حوالہ جات۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ مرفوع وہ حدیث ہے کہ جس کی نسبت خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کی طرف کی جائے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر اس کا اطلاق نہ

[991] (الاسرار المرفوعۃ فی احادیث الموضوعۃ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)
[992] (موضوعات کبیر اردو ص ۲۶۵ اہلحدیث ترجمہ نعمانی کتب خانہ لاہور)
[993] (موضوع روایات ص ۱۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ روایت جس میں صحابی رض اللہ تعالیٰ عنہ نبی کل کائنات ﷺ کا فعل مبارک یا آپ ﷺ کا قول مبارک بیان کرے۔[994]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایاک جس حدیث کی سند حضوراکرم ﷺ تک پہنچے وہ مرفوع ہے۔[995]

توجس حدیث کی تائید حدیث اور حدیث مرفوع سے ہورہی ہو اس کوموضوع قراردینااوروہ بھی ایک صنعانی کے کہنے پر، یہ کوئی علمی دیانت داری ہے نہ حدیث رسول ﷺ سے وفاداری۔

آیئے! ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بھی ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

یامحمد! وعزتی وجلالی لولاک ماخلقت ارضی وسمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو نہ میں یہ سبز چھت سجاتا اور نہ میں فرش زمین بچھاتا۔

اسے شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن محمد بن احمد، ابوالقاسم بن طالب العرفی کے مولد سے اورابن سبع اپنی کتاب شفاء الصدور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔[996]

---

994 (تدریب الراوی ص ۹۴ قدیمی خانہ کراچی)

995 (مقدمہ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۸ فریدبک سٹال لاہور)

996 (زرقانی ،مصابیح السیرۃ المحمدیۃ، ج ۱ ص ۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیرالعباد، ج ۱ ص ۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، ھارون دیوبندی خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۵۳ دارالاشاعت کراچی، انسان المفھون فی سیرۃ الامین المامون ج ۱ ص ۳۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حدیث لولاک کو موضوع کہنے والے اور سن کر سیخ پا ہونے والے حضرات کے اس تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ قادری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر الصدور حیدر آباد دکن، انڈیا لکھتے ہیں:

یہاں معلوم کرنا چاہیئے کہ آج کل جو غل مچ رہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک ، حدیث موضوع ہے۔ یہ تسلیم بھی کیا جائے تو جرح کو اس سے کیا فائدہ؟ زمین، دریا، جنت، دوزخ، ثواب، عقاب، جملہ آدمیوں کے جد بزرگوار بلکہ ساری دنیا جب بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں؟ دیکھ لو! جنت، دوزخ بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم ، دیلمی، سبکی، بلقینی، نے روایت کیا ہے اور زمین ودریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور غرفی نے، اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عساکر نے اور ثواب وعقاب کی حدیث کو ابن سبع وعرفی نے اور خلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی ، حاکم ، بیہقی، ابن عساکر، ابو نعیم، ابوالشیخ، بلقینی اور سبکی نے روایت کیا ہے۔[997]

خود دیوبندی علماء بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث معناً صحیح ہے:

مولوی خیر محمد جالندھری نے بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو:[998]

مفتی محمود نے بھی تسلیم کیا ہے، ملاحظہ ہو:[999]

مفتی عبد الحکیم سکھروی نے بھی اسے معناً صحیح تسلیم کیا، ملاحظہ ہو:[1000]

[997] (انوار احمدی ص ۵۴-۵۳ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور، پاکستان)
[998] (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)
[999] (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۸۴-۸۲)
[1000] (مقالات ومضامین مفتی عبد الحکیم سکھروی ص ۳۴۲ ادارۃ المعارف کراچی)

معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف کو لے کر موضوع کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ہاں البتہ ان کے بغض باطنی کا اظہار ضرور ہو جائے گا کہ اس بہانے سے وہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔

اعتراض:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ "میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے"، اور تم کہتے ہو کہ نبی پاک ﷺ کیلئے پیدا کیا ہے، تو تمہارا یہ مؤقف اور یہ احادیث موضوع ہیں کیونکہ قرآن کریم کے معارض ہیں۔

جواب:

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں، سب سے پہلے ہم علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب نقل کرتے ہیں پھر ہم اپنے جوابات عرض کریں گے، چنانچہ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ:

یہ احادیث قرآن کریم کی اس آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُونِ (الذریت ۵۶) کے خلاف نہیں ہیں، اگر یہ بات ہے تو پھر وہ کتنے کثیر تعداد انسان اور جنات ہیں جو عبادت نہیں کرتے تو کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے دن کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ یہ آیت مؤمنین کے ساتھ خاص ہے اور احادیث مبارکہ پوری مخلوق کو شامل ہیں لہٰذا قرآن کے معارض نہیں ہیں۔[1001]

[1001](مصابیح السیرۃ المحمودیۃ ج ۱ ص ۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

راقم الحروف کا پہلا جواب:

ایک ہوتی ہے علت غائیہ اور ایک علت باعثہ ،انسانوں اور جنات کو عبادت کیلئے پیدا کرنا علت غائیہ ہے یعنی ان کی تخلیق کی غرض وغایت عبادت خداوندی ہے اور اس کا باعث ہے وجود با مسعود صاحب مقام محمود و محبوب رب ودود لہٰذا قرآن و سنت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

ضروری نہیں کہ ایک کام کا ایک ہی سبب ہو،ایک کام کے دو سبب بھی ہو سکتے ہیں اور تخلیق کائنات کے بھی دو سبب ہیں غرض وغایت کے طور پر عبادت اور اس کا باعث بنی ذات مصطفیٰ کریم ﷺ ۔ہم انسان بھی بعض اوقات ایسے کام کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے کئی کئی اغراض ومقاصد ہوتے ہیں،توجب انسان کے کسی کام کے دو مختلف سبب ہوسکتے ہیں تو اس رب العلمین واحسن الخالقین کے کسی فعل کے دو سبب کیوں نہیں ہوسکتے؟

اظہار ربوبیت اور شان احمدیت:

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں:

لولاک لما اظھرت الربوبیة۔

ترجمہ:اے محبوب!اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔[1002]

[1002](مکتوبات امام ربانی ج ۲ دفتر ۳ مکتوب ۱۲۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور،جواھر البحار ج ۲ ص ۲۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ہوسکتاہے کہ کسی صاحب کی توحید جوش آئے اور وہ کہہ دے کہ جی ان احادیث کی حیثیت کیاہے؟ یہ بھی موضوع ہے۔توہم گزارش کریں گے کہ یہ حدیث حضور مجدد پاک نے نقل کی ہے اور مجدد پاک کی علمی جلالت مسلمہ ہے لیکن ہم پھر اتمام حجت کے طور پر ایک دوحوالہ جات عرض کئے دیتے ہیں۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے "مناظر"مولوی منظور نعمانی نے مجدد صاحب کے متعلق یوں لکھا ہے:

"امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں ان میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے۔اسی طرح اخیر دور میں (جس کا آغاز ہزارہ روم (الف ثانی) کے آغاز سے یعنی رسول اکرم ﷺ کی وفات پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد ہوتا ہے) امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دین کی تجدید و حفاظت اور احیاء شریعت کا جو کام ہمارے اس ملک میں ہی لیا وہ اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتاہے اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہو گیاہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں۔"[1003]

مزید یوں لکھتاہے کہ آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں کئی مجدد نظر آتے ہیں کوئی علم حدیث کا کوئی فقہ کا پھر اس میں بھی پھر اس میں بھی کوئی

[1003] (تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۰-۲۱ دار الاشاعت کراچی)

فقہ حنفی کا مجدد ہے۔ کوئی فقہ شافعی کا کوئی علم کلام کا مجدد اور کوئی سلوک واحسان کا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کیلئے خاص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں۔[1004]

دیوبندی مکتبہ فکر کے مفتی وعلامہ ولی حسن ٹونکی دیوبندی نے لکھا ہے:

راقم الحروف کی رائے ہے کہ اگر حضرت مجدد اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت نہ فرماتے تو آج ہندوستان کے مسلمانوں کی وہی حالت ہوتی جو چین کے مسلمانوں کی ہے۔[1005]

دیوبندی مولوی روح اللہ غفوری نے حضرت مجدد پاک کے متعلق لکھا ہے:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ باقویہ کے بانی ہیں، فرماتے تھے، شیخ احمد (امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو جائیں۔ آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں، ان جیسے اس امت میں چند ہی بزرگ گزرے ہیں جو آپ کی زیارت کرتا بے اختیار کہتا۔ "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔[1006]

امت کے جلیل القدر مجدد حدیث لکھ رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو رب کریم عزوجل اظہار ربوبیت نہ فرماتا اور لوگوں کو افلاک کی پریشانی ہو رہی ہے۔

کنز مخفی اور شان مصطفوی ﷺ:

رب محمد جل وعلاو ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق"۔

[1004] (تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۷۶)

[1005] (تذکرہ اولیاء پاک و ہند ص ۱۳۹ بار اول دسمبر ۱۹۹۹ء، ادارہ اسلامیات لاہور)

[1006] (بزرگان نقشبندیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ ص ۱۴۱، اشاعت دوم جنوری ۲۰۱۰ء مکتبہ عمر فاروق کراچی)

ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ پس مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔[1007]

خالق کائنات نے اپنی پہچان کیلئے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق میں سب سے قبل اپنے محبوب کے نور اور روح کو پیدا فرمایا۔ انبیاء سے عالم ارواح میں عہد لیا عالم ارواح میں محبوب علیہ السلام کی نبوت کے چرچے فرمائے اور انبیاء کرام ورسولان عظام علیہم السلام، عارفین، کاملین، صالحین، صدیقین بلکہ کل عالمین کو بتادیا کہ لوگو!

ہر شئے خدا نے بنائی اے سوہنے مدنی دے واسطے　　　دو جگ دی کھیڈ رچائی اے سوہنے مدنی دے واسطے

حضور شہنشاہ حسینان عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان لولاک کا تذکرہ کرتے ہوئے امام بوصیری عرض کرتے ہیں:

وکیف تدعوا الی الدنیا ضرورۃ من　　　لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

کہاں کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف　　　گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ترا عـــز لولاکـــــ تمکین بـــس است　　　ثـنـائے تو طٰہٰ ویٰس بـــس است

آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو بطور مرتبہ عزت لولاک کافی ہے　　　آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی تعریف میں طٰہٰ ویسین کافی ہے

صلاح بن مبارک بخاری فرماتے ہیں:

خواجہ لولاک وسلطان رسل　　　مقتدا ورہنمائی جزو کل (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)

[1007] (تفسیر روح البیان، ج۶ ص ۱۶ تحت الآیۃ سورۃ الحج ۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ج۴ ص ۲۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ المقاصد الحسنۃ باب الکاف ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۸۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعۃ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۶۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام اہلسنت امام عشق و محبت تاجدار بریلی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا خوب لکھتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ — لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اقبال سہیل نے کہا:

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا — تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا — زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ظفر علی خان نے کہا:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو — یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ سیاروں میں

شورش کاشمیری دیوبندی کہتا ہے:

جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں، واللیل کی شرحیں ہوتی — لولاک لما کے سانچے میں اک نور مجسم ڈھل کے رہا ہیں

مولوی طالوت دیوبندی کہتا ہے:

ادب سے سر جھکاؤ مالک لولاک آتے ہیں — ردائے انما اوڑھے نبی پاک آتے ہیں (ﷺ)[1008]

صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا صدقہ

محدثین عظام علیہم الرحمۃ نے ایک روایت درج فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو فرمایا اے آدم علیہ السلام مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم!

[1008] (ماہنامہ حق چار یار، ج۳ شمارہ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۰ء بیک ٹائٹل)

لو تشفعت إلينا بمحمد في أهل السماوات و الأرض لشفعناک۔[1009]

اگر تم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات کے وسیلہ جلیلہ سے تمام آسمان اور زمین والوں کی شفاعت کی التجا کرتے تو ہم تب بھی تماری شفاعت کو شرف قبولیت بخشتے۔

پیشانیٔ آدم علیہ السلام میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سرکار سیدنا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی جلوہ گر تھا۔ جس کا تذکرہ محدثین عظام کے علاوہ امام المفسرین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ الباری نے اس طرح فرمایا ہے:

أَنّ الْمَلَائِكَةَ أُمِرُو ابِالسُّجُودِ لِآدَمَ لِأَجْلِ أَنّ نُورَ مُحَمّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَبْهَةِ آدَمَ۔[1010]

بے شک جو ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی مبارک میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تھا۔

زبانِ حال سے کہتے تھے آدم　　　جنہیں سجدہ ہوا وہ میں نہیں ہوں!

نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تابانی

علامہ ابوالحسن احمد بن عبد البکری علیہ الرحمۃ نور محمدی جو کہ پیشانی محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں موجزن تھا۔ اُس کی نورانیت اور تابانی کا حال درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَ نُوْرُ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابه وسلم يُرىٰ فِيْ وَجْهِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ نُوْرِ الشَّمْسِ الْمُضِيْئَةِ فِى حَالِ كَوْنِهَا فِيْ قُبَّةِ الْفَلْكِ وَكَنُوْرِ الْقَمَرِ الْمُضِىءِ إِذَا

[1009] (بیان المیلاد النبوی لابن جوزی، ص ۲۰، مواھب اللدنیه، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۶۲، انوار المحمدیه، ص ۹)

[1010] (تفسیر کبیر، جواھر البحار، ص ۱۵۳، عصیدة الشهده، ص ۱۰۲، شرح قصیده از شیخ زاده، ص ۱۰۰)

تَجَلّٰی فِیْ حَالِ تَمَامِهٖ وَسْطَ السَّمَآءِ وَقَدْ نَارَتْ مِنْ نُوْرِهٖ السَّمٰوٰتُ وَالسَّرَارِقَاتُ وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِیُّ۔[1011]

سیدنا آدم علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر جو نور قبہ الفلک پر سورج کی طرح اور آسمان کے درمیان چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا۔ بے شک اسی نور مبارک سے ہی آسمان اور اس کے پایئے، عرش اور کرسی منور تھے۔

نور محمدی کی تسبیح کی آواز

رأس المحدثین ابن جوزی اور علامہ ابوالحسن احمد البکری نور اللہ مرقدھما روایت درج فرماتے ہیں:

لَمَّا خَلَقَ آدَمَ اَوْدَعَ ذٰلِکَ النُّوْرَ فِیْ صُلْبِهٖ فَسَمِعَ فِیْ ظَهْرِهٖ نَشِیْشًا كَنَشِیْشِ الطَّیْرِ۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں ودیعت کیا۔

تو انہوں نے اپنی پشت مبارک میں پرندوں کے چہچہانے کے مثل آواز سنی۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا تَسْبِیْحُ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ الَّذِیْ اُخْرِجُهٗ مِنْ ظَهْرِكَ وَاُوْدِعُهٗ فِی الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ وَالْاَحْشَاءِ الزَّاهِرَةِ۔[1012]

یہ اس خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تسبیح کی آواز مبارک ہے جو تمہاری پشت سے ظاہر ہوگا اور میں اسے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں ودیعت رکھوں گا۔

تیری پشت میں نورِ رسالت پناہ ہے　　　سرتاج انبیاء کا حبیبِ الٰہ ہے

[1011] (الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۲، مطبوعہ بیروت)

[1012] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۰، الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۵)

کندھوں کے درمیان نامِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

امام الاجل، جلال الملۃ والدین السیوطی ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

بين كتفي آدم مكتوب محمد رسول الله خاتم النبيين۔[1013]

حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش

شیخ المحدثین عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل فرمایا گیا تو انہوں نے اپنی جنسی رفیق کی خواہش کا اظہار کیا کہ جس سے محبت کریں اور ذکرِ الٰہی میں باطنی سکون و قرار پکڑیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر نیند غالب کر دی۔

دراں خواب از استخواں ضلع یسری حوا آفرید۔

اور اس خواب کی حالت میں ہی ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کر دیا۔[1014]

ان کا نام حوا اس لئے رکھا گیا کہ وہ حی یعنی زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔

حضرت حوا کا مہر

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ اور دیگر محدثین عظام علیہم الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جب حضرت حوا علیہا السلام کے قریب سیدنا آدم علیہ السلام نے ہونا چاہا تو حضرت حوا نے ان سے مہر طلب کیا۔ آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے رب! میں ان کو مہر کیا چیز دوں؟ تو ارشاد ہوا اے

1013 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۹، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

1014 (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴)

آدم! میرے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر بیس مرتبہ درود شریف بھیجو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔[1015]

کرامتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سیدنا آدم علیہ السلام کا حضرت حوا سے جب عقد ہو گیا تو حضرت حوا علیہا السلام حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہو گئیں اور نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کی رحم صدف میں منتقل ہو گیا۔

محدث ابن جوزی، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی اور علامہ یوسف نبھانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت درج کی ہے:

فلما حملت حواء بشيت انتقل عن آدم إلى حواء، وكانت تلد في كل بطن ولدين إلا شيتاً، فإنها ولدته وحده، كرامة لمحمد صلى الله عليه وسلم۔[1016]

جب حضرت حوا علیہا السلام اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو وہ نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صلبِ آدم علیہ السلام سے بطن حوا میں منتقل ہو گیا۔ حالانکہ ان سے پہلے ان سے دو بچے ایک ساتھ تولد ہوتے تھے مگر شیث علیہ السلام ان سے اکیلے پیدا ہوئے۔ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عزت اور کرامت کی وجہ سے تھا۔

1015 (نشر الطیب از اشرف علی تھانوی ص ۱۱، سلوۃ الاخزان لابن جوزی، خصائص الکبریٰ، مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۴، بیان المیلاد النبوی، ص ۱۸، ۱۹، مواہب اللدنیہ، ص ۱۰، زرقانی شریف، ص ۲۳، انوار المحمدیہ، ص ۹)

1016 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۵، انوار المحمدیہ، ص ۱۰، مواہب اللدنیہ، المیلاد النبوی، ص ۲۰)

حضرت حوا کو ملائکہ کی مبارک

جب سرکار سیدنا حوا علیہا السلام حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو ملائکہ سرکار سیدہ حوا علیہا السلام کو مبارکباد دینے کے لئے ان کے پاس آئے جس کو علامہ ابو الحسن البکری علیہ الرحمۃ نے اس طرح رقم فرمایا ہے:

كَانَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَأْتُوْنَ حَوَّاءَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يُهَنِّؤُنَهَا بِشِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا وَضَعَتْهُ رَأَتْ حَوَّاءُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ نُوْرَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابه و سلم فَفَرِحَتْ بِذٰلِكَ وَ اسْتَبْشَرَتْ وَضَرَبَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ حَوَّأَ وَبَيْنَ اِبْلِيْسَ حِجَابًا مِنَ النُّوْرِ غَلَّظَهٗ مَسِيْرَةَ خَمْسَمَائِةِ عَامٍ وَطُوْلُهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ قَبْلَ وَضْعِهَا بِشِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يَزَلْ اِبْلِيْسُ لَعَنَهُ اللهُ مَحْبُوْسًا بِمَنْ حَوَّأُ عَلَيْهَا السَّلَامُ حَتّٰى وَضَعَتْهُ شِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔[1017]

فرشتے حضرت حوا علیہا السلام کے پاس آئے اور ان کو شیث علیہ السلام کی مبارک دیتے تھے، جب حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت حوا علیہا السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) نورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور ان کو اس کی بشارت بھی دی گئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت حوا اور ابلیس کے درمیان حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت تک ایک نورانی پردہ جس کا طول اور عرض پانچ سو سال کا بعید عرصہ تھا حائل کر دیا تھا۔ اور اس مدت کے درمیان ابلیس حضرت حوا علیہا السلام پر کسی قسم کا وسوسہ نہ ڈال سکا۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

1017 (الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۹، مطبوعہ بیروت)

پیشانیٔ شیث علیہ السلام میں نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چمک

جب شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تھا۔ اور اس نور کی نورانیت اور چمک کا یہ عالم تھا بَلَغَ سِنِیْنَ وَالنُّوْرُ یَشْرُقُ مِنْ غُرَّتِہٖ اِلَی السَّمَآءِ جب وہ بالغ عمر کے ہوئے تو اس وقت بھی ان کی پیشانی کی نورانیت اور چمک آسمان کی طرف جاتی تھی۔[1018]

حضرت شیث علیہ السلام سے عہد نامہ

رأس المحدثین عبد الرحمٰن بن جوزی رحمۃ اللہ القوی روایت رقم طراز ہیں:

فَلَمَّا اَلْقَنَ آدَمُ بِالْمَوْتِ اَخَذَ بِیَدِ وَلْدِہٖ شِیْثَ وَقَالَ یَا بُنَیَّ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اَخُذَ عَلَیْکَ عَھْدًا مِنْ اَجَلِ ھٰذَا النُّوْرِ الَّذِیْ اَوِیْ فِیْ وَجْھِکَ اَنْ لَا تَضَعَہٗ اِلَّا فِی الْاَطْھَرِیْنَ مِنَ النِّسَآءِ۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے آخری وقت یعنی انتقال کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنے فرزندِ ارجمند شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے میرے لختِ جگر! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس نور مبارک کے بارے میں تم سے عہد لوں کہ جو تمہاری پیشانی مبارک میں جلوہ گر ہے کہ تم اس کو پاکیزہ ترین عورت کی طرف منتقل کرنا۔

پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کیں: اَللّٰھُمَّ کُنْ لَہٗ حَافِظًا وَعَلَیْہِ شَاھِدًا۔ اللہ کریم تو ہی اس نور مبارک کا محافظ ہے اور اس پر گواہ ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام مناجات سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ملائکہ کی ایک جماعت کے جھرمٹ میں تشریف لا کر کہا اے آدم علیہ السلام!

1018 (الانوار و مصباح السرور والافکار، ص ۲)

اِنَّ رَبَّکَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَأْمُرُکَ اَنْ تَکْتُبَ عَلٰی شِیْثَ کِتَابِ الْعَھْدِ بِشَھَادَۃِ ھٰؤُلَآءِ الْمَلَائِکَۃِ فَاِنَّھُمْ عِبَادُ الْمَلَائِکَۃِ السَّمٰوٰتِ۔

بے شک تمہارا پروردگار تم پر سلام بھیجتا ہے نیز ارشاد فرماتا ہے کہ آپ حضرت شیث علیہ السلام کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ تحریر فرمائیں کیونکہ یہ ملائکہ آسمان کے عبادت گزار بندے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے حسبِ فرمانِ خداوندی عہد نامہ تحریر کرکے اللہ تعالیٰ اور ان فرشتوں کو گواہ بنایا۔ اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کو دو سبز رنگ کے جنتی حِلّے (جوڑے) جو جبریل امین جنت سے لائے تھے پہنائے وَزَوَّجَهُ اللّٰهُ بِمخْوَائِلَةَ بَیْضَآءَ کَانَتْ فِیْ طُوْلِ حَوَّاءَ وَحُسْنِهَا وَجَمَالِهَا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا بی بی مخوائلہ بیضا سے جو قد و قامت اور حسن و جمال کے لحاظ سے حضرت حوا علیہا السلام کی مانند تھیں، نکاح کردیا۔[1019]

زوجۂ شیث علیہ السلام کو آسمانی مبارک

جب حضرت شیث علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت انوش علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو آسمان سے وہ مبارکباد کی آواز اس طرح سنا کرتی تھیں:

هَنِیْئًالَکِ یَا بَیْضَآءُ قَدِ اسْتَوْ دَعَکِ اللّٰهُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[1020]

اے بیضا! تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بطن اطہر میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ودیعت رکھا ہے۔

1019 (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۰، ۲۲، الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۶، ۷)

1020 (بیان المیلاد النبوی لابن جوزی، ص ۲۲، الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۷)

حضرت انوش علیہ السلام سے عہد

سرکار سیدنا شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے انوش علیہ السلام سے سیدنا آدم علیہ السلام کی طرح اس نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حفاظت کرنے اور اس کی عظمت کو برقرار رکھنے کا عہد لیا۔[1021]

قارئین کرام! اسی نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوری کائنات کو مستفیض فرمایا حتیٰ کہ انبیاء کرام و رسولان عظام علیہم السلام نے بھی اسی مبارک نور سے فیض حاصل کیا۔

ملاحظہ ہو:

انبیاء کرام علیہم السلام کا نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مستفیض ہونا

دنیائے علمیت کی بہت بڑی شخصیت علامہ آلوسی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قیل: رأی مکتوبا علی ساق العرش، محمد رسول اللہ فتشفع بہ، وإذا أطلقت الکلمۃ علی عیسی علیہ السلام، فلتطلق الکلمات علی الروح الأعظم، والحبیب الأکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، فما عیسی، بل وما موسی، بل وما الانبیاء إلا بعض من ظہور أنوارہ، وزہرۃ من ریاض أنوارہ۔[1022]

حضرت آدم علیہ السلام نے عرش معلیٰ کے پائے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لکھا ہوا دیکھا تو اس اسم مبارک کو شفیع بنایا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق

[1021] (الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۷، مدارج، ج ۲، ص ۲)

[1022] (تفسیر روح المعانی، ص ۲۱۷)

ہوا تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں ان پر کلمات کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سب اسی نور اعظم (محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ حبیب کردگار، احمد مختار، مدنی تاجدار، سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچا جان ہیں) نے آپ کی شانِ مقدسہ میں چند اشعار آپ کی خدمت میں پڑھنے کی اجازت طلب کی تو شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خوش ہو کر دعائیہ کلمہ (اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے) ارشاد فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا:

من قبلها طبت في الظلال وفي — مستودع حيث يخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر — أنت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة تركب السفين وقد — ألجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب إلى رحم — إذا مضى عالم بدا طبق
وردت نار الخليل مستترا — في صلبه أنت كيف يحترق
حتى احتوى بيتك المهيمن من — خندق علياء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت الأرض — وضاءت بنورك الأفق
فنحن في ذلك الضياء وفي — النور وسبل الرشاد تخترق[1023]

1023 (کتاب الوفا، ص ۳۵، خصائص الکبریٰ، ص ۹۷، مواہب اللدنیہ)

مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ اور عقیدہ

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت اور مفسر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی یہ اشعار اپنی کتاب نشر الطیب میں درج کئے ہیں، اور ان کا ترجمہ اردو میں درج کیا ہے۔ ہم بھی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ ہی درج کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے اور تھانوی صاحب کے عقیدہ کو بھی مد نظر رکھیئے:

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے، اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اور تلے جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے) سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے:

اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے۔ اس قصہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھالیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے۔ یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے۔ اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا۔ اور آپ اس وقت بشر نہ تھے، اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتین جنین ہونے کے بہت قریب ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے۔ غرض آپ نہ بشر تھے، نہ علقہ، نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ نسربت اور اس کے ماننے والوں کے بتوں تک طوفان

عرق پہنچ رہا تھا۔ (مطلب یہ کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا۔ مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا تھا۔)

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح　　　　بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا۔ جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا، دوسرا طبقہ ظاہر (اور شروع) ہو جاتا تھا (یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نارِ خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مخفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فضیلت پر) شاہد ظاہر ہے۔ اولاد خندف میں سے ایک ذردہ عالیہ پر جاگزیں ہوا، جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے (خندف لقب ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔[1024]

[1024] (نشر الطیب، ص۸تا۱۰، مطبوعہ دیوبند)

شرف الدین بوصیری اور مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کا عقیدہ

حضرت امام شرف الدین بوصیری جو کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں مقبول بھی ہیں، بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

وَ کُلِّ ای اَتی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا — فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھَمِ

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا — یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِیْ ظُلَم[1025]

ان اشعار کا ترجمہ اور تشریح دیوبندیوں کی مایہ ناز شخصیت مولوی ذوالفقار علی کرتے ہوئے اپنے عقیدے کا بھی اظہار کرتے ہیں:

اور ہر معجزہ جس کو رسولان کرام علیہم السلام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پہنچا ہے کیونکہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں۔ اور اول وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل و کمال ہیں، اور انبیاء کرام علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں۔ پس جیسے قمر بوقت غیبوبت شمس استفادہ نور کا شمس سے کرکے شب تاریک کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح انبیاء استفادۂ فیوض ظاہری و باطنی روح پر فتوح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کرکے قبل ظہور وجود باوجود خلق کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ اور جب خود رونق بخش دنیا ہوئے تو سب چراغ پیش آفتاب ہو گئے۔[1026]

[1025] (قصیدہ بردہ شریف)

[1026] (عطر الوردہ، ص ۲۴، ۲۵، مطبوعہ دیوبند)

علامہ عمر بن احمد خرپوتی علیہ الرحمۃ

انہیں اشعار قصیدہ بردہ شریف کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اِنَّ کُلِّ اَیْ وَصَلَ اِلیٰ سَائِرِ الْاَنْبِیَآءِ فَھُوَ مِنْ نُوْرِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِاَنَّ کُلَّ مَا فِی الْکَوْنَیْنِ مِنْ نُوْرِہٖ۔

بے شک جو کچھ بھی کمالات انبیا کرام علیہم السلام کو ملے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کی طفیل ہیں، اور کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب آپ کے نور پاک کی بدولت ہے۔

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ نُوْرُ الْاَنْبِیَآءِ اِسْتَمَدَّ مِنْ نُوْرِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔[1027]

شیخ زادہ علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْمُکَوَّنَاتِ تَکَوَّنَتْ بِاَفَاضَۃِ فَیْضِ نُوْرِ النَّبِیِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اَلَّذِیْ ھُوَ الْمُسْتَفِیْضُ مِنَ الْفَیْضِ الْاَوَّلِ فَوَجُوْدِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامِ۔

موجودات میں جو کچھ بھی وجود میں آیا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فیض سے ہے۔ کیونکہ وجود اول آپ کے نور مبارک سے مستفیض ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود بھی اسی نور سے ہے۔[1028]

1027 (عصیدۃالشھدہ، ص ۱۰۱)

1028 (شرح شیخ زادہ بر حاشیہ عصیدۃالشھدہ ص ۱۰۰)

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ

اسی مسئلہ بالتفصیل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اِلٰى رَبِّهٖ مُسْتَجِيْرًا فَاٰدَمُ تِيبَ عَلَيْهِ وَاِدْرِيْسَ بِسَبَبِهٖ رَفَعَهٗ اِلَيْهِ وَنُوْحٌ بِهٖ فِي الْفُلْكِ تَوَسَّلَ وَيُوْنُسُ فِي الدُّعَآءِ عَلَيْهِ عَوَّلَ وَالْخَلِيْلُ بِهٖ تَشَفَّعَ وَاَيُّوْبُ بِهٖ تَضَرَّعَ۔[1029]

ہر ایک نبی اپنے رب کے حضور (اس نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے) توسل کرکے پناہ مانگتے رہے۔ چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام کی لغزش انہیں کے وسیلہ سے قبول ہوئی۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کو انہیں کی وجہ سے مقام بلند میں دفع کیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں انہیں کا وسیلہ پکڑا۔ اور حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی دعا میں اسی وسیلہ پر اعتماد فرمایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام انہیں کو شفیع لائے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور تکلیف میں آپ ہی کو وسیلہ ٹھہرایا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بارگاہِ شفیع مجرماں، وسیلہ بے کساں، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ہدیۃً عرض گزار ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ ۔۔۔ کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا، اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی اگر آپ نہ ہوتے۔

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسَبَا ۔۔۔ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ بِنُوْرِہٖ

1029 (المیلادالنبوی از ابن جوزی، ص ۲)

آپ کی ذات وہ ذات ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نور زیبا سے چمک رہا ہے۔

وَبِکَ الْخَلِیْلُ دَعَافَعَادَتْ نَارُہٗ بَرْدًا وَقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاکَ

آپ ہی کے وسیلہ سے حضرت خلیل علیہ السلام نے دعا مانگی تو آپ کے روشن نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی اور بجھ گئی۔

وَدَعَاکَ اَیُّوْبُ بِضُرٍّ مَسَّہٗ فَاُزِیْلَ عَنْہُ الضُّرَّ حِیْنَ دَعَاکَ

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر ان کی مصیبت دور ہو گئی۔[1030]

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قَدْ خُلِقَ کُلُّ شَیءٍ مِنْ نُوْرِہٖ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَمَا وَرَدَ بِہِ الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحِ۔

بے شک ہر چیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے بنائی گئی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی ہے۔

1030 (قصیدۃالنعمان، ص ۲۹)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات والاصفات کو سراج منیر کی صفت سے متصف کرنے کا نقطہ بیان فرماتے ہیں کہ:

أن السراج الواحد يوقد منه ألف سراج ولا ينقص من نوره شيء وقد اتفق أهل الظاهر والشهود على أن الله تعالى خلق جميع الأنبياء من نور محمد ولم ينقص من نوره شيء۔[1031]

بے شک ایک چراغ سے ہزار چراغ روشن کرتے جائیں تو پہلے چراغ کی روشنی میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہیں ہوتی، اس حقیقت پر جملہ اہل ظاہر اور شہود کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے تمام انبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک میں قطعًا کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

اپنے قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں:

اِذَا مَا اَتَوا نُوْحًا وَمُوسیٰ وَآدَمَا ۔۔۔ وَقَدْ هَالَهُمْ اَبْصَارُ تِلْکَ الصَّحَائِبِ

فَمَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ عِنْدَهٰذِهٖ ۔۔۔ بَنِی وَلَمْ یَظْفُرْ هُمْ بِالْمَآرِبِ

هُنَاکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَنْحُوْ لِرَبِّهٖ ۔۔۔ شَفِیْعًا وَفَتَّاحًا لِبَابِ الْمُوَاهِبِ[1032]

1031 (روح البیان، ج۳، ص ۱۳۹)

1032 (اطیب النغم، ص ۴، مطبوعہ دھلی)

نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برتری اور عظمت

شیخ المحدثین عبد الحق محدث دہلوی، علامہ قسطلانی اور یوسف نبہانی علیہم الرحمۃ نے اپنی کتاب میں یہ روایت درج فرمائی ہے:

برانکہ اول مخلوقات وواسطۂ صدور کائنات وواسطۂ خلقِ عالم وآدم نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است در اخبار آمدہ است کہ چوں مخلوق شد نور آنحضرتؐ و بیرون آمدانہ وے انوار انبیاء علیہم السلام امر کرد اورا پروردگار تعالیٰ کہ نظر کند بجانب انوار ایشاں پس نظر کرد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وپوشید انوار ایشان را گفتند اے پروردگار ما ایں کیست کہ پوشید نور وے انوار مارا گفت اللہ تعالیٰ ایں نور محمد بن عبداللہ است اگر آرید لوے میگردانم شمارا انبیاء گفتند ایمان آوردیم یارب بوے و بہ نبوت وے پس گفت رب العزت جل جلالہ گواہ شدم بر شما۔

ترجمہ: یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق دنیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا واسطہ اور وسیلہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ جب نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پیدا کیا گیا اور آپ کے نور مبارک سے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار نکالے گئے تو پروردگار عالم نے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ان انوار انبیاء علیہم السلام کی طرف نظر

فرمایئے، جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان پر نظر فرمائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تمام انوار پر غالب آگیا، اور دوسروں کے نور ماند پڑ گئے۔

یہ انبیاء مرسلین تارے ہیں تم مہر مبین　　　　سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

اس پر وہ عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے رب یہ نور کس کا ہے؟ جس کے آگے ہمارے انوار ماند پڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نور محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ہے اگر تم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لاؤ گے تو میں تم کو نبوت سے سرفراز کروں گا۔ تو سب نے عرض کیا اے رب العزت! ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے تو اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے فرمایا میں تم پر گواہ ہوں۔[1033]

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک، ہے چمن میں جن کی چہل پہل
وہ ہی اک مدینہ کے چاند ہیں، سب انہی کے دم کی بہار ہے!

مندرجہ بالا مستند حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولان عظام اور انبیاء کرام علیہم السلام میں جو جو کمالات اور معجزات ہیں وہ سب کے سب حبیب کردگار، مدنی تاجدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت اور ذات بابرکات کی وجہ ہی سے ہیں۔ ان کو جو کچھ بھی ملا، صدقہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ملا، اسی حقیقت کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

لے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے　　　　حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

1033 (مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۳، ۲، مواھب اللدنیہ، انوار محمدیہ، ص ۸، مطبوعہ مصر)

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی

جد انبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ تعمیر کر لیا تو پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا مانگی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرۃ ۱۲۹)

اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

جس رسول کی بعثت اور تشریف آوری کی ضرورت حضرت ابراہیم علیہ السلام محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کون ہیں؟ وہ ہمارے آقا و مولائے دوعالم تاجدار احمد مختار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جس کا تذکرہ خوب محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود اس طرح فرمایا ہے: اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیمَ یعنی میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔[1034]

قاضی منصور پوری

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

غیر مقلدین کے مشہور و معروف مولوی سلیمان منصور پوری صاحب اسی حقیقت کو اپنے انداز میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام

1034 (دلائل النبوت للبیھقی، ج ا، ص ۲۹)

(جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ جو انہوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بشمولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام مانگی تھی۔[1035]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی اپنے قصیدے میں لکھتے ہیں:

وَدَعْوَتَ اِبْرَاهِيمَ عِنْدَ بَنَائِهِ   بِمَكَّةَ بَيْتًا فِيهِ نِيلُ الرَّغَائِب[1036]

دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

سرورِ کون و مکان، رسول انس و جان، مالک زمین و آسمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد آمد اور ولادت باسعادت کی انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی بشارت اور خوشخبری لوگوں کو دی۔ جیسا کہ سرکار سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی بشارت کا تذکرہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں اس طرح کیا ہے:

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف ٦)

رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کی تصدیق فرمادی جو کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہے:

أنا دعوة أبي إبراهيم و بشارة عيسى۔[1037]

1035 (رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۳۹۸)

1036 (قصیدۃ اطیب النغم، ص ٦)

1037 (دلائل النبوۃ، ج ۱۱، ص ۲۹، ۷۰، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳٦، طبرانی شریف، شواھد النوت للجامی، ص ۷، ۸، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱، ۲۳، شفا شریف، جواھر البحار، معارج النبوت، اشعۃ اللمعات، ج ۴، سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۴٦، نشر الطیب، ص ۱۱، ۱۲)

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری ہی بشارت دی تھی۔

اسی حدیث شریف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وہابی شاعر حالی نے لکھا ہے:

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا — دعائے خلیل اور نوید مسیحا

قارئین حضرات! باعثِ تخلیق کائنات، سرور کائنات حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بشارات کا تذکرہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے اور محبوبِ رب دوجہاں، سیاح لامکاں، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وہ عشّاق جنہوں نے کتب سابقہ اور صحائف الہٰیہ میں پڑھا ہے بیان فرمایا ہے جو کہ درج کیا جاتا ہے:

کتب سابقہ میں نبی آخر الزماں کی شان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب سید العالمین رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکر مبارک انجیل کے علاوہ تورات میں بھی فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الأعراف ١٥٧)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے، غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے۔ اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا۔ اور برائی سے منع فرمائے گا۔ اور

ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا۔ اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ (الفتح ۲۹)

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں، اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے اور سجدے میں گرتے، اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں تھی، سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت تورات میں ہے، اور ان کی صفت انجیل میں۔

احادیث مبارکہ

احادیث مبارکہ میں بھی اس امر کا تذکرہ درج ہے کہ تورات میں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مقدسہ درج ہے جیسا کہ حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرو سے ملا، اور پوچھا کیا تورات میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصاف حمیدہ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم قرآن کریم میں جو اوصاف حمیدہ بیان ہوئے ہیں، ان ہی میں سے بعض کا تورات میں بھی تذکرہ ہے۔ پھر انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ

وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا۔ [1038]

اے نبی ہم نے تم کو شاہد اور بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، آپ ان پڑھوں کے نگہبان ہیں۔ تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا۔ نہ تم بد خلق ہو نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے۔ تم برائی کا بدلہ برائی سے نہ دو گے، بلکہ خطاکاروں کو معاف کرو گے۔ خدا اس وقت تک ان کو دنیا سے نہ بلائے گا، جب تک کہ ان کی برکت سے بگڑی ہوئی ملت کو سیدھا نہ کر دے گا۔ یہاں تک کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ کہنے لگیں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور ان کے سبب اور طفیل اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان سننے والے اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔

ایک روایت میں جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت کعب سے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تورات میں کیسے تعریف درج ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ عَبْدِیَ الْمُخْتَارُ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ ، وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ أُمَّتُهُ الْحَمَّادُونَ ، يَحْمَدُونَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَفِي كُلِّ مَنْزِلَةٍ، وَيُكَبِّرُونَ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ، رُعَاةُ الشَّمْسِ ، يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ إِذَا جَاءَ وَقْتُهَا ، وَلَوْ كَانُوا عَلٰى رَأْسِ كُنَاسَةٍ وَيَأْتَزِرُونَ عَلٰى أَوْسَاطِهِمْ ، وَيُوَضِّئُونَ أَطْرَافَهُمْ، وَأَصْوَاتُهُمْ بِاللَّيْلِ فِي جَوِّ السَّمَاءِ كَأَصْوَاتِ النَّحْلِ۔ [1039]

محمد رسول اللہ میرے بندے مختار ہیں۔ ان کی ولادت گاہ مکہ مکرمہ اور ہجرت گاہ طیبہ ہے۔ ان کے امتی اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرنے والے ہیں، وہ خوشی اور غمی میں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی

1038 (صحیح بخاری، دارمی شریف، ص ۱۴، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۲، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۸، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۶، شواھدالنبوت، ص ۹، استیعاب، ج ۱، ص ۵۳)

1039 (سنن الدارمی، ص ۱۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۸، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۸، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۴، شواھدالنبوت، ص ۹)

حمد کریں گے اور ہر بزرگی کے مقام پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں گے، اور نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتے رہیں گے، خواہ کوڑا کرکٹ کی جگہ پر کیوں نہ ہوں، اور اپنے واسطوں پر آزار بند باندھیں گے اور اپنے اطراف کو روشن اور منور رکھیں گے اور رات کو ان کی دھیمی دھیمی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اذکار کی آوازیں آسمانی فضا کو معمور کریں گی۔

مولوی اکبر شاہ نجیب آبادی

مولوی اکبر شاہ نجیب آبادی جو کہ مشہور و معروف مورخ ہیں، اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ الاسلام کے باب چہارم میں "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں" کی سرخی دے کر لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق گذشتہ انبیاء بالخصوص ان انبیاء علیہم السلام نے جن کے ماننے والے عرب اور شام کے ملکوں میں آباد تھے صاف الفاظ میں اپنی اپنی امتوں کو خوشخبریاں سنادی تھیں کہ ہمارے بعد ایک کامل نبی ملک عرب میں مبعوث ہونے والا ہے۔ ان انبیاء کے لائے ہوئے صحائف اور ان کے کلماتِ طیبات تمام و کمال تو موجود اور محفوظ نہیں تاہم ان کے منحرف ومبدل صحائف ناقص وناتمام حالات میں جو ہم تک پہنچ سکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق پیش گوئیوں کا ایک معقول حصہ موجود ہے۔ اور ان کے ماننے والے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منتظر تھے۔ اسی لئے بہت سے ذی علم اور سمجھ دار اہل کتاب خلوص اور نیک طینیتی سے متصف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دعویٰ نبوت کو سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے تھے۔

کتب تاریخ وسیر میں بالتفصیل یہ حالات مذکور ہیں کہ اکثر علمائے یہود و نصاریٰ کو صحفِ سابقہ کی مندرجہ پیش گوئیوں کی بناءپر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش اور بعثت کا زمانہ معلوم تھا، آپ کے خاندان میں نبی آخر الزماں پیدا ہونے چاہئیں، آپ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر پیش آیا۔ وہاں ایک نصرانی عالم بحیرا راہب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ کر ابوطالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کی بڑی خبرداری رکھو یہ نبی آخر الزماں ہو گا، میں نے کتب ساویہ میں نبی آخر الزماں کی جو علامات دیکھی ہیں وہ سب کی سب اس میں موجود ہیں۔ یہودی اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پچیس سال کی عمر میں دوبارہ تشریف لے گئے تو وہاں نسطورا راہب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بغور دیکھا اور پھر کتب ساویہ اور اپنے قدیم نوشتے نکال کر مطالعہ کئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہمراہی قافلوں سے کہا کہ یہ شخص نبی آخر الزماں ہونے والا ہے۔ کیونکہ ہمارے نوشتوں میں کتب ساویہ کی بناءپر جو جو علامات خاتم الانبیاء کی نسبت مندرج ہیں وہ تمام خط و خال اس شخص میں موجود ہیں۔ پھر ابتدائی وحی نازل ہونے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جو بہت بڑے عالم تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نسبت کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نبی آخر الزماں ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً مجوسی تھے۔ اس مذہب سے بیزار ہو کر یہودی مذہب اختیار کیا، لیکن یہودیت میں بھی تسکین قلب میسر نہ ہوئی، چنانچہ یہودی مذہب چھوڑ کر عیسائی بن گئے۔ ان مذاہب میں انہوں نے نبی آخر الزماں کی پیش گوئیاں دیکھیں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان ہی پیشن گوئیوں کی بناء پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نبیٔ آخر الزماں مانا اور صدق دل سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ نجاشی بادشاہ حبش نے بھی صحف قدیمہ کی پیشن گوئیوں کے موافق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نبی آخر الزماں تسلیم کیا اور مسلمان ہوا۔ ۷ھ کی ابتداء میں قیصرِ روم یعنی ہر قل کے پاس جبکہ وہ بیت المقدس میں آیا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خط پہنچا کہ مسلمان ہو جاؤ تو اس نے بھی صحف انبیاء کی پیش گوئیوں سے واقف ہونے کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی گو باقاعدہ اسلام قبول نہ کر سکا۔[1040]

مولوی بدر عالم دیوبندی

دیوبندی حضرات کے مشہور و معروف مولوی بدر عالم صاحب قرآنی آیات لکھ کر ان کا خلاصہ اس طرح لکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ کہ آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات و انجیل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات آپ کا نام مبارک اور آپ کی خاص خاص صفات کا نقشہ اتنا مکمل کھینچ دیا گیا تھا کہ اہل کتاب اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورت مبارکہ دیکھنا چاہیں تو ان کے آئینہ میں صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ اتنی صاف کہ آپ کی معرفت کو اگر بیٹوں کی معرفت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ شاید قرآنی لفظ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا میں بھی اس طرف کچھ اشارہ نکلتا ہے۔ اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر (علیہ الرحمۃ) نے نصرانی بادشاہوں کے پاس آپ کی تصاویر موجود ہونے کی روایت اسی آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہے۔ اور اس پر مقبر ہونے کا حکم بھی نقل کیا ہے۔ تفاسیر میں منقول ہے کہ جب کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد یہ سوال کیا گیا کہ کیا

1040 (حجۃ الاسلام، ص۱۰۷ تا ۱۰۹، مطبوعہ بجنور)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت تم کو فی الواقع اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان صحف سماویہ کے ذریعہ حاصل تھی جن میں شک وتردد کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آپ کے اسی سابق تعارف کی بناء کتب سیر و تاریخ سے اہل کتاب کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا منتظر رہنا بلکہ معین وقت پر تلاش کے لئے نکل کھڑا ہونا بھی ثابت ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسی تعارف کی وجہ سے ظہور قدسی سے قبل اہل کتاب میں بڑی گرما گرمی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چرچا تھا۔ بلکہ ایک دوسرے سے مقابلے کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ مل کر دوسروں کو جنگ کی دھمکیاں دینا بھی ثابت ہے۔[1041]

ابراہیم میر

غیر مقلدین وہابی حضرات کے مولوی ابراہیم سیالکوٹی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ کتب سابقہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مولد (جائے ولادت) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وطن و مسکن، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مہجر (ہجرت گاہ) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جنگی اور اسلامی کارنامے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معجزات وبرکات، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحابہ

1041 (ترجمان السنۃ، ج ۴، ص ۵۴)

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نمایاں علامات و نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے مکتوب و مذکور ہے۔ اور باوجود عہد بعہد کی تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معجزات ظہور قدسی کے نور نے ان تحریفات کی ظلمتوں کو دور کر دیا۔ جب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی وحی سے بنی اسرائیل کو آپ کی بشارت سنائی، یہودی برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منتظر رہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے ظہور پر یہودی آپ علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کیا تو ایلیاہ ہے؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کیا تو مسیح ہے؟ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں نہیں، وہ پھر پوچھتے ہیں کہ کیا تو نبی ہے؟ آپ علیہ السلام کہتے ہیں نہیں (انجیل یوحنا باب اول) وہ نبی سے مراد وہی نبی موعود نبی آخر الزماں تھا۔ جس کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سنائی تھی۔[1042]

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم طائف کے تبلیغی سفر سے واپس پھرے تو رستے میں جنات کا ایک ٹولہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قرأت قرآن سن کر مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى (الأحقاف ۳۰) یعنی ہم نے کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے۔

انہوں نے مِنْ بَعْدِ مُوسیٰ اس لئے کہا کہ وہ امت موسویہ میں سے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ ظہور قدسی سے پہلے یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور کی منتظر تھیں۔[1043]

1042 (استثناء، باب ۱۸، درس ۱۸)

1043 (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۳۹ تا ۱۴۱)

ابن قیم

دیوبندیوں اور وہابیوں کے مجدد ابن قیم نے بھی لکھا ہے کہ اہل کتاب کے علماء کا بھی یہی نظریہ ہے کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام محمد ہی مذکور ہے۔[1044]

قارئین حضرات! اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرآن پاک سے اس حقیقت کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سرورِ کون و مکاں، سیاحِ لامکاں، سرورِ مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے نفع، فائدہ اور فتوحات حاصل کرتے تھے اور ان کے منتظر تھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ فرماتا ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ (البقرۃ ۸۹)

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا، اس سے منکر ہو بیٹھے۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں مستند مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے کہ یہودی کس طرح دعا مانگتے تھے درج کیا ہے جو پیش کرتا ہوں:

اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد نعته و صفته في التوراۃ۔[1045]

اے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرما اُس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے، جس کی نعت اور صفت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

1044 (زادالمعاد اردو، ج ۱، ص ۷۵)

1045 (تفسیر جلالین، ص ۱۴، تفسیر النیسابوری، ج ۱، ص ۳۲۷، سراج المنیر، ص ۷۳، مدارک، ج ۱، ص ۴۷، ابوالسعود، ج ۱، ص ۳۹۲، جامع البیان، ص ۱۶)

علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

اللَّھُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَ انْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ۔[1046]

اے اللہ تعالیٰ نبی اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے ہم کو فتح عطا فرما اور ہماری مدد فرما۔

امام ابن جریر الطبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہودی یوں دعا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ لَنَا ھٰذَا النَّبِیَّ یَحْکُمُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ النَّاسِ یَسْتَفْتِحُوْنَ یَسْتَنْصِرُوْنَ بِهٖ عَلَی النَّاسِ۔[1047]

اے اللہ اس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مبعوث فرما جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ اور وہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے لوگوں پر فتح اور مدد طلب کرتے تھے۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس طرح دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ ھٰذَا النَّبِیَّ الَّذِیْ نَجِدُہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَنَا حَتّٰی یُعَذِّبَ الْمُشْرِکِیْنَ وَیَقْتُلَھُمْ۔[1048]

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہودی یوں دعا مانگتے تھے:

اللھم إنا نستنصرک بحق النبي الأمي إلا نصرتنا عليهم۔[1049]

اے اللہ تعالیٰ! ہم تجھ سے نبی اُمی کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہم کو ان مشرکین پر فتح دے کر مدد فرما۔

1046 (تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۴۲۸)

1047 (تفسیر ابن جریر، ج ۱، ص ۳۱۰)

1048 (تفسیر ابن جریر، ج ۱، ص ۳۱۰)

1049 (تفسیر درمنثور، ج ۱، ص ۲۱۶، الناشر: دار الفکر - بیروت)

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ بھی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ:

أن یھود کانوا یستفتحون علی الأوس و الخزرج برسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قبل مبعثہ۔ [1050]

بے شک یہود اوس اور خزرج قبیلہ پر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی آیۃ شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

کَانَتْ یَھُوْدُ تَسْتَفْتِحُ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم عَلٰی کُفَّارِ الْعَرَبِ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ ابْعَثِ النَّبِیَّ الَّذِیْ نَجِدُہٗ فِی التَّوْرَاۃِ مُعَذِّبُھُمْ وَ نَقْتُلُھُمْ۔ [1051]

یہود کفار عرب پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! اس نبی کو مبعوث فرما جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں تاکہ ہم ان کفار عرب کو عذاب دیں اور قتل کریں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم، بیہقی اور حاکم نے اسنادِ صحیحہ اور طریقِ متعددہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ اور خیبر کے یہودی جب مشرکین عرب بنی اسد اور بنی غطفان جہینہ، غدرہ کے ساتھ مقابلہ کرتے اور جنگ میں شکست کھا جاتے تو وہ اپنے یہودی علماء کے پاس آتے۔

1050 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۴)

1051 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۴، ۴۵)

توان یہودی علماء نے ان کو فتح اور نصرت کے لئے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اِنَّا نَسْئَلُکَ بِحَقِّ اَحْمَدَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُخْرِجَہٗ لَنَا فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ وَبِکِتَابِکَ الَّذِیْ تُنْزِلُ عَلَیْہِ آخِرَ مَا یَنْزِلُ اَنْ تُنْصُرَنَا عَلٰی اَعْدَائِنَا۔[1052]

اے رب ہمارے ہم تجھ سے اس نبی وامی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جن کے بھیجنے کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کتاب کی برکت سے کہ جو تو ان پر نازل فرمائے گا۔ سب کتابوں سے پیچھے پس تو ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح ونصرت عطا فرما۔

دیوبندیوں کے مقتدر مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیۃ کی تفسیر لکھتے ہیں کہ قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔[1053]

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی اس آیۃ کے تحت ہی لکھتے ہیں کہ (اس آیت) میں اہل کتاب کی اسی حالت کا ذکر ہے۔ اور اس وجہ سے خدا تعالیٰ ان کو ملزم گردانتا ہے کہ آپ کے ظہور سے پہلے تو وہ دعائیں مانگتے تھے کہ خداوند ہم کو نبی آخر الزماں کی برکت سے کفار پر فتح بخش لیکن جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آگیا اور انہوں نے اسے آثار اور علامات سے پہچان لیا تو وہ کافر ہو گئے تھے۔[1054]

1052 (تفسیر عزیز، ج ۱، ص ۳۲۹، التوسل بالنبی، ص ۲۰۰)

1053 (تفسیر عثمانی، ص ۲۲، بر حاشیہ قرآن پاک تاج کمپنی)

1054 (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۴۱)

سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالنَّبِیِّ آخِرِ الزَّمَانِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[1055]

اور وہ کافروں پر فتح مانگتے تھے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے۔

شیخ الوہابیہ حافظ محمد صاحب لکھوکے والے لکھتے ہیں کہ:

تے آہے استھیں پیش یہودی طلب فتح کردے
اُپر انہاں جو کافر ہوئے جد تنہاں شروں ڈردے
جو یارب دہ اساں فتح انہاں پر حرمت اس نبی دے
جو وچ زمانے آخر جسدی صفت تورات پڑھندے
تا فتح انہانوں ملدی وچ معام لکھ دسیایا
تے اہل شرک نوں کہن یہودی وقت نبی ہُن آیا[1056]

مولوی محمد علی کاندھلوی

مولوی محمد علی کاندھلوی جو کہ دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ والے اس بات کے گواہ تھے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہودی آنے والے نبی کے منتظر تھے۔ ابن اسحٰق، ابن سعد، مسند احمد، تاریخ بخاری، مستدرک، حاکم، دلائل بیہقی، معجم طبرانی اور دلائل ابو نعیم میں متعدد روایتیں ایسی ہیں جن سے مجموعی طور پر ثابت

1055 (تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، ص ۲۲)

1056 (تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۷۵)

ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودیوں میں ایک آنے والے پیغمبر کے جلد ظاہر ہونے کے چرچے رہا کرتے۔ اور ان ہی سے سن سن کر اوس اور خزرج کے کانوں میں پیغمبر کی آمد کی خبر پڑی ہوئی تھی۔ اور اکثر کے لئے یہ خبر ہدایت کا باعث بنی۔

قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جب یہودیوں کا کفار سے مقابلہ ہوتا اور مقابلے میں مغلوب ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہو گی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

مولوی کاندھلوی صاحب یستفتحون کے لفظ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ائمہ تفسیر کی اکثریت نے معنی یہی بتائے کہ یہودی اس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا واسطہ دے کر کافروں پر غلبہ اور برتری کی اللہ کی جناب میں دعائیں مانگتے تھے۔ قرطبی نے ان ہی معنی کی تائید ایک حدیث سے کی ہے۔

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكَ الْمُهَاجِرِيْنَ غریب مہاجروں کی دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کا قبیلہ غطفا سے مقابلہ ہوا۔ مقابلہ میں یہودی شکست کھا گئے تو یہود نے اس دعا کا سہارا لیا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي وَعَدْتَنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِلَّا تَنْصُرُنَا عَلَيْهِمْ۔[1057]

حافظ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا بنی اسرائیل میں رائج تھا۔

1057 (تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۲۷)

مولوی محمد علی صاحب کاندھلوی دیوبندی نے تو واضح الفاظ میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد سے پہلے یہودی بڑی بے چینی کے ساتھ اس نبی کے منتظر تھے جس کی بعثت کی انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی تھی۔ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو کفار پر غلبہ ملے اور ہمارے عروج کا دور شروع ہو۔ خود اہل مدینہ اس بات کے شاہد تھے کہ بعثت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پہلے بھی ان کے ہمسایہ یہودی آنے والے نبی کی امید پر جیا کرتے تھے اور ان کا آئے دن کا تکیہ کلام تھا کہ اچھا اب تو جس کا جی چاہے ہم پر ظلم کرلے جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آئے گا تو ہم سب ان ظالموں کو دیکھ لیں گے۔ [1058]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تفسیر فتح العزیز المشہور تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ:

بودند ایں یہودیاں قبل از نزول ایں کتاب معترف و مقر مہ نبوت ایں شخص و بزرگی او بر جمیع انبیاء زیرا کہ در وقتِ جنگ و خوفِ شکست بر خود طلبِ فتح و نصرت میکردند از جنابِ الٰہی بنام ایں پیغمبر و میدانستند کہ نامِ او ایں قدر برکت دارد کہ بسبب ذکر آں و توسلے باں فتح و نصرت حاصل میشود وازالہ ادیانِ باطلہ باں مرتبہ رسیدہ است کہ نام او حکم لشکر جرار دارد۔

یہودی اس کتاب قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے ہی سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نبوت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر

1058 (معالم القرآن، ص ۳۹۴تا ۳۹۷)

بزرگی کا اقرار کرتے تھے اس لئے وہ لڑائی میں شکست کے خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام سے فتح اور نصرت طلب کرتے تھے۔ اور یہ جانتے تھے کہ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی اس قدر بابرکت ہے کہ اس کے ذکر اور توسل سے فتح اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کا نام مبارک تمام پیغمبروں پر مقوی اور مدد گار جانتے تھے۔ اور ان کا اس پر بھی یقین تھا کہ کافر کشی اور باطل دینوں کو ختم کرنے کے لئے آپ کا نام مبارک ایک لشکرِ جرار کے قائم مقام ہے۔[1059]

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہود سے بڑھ کر سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت کی حقیقت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے احوال و اوصاف سے دانا اور شناسا اور کوئی قوم نہ تھی۔ کیونکہ ان کے پاس آسمانی کتابیں اور حضور کے اوصاف واحوال موجود تھے۔ جنہیں یہ پڑھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت اور رسالت اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہا کرتے تھے۔ ان کے آباء مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے اور بشارت دیا کرتے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وجودِ گرامی کی خبریں دیا کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرۃ ۱۴۶)

1059 (تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۳۲۹)

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

چونکہ باپ کو اپنے بیٹوں کے بارے میں علم یقینی اور شہودی ہوتا ہے۔ اس لئے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت اور پہچان کو ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔[1060]

شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ القوی

شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ القوی نے اپنی کتاب مستطاب ختم النبوۃ میں ایک روایت درج فرمائی ہے کہ ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَانَ یُسَمّٰی فِی الْمَلَاحِمِ وَالْقَدِیْمَۃِ اَحْمَدُوَمُحَمَّدٌوَالْمَاحِیْ وَالْمُقَفِّیْ وَنَبِیُّ الْمَلَاحِمِ وَحِمْطَایَاوَفَارْقَلِیْطَ وَمَاذْمَاذْ۔[1061]

اگلی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے یہ نام تھے احمد، محمد، ماحی کفر وشرک کو مٹانے والے مقفّی سب پیغمبروں علیہم السلام سے پیچھے تشریف لانے والے نبی الملاحم جہادوں کے پیغمبر، حمطایا حرم الٰہی کے حمایتی، فارقلیط حق کو باطل سے جدا کرنے والے ماذ ماذ ستھرے پاکیزہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری جو کہ سردار الوہابیہ ہیں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہم (خدا) نے تجھ سے پہلے آسمانی کتاب دی ہے یعنی یہود ونصاریٰ میں سے نیک لوگ وہ

1060 (مدارج النبوت فارسی، ج۲، ص۸۶)

1061 (ختم النبوۃ، ص۱۱)

بھی اس سچی تعلیم اور اس تعلیم کے پہنچانے والے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔[1062]

علامہ صدر الدین علی فرماتے ہیں کہ:

اَھْلُ الْکِتَابِ کَانُوْا یَعْرِفُوْنَ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ۔[1063]

اہل کتاب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پہچان اس طرح تھی جیسے کہ اپنے بیٹوں کی۔

دیوبندیوں کے مقتدر رہنما

انور شاہ کشمیری کے شاگرد مولوی بدر عالم صاحب اسی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تفاسیر میں منقول ہے کہ جب کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت کو فی الواقع اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی تو انہوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے۔ جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان 'صحف سماویہ' کے ذریعے سے حاصل تھی جس میں شک وتردد کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔[1064]

1062 (تفسیر ثنائی، ص ۶۴، سورۃ الانعام، مطبوعہ امرتسر)

1063 (شرح الطحاویہ فی العقیدہ السلفیہ، ص ۲۷۸، مطبوعہ ریاض)

1064 (ترجمان السنۃ، ج ۴، ص ۵۴)

مولوی بدر عالم ہی لکھتے ہیں:

نہ دانم آں گل رعنا چہ رنگ بود | کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او داری

آپ کی بعثت سے قبل کتب سابقہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تعارف اتنی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا تھا وہ شاہانِ تخت نشیں ہوں یا راہ بینِ گوشہ نشیں۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی کے لئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ اہل کتاب اس کو چھپانے کی ہزار کوشش کرتے مگر چھپا نہ سکتے تھے۔ اسی بناء پر قرآن کریم نے جابجا ان کو قائل کیا ہے۔ اور اس تعارف کے کتمان اور تحریف کا مجرم قرار دیا ہے۔[1065]

ابنِ تیمیہ

ابن تیمیہ جو کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کے مجدد ہیں۔ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق سو مقامات سے بھی زیادہ بشارات موجود ہیں۔ مولوی بدر عالم ابن تیمیہ کی یہ عبارت درج کرکے لکھتے ہیں کہ ان بشارات کا تھوڑا سا تفصیلی تذکرہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں لکھا ہے۔[1066]

قارئین کرام! اب آپ کے سامنے موجودہ محرف شدہ تورات میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کے متعلق جو پیشن گوئیاں ہیں وہ درج کی جاتی ہیں۔ پڑھیئے اور محبوب رب العلا کی عظمت و رفعت شان و شوکت کو ملاحظہ فرمائیں۔

1065 (ترجمان السنة، ج ۴، ص ۵۰)

1066 (ترجمان السنة، ج ۴، ص ۵۰)

موجودہ تورات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نشانی

سب کا نبی

تورات سفر پیدائش کے باب ۴۹ کی ان آیات میں ہے کہ:

۱۔ اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ تا کہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرے گا۔

۲۔ اے یعقوب کے بیٹو! جمع ہو کر سنو، اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔

۱۰۔ یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی، اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہو گا، جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔[1067]

مسلمانوں کے نزدیک شیلوہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ کیونکہ پیدائش کی آیات سے واضح ہے کہ شیلوہ یہوداہ کی نسل سے نہیں ہو گا، کیونکہ شیلوہ کی آمد اور تشریف آوری سے نسل یہوداہ کی حکومت اور سلطنت کا چھوٹ جانا واضح ہو رہا ہے۔ اگر شیلوہ نسلِ یہوداہ سے ہو تو پھر یہوداہ کی نسل کا چھوٹ جانا نہیں ہونا چاہیئے تھا بلکہ سلطنت کی بقاء اور ترقی کا سبب ہونا چاہیئے تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہوداہ کی نسل میں جو کچھ ریاست و حکومت تھی وہ سب جاتی رہی۔ جیسا کہ قرائے بنی نضیر اور خیبر سب آپ ہی کے زمانہ میں فتح ہو گئے۔ کتاب پیدائش کا یہ جملہ کے 'قومیں شیلوہ کی مطیع ہوں گی' سے بھی اظہر من الشمس

1067 (پیدائش، باب ۴۹)

ہے کہ وہ صرف اور صرف نبی آخر الزمان سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الأعراف ١٥٨)

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

بنی اسرائیل کے بھائیوں سے نبی

توریت کی کتاب استثناء میں حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل کو فرمایا کہ اللہ کریم نے مجھے فرمایا ہے کہ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔[1068]

عیسائی حضرات اس پیشن گوئی میں ایک نبی کا مصداق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ بلکہ ان کے عقائد کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کے بعض گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین خدا اور بعض خدا تعالیٰ کا اکلوتا بیٹا جانتے ہیں۔ اور اس پیشن گوئی میں ایک نبی کی تشریف آوری کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پیشن گوئی کا مصداق قرار دینا سراسر غلط ہے۔

1068 (استثناء، باب ١٨، آیت ١٨ تا ٢١)

نیز اس پیشن گوئی میں اس آنے والے نبی کے متعلق یہ بھی وضاحت کی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا نہ کہ خود بنی اسرائیل میں سے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ اور بنی اسرائیل سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام دونوں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ اور آپ میں دونوں بھائی ہیں۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ جس نبی کی آمد کی اطلاع دی گئی ہے وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا۔ پس وہ شخصیت نبی آخر الزماں شفیع مجرماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی اس پیشن گوئی کا مصداق کسی طریق پر بھی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قدرت الٰہی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔

شہنشاہِ کون و مکاں

کتاب یسعیاہ نبی کے اکتالیسویں باب میں درج ہے کہ کس نے مشرق سے اس کو برپا کیا جس کو وہ صداقت سے اپنے قدموں میں بلاتا ہے۔ وہ قوموں کو اس کے حوالہ کرتا اور اسے بادشاہوں پر مسلط کرتا ہے۔ اور ان کو خاک کی مانند اس کی تلوار کے اور اڑاتی ہوئی بھوسی کی مانند اُس کی کمان کے حوالہ کرتا ہے۔ وہ ان کا پیچھا کرتا اور اس راہ سے جس پر پیشتر قدم نہ رکھا تھا سلامت گزرتا ہے۔[1069]

یہ پیشن گوئی بھی سردار انس وجاں، سیاح لامکاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے برپا ہونے کی سمت مشرق بتائی ہے۔ اور ملک عرب براعظم ایشیاء میں ہے۔ ایشیائی ممالک اور زبانوں کو مشرقی ممالک اور

1069 (یسعیاہ، باب ۴۱، آیت ۲ تا ۴)

مشرقی زبانیں کہا جاتا ہے۔ اس پیشن گوئی میں اپنے قدموں میں بلانے میں واقعہ معراج شریف کا تذکرہ ہے کہ عالم بیداری میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تمام آسمانوں کی سیر کراتے ہوئے لامکان پر بلایا اور قرب کا بیان ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (٨) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى (النجم ٩) سے بیان فرمایا ہے۔ بادشاہوں پر مسلط کرنے کا پیشن گوئی میں جو تذکرہ ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالتِ عامہ اور کائنات پر حکومت اور اختیار کا تذکرہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء ٦٥)

اور وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبياء ١٠٧) آیات شریفہ میں ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:

أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ۔[1070]

مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔

اس پیشن گوئی میں اس کے مصداق کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کا پیچھا کرتے ہوئے ایسے دشوار ترین راستوں سے سلامت گزر جائے گا جہاں اس سے پیشتر اس نے قدم بھی نہ رکھا ہوگا۔

اس کی تصدیق قرآن پاک کی یہ آیۃ کریمہ کرتی ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا (٢٥) وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ

1070 (صحیح بخاری، ج۵، ص ۱۲۴، المکتبۃ الفاروقیۃ)

فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (٢٦) وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (الأحزاب ٢٧)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمائی اور اللہ تعالیٰ زبردست عزت والا ہے۔ اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی، انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا، ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید، اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

تورات میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ دیکھئے تورات میں یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۲۱ میں عرب کی بابت بار نبوت کی سرخی کے تحت لکھا ہے کہ:

۱۳۔ اے دوانیوں کے قافلو تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔

۱۴۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔

۱۵۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔

۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔

۱۷۔ اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے، کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔[1071]

مندرجہ بالا پیشن گوئی ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ہے کیونکہ عرب میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی تشریف لائے مکہ اور مدینہ منورہ عرب میں ہیں۔ اور ان آیات میں ہجرت کا تذکرہ ہے۔ آیات کو ملاحظہ کریں اور استدلال کو پڑھیں۔ آیت نمبر ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے، جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ منورہ گئے تھے۔ آیت نمبر ۱۳ میں دوانیوں اور ۱۴ میں تیماوالوں کے استقبال اور ان کی مہمان نوازی کرنے کا تذکرہ ہے، جو کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے پر خدمات کیں، دوانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں کیونکہ دوان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یفسان کے بیٹے کا نام ہے۔ دوان کے دوسرے بھائی کا نام سبا ہے، سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی اوس اور خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ اس کی وضاحت ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے۔ اس آیت میں مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے انصار نسلِ دوان سے ہوں گے کا بھی تذکرہ ہے۔ اور اسی طرح وقوع پزیر ہوا۔ تیما حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں صاحبزادہ کا نام ہے، جن کی اولاد مدینہ منورہ کے عقب میں آباد ہوئی۔ اہل مدینہ وحوائی مدینہ کو نصرت و تائید کا تذکرہ کرنے کے بعد آیت ۱۶،۱۷ میں قریشیوں کا انجام بتایا ہے، آیت میں قریش کو قیدار والے کہا گیا ہے۔ کیونکہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام

1071 (یسعیاہ باب ۲۱، آیت ۱۳ تا ۱۷)

کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش ان ہی کی نسل میں سے ہیں، اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز کم ہو جائیں گے اور ان کی شان و شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت سے ایک ہی سال کے بعد غزوۂ بدر کا عظیم معرکہ ہوا جس میں قریش کے نامور سردار اور بہادر مارے گئے۔ اور ان کے رعب داب، عظمت اور حشمت کو عظیم نقصان پہنچا، پس مندرجہ بالا آیات سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کا نقشہ ظاہر وعیاں ہے۔

بنی نجار کی لڑکیوں کے گیت کا ذکر

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے کے وقت مدینہ منورہ والوں کے بچوں نے جو اشعار پڑھے ان کا بھی تذکرہ یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب نمبر ۴۲ میں موجود ہے۔

قیدار کے آباد گاؤں اپنی آوازیں بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں۔[1072]

انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں میں مدینہ منورہ کا نام سلع ہے۔ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں پر ایک ٹیلہ ہے جس کو اہل مدینہ سلع کے نام سے پکارتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکمِ خداوندی

اب توریت مروجہ جو کہ تحریف شدہ ہے اس سے سرورِ کائنات، فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف اور آمد آمد کا تذکرہ اور بشارات درج ہیں، پیش کرتا ہوں:

1072 (یسعیاہ، باب ۴۲، آیت ۱۱)

موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: ”خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا، اور خداوند نے مجھے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا، وہی وہ ان سے کہے گا۔[1073]

وہ دین جس کی ہر بات وحی خدا　　　چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

کوہِ فاران

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب استثناء میں ہے: اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی، وہ بے قوموں سے محبت رکھتا ہے۔[1074]

مندرجہ بالا تورات کی عبارت میں تین رسولوں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تذکرہ ہے۔ سینا سے مراد کوہِ سینا ہے، جس کو کوہِ طور کہتے ہیں۔ خدا کا آنا اس پر پہاڑ پر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جگہ پر کتاب تورات عطا ہوئی، اور شعیر سے کوہِ شعیر مراد ہے، جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا ہوئی۔ اور فاران سے کوہِ فاران مراد ہے جو کہ مکہ معظمہ میں ہے، اور جس کو کوہِ حرا کہا جاتا ہے۔ جہاں شہنشاہِ رسولاں، شفیع مجرماں، وسیلۂ بے کساں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تنہائی میں عبادت کرتے تھے اور اس جگہ وحی کا نزول ہوا اور قرآن پاک کا نزول شروع ہوا، پس کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے

1073 (تورات استثناء، باب ۱۸، آیت ۱۵، ۱۷)

1074 (کتاب استثناء، باب ۳۳، آیت ۲)

سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر قرآن پاک کا نزول ہے۔ لاکھوں قدسیوں سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ آتشی شریعت سے احکام شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مراد ہے جس میں قتل، زنا، ڈاکہ زنی، شراب خوری وغیرہم اور جہاد کے احکام ہیں۔

یہود کو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار

یہودیوں اور دیگر اہل کتاب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کا سخت انتظار تھا، جیسا کہ یوحنا کی انجیل کی عبارت سے واضح ہے، ملاحظہ ہو:

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کے پاس بھیجے کہ تم کون ہو؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا میں مسیح نہیں ہوں، کیا تو وہ نبی (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں"۔ [1075]

قارئین کرام! اب علماء یہود نے سرورِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان اور نعت اپنی کتاب میں پڑھی۔ ان کو اہل سیر اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ وہ پیش کی جاتی ہیں:

1075 (انجیل یوحنا، باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱)

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق علماء یہود کا اقرار

تبع نامی بادشاہ

اکابر محدثین علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی مستند کتب میں درج کیا ہے کہ تبع نامی یمن کے بادشاہ کا مدینہ منورہ کی سرزمین پر گزر ہوا تو اس کے ہمراہ تورات کے چار سو جیّد علماء بھی تھے۔ سب علماء نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ ہم کو اس سرزمین پر ہی ٹھہرنے کی اجازت دیجیئے۔ ان کے عرض کرنے پر بادشاہ نے اس کا سبب پوچھا تو علماء نے یہ کہا کہ ہم نے انبیاء سابقہ علیہم السلام کے صحائف میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی تشریف لائیں گے۔ ان کا مبارک اسم شریف محمد ہو گا۔ اور یہ سرزمین (مدینہ منورہ) ان کی دارالہجرت ہو گی۔ اس پر بادشاہ نے ان سب علماء کو وہاں پر قیام پزیر ہونے کی اجازت دے دی۔ اور ہر عالم کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان تعمیر کرایا۔ اور سب کے نکاح کرا دیئے، اور ہر ایک کو کثیر تعداد میں مال دیا۔ اور ایک مکانِ خاص نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے تیار کرایا۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہجرت فرما آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام لانے اور دیدار کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

شَهِدتُّ عَلٰى اَحۡمَدَ اَنَّهٗ رَسُوۡلٌ مِنَ اللّٰهِ بَارِىَ النَّسَم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

فَلَوۡ مُدَّ عُمۡرِىۡ اِلٰى عُمۡرِهٖ لَكُنۡتُ وَزِيۡرًا لَّهٗ وَابۡنُ عَمّ

اگر میری عمر ان کی عمر تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار ہوں گا۔

وَجَاهَدتُّ بِالسَّيۡفِ اَعۡدَاءَهٗ وَفَرَّجۡتُ عَنۡ صَدۡرِهٖ كُلَّ غَمّ

اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا، اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا۔

تبع نے اس خط پر اپنی مہر بھی لگا دی، اور خط کو ایک عالم کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اس کو بہت سنبھال کر رکھنا۔ اگر تم نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمتِ اقدس میں میرا یہ عریضہ پیش کر دینا، وگرنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر دینا اور ان کو وصیت کرنا کہ اس کو سنبھال کر رکھے اور نبی آخر الزماں کی خدمتِ بابرکت میں پیش کر دے۔

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے تھے۔ جس کو تبع نے عریضہ دیا تھا اور وصیت کی تھی۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جہاں سرورِ کائنات، مفخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اونٹنی ہجرت کے موقع پر رک گئی تھی اور آپ کا قیام گاہ رب العالمین نے مقرر فرمایا تھا۔ یہ وہی مکان تھا جو تبع نامی بادشاہ نے خصوصاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ بقیہ انصار مدینہ منورہ ان ہی چار سو علماء کی اولاد سے ہیں۔

شیخ زین الدین مراغی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر نہیں بلکہ اپنے مکان پر جلوہ افروز ہوئے تھے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس لئے کہ یہ مکان در حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ہی تیار کیا گیا تھا۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام تو اس مکان میں محض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار کے لئے تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری پر سیدنا ابو ایوب انصاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبع نامی بادشاہ کا وہ عریضہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کر دیا۔[1076]

بنو خزرج کا قبولِ اسلام

بنو خزرج کے علاقوں میں یہودی آباد تھے۔ اور وہ یہودی عالم تھے، اور بنو خزرج بت پرست تھے۔ اور یہودیوں نے ان کے علاقوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ جب کبھی ان کے درمیان جھگڑا ہوتا تو یہودی ان سے کہتے کہ بہت جلد ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، اس کا زمانہ بالکل قریب ہے۔ ہم اس کے ساتھ ہو کر تمہارا قلع قمع کر دیں گے۔ جیسا کہ عاد اور ارم ملیامیٹ ہوئے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بنو خزرج کو دعوتِ اسلام دی تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا جانتے ہو بخدا ضرور یہ ہی وہ نبی ہیں، جن کے مبعوث ہونے سے یہودی ہم کو ڈراتے تھے۔ اب یہ نہ ہو کہ وہ تم سے پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں اور ان کی دعوت قبول کرکے ان کی تصدیق کریں، اور اسلام لے آئیں۔ تو انہوں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ ہم اپنی قوم اور مذہب چھوڑتے ہیں اور آپ کے دستِ حق پرست پر آپ کا دین اسلام قبول کرتے ہیں۔[1077]

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اللہ الباری ایک روایت تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین مدینہ منورہ سے باہر تھی۔ آپ اکثر اس کی دیکھ بھال کے لئے جاتے تھے، وہاں سے قریب ہی یہودیوں کا ایک مدرسہ تھا۔ آپ جب بھی اپنی زمین میں جاتے تو اس مدرسہ میں ضرور تشریف لے جاتے اور وہاں یہودیوں کے وعظ و نصیحت سنتے۔ اتفاقاً ایک دن مدرسہ میں اس وقت پہنچے جبکہ وہاں یہودیوں کے سارے علماء جمع تھے۔ سب نے کہا مرحبا! ہم آپ سے بہت محبت کرتے

1076 (زرقانی شریف، ج ۱، ص ۳۵، وفاء الوفاء للسمہودی، ج ۱، ص ۱۳۳، روض الانف للسہیلی، ج ۱، ص ۲۴)

1077 (تاریخ طبری اردو، ج ۱، ص ۱۱۴)

تھے اور غالبًا آپ بھی ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی صحابی ہمارے مدرسہ میں نہیں آتا۔ فرمایا اے یہودیو! میں اس لئے نہیں آتا کہ مجھے تم سے کوئی محبت ہے، یا اپنے دین میں کوئی شک ہے یا تمہارے مذہب کی طرف کوئی میلان ہے۔ میں تو صرف اس لئے آتا ہوں کہ تمہاری کتابوں سے اپنے قرآن پاک کی حقّانیت اور اپنے پیارے محبوب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فضائل معلوم کرکے اپنا ایمان مزید قوی کروں۔ الحمدللہ اتنے روز کی آمدورفت میں اپنے دین پر میرا یقین اور بڑھ گیا۔ اور تمہاری بدنصیبی اور بدبختی پر افسوس کرتا ہوں کہ تم توریت میں اس نبی کے ایسے فضائل دیکھ کر بھی ان پر ایمان نہیں لاتے۔[1078]

۴۲ یہودیوں کا مسلمان ہونا

حضرت مطرف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تستر فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک صندوق بھی دستیاب ہوا۔ اس میں ایک کتاب تھی اس کے ہمراہ ایک عیسائی جس کا نام یغم تھا کہنے لگا کہ یہ کتاب میرے ہاتھ فروخت کردو۔ ہم نے کہا کہ یہ کوئی صحیفہ آسمانی ہے؟ تو اس نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کتاب بیچنے سے ذرا کراہت محسوس کی اور صندوق سمیت وہ کتاب اس کو دے دی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں بیت المقدس گیا تو وہاں ایک سوار دیکھا جس کی شکل یغم سے ملتی جلتی تھی۔ میں نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ تو یغم ہے۔ تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم ابھی تک نصرانی ہی ہو۔ تو اس نے کہا کہ میں تو حلیف ہو چکا ہوں۔ میں اس کے ساتھ کعب الاحبار کی موافقت میں بیت المقدس چلا گیا۔ جب یہودیوں کے سرداروں نے نعیم اور کعب کے آنے کی خبر سنی تو وہ ان کے پاس آئے کعب نے وہ کتاب ان کو دی تا کہ وہ

[1078] (تفسیر کبیر، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۵۱)

یہودی اس کو پڑھیں۔ ایک قاری پڑھتا تھا جب آخری سطر پر پہنچا تو وہ یہودی غصہ میں آ گئے۔ اور کتاب کو زمین پر پھینک دیا۔ اس پر نعم کو بھی غصہ آ گیا اور کتاب اٹھا کر کہنے لگے کہ یہ کتابِ قدیم ہے جب تک تم اسے نہ پڑھو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے آخری سطریں پڑھیں تو ان پر یہ مضمون تھا:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے گا تو اس کی کوئی چیز قبول نہیں ہو گی اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا۔

اسی روز احبارِ یہود میں سے بیالیس آدمی مسلمان ہوئے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بہت سے تحائف اور عطیات دیئے۔[1079]

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے نبی کا پیدا ہونا

خارجہ بن عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہماری قوم کے چند بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم مکہ مکرمہ میں بغرض عمرہ جا رہے تھے کہ ایک یہودی تجارت کے بہانے ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو اس یہودی نے حضرت عبد المطلب کو دیکھ کر کہا کہ:

مادرِ کتب خود کہ تغیر وتبدل رابداں رانیست یافتہ ایم کہ از نسل ایں مرد پیغمبرے بیروں آید۔

[1079] (شواھد النبوت فارسی، ص ۱۳، ۱۴)

ہم نے اپنی کتابوں میں جن میں تغیر و تبدل کا شائبہ تک نہیں یہ چیز دیکھی ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم پیدا ہوگا، وہ جو خود اور اس کی قوم ہمیں قومِ عاد کی طرح قتل کرے گی۔[1080]

ورقہ بن نوفل اور زید بن عمر کا طلبِ دین کے لئے سفر

حضرت ورقہ بن نوفل اور زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دین کی طلب کے لئے سفر کیا، یہاں کہ وہ موصل کے ایک راہب کے پاس پہنچے۔

راہب: (حضرت زید کو مخاطب کر کے) تم کہاں سے آئے ہو؟

زید: (جواب دیتے ہوئے) بیتِ ابراہیمی یعنی مکہ مکرمہ سے۔

راہب: یہاں کیسے آئے ہو؟

زید: دینِ حق کی تلاش میں۔

راہب: ارجع، فإنه يوشک أن يظهر الذي تطلب في أرضک۔

ترجمہ: واپس چلے جاؤ جس کی تم کو تلاش ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور اس کی بعثت تمہاری سرزمین میں ہی ہوگی۔[1081]

ہارون علیہ السلام کی اولاد کا مدینہ منورہ میں قیام کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کے قہر و غصہ سے ڈر کر منتشر ہوگئے تو ان سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ایک ایسی جماعت تھی کہ:

1080 (شواھدالنبوت فارسی، ص۱۷، ۱۸)

1081 (کتاب الوفا لابن جوزی، ج۱، ص۴۶، شواھد النبوت فارسی، ص۳۷، خصائص الکبریٰ، ص۶۰، ۶۱، دلائل النبوت)

در کتاب ہائے خود نعتِ رسول را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خواندہ بودند۔

جنہوں نے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت و توصیف اپنی کتابوں میں پڑھی تھی ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ظہور عرب کے اس گاؤں میں ہو گا جہاں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہوں گے۔ انہوں نے شام کے علاقہ کو خیر باد کہا اور شام اور یمن کے درمیان جتنے قصبے واقعہ تھے ان کو دیکھتے جاتے لیکن ان کو کھجوروں کے درخت یثرب کے سوا کسی جگہ بھی نظر نہ آئے۔ پس وہ وہاں پر ہی اقامت گزیں ہو گئے۔ اس امید پر کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اور ان کی اتباع کریں لیکن انہیں اس پر یقین اور ایمان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی موت آگئی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لائیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی متابعت کریں۔ لیکن بد قسمتی سے ان کے بعض فرزند حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زمانہ پانے اور ان کو پہچاننے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔[1082]

کعب بن لوی کا خطبہ میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کرنا

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی بن غالب نے جس کی موت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے پانچ سو ساٹھ سال پہلے ہوئی

1082 (شواھد النبوت فارسی، ص ۱۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۳، دلائل النبوت ابو نعیم)

اہلِ تورات و انجیل سے ذکرِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت اور تعریف بیان کیا کرتا تھا۔

اس کے کلام میں یہ شعر بھی جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد کا ذکر ہے موجود ہے:

عَلٰی غَفْلَةٍ یَّأْتِیْ النَّبِیْ مُحَمَّدٌ فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِیْرُهَا[1083]

جب لوگ غفلت اور جمود میں ہوں گے تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائیں گے۔ جن کے صادق اور خبیر ہونے کی خبر سابقہ کتابوں نے بھی دی ہے۔

تورات میں سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرورِ کون و مکاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی تورات میں ان الفاظ میں موجود تھا:

اَحْمَدُ الضَّحُوْکُ الْقَتَّالُ یَرْکَبُ الْبَعِیْرَ وَیَلْبِسُ الشَّمْلَةَ وَیَحْتَوِیْ بِالْکَسْرَةِ سَیْفَهُ عَلٰی عَاتِقِهٖ۔

ضحوک کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمیشہ متبسم نظر آئیں گے اور کریم النفس ہوں گے۔ اور جو بھی ان کے سامنے آئے گا اس سے ان کی طبیعت منقبض نہ ہو گی، اور کبھی ایسا ہو گا کہ تبسم فرماتے ہوئے ان کے آخری دانت ظاہر ہو جائیں گے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ مزاح میں بھی کرتا ہوں لیکن صرف سچی بات ہی بیان کرتا ہوں۔ قتال کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ

1083 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۹، کتاب الوفا لابن جوزی، ص ۷۳، ۷۴، شواہد النبوۃ للجامی، ص ۱۵، ۱۶)

دشمنان خدا پر حریص تھے۔ اور سفیہ علیٰ عاتقہ کے یہ معنی ہیں کہ آپ اپنی شجاعت کی وجہ سے ہمیشہ تلوار بدوش ہوں گے۔ [1084]

یہودیوں کا اپنے بچوں کو شانِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بتانا

ابن ابو نملۃ نے روایت کی ہے کہ بنو قریظہ قبیلہ کے یہودی يَدْرَسُوْنَ ذِكْرَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم فِيْ كُتُبِهِمْ وَيُعَلِّمُوْنَ الْوِلْدَانَ بِصِفَتِهٖ وَاِسْمِهٖ وَمَهَاجِرِهٖ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا ظَهَرَ حَسَدُوْا وَبَغُوْا وَاَنْكَرُوْا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر مبارک کا جو ان کی کتابوں میں ہے درس دیا کرتے تھے۔ اور اپنے بچوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات اسم مبارک اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے متعلق بتاتے تھے۔ مگر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے حسد کی وجہ سے انکار کر دیا۔ [1085]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت گاہ

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل میں ایک یوشع نامی یہودی تھا۔ میں نے بچپن میں اس کی زبان سے بیت اللہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنا کہ یہاں سے ایک نبی عنقریب مبعوث ہو گا جو اس نبی کو دیکھے گا اُس کی تصدیق کرے گا۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو ہم سب مسلمان ہو گئے لیکن وہ یوشع حسد اور نافرمانی کی وجہ سے مسلمان نہ ہوا۔ [1086]

1084 (شواھد النبوت فارسی، ص ۹)
1085 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۲، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۵)
1086 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۶، کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی، ج ۱، ص ۴۳)

یہودیوں کا ذکرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا میں قبیلہ بنو قریظہ کے یہود کے پاس آیا۔ فَاَخَذُوْا جَمِيْعًا فَتَذَاكَرُوْ النَّبِيَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔ تو وہ سب یہود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکرِ خیر کر رہے تھے۔[1087]

ابو عامر راہب کا شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرنا

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج قبائل میں سب سے زیادہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات بیان کرنے والا ابو عامر راہب تھا۔ یہ یہودیوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا تھا۔ اور ان کو ان کے دین کے متعلق بتاتا تھا۔ نیز بتایا کہ مدینہ منورہ ان کی ہجرت گاہ ہے، پھر وہ تیما کے یہودیوں کے پاس گیا اور ان کو بھی یہی باتیں بتائیں پھر وہ ملک شام گیا اور ان کو بھی یہی بتایا۔ ابو عامر جب واپس آیا تو اس نے کہا اَنَا دِيْنُ عَلٰى دِيْنِ الْحَنْفِيَّةِ میں سیدھے دین پر ہوں، اور وہ راہب بن کر ہی زندگی گزارتا رہا، اور کھدر کے کپڑے پہنتا تھا۔

اَنَّهٗ يَنْتَظِرُ خُرُوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور کا انتظار کر رہا تھا۔[1088]

[1087] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۲، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۵)

[1088] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۳، مطبوعہ مصر، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۸، مدارج النبوت فارسی)

یہودی ہمسایہ کا بیان

سلمہ بن سلامہ بن وقش بیان کرتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل یہودیوں کے قبیلہ میں سے ایک یہودی ہمارا ہمسایہ تھا۔ وہ ایک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے قبل ہمارے پاس آیا۔ میں ان دنوں جوان تھا۔ اُس یہودی نے قیامت، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر کیا، نیز کہا کہ مشرکین اور بت پرستوں کو معلوم نہیں کہ ایک دن مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا ہے۔ مشرکین نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو زندہ کیا جائے گا، اور ان کو اپنے اعمال کی وجہ سے جنت اور دوزخ مقام میں بھیجا جائے گا؟ تو اس یہودی نے کہا ہاں یہ سب کچھ ہو گا۔ تو مشرکین نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کب ہو گا؟

قَالَ نَبِیٌّ یُبْعَثُ مِنْ نَحْوِ هٰذِهِ الْبِلَادِ وَ اَشَارَ بِیَدِهٖ نَحْوَ مَكَّةَ وَ الْیَمَنِ۔

تو یہودیوں نے مکہ مکرمہ اور یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہ جب ایک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان شہروں میں مبعوث ہوں گے۔

اس پر مشرکین نے پوچھا کہ اس نبی کو ہم کب دیکھیں گے؟ تو اس نے میری (سلمہ بن سلامہ کی) طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ لڑکا بڑھاپے کو پہنچ جائے گا۔

سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ خبر دینے والا یہودی بھی تو اس وقت زندہ تھا ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لے آئے مگر وہ محروم ہی رہا۔[1089]

1089 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۱۴۷، ۱۴۸، تفسیر عزیزی فارسی، ج ۱، ص ۳۲۹)

یہودی کا حلیہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرنا

علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے زید بن عمرو بن نفیل کہا کرتا تھا کہ میں اولادِ اسماعیل میں ایک نبی مبعوث ہونے کا منتظر ہوں اور ان میں سے بھی عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوگا۔ مجھے علم ہے کہ میں اتنی دیر تک زندہ نہ رہوں گا کہ ان کو پاسکوں اور ان پر ایمان لاؤں، اور ان کی نبوت کی شہادت دوں، اور ان کی تصدیق کرسکوں، البتہ اگر تم اس وقت تک زندہ رہو اور ان کو دیکھو تو ان کو میرا اسلام کہنا۔ میں ان کا حلیہ تم کو بتائے دیتا ہوں تاکہ تم کو ان کی شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ تو میں نے کہا حلیہ بتایئے۔ تو اس نے کہا کہ وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے نہ دراز قامت، نہ ان کے سر کے بال بہت گھنے ہوں گے اور نہ جھترے، ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ مہر نبوت ان کے شانوں کے بیچ میں ہوگی، نام احمد ہوگا، اسی شہر میں وہ پیدا اور مبعوث ہوں گے، پھر ان کی قوم ان کو یہاں سے نکال دے گی، اور ان کی تعلیم کو پسند نہ کرے گی، پھر وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے، وہاں ان کی بات بن جائے گی، دیکھو تم ان کے متعلق دھوکہ میں نہ آجانا۔ میں دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں دنیا بھر میں پھرا ہوں۔ جس یہودی، عیسائی اور مجوسی سے میں نے دینِ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھ سے یہی کہا کہ وہ تو تمہارے وطن میں ہے اور انہوں نے آنے والے نبی کی وہی صفات عیاں کیں جو میں نے تم کو بتائی ہیں۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب صرف وہی نبی مبعوث ہوں گے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو زید بن عمرو کا قول رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بیان کیا اور اس کا سلام عرض

کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کا جواب دیا، اس کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ نیز فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو کو جنت میں خوب راحت کے ساتھ دیکھا ہے۔[1090]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے ایک عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا کہ کیا تم کو ثعلبہ بن سعید، اسد بن سعید، اسد بن عبید اور بنی ہزل کی ایک جماعت کے مسلمان ہونے کے سبب کے متعلق کچھ علم ہے؟ میں نے اس کی نفی میں جواب دیا۔ تو اس شخص نے مجھے ان کے اسلام لانے کا سبب یہ بتایا کہ شام کے یہود میں سے ابن الہیبان ایک شخص تھا، زمانۂ اسلام سے کچھ عرصہ پہلے وہ آیا، اور ہمارے پاس آکر ٹھہرا۔ اس کی نیکی، پرہیزگاری اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ ہم نے اس سے بڑھ کر کسی شخص کو پانچ نمازیں اس خضوع اور خشوع سے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، جب کبھی بارش کا قحط پڑتا تو ہم اس کے پاس آتے اور وہ بارش کے لئے دعا کرتا تو بارش ہو جاتی جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا:

یَامَعْشَرَ یَھُوْدَ مَاتَرَوْنَ اَخْرَجَنِیْ اِلٰی اَرْضِ الْجُوْعِ وَالْبُؤْسِ۔

اے گروہ یہود کیا تم جانتے ہو کہ مجھے کون سی چیز اس بھوک اور تکلیف والی سرزمین پر لائی؟

ہم نے اس کو جواب دیا کہ تم بہتر جانتے ہو تو اس نے کہا:

اِنِّیْ قَدِمْتُ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃَ اَتَوَکَّفُ خُرُوْجَ نَبِیٍّ قَدْ اَظَلَّ زَمَانُہٗ فَلَاتُسْبِقَنَّ اِلَیْہِ یَا مَعْشَرَ الْیَھُوْدِ فَاِنَّہٗ یَبْعَثُ بِسَفْکِ الدِّمَآءِ وَسَبْیِ الذَّرَارِیِّ وَالنِّسَآءِ مِمَّا خَالَفَہٗ فَلَا یَمْنَعُکُمْ ذٰلِکَ مِنْہُ۔

میں اس شہر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ یہ شہر اس نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے جو عنقریب ہجرت فرمانے والے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ شاید وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہو جائیں گے

[1090] (طبوات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۵، تاریخ طبری، ج ۱، ص ۷۰، ۱۷، تاریخ کامل بن اثیر، ج ۲، ص ۲۰، دلائل النبوت لابونعیم)

تو میں ان پر ایمان لا کر ان کی اتباع کروں گا مگر ایسا نہ ہوا، اب تمہارے لئے موقع آئے گا۔ دیکھنا ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے پہل نہ کر جائے۔ بلاشبہ ان کو اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرنا پڑے گی اور ان کو عورتوں اور بچوں کو قید بھی کرنا پڑے گا۔ مگر ان کا یہ برتاؤ اور رویہ تمہیں ان پر ایمان لانے سے روک نہ دے۔

یہ کہہ کر وہ مر گیا۔

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ وقت آیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو ثعلبہ، اسد بن سعید اور اسد بن عبید نے کہا: يَا بَنِيْ قَرِيْظَةَ وَاللهِ اَنَّهُ النَّبِيَّ الَّذِىْ عَهِدَ اِلَيْكُمْ فِيْهِ ابْنُ الْهَيبَانَ فَنَزَلُوْا فَاسْلَمُوْا وَاحْرَزُوْا اَوْمَاءهُم وَاَمْوَالِهِمْ وَاَهَالِيهِم۔[1091]

اے بنو قریظہ! اللہ کی قسم بلا شک یہ وہ نبی ہیں جن کے متعلق تم نے ابن الہیبان سے وعدہ کیا تھا۔ پس وہ اپنی قوم سے نکلے اور مسلمان ہو گئے اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرنے لگے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا

محدث بیہقی اور ابن حجر عسقلانی و دیگر محدثین علیہم الرحمۃ نے اپنی کتاب میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ درج فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک، آپ کی صفات اور آپ کا حلیہ مبارک پہلے ہی سے جانتا تھا۔ مگر کسی سے ظاہر نہیں کرتا تھا۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خبر سنی تو میں اس وقت

1091 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۵، طبقات ابن سعید، ج ۱، ص ۱۰۴، سیرت ابن ہشام، ج ۱)

ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ میری پھوپھی جان خالدہ بنت حارث نے کہا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔ میں نے کہا ہاں! خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں، وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے۔ میری پھوپھی نے کہا اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی خبریں ہم سنتے آئے ہیں کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں یہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ میں گھر سے نکل کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور واپس آکر اپنے تمام اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی، سب نے اسلام قبول کیا۔[1092]

ایک روایت حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح سے بھی مروی ہے کہ جب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوا۔

فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زبان مبارک سے پہلا کلام جو سنا یہ تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔[1093]

1092 (فتح الباری، ج۷، ص۱۹۷)

1093 (سنن الترمذی، ج۴، ص۶۵۲، الناشر: شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

اے لوگو! آپس میں سلام پھیلاؤ، آدمیوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات میں نماز پڑھو، جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوگے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق خواب

حضور پر نور نورٌ علی نور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے بھائی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے کَانَ وَجْھِهٖ نُوْرٌ یَظْهَرُ کَنُوْرِ الشَّمْسِ تو ان کے چہرہ مبارک پر ایسا نور چمک رہا تھا جیسا کہ سورج کا نور چمکتا ہے۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس بچے کی شان نرالی ہوگی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناک مبارک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور اس نے مشرق و مغرب میں پرواز کی۔ پرواز کرنے کے بعد وہ بیت اللہ شریف آکر بیٹھ گیا۔ سب قریش نے اس پرندہ کو سجدہ کیا، پھر وہ زمین و آسمان کے درمیان اڑا۔ اس خواب کو میں نے ایک کاہنہ کے سامنے بیان کیا تو اس نے کہا:

لَئِنْ صَدَقَتْ رُؤْیَاکَ لَیَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِهٖ وَلَدٌ یَصِیْرُ اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَهٗ تَبَعًا۔

اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو (حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پشت اقدس سے ایسا فرزند ارجمند ظاہر ہوگا تمام مشرق و مغرب والے اس کے تابع ہو جائیں گے۔[1094]

1094 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۱، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۰۱)

وَاللّٰہِ اَنَا ذٰلِکَ النُّوْر

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کبریاء، شہنشاہِ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے قبل ایک رات ک مجھے خواب آیا کہ مکہ مکرمہ پر ظلمت اور تاریکی اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ آدمی کو اپنا ہاتھ تک نظر نہیں آتا۔ پھر اچانک زمزم شریف کے کنویں سے ایک نور نمودار ہوا، اور وہ نور آسمان کی طرف بلند ہوا، اور اس نے بیت اللہ شریف کو بھی منور کر دیا، پھر سارے مکہ مکرمہ کو بقعۂ نور بنا دیا۔ مدینہ منورہ کے کھجوروں کے درختوں کو بھی منور کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے کھجوروں کے درختوں میں ان کے پھلوں کو دیکھ لیا۔ جب بیدار ہوا تو یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تو انہوں نے کہا:

یَا اَخِیْ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ یَکُوْنُ فِیْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

اے برادر! یہ نور بنو عبد المطلب میں ظہور پزیر ہو گا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور نورٌ علی نور شافع یوم النشور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا لخت جگر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف باسلام ہوا تو اس نے بارگاہِ حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اپنا یہ خواب عرض کیا تو نبیٔ غیب دان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

وَاللّٰہِ اَنَا ذٰلِکَ النُّوْرُ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

اللہ کی قسم! وہ نور میں ہی ہوں، اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔[1095]

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا　　　مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

یہودی کے بچے کا تورات میں شانِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اقرار کرتے ہوئے مسلمان ہو جانا

ابو صخر العقیلی فرماتے ہیں کہ اعرابیوں میں سے ایک اعرابی نے مجھے بتایا کہ امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گزرے اس کے پاس ایک رجسٹر تھا جس میں تورات لکھی ہوئی تھی۔ اس یہودی کا لڑکا جو کہ بیمار تھا وہ اس کو تورات پڑھ کر سنا رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اوہ یہودی! تجھے اس کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ اَفَتَجِدُ فِیْ تُوْرَاتِکَ نَعْتِیْ وَ صِفَتِیْ وَ مَخْرَجِیْ۔ کیا تو نے اس تورات میں میری نعت، صفت اور بعثت کو پایا ہے؟ اس یہودی نے اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے کہا نہیں۔ تو اس کے بیٹے نے فوراً کہا لٰکِنِّیْ اَشْھَدُ بِالَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ عَلٰی مُوْسٰی اِنَّ لَنَجِدُ نَعْتَکَ وَ زَمَانَکَ وَ صِفَتَکَ وَ مَخْرَجَکَ فِیْ کِتَابِہٖ۔ لیکن میں گواہی دیتا ہوں اس ذات کی قسم کے ساتھ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا۔ یقیناً ہم نے اس کی کتاب تورات میں آپ کی نعت، آپ کا زمانہ، آپ کی صفات اور آپ کی بعثت کو پایا ہے۔ وَ اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اَقِیْمُوا الْیَھُوْدِیَّ عَنْ صَاحِبِکُمْ وَ قُبِضَ الْفَتٰی فَصَلّٰی عَلَیْہِ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔ اس

1095 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۸۰، ۸۱، مطبوعہ مصر)

یہودی کو اپنے ساتھی (بیٹے) سے ہٹا دو۔ اور وہ نوجوان اسی وقت انتقال کر گیا، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔[1096]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم وَعِيْسىٰ بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ تورات میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات درج ہیں۔ اور یہ بھی درج ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔[1097]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قرآن اسی طرح پڑھتے ہیں جیسے تورات میں ذکر ہے

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی قدس سرہٗ الربانی تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک جید عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے تو اس عالم نے عرض کیا يَا مُحَمَّدُ مَنْ عَلَّمَكَهَا اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کو اس سورۃ کی تعلیم کس نے دی ہے؟ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس ارشاد پر یہودی عالم نے تعجب کیا، جب وہ یہودی عالم اپنے یہودیوں کی طرف فیا تو واضح الفاظ میں ان سے کہنے لگا: وَاللّٰهِ اَنَّ مُحَمَّدًا لَيَقْرَءُ

1096 (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۲، ۴۳)

1097 (ترمذی شریف، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۴، مشکوۃ المصابیح، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۵)

الْقُرآنَ کَمَا اَنْزَلَ فِی التَّوْرَاۃِ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم بے شک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قرآن پاک کو اسی طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ توراۃ میں نازل ہوا ہے۔ یہ سن کر ان یہودیوں میں سے ایک گروہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، گروہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات کو پہچانا اور مہر نبوت کو جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی دیکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کر لیا۔[1098]

تورات اور انجیل میں نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا تو اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اَتَقْرَأُ التَّوْرَاۃَ؟ کیا آپ نے تورات پڑھی ہے؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا انجیل کو بھی پڑھا ہے؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا: فَنَاشِدُہُ ھَلْ تَجِدُنِیْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ کیا تو نے تورات اور انجیل میں میرے متعلق پڑھا ہے؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ نَجِدُ نَعْتًا مِثْلِ نَعْتَکَ وَمِثْلِ ھَیْئَتِکَ وَمَخْرِجَکَ۔ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات تورات اور انجیل میں پڑھی ہیں۔ آپ کی شکل وصورت اور آپ کی ہجرت کرنے کی جگہ کے متعلق بھی پڑھا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہم میں سے ہوں گے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو ہم کو اندیشہ ہوا کہ آپ کہیں وہ ہی نہ ہوں۔ پس ہم نے غور کیا تو اندازہ لگایا کہ آپ وہ نہیں ہیں۔ تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

1098 (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۱۸)

واصحابہ وسلم نے پوچھا کہ میں کیسے وہ نہیں ہوں؟ تو اس نے کہا اس نبی کے ساتھ اس کی امت سے ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جن پر حساب اور عذاب نہیں ہے، اور آپ کے ساتھ اتنی تعداد نہیں ہے۔ تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَنَا ھُوَ وَاِنَّھُمْ لِاُمَّتِیْ وَاِنَّھُمْ لَاَکْثَرُ مِنْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ہی وہی ہوں اور وہ میری امت ہے اور تحقیق وہ ستر ہزار سے بھی زیادہ تھے۔[1099]

نام مبارک چومنے سے یہودی کی نجات

علامہ جلال الدین سیوطی، محدث ابو نعیم، علامہ حلبی، علامہ یوسف نبہانی اور علامہ اسماعیل حقی جیسے جلیل القدر محدثین اور مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پھر وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی میت کو مزبلہ (روڑی، کوڑا کرکٹ والی جگہ) پر پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ پڑھو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ قوم بنی اسرائیل اس کے متعلق یہ شہادت دیتی ہے کہ دو سو سال تک یہ شخص تیری نافرمانی کرتا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے متعلق جو کہا جاتا ہے بالکل ٹھیک ہے۔

اِلَّا اِنَّہٗ کَانَ کُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاۃَ وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَصَلّٰی عَلَیْہِ فَشَکَرْتُ لَہٗ ذٰلِکَ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَہٗ وَزَوَّجْتُہٗ سَبْعِیْنَ حُوْرَاءَ۔[1100]

1099 (حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی، ص ۱۲۲، ۱۲۳)

1100 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۲، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۱۳۶، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۴)

مگر وہ جب تورات کھولتا اور میرے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام دیکھتا تو وہ اس نام مبارک کو چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا اور اس پر درود بھیجتا۔ پس اس کے بدلے میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا۔

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ:

بود در انجیل نامِ مصطفیٰ — آں سر پیغمبراں بحرِ صفا
بود ذکر حلیہ ہا وشکل او — بود ذکر غزو وصوم واکل او
طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب — چوں رسیدندے بداں نام وخطاب
بوسہ داندی بداں نامِ شریف — رد نہاوندی براں وصف
لطیف[1101]

مولوی اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی ان اشعار کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انجیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک لکھا تھا۔ جو پیغمبروں کے سردار اور دریائے صفا ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلیہ شریف بھی اس میں مذکور تھا۔ اور آپ کی شکل وصورت کا اور آپ کے جہاد کا اور روزہ اور اکل وشرب کا، ان سب امور کا اس میں بیان تھا۔ نصرانیوں میں سے ایک گروہ کی یہ عادت تھی کہ جب اس مبارک نام وخطاب پر (تلاوت کرتے وقت) پہنچتے تو ثواب حاصل کرنے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم شریف کو بوسہ دیتے اور آپ کے اوصاف لطیف پر رخسار ملتے (محبت وتعظیم سے)۔

[1101] (مثنوی شریف، ص ۲۲، دفتر اول)

اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چومنے کی برکت

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نصرانیوں کے اس عمل کہ نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو چومنا اور آنکھوں پر رکھنے کی برکت سے جو فائدہ اور نفع حاصل ہوا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایمن از شر امیران و وزیر — در پناہ نام احمد مستجیر
نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد — نام احمد ناصر آمد یار شد[1102]

اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے دیوبندیوں کے رہنما اور مقتداء مولوی اشرف علی تھانوی رقم طراز ہیں:

وہ لوگ (اس عمل کی برکت سے) فتنہ (وزیر) اور خوف (محاربہ امراء) سے مامون رہے۔ نہ امراء کا شر (جنگ کہ ہلاکت جسمانی تھا) ان کو پہنچا اور نہ وزیر کا فتنہ (اضلال کہ ہلاک روحانی تھا) ان تک آیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم مبارک کی پناہ میں ان کو پناہ مل گئی، اوروں سے ان کی نسل بھی بہت بڑھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم مبارک ان کا ناصر اور رفیق ہو گیا۔[1103]

اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نام احمد چوں چنیں یاری کند — تا کہ نورش چوں مددگاری کند

1102 (مثنوی شریف، ص ۲۲)

1103 (کلید مثنوی، ج ۱، ص ۱۵۴ از اشرف علی)

نام احمد چوں حصارے شد حصین
تا چہ باشد ذات آں روح الامین[1104]

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک ایسی رفاقت کرتا ہے تو آپ کا نور مبارک (ذات مبارک) تو کیسی مدد کرتا رہا ہو گا۔ شعر اول کی شرح ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک ایسا قلعہ مستحکم ہے (کہ شر بد کو نہیں آنے دیتا) تو آپ کی ذات مبارک جس کو اوپر نور کہا تھا کیسی ہو گی؟ آپ کو روح اس واسطے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اتباع باعثِ حیات روحانی ہے اور روایاتِ سیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا باعثِ ایجادِ خلق ہونا بھی مذکور ہے۔ تو اس اعتبار سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حیات ظاہری کے بھی سبب ہیں۔[1105]

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بگڑے کو بھی لیتا ہے بنا نام محمد

اسمِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی توہین کرنے والوں کا انجام

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

واں گروہ دیگر از نصرانیاں
نام احمد داشتندے مستہاں

مستہاں خوار گشتند از رفتن
از وزیر شوم رائے شوم فن

مستہاں خوار گشتند آں فریق
گشتہ محروم از خود و شرط طریق

ہم مخبط دین شاں و حکم شاں
از پئے طومارہائے کشر بیاں

[1104] (مثنوی شریف، ص ۲۲)
[1105] (کلید مثنوی، ج ۱، ص ۱۵۵، ۱۵۶)

مولوی اشرف علی تھانوی اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان نصرانیوں میں دوسرا گروہ اور تھا کہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام مبارک کی بے قدری کرتے، وہ لوگ اس منحوس وزیر کے سبب فتنوں سے ذلیل و خوار ہوگئے اور اپنی ہستی سے محروم ہوئے (کہ قتل کئے گئے) اور دین سے بھی محروم ہوئے (کہ وزیر نے عقائد خراب کر دیئے) اور ان کا مذہب اور احکام بھی ان طوماروں کی وجہ سے مخبوط ہوگیا (یہ ضرر ان کی نسل میں باقی رہا)۔[1106]

یہودی مولویوں کا اقرار نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کوئی ختم نہیں کر سکتا

علامہ ابوالحسن البکری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے داداجان حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب قبائل کے ہمراہ جارہے تھے کہ ایک مقام پر یہود اور ان کے اکابر علماء بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہودیوں کے مولویوں نے حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو ان کو نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کی مبارک پیشانی میں نظر آیا۔ تو وہ بہت سٹپٹائے کیونکہ وہ نور ان کو گراں گزرا۔ اور زور زور سے رونے لگے۔ تو دوسرے یہودیوں نے اپنے مولویوں سے پوچھا مَالَکُمْ تَبْکُوْنَ اے ہمارے سردارو! تم کیوں روتے ہو؟ تو مولویوں نے جواب دیا بَکَاؤُنَا وَحُزْنُنَا مِنْ ھٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَظْھِرُ ہمارا رونا اور غمگین ہونا اس ہستی سے ہے جو اس شخص ہاشم سے ظاہر ہوگی۔ نیز کہا اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ یَظْھِرُ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ رَجُلٌ یَکُوْنُ مِنْہُ بَوَارِکُمْ وَخَرَابَ دِیَارِکُمْ بے شک اس شخص حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ایک ایسا

[1106] (کلید مثنوی از اشرف علی تھانوی، ص ۱۵۵)

شخص پیدا ہو گا جو تمہاری اور تمہارے شہروں کی تباہی اور بربادی کا باعث ہو گا۔ جس کا تذکرہ ہماری کتابوں میں بھی درج ہے اس کا نام ماحی درج ہے۔ جب یہودیوں نے سنا تو ان میں بھی کہرام مچ گیا اور رونا شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے مولویوں سے پوچھا اس کا خاتمہ کیسے کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے جواباً کہا کہ اس کے خاتمہ اور مٹانے کے لئے تمہارا کوئی حیلہ کارگر ثابت نہ ہو گا، اللہ تعالیٰ اس پر آسمان سے وحی نازل فرمائے گا۔[1107]

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمدِ خدا تیری ہی مدح و ثناء کرتے ہیں

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے یہودی عالم کی گفتگو

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک دن یہود کے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور یہودیوں کو فرمایا جو تمہارا سب سے بڑا عالم ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔ تو یہود نے عبد اللہ بن صوریا کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس سے علیحدگی میں حلفاً پوچھا: اَتَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کیا تجھ کو علم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ تو عبد اللہ بن صوریا نے کہا ہاں! واللہ میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اِنَّ الْقَوْمَ لِیَعْرِفُوْنَ مَا اَعْرِفُ وَاِنَّ صِفَتَکَ وَنَعْتُکَ مُبَیَّنٌ فِی التَّوْرَاۃِ وَلٰکِنَّھُمْ حَسَدُوْکَ۔ بے شک یہ قوم سب میری طرح آپ کو رسول خدا جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات اور تعریف کا تورات میں واضح طور پر بیان ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ کا انکار حسد کے

1107 (کتاب الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۱۳)

طور پر کرتے ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عبد اللہ بن صوریا کو فرمایا کہ مجھ پر ایمان لانے پر تجھے کون سی چیز مانع ہے؟ تو اس نے عرض کیا میں اپنی قوم سے مخالفت نہیں کر سکتا۔ مجھے امید ہے کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متبع ہو کر اسلام لے آئیں گے اور پھر میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔[1108]

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہود کا قتل کرنے کا ارادہ

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سنِ بلوغت کو پہنچے تو ہر عورت اور رؤسا قریش میں سے ہر ایک کی جانب سے پیغامِ نکاح کی درخواستیں آنے لگیں یہاں تک کہ ہر گھر میں عورتوں کے مابین ان کا ہی تذکرہ ہونے لگا۔ پھر جب اس کا تذکرہ ان کے والد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے میرے فرزند! تم بغرض شکار یہاں سے چلے جاؤ تاکہ تم عورتوں سے نجات پا سکو"۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کے لئے چلے گئے۔

حضرت وہب بیان کرتے ہیں کہ:

فَبَيْنَمَا نَحْنُ فِيْ طَرِيْقِ الْبَرِيَّةِ وَاِذَا بِعَسْكَرٍ مِنَ الْيَهُوْدِ شَاهِدِيْنَ سُيُوْفِهِمْ وَهُمْ نَحْوُ سَبْعِيْنَ فَارِسًا۔

ہم جنگل میں شکار کی جستجو میں تھے کہ اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار تلوار سونتے ہوئے نمودار ہو گیا۔ ان سے وہب نے ملاقات کر کے دریافت کیا کہ کس قسم کا ارادہ ہے؟ تو یہودیوں

1108 (تلبیس ابلیس، ص ۹۷، ۹۸)

نے کہا: نَقْتُلُ عَبْدَاللّٰہِ ہم عبداللہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت وہب نے پوچھا: مَا ذَنْبُہٗ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصور کیا ہے؟ تو یہودیوں نے کہا:

لَیْسَ لَہٗ ذَنْبٌ وَلٰکِنْ فِیْ ظَھْرِہٖ نَبِیٌّ دِیْنُہٗ نَاسِخٌ جَمِیْعُ الْاَدْیَانِ وَصِلَّتُہٗ مَاحِیَۃٌ لَجَمِیْعِ الْمِلَلِ فَنَحْنُ نَقْتُلُ عَبْدَاللّٰہِ حَتّٰی لَا یَظْھَرَ مُحَمَّدٌ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

عبداللہ کا کوئی قصور نہیں ہے، لیکن ان کی پشت سے ایسا نبی ظاہر ہو گا جس کا دین تمام دینوں کو منسوخ کرنے والا اور جس کی ملت تمام ملتوں کو ختم کرنے والی ہو گی۔ ہم سرے سے عبداللہ ہی کو قتل کر ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ظہور نہ ہو۔

حضرت وہب بیان فرماتے ہیں کہ:

فَبَیْنَمَا نَحْنُ وَاِیَّاھُمْ فِی الْحَدِیْثِ وَاِذَا بِعَسْکَرٍ مِّنَ السَّمَاءِ فَقَتَلُوا الْیَھُوْدَ۔

ہم ان سے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک آسمان سے ایک لشکر اترا اس نے ان تمام یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔[1109]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چرچا سنا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفت وہیئات اور جن جن باتوں کو ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے توقع کر رہے تھے سب پہچان لیں تو میں نے خاموشی کے ساتھ اسے دل میں رکھا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، مجھے خبر پہنچی، میں نے تکبیر کہی، میری پھوپھی بولی اگر تم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا آنا سنتے تو اس سے زیادہ کیا کرتے؟ میں نے کہا اے پھوپھی خدا کی قسم وہ

[1109] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۸، ۲۷)

موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں۔ جس پر موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے اسی پر یہ بھی مبعوث ہوئے ہیں وہ بولی: یَابْنَ اَخِیْ اَھُوَ النَّبِیُّ الَّذِیْ کُنَّا نُخْبِرُ بِہٖ اَنَّہٗ یُبْعَثُ مَعَ السَّاعَۃِ۔ اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جن کی ہم خبر دیئے جاتے تھے کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں!۔[1110]

بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی ہے

سیدہ طیبہ طاہرہ زاہدہ مخدومہ دارین والیٔ جنت سرکار عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک ساہوکار یہودی تھا۔ جس شب کو سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ گر ہوئے تو وہ ساہوکار یہودی گھر گھر پوچھتا پھرتا تھا، لوگ لاعلمی کا اظہار کرتے تو اس نے کہا:

وُلِدَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ نَبِیُّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْاٰخِیْرَۃِ بَیْنَ کَتِفَیْہِ عَلَامَۃٌ۔

آج اس امت کا نبی تشریف لے آیا ہے جس کے کندھوں کے درمیان ایک علامت ہے۔

اُس کے کہنے کے مطابق لوگ مختلف مکانوں پر معلومات حاصل کرنے کے لئے گئے۔ آخر کار اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام انہوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھا ہے۔ لوگوں نے یہودیوں کو خبر دی تو اس نے کہا میرے ساتھ چلو تاکہ اس بچہ کو دیکھیں پس وہ سرکار سیدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور یہودی نے کہا کہ میں بچہ کو دیکھنا چاہتا ہوں جب اُس نے حبیبِ

[1110] (دلائل النبوۃ للبیہقی)

کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا اور آپ کی پشت انور کو دیکھا تو وہ یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا:

وَاللّٰہِ ذَھَبَتِ النَّبُوَّۃُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَفْرَحْتُمْ بِہٖ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اَمَا وَاللّٰہِ یَسْطُوَنَّ بِکُمْ سَطْوَۃً یَخْرُجُ خَبَرُھَا مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ۔

خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اے گروہ قریش! کیا تم اس سے خوش ہو؟ سنو بخدا تم پر وہ ضرور غلبہ پائے گا اور اس کے غلبہ کی خبر مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی۔[1111]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ اور اس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال کی تھی۔ لیکن اتنی عقل ضرور تھی کہ جو بات سنتا تھا۔ اُس کو سمجھ لیتا تھا۔ ایک د اچانک میرے کان میں ایک آواز آئی۔ جب میں نے اس آواز کو غور سے سنا تو دیکھا کہ ایک یہودی مدینہ منورہ کے ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر زور زور سے پکار رہا ہے کہ اے یہود! دوڑو دوڑو۔ میں نے دیکھا کہ یہودیوں کی جماعت ادھر دوڑی جا رہی ہے۔ میں بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑا جب لوگ اس کے پاس پہنچے تو اس سے کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے، تو وہ چیخ کر کہنے لگا:

قَدْ طَلَعَ نَجْمُ اَحْمَدُ الَّذِیْ یُوْلَدُ بِہٖ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ۔

1111 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۳، ۱۲۴، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۸۹، انوار المحمدیہ، ص ۱۷، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۳، زرقانی، ج ۱، ص ۱۲۰)

آج احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ اور آج کی رات وہ پیدا ہو گیا ہے۔[1112]

عیص نامی راہب کا ولادت، بعثت اور انتقال کا بتانا

امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مَرِّ الظَّهْرَانْ میں ایک شامی راہب رہتا تھا، جس کا نام عیص تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے صومعہ (گرجا) میں رہتا تھا، اور کبھی کبھی مکہ مکرمہ بھی آتا تھا، اور مکہ مکرمہ والوں کو کہتا تھا کہ اے اہلیان مکہ! تم میں ایک بچہ پیدا ہو گا۔ سارا عرب جس کے ماتحت اور تابع ہو گا۔ اور عجم کا وہ مالک ہو گا۔ اور یہ زمانہ اس کے ظہور کا زمانہ ہے۔ جو شخص اس کے زمانہ کو پالے اس کی اتباع اور اطاعت کرے گا، وہ بہت بہت خوش بخت اور سعادت مند ہے۔ اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ بد نصیب اور بد قسمت ہے۔ نیز اس نے کہا کہ میں نے اس کی تلاش میں خدا کی قسم شراب کی زمین کو خیر باد کہا اور بھوک اور خوف کی زمین کو اختیار کیا ہے۔ جب مکہ مکرمہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس گھر میں آتا ہے۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد کہتا کہ ابھی اس نے ظہور نہیں فرمایا ہے۔ جس دن سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدا ہوئے تو وہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس ہوں تو اس نے کہا آپ اُس کے جد امجد ہیں۔

فَقَدْ وُلِدَ ذٰلِکَ الْمَوْلُوْدُ الَّذِیْ کُنْتُ اَحَدِّثُکُمْ بِهٖ عَنْهُ یَوْمَ الْاَثْنَیْنِ وَهُوَ یُبْعَثُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَمُوْتُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَنَجْمُهٗ طَلَعَ الْبَارِحَةَ۔[1113]

[1112] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۹۱، خصائص الکبریٰ، ج ۱، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۱، ص ۹۱، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۱۱۲، مواہب اللدنیہ، ج ۱، انوار المحمدیہ، ص ۱۷، حجۃ اللہ علی العالمین، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۱۲۰، ماثبت من السنۃ، ص ۵۴)

[1113] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۵)

بے شک وہ لڑکا جس کے متعلق میں تمہیں باتیں سناتا تھا۔ آج سوموار کے دن پیدا ہو چکا ہے اور بحیثیت نبی ان کی بعثت بھی سوموار کو ہو گی۔ اور ان کا انتقال بھی سوموار کو ہو گا۔ اور آج کی رات ان کا ستارہ طلوع کر چکا ہے۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حطیم کعبہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے اگا اور بڑھتے بڑھتے آسمان تک پہنچ گیا۔ اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں۔ اس درخت سے روشنی ہی روشنی نکل رہی تھی۔ بلکہ اس کی روشنی اور نور سورج کی روشنی سے بھی ستر گنا زیادہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ عرب و عجم والے سب اس درخت کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔ روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس درخت کی شاخوں سے لپٹ گئے۔ اور بعض حضرات کو دیکھا کہ وہ اس کو کاٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو کاٹنے کی نیت سے اس درخت کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوبصورت نوجوان ان کو روکتا ہے۔ میں نے اس نوجوان سے زیادہ حسین و جمیل انسان کوئی نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ ہی اس سے زیادہ خوشبو میں نے کسی جسم سے ظاہر ہوتی دیکھی۔ میں نے چاہا کہ میں بھی اس درخت کے ساتھ لپٹ جاؤں مگر نہ لپٹ سکا۔ میں نے اس حسین نوجوان سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کی قسمت میں نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ کن کی قسمت میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جن حضرات نے آگے بڑھ کر شاخوں کو تھام لیا ہے۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے اور اپنا خواب ایک کاہنہ کے پاس جا کر سنایا۔ تو خواب سنتے ہی اس کاہنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس نے کہا:

اِنْ صَدَقْتُ رُؤْيَاکَ لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِکَ رَجُلٌ يَمْلِکُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ وَيَدِيْنُ لَهُ النَّاسُ۔

اگر آپ نے خواب سچ سنایا ہے تو آپ کی پشت سے ایک ایسی ہستی پیدا ہو گی جو مشرق و مغرب کی بادشاہ ہو گی۔ اور لوگ اس کے آگے جھک جائیں گے یعنی اس کے نیاز مند ہو جائیں گے۔[1114]

اہل کتاب کے پاس حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کی نشانی

جس شب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی تو اہل کتاب کو معلوم ہو گیا کہ نبی آخر الزماں کی بعثت اب قریب ہے۔ اور بعثت کے قرب کا علم ان کو اس طرح ہوا کہ جامۂ صوف جس میں حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو کافروں نے شہید کیا تھا۔ وہ جامۂ صوف خون آلودہ ان کے پاس تھا۔ کتب آسمانی میں یہ لکھا تھا کہ جب یہ جامہ تازہ خون سے تر ہو جائے گا اور خون کے چند قطرے زمین پر گریں گے تو یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد کی پیدائش کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے واقعہ ان کو در پیش آیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد کی ولادت ہو گئی ہے۔ اور وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن ہو گئے اور ان کے قتل کے درپہ ہو گئے۔[1115]

[1114] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۸، ۹۹، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۹۱، کتاب الوفا، ص ۸۰)

[1115] (تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۱۸۲، خیر المونس، ج ۲، ص ۱۵۹، موارد الحفیہ، ص ۵)

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کی مبارک

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضور پر نور نورٌ علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سردیوں کے موسم میں میں ملک یمن تجارت کے لئے جارہا تھا کہ راستہ میں ایک یہودی کاہن ملا جو زبور پڑھ رہا تھا اس نے مجھے دیکھ کر کہا اے عبد المطلب! کیا آپ مجھے اپنے نتھنے دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ میں نے اس کو اجازت دے دی تو اس نے ناک کے دونوں نتھنوں کو غور سے دیکھا اور کہنے لگا: اَجِدُ فِیۡ اَحَدِ مَنْخَرَیْکَ مُلْکًا وَفِی الْآخَرِ نَبُوَّۃً۔ میں نے تمہارے ایک نتھنے میں بادشاہت اور دوسرے میں نبوت دیکھی ہے۔ اس کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اگر بنی زہرہ کے قبیلہ سے شادی کروگے تو یہ بات ہو سکتی ہے۔ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو آپ نے ہالہ بنت وہب بن عبد المناف بن زہرہ سے شادی کی۔ تو اس سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو ان سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی۔[1116]

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دادا کا بیان

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی قدس سرہٗ النورانی نے تحریر فرمایا ہے کہ زہیر بن ابو سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی ایک مجلس میں میں بیٹھا ہوا تھا اور اہل کتاب کہہ رہے تھے: قَدْ قَرُبَ مَبْعَثُہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت کا زمانہ قریب

1116 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۸۴، ۸۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۰)

ہے۔ تو میں نے ان کو اپنا خواب سنایا کہ آسمان سے ایک رسی ظاہر ہوئی او میں نے اس رسی کو پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا مگر میں اس رسی کو نہ پکڑ سکا۔ فَاَوَّلَ ذٰلِکَ بِالنَّبِيِّ يُبْعَثُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ وَ اَنَّهٗ لَا يُدْرِكُهٗ تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں، اور یہ شخص ان کو نہیں پاسکے گا۔ پس میں نے اپنے بیٹوں کو یہ خواب سنایا اور تعبیر بھی بتائی۔ وَ اَمَرَهُمْ وَ اَوْصَاهُمْ اَنْ اَدْرَكُوْهُ اَنْ يُسْلِمُوْا اور ان کو حکم اور وصیت کی کہ اگر نبی کو پائیں تو اس پر اسلام لائیں۔

ان کے بیٹوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زمانہ پایا۔ اور ان کے بیٹے حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا۔ پھر اس کے بیٹے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں مشہور قصیدہ بانت سعاد لکھا۔ اور بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پڑھا تو رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خوش ہو کر ان کو چادر مبارک عنایت فرمائی۔[1117]

امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف لطیف مدارج النبوۃ شریف میں رقم طراز ہیں کہ ابونعیم بروایت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نقل کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرد نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ لوگ حساب کتاب کے لئے جمع ہوئے ہیں اور تمام نبیوں کو بلایا گیا ہے۔ جملہ نبی علیہم السلام

[1117] (حجۃاللہ علی العالمین، ص ۲۱۰)

اپنی اپنی امت کے ساتھ آئے اور ہر نبی کے لئے دو نور اور ہر امتی کے لئے ایک نور جو ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا دیکھا گیا۔ اس کے بعد حضور اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بلایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہر موئے تن مبارک کے ساتھ ایک ایک نور تھا۔ اور آپ کے ہر امتی کے ساتھ دو نور تھے۔ اس پر کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرد سے دریافت کیا کہ تم نے جو اپنے خواب کی تفصیل بیان کی ہے کیا تم نے ایسا کہیں پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا خدا کی قسم! خواب میں ایسا دیکھنے کے سوا کہیں اور کسی جگہ ایسا نہیں پڑھا۔ تو حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں کعب کی زندگی ہے، یہ صفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت کی ہے۔ اور وہ صفت تمام نبیوں اور ان کی امتوں کی ہے۔ یہی کتاب الٰہی میں ہے گویا تو نے تورات میں اسے پڑھا ہے۔[1118]

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور چچا کا بیان

دیوبندی حضرات کے مولوی محمد علی صاحب کاندھلوی سیالکوٹی اپنی کتاب معالم القرآن میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میرے باپ اور چچا دونوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ملنے گئے۔ یاد رہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور چچا دونوں بہت بڑے یہودی علماء میں سے تھے۔ دونوں نے بڑی دیر تک آپ سے گفتگو کی جب گھر واپس آئے تو میں نے اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنی ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ واقعی یہ وہی

[1118] (مدارج النبوت فارسی، ج ۱، ص ۱۱۴)

نبی ہیں جن کی خبریں ہماری کتابوں میں ہیں۔ میرے چچا نے والد سے دریافت کیا خدا کی قسم! یہ والد صاحب کا جواب تھا۔ چچا بولے کیا تم کو اس کا یقین ہے؟ ہاں والد نے کہا۔ چچا نے دریافت کیا کہ پھر کیا ارادہ ہے؟ والد نے کہا کہ جب تک جان میں جان ہے مخالفت کروں گا۔[1119]

تورات میں مدینہ منورہ کے نام

غیر مقلدین کی شہرۂ آفاق شخصیت نواب صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان میں لکھا ہے کہ سہیلی کا قول ہے کہ تورات میں مدینہ منورہ کے گیارہ نام ہیں۔

مدینہ، طابہ، طیبہ، جلیلہ، حابرہ، محبہ، محبوبہ، قاصمہ، مجبورہ، عدرا، مرحومہ۔[1120]

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مدینہ کو خطاب کرکے فرماتا ہے:

یَا طَیِّبَۃُ وَیَا طَابَۃُ وَیَا سَکِیْنَۃُ لَا تَقْبِلِی الْکُنُوْز ارفع اجاجرک علی اجاجیر لقویٰ۔[1121]

تورات میں مدینہ منورہ کے چالیس نام

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں مدینہ منورہ کے چالیس نام ہیں۔[1122]

1119 (معالم القرآن، ج ۱، ص ۲۹۸ از محمد علی کاندھلوی)

1120 (ترجمان القرآن بلطائف البیان، ج ۱۱، ص ۲۶۸)

1121 (ترجمان القرآن، ج ۱۱، ص ۲۶۸)

1122 (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۴، ترجمان القرآن، ج ۱۱، ص ۲۶۸، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۵)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں داخل ہونے کی دعا فرمانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اِنَّ مُوْسیٰ لَمَّا نَزَلَتْ عَلَیْہِ التَّوْرَاۃ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی انہوں نے اس میں اس امت مرحومہ کے فضائل پڑھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّتُھُمُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ اے میرے پروردگار میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے جو سب سے آخری ہوگی مگر سب پر سبقت لے جانے والی ہے۔ فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ اس کو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلْکَ اُمَّۃُ احمد وہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّتُھُمُ السَّابِقُوْنَ الْمَشْفُوْعُ لَھُمْ فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ۔ اے رب کریم! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ دیکھا ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔ پس اس کو میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے، پھر عرض کی: یَا رَبِّ اَنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃ ھُمُ الْمُسْتَجِیْبُوْنَ الْمُسْتَجَابُ لَھُمْ فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ۔ اے رب کائنات! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر خیر دیکھا ہے کہ جو تیری طرف رجوع کرتی رہے گی اور تو اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا رہے گا، اس کو میری امت بنادے تو خدا تعالیٰ فرمائے گا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض گزار ہوئے کہ یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃ اَنَاجِیْلُھُمْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ یَعْرُؤنَھَا ظَاھِرًا فَاَجْعَلْھَا اُمَّتِیْ۔ اے رب اکبر! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا بیان پڑھا ہے

کہ جو تیرے احکامات کی کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ کرے گی، اور اسے از بر پڑھے گی اسے تو میری امت کر دے۔ تو ارشاد باری ہوا وہ حضرت احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر التجاء کی یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃً یاکلون الفیٔ فاجعلھا اُمّتِیْ۔ اے میرے رب میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا حال پڑھا ہے جو فئی کھائے اسے تو میری امت قرار دے دے تو فرمان ہوا کہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃً یَجْعَلُوْنَ الصَّدَقَۃَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ وَیُؤْجَرُوْنَ عَلَیْھَا فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ۔ اے میرے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کو دیکھا ہے جو صدقہ خود کھائے گی لیکن اس پر بھی وہ ثواب کی حقدار ہو گی۔ اس کو میری امت بنادے تو جواب ملا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃً اِذَاھُمْ اَحَدُھُمْ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کتب لہ حَسَنَۃً وَاحِدَۃً فَاِنْ عَمِلَھَا کتب لہٗ عشر حَسَنَات فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ۔ اے رب العالمین! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کے بارے دیکھا ہے کہ جب وہ لوگ نیکی کا ارادہ کریں گے تو ایک نیکی کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں اسی وقت لکھ دیا جائے گا، خواہ اس پر عمل نہ کر سکیں اور اگر اس نیکی کو کرلیں تو ان کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ لی جائیں گی۔ اس امت کو میری امت بنادے تو ارشاد ہوا کہ وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کرنے لگے یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّۃً اِذَاھُمْ اَحَدُھُمْ بِسَیِّئَۃٍ وَلَمْ یَعْمَلْھَا لَمْ تکتب وَاِنْ عَمِلَھَا کَتَبَتْ عَلَیْہِ سَیِّئَۃً وَاحِدَۃً فَاجْعَلْھَا اُمَّتِیْ۔ اے رب تعالیٰ! میں نے تورات کی تختیوں میں سے ایک امت کے متعلق پڑھا ہے کہ وہ لوگ اگر برائی کا قصد کریں گے اور اس کا ارتکاب نہ کر سکیں گے تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امت ہے۔ پھر

عرض کیا: یَارَبِّ اِنِّیۡ اَجِدُفِی الۡوَاحِ اُمَّۃً یُؤۡتُوۡنَ الۡعِلۡمَ الۡاَوَّل وَالۡعِلۡمَ الۡاٰخِر فَیَقۡتُلُوۡنَ قرون الضلالۃ الۡمَسِیۡح الدجّال فَاجۡعَلۡهَا اُمَّتِیۡ۔ اے میرے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک امت کے بارے میں دیکھا ہے کہ جن کو اول و آخر کا علم عطا فرمایا جائے گا اور وہ گمراہی کے سب سے بڑے مرکز دجال کے ساتھ جہاد کریں گے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہلاک کرنا ہے۔ اسے میری امت بنادے۔

توجواب ملا وہ تو حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے اس کے بعد حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا یَارَبِّ فَاجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ اُمَّۃِ اَحۡمَدَ اے رب کریم! پس مجھے ہی احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا امتی بنادے۔[1123]

(الانوار المحمدیہ فی السیرۃ المصطفویہ، ص ۲۵۰ تا ۲۵۱)

فصل دربیان مسائل وفضائل عمامہ

مسائل وفضائل عمامہ کے بیان میں

مقدمہ

۱۔ عمامہ بکسر العین یعنی عین کے نیچے کسرہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ (قاموس، شرح شمائل)

اور بعض نے ضمہ بھی پڑھا ہے (قاموس) لیکن اس پر فتحہ پڑھنا غلط ہے۔ (تاج العروس، شرح شمائل، الدعامہ)

۲۔ عمامہ کی تعریف: لغت میں عمامہ کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو سر پر باندھی جائے اور اس سے سر کو لپیٹا جائے خواہ اون کی ہو یا روئی وغیرہ کی خواہ اس کے نیچے ٹوپی ہو یا نہ ہو، لیکن سنت کے لئے اس

1123 (جواھر البحار، ج ۲، ص ۷۳، ۷۴، خصائص الکبریٰ، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۹، جلاء الافھام، ص ۱۰۸، الصلوٰۃ والسلام، ص ۱۰۶، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۱۸)

کپڑے کا سات شرعی گز ہونا ضروری ہے۔ جب مطلق عمامہ بولا جاتا ہے تو متبادر و متعارف یہی ہوتا ہے۔

۳۔ عمامہ کی جمع عمائم ہے جیسا کہ ثبوت عمامہ کے ضمن میں یہ حدیث شریف آرہی ہے کہ **العمائم تیجان العرب** (عمامہ باندھنا عربوں کا تاج ہے) (مصباح، صحاح، قاموس) **عممت ای کورت العمامة علی الرأس۔** (مصباح) عممت کہتے ہیں کہ میں نے عمامہ کو سر پر لپیٹا۔

۴۔ وجہ تسمیہ: عمامہ کو عمامہ اس لئے کہتے ہیں کہ عام طور پر پورے سر کو ڈھانپ لیتا ہے۔[1124]

۵۔ باندھنے کا طریقہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم گنبد نما سر کے گرد باندھنے کا طریقہ تھا، چنانچہ شرق و غرب کے علماء اسی طرح باندھتے ہیں۔[1125]

حدثني أبو عبد السلام قال: سألت ابن عمر كيف كان النبي صلی الله عليه و سلم يعتم قال: كان يدير العمامة على رأسه ويغرزها من ورائه ويرسل لها ذؤابة بين كتفيه، اه۔[1126]
وقال هذا يدل على انها عشرة اذرع و الظاهر انها كانت نحو العشرة او فوقها بيسير، اه۔[1127]

عبد السلام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیسے عمامہ باندھتے تھے تو فرمایا اپنے سر پر عمامہ کے کور (بل) گول باندھتے اور پیچھے کی طرف اس کا سرا اڑستے شملہ دو کندھوں کے درمیان چھوڑتے اور فرمایا یہ دس گز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ دس گز تھا یا تھوڑا سا اس سے زائد۔

1124 (الدعامہ، ص ۴)
1125 (رسالہ آداب سید البشر، تحفۃ الرسولیۃ، ہدایت الابرار، ص ۳۶)
1126 (ابو الشیخ قسطلانی، ص ۲۴۸، ج ۸، بیهقی فی الشعب)
1127 (سیوطی، شرح المواهب، شرح شمائل، مناوی ابن سلمان، شیخ جسوس، محاضرۃ الاوائل، دعامہ، ص ۷۷)

۶۔ عمامہ کی ابتداء: سب سے پہلے اپنے سر پر عمامہ باندھنے والے ہمارے آقا و مولا سیدنا آدم علیہ السلام تھے کہ جب جنت سے دنیا میں تشریف لائے تو جبریل امین نے باندھا تھا۔
دوسرے شخص ذوالقرنین تھے جب ان کے سر پر قرن نکل آئے تھے تو ان کو چھپانے کے لئے عمامہ باندھا۔[1128]

مقاتل بن حبان نبطی سے مروی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی جس میں ہے کہ نبی امی صاحب جمل، مدرعہ اور صاحب عمامہ کی تصدیق کرو۔ (الحدیث)
اس سے صاحب عمامہ کی وجہ تسمیہ بھی ماخوذ ہوتی ہے نیز یہ بھی اشارتاً معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ ظاہر ہوں گے تو عمامہ استعمال کریں گے۔

۷۔ عمامہ فرشتوں کی علامت ہے: درج ذیل آنے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ اور کندھوں کے مابین شملہ رکھنا فرشتوں کی علامت ہے جیسا کہ چند احادیث میں یہ مذکور ہے، اھ۔[1129]

۱۔ عن رکانۃ بن عبد یزید بن ھاشم قال قال ررسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم من لبس العِمامۃ یُعطی بکلِّ کَوْرَۃٍ یُدَوِّرُھا علی رأسِہ او قلنسوتہ نُورًا۔[1130]

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا جس نے عمامہ باندھا تو اسے عمامہ کے ہر بل کے عوض جو اس نے سر یا ٹوپی پر لپیٹا نور عطا کیا جائے گا۔

1128 (اوائل سیوطی، محاضرۃ الاوائل، الدعامۃ، ص ۵)

1129 (الدعامہ، ص ۶۸)

1130 (اخرجہ الماوردی، الدعامہ، ص ۷)

۲۔عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم من اعتمَّ فلہ بکلِّ کورةٍ حسنةٌ، فإذا حطّ فلہ بکلِ حطةٍ حطةُ خطیئةٌ۔[1131]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے عمامہ باندھا تو اسے ہر بل کے عوض نیکی ملے گی اور اس کا ایک گناہ معاف ہو گا۔

۳۔ آئندہ آنے والی وضو، جمعہ اور نماز وغیرہ کی ترغیب والی احادیث سے عمامہ کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے ان کی طرف رجوع فرمایئے۔

۴۔فِیهِ سَكِینَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ (البقرة ۲۴۸)

ترجمہ: جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی۔

مفسرین اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وہ برکات حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور مصلّٰی اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور عمامہ تھے۔(تفسیر خازن و مدارک)

مقصد

اس میں پانچ فصول ہیں۔

فصل اول
عمامہ سنت ہے، مسلمان اور ملائکہ کی علامت ہے

۱۔ بدانکہ عمامہ پوشیدن سنت است و احادیث در فضل عمامہ بسیار آمدہ است۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ عمامہ پہننا سنت ہے، عمامہ کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔[1132]

[1131] (اخرجہ الرامھرمزی فی الامثال، الدعامة، ص ۷)

[1132] (شرح سفر السعادت، ج ۲، ص ۴۲، اشعة اللمعات، ج ۲، ص ۵۵۳، لباس حاشیہ ترمذی، ص ۲۱۹)

دلیل ۲:فالعمامۃسنۃ۔[1133]

عمامہ سنت ہے۔

دلیل ۳:و العمامۃسنۃ لا سیما للصلوٰۃ و لقصد التجمل لاخبار کثیرہ، اھ۔

عمامہ سنت ہے خصوصًا نماز اور قصد زینت کے لئے بکثرت احادیث کی بناء پر۔[1134]

دلیل ۴: و للتمیز بیننا و بین الکفار[1135] مفاد الاحادیث ان العذبتہ من السنۃ لان سنیۃ ارسالھا اذا اخذت من فعلہ علیہ السلام فاولی سنیۃ اصلھا، اھ۔[1136]

ہمارے اور کفار کے درمیان امتیاز کے لئے احادیث سے مستفاد ہے کہ شملہ رکھنا سنت ہے کیونکہ شملہ چھوڑنے کا سنت ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے ثابت ہے تو اس کے اصل کا سنت ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔

دلیل ۵:ان العمامۃسنۃمؤکدۃمحفوظۃلم یتر کھا الصلحاء، اھ۔[1137]

عمامہ سنت مؤکدہ محفوظہ ہے جسے صلحاء نے ترک نہیں کیا۔

عمامہ کا مسلمان اور ملائکہ کے لئے علامت ہونے کا بیان آگے آرہا ہے۔

دلیل ٦:العمامۃسنۃالمسلمین، اھ۔[1138]

عمامہ مسلمانوں کی سنت ہے۔

[1133] (تیسیر عزیزی، شرح جامع صغیر سیوطی، دعامہ، ص ۴۹)

[1134] (شرح شمائل مناوی، شرح شمائل باجوری، حاشیہ جامع صغیر، تحفۃ المحتاج شرح المنھاج، دعامہ، ص ۱۵، حاشیہ ترمذی، ص ۵۰۳، افضل الکلام فی العمامۃ، ص ۳۵)

[1135] (حاشیہ جامع صغیر شیخ حفنی دعامۃ، ص ۱۵)

[1136] (شرح مواھب، شرح المنھاج ابن حجر، دعامہ، ص ۴۹)

[1137] (شرح شمائل باجوری، دعامہ، ص ۴۹)

[1138] (ابن عربی دعامہ، ص ۱۶، ۳۶)

دلیل۷: العمامۃ سنۃ الاسلام، اھ۔[1139]

عمامہ اسلام کا شعار ہے۔

دلیل۸: السُّنَّۃُ أَنْ یَلْبَسَ الْقَلَنْسُوَۃَ وَالْعَمَائِمَ، اھ۔[1140]

ٹوپی پر عمامہ پہننا سنت ہے۔

دلیل۹: جاء رجل الی ابن عمر فقال یا اباعبدالرحمٰن العمامۃ سنۃ فقال نعم۔[1141]

ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آکر کہا کیا عمامہ سنت ہے؟ تو فرمایا ہاں سنت ہے۔

دلیل ۱۰: کہا علامہ طیبی نے کہ حدیث عمرو بن حریث سے ثابت ہوتا ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے۔[1142]

دلیل ۱۱: فنقل سالم عن الصحابۃ: أنھم إذا أطلقوا السنَّۃ لا یریدون بذلک إلا سنَّۃ النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔[1143]

حضرت سالم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مطلق سنت کا لفظ بولتے ہیں تو وہ سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مراد لیتے ہیں۔

صرف ٹوپی خلاف سنت اور کفار کی علامت ہے۔

1139 (ابن عربی دعامہ، ص ۱۶، ۳۶)

1140 (ابن جزری، جمع الوسائل، شرح شمائل مناوی، جامع صغیر للسیوطی، دعامہ، ص ۳۴، ۳۵، مرقاۃ عن الجزری، ج۴، ص ۴۲۷)

1141 (عینی شرح بخاری، باب لباس، ج ۱۰، ص ۲۳۲)

1142 (مظاھر حق، خطبہ جلد اول، ص ۴۷۰)

1143 (شرح نخبہ)

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعَمَائِمِ وَيَلْبَسُ بِغَيْرِ الْقَلَانِسِ اهـ. وَلَمْ يُرْوَ أَنَّهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَبِسَ الْقَلَنْسُوَةَ بِغَيْرِ الْعِمَامَةِ۔ [1144]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ٹوپی پر عمامہ باندھتے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھتے تھے اور یہ مروی نہیں کہ آپ نے بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی سر پر رکھی ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ صرف ٹوپی رکھنا کفار کی علامت ہے اور خلاف سنت کیوں نہ ہو جب کہ حدیث رکانہ میں بھی صرف ٹوپی کو علامت کفار فرمایا ہے۔

۲۔أَمَّالُبْسُ الْقَلَنْسُوَةِفَهُوَ زِيُّ الْمُشْرِكِينَ، اهـ۔ [1145]

لیکن صرف ٹوپی رکھنا کفار کی نشانی ہے۔

۳۔فاما المسلمون یلبسون القلنسوۃ فوقھا العمامۃ۔

لیکن مسلمان تو ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور سر پر تنہا ٹوپی رکھنا کفار کی علامت ہے۔

فالعمامۃ سنۃ، اھ۔

عمامہ سنت ہے۔ [1146]

عمامہ شعار اسلام ہونے کی وجہ سے ذمی کے لئے پہننا ممنوع ہے

دلیل نمبر ۱: عمامہ پہننا ذمی کے لئے ممنوع ہے، اگرچہ میلا ہو یا زرد رنگ کا صواب قول یہی ہے۔(بحر اور رشیاہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے، ص ۳۵۰)

[1144] (مرقاۃ المفاتیح، ج۷، ص ۲۷۷۷، الناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان)

[1145] (شرح شمائل باجوری، جامع الصغیر للسیوطی، الدعامۃ، ص ۸۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

[1146] (ابن العربی، التیسیر العزیزی، جمع الوسائل، شرح شمائل مناوی، حاشیہ جامع الصغیر علامہ حفنی، تحفۃ المحتاج، شرح المنهاج، فیض القدیر مناوی، حاوی للفتاوی، شرح شمائل شیخ جسوس، سیرت حلیہ، الدعامۃ، ص ۳۷)

دلیل نمبر ۲: عمامہ اور دیگر لباس میں مسلمان اور ذمی کے درمیان امتیاز ضروری ہے۔[1147]

دلیل نمبر ۳: لباس، ہیئت، سواری، زینت اور ہتھیار میں ذمی کا ہم سے فرق کرنا ضروری ہے۔[1148]

عمامہ مسلمان کی علامت و شعار ہے

دلیل نمبر ۱: وعن رکانة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس"۔[1149]

حضرت رکانہ بن یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق و امتیاز ٹوپیوں پر عمامے پہننا ہے۔

دلیل نمبر ۲: عن رکانة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "العمامة على القلنسوة فصل بيننا وبين المشركين"۔[1150]

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ٹوپی پر عمامہ پہننا ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیاز ہے۔

دلیل نمبر ۳: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم العمامة سيما (فارق) بين المسلمين والكافرين۔[1151]

1147 (مجمع الانہر، ج ۱، ص ۷۱۶)

1148 (درمختار، ج ۲، ص ۵۰۵)

1149 (ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۰۹، الدیلمی و طبرانی کبیر ترمذی، ص ۲۲۴ باب لباس، دعامہ، ص ۱۳، القسطلانی باب العمائم، ص ۴۲۸، مشکوٰۃ شریف باب لباس، ص ۳۱۹)

1150 (اخرجه الماوردی، الدعامة، ص ۷)

1151 (اخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس، کنوز الحقائق، ص ۸۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ عمامہ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز ہے۔

دلیل نمبر ۴: قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا وضعوا عزھم فی روایة وضع اللہ عزھم ای ان العمائم بمنزلة تیجان الملوک۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ عرب کا تاج ہے جب اسے اتار دیں گے تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عزت (ختم کر) دے گا یعنی عمامے عرب کے لئے بمنزلہ شہنشاہوں کے تاج کے ہیں۔

اس حدیث کو مرفوعًا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابو نعیم نے حلیہ میں، ابن سنی، دیلمی نے روایت کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا قضاعی نے مسند الشھاب میں، دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا م معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رامھرمزی نے الامثال میں روایت کیا، حضرت مکحول سے مرسلاً ابو عبداللہ محمد وضاح نے روایت کیا، نیز جامع الصغیر، کنوز الحقائق، ص ۸۵، الدعامة، ص ۷، ۶، ۵ میں موجود ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمامہ مسلمانوں کا شعار ہے۔

دلیل نمبر ۵: عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان العمائم وقار للمؤمن وعز للعرب فإذا وضعت العرب عمائمها فقد وضعت عزھا۔

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عمامہ مؤمنوں کے لئے وقار اور عرب کی عزت وناموس ہے، جب اسے سر سے اتار پھینکیں گے تو گویا وہ عزت وناموس کو اتار دیں گے۔

اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا نیز یہ الدعامہ میں بھی ہے یعنی عمامہ مسلمانوں کی عزت ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

عمامہ فرشتوں کا شعار ہے

دلیل نمبر ۱: عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بالعمائم فَإِنَّهَا سيماء الْمَلَائِكَة وأخوها خلف ظهوركم۔[1152]

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تم پر عمامہ لازم ہے کہ فرشتوں کی علامت ہے اور اس کا شملہ پس پشت چھوڑ دو۔

(اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔)

دلیل نمبر ۲: عن عبد اللہ بن عباس و مالک بن اوس وعلی قالوا الرسول علیہ السلام مُسَوِّمِينَ قالَ معلّمينَ و كانت سيما الملائِكةِ العمائم۔ (الحدیث)

حضرت ابن عباس، مالک بن اوس اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا مسومین کا معنی معلمین (علامت والے) ہے اور فرشتوں کی علامت ونشانی عمامہ ہے (آخر حدیث تک)۔

جیسا کہ عمامہ کے رنگوں کے بیان میں جو کہ چالیس محدثین سے ثابت ہیں، اس بیان میں آرہی ہیں علیم بالعمائم سے عمامہ کی مواظبت ثابت ہورہی ہے، اھ۔ جس سے ثابت ہوا کہ عمامہ پہننا سنت مؤکدہ ہے۔

[1152] (شعب الایمان، مشکوٰۃ المصابیح باب اللباس، ص ۳۰۵)

دوسری فصل
استطاعت کے باوجود بلا عمامہ نماز مکروہ تحریمہ ہے اور اسے معیوب سمجھنا کفر ہے

النوع الاول

بغیر عمامہ کے نماز مکروہ تحریمہ ہے۔

دلیل نمبر ۱: عمامہ پہننا سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا قدرت و استطاعت کے باوجود بلا عمامہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہوا۔[1153] بحر سے مکروہات نماز نقل کرتے ہوئے۔[1154]

دلیل نمبر ۲: عمامہ اسلام، مسلمان اور ملائکہ کا شعار ہے علیکم بالعمائم سے مامور بہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، نیز تفصیلی بیان آئندہ آرہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کے بغیر نماز مکروہ تحریمہ ہے۔

دلیل نمبر ۳: تُكْرَهُ الصَّلَاةُ حَاسِرًا رَأْسَهُ إِذَا كَانَ يَجِدُ الْعِمَامَةَ وَقَدْ فَعَلَ ذَلِكَ تَكَاسُلًا أَوْ تَهَاوُنًا، كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ۔

ننگے سر نماز مکروہ تحریمہ ہے جب کہ عمامہ موجود ہو کیونکہ اس نے اب یہ فعل سستی و کاہلی کی بناء پر کیا اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔[1155]

اور یہی مختار ہے، اسی طرح غیاثیہ میں ہے، اھ۔[1156]

[1153] (شامی، ج ۱، ص ۴۳۹)

[1154] (تلویح شامی باب السنن، ج ۱، ص ۳۱۵، باب الکراھیۃ بحوالہ زیلعی، ج۵، ص ۲۱۵)

[1155] (عالمگیری، باب مکروہ الصلوٰۃ، ص ۱۴۸، نور الایضاح و المراقی، ص ۲۱۴، المیہ و کبیری، ص ۳۹۲، تنویر الابصار و الدر المختار، ص ۴۳۱، شرح وقایہ، ص ۱۸)

[1156] (مجموعہ سلطانی، ص ۴۳ و خلاصہ، ص ۶۱)

دلیل نمبر ۴: اور اس کا سبب یہ ہے کہ سر چھپانا مشکل لگتا ہو اور نماز میں اس کو کوئی اہمیت نہ دیتا ہو جس کی وجہ سے نماز میں سر پر عمامہ نہیں رکھتا، یہی معنیٰ ہے فقہاء کرام کے اس قول وتھاونا بالصلوٰۃ کا۔[1157]

حلیہ میں ہے:

اصل الکسل ترک العمل لعدم الإرادۃ فلو لعدم القدرۃ فھو العجز۔[1158]

کسل کا معنیٰ ہے ارادہ نہ ہونے کی وجہ سے عمل ترک کر دینا کیونکہ اگر عمل کی استطاعت ہی نہ ہو تو اسے عجز و عاجز ہونا کہتے ہیں کسل نہیں۔

میں اقوال کہتا ہوں کہ عمامہ کے نیچے ٹوپی ہو یا نہ ہو برابر ہے، اگر درمیان سے سر ننگا ہو تو اسے کونہ حاسرًا کہتے ہیں جو کہ مکروہ کی ایک صورت ہے۔

اس پر دلیل اگر درمیان سے ٹوپی ننگی ہونا کونہ حاسدًا میں شامل ہے۔ مذکورہ بالا دلیل نمبر ۳ سبب والی صورت ہے اسی طرح دلیل نمبر ۴ اور ۵ ہے۔

نیز طحطاوی میں جو اعتجار کی تعریف ہے وہ یہ ہے:

والمراد أنہ مکشوف عن العمامۃ لا مکشوف أصلا کما یاتی۔[1159]

اعتجار سے مراد یہ ہے کہ درمیان میں سر عمامہ سے ننگا ہو نہ یہ کہ (بغیر ٹوپی) ننگا ہو۔

الرابع: قولھم تکرہ ان یصلی وھو معتجر وھو ان یشد حول رأسہ العمامۃ ویکشف ھامتہ اھ۔

[1157] (کبیری، ص ۳۹۲، شامی، ج ۱، ص ۴۳۱)

[1158] (حلیۃ، ج ۱، ص ۳۱)

[1159] (حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح، ج ۲، ص ۳۶۵، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان)

چوتھا فقہاء کا قول ہے کہ اعتجار کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کے ارد گرد دستار باندھ لے اور کھوپڑی ننگی رکھے۔[1160]

اسی طرح بحر الرائق میں ہے، اھ۔[1161]

دستار سر سے اتار کر زمین پر رکھنا یا زمین سے اٹھا کر سر پر رکھنا، دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہے۔

اسی طرح السراج الوھاج میں ہے، اھ۔[1162]

کیونکہ اس نے استطاعت کے باوجود بغیر دستار کے نماز پڑھی ہے۔

مطلق کراہت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہوتا ہے۔[1163]

کل مکروہ حرام عند الامام محمد و عندھما لا لکن الحرام اقرب۔[1164]

ہر مکروہ امام محمد کے نزدیک حرام ہے اور شیخین کے نزدیک نہیں، البتہ حرام کے نزدیک ترین ہے، اھ۔

سوال: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمامہ سنت مؤکدہ ہو اور اس کا ترک مکروہ ہو، جبکہ فقہاء کرام نے فرمایا: **والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص و ازار و عمامة۔** مرد کا تین کپڑوں

1160 (خلاصه فی بیان المکروهات، ص ۶۱، زیلعی، ص ۱۲۴، عالمگیری، ص ۱۴۹، نور الایضاح و مراقی الفلاح، ص ۲۱۰، منیة و کبیری، ص ۳۹۳، درمختار، ج ۱، ص ۴۳۸، ردالمختار باب کراهة تحریمیه، ج ۱، ص ۴۳۹، طحطاوی کی مذکورہ بالا اعتجار کی تعریف، ص ۲۱۰، ولوالجی نے کہا: اور نماز سے خارج بھی مکروہ ہے۔)

1161 (عالمگیری باب المکروہ، ص ۱۴۹)

1162 (هندیه، ج ۱، ص ۱۵۰)

1163 (شامی، ج ۱، ص ۸۹، ۳۴۳، ج ۱، ص ۴۲۶)

1164 (تنویر الابصار، ج ۵، ص ۲۱۵)

میں نماز پڑھنا مستحب ہے، وہ یہ ہیں قمیض، چادر اور عمامہ۔ خلاصۃ الفتاویٰ، ج ا، تاتارخانیہ، بدائع الصنائع، التحفہ، کبیری وغیرھا، چادر اور عمامہ۔

جواب نمبر ا: نماز کے لئے مجموعی طور پر تین کپڑے مستحب ہیں نہ یہ کہ انفرادی طور پر ورنہ یہ قول قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے کیونکہ ستر عورت کی مقدار فرض ہے جیسا تمام متون شروحات اور فتاویٰ جات کی کتب میں موجود ہے۔

جواب نمبر ۲: یہاں لفظ مستحب بمعنی سنت ہے سابقہ دلیل کے مطابق اور مستحب اور سنت ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق جائز ہے۔[1165]

سوال: علماء کرام فرماتے ہیں اگر نمازی ایک ہی کپڑے سے تمام بدن کو ڈھانپ کر نماز پڑھے تو جائز ہے؟ (بدائع، تحفہ، کبیری وغیرہ)

جواب: لفظ جواز کا معنی ہے جو شرعًا ممنوع نہ ہو لہٰذا امباح، مکروہ، مستحب، سنت اور واجب سب پر جواز کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ (شامی، جلد اول)

ہر وہ لباس جو خلاف سنت ہو وہ مکروہ ہے۔[1166]

النوع الثانی: عمامہ کو حقیر سمجھنا کفر ہے

دلیل نمبر ا: ان فعله استخفافا کفر۔

اگر حقارت سے کیا تو کافر ہو گیا۔[1167]

[1165] (غایۃ الاوطار، ج ا، ص ۸۵)
[1166] (جامع الرموز، ص ۴۳۲)
[1167] (طحطاوی، ص ۲۱۶)

دلیل نمبر ۲: و اما الاستھانة لھا کفر۔[1168]

اور لیکن اس (عمامہ) کی اہانت کرنا کفر ہے۔

دلیل نمبر ۳: ولیس معناه الاستخفاف بھا و الاحتقار لانہ کفر، اھ۔[1169]

اور اس کا معنی ”معمولی سمجھنا اور حقیر جاننا“ نہیں کیونکہ وہ تو کفر ہے۔

دلیل نمبر ۴: من استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه کفر، اھ۔[1170]

جس نے قبیح جانتے ہوئے عمامہ کے کچھ حصہ کو گلے کے نیچے کرلیا تو وہ کافر ہوگیا۔

تیسری فصل
قرآن سے عمامہ کا ثبوت

۱۔ یُمۡدِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ بِخَمۡسَةِ آلَافٍ مِنَ الۡمَلَائِکَةِ (آل عمران ۱۲۵)

ترجمہ: تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

اس آیت کے تحت متعدد مفسرین اور چالیس محدثین نے ذکر کیا ہے کہ سومتہ سین کے ضمہ کے ساتھ کا معنی عمامہ ہے اور فرشتوں کی علامت عمامہ تھی، جیسا آئندہ عمامہ کے رنگوں کے ضمن میں آرہا ہے۔[1171]

جبکہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا:

علیکم بالعمائم فانھا سیما الملائکة۔

تم پر عمامے لازم ہیں کہ یہ فرشتوں کی علامت ہے۔

1168 (الدر المختار، ج ۱، ص ۴۳۱)

1169 (کبیری، ص ۳۹۲)

1170 (مسائرہ لابن ھمام، دعامة، ص ۱۸، مسامرہ، ص ۱۴۹، ظھیریہ، خلاصہ، شرح فقہ اکبر لملاعلی قاری، ص ۲۰۹، بحر، ج۵، ص ۱۲۹، شامی، ج۳، ص ۲۶۹)

1171 (سیرت شامی، دعامہ، ص ۴)

جیسا کہ یہ حدیث آرہی ہے:

۲۔وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ (المدثر ۴)

ترجمہ: اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

اس آیت میں ثیاب جمع ثوب کی ہے اور جمع کا اطلاق تین افراد پر ہوتا ہے جو کہ قمیص، چادر اور عمامہ ہیں جیسا کہ خلاصہ کے حوالہ سے اس کا ذکر ہو چکا ہے اس میں نماز کا ذکر بھی ہے جس پر قرینہ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (المدثر ۳) ہے۔

۳۔يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ۳۱)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔

اس میں فرمایا جب تم نماز پڑھنا چاہو تو زینت والا لباس پہنو۔ اور سنت بھی یہی ہے کہ نمازی اچھی ہیئت اور لباس میں نماز پڑھے کیونکہ انسان نماز میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، لہٰذا طہارت و ستر کی طرح زینت بھی مستحسن ہے، اھ (مدارک) میں کہتا ہوں کہ عمامہ اچھی ہیئت سے ہے لفظ خذوا امر ہے جس میں اصل وجوب ہے لیکن یہاں سنت ہے۔

چوتھی فصل
احادیث سے عمامہ کا ثبوت

نوع اول: احادیث سابقہ و لاحقہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کی لباس وغیرہ میں بھی اقتداء ثابت ہوتی ہے، لباس میں عمامہ بھی شامل ہے۔ نیز یہ فرشتوں کی علامت ہے۔ مومنوں اور اسلام کا شعار ہے مسلمانوں اور کفار کے درمیان امتیاز ہے اور مساجد اور بالخصوص جمعہ میں تجمل وزینت کی زیادہ تاکید کی گئی ہے، زینت لباس میں عمامہ بھی شامل ہے۔

دوسری نوع: احادیث میں عمامہ کا حکم ہے۔

۱۔عن عبادة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: علیکم بالعمائم۔[1172]

عبادۃ بن صامت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ کو لازم پکڑو۔

۲۔عن اسامة بن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اعتموا تزدادوا حلما۔[1173]

اسامہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا عمامہ پہنو کہ اس سے حلم و وقار بڑھتا ہے۔

۳۔یہی اسامہ والی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعًا طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے اور بزاز نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی حدیث کے شواہد ذکر کئے ہیں، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر شواہد سے ضعف دور ہو جاتا ہے۔[1174]

۴۔نیز رامھرمزی اور دعامہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۵۔عن اسامة بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اعتموا تحلموا۔[1175]

اسامہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ پہنو، باوقار بنو۔

۶۔عن سالم دخلت علی ابن عمر و قال لی یا بنی اعتم تحلم و تکرم۔[1176]

[1172] (شعب الایمان للبیھقی، مشکوٰۃ المصابیح، باب لباس، ص ۳۷۵، ابن عدی، طبرانی کبیر، دعامہ، ص ۸)

[1173] (ابن عدی، ابن قانع، بیھقی، دعامہ، ص ۱۱)

[1174] (دعامہ، ص ۱۱)

[1175] (اخرجہ محمد بن مصناح، دعامہ، ص ۱۰)

[1176] (ابن نجار، دعامہ، ص ۱۲)

سالم کہتے ہیں کہ میں ابن عمرو کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا بیٹا عمامہ پہن باوقار اور باعزت بن جائے گا۔

۷۔عن عبدالاعلی بن عدی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم هکذا فاعتموا فإن العمائم سیما الإسلام۔

عبد الاعلیٰ بن عدی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اس طرح عمامہ پہنو کہ عمامہ اسلام کا شعار ہے۔[1177]

۸۔عن ابن عوف قال عممنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم فقال یا ابن عوف هکذا اعتم۔ (الحدیث)

ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مجھے عمامہ پہنایا تو فرمایا اے ابن عوف اسی طرح عمامہ پہنا کرو۔[1178]

۹۔عن خالد بن معدان التابعی مرسلا قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم اعتموا خالفوا علی الأمم قبلکم۔[1179]

خالد بن معدان تابعی نے مرسلاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ پہنو اور پہلی امتوں کی مخالفت کرو۔

اس سبب کا تقاضہ ہے کہ اعتموا میں ہمزہ کو مکسور اور میم کو مشدد پڑھا جائے اس کا معنی ہو گا البسوا العمائم یعنی عمامہ پہنو، سر پر باندھو۔(فیض القدیر)

[1177] (ابو نعیم، قسطلانی باب العمائم، ج۸، ص ۴۲۸)
[1178] (ابن ابی شیبة، قسطلانی باب اللباس، ص ۴۲۸ و عن ابن عمر)
[1179] (شعب الایمان للبیهقی، ج۵، ص ۱۷۶، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت)

۱۰۔ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تَسَوَّمُوا فَإِنَّ الْمَلائِکَۃَ قَدْ تَسَوَّمَتْ۔[1180]

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا سر پر عمامہ باندھو کہ فرشتوں نے (بطور) علامت باندھا۔

۱۱۔ وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تعمموا فان الملائکۃ تعممت۔[1181]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ باندھو کیونکہ فرشتوں نے عمامے باندھے ہیں۔

عارف باللہ شیخ حفنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث سے فرشتوں کی صفات سے متصف ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تقاضا فرمارہے ہیں۔[1182]

نوع ثالث نماز کی فضیلت کے ضمن میں عمامہ کا عمومی ثبوت

حدیث نمبر ۱: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صَلاۃٌ، تَطَوُّعٍ وَفَرِیضَۃٍ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ۔[1183]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ کے ساتھ ایک نفلی یا فرضی نماز بغیر عمامہ کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے

1180 (ابن ابی شیبۃ، کنوز الحقائق، لباب الاخبار، ص ۳۱)
1181 (کنوز الحقائق، لباب الاخبار، ص ۳۱)
1182 (الدعامہ، ص ۱)
1183 (مسند الفردوس، مرقات المفاتیح باب اللباس، ص ۴۲۷)

ساتھ ایک نماز جمعہ بغیر عمامہ کے ستر نماز جمعہ کے برابر ہے۔(اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں، دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ملا علی قاری نے مرقات المفاتیح میں ذکر کیا ہے)۔

حدیث نمبر ۲: عن جابر قال علیه السلام رکعتان بعمامة أفضل من سبعین رکعة بغیر عمامة۔[1184]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ کے ساتھ دو رکعت بغیر عمامہ کے ستر رکعات سے بہتر ہے۔(دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا)۔

حدیث نمبر ۳: وفی روایة صلوة مع عمامة خیر من سبعین صلوة بلا عمامة، اھ۔[1185]

ایک روایت میں ہے کہ عمامہ سے ایک نماز بغیر عمامہ کے ستر نمازوں سے افضل ہے۔

حدیث نمبر ۴: قال النبی علیه السلام الصلوة مع العمامة عشرة آلاف حسنة، اھ۔[1186]

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا دس ہزار نیکی ہے۔

میں (مولانا شائستہ گل) کہتا ہوں کہ احادیث میں تین اعداد کا ذکر ہوا۔ پچیس، ستر، دس ہزار اس سے حد معین مقصود نہیں بلکہ کثرت ثواب مراد ہے، اھ۔[1187]

[1184] (مسند الفردوس، ج ۱، ص ۲۱۹، دعامہ، ص ۹، لباب الاخبار، کنوز الحقائق، ص ۲)

[1185] (قنیة، دار العمامة، دعامہ، مسلک المتقین جامہ، ص ۲۹۹، صلوة السعودی، حاشیہ شمائل ترمذی، ص ۵۰۳، اشعة اللمعات، حاشیہ ترمذی باب اللباس، ج ۱، ص ۲۱۹، رسالہ آداب سید البشر هدایة الابرار، ص ۳۶)

[1186] (کنوز الحقائق، ص ۷۷، لباب الاخبار، ص ۳۱)

[1187] (شرح الشمائل شیخ حفنی، دعامہ، ص ۹)

نوع رابع جمعہ کے لئے عمامہ کا ثبوت بعینہ مطلق نماز کے لئے ثبوت ہے

حدیث نمبر ۱: عن عمرو بن حریث ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم خطب و علیه عمامة سوداء قد ارخی طرفیها بین کتفیه یوم الجمعة۔[1188]

عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تو آپ کے سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا جس کے دونوں اطراف دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔

حدیث نمبر ۲: عن ابن عباس ان النبی ﷺ خطب الناس و علیه عمامة سوداء۔[1189]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے جمعہ کے روز لوگوں کو خطبہ دیا تو آپ پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔

حدیث نمبر ۳: عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم ان اللہ تعالیٰ و ملائکته یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعة۔[1190]

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بروز جمعہ عمامے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں (عقیلی نے اسے ضعفاء میں، ابن عدی نے کام، طبرانی نے کبیر، ابو نعیم نے حلیہ، شیرازی نے القاب میں ذکر کیا)۔

1188 (صحیح مسلم باب جواز دخول مکة بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۹ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

1189 (شمائل ترمذی، ص ۵۳)

1190 (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۵۲۹ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، و اخرج العقیلی في الضعفاء و ابن عدی فی الکامل؛ وقال منکر، و الطبرانی فی الکبیر، و أبو نعیم فی الحلیة و الشیرازي فی الألقاب، الدعامه، لباب الأخبار، ص ۳۱)

حدیث نمبر ۴: عن واثلۃ بن الاصقع نحوہ مرفوعا۔ [1191]

واثلہ بن اصقع سے بھی ایسے ہی مرفوعًا مروی ہے۔

حدیث نمبر ۵: عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم "إن للہ ملائکۃ مؤکلین بأبواب الجوامع یوم الجمعۃ یستغفرون لأصحاب العمائم البیض"۔ [1192]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے فرشتوں کی ایک جماعت مقرر ہے جو جمعہ کے روز جامع مساجد کے دروازوں پر بیٹھ کر سفید عمامہ پہن کر آنے والے نمازیوں کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۶: عن جعفر بن عمرو بن حریث عن أبیه قال رأیت النبي صلی الله علیه وسلم یخطب علی المنبر وعلیه عمامة سوداء وقد أرخی طرفیها بین کتفیه۔

وفي حدیث الحسن بن علي عند أبي داود أنه رأی النبي -صلی الله علیه وسلم- علی المنبر وعلیه عمامه سوداء قد أرخی طرفها بین کتفیه۔ [1193]

جعفر بن عمرو بن حریث اپنے باپ سے اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا تو آپ پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا جس کی طرف دونوں کندھوں کے درمیان لٹکی ہوئی تھی۔

حدیث نمبر ۷: عن ابی اسحاق قال ارانی علی بن ابی طالب وھو یخطب وعلیہ ازار ورداء وعمامۃ، اھ۔ [1194]

[1191] (طبرانی کبیر، دعامہ، ص ۱۹)

[1192] (ذکرہ السیوطي في اللالی، ج ۲، ص ۲۴، اللالی عقیلی، ابن عدی، طبرانی، ابو نعیم، شیرازی، دعامہ، ص ۹)

[1193] (ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۰۹، قسطلانی، ج ۲، ص ۴۲۸)

[1194] (درمنثور، مکارم اخلاق الطبرانی، افضل الکلام، ص ۲۸)

ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب دکھائے گئے جب کہ آپ پر تہہ بند، چادر اور عمامہ تھا۔

نوع خامس وضو کے ضمن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے عمامہ کا ثبوت جو کہ بعینہ نماز کے لئے ثبوت ہے

حدیث نمبر ۱: قال بکر وقد سمعت من ابن المغيرة ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح بناصيته وعلى العمامة وعلى الخفين۔[1195]

بکر نے کہا کہ میں نے ابن مغیرہ سے سنا کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وضو کیا تو ناصیہ، عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۲: عن ابن المغيرة بن شعبة أن النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح بناصيته وعلى العمامة وعلى الخفين۔[1196]

ابن مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وضو کیا اور اپنے ناصیہ (سر کا اگلا حصہ) عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۳: عنه مسح على الخفين ومقدم رأسه وعلى عمامته۔[1197]

انہیں سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے موزوں، اپنے سر کے اگلے حصہ اور عمامہ پر مسح کیا۔

1195 (مسلم، نووی، ج ۱، ص ۲۹۲، قسطلانی، ج ۱، ص ۲۶۸)

1196 (مسلم، نووی، ج ۱، ص ۲۹۴، نصب الراية، ج ۱، ص ۲)

1197 (مسلم نووی، ص ۲۹۸)

حدیث نمبر ۴: عن أنس بن مالک قال رأیت رسول الله -صلى الله علیه وسلم- یتوضأ وعلیه عمامة قطریة فأدخل یده من تحت العمامة فمسح مقدم رأسه ولم ینقض العمامة۔[1198]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وضو کرتے دیکھا، قطریہ (روئی) کا عمامہ تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عمامہ اتارے بغیر عمامہ کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

ابو داؤد نے اسے روایت کرنے کے بعد خاموشی اختیار کی، منذری، حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اس پر خاموشی اختیار کی، اھ۔[1199]

حدیث نمبر ۵: عن عطاء انه علیه السلام توضا فی العمامة ومسح علی الناصة۔[1200]

عطاء سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے عمامہ سر پر رہتے ہوئے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصے کا مسح کیا۔

ابن ھمام، ابن حجر اور قسطلانی نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے لیکن ایک اور وجہ سے جو کہ موصول ہے سے اس کی تائید ہو جاتی ہے۔[1201]

[1198] (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۵۶، الناشر: دار الکتاب العربي-بیروت)
[1199] (نصب الرایہ، ج ۱، ص ۲)
[1200] (بیھقی فتح القدیر، ص ۵، امام شافعی، قسطلانی، ج ۱، ص ۲۶۸)
[1201] (فتح القدیر، ص ۵، قسطلانی، ص ۲۶۸)

نوع سادس ائمہ اربعہ مجتہدین، صحاح ستہ و دیگر محدثین کی احادیث سے عمامہ کا ثبوت

احادیث امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ عن ابن عمر قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ علی بعیر أورق متقلدا بقوس متعمما بعمامۃ سوداء من وبر۔[1202]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فتح مکہ کے دن بھورے اونٹ پر کمان لٹکائے اون کا سیاہ عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔

۲۔ عن ابن عمر أن رجلا قال: یا رسول اللہ ماذا یلبس المحرم من الثیاب قال: لا یلبس القمیص ولا العمامۃ ولا القبا ولا السراویل, اھ۔[1203]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے، فرمایا: قمیص، عمامہ، جبہ اور شلوار نہیں پہن سکتا۔

احادیث امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ مذکورہ بالا حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔[1204]

[1202] (شرح مسند ابی حنیفۃ، ج ۱، ص ۲۳۲)
[1203] (مسند الامام الاعظم، ج ۱، ص ۳۷۳)
[1204] (موطا امام مالک، ص ۲۰۰)

۲۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ ان سے عمامہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا پانی کا سر کے بالوں کو لگنا ضروری ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔[1205]

احادیث امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ عطاء سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے وضو کیا تو عمامہ کو پیچھے ہٹا کر سر کے اگلے بالوں پر مسح کیا۔[1206]

نیز اس کا ذکر وضو کے بیان میں ہو چکا ہے۔

۲۔ اور اگر کوئی شخص صرف عمامہ پر ہی مسح کرتا ہے اور سر کے کسی حصہ پر مسح نہیں کرتا تو یہ جائز نہیں یہ ہمارے یعنی شافعیوں کے نزدیک بلا اختلاف ہے، اور یہی امام مالک، ابو حنیفہ اور اکثر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔[1207]

احادیث امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ مذکورہ بالا حدیث امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کی ہے، نیز اسے ابن خزیمہ، ابی عوانہ نے بھی روایت کیا۔[1208]

۲۔ وضو میں جو صرف عمامہ پر مسح کا اکتفا کرلیتا ہے تو وہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے۔[1209]

1205 (موطا امام محمد، ص ۷۰، باب المسح علی العمامة)
1206 (امام شافعی، قسطلانی، ج ۱، ص ۲۲۸)
1207 (نووی، باب مسح الخفین، ج ۱، ص ۲۹۴)
1208 (تعلیق الممجد، ص ۲۰۹)
1209 (قسطلانی، ج ۱، ص ۱۸۰، نووی المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۲۹۴)

احادیث بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ جعفر بن عمرو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔[1210]

۲۔ حدیث ابن عمر جو کہ مسند امام اعظم، امام مالک کے حوالے سے مذکور ہو چکی ہے۔[1211]

وجہ استدلال: ۱۔ ولا عمامۃ کے قول سے باب کے ساتھ مطابقت ہے۔[1212]

۲۔ ترجمہ اور حدیث سے اس طرف اشارہ کیا کہ حالت احرام کے بغیر عمامہ پہننا سنت انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین ہے اس لئے حالت احرام میں اس کو ترک کرنے کا حکم دیا۔[1213]

احادیث مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ

امام مسلم نے اپنی جامع میں تین احادیث یعنی حدیث بکر مغیرہ سے دو احادیث روایت کی ہیں جو کہ اثبات عمامہ کے ضمن میں پہلے مذکور ہو چکی ہیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

احادیث ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ عن ابن عمر قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه۔[1214]

[1210] (بخاری، ج ۱، ص ۳۲)

[1211] (بخاری شریف، کتاب العلم، ج ۱، ص ۲۵، کتاب الحج، ج ۱، ص ۱۷۱، باب ابرانس، ج ۱، ص ۷، کتاب اللباس باب السراویل، ص ۱۷۱، باب العمائم، ص ۱۷)

[1212] (قسطلانی، ج ۸، ص ۴۲۸)

[1213] (الدعامۃ، ص ۱۲)

[1214] (ترمذی باب العمائم، ص ۲۱۹، شمائل، ص ۵۰۳، مشکوٰۃ، باب اللباس، ص ۳۰۳)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب عمامہ پہنتے تو دو کندھوں کے درمیان اس کا ایک پہلو لٹکاتے تھے اور امام ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب کہا۔

۲۔ عن رُكَانَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ إِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلاَنِسِ۔[1215]

رکانہ ابن عبد یزید مطلبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے مابین امتیاز ٹوپیوں پر عمامے باندھنا ہے۔

۳۔ عن جابر قال : (دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء۔[1216]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

۴۔ عمرو بن حریث فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا۔[1217]

[1215] (ترمذی باب اللباس، ص ۲۱۹)

[1216] (ترمذی، ص ۲۱۹، شمائل، ص ۵۰۳)

[1217] (شمائل، ص ۵۰۳)

۵۔ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کا نام عمامہ، قمیص، رداء یعنی چادر وغیرہ لے کر دعا فرماتے:

اللھم لک الحمد أنت کسوتنیه أسألک و خیر ما صنع له و أعوذ بک من شره و شر ما صنع له۔

اے اللہ! تیرے لئے ہی حمد و ثناء ہے جس طرح تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس کی بھلائی جس کے لئے یہ بنایا گیا اور میں تجھ سے اس کے شر سے اور اس کے شر سے جس کے لئے بنایا گیا ہے پناہ چاہتا ہوں۔[1218]

۶۔قال نافع: و کان ابن عمر یسدل عمامة بین کتفیه۔[1219]

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے عمامہ کا سدل اپنے دو کندھوں کے مابین رکھتے تھے۔

۷۔عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد اور سالم کو دیکھا وہ اسی طرح (سدل) کرتے تھے۔[1220]

احادیث ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عمامہ میرے سر پر باندھا تو اس کا سدل میرے آگے اور پیچھے رکھا (یعنی نیچے والا

[1218] (ترمذی، ص ۲۱۹، ابو داؤد، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۱۹)

[1219] (ترمذی، باب لباس، ص ۲۱۹، شمائل، ص ۵۰۳)

[1220] (ترمذی، ص ۲۱۹، شمائل، ص ۵۰۳)

سرا پیچھے اور اوپر والی طرف کا کچھ حصہ اگلی جانب تھا، جیسے افغانستان، سرحد، وزیرستان کے لوگ رکھتے ہیں۔ مترجم)[1221]

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو وضو کے ضمن میں ابھی مذکور ہوئی۔[1222]

۳۔ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وضو کرتے دیکھا (آخر حدیث تک)۔[1223]

۴۔ حضرت عمرو بن حریث اور امام حسن کی مروی حدیث جمعہ سے متعلق احادیث کے ضمن میں گزر چکی ہے۔[1224]

۵۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے غدیر خم کے دن میرے سر پر عمامہ باندھا تو اس کا حصہ میرے کندھے پر لٹکایا۔[1225]

احادیث نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر خز قانیہ عمامہ دیکھا۔[1226]

۲۔ سالم کی حدیث الاسبال پہلے گزر چکی ہے۔

1221 (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰۳، ابن ابی شیبۃ، قسطلانی، ج۸، ص ۴۲۸)

1222 (ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۰۹)

1223 (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱۹)

1224 (ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۰۹، قسطلانی، ج۸، ص ۴۲۸)

1225 (ابوداؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ بیہقی، دعامہ، ص ۶، ابو نعیم معرفت صحابہ میں، دیلمی، دعامۃ، ص ۸)

1226 (نسائی، شرح شمائل مناوی، حاشیہ نسائی امام سیوطی، غریب المروی للبازری، دعامہ، ص ۹۲)

احادیث ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت سالم کی حدیث الاحسان جو کہ بحوالہ نسائی بھی گزر چکی ہے۔[1227]

عمامہ کے رنگوں کا بیان

عمامہ کے پانچ رنگ ہیں جن میں سے سفید افضل ہے اور سفید ہی غزوۂ بدر میں تھا۔

عن عائشة عن علی و ابنِ عباسٍ قال کان سِیما الملائکةُ یومَ بدرٍ عمائمُ بیضٌ قدأرسلوھاإلی ظھورِھم۔[1228]

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوۂ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جن کے شملے ان کی پشت پر تھے۔

سفید رنگ بوجوہ افضل ہے

ا۔ سفید رنگ اس لئے بھی افضل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور خلفاءراشدین نے اس پر مواظبت کی۔[1229]

۲۔ محدثین، اصحاب سیر کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عمامہ کا رنگ سفید، سیاہ، زرد اور اکثر سفید تھا۔[1230]

1227 (ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱۹)

1228 (ابن مردویہ، ابن کثیر، سورۃ آل عمران، ج ۲، ص ۲۸، سیرت حلیہ و دعامۃ، ص ۲۵، جلالین، صاوی، خازن، ص ۲۸۰، اسحاق، طبرانی، دعامہ، ص ۲۶)

1229 (نووی، ج ۱، ص ۱۵۷)

1230 (اسعاف الراغبین، دعامہ، ص ۸۵، مسلک المتقین جامہ، ص ۲۹۸)

۳۔افضل سفید رنگ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور فرشتوں کا دیگر رنگ کا عمامہ زیب تن فرمانا اس کا معارض نہیں ہے کیونکہ اس کے کئی مقاصد ہیں ان کے تحت مختلف رنگ پہنے جاسکتے ہیں۔[1231]

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم البسوا الثیاب البیض أي العمامة والإزار والرداء۔[1232]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو یعنی عمامہ، قمیص اور چادر سفید پہنو۔

فإنها أطهر وأطیب وکفنوا فیها موتاکم۔[1233]

کیونکہ سفید کپڑا زیادہ پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور حاکم نے اس کو صحیح کہا۔[1234]

1231 (شرح شمائل ترمذی مناوی، تحفة المحتاج، دعامه، ص ۸۵)

1232 (التیسیر للمناوی، دعامه، ص ۸۲)

1233 (احمد، دارقطنی، ترمذی، ج۵، ص۱۱۷، الناشر: دار إحیاء التراث العربي-بیروت)

1234 (طبرانی، دعامه، ص ۸۴)

بدر میں سیاہ عمامے تھے

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا فرشتے مسومین یعنی علامت والے تھے ان کی پہچان سیاہ رنگ کے عمامے بدر کے دن تھے۔[1235]

بدر میں زرد رنگ کے عمامے تھے، ابن عباس، مروہ، ہشام، کلبی ویحییٰ اور زبیر نے کہا۔

قال الرسول عليه السلام المسومين معلمين كان علي الملائكة عمائم صفر قد أرسلوها بين أكتافهم۔[1236]

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا مسومین کا معنی ہے علامت والے کہ فرشتوں پر زرد رنگ کے عمامے تھے جن کے شملے کندھوں کے درمیان تھے۔

غزوۂ احد میں سرخ رنگ کے عمامے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ احد کے میدان میں فرشتوں کی علامت سرخ رنگ کے عمامے تھے۔[1237]

حنین میں سبز رنگ کے عمامے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا حنین کے دن فرشتوں کی علامت سبز رنگ کے عمامہ تھے۔[1238]

[1235] (طبرانی، دیلمی، سیرت حلیہ، ابن مردویہ، دعامہ، ص ۲٦، ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۹ ۲)

[1236] (جلالین، ص ۵۵، صاوی، ص ۱۵۷، مدارک، ص ۲۸۰، ابن بریر، روح البیان، ج ۲، ص ۹۰، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن کثیر، سورت آل عمران، ص ۲۷۹، حاکم ابن اسحاق، دعامہ، ص ۲٦)

[1237] (طبرانی، ابن مردویہ، دیلمی، دعامہ، ص ۲٦)

[1238] (طبرانی، ابن مردویہ، ابن اسحاق، سیوطی، دعامہ، ص ۲٦)

رنگوں میں مطابقت

علماء و محدثین فرماتے ہیں کہ جن غزوات میں فرشتوں کے متعلق مختلف رنگوں کا ذکر ہے ان میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ کچھ فرشتوں کے عماموں کا رنگ زرد تھا اور کچھ کا سبز، کچھ کا بیض اور سفید، کچھ کا سفید اور سیاہ اور بعض کا سرخ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔[1239]

عمامہ کا اجماع امت سے ثبوت

احادیث مبارکہ اور علماء امت کی عبارات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عمامہ کے سنت ہونے پر امت کا اجماع ہے، نیز اس کے اسبال رکھنے پر بھی اسبال ہر کپڑے میں ہوتا ہے، چادر، قمیص یا عمامہ ہو۔[1240]

عمامہ کے مسائل

۱۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اسبال یعنی جو حاجت سے زائد ہو اور لمبائی اور فراخی میں مقدار شرعی سے زائد ہو وہ مکروہ ہے۔[1241]

۲۔ عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیئے بیٹھ کر باندھنا غربت کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من تسرول قائما او تعمم قاعدا ابتلاہ اللہ ببلاء لا دواء لہ۔[1242]

1239 (دعامہ، ص ۶۷)

1240 (ابوداؤد، نووی باب لباس، ج ۲، ص ۱۹۴، مرقات حاشیہ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۶۵، مظاہر حق فصل سوم، ص ۹۷۳، ص ۴۸۳)

1241 (نووی، ج ۲، ص ۱۹۵)

1242 (برھنہ، ص ۱۴، کتاب السیر، مسلک المتقین، ص ۲۹۸)

جو شلوار کھڑے ہو کر پہنے یا دستار بیٹھ کر باندھے اسے اللہ تعالیٰ ایسی بیماری میں مبتلا کر دے گا جس کی کوئی دواء نہ ہو۔

۳۔ جو شخص دوبارہ عمامہ باندھنا چاہتا ہے وہ ایک ایک بل کر کے پہلے کھولے، یہ یکبار گی کھولنے سے زیادہ مستحسن ہے۔[1243]

پانچویں فصل
عمامہ کے طول وعرض کے بیان میں

طول (لمبائی) کمتر از ہفت گز عمامہ مپیچ کہ نساز دادائے سنت ہیچ۔

ترجمہ: سات گز سے چھوٹا عمامہ نہ باندھ کہ اس سے سنت ادا نہیں ہوتی۔[1244]

۲۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عمامہ سات گز تھا اسی سے شملہ اور اوپر والی طرف (جو چھوڑی جاتی ہے) تھی، یہ قول امام طبری کی طرف منسوب ہے۔[1245]

۳۔ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب قول پڑھا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عمامہ سات گز اور چوڑائی وعرض میں گز تھا۔[1246]

۴۔ بعض احناف سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دستار عام طور پر سات گز کی تھی لیکن جمعہ وعیدین پر جو استعمال فرماتے تھے وہ بارہ گز کی تھی۔[1247]

1243 (خلاصۃالفتاویٰ، ج۲، ص ۵۵۰)
1244 (مسلک المتقین، ص ۲۹۸)
1245 (مدخل، دعامۃ، ص ۸۱، شرح سیرت شامیہ ابن حجر، جمع الوسائل، دعامہ، ص ۸۰)
1246 (بعض الحفاظ، دعامۃ، ص ۸۰)
1247 (روضۃ الاحباب، ص ۴۷۴، حاشیہ دلائل الخیرات، حزب یوم الاحد، ص ۲۱۵، گلوی شرح تحفۃ النصائح، ص ۱۵۷)

۵۔ علامہ جزری فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد کتب کا مطالعہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عمامہ کی مقدار معلوم کر سکوں لیکن مجھے تو کوئی حوالہ نہ ملا لیکن میرے بااعتماد اور قابل وثوق دوست نے بتایا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عمامہ دو قسم کا تھا ایک چھوٹا اور ایک بڑا۔ چھوٹا سات گز کا اور لمبا بارہ گز کا تھا۔[1248]

۶۔ علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عمامہ اتنا بڑا بھی نہ تھا کہ جس کا اٹھانا باعث تکلیف ہو جیسا کہ آج کل کچھ لوگ بہت بڑا باندھ لیتے ہیں اور نہ اتنا چھوٹا تھا کہ گرمی، سردی کی تکلیف سے سر کی حفاظت نہ کرے بلکہ درمیانہ تھا۔[1249]

عمامہ کا عرض

۱۔ دستار کا عرض اور چوڑائی نصف گز ہے یا اس سے کمی وبیشی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔[1250]

۲۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اوپر حدیث مذکور ہوئی اس میں لفظ فی عرض ذراع ہے یعنی چوڑائی وعرض میں ایک گز۔[1251]

ذراع کی مقدار

وگزے بیست وچہار انگشت است کہ شش قبضہ باشد (اھ)۔

[1248] (مرقات باب اللباس، ص ۳۶۶، تصحیح المصابیح، شرح مواقف، دعامہ، ص ۸۱، مسلک المتقین، ص ۱۹۸، رسالہ آداب سید البشر، تحفۂ رسولیہ، ہدایۃ الابرار، ص ۳۵، ۳۶، لواقح الانوار امام عبدالوھاب شعرانی، دعامہ، ص ۶)

[1249] (مذاہب اللدنیہ، شرح شفاء خفاجی، سیرت شامیہ، شرح شمائل مناوی، جمع الوسائل لملا علی قاری، دعامۃ، ص ۸۰)

[1250] (رسالہ آداب سید البشر، تحفہ رسولیہ، ہدایۃ الابرار، ص ۳۵، ۳۶)

[1251] (دعامہ، ص ۸۳)

ایک گز چوبیس انگلی کا ہے کہ چھ مشت ہے۔[1252]

سوال: بعض احادیث میں لا اصل لہ ای معلق او ضعیف یعنی اس کی کوئی اصل نہیں یعنی تعلیق یا ضعیف ہے۔

جواب: اگرچہ مرفوع نہیں تعلیق یا ضعیف لیکن تعدد طرق سے ضعف ختم ہو جاتا ہے اور حدیث درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے جیسا کہ علماء اصول حدیث کے نزدیک محقق ہے۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لباس پہننے اور پہنانے کے فعل سے اس کی تقویت ہو جاتی ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس پر مواظبت کرنے سے اسے تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔

۴۔ شاہد سے اسے تقویت ملتی ہے جس سے یہ حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔[1253]

۵۔ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث قابل حجت ہوتی ہے۔[1254]

۶۔ احادیث صحیحہ جو ائمہ اربعہ مجتہدین اور صحاح ستہ سے منقول ہیں وہ کثیرہ ہیں۔

خاتمہ مختلف امور میں

امر اول: شملہ رکھنا سنت مؤکدہ ہے

۱۔ فش زیر عمامہ سنت موکدہ است۔

[1252] (رسالہ آداب البشر، تحفہ رسولیہ، هداية الابرار، ص ۳۵، ۳۶، مسلک المتقین، ص ۲۹۸)

[1253] (تیسیر مناوی، عزیزی، دعامہ، ص ۱۲، تحفة المحتاج، دعامہ، ص ۱۵)

[1254] (کبیری، ص ۶۰)

دستار کی نچلی طرف کولٹکانا سنت مؤکدہ ہے۔[1255]

۲۔ان العذبۃسنۃموکدۃ۔

یقیناًعذبہ یعنی شملہ رکھنا سنت مؤکدہ ہے۔[1256]

۳۔ احادیث کا خلاصہ: مفاد یہ ہے کہ عذبہ (شملہ) سنت ہے جیسا کہ شرح مواہب و شرح منہاج کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔[1257]

۴۔وسنۃالعذبۃتحصل بالکل۔

عذبہ کا مسنون ہونا کل سے حاصل سے ہوتا ہے۔[1258]

سوال: عمامہ کے ذنب یعنی عذبہ کا مسنون ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے جب کہ علماء اسے مستحب کے لفظ سے تعبیر کر رہے ہیں عمامہ کے ذنب کی مقدار میں استحباب کا ذکر کرتے ہیں۔

جواب: کندھوں کے مابین لٹکانے کی نسبت سے مستحب کہتے ہیں نہ کہ نفس عذبہ کو مستحب کہتے ہیں کیونکہ نفس عذبہ (شملہ) سنت ہے جیسا کہ علامۃ العصر باقی خان بخاری نے اس کی تحقیق ذکر کی ہے۔[1259]

امر ثانی: شملہ کی مقدار

ا۔عمامہ کا شملہ دو کندھوں کے وسط کمر میں چھوڑنا مستحب ہے۔[1260]

1255 (مسلک المتقین، ص ۲۹۹)

1256 (تیسیر مناوی شرح شمائل، عزیزی، باجوری، شرح منہاج ابن حجر، شرح مواہب، سیاطی، دعامہ، ص ۵۷)

1257 (دعامہ، ص ۴۹)

1258 (شرح مناوی، شرح منہاج، سیرت شامیہ، دعامہ، ص ۵۵)

1259 (ملخص مسلک المتقین، ص ۳۰۰)

1260 (کنز، تنویر، درمختار، ج۵، ص ۴۸۱، زیلعیج ۲، ص ۲۲۹، خلاصہ، ج۴، ص ۵۵۰، مظاہر حق باب الخطبہ، ص ۴۷۰، مالابدمنہ، ص ۱۱۸، یمین العلم، ص ۱۲۴، مسلک المتقین، ص ۲۹۹)

۲۔ مقدار شملہ ایک بالشت ہے بعض نے کہا بیٹھتے وقت نیچے نہ لگے۔[1261]

۳۔ مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیاہ عمامہ باندھتے جس کا شملہ پس پشت ایک گز ہوتا تھا۔[1262]

میں (صاحب کتاب ہذا) کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضع جلوس تک والے کی تائید کرتی ہے۔

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عمامہ باندھا تو شملہ چہار انگشت رکھا یا ایک بالشت کے قریب تقریباً، پھر فرمایا اسی طرح میں باندھتا ہوں اور یہ زیادہ معروف اور احسن ہے۔[1263]

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بالشت والے قول کی دلیل ہے اور عمرو بن حریث کی روایت میں بین کتفیہ کے الفاظ تینوں اقوال مذکورہ کو شامل ہیں، اسی لئے صاحب عین العم نے کہا "والکل مروی" تمام اقوال مروی ہیں۔[1264]

وجوہات ترجیح الاول

الفاظ ترجیح نمبر ا: میانہ درجہ پسندیدہ ہے۔[1265]

۲۔ ھو افضل۔ اور وہ افضل ہے۔[1266]

۳۔ حدیث شریف: خیر الامور اوسطھا۔

1261 (زیلعی، ج۶، ص ۲۲۹، درمختار، ص ۴۸۱، عینی کنز، ج۴، ص ۲۷۵، مالابدمنہ، ص ۱۱۸، مسلک المتقین، ص ۳۰۰، عین العم، ص ۱۲۴)

1262 (ابن سعد، ابن ابی شیبۃ، دعامہ، ص ۵۹)

1263 (بیہقی ابویعلی، بزاز، ابن ابی الدنیا، طبرانی، ابن ابی شیبۃ، کشف الغمہ، دعامہ، ص ۵۸)

1264 (عین العم، ص ۱۲۴)

1265 (عین العلم، ص ۱۲۴)

1266 (گلوی شرح تحفہ)

بہتر و افضل کام میانہ روی ہے۔

ثانی: متون کی معتبر کتب میں یہی قول مذکور ہے، باقی دو اقوال کے متعلق قیل سے ان کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔

ثالث: حدیث کے الفاظ بین کتفیه سے یہی مفہوم متبادر و ظاہر ہے۔

الامر الثالث

مقام شملہ دو کندھوں کے درمیان وسط کمر ہے، دایاں کندھا، بایاں کندھا، سامنے اور پیچھے ہیں لیکن افضل و احسن کندھوں کے درمیان ہے، کیونکہ یہ حدیث اقویٰ اور اصح ہے۔ لہٰذا دیگر احادیث اس کی معارض نہیں ہو سکتیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دیگر روایات بیان جواز کے لئے ہوں، بہر صورت جہاں بھی شملہ رکھے سنت ادا ہو جائے گی۔ [1267]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا شملہ اکثر پس پشت ہوتا تھا۔ [1268]

امر رابع: شملہ کی تعداد

عمرو بن حریث سے مروی ہے دونوں اطراف کے مابین دو شملے لٹکائے۔ [1269]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب وسط کمر میں رکھتے تو اس وقت دو شملے لٹکاتے تھے یعنی عمامہ کی نچلی اور اوپر والی اطراف دونوں کو لٹکاتے، شارح حدیث نے فرمایا کہ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دو شملے ہوتے تھے۔

[1267] (شرح شمائل ابن حجر، شرح المنہاج، شرح شمائل مناوی، شرح مواھب، سیرت شامیہ، دعامہ، ص ۵۴ تا ۵۶)

[1268] (لمعات، ھدایۃ الابرار، ص ۳۵، اشعۃ اللمعات، حاشیہ ترمذی، ص ۲۱۹)

[1269] (مسلم، مشکوۃ شریف، ص ۹۴)

چنانچہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گاہے دو علاقہ بودے میان دوش مبارک۔

کبھی آپ کے کندھوں کے درمیان دو شملے ہوتے تھے۔[1270]

امر خامس: اعتراضات کے جوابات

سوال: عمامہ کا سنت ہونا اور قدرت کے باوجود اس کا ترک کرنا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''مساجد میں آؤ ننگے سر یا ڈھانپے ہوئے''۔[1271]

جواب نمبر ۱: اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ مسجد میں ہر حالت میں آنا چاہیئے خواہ سر پر عمامہ ہو یا نہ ہو، لہٰذا عمامہ کا نہ ہونا جمعہ اور جماعت کے ترک کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ جمعہ فرض عین ہے اور جماعت ایک قول کے بموجب واجب دوسرے کے مطابق سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہے اور عمامہ قدرت و استطاعت کی صورت میں سنت مؤکدہ ہے۔[1272]

لہٰذا بغیر عمامہ کے آنا یا ننگے سر آنا قدرت نہ ہونے کی صورت پر محمول ہو گا۔

جواب نمبر ۲: ابن عدی اور ابن عساکر کی حدیث ائمہ اربعہ مجتہدین اور صحاح ستہ کی احادیث کے معارض نہیں ہو سکتی۔

جواب نمبر ۳: یہ حدیث موقوف ہے جو کہ صحیحہ صریحًا کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔

1270 (اشعۃ اللمعات، ج ۲، ص ۵۵۳، مظاہر حق، ص ۷۹۴، حاشیہ ترمذی، ص ۲۱۹، شرح دلائل الخیرات حزب الاحد، ص ۲۱۵)

1271 (ابن عدی، ابن عساکر، دعامۃ، ص ۱۲)

1272 (شرح شمائل شیخ حفنی، شرح شمائل شیخ فیضی، دعامہ، ص ۱۴، ۱۳، ۱۲، محاضرۃ الاوائل، شرح جامع صغیر مناوی)

سوال نمبر ۲: عمامہ سنن زوائد سے ہے اور سنن زوائد عادات کے قبیل سے ہوتی ہیں نہ کہ عبادات کے زمرہ سے کیونکہ آپ کا لباس، بیٹھنے، اٹھنے میں سیرت طیبہ بطور عبادت و قرب خداوندی نہ تھی۔(نور الانوار وغیرہ)

جواب: عمامہ کو سنن زوائد سے شمار کرنا سلف و خلف کے اقوال کے خلاف ہے اور ائمہ اربعہ مجتہدین وصحاح ستہ وغیرہ کی احادیث کے خلاف قول کرنا ہے۔

نیز سنن زوائد کو عادت کے قبیل گر داننا اور عبادات سے ان کی نفی کرنا بوجوہ غیر صحیح ہے۔

وجہ نمبر ا: عبادت و عادت کے مابین فرق نیت ہے جو کہ اخلاص پر مبنی ہو جیسا کہ کافی وغیرہ میں ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے تمام افعال بدرجہ اتم اخلاص پر مبنی تھے۔[1273]

وجہ نمبر ۲: علماء نے سنن زوائد کی امثلہ میں قرات، رکوع، سجود کو بھی ذکر کیا ہے جب کہ ان سب کے عبادت ہونے میں کسی کو شک نہیں۔[1274]

وجہ نمبر ۳: سنن زوائد سنت کی تمام اقسام سے ہیں۔

سنت کی تعریف

الطريقة المسلوكة في الدين۔

وہ طریقہ جس پر دین میں چلا جائے۔(لہٰذا وہ بذات خود عبادت ہے۔)[1275]

[1273] (شامی وضوء، ج ا، ص ۷۰)

[1274] (شامی، ج ا، ص ۷۰)

[1275] (شامی، ج ا، ص ۷۰)

وجہ نمبر ۴: علماء فرماتے ہیں کہ نفل عبادات سے ہے جس کا درجہ سنت زائدہ سے بھی کم ہے۔ تو یہ قول تصریح ہے اس بات کی کہ سنن زوائد نوافل سے اعلیٰ وافضل ہیں تو سنن زوائد کا عبادت ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور اس کا عکس لازم نہیں آتا کیونکہ اس کا عکس باطل ہے۔

تو سنن زوائد کا عادت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان پر اتنی مواظبت کی کہ وہ آپ کی عادت ہی بن گئی کبھی کبھی اس کو ترک کیا لہٰذا سنن زوائد بذاتہا عبادت ہیں جن کو عادت کا نام دے دیا گیا۔[1276]

سوال نمبر ۳: آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی عمامہ سیاہ، کبھی سرخ بھی پہنا ہے اور اس کی مقدار کبھی سات گز کبھی بارہ گز یا کم یا زیادہ کی یہ سنن زوائد مستحب کے معنی میں ہے مگر یہ کہ علماء و محدثین نے اسے محبوب رکھا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔[1277]

جواب: عمامہ کے احادیث سے پانچ رنگ ثابت ہیں جن سے اس کا سنن زوائد سے ہونا لازم نہیں آتا۔

۲۔ مقدار بیان کرتے ہوئے اقل یا اکثر کہنا درست نہیں کیونکہ احادیث سے سات اور بارہ گز ثابت ہے۔

۳۔ سنن زوائد کو مستحب کے معنی میں لینا درست نہیں کیونکہ فقہاء نے کہا:

والنفل ومنہ المندوب۔[1278]

[1276] (شامی، ج ۱، ص ۷۰)
[1277] (نور الانوار ملخصًا، ص ۱٦۷)
[1278] (شامی، ج ۱، ص ۷۰)

ترجمہ: نفل اور اس سے مندوب و مستحب ہے۔

جب علماء نے مندوب و مستحب کو نوافل سے شمار کیا ہے جب کہ سنن زوائد کا درجہ نوافل سے فوق ہے۔

۴۔ مستحب کا معنی بیان کرنا کہ ما احبہ العلماء جامع نہیں بلکہ اس کی تعریف و معنی یہ ہے:

والمستحب ما فعله النبي - صلى الله عليه وسلم - مرة وتركه أخرى، وما أحبه السلف۔[1279]

یعنی مستحب وہ ہے جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کیا اور کبھی ترک کیا ہو اور جسے سلف صالحین نے محبوب جانا ہو۔

تو یہ تعریف فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی شامل ہے۔

۵۔ مستحب کی تعریف میں مطلق علماء کا ذکر نہیں بلکہ صرف سلف کا ذکر ہے۔

[1279] (درمختار، ج ۱، ص ۷۸)

عمامہ
سنت مصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

مسئلہ از سلون، ضلع رائے بریلی

مرسلہ محمد سلیمان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومنتیان شرع متین ان مسئلوں میں:

مسئلہ اول: نماز باعمامہ وبے عمامہ دونوں ثواب میں برابر ہیں یا نماز باعمامہ ثواب میں فضیلت رکھتی ہے؟ اور نماز بے عمامہ کے در صورت فضیلت جو یہ حدیث ہے: صلاۃُتطوّعٍ أو فَریضةٍ بعِمامةٍ تعدِلُ خمسًا وعِشرینَ صلاۃًبلا عمامةٍ وجُمعةٌ بعِمامةٍ تعدِلُ سبعینَ جُمعةً بلا عمامةٍ۔ تو یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے یا موضوع اور ایسے اعمال میں حدیث قابل عمل ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ دوم: اگر یہ حدیث مذکورہ مسئلۂ اولیٰ قابل عمل نہیں ہے اور کوئی شخص بسبب نفس پروری ایسے عمل پر بالکل اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرۂ فقہیہ کی عبارت جو اس کے ثواب پر دال ہیں۔ مثلاً عالمگیری وکنز وفتاویٰ جمعہ وآداب اللباس مؤلفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہ تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن طعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کے باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ سوم: اگر امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو مقتدی کی نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ اور جس شخص کے پاس عمامہ موجود ہو اور وہ قصداً صرف ٹوپی سے نماز پڑھے تو نماز اس کی مکروہ ہوگی یا نہیں، وہ شخص مورد الزام شرعی ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ چہارم: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وسلف صالحین نے عمامے سے نماز پڑھی ہے اور عمامہ کو بے اصل جانا ہے یا نہیں؟

مسئلہ پنجم: کتاب جامع الرموز حنفیہ کے نزدیک معتبر ہے یا نہیں؟ اس کتاب کے مسئلوں پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ جو اکثر کتابوں میں درج ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس قمیص اور ازار اور عمامہ موجود ہو تو اس کو صرف ازار یا صرف قمیص سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ پس آیا یہ مسئلہ کتب فقہ حنفیہ میں موجود ہے اور اس کے موافق ہے یا خلاف فقہ ہے؟۔ بینوا من السند بالکتاب وتوجروا من اللہ الوھاب۔

جواب مسئلہ اول ومسئلہ دوم: رب زدنی علما واشرح لی صدرا۔ نماز باعمامہ ونماز بے عمامہ دونوں یکساں نہیں بلکہ نماز باعمامہ کو فضیلت ہے اور ثواب اس کا یقیناً زائد ہے۔ اس واسطے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے اور بلا عمامہ مخالف مستحب اور خلاف ادب ہے۔

عالم عامل بادشاہ عادل عالمگیر غفرلہ اللہ القدیر کے فتاویٰ میں ہے:

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلثة اثواب قمیص وازار وعمامة، انتھی۔

اور مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے کرتہ اور ازار اور عمامہ میں۔

فقیہ لاثانی علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے:

والمستحب أن يصلي في ثلاثة ثياب من أحسن ثيابه قميص وأزرار وعمامة، انتهی۔[1280]

اور مستحب یہ ہے کہ مرد ایسے تین کپڑوں میں نماز پڑھے جو منجملہ اس کے عمدہ کپڑوں میں ہوں اور وہ تین کپڑے قمیص اور ازار اور عمامہ ہیں۔

ونحوه فی الغنیة والحلیة والبحر والتعلیق المجلی شرح منیة المصلی وجامع الرموز معزوا الی منیة الفقهاء وغیرها۔

اور عمامہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت متواترہ ہے۔ جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے لہٰذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اس کی فرع اور سنت غیر مؤکدہ ہے۔

یہاں تک کہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں فرمایا:

قَدْ ثَبَتَ فِي السِّيَرِ بِرِوَايَاتٍ صَحِيحَةٍ: أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يُرْخِي عَلَامَتَهُ أَحْيَانًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ، وَأَحْيَانًا يَلْبَسُ الْعِمَامَةَ مِنْ غَيْرِ عَلَامَةٍ، فَعَلِمَ أَنَّ الْإِتْيَانَ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْأُمُورِ سُنَّةٌ۔[1281]

اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا۔

كما نص عليه الفقهاء الكرام وامروا بتركه حيث يستهزئ به العوام كيلا يقعوا فی الهلاک بسوء الكلام۔

[1280] (مراقي الفلاح شرح متن نور الإيضاح، ج ۱، ص ۱۴۷، الناشر: المكتبة العصرية)

[1281] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۷، ص ۲۷۷۲، الناشر: دار الفكر، بيروت - لبنان)

تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمی ہے یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا ہے اور آنے والی حدیث رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر حمل کیا۔

محدث مکی علامہ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لَمْ يُرْوَ أَنَّهُ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- لَبِسَ الْقَلَنْسُوَةَ بِغَيْرِ الْعِمَامَةِ، فَيَتَعَيَّنُ أَنْ يَكُونَ هَذَا زِيَّ الْمُشْرِكِينَ۔[1282]

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو تو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

اسی میں فضیلت عمامہ کی بعض احادیث ذکر کرنے کے بعد ہے:

هَذَا كُلُّهُ يَدُلُّ عَلَى فَضِيلَةِ الْعِمَامَةِ مُطْلَقًا، نَعَمِ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ أَنَّهَا مَعَ الْقَلَنْسُوَةِ أَفْضَلُ إِمَّا لِيَحْصُلَ بِهَا الْبَهَاءُ الزَّائِدُ، أَوْ لِأَنَّ الْقَلَنْسُوَةَ تَقِيهَا مِنَ الْعَرَقِ، وَلِهَذَا تُسَمَّى عَرَقِيَّةً، فَلُبْسُهَا وَحْدَهَا مُخَالِفٌ لِلسُّنَّةِ، كَيْفَ وَهِيَ زِيُّ الْكَفَرَةِ، وَكَذَا الْمُبْتَدِعَةِ فِي بَعْضِ الْبُلْدَانِ۔[1283]

یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے۔

اس کا انکار کس درجہ اشد و اکبر ہو گا اس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنت متواترہ کا استخفاف کفر ہے۔

1282 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۷، ص۲۷۷۷، الناشر: دار الفکر، بیروت-لبنان)

1283 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۷، ص۲۷۷۸، الناشر: دار الفکر، بیروت-لبنان)

نہر الفائق پھر رد المحتار میں ہے:

لَوْ لَمْ يَرَ السُّنَّةَ حَقًّا كَفَرَ لِأَنَّهُ اسْتِخْفَافٌ۔[1284]

عمامے کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں، بعض ان سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں۔

حدیث اول

سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس۔[1285]

ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فالمسلمون يلبسون القلنسوة وفوقها العمامة أما لبس القلنسوة وحدها فزي المشركين فالعمامة سنة۔[1286]

مسلمان ٹوپیاں دے کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں اور تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے۔

1284 (ردالمحتار، ج۳، ص ۴۷۵، باب واجبات الصلاۃ)

1285 (سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۴۵۲، باب فی العمائم، الناشر: دار الفکر)

1286 (تیسیر بشرح جامع الصغیر للمناوی، ج ۲، ص ۳۲۸)

یہی حدیث ماوردی نے ان الفاظ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

العمامة على القلنسوة فصل ما بيننا وبين المشركين يعطى بكل كورة يدورها على رأسه نوراً۔

ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے۔ ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت نور عطا کیا جائے گا۔

حدیث ۳، ۲

قضاعی شہاب میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور دیلمی مسند الفردوس میں مولا علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

الْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ۔[1287]

عمامے عرب کے تاج ہیں۔

حدیث ۴

مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

العمائمُ تيجانُ العربِ، فإذا وضَعُوا العمائِمَ وضَعُوا عِزَّهُمْ۔[1288]

عمامے عرب کے تاج ہیں، جب وہ عمامے چھوڑیں گے تو اپنی عزت اتروا دیں گے۔

[1287] (مسند الشهاب، ج ۱، ص ۷۵، الناشر: مؤسسة الرسالة–بيروت، مسند الفردوس، ج ۱، ص ۱۶۳)

[1288] (الألباني (ت ۱۴۲۰)، ضعيف الجامع ۳۸۹۱ • ضعيف • أخرجه الديلمي في «الفردوس» (۴۲۴۷) بمعناه)

حدیث ۵

ابن عدی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ائتُوا المساجِدَ حَسَرًا و مُعَصَّبِینَ فإنّ العَمائِمَ تیجانُ المُسلِمینَ۔[1289]

مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامہ باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حدیث ٦

طبرانی معجم الکبیر اور حاکم مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا تزدادوا حلما۔[1290]

عمامے باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

صححہ الحاکم۔

حدیث ۷

ابن عدی کامل اور بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اِعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْمًا, وَالْعَمَائِمُ تِیجَانُ الْعَرَبِ۔[1291]

عمامہ باندھو وقار تمہارا زائد ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔

وروی عنہ للطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ۔

1289 (السیوطي (ت ۹۱۱)، الجامع الصغیر ۳۰)

1290 (المعجم الکبیر، ج ۱، ص ۱۷۴، مستدرک للحاکم، ج ۷، ص ۲۳۴)

1291 (شعب الایمان، ج ۵، ص ۱۷۵، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت)

حدیث ۸

دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم وقار للمؤمن وعز للعرب، فإذا وضعت العرب عمائمها وضعت عزها۔[1292]

عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اتار دیں گے اپنی عزت اتار دیں گے۔

حدیث ۹

وہی رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

لا تزالُ أُمَّتي على الفِطرةِ ما لبِسوا العَمائمَ على القَلانسِ۔[1293]

میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حدیث ۱۰

ابو ابن ابی شیبہ مصنف اور ابو داؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

إنّ اللہَ تعالیٰ أمدّني یومَ بدرٍ و حنینٍ بملائکۃٍ یعُتمّونَ ھذہ العِمّۃِ، إنّ العمامۃَ حاجزۃٌ بینَ الکفرِ و الإیمانِ۔

1292 (مسند الفردوس، ج ۱، ص ۲۸۳، جامع الاحادیث، ج ۱۴، ص ۳۶۸)

1293 (الألباني (ت ۱٤۲۰)، السلسلة الضعيفة ٦٠٧٢)

بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں۔بے شک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے۔

حدیث ۱۱

دیلمی مسند الفردوس میں عبد الاعلی بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

هَكَذَا فَاعْتَمُّوا ؛ فَإِنَّ الْعَمَائِمَ سِيمَا الملائكة ، وَهِيَ حَاجِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ۔[1294]

اس طرح عمامہ باندھو کہ عمامہ فرشتوں کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فرق ہے۔

حدیث ۱۲

ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عمامے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

هَكَذَاتَكُونُ تِيجَانُ الْمَلَائِكَةِ۔[1295]

فرشتوں کے تاج ایسے ہوتے ہیں۔

[1294] (مسندالفردوس، ج ۱، ص ۲۸۲)

[1295] (مَشْيَخَةُابْنِ شَاذَانَ الصُّغْرَى، ج ۱، ص ۱۸)

حدیث ۱۳، ۱۴

طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عمر اور بیہقی شعب الایمان میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيمَاءُ الْمَلائِكَةِ, وَأَرْخُوا لَهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ۔[1296]

عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس پشت چھوڑو۔

حدیث ۱۵

ابو عبد اللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

إن الله أكرم هذه الأمة بالعصائب۔[1297]

بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔

حدیث ١٦

بیہقی شعب الایمان میں ان ہی سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا خالفوا على الأمم قبلكم۔[1298]

عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود اور نصاری کی مخالفت کرو کہ وہ عمامے نہیں باندھتے ہیں۔

1296 (شعب الایمان للبیهقی، ج۵، ص ۱۷۶، المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۱، ص ۲۹۱)

1297 (جامع الأحاديث، باب ان المشددة مع الهمزة، ج۷، ص ۴۶۹)

1298 (شعب الایمان للبیهقی، فصل في إحضار القارىء قلبه ما يقرأه و التفكر فيه، ج۵، ص ۱۷۶، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

حدیث ۱۷

معجم کبیر طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن عبداللّٰہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنَا أَيُّوبُ بْنُ مُدْرِكٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔[1299]

یعنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر بے شک اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

حدیث ۱۸

دیلمی انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

الصَّلاةُ في العمامةِ بعشرةِ آلافِ حسَنةٍ۔[1300]

عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔ **فیه البیان**

رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اعتمُّوا تزدادوا حِلمًا، والعمائمُ تيجانُ العربِ من اعتمَّ فله بكلِّ كورةٍ حسنةٌ، فإذا حطَّ فله بكلِ حطةٍ حطةُ خطيئةٌ۔

[1299] (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج۵، ص ۱۸۹، الناشر: السعادة - بجوار محافظة مصر، 1394هـ- 1974ثم صورتها عدة دور منها 1 - دار الكتاب العربي – بيروت، 2- دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، 3- دار الكتب العلمية- بيروت (طبعة 1409هـ بدون تحقيق)، كنزالعمال، ج۹، ص۲۴۸، مجمع الزوائد، ج۵، ص ۳۲۲، مسند الشاميين للطبرانی، ج۴، ص ۳۳۶)

[1300] (أخرجه الديلمي في الفردوس (۳۸۰۵))

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر نیکی ہے اور جب (بلاضرورت یاترک کے قصد پر) اتار دے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب بضرورت بلا قصد ترک بلکہ با ارادۂ معاودت اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے دونوں معنی محتمل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و الحدیث اشد ضعفًا فیہ ثلثۃ متروکون متھمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثۃ عن ثویر۔

حدیث ۲۰

مسند الفردوس میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامۃٍ خیر من سبعین رکعۃً بغیر عمامۃٍ۔[1301]

عمامے کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

رہی حدیث مذکور سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن نجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطرق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

فابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا عباس بن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسین ابن اسحٰق العجلی حدثنا یعقوب القطان ثنا سفین بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر نا یزید بن أبي حبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبد الله بن عمر فحدثني و حدثته ملیا ثم التفت إلي فقال یا أبا أیوب ألا أخبرک بحدیث تحبه و تحمله عني و تحدث به قلت بلی قال فأحبها و أعربها تجل و توقر و تکرم و لا یراک الشیطان ألا و لي سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم یقول صلاۃ تطوع أو فریضة

[1301] (مسندالفردوس، ج ۱، ص ۲۱۹)

بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة اي بني اعتم فإن الملائكة يشهدون يوم الجمعة معتمين فيسلمون على أهل العمائم حتى تغيب الشمس۔[1302]

یعنی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں، میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے، جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو میں نے عرض کی کیوں نہیں، فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤگے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامے کے ساتھ ایک نماز خواہ نفل خواہ فرض بے عمامے کی پچیس نمازوں کے بابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ ملقب بالعطایا النبویۃ میں امام الوقت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب اس حدیث کے بارے میں یوں زیب رقم لاتے ہیں، حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت لاجرم اسے امام جلیل ہمام نبیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا، جس کے خطبے میں ارشاد کیا: ترکت القشر واخذت اللباب وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب۔ میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

1302 (تاریخ مدینة دمشق، ج ۳۷، ص ۳۵۴، الناشر دار الفکر)

اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مهدی المروزی انبانا ابو بشر بن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن ابی حبیب قال قال لی مهدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم و ھو یعتم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثک بحدیث تحبه و تحمله و ترویه فذکر مثله و قال لا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس۔[1303]

قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع و لم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس و لا فی ذیله لابن الطحان و اما ابو بشر بن سیار فلم یذکرہ ابو احمد الحاکم فی الکنی و ماعرفت محمد بن مهدی المروزی و لا مهدی بن میمون الراوی لھذا الحدیث من سالم و لیس ھو البصری المخرج فی الصحیحین و ذاک یکنی ابا یحیی و لا ادری ممن الافۃ، انتھی۔[1304]

اقول رحم اللہ الحافظ من این یاتیه الوضع و لیس فیه مایحیله عقل و لا شرع و لا فی سندہ وضاع و لا کذاب و لا متھم و مجرد جھل الراوی لایقضی بالسقوط حتی لایصلح للتمسک به فی الفضائل فضلا عن الوضع، و لما اورد الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی حدیث قزعۃ بن سوید عن عاصم بن مخلد عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه و سلم من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرۃ لم تقبل له صلاۃ تلک اللیلۃ۔[1305]

فی الموضوعات و اعله بان عاصما فی عداد المجھولین و قزعۃ قال احمد مضطرب الحدیث و قال ابن حبان کان کثیر الخطا فاحش الوھم، فلما کثر ذلک فی روایته سقط الاحتجاج بخبرہ اھ۔[1306]

[1303] (لسان المیزان حرف العین ترجمه العباس بن کثیر مطبوعه دائرۃ المعارف النظامیه حیدر آباد دکن ۳/۲۴۴)

[1304] (لسان المیزان حرف العین ترجمه عباس بن کثیر مطبوعه دائرۃ المعارف النظامیه حیدر آباد دکن ۳/۲۴۴)

[1305] (کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعه دار الفکر بیروت ۱/۲۶۱)

[1306] (کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعه دار الفکر بیروت ۱/۲۶۱)

قال الحافظ نفسه فی القول المسدد لیس فی شیئ من هذا ما یقضی علٰی هذاالحدیث بالوضع، الخ۔[1307]

ولما حکم ابن الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم العسقلان احدالعروسین یبعث منها یوم القیامة سبعون الفالاحساب علیهم، ویبعث منها خمسون الفاشهداء وفودا الی اللہ عزوجل، وبها صفوف الشهداء رءوسهم مقطعةفی ایدیهم تثجاوداجهم دماًیقولون ربناوأتناماوعدتناعلی رسلک ولاتخزنا یوم القٰیمة انک لاتخلف المیعاد فیقول صدق عبیدی اغسلوهم بنهر البیضة، فیخرجون منهانقیابیضافیسرحون فی الجنة حیث شاءوا۔[1308]

بالوضع محتجاابان جمیع طرقه تدور علی ابی عقال واسمه هلال بن زید بن یسار قال ابن حبان یروی عن انس اشیاء موضوعة ماحدث بها انس قط لایجوز الاحتجاج به بحال اھ۔[1309]

وقال الذهبی فی المیزان باطل۔[1310]

قال الحافظ نفسه فیه وهو فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط فی سبیل الله ولیس فیه مایحیله الشرع ولا العقل فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایة ابی عقال لا یتجه و طریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی روایة احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام اھ۔[1311]

فلیت شعری لم لایقال مثل هذا فی حدیث العمامة مع انه ایضا فی فضائل الاعمال والتحریض علی التأدب فی حضرة الله ولیس فیه مایحله الشرع ولا العقل بل ولا فیه احدرمی

[1307] (القول المسدد الحدیث الثانی ممالم یذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ مطبوعہ دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۶)

[1308] (کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۵۳)

[1309] (کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۵۴)

[1310] (میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۱۴)

[1311] (القول المسدد جواب الکلام علی الحدیث الثامن مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲)

بروایة الموضوعات کابی عقال فکیف یتجه الحکم علیه بالبطلان بل الوضع بمجرد کون بعض روایة ممن لم یعرفهم الحافظ اولم یذکرهم فلان وفلان، علاان مهدی بن میمون عندی وهم من بعض رواة ابن النجار لان عیسی بن یونس عند ابی نعیم وسفین بن زیاد عند الدیلمی انما یرویانه عن العباس عن یزید عن میمون بن مهران کما تقدم ومیمون هو ابو ایوب الجزری الرقی ثقة فقیه من رجال مسلم والاربعة کما قاله الحافظ فی التقریب لاجرم لم یمنع کلام الحافظ هذا خاتم الحافظ السیوطی عن ایراده فیما وعد بتنزیهه عن الموضوع اماقول تلمیذه الحافظ السخاوی حدیث صلٰوة بخاتم تعدل سبعین صلٰوة بغیر خاتم هو موضوع کما قال شیخنا وکذامارواه الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلٰوة بعمامة الحدیث المذکور ومن حدیث انس مرفوعا الصلٰوة فی العمامة تعدل بعشرة الاف حسنة اھـ[1312]

فلم یذکر وجهه وانما تبع شیخه وقد علمت مافیه وکذا حدیث انس انما فیه ابان متروک وترک الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینته فی الهاد الکاف فی حکم الضعاف واللہ تعالٰی اعلم۔

انتہی کلام امام البریلوی بالتعییہ الیسیر من العبد الفقیر۔

اور جاہل اگر کسی حدیث کو محض بہوائی نفس امارہ بالسوء موضوع کہے تو فاسق اور مستوجب سزئے غزیر اور واجب تعزیر ہے، اور کتب معتمدہ فقیہہ کو نہ ماننا اگر بطور تخطیہ کے ہے کہ مجتہد نے اس مسئلہ میں خطا کی اور اصابت حکم شرعی میں اس سے غلطی واقع ہوئی تو جہل مرکب، جہالت و ضلالت اور بدمذہبی و گمراہی لاریب فیہ ہے۔ محقق علی الاطلاق مجتہد علی الوفاق حافظ العصر ناقد الدھر وفقیہ وجیہ اصولی امام کمال الدین ابن ہمام اپنی کتاب در نایاب تحریر سراپا تنویر میں تسطیر فرماتے ہیں:

والحق الاتفاق علی عدم الاکفار بانکار المشهور لاحادیة اصله فلم یکن تکذیباله علیه

1312 (المقاصدالحسنه تحت حرف الصادالمهملة مطبوعه دارالکتب بیروت ص ۲۶۳)

الصلاۃ والسلام بل ضلالۃ لتخطئۃ المجتھدین۔ حدیث مشہور کا انکار کفر نہیں کہ اصل میں وہ احاد ہے تو یہ انکار جھٹلانا سرور عالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نہ ہوا بلکہ وہ گمراہی وبدمذہبی ہے بسبب نسبت کرنے خطا کی طرف آئمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے۔

وقد صرح یکون تخطئۃ المجتھدین فسقا وضلالۃ مولانا ملا جیون فی نور الانوار والعلامۃ ابن الملک فی شرحہ علی المنار فی اخرین من العلماء المعتمدین الاخیار والفضلاء المستندین الخیار ایضًا۔

اور اگر بطرز انکار احکام فقہی وعدم تسلیم مسائل فرعی اجتہادی ہے تو کفر صریح بلکہ ارتداد قبیح ہے۔ اس واسطے کہ فرضیت تقلید پر اجماع قطعی موجود بلکہ تصریح علماء ضروریات دین میں حدود۔

علامہ شمس الدین فناری علیہ رحمۃ ربنا الباری اصول البدائع فی اصول الشرائع میں فرماتے ہیں:

وجوب العمل بما أدی إلیہ اجتھاد المجتھد علیہ وعلی مقلدیہ من ضروریات الدین، انتھی۔

ضروری ہونا عمل کا اس حکم پر جو مجتہد نے اپنے اجتہاد سے آیت وحدیث سے نکالا اس پر اور اس کے مقلدین پر ضروریات دین میں سے ہے۔

اور جو شخص کسی امر ضروری کا ضروریات دین سے انکار کرے وہ کافر ہے، تفصیل اس کی فقیر کے رسالہ حافلہ انفع الشواہد لمن یخرج الوہابیین عن المساجد میں درج ہے جو عظیم آباد کے مطبع حنفیہ واقع محلہ ملودیکڑہ میں حلیہ طبع سے آراستہ ہو کر بحمد اللہ تعالیٰ مطبوع طبائع اہل علم وفضل ہوا۔ اور اس حدیث شریف کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس لئے سخت آفت ہے کہ بحکم احادیث صحیحہ جو لعنت غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ کر آتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

امام ترمذی پھر ابو داؤد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ:

إِنَّ رَجُلاً نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- فَلَعَنَهَا - فَقَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- لاَ تَلْعَنْهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ۔[1313]

ہوا نے ایک مرد سے اس کی چادر میں منازعت کی وہ چادر کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنے مونڈھوں پر ڈالتا اور ہوا اس کو اپنی طرف کھینچتی اور اڑا لے جاتی جب وہ مرد دق ہوا تو اس نے ہوا پر لعنت کی۔ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد کیا کہ ہوا پر لعنت نہ کر کہ وہ معذور ہے اور چلنے پر بحکم خالقہا مجبور ہے اور بے شک جو لعنت کرے کسی چیز پر کہ وہ اس کا مستحق نہیں پلٹ آتی ہے لعنت کرنے والے پر اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اتروا دینا اور اسے ثواب نہ جاننا قریب ہے کہ ضروریات دین سے انکار اور سنت قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سر نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ نکاح کی تجدید کرے۔

جواب مسئلہ سوم: صورت مسئول عنہا میں مقتدی عامل بالسنہ ہے اور امام تارک ہے لہٰذا وہ ثواب کا مستحق ہے اور یہ اس ثواب سے محروم اور مقتدی کو ایسا ہی چاہیئے کہ گو امام عمامہ نہ باندھے اور اس سنت کی فضیلت سے محروم رہے خود عمامہ باندھے اور عمل بالسنہ کا ثواب لوٹتا رہے اور حتی الوسع مشرکین کی وضع سے کہ وہ بغیر عمامے کے سر پر ٹوپی دینے سے بچتا رہے اور عمامہ کے ہوتے ہوئے قصداً ابلا کسی وجہ شرعی اور مانع قوی کے صرف ٹوپی سر پر دیئے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا دو حال سے خالی نہیں اگر بوجہ کسل اور سستی کے پگڑی کو بوجھ اور ایک قسم کا بار جان کر اور اس کے باندھنے میں

[1313] (سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۴۳۰، باب فی اللعن، سنن الترمذی، ج ۴، ص ۳۵۰، باب اللعنة)

ایک گونہ تکلیف اور محنت تصور کر کے بدون عمامہ کے نماز پڑھاتا ہے تو بسبب اس کے کہ اس نے ایک امر مستحب کو جس کے استحباب کی تصریح کتب معتبرۂ فقہیہ میں موجود ہے ترک کیا، نماز اس کی مکروہ ہو گی۔

منیۃ المصلی اور اس کی شرح تعلیق مجلی میں (جو مطبع یوسفی واقع فرنگی محل لکھنؤ میں چھپ چکی ہے) ہے:

والمستحب ان یصلی فی ثلثۃ اثواب قمیص و ازار و عمامۃ لان ستر العورۃ و اخذ الزینۃ یحصل بھذا۔

مستحب یہ ہے کہ مرد قمیص، ازار اور عمامہ میں نماز پڑھے اس واسطے کہ ستر عورت اور اخذ زینت جو آیۂ کریمہ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الأعراف ۳۱) میں مامور بہ ہے انہیں تین کپڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔

اور حلیہ میں ہے:

وفی التحفۃ والبدائع واما المستحب فھو ان یصلی فی ثلثۃ اثواب ازار و رداء و عمامۃ انتھی بقدر الحاجۃ۔

اور فتح باب العنایہ للمحدث المکی العلامۃ علی القاری میں ہے:

ویستحب للرجال ان یصلی فی ثلثۃ اثواب قمیص و ازار و عمامۃ۔

اور علامہ حلبی کی غنیۃ المستملی میں ہے:

وفی الخلاصۃ والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ انتھی۔

حاصل یہ کہ مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ قمیص اور ازار اور عمامہ میں نماز پڑھے اگر بجائے قمیص کے چادر ہو جس سے اوپر کا بدن مع مونڈھوں اور بازوؤں کے اچھی طرح ڈھک جائے تو بھی

مستحب ادا ہو جائے گا۔ گو چادر تحصیل کمال ستر واکمال زینت واجب الاتیار میں نازل اور قمیص اس کا محصل کامل اور اس کے وجود کا حافل ہے۔ اس وجہ سے سید المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو قمیص محبوب تر تھی اور اکثر احوال میں بدن شرف مخزن سے مشرف تھا۔

شمائل امام ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْقَمِيصَ۔[1314]

پھر درصورت یہ کہ مقتدی کے سرپر عمامہ ہو اور امام کے سرپر نہ ہو گو مقتدی نے خود ترک مستحب نہ کیا لیکن چونکہ امام نے مستحب کو جو حکم سنت میں ہے ترک کیا اور مکروہ ہونا ہر سنت و مستحب کے ترک کا شرع شریف میں ثابت ہو چکا۔

درمختار شرح تنویر الابصار میں ہے:

ويكره ترك كل سنة ومستحب انتهى۔

مقتدی کی نماز میں بھی من وجہ کراہت کو دخل رہا۔

أَنَّ صَلَاتَهُ بَاطِلَةٌ وَجَعَلُوا صَلَاتَهُ مُضَمَّنَةً بِصَلَاةِ الْإِمَامِ۔ كما حققه الحافظ الطحاوى الامام فى مسنده المعتمد حليه الائمة الفخام المشهور بمعانى الاثار فى غير واحد من المقام۔

لہٰذا اعادہ اس کا اگر وقت میں گنجائش ہو اور سبب جرح اور موجب فتنہ وحرج نہ ہو مستحب ہے۔

[1314] (سنن ابی داؤد، ج۴، ص۴۳، الناشر: دار الفکر، الشمائل للترمذی، ج۱، ص۷۶، الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية- بیروت)

فان الکراھة اذا کانت کَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ فَتَجِبُ الْإِعَادَةُ أَوْ تَنْزِيهٍ فَتُسْتَحَبُّ کما ھو مفصل فی فتح القدیر للمحقق الھمام الامام ابن الھمام۔[1315]

اور اگر عمامہ باندھنے کو حقیر امر جان کر اور اس شعار اسلام کو خوار تصور کر کے بغیر عمامہ کے نماز پڑھتا پڑھاتا ہے تو امر اس کا مذموم اور احکام تفصیلی اس کے جواب مسئلہ اول و دوم سے معلوم ہیں۔

نور الانوار میں ہے:

والتھاون بالشریعة وان کانت مرویة بطریق الاحاد کفر انتھی ای فضلا عن ان تکون منقولة بطریق الشھرة او التواتر اعاذنا اللہ عن ذلک و عصمتا من المھالک وھو اعلم بظواھر الامور والسرائر۔

جواب مسئلہ چہارم: سرور عالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیشہ باعمامہ نماز پڑھائی۔ اور کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں کہ آپ نے بغیر عمامہ امامت فرمائی، بلکہ عادت شریف اور خصلت منیف یہ تھی کہ ہر حالت میں سفر و حضر، گھر کے اندر اور گھر کے باہر نماز و غیر نماز میں نری ٹوپی سر پر نہ دیتے اور سر انور سے عمامے کو رشک ماہ و مہر فرماتے رہتے حتیٰ کہ وضو فرماتے وقت بھی عمامہ کو نہ توڑتے اسے سر منور سے اتار کے رکھتے اس وجہ سے علماء نے عمامہ کو مطلقاً خاص کر نماز میں سنت قرار دیا اور نری ٹوپی سر پر دینے کو مشرکوں کی وضع بتا دیا۔

ہندوستان میں حدیث شریف کے شائع کرنے والے اس کی شرحیں اور ترجمے کر کے علماء اور غیر علماء کو انوار علم و عمل بالسنہ سے منور فرمانے والے عاشق سید اولاد آدم شیخ العرب والعجم محدث

[1315] (فتح القدیر للکمال ابن الھمام، ج ۱، ص ۴۱۶، الناشر: دار الفکر)

نبیہ فقیہ وجیہ مولانا و ولی نعمتنا الشیخ محمد عبد الحق المحدث الدہلوی لا زال ملتفتًا الیہ بالالتفات النبوی مشکوٰۃ شریف کی شرح فارسی میں اضافہ فرماتے ہیں:

بدانکہ پوشیدن عمامہ سنت ست واحادیث بسیار در فضل آن وارد شدہ است وآمادہ است کہ دو رکعت بعمامہ بہتر ست از ہفتاد رکعت بے عمامہ انتہی۔

اور عالم ہمام علامۂ امام سیدنا الشیخ ابراہیم بیجوری کساہ اللہ اللباس النوری مواہب لدنیہ شرح الشمائل الترمذیہ میں افادہ فرماتے ہیں:

والعمامۃ سنۃ لا سیما للصلاۃ ولقصد التجمل لاخبار کثیرۃ واما لبس القلنسوۃ وحدھا فھو زی المشرکین انتھی۔

عمامہ سنت ہے خاص کر نماز اور قصد تجمل کے لئے بسبب وارد ہونے احادیث کثیرہ اور اخبار شہیرہ کے لیکن پہننا ٹوپی تنہا بغیر عمامہ کے وہ وضع ہے مشرکوں کی۔

وقت لکھنے جواب مسئلہ اول کے قولی حدیثیں جو نظر قاصر کے سامنے تھیں وہ حیرہ تحریر میں آچکیں اب فعلی حدیثیں جو اس وقت زیر نظر ہیں، ان میں سے قدرے بطور مشتے نمونہ از خرواری چند حدیثیں جو بعض ان میں سے متضمن قولی بھی ہیں مذکور ہوتی ہیں۔ امام لاثانی رکن رکین مذہب نعمانی دوسرے امام بخاری، بل ھو اعلی شانا من البخاری لانہ قد جمع بین کمال الفقاھۃ وجمال التحدیث کما لا یخفی علی من طالع مصنفاتھما فی فن الحدیث۔

ہمام بے عدیل امام جرح و تعدیل امام حافظ الاسلام خاتمۃ الجہابذۃ النقاد الاعلام شیخ الحدیث القدیم والحدیث، فقہ و حدیث کے حاوی امام حجۃ الاسلام ابو جعفر طحاوی اپنی کتاب لابواب احادیث نبوی کے بحر زخار شرح معانی الاثار میں فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَبِيعُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ ثنا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَمْرِو بْنِ وَهْبٍ الثَّقَفِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ فَمَسَحَ عَلَى عِمَامَتِهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ۔[1316]

بے شک پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وضو کیا حالانکہ سر منور پر عمامہ تھا پس مسح کیا اپنے عمامے اور ناصیہ مبارک پر یعنی آگے کے چوتھائی حصے پر۔

واخرجه الامام مسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجة وابن الجارود فی المنتقی ایضًا مطولا ومختصرًا وفی الحدیث المسح علی العمامة والاعتبار به فی الجملة الا ان محرر المذهب العالم الربانی الحافظ الامام محمد بن الحسن الشیبانی اخرج فی المؤطا أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَقَالَ لَا حَتَّى يُمْسَحَ الشَّعْرُ بِالْمَاءِ ثم قال وبهذا نأخذ لا یمسح علی الخمار ولا علی العمامة بلغنا ان المسح علی العمامة کان فترک وهو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وقد ذکروا ان ما اتی به الامام محمد رحمه الله تعالیٰ من البلاغات فلها حکم الموصولات المسندات المستندات وقال الحافظ الامام الطحاوی رحمه الله تعالی فَفِي هَذَا الْأَثَرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى بَعْضِ الرَّأْسِ وَهُوَ النَّاصِيَةُ ، وَظُهُورُ النَّاصِيَةِ دَلِيلٌ أَنَّ بَقِيَّةَ الرَّأْسِ حُكْمُهُ حُكْمُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ ، لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ الْحُكْمُ قَدْ ثَبَتَ بِالْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ لَكَانَ كَالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا وَقَدْ غُيِّبَتِ الرِّجْلَانِ فِيهِمَا وَلَوْ كَانَ بَعْضُ الرِّجْلَيْنِ بَادِيًا ، لَمَا أَجْزَأَهُ أَنْ يَغْسِلَ مَا ظَهَرَ مِنْهُمَا وَيَمْسَحَ عَلَى مَا غَابَ مِنْهُمَا فَجَعَلَ حُكْمَ مَا غَابَ مِنْهُمَا مُضَمِّنًا بِحُكْمِ مَا بَدَأَ مِنْهُمَا فَلَمَّا وَجَبَ غَسْلُ الظَّاهِرِ وَجَبَ

[1316] (شرح معانی الآثار، ج ا، ص ۳۹)

غَسْلُ الْبَاطِنِ فَكَذَلِکَ الرَّأْسُ لِمَا وَجَبَ مَسْحُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ، ثَبَتَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ مَسْحُ مَا بَطَنَ مِنْهُ لِيَكُونَ حُكْمُ كُلِّهِ حُكْمًا وَاحِدًا كَمَا كَانَ حُكْمُ الرِّجْلَيْنِ إِذَا غُيِّبَتْ بَعْضُهَا فِي الْخُفَّيْنِ حُكْمًا وَاحِدًا. فَلَمَّا اكْتَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْأَثَرِ يَمْسَحُ النَّاصِيَةَ عَلَى مَسْحِ مَا بَقِيَ مِنَ الرَّأْسِ دَلَّ ذَلِکَ أَنَّ الْفَرْضَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ هُوَ مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ وَأَنَّ مَا فَعَلَهُ فِيمَا جَاوَزَ بِهِ النَّاصِيَةَ فِيمَا سِوَى ذَلِکَ مِنَ الْآثَارِ كَانَ دَلِيلًا عَلَى الْفَضْلِ لَا عَلَى الْوُجُوبِ حَتَّى تَسْتَوِيَ هَذِهِ الْآثَارُ وَلَا تَتَضَادَّ، انتهى وهذا كما ترى كلام نفيس فى غاية النفاسة وتقرير متين فى نهاية المتأنة دل دلالة ظاهرة على ان المسح منه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم على العمامة لم يكن لانه من جملة ما فعله ابتانا للمامور به فى القرآن الوارد به بل كان لوجه من الوجوه التى ذكرها الامام الحافظ البدر العينى ونص كلامه فى عمدة القارى الذى هو من احسن شرح البخارى توضيحا واتهما واجلاها بيانا وتشريحا وأما مسحه عليه الصلاة والسلام على العمامة فأوله البعض بان المراد به ما تحته من قبيل إطلاق اسم الحال على المحل وأوله البعض بأن الراوي كان بعيدا عن النبي عليه الصلاة والسلام فمسح على رأسه ولم يضع العمامة من رأسه فظن الراوي أنه مسح على العمامة وقال القاضي عياض وأحسن ما حمل عليه أصحابنا حديث المسح على العمامة أنه عليه الصلاة والسلام لعله كان به مرض منعه كشف رأسه فصارت العمامة كالجبيرة التي يمسح عليها انتهى ويدل على ما ذكرنا الحديث الثانى والثالث الذين ياتيان منا ان شاء اللّٰه تعالىٰ عمايدركه اوهامنا۔

۲۔ امام ابوداوٗد اپنی سنن میں حضرت ثوبان مولای سید انس وجان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وادخلہ فی فرادیس الجنان سے روایت کرتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ۔[1317]

[1317] (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۶، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت)

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک چھوٹے لشکر کو کسی طرف روانہ فرمایا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر یا اثناءراہ میں ان کو سردی نے ستایا ایسا کہ وضو کرتے وقت عمامہ سر پر سے ہٹا کر ان کو مسح کرنا دشوار ہوا اور پاؤں کے دھونے میں ان کو قوی اندیشہ تلف کا یا نقصان کا پیدا ہوا جب مدینۂ منورہ میں آئے اور حاضر خدمت رؤف ورحیم ہوئے تو آپ نے ان کو رخصت کی خلعت سے آراستہ فرمایا اور عماموں اور موزوں پر مسح کرنے کا حکم ان کو دیا۔

ومن ادل الدلیل علی انما اباحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لھم فی ھذا الحدیث من المسح علی العمائم کان لاجل الحرج القائم والضرر الدائم الحدیث اللاحق کما لا یخفی علی الذھن الفائق۔

۳۔ اسی سنن ابی داؤد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ قِطْرِیَّۃٌ، فَأَدْخَلَ یَدَہُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَۃِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِہِ وَلَمْ یَنْقُضِ الْعِمَامَۃَ۔[1318]

دیکھا میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے حالانکہ سر مبارک پر عمامہ قطری تھا جو قریہ قطر میں بنا گیا تھا پس داخل فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دونوں مبارک ہاتھوں کو عمامے کے نیچے اور مسح کیا سر مبارک کے آگے کی جانب پر اور عمامہ مبارک کو نہ توڑا اور نہ اسے سر مبارک سے اتارا۔

فانہ لو کان المسح علی العمامۃ مباحا لما احتاج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الی ادخال یدیہ تحت العمامۃ ولمسح علیھا باختیار تلک الکلفۃ المکلفۃ۔

[1318] (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۶، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا - بیروت)

ابو نعیم کی حلیہ میں ہے:

حدثنا إبراهيم بن أدهم حَدَّثَنا أبو يعلى الحسين بن محمد الزبيري حَدَّثَنا أبو الحسن عَبْد الله بن موسى الحافظ الصوفي البغدادي حَدَّثنا لاحق بن الهيثم حَدَّثنا الحسن بن عيسى الدمشقي حَدَّثَنا محمد بن فيروز المصري حَدَّثَنا بقية بن الوليد حَدَّثنا إبراهيم بن أدهم عن أبيه أدهم بن منصور العجلي عن سعيد بن جبير أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يسجد على كور العمامة۔[1319]

۵۔ اوسط طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم يسجد على كور عمامة۔

دیکھا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے عمامہ کے پیچ پر۔

۶۔ حافظ ابو القاسم تمام بن محمد رازی کے فوائد میں ہے:

حدثنا محمد بن إبراهيم بن عبد الرحمن ثنا أبو بكر أحمد بن عبد الرحمن بن أبي الحصين الانطرسوسي قدم علينا دمشق ثنا كثير بن عبيد الإمام بحمص ثنا سويد عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يسجد على كور العمامة۔[1320]

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سجدہ کرتے تھے عمامہ کے پیچ پر، پھر یہ سجدہ کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عمامہ کے پیچ پر بیان جواز کے لئے تھا یا بوجہ کسی ضرورت طپش زمین وغیرہ کے تھا ورنہ ہمارے حق میں بلا کسی ضرورت کے عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں مبرہن ہو چکا ہے۔ اسی واسطے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

1319 (حلية الاولياء، ج۸، ص ۵۵، الناشر: دار الكتاب العربي - بيروت)

1320 (الفوائد لتمام الرازی، ج۲، ص ۲۹۳، الناشر: مكتبة الرشد)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک صحابی کو عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرتے دیکھا آپ نے اسی حالت میں اس کی پیشانی پر سے عمامہ کے پیچ کو ہٹادیا۔

امام ابوداؤد اور صاحب سنن محمود صالح بن خیوان سے مراسیل میں راوی ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رای رجلا یسجد وقد اعتم علی جبھتہ فحسر عن جبھتہ۔

تحقیق پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک مرد کو سجدہ کرتے دیکھا حالانکہ عمامہ باندھا تھا اس نے اپنی پیشانی پر اور پیشانی اس کی عمامہ سے ڈھکی تھی۔ پس اس پیچ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہٹادیا اور پیشانی اس کی کھول دی۔

وقد ورد فی سجودہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم احادیث غیر ما ذکرنا واخبار سوی ما اوردنا وھی ان کانت اسانیدھا لا یخلو ممن تکلم فیہ الا انھا الکثرۃ عدادھا وتعدد طرقھا صارت حسنۃ قابلۃ للاحتجاج بھا ولا نطول الکلام بذکرھا ومن فیما سردناہ غنیۃ عنھا مع اذا لسنا بصددہ وانما نحن بصدد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یصلی متعمما ویفعل ذلک دائما وقد ثبت ذلک بحمد اللہ تعالیٰ ثبوتًا قائمًا۔

۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیکھنے والے کما صرح بہ غیر واحد منھم من المحققین من المحدثین منھم الحافظ العسقلانی۔ ان سے بالمشافہ بلاواسطہ حدیثوں کی روایت کرنے والے کما حققہ صاحب مختصر المسند الکبیر وصححہ الشیخ المحقق الدھلوی ورجحہ خاتم المحققین الاول فی اسماء رجال المشکوٰۃ والثانی فی رد المحتار والف الامام ابو معشر جزءا فیما سمعہ الامام الھمام من الصحابۃ الکرام واقرہ علیہ خاتمۃ الحفاظ الجلال السیوطی فی تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ باتفاق اہل وفاق۔

کما صرح بہ المحدث المکی الحبر القاری فی کشف المغطی شرح علی المؤطا و ان انکرہ عنادا من انتشر بدعتھم فی زماننا من اھل النفاق خذ لھم اللہ تعالیٰ و طھر عنھم حوزۃ الدین بحرمۃ من زوای الارض فراؤی مشارقھا و مغاربھا فشمل علمہ الافاق۔

تمام محدثین مصنفین اصحاب کتب ستہ و مسانید و معاجیم وغیرہ کے استاد کسی کے بلاواسطہ اور کسی کے بواسطہ حدیث: لَوْ کَانَ الدِّینُ وفی روایۃ العلم وفی الاخری الایمان عِنْدَ الثُّرَیَّا لنالہ رجل، وفی روایۃ رجال مِنْ ابناء فَارِسَ اخرجہ مسلم۔ وغیرہ کے مصداق۔

کما صرح بہ بعض الحفاظ من المحدثین واقرہ علیہ من بعد من المحققین اھل الحق والاحقاق سراج الامہ امام الائمہ اعلم التابعین وابصرھم بالحدیث کما افادہ بعض الناقدین من تبع التابعین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ واسکنہ الفردوس الاعلی بسند صحیح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ علی بعیر أورق إلی سواد، وھو ناقۃ القصواء متقلدا بقوس متعمما بعمامۃ سوداء من وبر۔[1321]

تھے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فتح مکہ معظمہ کے دن شرفہا اللہ تعالیٰ سوار اونٹنی خاکستری رنگ پر جو مائل بسیاہی تھی جس کا نام قصوا تھا کمان گلے میں ڈالے ہوئے عمامہ سیاہ اونٹ کے بالوں کا باندھے ہوئے۔

واخرجہ عنہ ابن ماجۃ ایضًا مختصرًا و لفظہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دخل مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔

[1321] (شرح مسند ابی حنیفۃ، ج ۱، ص ۲۳۲)

۸۔ امام محقق مدقق سید الجارحین والمعدلین وسند الناقدین المتقین الطبقین امام طحاوی معانی الآثار میں پھر امام مسلم اپنی صحیح میں پھر امام ترمذی اپنی جامع اور شمائل میں پھر نسائی اپنی مجتبی میں پھر ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

واللفظ لاولهم عن الحافظ الطحاوى أنَّ رسول الله - صلى الله عليه وسلم - دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاء۔[1322]

بتحقیق کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم داخل ہوئے مکہ شریف میں جس دن کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کو فتح فرمایا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

۹۔ امام ترمذی شمائل میں اور نسائی اور ابن ماجہ اپنی اپنی سنن میں عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

واللفظ للترمذى رأيت على رأس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم سوداء۔

دیکھا میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سر مبارک پر عمامہ سیاہ۔

۱۰۔ اس میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم خطب الناس وعليه عمامة دسماء۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے لوگوں کو خطبہ سنایا حالانکہ سر مبارک پر عمامہ چکنا یا سیاہ تھا۔

[1322] (سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۱۸۶، سنن النسائی، ج۵، ص۲۰۱، شرح معانی الآثار، ج۳، ص۳۲۹، صحیح ابن حبان، ج۹، ص۳۷، صحیح مسلم، ج۲، ص۹۹۰، مسند احمد، ج۲۳، ص۱۷۸، مسند الطیالسی، ج۳، ص۳۰۸، سنن النسائی الکبری، ج۵، ص۴۹۷)

۱۱۔اسی شمائل میں ہے کہ فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ:

دخلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فی مرضہ الذی توفی فیہ وعلی رأسہ عصابۃ صفراء۔

حضور سراپانور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مرض رحلت میں حاضر خدمت شریف ہوا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سر مبارک پر عمامہ زرد تھا۔

۱۲۔امام ابوداؤد کی سنن میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم وجہ ابیہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔[1323]

دیکھا میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو منبر پر اس حال میں کہ سیاہ عمامہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سر مبارک پر۔

۱۳۔ابن ابی عاصم کی کتاب الجہاد میں ہے:

حدثنا ابو موسی حدثنا عثمان بن عمر عن الزبیر بن جوان عن رجل من الانصار قال جاء رجل الی ابن عمر فقال یا ابا عبدالرحمٰن العمامۃ سنۃ فقال نعم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم لعبد الرحمن بن عوف اذھب فاسدل علیک ثیابک والبس سلاحک ففعل ثم اتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فقبض ما سدل بنفسہ ثم عممہ فدل من بین یدیہ و من خلفہ۔

ایک مرد انصاری نے کہا کہ ایک مرد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا عمامہ سنت ہے؟ فرمایا کہ ہاں سنت ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تو جا اور اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈال لا اور

[1323] (سنن ابی داؤد، ج۴، ص ۵۴، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا - بیروت)

اپنے ہتھیار پہن کر آ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیل کی پھر پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت شریف میں حاضری دی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود اپنے دست حق پرست سے ان کے کپڑے ان پر درست اور ٹھیک کر دیئے اور ان کے سر پر عمامہ باندھ دیا اور ان کے آگے سے اور نیز پیچھے سے دونوں جانب شملہ رکھا۔

۱۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

كما في العمدة للبدر الحجه حدثنا الحسن بن علي حدثنا ابن أبي مريم عن رشد عن ابن عقيل عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة أن رسول الله عمم عبد الرحمن بن عوف بعمامة سوداء من قطن وأفضل له من بين يديه مثل هذه وفي رواية عن نافع عن ابن عمر قال عمم رسول الله ابن عوف بعمامة سوداء كرابيس وأرخاها من خلفه قدر أربع أصباع وقال هكذا فاعتم۔[1324]

فرماتی ہیں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عمامہ سیاہ روئی کے کپڑے کا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر باندھا اور عمامہ کے پیچوں سے ان کے شملہ کے لئے کچھ بچا لیا اور چھوڑ دیا اس کو ان کے آگے سے اتنا اور نافع کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے کہ باندھا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر عمامہ سیاہ کپڑے کا اور چار انگلیوں کے برابر ان کے پیچھے کی جانب سے اس کا شملہ رکھا اور فرمایا کہ اس طرح عمامہ باندھ۔

[1324] (عمدۃالقاری شرح صحیح بخاری، ج ۱۳، ص ۴۵۵، باب العمائم)

۱۵۔ ابو عبیدہ حمصی کی حدیث میں ہے جو عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ إِلَى خَيْبَرَ فَعَمَّمَهُ بِعِمَامَةٍ سَوْدَاءَ ثُمَّ أَرْسَلَهَا مِنْ وَرَائِهِ۔[1325]

خیبر کے دن پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر سیاہ عمامہ باندھ کر بھیجا اور شملہ اس کا ان کے پیچھے کی جانب چھوڑ دیا۔

۱۶۔ اوسط طبرانی میں حضرت ثوبان بیان فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان اذا اعتم أَرْخَى الْعِمَامَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَمِنْ خَلْفِهِ۔

حضور مجسم نور جب عمامہ باندھتے شملہ اس کا آگے اور پیچھے دونوں جانب سے لٹکاتے۔

وفیه الحجاج بن رشد ضعیف الا انه لیس بقادح فیما نرومه علی ما سبق بیانه۔

۱۷۔ معجم کبیر طبرانی میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يولي واليا حتى يعممه ويرخي لها عذبة من جانب الأيمن نحو الأذن۔[1326]

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کسی کو حاکم نہ بناتے جب تک کہ اس کے سر پر عمامہ نہ باندھتے اور اس کا شملہ نہ چھوڑتے داہنی جانب کے کان کی طرف۔

وفیه جمیع بن ثوب ضعیف ولا یتطرق به الی ما نحن فیه تضعیف علی ما لا یخفی علی من له طبع شریف۔

[1325] (تحفۃ الأحوذی، ج۴، ص ۴۲۹، فیض القدیر، ج۴، ص ۳۴۶، عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۳۰۷، نیل الأوطار، ج۲، ص ۱۲۷)

[1326] (المعجم الکبیر، ج۷، ص ۱۴۷)

۱۸۔ ابن عدی اپنی کامل میں عبد الاعلیٰ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ:

ان رسول الله صلي الله عليه وسلم دعي علي بن ابي طالب يوم غدير خم فعممه وارخي عذبه العمامه من خلفه ثم قال هكذا فاعتموا فان العمائم سيما وهي حاجز بين المسلمين والمشركين۔

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر ان کے سر پر عمامہ باندھا اور عمامہ کے شملہ کو ان کے پیچھے لٹکایا اور خطاب عام کے طور پر ارشاد کیا کہ اس طرح عمامہ باندھا کرو اور بے عمامہ کے نہ رہا کرو اس واسطے کہ عمامہ اسلام کی علامت ہے اور عمامہ ہی فرق ہے مسلمانوں اور مشرکوں میں کہ مسلمان کی وضع عمامہ ہے اور مشرکوں کی وضع نری ٹوپی بغیر عمامہ کے ہے اور یہ ان ہی کی روش ہے تم اس سے اجتناب کرو۔

۱۹۔ ابوالشیخ کی روایت میں ہے کہ ابو عبد السلام نے کہا کہ:

قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَمُّ، قَالَ: يُدِيرُ كَوْرَ الْعِمَامَةِ عَلَى رَأْسِهِ وَيَغْرِسُهَا مِنْ وَرَائِهِ، وَيُرْخِي لَهَا ذُؤَابَةً بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔[1327]

میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کس طرح اور کس طور پر عمامہ باندھا کرتے تھے۔ جواب میں انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے سر مبارک پر عمامہ کے پیچ کو دورہ دیتے اور اس کے سرے کو پیچھے گھرستے اور دونوں شانوں کے درمیان میں اس کا شملہ لٹکاتے۔

[1327] (تحفۃ الاحوذی، ج ۱۰، ص ۴۰۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان)

۲۰۔ مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و صحیح ابن حبان و مستدرک حاکم و جامع ترمذی میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إِذَا اسْتَجَدَّ ثوباً سَمَّاهُ باسْمِهِ - عِمَامَةً، أَوْ قميصاً، أَوْ رِدَاءً - يقولُ: اللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أنْتَ کَسَوْتَنِیهِ، أسْأَلُکَ خَیْرَهُ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأعوذُ بِکَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ۔[1328]

تھے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب پہنتے لباس جدید تو نام لیتے اس کا عمامہ ہوتا وہ کپڑا یا کرتہ یا رداء پھر کہتے یا الٰہی تیری ہی حمد ہے، اس لئے کہ تو نے ہی پہنایا مجھ کو یہ کپڑا، مانگتا ہوں میں تجھ سے بھلائی اس کپڑے کی کہ خیریت سے بدن پر رہے اور نہ پہنچے اس کو کوئی آفت اور مانگتا ہوں میں تجھ سے بھلائی اس چیز کی کہ بنایا گیا یہ کپڑا اس کے لئے یعنی اس کو پہن کر تیری اطاعت کروں اور تیری فرمانبرداری میں اس کو پرانا کروں اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رحمت کے ساتھ اس کی اور اس چیز کی برائی سے کہ جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے، یعنی اس کو پہن کر نہ اتراؤں اور نہ کوئی گناہ کروں بلکہ اس کو پہن کر تیری مرضیات میں مصروف رہوں۔

۲۱۔ امام نسائی ابو امیہ عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ:

كَأَنِّي أَنْظُرُ السَّاعَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔[1329]

1328 (سنن ابی داؤد، ج۴، ص۴۷، سنن الترمذی، ج۴، ص ۲۳۹، صحیح ابن حبان، ج۱۲، ص ۲۳۹، کنز العمال، ج۷، ص ۱۱۸، مسند ابی یعلی، ج۲، ص ۳۳۸)

1329 (سنن النسائی الکبری، ج۵، ص ۴۹۸)

گویا کہ میں اس گھڑی کو دیکھ رہا ہوں پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منبر پر تشریف رکھتے ہیں حالانکہ آپ کے سر مبارک پر عمامہ سیاہ ہے کہ چھوڑا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کا شملہ درمیان مونڈھوں کے۔

۲۲۔ سنن ابی داؤد میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ:

عممني رسول الله صلى الله عليه وسلم فسدلها من بين يدي و من خلفي۔

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میرے سر پر عمامہ باندھا پس شملہ لٹکا دیا آگے میرے اور پیچھے میرے یعنی دونوں طرف شملہ چھوڑا سینے پر اور پیٹھ پر۔

۲۳۔ اسی سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن سعد اپنے والد ماجد سعد بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَجُلا بِبُخَارَى عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ عَلَيْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ سَوْدَاءُ، فَقَالَ: كَسَانِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔[1330]

دیکھا میں نے ایک مرد کو بخارا میں کہ سفید خچر پر سوار رہے اور ان کے سر پر سیاہ عمامہ خز کا تھا پس کہا اس مرد نے کہ یہ عمامہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عطا فرمایا۔

۲۴۔ سنن نسائی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الإِسْبَالُ فِي الإِزَارِ، وَالْقَمِيصِ، وَالعِمَامَةِ۔[1331]

[1330] (سنن ابی داؤد، ج۴، ص ۸۰، الناشر: دار الكتاب العربي-بيروت)

[1331] (سنن النسائی الکبری، ج۵، ص ۴۹۱)

درازرکھنا کپڑے کا ازراہ تکبر جو کہ مکروہ و حرام ہے اور کرنے والا اس کا قیامت کے دن مستحق نظر رحمت الٰہی نہیں رہتا ہے ازار ہی میں منحصر نہیں جیسا کہ مشہور تر ہے بلکہ پیرہن اور عمامہ میں بھی ہوتا ہے کہ پیرہن کو ٹخنوں سے اور شملہ کو موضع جلوس سے متجاوز رکھے۔

وفقه الحديث انه لولا العمامة من ملبوس المسلمين الذی لابد لهم هذ فی كل حين لما فرنها باختيها فی الذكر عند بيان الاسبال المنكر۔

پس بسبب ورود انہیں احادیث قولیہ مذکورہ واحادیث فصلیہ مسطورہ وغیرہ کے جن کے استحباب میں طول طویل ہے اور نہ مقام ان کے بسط کا متحمل ہے صحابہ و دیگر صلحاء نے عمامہ باندھنے کو افضل و سنت جانا اور اس کے ترک کو مکروہ وروش غیر محمود تصور کیا عمامہ تو عمامہ شملہ جو فرع عمامہ ہوا اس کو بھی صحابہ و اتباع صحابہ نے ترک نہیں کیا اس وجہ سے ہمارے علماء کرام نے باستثنائے بعض صورتوں کے اور نیز اور مذاہب اہل سنت والوں نے اسے مستحب قرار دے کر اس کے رکھنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ علمائے شافعیہ نے اسے سنت مؤکدہ قرار دے دیا۔

۲۵۔ امام ترمذی اپنی جامع و نیز اپنی شمائل میں عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر کی سند سے راوی ہیں کہ:

كان رسولُ الله -صلى الله عليه وسلم- : إذا اعتمَّ سدَلَ عِمَامَتهُ بين كَتِفيه. قال نافع : وكان ابن عمر يفعل ذلک. قال عبيد الله: ورأيتُ القاسم وسالما يفعلان ذلک۔[1332]

تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب عمامہ باندھتے لٹکاتے اس کے شملے کو درمیان اپنے دونوں مونڈھوں کے کہا نافع نے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں اور ان کے اعلیٰ درجہ کے شاگرد ہیں اور ان ائمہ حدیث سے ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ

[1332] (سنن الترمذی، ج۴، ص ۲۲۵، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

اللہ تعالیٰ جیسے امام الائمہ ان سے روایت حدیث کرتے ہیں اور امام کے اجلہ شیوخ میں سے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حضور ہی کی طرح کرتے تھے کہ عمامہ کو بدوں شملہ کے نہ باندھتے تھے بلکہ جب عمامہ باندھتے تو شملہ بھی رکھتے جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھتے تھے اور کہا عبید اللہ نے جو نافع کے شاگرد ہیں کہ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ ونہ اور سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جو دونوں صاحب مدینہ منورہ کے تابعین کے اکابر علماء سے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ کے اساتذہ فی الحدیث سے اور منجملہ ان سات فقہاء کے ہیں کہ ان کے زمانے میں مدینہ منورہ میں دارومدار امر دین کا انہیں پر تھا کہ یہ دونوں امام بھی عمامہ باندھتے وقت دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ رکھا کرتے تھے۔

مواہب اللدنیہ میں اس حدیث کے ذیل میں ہے:

قد استغید من هذا الحديث ان العذبة سنة۔

اس حدیث سے سمجھا گیا کہ شملہ رکھنا سنت ہے۔

اور پھر تھوڑا بعد اس کے لکھتے ہیں:

و اشار بذلک الی انه سنة مو كدة محفوظة لم يتر كها الصلحاء۔

یعنی امام نافع نے اپنا مقولہ: و کان ابن عمر یفعل ذلک۔ اور عبید اللہ نے اپنا مقولہ وکان القاسم کے واسطے سے یہ بتادیا کہ شملہ رکھنا سنت مؤکدہ ہے اور صالحین امت صحابہ و تابعین و دیگر ائمہ وعلمائے دین نے اس کو نہیں چھوڑا اور ان میں برابر متوارث چلا آیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عمامہ کی سنت اور شملہ کے استحباب میں کوئی کلام نہیں بلاشبہ یہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام

علمائے دین کا فعل ہے۔ نری ٹوپی کافروں کی بالخصوص نیچریوں کی یا روافض و اکثر وہابیہ کی وضع ہے۔ مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم اور تمسک بسنت امر اہم ہے۔

واللہ الموفق لاتباع سنة نبیه الكريم الرؤف الرحيم و اقتفاء اثار صحابة اولی العلم الجسيم و الفهم المستقيم الفضل الفخيم و صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم۔

جواب مسئلہ پنجم: جامع الرموز کو بالکل نامعتبر کتاب کہنا غلط ہے در مختار اور ردالمحتار میں جابجا عمدۃ المتاخرین شیخ علاؤالدین اور خاتم المحققین سید محمد امین معروف بہ علامہ ابن عابدین کا اس کے اقوال و روایات سے استفادہ کرنا اس قول مردود کے لئے رد کافی ہے۔ البتہ اس سے مسئلہ نکالنا ہر شخص کا منصب نہیں بلکہ عالم متبحر کا کام ہے اور جو شخص اسے بالکل نامعتبر بتائے قول اس کا مردود ہے چاہے وہ وہابی ہو یا نام کا سنی، درپردہ وہابی ہو اور جس طرح باوجود عمامہ کے اور اس کے استعمال پر قادر ہونے کے نماز مکروہ ہے۔ جیسا کہ سابق کے جوابوں سے واضح ولائح ہو چکا اس طرح باوجود قدرت قمیص وغیرہ کے صرف ازار و پاجامہ سے نماز مکروہ ہے۔

کتب معتبرہ میں یہ مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔

منیۃ المصلی میں ہے:

ويكره ان يصلى فی ازار واحدالا من عذر۔

اور مکروہ ہے نماز پڑھنا ایک ازار میں مگر بسبب عذر کے کہ سوا ازار اس کے پاس اور کوئی کپڑا نہیں میسر، یا میسر ہے مگر اس کے پہننے پر کسی وجہ سے قادر نہیں تو ایسی صورت میں فقط ازار میں نماز اس کی مکروہ نہ ہوگی کہ دین اسلام کی بنا آسانی پر ہے نہ دشواری پر۔

قال اللہ عزوجل: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ٧٨)

تعلیق مجلی میں منیۃ المصلی کی عبارت مذکورہ کے ذیل میں محقق مدقق امام ابن امیر الحاج کی حلیۃ المحلی سے منقول ہے:

ثم ھذا الکراھۃ کراھۃ تحریمیۃ کما یشیر الیہ قول رضی الدین فی المحیط فی تعلیلہ لانہ ترک اصل الزینۃ واصل الزینۃ واجب الاتری ان الدخول بازار واحد مما یقبح بین الناس فکیف عند قیامۃ مقام مناجاۃ ربہ انتہی۔

پس یہ کراہت کراہت تحریمی ہے جس کا مرتکب گناہ گار ہوتا ہے اور بسبب اس کے ارتکاب کے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے اس واسطے کہ فقط ازار باندھ کر یا تنہا پاجامہ پہن کر نماز پڑھنے میں اصل زینت کا ترک ہے اور اصل زینت واجب ہے اور واجب کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔ کیا تو خیال نہیں کرتا ہے کہ نری ازار باندھ کر کسی کے یہاں جانے کو لوگ برا جانتے ہیں۔ پس مقام مناجات رب العالمین میں جو احکم الحاکمین ہے فقط ازار یا پاجامہ پہن کر کھڑا ہونا کس طرح برا اور بے جانہ ہوگا۔

اور نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

ویکرہ للمصلي صلاتہ في السراویل او الازار مع قدرتہ علی لبس القمیص۔[1333]

اور نمازی کے لئے مکروہ ہے یہ کہ فقط پاجامہ میں یا فقط ازار میں نماز پڑھے باوجود اس کی قدرت کے قمیص کے پہننے پر اور عالم عامل بادشاہ عادل عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے:

ولو صلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ۔[1334]

اور اگر کسی مرد نے فقط پاجامہ پہن کر نماز پڑھی حالانکہ قمیص اس کے پاس موجود ہے تو مکروہ ہوئی نماز اس کی۔

[1333] (نور الایضاح، ج ا، ص ٥٦، الناشر دار الحکمۃ، دمشق)
[1334] (الفتاوی الھندیۃ، ج ا، ص ١٠٦، الناشر دار الفکر، بیروت)

اور غنیۃ المستملی میں ہے:

ویکرہ ان یصلی فی ازار واحد او فی السراویل فقط۔

اور مکروہ ہے یہ کہ نماز پڑھے کوئی شخص صرف ازار یا پاجامہ میں۔

اور عمدۃ الحفاظ المجتہدین وزبدۃ النقاد المحققین المدققین امام کمال الدین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ المفضل المنعام کی فتح القدیر میں ہے:

وَفِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ بَعْضُهُ يُكْرَهُ إلَّا لِضَرُورَةِ الْعَدَمِ۔[1335]

اور ایک کپڑے میں کہ جس سے اس کے مونڈھے ڈھکے نہ ہوں نماز مکروہ ہے مگر وقت میسر نہ ہونے اور کپڑے کے حقیقتًا کہ اسے دوسرے کپڑے کی استطاعت ہی نہ ہو یا حکمًا کہ کپڑا دوسرا موجود ہو مگر اس کے پہننے پر قادر ہی نہ ہو اور علاوہ روایات فقہیہ کے احادیث مرفوعہ و آثار موقوفہ میں بھی اس سے نہی وارد ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معانی الآثار میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبَيْهِ، فَإِنَّ اللهَ أَحَقُّ مَنْ يُزَيَّنَ لَهُ۔[1336]

جب ارادہ کرے کوئی تم میں سے نماز پڑھنے کا تو اپنے دونوں کپڑے پہن لے اور جس طرح بندوں کے پاس کپڑے پہن کر جاتا ہے اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کے دربار میں جب حاضری دینے کا قصد کرے تو بھی پورا لباس اپنا پہن کر حاضر ہو، اس واسطے کہ اللہ بنسبت بندوں کے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت اور تجمل کے ساتھ حاضری دی جائے، اسی حدیث وامثالہ کی وجہ سے امام

[1335] (فتح القدیر لکمال ابن الھمام، ج ۱، ص ۴۱۲، الناشر: دار الفکر)

[1336] (شرح معانی الاثار، ج ۲، ص ۱۷۰)

الائمہ سراج الامہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت وہ لباس پہنتے جو عمدہ اور اعلیٰ درجے کا ہوتا، اور یہ شعار روافض زمانہ کا ہے کہ بازاروں میں اور ملاقاتیوں میں جانے کے وقت تو عمدہ سے عمدہ کپڑے پہن کے جاتے ہیں اور جب منعم حقیقی کے دربار میں قیام کا وقت آتا ہے تو ایک لنگوٹ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کفران نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔**نعوذ باللہ من سوء افعالھم وشر اقوالھم**

اور سنن ابی داؤد میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّحُ بِهِ، وَالْآخَرُ أَنْ تُصَلِّيَ فِي سَرَاوِيلَ وَلَيْسَ عَلَيْکَ رِدَاءٌ۔[1337]

منع فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دو باتوں سے ایک اس سے کہ نماز پڑھے مرد لحاف میں یعنی بڑی چادر یا دوہری میں اور نہ ڈھانکے اس سے مونڈھے اپنے اور نہ لپیٹے اس کو تمام اعلیٰ بدن اپنے پر اور دوسری اس سے کہ نماز پڑھے پاجامہ میں حالانکہ اس کے مونڈھوں پر چادر نہ ہو۔

اور معانی الآثار اور صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے:

واللفظ لبحر الاخیار الواردۃ عن سید الاخیار لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ۔[1338]

نہ نماز پڑھے کوئی تم میں ایک کپڑے میں کہ نہ ہو اس کے مونڈھوں پر اس سے کچھ۔

[1337] (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۷۲، الناشر: المکتبة العصرية، صيدا - بيروت)

[1338] (شرح معانی الآثار، ج ۲، ص ۱۷۸، سنن الدارمی، ج ۱، ص ۳۶۷، صحیح مسلم عبدالباقی، ج ۱، ص ۳۶۸، سنن ابی عوانہ، ج ۱، ص ۳۹۸، مسند الشافعی، ج ۱، ص ۲۳۲)

اور معانی الآثار میں ہے:

حدثنا عيسى بن إبراهيم بن الغافقي قال حدثنا عبد الله بن وهب عن زيد بن الحباب عن أبي المنيب عن عبد الله بن بريدة عن أبيه: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي السَّرَاوِيلِ وَحْدَهُ، لَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ۔[1339]

منع فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس سے کہ نماز پڑھے مرد تنہا پاجامہ میں کہ نہ ہو اس کے بدن پر سوا اس کے اور کوئی کپڑا قمیص وغیرہ۔

اس حدیث شریف کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَهَذَا - عِنْدَنَا - عَلَى الْوُجُودِ مَعَهُ لِغَيْرِهِ، فَإِنْ كَانَ لَا يَجِدُ غَيْرَهُ، فَلَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِيهِ، كَمَا لَا بَأْسَ فِي الثَّوْبِ الصَّغِيرِ مُتَّزِرًا بِهِ، انتهى۔[1340]

یعنی یہ نہی جو اس حدیث شریف میں محمول ہے اس صورت پر کہ اس کے پاس کوئی اور کپڑا مثل قمیص وغیرہ کے موجود ہو پس اگر اور کوئی کپڑا اسے میسر نہ ہو تو فقط پاجامہ میں یا فقط تہبند میں اگر نماز پڑھے گا تو کوئی کراہت اور برائی نہیں۔

اسی واسطے ناطق بالحق والصواب سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ امام الدنیا فی عصرہ وہمام المحدثین فی دہرہ سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کی روایت میں فرماتے ہیں:

إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ، فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ۔[1341]

[1339] (شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۳۸۲، الناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت)

[1340] (شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۳۸۲، الناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت)

[1341] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۸۲، الناشر: دار طوق النجاۃ)

یعنی حضور سراپانور کے زمان سرور وبرکت نشان میں ہر شخص کو پورے طور پر کپڑے میسر نہ تھے اور بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے بھی تھے کہ ایک کپڑے کے سواپر قادر نہ تھے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے شفقتًا علیہم وارفقۃً بہم اجازت دی اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی قباحت کلی کی نفی فرمائی تو اس وقت میں جس شخص کو جو کپڑا میسر تھا اس میں اس کی نماز کامل طور پر ادا ہوئی اور ہر قسم کی کراہت سے خالی رہتی تھی اور اب جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فراخی کی اور تنگدستی اور ناداری سے نجات دی، قسم قسم کے مال ومنال سے ان کو نوازا اور ہر قسم کی نعمتوں سے انہیں مالا مال کر دیا اب کوئی ایسا نہ رہا جو اس طرح کا نادار ہو کہ دوسرے کپڑے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اور احکم الحاکمین کی درگاہ عالی میں پوری نیت کے ساتھ حاضری دینا چاہیئے، مرد نماز پڑھتے وقت سب کپڑے اپنے بدن پر سجائے اور جن کپڑوں میں امراء وکبراء سے ملتا ہو انہیں میں نماز پڑھے پڑھائے اگر زیادہ نہ ہو کم سے کم دو کپڑے تو نماز کی حالت میں اس کے زیب تن ہوں وہ دو کپڑے تہبند اور چادر ہوں یا تہبند اور کرتہ ہوں یا تہبند اور قباء ہوں یا پاجامہ اور چادر ہوں یا پاجامہ اور کرتہ ہوں۔

اسی وجہ سے اعلم الصحابۃ وافضلہم بعد خلفاء الاربعۃ فی الاجتہاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد الرزاق کی روایت میں ارشاد کرتے ہیں:

إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ إِذْ كَانَ النَّاسُ لَا يَجِدُونَ الثِّيَابَ، وَأَمَّا إِذْ وَجَدُوهَا فَالصَّلَاةُ فِي ثَوْبَيْنِ۔[1342]

[1342] (مصنف عبدالرزاق الصنعانی، ج ۱، ص ۳۵۶، الناشر: المجلس العلمي-الهند)

یعنی نہ تھا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مگر اس لئے کہ لوگ متعدد کپڑے نہیں پاتے تھے اور اب جو لوگوں کو متعدد کپڑوں پر دسترس ہے تو نماز دو کپڑوں میں پڑھنا چاہیئے یعنی صرف تہبند یا پاجامہ میں نماز پڑھنا طریق محمود کو چھوڑنا ہے۔

حاصل سب جوابوں کا یہ ہے کہ عمامہ اور کرتہ اور پاجامہ کے ہوتے ہوئے اگر ان تینوں کپڑوں میں کوئی کپڑا چھوڑ کے نماز پڑھے گا تو نماز اس کی مکروہ ہوگی، بعض صورتوں میں اعادہ واجب اور بعض میں مستحب۔

امام زمانہ صاحب ہدایہ کی تجنیس میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع الکراہۃ فانہا تعاد لا علی وجہ الکراہۃ۔

جو نماز ادا کی گئی کراہت کے ساتھ لوٹائی جائے اس طور پر جس میں کراہت نہ ہو۔

علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے:

وتعاد الصلاۃ لترک واجب وجوبا وتعاد استحبابا بترک غیرہ، انتہی۔[1343]

اور دوہرائی جائے نماز بوجہ ترک واجب اور یہ دہرانا واجب ہے اور دہرائی جائے بطور استحباب کے بسبب چھوڑ دے غیر واجب کے خواہ سنت ہو وہ غیر یا مستحب اور اگر ان تین کپڑوں میں کوئی کپڑا موجود نہ ہو اور تحصیل اس کی نمازی کی قدرت میسرہ سے باہر ہو تو جو میسر ہو اسی میں اس کی نماز کامل طور پر ادا ہوگی اور ہر قسم کی کراہت سے خالی ہوگی۔

(مجموعۂ رسائل، حصہ دوم، ص ۵۰۱ تا ۵۸۴)

[1343] (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ج ۱، ص ۱۲۶، الناشر: المکتبۃ العصریۃ)

حضور ﷺ کی اطاعت فرض ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (الانفال ۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

قرآن کریم کا فیصلہ حضور ﷺ کی اطاعت کرو

امام فضل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال سمعت احمد بن حنبل رحمة الله عليه يقول: نظرت فی الصحف فوجدت فيه طاعة الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم فی ثلاثة وثلاثين موضعا ثم جعل يتلو هذه الآية: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ (النور ۶۳) وجعل يتلو هذه الآية: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ (النساء ۶۵)

ترجمہ: میں نے سنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے: میں نے قرآن کریم میں دیکھا تو میں نے وہاں اطاعت رسول ﷺ تینتیس ۳۳ جگہ پائی اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی: پس ڈرنا چاہئے انہیں جو اس کے امر کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اس آیت کی بھی تلاوت فرمائی: آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو حکم (فیصل) نہ مان لیں ان مسائل میں جن میں آپس میں وہ جھگڑتے ہیں۔[1344]

[1344] (الطبوریات ج ۴ ص ۱۳۷۷ قال المحقق رجالہ ثقات)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[1345]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی حاتم من طریق حوشب عن الحسن فی قوله (فاتبعونی یحببکم اللہ) قال فکان علامة حبهم ایاه اتباع سنة رسوله۔[1346]

خصوصاً اس پر فتن اور جہالت کے دور میں حبیب کبریا ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ظاہراً مشکل ہے مگر ایسے جہالت اور فتنوں کے زمانہ میں سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کا اجر وثواب بھی خود حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے عظیم بیان فرمایا: فساد کے وقت سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنے پر سو شہید کا اجر ہے۔

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن احمد بن ابی خیثمة قال حدثنا محمد بن صالح العدوی قال حدثنا عبدالمجید بن عبدالعزیز عن ابیه عن عطاء عن ابی هريرة قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم المستمسک بسنتی فساد امتی له اجر شهید۔[1347]

[1345] (تفسیر نور العرفان سورۃ آل عمران: پارہ ۳ آیت نمبر ۳۱ ص ۶۵ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

[1346] (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۲ ص ۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1347] (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۵۴۱۴ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

امام حافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری ۶۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال من تمسک بسنتی ثم فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا۔ اس کے لئے سو شہید کا اجر ہے۔[1348]

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے:

من تمسک بالسنۃ دخل الجنۃ۔

ترجمہ: جس نے سنت کو مضبوطی سے تھاما وہ جنت میں داخل ہو گا۔[1349]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم من احی سنتی فقد احبّنی ومن احبّنی کان معی فی الجنۃ۔

1348 (الترغیب والترھیب ج ا ص ۴۱ رقم الحدیث ۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ا ص ۱۸۴ رقم الحدیث ۹۳۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مشکوۃ شریف ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۱ ص ۴۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۲۷ برقم ۴۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

1349 (کنز العمال ج ا ص ۱۸۴ رقم الحدیث ۹۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر رقم الحدیث ۲۰۴۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جمع الجوامع ج ۷ ص ۱۱ رقم الحدیث ۲۰۴۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۱۱۶۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۸۶۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۶ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۸۶۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۶ جز ۳۲ ص ۷۹ رقم الحدیث ۶۵۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت کو زندہ کیا بیشک اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔[1350]

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن عوف المزنی حدثنی ابی عن جدی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم قال من أحیا سنّة من سنّتی فعمل بها النّاس کان له مثل أجر من عمل بها لا ینقص من اجورهم شیئا و من ابتدع بدعة فعمل بها کان علیه اوزار من عمل بها لا ینقص من اوزار من عمل بها شیئا۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا پھر لوگ اس پر عمل پیرا ہوئے، تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا، اور ان لوگوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔ اور جس نے خلاف سنت ناپسندیدہ راستہ ایجاد کیا تو جتنے لوگ اس پر عمل کر کے گنہگار ہوں گے سب کے گناہ اس پر اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔[1351]

1350 (کنز العمال ج ۱ ص ۱۸۴ رقم الحدیث ۹۳۳ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۶ ص ۴۸۸ رقم الحدیث ۲۰۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جمع الجوامع ج ۶ ص ۴۰۶ رقم الحدیث ۲۰۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۱۱۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الصغیر ج ۲ ص ۵۰۹ رقم الحدیث ۸۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج ۶ ص ۵۲ رقم الحدیث ۸۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (مشکوۃ شریف ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سبل الهدی و الرشاد ج ۱۱ ص ۴۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

1351 (سنن ابن ماجہ المقدمة ص ۴۵ رقم الحدیث ۲۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند بزار ج ۸ ص ۲۱۴۔۲۱۵ رقم الحدیث ۳۳۸۵۔ ۳۳۸۶ مطبوعہ مکتبة العلوم و الحکم المدینة المنورة)، (جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ، پشاور)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۲۸۹ مطبوعہ مکتبة السنة القاهرة)، (الاعتقاد امام بیهقی ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدة بیروت)، (الترغیب و الترهیب ج ۱ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۱۱۲۵۳ مطبوعہ

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت ایمان کے لئے شرط ہے

امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے عزیز تر نہ ہو جاؤں۔[1352]

دارالفکربیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۶ ص ۴۸۸ رقم الحدیث ۲۰۱۳۶ مطبوعہ دارالفکربیروت)، (جمع الجوامع ج ۶ ص ۴۰۶ رقم الحدیث ۲۰۱۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۹۷۔۱۹۸ رقم الحدیث ۱۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی و الرشاد ج ۱۱ ص ۴۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

1352 (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۷ رقم الحدیث ۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷ رقم الحدیث ۴۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۶ رقم الحدیث ۶۷ مطبوعہ دارالفکربیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابونعیم الاصبھانی ج ۱ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۱۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث ۹۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (مسندعبدبن حمید ج ۱ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۱۷۵ مکتبۃالسنۃالقاھرۃ)، (جامع المسانید و السنن ابن کثیر ج ۲۲ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۱۸۷۷ مطبوعہ دارالفکربیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۸ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۲۶۳۲۳ مطبوعہ دارالفکربیروت)، (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۱۱۷۔۱۱۸ رقم الحدیث ۳۰۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جمع الجوامع ج ۸ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن نسائی ج ۸ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۵۰۱۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۷۴۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۶ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۹۹۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۳۷۹۳ مطبوعہ دارالفکربیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۱۲۸۳۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۸۶ رقم الحدیث ۹۹۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابی ھریرۃ ج ۱ ص ۶۳ رقم الحدیث ۲۵۷۱

اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہونگی وہ حلاوت ایمان پا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس مرد مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے کرے۔ اور تیسری بات یہ کہ کفر سے نجات پالینے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔[1353]

اس حدیث میں ایمان کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو بتایا گیا۔ اور اس محبت کو ایمان کی دوسری حلاوتوں پر مقدم کرکے اس کی غیر معمولی اہمیت بھی بتادی گئی جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ محبت رسول ﷺ جان ایمان ہے۔

شیخ عبد اللہ سراج الدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ اوجب علی المومنین ان یحبوا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فوق محبۃ الآباء والابناء والازواج والعشیرۃ والتجارۃ والاموال واوعدمن تخلف عن

مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۷۷۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

1353 (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۷ رقم الحدیث ۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم الاصبہانی ج ۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۱۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی ج ۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۲۶۲۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۳۸ رقم الحدیث ۴۰۳۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۱۲۰۲۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۲۲ ص ۵۹۸۷ رقم الحدیث ۸۱۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن نسائی ج ۸ ص ۹۶ رقم الحدیث ۴۹۸۸ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۴۔۲۵ رقم الحدیث ۲۸۰۵ و ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۲۹۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۹۴ رقم الحدیث ۱۳۲۸ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۸۴۔۸۵ رقم الحدیث ۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر ج ۱ ص ۲۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

تحقیق ذلک بالعقاب فقال قل ان کان آباء کم و ابناء کم و اخوانکم الآیة و لا ریب ان اسباب المحبة ترجع الی انواع الجمال و الکمال و النوال کما قررہ الامام الغزالی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ و غیرہ۔ فاذا کان الرجل یحب لکرمہ او بشجاعتہ او لحلمہ او لعلمہ او لتواضعہ او لتعبدہ او تقواہ او لزھدہ و ورعہ او لکمال عقلہ او وفور نعمہ او جمال ادب او حسن خلقہ او فصاحة لسانہ او حسن معاشرة او کثرة برہ و خیرہ او لشفقتہ و رحمتہ او نحو ذلک من صفاة الکمال فکیف اذا تاصلت و اجتمعت ھذہ الصفات الکاملة و غیرھا من صفات الکمال فی رجل واحد و تحققت فیہ اوصاف الکمال و محاسن الجمال علی اکمل وجوھھا الا و ھو السید الاکرم سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم الذی ھو مجمع صفات الکمال و محاسن الخصال قد ابدع اللہ تعالی صورتہ العظیمة و ھیئتہ الکریمة وطوی فیہ انواع الحسن و البھاء بحیث یقول کل من نعتہ لم یر قبلہ و لا بعدہ مثلہ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ لازم و واجب کر دیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنے والدین، اولاد، بیوی، خاندان، تجارت اور اموال سے بڑھ کر محبوب سمجھیں اور اس کے خلاف کرنے والے کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے اے محبوب! فرمادیجئے اگر تم اپنے والدین، اولاد اور بھائی۔ الی آخر الآیۃ اور اسباب محبت کی وجوہ یہ ہی ہو سکتی ہیں حسن و جمال کمال اور احسان۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ کہ جب کسی آدمی سے اس کی ایک صفت کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے مثلاً اس کا کرم یا اس کی بہادری حلم یا علم یا تواضع یا عبادت و تقویٰ یا زھد و ورع یا کمال عقل یا بہتر فہم یا جمال ادب یا حسن اخلاق یا فصاحت زبان یا بہتر برتاؤ یا کثرت نیکی یا شفقت و رحمت یا اس کی مثل کسی اور وجہ سے اور جب یہ تمام صفات ہی ایک شخصیت میں جمع ہو جائیں اور یہ تمام اوصاف و محاسن اپنے شباب و کمال پر بھی ہوں تو اس وقت اس شخصیت سے محبت کا عالم کیا ہو گا اور یہ شخصیت ہمارے آقا ﷺ کی ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام صفات کاملہ اور محاسن

فاضلہ کے جامع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عظیم ہیئت وصورت اتنے احسن انداز پر بنائی ہے کہ تمام حسن وجمال کی خوبیاں اس طرح جمع ہوگئی ہیں کہ آپ ﷺ کا وصف کرنے والا ہر شخص پکار اٹھتا ہے کہ آپ ﷺ کی مثل کوئی نہیں۔[1354]

عمامہ کی مختصر تعریف

عمامہ بکسر العین یعنی عین کے نیچے کسرہ پڑھا جاتا ہے۔ اور بعض نے ضمہ بھی پڑھا ہے لیکن اس پر فتحہ پڑھنا غلط ہے۔ لغت میں عمامہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو سر پر باندھی جائے اور اس کو سر سے لپیٹا جائے۔ عمامہ کی جمع عمائم ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: العمائم تیجان العرب۔ ایک اور حدیث میں ہے: علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملائکۃ۔ عمامہ کو عمامہ اس لئے کہتے ہیں کہ عام طور پر پورے سر کو ڈھانپ لیتا ہے۔

امام محمد باقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

بکسر العین کما فی القاموس وغیرہ وبعض ضمھا المعفر والبیضۃ وما یلف علی الراس۔[1355]

عبد الحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں:

العمامۃ بکسر العین ما یعتم بہ الرجل راسہ۔

ترجمہ: عمامہ بکسر العین یعنی عین کے نیچے کسرہ کے ساتھ۔ وہ کپڑا جو سر سے لپیٹا جاتا ہے۔[1356]

[1354] (سیدنا محمد رسول اللہ ص ۲ مطابع الاصیل حلب سوریا)

[1355] (زرقانی علی المواھب ج ۵ ص ۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1356] (التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد ص ۰ ۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سب سے پہلے عمامہ باندھنے والے سیدنا آدم علیہ السلام تھے

محدث کبیر سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد ذکر صاحب محاضرۃ الاوائل للسیوطی ان اول من کور راسہ بالعمامۃ ابونا آدم علیہ السلام کورہ جبریل علی راسہ لما خرج من الجنۃ الی الدنیا وکان متوجاً فی الجنۃ۔

وان اول من لبسھا یعنی بعد زمن سیدنا آدم علیہ السلام ذوالقرنین وکانوا یلبسون التیجان قبلہ قال وسببہ انہ کان طلع فی راسہ قرنان کالظلفین یتحرکان فلبسھا ستراً ثم انہ دخل الحمام یوماً ومعہ کاتب سرہ فوضع العمامۃ عن راسہ فقال لکاتبہ ھذا امر لم یطلع علیہ احد غیرک فان سمعتہ من احد قتلتک فخرج الکاتب من الحمام فاخذہ کھیئۃ الموت فاتی الصحراء فوضع فمہ فی الارض ثم نادی ان للملک قرنین فانبت اللہ تعالیٰ من کلمتہ قصبتین فمر بھما راع فقطعھما واتخذھما مزماراً فکان اذا زمر خرج من القصبتین صدی ان للملک قرنین فانتشر ذلک فی المدینۃ فقال ذوالقرنین ھذا امر اراد اللہ ان یبدیہ آوائل السیوطی۔

ترجمہ خلاصہ: سب سے پہلے اپنے سر پر عمامہ باندھنے والے سیدنا آدم علیہ السلام تھے کہ جب جنت میں سے دنیا میں تشریف لائے تو جبریل امین علیہ السلام نے باندھا تھا۔ دوسرے شخص ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جب ان کے سر پر قرن نکل آئے تھے تو ان کو چھپانے کے لئے عمامہ باندھا۔[1357]

عمامہ شریف حضور ﷺ کی بہت پیاری سنت ہے۔ ہمیشہ اپنے سر مبارک پر سجاتے تھے اور اس کی فضیلت میں کثیر احادیث وارد ہیں۔ اس رسالہ میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ عمامہ شریف کے تقریباً ہر مسئلہ کو بیان کریں گے۔ اس رسالہ کا نام استاد محترم محقق العصر مفتی محب الرحمن برکاتی مدظلہ

[1357] (الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامۃ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ العلم الاسلامی شام الطبعۃ الاولی ۱۳۴۲ھ)

العالی نے "الدعامة فی احکام سنة العمامة" تجویز کیا فقیر بڑے فخر سے اسی نام سے اس رسالہ کو موسوم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

اس رسالہ میں ۹ باب ہیں:

پہلا باب	قرآن اور تفاسیر سے ثبوت
دوسرا باب	احادیث مبارکہ و آثار صحابہ سے ثبوت
تیسرا باب	عمامہ شریف کے فضائل
چوتھا باب	عمامہ شریف کے طول و عرض اور شملہ لٹکانے کی تحقیق
پانچواں باب	شملہ کا بیان
چھٹا باب	عمامہ شریف کے رنگوں کے بیان میں
ساتواں باب	ٹوپی کے بیان میں
آٹھواں باب	عمامہ شریف کا شرعی حکم
نواں باب	عمامہ شریف کے بعض فقہی مسائل

پہلا باب
قرآن اور تفاسیر سے ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ (۱۲۴) بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (آل عمران ۱۲۵)

ترجمہ: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کرہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

بے شک یہی عمامے نشانیاں تھیں

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی الطبرانی وابن مردویہ بسند ضعیف عن ابن عباس مرفوعاً فی قولہ تعالیٰ: (مسومین) قال: معلمین وکانت سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم سود ویوم احد عمائم حمر۔[1358]

امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فانها سیماء الملائکۃ ای علامتهم یوم بدر قال اللہ تعالیٰ یمددکم ربکم بخمسۃ الآف من الملائکۃ مسومین قال الکلبی معتمین بعمائم صفر مرخاۃ علی اکتافهم۔

ترجمہ: بے شک یہی عمامے نشانیاں تھیں یعنی بدر کے دن علامتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تمہاری مدد فرمائی تمہارے رب نے پانچ ہزار نشانیوں والے فرشتے بھیج کر۔

1358 (سبل الهدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کلبی کہتے ہیں کہ فرشتے زرد رنگ کے عمامے پہنے ہوئے اور انہیں اپنے کندھوں پر لٹکائے ہوئے تھے۔[1359]

امام محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں:

ودلت الاية على حسن الابيض والاصفر من الالوان لنزول الملائكة بذلک وقد قال ابن عباس من لبس نعلاً اصفر فقيت حاجته وقال عليه السلام البسوا من ثيابكم البياض فانه من خير ثيابكم وكفنوا فيه موتاكم العمائم فتيجان العرب ولباسها۔

ترجمہ: سفید اور زرد رنگ کے بہترین رنگ ہونے پر یہ آیت مبارکہ دلالت کرتی ہے اس وجہ سے کہ فرشتے ایسے ہی نازل ہوئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو زرد جوتے پہنے تو اس کی حاجتیں پوری ہونگی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ یہ بہترین کپڑوں میں سے ہیں اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو اور عمامے اہل عرب کی پہچان اور ان کے لباس ہیں۔[1360]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

واخرج الطبرانی وابن مردويه بسند ضعيف عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم فی قوله (مسومين) قال معلمين وكانت سيما الملائكة يوم بدر عمائم سوداًويوم احد عمائم حمرا۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے مسومین سے جانے پہچانے مراد لیا ہے غزوہ بدر کے روز فرشتوں کی علامت سیاہ عمامے تھے اور یوم احد کے روز سرخ عمامے تھے۔

1359 (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی)

1360 (جامع الاحکام الفقھیۃ للامام القرطبی من تفسیرۃ فرید عبدالعزیز الجندی مسالۃ ۱۹۳۷ ج ۳ ص ۲۸۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

واخرج ابن ابی شیبۃ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن عبداللہ بن الزبیر ان الزبیر کان علیہ یوم بدر عمامۃ صفراء معتمراً او معتما بھا فنزلت الملائکۃ علیھم عمائم صفر۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ، امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر ص سے روایت نقل کی ہے کہ غزوہ بدر کے روز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زرد رنگ کا عمامہ تھا جسے آپ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ فرشتے نازل ہوئے تو ان کے سروں پر بھی زرد رنگ کے عمامے تھے۔

واخرج ابن اسحق والطبرانی عن ابن عباس قال کانت سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیضاً قدارسلوھا فی ظھورھم ویوم حنین عمائم حمراً ولم تضرب الملائکۃ فی یوم سوی یوم بدر وکانوا یکونون عدداً ومدداً لا یضربون۔

ترجمہ: امام ابن اسحاق اور امام طبرانی رحمہا اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کی نشانی سفید عمامے تھے انہوں نے اپنی پشتوں پر انہیں ڈال رکھا تھا جب کہ غزوہ حنین میں ان کے عمامے سرخ تھے۔ غزوہ بدر کے علاوہ فرشتوں نے کسی غزوہ میں تلوار نہیں چلائی وہ باقی جنگوں میں مددگار تو ہوتے تھے لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیتے تھے۔

واخرج الطسی عن ابن عباس ان نافع بن الازرق قال له اخبرنی عن قوله تعالی (مسومین) قال الملائکۃ علیھم عمائم بیض مسومۃ فتلک سیما الملائکۃ....۔

ترجمہ: امام طسی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے فرمان مسومین کے بارے میں مجھے بتائیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرشتوں کے نشان سفید عمامے تھے اور وہی فرشتوں کی علامت تھی۔

واخرج ابن جریر عن ابی سید و کان بدریاًانه کان یقول لو ان بصری معی ثم ذهبتم معی الی احد لاخبرتکم بالشعب الذی خرجت منه الملائکة فی عمائم صفر قد طرحوها بین اکتافهم۔

ترجمہ: امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید سے روایت نقل کی ہے وہ ایک بدری صحابی تھے وہ کہا کرتے تھے اگر میری آنکھ ساتھ دیتی پھر تم میرے ساتھ میدان احد میں جاتے تو میں تمہیں وہ گھاٹی بتاتا جس سے فرشتے زرد رنگ کے عمامے پہنے نکلے تھے جنہیں انہوں نے کندھوں کے درمیان ڈال رکھا تھا۔ [1361]

واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر عن عروة قال نزلت الملائکة یوم بدر علی خیل بلق و کان علی الزبیر یومئذ عمامة صفراء۔

ترجمہ: امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور امام ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت عروہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتے سیاہ داغوں والے سفید گھوڑوں پر اترے تھے اس روز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرد رنگ کا عمامہ شریف پہنا ہوا تھا۔

واخرج ابو نعیم فی فضائل الصحابة عن عروة قال نزل جبریل یوم بدر علی سیما الزبیر وهو معتم بعمامة صفراء۔

ترجمہ: امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صحابہ میں حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علامت پر نازل ہوئے انہوں نے زرد رنگ کے عمامے پہن رکھے تھے۔

واخرج ابو نعیم وابن عساکر عن عباد بن عبداللہ بن الزبیر انه بلغه ان الملائکة نزلت یوم بدر وهم طیر بیض علیهم عمائم صفر و کان علی راس الزبیر یومئذ عمامة صفراء من بین

[1361] (تفسیر الطبری ج ۴ ص ۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

الناس فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم نزلت الملائکۃ علی سیما ابی عبد اللہ و جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم و علیہ عمامۃ صفراء۔

ترجمہ: امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتے اترے یہ سفید پرندے تھے جن پر زرد رنگ کے عمامے تھے اس روز لوگوں کے درمیان حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ شریف تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا فرشتے ابو عبد اللہ کی نشانی پر اترے تھے حضور ﷺ تشریف لائے تو ان پر زرد رنگ کا عمامہ تھا۔[1362]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ و اٰل ھرون تحملہ الملٰئکۃ ان فی ذلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مومنین۔

ترجمہ: اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون قلب کا سامان ہو گا اور کچھ آل موسیٰ اور آل ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہو گا اگر تم ایمان والے ہو تو بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔[1363]

[1362] (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۲ ص ۱۲۴ ـ ۱۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۷۵۳ـ ۷۵۴ـ ۷۵۵ رقم الحدیث ۴۱۰۴ تا ۴۱۱۳ مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت)

[1363] (تفسیر نور العرفان سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۲۴۸ ص ۹۴ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

وبقیۃ مما ترک سے ائمہ تفسیر نے تبرکات لیے ہیں

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

(وبقية مما ترك اٰل موسیٰ واٰل هٰرون) يعني موسیٰ وهارون نفسهما كان فيه لوحان من التوراة ورضاض الالواح التي تكسرت وكان فيه عصا موسیٰ ونعلاه وعمامة هارون وعصاه وقفيز من المن الذى كان ينزل على بني اسرائيل۔

ترجمہ: (وبقية مما ترك اٰل موسیٰ واٰل هٰرون) آل سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں اس میں تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون کا عمامہ اور عصا اور (جنت کا کھانا) من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔[1364]

امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

وعصا موسیٰ وعمامة هارون۔[1365]

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

ونعلا موسیٰ وعمامة هارون عليهما السلام۔[1366]

تفسیر جلالین میں ہے:

وهي نعلا موسیٰ وعصاه وعمامة هارون۔[1367]

1364 (تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

1365 (تفسیر السمرقندی ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1366 (تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

1367 (تفسیر جلالین ص ۵۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

موسیٰ علیہ السلام کا عمامہ مبارک اور دیدار الٰہی

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل متوفی ۲۹۰ھ لکھتے ہیں:

حدثنی ابو معمر نا خلف بن خلیفة عن حمید الاعرج عن عبد اللہ بن الحارث عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال لما کلم موسی علیہ السلام ربہ جل جلالہ کان علیہ جبة صوف و عمامة صوف و نعلان من جلد حمار غیر ذکی۔[1368]

نیز اسی طرح امام ابو بکر احمد بن سلیمان بن حسن بغدادی النجاد حنبلی متوفی ۳۴۸ھ نے **"جزء فیه الرد علی من یقول القرآن مخلوق لابن النجاد الحنبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷۴ رقم الحدیث ۶۲ بتحقیق عبد السلام عمر علی"** میں روایت کیا ہے:

اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الأعراف ۳۱)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آوے بدبودار کپڑے بدبودار منہ لے کر مسجد میں نہ آوے ایسے ہی ننگا مسجد میں نہ آوے۔

1368 (کتاب السنة لعبد اللہ بن احمد ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۵۶۴ مطبوعہ دار ابن القیم الدمام الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء بتحقیق الدکتور محمد بن سعید بن سالم القحطانی)

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے اس آیت کریمہ سے عمامہ کے لئے بھی استدلال کیا ہے لکھتے ہیں: لفظ "زینت" یہ چاہتا ہے کہ آدمی جب مسجد میں آئے تو اچھی سے اچھی حالت میں ہو چنانچہ حدیث وفقہ نے اس کو بیان کیا ہے فقہ میں ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے ان میں سے ایک عمامہ بھی ہے۔[1369]

بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم قال لا یدخل النار یعنی من کان فی قبلہ مثقال ذرۃ من ایمان فقال لہ رجل انہ یعجبنی ان یکون ثوبی حسنا و نعلی حسنۃ قال ان اللہ یحب الجمال و لکن الکبر بطر الحق و غمص الناس۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا اور وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا ایک آدمی نے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ! انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا خوبصورت ہو اور اس کی جوتی خوبصورت ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور لیکن تکبر! وہ جو شخص حق کو ماننے سے اکڑے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔[1370]

1369 (فیض الباری میں ج ۲ ص ۷۔۸ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند)

1370 (سنن الترمذی قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح غریب ج ۴ ص ۳۶۱ رقم الحدیث ۱۹۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۵۴۶۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۵۹ رقم الحدیث ۴۰۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ۸ ص ۴۶۲۔۴۷۷ رقم الحدیث ۵۰۶۵ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۶۰۔۱۶۱ رقم الحدیث ۶۱۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو موسی محمد بن المثنی ثنا عبدالوھاب ثنا ھشام عن محمد عن ابی ھریرۃ ثم ان رجلا جمیلا فقال یارسول اللہ انی رجل حبب الی الجمال و اعطیت منہ ماتری حتی ما احب ان یفوقنی احد اما بشراک نعلی و اما قال بشسع نعلی افمن الکبر ذلک قال لا و لکن الکبر من بطر الحق و غمط الناس۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا وہ خوبصورت آدمی تھا کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں ایسا آدمی ہوں جو حسن کی طرف مائل ہو کہ مجھے حسن بہت محبوب ہے اور مجھے بھی خوبصورتی عطا کی گئی ہے جو آپ کے سامنے ہے حتیٰ کہ میں یہ پسند نہیں کر سکتا کہ مجھ سے کوئی اونچا ہو خواہ وہ میری جوتی کا تسمہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا یہ بات بھی تکبر میں سے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تکبر میں سے یہ بات ہے جو شخص حق ماننے سے اترائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔[1371]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن قتادۃ قال رای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم رجلا رث الھیئۃ و قال مرۃ رای رجلا علیہ اطمار لہ یعنی خلق الثیاب قال فدعاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فقال ھل لک من مال؟ قال نعم قال فکل و اشرب و البس و تصدق فی غیر سرف و لا مخیلۃ فان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ۔

1371 (سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۵۹ رقم الحدیث ۴۰۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۵۴۶۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۶۱ رقم الحدیث ۶۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مستدرک للحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ج ۴ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۷۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا اس پر اطمار یعنی پرانے کپڑے تھے حضور ﷺ نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تیرے پاس کوئی شے ہے؟ کہتے ہیں کہ اس نے کہا جی ہاں ہے۔ حضور ﷺ نے اس کو فرمایا کھائیے اور پیئے اور پہنئے اور صدقہ کیجئے بغیر اسراف کے اور بغیر تکبر کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر نظر آئے۔[1372]

امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم ان اللہ جمیل یحب الجمال و یحب ان یری نعمتہ علی عبدہ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی نعمت اس کے بندے پر نظر آئے۔[1373]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ الحافظ حدثنا علی بن محمد الحبیبی حدثنا بکر بن سھل الدمیاطی قال سمعت عبد اللہ بن یوسف التنیسی یقول سمعت مالک بن انس یقول ما ادرکت فقھاء بلادنا الا و ھم یلبسون الثیاب الحسان۔

[1372] (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۶۱ رقم الحدیث ۶۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۹ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۶۱۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن النسائی ج ۸ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۵۲۲۴ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (مسند الطیالسی ص ۱۸۴ رقم الحدیث ۱۳۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1373] (مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۱۰۵۵ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۶۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر کے جن فقہاء کو دیکھا ہے وہ خوش لباس تھے خوبصورت کپڑے پہنتے تھے۔[1374]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن نافع قال رانی ابن عمر و انا اصلی فی ثوب واحد فقال له الم اکسک قلت بلی قال فلو بعثتک کنت تذهب هکذا قلت لا قال فالله احق ان تزین له۔۔۔۔

ترجمہ: نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میں نے تمہیں دو کپڑے نہیں پہنائے میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں کسی جگہ بھیجوں تو اسی حالت میں چلے جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔[1375]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ وسعت عطا فرمائے تو قمیص تہبند اور عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے۔

★.......★

1374 (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۶۷ رقم الحدیث ۶۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1375 (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۳۰۸۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (التمہید ابن عبد البر ج ۶ ص ۳۷۱ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ المغرب)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۷۶ رقم الحدیث ۷۶۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی ج ۱ ص ۳۰۹ رقم الحدیث ۲۰۰ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکۃ المکرمۃ)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۳۰۸۸ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۳۵۸ رقم الحدیث ۱۳۹۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

دوسرا باب
احادیث وآثار صحابہ سے عمامہ شریف کا ثبوت

حدیث نمبر (۱)

مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا علی بن حکیم الاودی اخبرنا شریک عن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ ص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔[1376]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا الفضل بن دکین اخبرنا شریک عن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر قال دخل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عام الفتح وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عام الفتح میں رسول اللہ ﷺ اس طرح مکہ میں داخل ہوئے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔[1377]

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

دخل مکۃ عام الفتح وعلیہ عمامۃ سوداء۔

[1376] (صحیح مسلم باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1377] (طبقات الکبری ابن سعد سریۃ رسول اللہ عام الفتح ج ۲ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: عام الفتح میں رسول اللہ ﷺ اس طرح مکہ میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔[1378]

حدیث نمبر (۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ والحسن الحلوانی قالا حدثنا ابو اسامۃ عن مساور الوراق قال حدثنی وفی روایۃ الحلوانی قال سمعت جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ قال ثم کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ ولم یقل ابو بکر علی المنبر۔

ترجمہ: جعفر بن عمرو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میری نظروں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ حضور ﷺ سیاہ عمامہ باندھے منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔[1379]

حدیث نمبر (۳)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں:

واخبرنا معاویۃ بن علی بن معاویۃ الصوفی فی کتابہ ان الحسن بن احمد الحداد اخبرھم ابنا ابو نعیم احمد بن عبد اللہ ابنا ابو القاسم سلیمان بن احمد بن سنان ثنا محمد بن صدران ثنا عنبسۃ بن سالم صاحب الالواح ثنا عبید اللہ بن ابی بکر عن انس بن مالک انہ رای رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعتم بعمامۃ سوداء۔ قال الطبرانی لم یروہ

[1378] (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1379] (صحیح مسلم باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عن عبید اللہ الا عنبسۃ تفرد ابن صدران روی مسلم من حدیث ابی الزبیر عن جابر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دخل مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔[1380]

حدیث نمبر (۴)

امام محمد بن اسحاق بن العباس الفاکھی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنی احمد بن عبید عن عاصم بن مضرس الانصاری قال اخبرنی ابوبکر عمرو الضبی عن المغیرۃ عن ابرھیم قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یوم فتح مکۃ معتجرا بعمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر تحنیک کے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔[1381]

حدیث نمبر (۵)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اذا استجد ثوبا سماہ باسمہ اما قمیصا او عمامۃ یقول اللھم لک الحمد انت کسوتنیہ اسالک من خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذبک من شرہ وشر ما صنع لہ۔

[1380] (الاحادیث المختارۃ ج۶ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۲۲۷۱ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)

[1381] (اخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ ذکر ما کان یلبس النبی اعلی رأسہ حین دخل مکۃ ج۵ ص ۲۱۵۔۲۱۶ رقم الحدیث ۱۷۳۔۱۷۴۔۱۷۵ مطبوعہ دار خضر بیروت)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری صبیان کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو (بسم اللہ) پڑھتے خواہ قمیص ہو یا عمامہ پھر فرماتے اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جس لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔[1382]

حدیث نمبر (٦)

حضور ﷺ نے عمامہ مبارک پر مسح کیا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن بشار و محمد بن حاتم جميعا عن يحيى القطان قال بن حاتم حدثنا يحيى بن سعيد عن التيمي عن بكر بن عبد الله عن الحسن عن المغيرة ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم توضا فمسح بناصيته وعلى يباع وعلى الخفين۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضوء کیا پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔[1383]

[1382] (سنن ابی داؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۱ رقم الحدیث ۴۰۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب اللباس باب مایقول اذالبس ثوباً جدیداً ج ۴ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۱۷۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۸۰ رقم الحدیث ۶۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ٦ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۰۱۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۵۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۵۴۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شرح السنۃ قال البغوی ھذا حدیث حسن ج ٦ ص ۱۷۳۔۱۷۴ رقم الحدیث ۳۰۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (شرح الزرقانی علی المواھب ج ۵ ص ۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (المجموع شرح المھذب للنووی ج ۴ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1383] (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۱۳۴٦ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۱۷۰۔۱۷۱ رقم الحدیث ۱۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۰ ص

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا الربیع قال اخبرنا الشافعی قال اخبرنا ابراھیم بن محمد عن علی بن یحیی عن ابن سیرین عن المغیرة بن شعبة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسح ناصیته او قال مقدم راسه بالماء۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی پر مسح کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ ﷺ نے پانی کے ذریعے اپنے سر کے اگلے والے حصے پر مسح کیا۔[1384]

---

۳۸۰ رقم الحدیث ۷۸۸ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱ ص ۵۸ رقم الحدیث ۲۷۰ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰ رقم الحدیث ۲۴۰ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)، (المنتقی لابن الجارود ص ۳۲ رقم الحدیث ۸۳ مطبوعہ موسسة الکتاب الثقافیة بیروت)، (سنن الدارقطنی باب فی جواز المسح علی بعض الرأس ج ۱ ص ۱۹۲ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۲ ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۵۴۰۴ مطبوعہ دار الحرمین القاهرة) (مسند الامام الشافعی کتاب الطهارة باب ما خرج من کتاب الوضوء ج ۱ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۴۴ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیة بیروت الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء بتحقیق الدکتور رفعت فوزی عبدالمطلب قال المحقق سنده صحیح) (مشکاة المصابیح کتاب الطهارة باب سنن الوضوء الفصل الاول ج ۱ ص ۹۱ رقم الحدیث ۳۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۲۰۰۳ء بتحقیق شیخ جمال عیتانی وفی نسخة ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب کراچی) (شرح السنة کتاب الطهارة باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۳۲۶ رقم الحدیث ۲۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الثانیة ۲۰۰۳ء بتحقیق الشیخ عادل احمد بن عبد الموجود) (التهذیب فی فقه الامام الشافعی کتاب الطهارة ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار اللکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۹۹۷ء بتحقیق الشیخ عادل احمد عبد الموجود) (مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۹۵ رقم الحدیث ۶۹۹) (مسند ابی عوانة المسمیٰ المسند الصحیح المخرج علی صحیح مسلم کتاب الطهارة بیان الاباحة للمتوضی ان یعینه علی وضوئه غیره ویصبه علیه والدلیل علی اجازة المسح علی الخفین کیف ما مسح اذا وقع علیه اسم المسح ج ۱ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۵۵۴ ـ ۵۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۲۰۰۶ء بتحقیق ابو علی النظیف) (سنن النسائی (مجلد) کتاب الطهارة باب ۸۷ المسح علی العمامة مع الناصیة ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعة الاولی ۲۰۰۱ء)

[1384] (مسند الامام الشافعی کتاب الطهارة باب ما خرج من کتاب الوضوء ج ۱ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۴۶ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیة بیروت الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء بتحقیق الدکتور رفعت فوزی عبدالمطلب قال المحقق سنده حسن لغیره)

حدیث نمبر (۷)

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا الاوزاعی عن یحیی عن ابی سلمۃ عن جعفر بن عمرو عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یمسح علی عمامتہ و خفیہ۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔[1385]

حدیث نمبر (۸)

امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی روایت امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا موسی بن داؤد اخبرنا مندل عن بن جریج عن عطاء ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم توضاء وعلیہ عمامۃ فرفع عمامۃ عن رأسہ ومسح مقدم راسہ۔

ترجمہ: امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وضو کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سر پر عمامہ تھا عمامہ سر سے اٹھایا اور سر مبارک کے آگے حصہ پر مسح کیا۔[1386]

1385 (صحیح البخاری کتاب الوضوء باب المسح علی الخفین ج ۱ ص رقم الحدیث ۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1386 (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۵۔۴۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا الربیع قال اخبرنا الشافعی قال اخبرنا مسلم عن ابن جریج عن عطاء ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم توضا فحسر العمامة و مسح مقدم راسه او قال ناصیته بالماء۔

ترجمہ: عطاء رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وضو کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے عمامے کو پیچھے کر لیا اور سر کے آگے والے حصے پر مسح کیا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) پانی کے ذریعے پیشانی پر مسح کیا۔[1387]

حدیث نمبر (۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبد الرزاق عن حماد عن قتادة ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یمسح علی عمامته قال یضع یده علی ناصیته ثم یمر بیده علی العمامة۔

ترجمہ مختصراً: حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عمامہ پر مسح کیا۔[1388]

1387 (مسند الامام الشافعی کتاب الطهارة باب ما خرج من کتاب الوضوء ج ۱ ص ۱۱۹ رقم الحدیث ۴۵ مطبوعه دار البشائر الاسلامیة بیروت الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء بتحقیق الدکتور رفعت فوزی عبد المطلب قال المحقق سنده حسن لغیره) (معرفة السنن والآثار کتاب الطهارة باب ۱۰ فریضة الوضوء فی غسل الوجه ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت طبع سنة ۲۰۰۱ء بتحقیق سید کسروی حسن) (مصنف عبد الرزاق کتاب الطهارة باب المسح علی الخفین والعمامة ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت الطبعة الثانیة ۱۹۸۳ء بتحقیق حبیب الرحمن اعظمی)

1388 (مصنف عبد الرزاق کتاب الطهارة باب المسح علی الخفین والعمامة ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۷۴۱ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت الطبعة الثانیة ۱۹۸۳ء بتحقیق حبیب الرحمن اعظمی)

حدیث نمبر (۱۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو حامد عبداللہ بن مسلم بن ثابت بن زید ببغداد ان ابا بکر محمد بن عبدالباقی بن محمد الانصاری اخبرھم ابنا ابو الحسین محمد بن علی المھتدی باللہ ابنا عبید اللہ بن احمد بن علی الصیدلانی قیل لہ حدثکم عبد اللہ بن محمد بن زیاد النیسابوری قال حدثنی عیسی بن ابراھیم و احمد بن عبدالرحمن قالا ثنا عبداللہ بن وھب قال حدثنی معاویۃ بن صالح عن عبدالعزیز بن مسلم عن ابن معقل عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت یباع فمسح مقدم راسہ ولم ینقض یباع۔ اخرجہ ابو داؤد عن احمد بن صالح عن ابن وھب بنحوہ او مثلہ۔[1389]

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد بن صالح ثنا ابن وھب حدثنی معاویۃ بن صالح عن عبدالعزیز بن مسلم عن ابی معقل عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت یباع فمسح مقدم راسہ ولم ینقض یباع۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ کے اوپر قطری کا بنا ہوا عمامہ تھا پس آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک عمامے کے نیچے داخل کرکے سر اقدس کے اگلے حصے کا مسح کیا اور مقدس عمامے کی بندش کو نہ توڑا۔[1390]

1389 (الاحادیث المختارۃ ج ۶ ص ۲۳۹۔۲۴۰ رقم الحدیث ۲۲۵۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)

1390 (سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب ۵۸ المسح علی العمامۃ ج ۱ ص ۳۶ رقم الحدیث ۱۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب الطھارۃ وسننھا باب ماجاء فی المسح فعلی العمامۃ ج ۱ ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۵۶۴ مطبوعہ

مستدرک للحاکم کے محقق مصطفی عبد القادر عطا اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

قال فی التلخیص لو صح لدل علی مسح بعض الراس۔[1391]

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابن ابی حاتم نا یونس نا ابن وھب حدثنی معاویۃ بن صالح عن عبد العزیز مسلم عن ابی معقل عن انس قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ۔[1392]

حدیث نمبر (۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد قال حدثنا ابراھیم بن راشد الادمی قال حدثنا معلی بن عبدالرحمن الواسطی قال حدثنا عبدالحمید بن جعفر الانصاری عن یحیی بن کثیر عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم مسح علی الخفین و الخمار یعنی العمامۃ۔

دار الفکر بیروت) (المستدرک علی الصحیحین کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۶۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۹۰ بتحقیق مصطفی عبد القادر عطا) (معرفۃ السنن والآثار کتاب الطہارۃ باب ۱۰ فریضۃ الوضوء فی غسل الوجہ ج ۱ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع سنۃ ۲۰۰۱ء بتحقیق سید کسروی حسن)

[1391] (المستدرک علی الصحیحین کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۶۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۹۰ بتحقیق مصطفی عبد القادر عطا)

[1392] (اخلاق النبی او آدابہ ذکر عمامتہ ج ۲ ص ۲۰۲ رقم الحدیث ۳۱۰ مطبوعہ دار المسلم الریاض)، (نصب الرایۃ کتاب الطہارات ج ۱ ص ۱ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔[1393]

حدیث نمبر (۱۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیۃ ب حدثنا یونس بن محمد عن داؤد بن ابی الفرات عن محمد بن زید عن ابی شریح عن ابی مسلم مولی زید بن صوحان قال کنت مع سلمان فرای رجلا ینزع خفیہ للوضوء فقال لہ سلمان امسح علی خفیک و علی خمارک وبناصیتک فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یمسح علی الخفین و الخمار۔

ترجمہ: حضرت ابو مسلم سے روایت ہے کہ میں سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو وضو کی غرض سے موزے اتار رہا تھا۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا موزے عمامہ اور ماتھے پر مسح کرلیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں اور عمامہ پر مسح کرتے دیکھا ہے۔[1394]

[1393] (المعجم الاوسط باب الالف من اسمہ احمد ج ۲ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۱۴۹۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض الطبعۃ الاولی ۱۹۸۵ء بتحقیق الدکتور محمود الطحان)

[1394] (سنن ابن ماجہ ابواب الطھارۃ و سننھا باب ما جآء فی المسح علی العمامۃ (مجلد) ج ۱ ص ۹۹ رقم الحدیث ۵۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۰ء) (سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جماع ابواب سیرتہ افی الطھارۃ للصلاۃ الباب السادس فی مسحہ اعلی الخف والجبائر ج ۸ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۹۳ء بتحقیق الشیخ عادل احمد الموجود والشیخ علی محمد معوض)

امام احمد بن حنبل شیبانی متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا عبد الصمد حدثنا داؤد یعنی ابن ابی الفرات حدثنا محمد بن زید عن ابی شریح عن ابی مسلم مولی زید بن صوحان العبدی قال کنت مع سلمان الفارسی فرای رجلا قد احدث وھو یرید ان ینزع خفیہ فامرہ سلمان ان یمسح علی خفیہ و علی عمامتہ و یمسح بناصیتہ و قال سلمان رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یمسح علی خفیہ و علی خمارہ۔

ترجمہ: ابو مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی کو حدث لاحق ہوا اور وہ اپنے موزے اتارنا چاہتا ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے حکم دیا کہ موزوں اور عمامہ پر مسح کرے اور اپنی پیشانی کے بقدر (سر پر) مسح کرے اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو اپنے موزوں اور اوراوڑھنی (عمامے) پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[1395]

یہی روایت امام سلیمان بن داؤد الجارود الشہیر بابی داؤد الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ نے بھی روایت کی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں:

فامرہ سلمان ان یمسح علی خفیہ و عمامتہ و شعرہ۔[1396]

1395 (مسند احمد (حدیث سلمان الفارسی ص) ج ۶ ص ۷۱۱۔ ۷۱۲ رقم الحدیث ۲۳۲۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۹۴ء) ابن حبان ۱۳۴۴۔

1396 (مسند ابی داؤد الطیالسی الجز الاول احادیث سلمان الفارسی ص عنہ ص ۹۱ رقم الحدیث ۶۵۲ مطبوعہ دار الباز عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر (۱۳)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة و محمد بن العلاء قال نا ابو معاویة و حدثنا اسحاق قال انا عیسی بن یونس کلاهما عن الاعمش عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرة عن بلال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم علی الخفین و الخمار و فی حدیث عیسی حدثنی الحکم قال حدثنی بلال۔

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔[1397]

امام الحافظ الکبیر ابی بکر عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی متوفی ۲۱۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان ثنا ابان بن تغلب و محمد بن عبدالرحمن ابی لیلی عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن بلال قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم مسح علی الخفین و الخمار۔

1397 (صحیح مسلم کتاب الطهارة باب ۷۹ مسح علی الخفین) (المسند الضعیف للعقیلی ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۳۴۰ مکتبة نزار مصطفی الباز المملکة العربیة السعودیة الطبعة الاولٰی ۲۰۰۱ء بتحقیق کامل عویضة) (مسند الامام الشافعی کتاب الطهارة ج ۱ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۵۴ و ج ۹ ص ۳۸۳۔ ۳۸۴ رقم الحدیث ۸۸۲۶ مطبوعه دار البشائر الاسلامیة بیروت الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء بتحقیق الدکتور رفعت فوزی عبدالمطلب قال المحقق سنده صحیح) (سنن النسائی (مجلد) کتاب الطهارة باب ۸۶ المسح علی العمامة ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعة الاولی ۲۰۰۱ء) (مسند احمد (حدیث بلالص) ج ۶ ص ۲۱ رقم الحدیث ۲۳۳۶۷ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعة الثالثة ۱۹۹۴ء) (سبل الهدی و الرشاد فی سیرة خیر العباد جماع ابواب سیرته ا فی الطهارة للصلاة الباب السادس فی مسحه ا علی الخف و الجبائر ج ۸ ص ۵۴ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۹۹۳ء بتحقیق الشیخ عادل احمد الموجود و الشیخ علی محمد معوض)

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو موزوں اور عمامہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔[1398]

حدیث نمبر (۱۴)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت الامام الحافظ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی متوفی ۳۲۲ھ لکھتے ہیں:

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یمسح علی الخفین و العمامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔[1399]

[1398] (مسند الحمیدی (احادیث بلال بن رباح ص) ج ۱ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۸ء بتحقیق حبیب الرحمن الاعظمی) (سنن ابن ماجہ ابواب الطھارۃ و سننھا باب ما جآء فی المسح علی العمامۃ (مجلد) ج ۱ ص ۹۹ رقم الحدیث ۵۶۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۰ء) (المعجم الاوسط باب الالف من اسمہ بکر ج ۴ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۳۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض الطبعۃ الاولی ۱۹۸۵ء بتحقیق الدکتور محمود الطحان) (ابوداؤد الطیالسی ص ۱۵۲) (مسند ابی عوانۃ المسمی المسند الصحیح المخرج علی صحیح مسلم کتاب الطھارۃ بیان الاباحۃ للمتوضی ان یعینہ علی وضوئہ غیرہ ویصبہ علیہ و الدلیل علی اجازۃ المسح علی الخفین کیف ما مسح اذا وقع علیہ اسم المسح ج ۱ ص ۱۶۸۔۱۶۹ رقم الحدیث ۵۵۶۔۵۵۷۔۵۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۶ء بتحقیق ابو علی النظیف) (مصنف عبد الرزاق کتاب الطھارۃ باب المسح علی الخفین و العمامۃ ج ۱ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۷۳۵۔۷۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۸۳ء بتحقیق حبیب الرحمن اعظمی) (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ترجمۃ ۲۶۵ سوید بن غفلۃ ج ۴ ص ۱۹۶۔۱۹۷ برقم ۵۲۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۹۷ء بتحقیق مصطفی عبد القادر عطا)

[1399] (المسند الضعیف للعقیلی ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۱۰۴ مکتبۃ نزار مصطفی الباز المملکۃ العربیۃ السعودیۃ الطبعۃ الاولی ۲۰۰۱ء بتحقیق کامل عویضۃ) طبرانی ج ۸ ص ۱۴۳۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۲۰۴) تاریخ اصفھان ج ۲ ص ۹۶)

امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد قال حدثنا ابو جعفر قال حدثنا عفیر بن عدان عن سلیم بن عامر عن ابی امامة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسح علی الخفین والعمامة فی غزوة تبوک۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔[1400]

حدیث نمبر (۱۵)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد قال حدثنا محمد بن غالب الرافقی قال حدثنا الاحوص بن جواب قال حدثنا عمار بن رزیق عن سعید بن مسروق عن ابراهیم التیمی عن عمرو بن میمون الاودی عن ابی عبد اللہ الجدلی عن خزیمة بن ثابت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یمسح علی الخفین والخمار۔

ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔[1401]

1400 (المعجم الاوسط باب الالف من اسمه احمد ج ۲ ص ۶۰۔ ۶۱ رقم الحدیث ۱۱۰۳ مطبوعه مکتبة المعارف الریاض الطبعة الاولی ۱۹۸۵ء بتحقیق الدکتور محمود الطحان)

1401 (المعجم الاوسط باب الالف من اسمه احمد ج ۲ ص ۲۵۶ رقم الحدیث ۱۴۵۴ مطبوعه مکتبة المعارف الریاض الطبعة الاولی ۱۹۸۵ء بتحقیق الدکتور محمود الطحان)

عمامہ شریف پر مسح کرنا

صرف عمامہ شریف پر مسح کرنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز نہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف عمامہ شریف پر مسح جائز ہے۔ اس مسئلہ کا مختصراً ذکر انشاء اللہ آگے نویں باب عمامے شریف کے بعض اہم فقہی مسائل میں بیان کیا جائے گا اور اس مسئلہ کی اور زیادہ تفصیل دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب "فقہ حنفی احادیث و آثار صحابہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر (١٦)

محرم کے لئے عمامہ پہننا جائز نہیں

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ادم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم و عن الزھری عن سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان رجلاً سالہ ما یلبس المحرم؟ فقال لا یلبس القمیص و لا العمامۃ ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوباً مسہ الورس او الزعفران فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین ولیقطعھما حتی یکونا تحت الکعبین۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کہ کیا محرم میں کیا پہنے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور نہ ٹوپی پہنے اور

نہ ایسا کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس سے رنگا ہوا ہو پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔[1402]

علامہ محمد بن عبد اللہ بن محمد المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

وھذا یدل علی انھا کانت عادۃ امر باجتنابھا حالۃ الاحرام وشرع کشف الراس اجلالاً لذی الجلال والاکرام۔[1403]

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر وقت عمامہ باندھتے تھے اس لئے سرکار دوعالم ﷺ نے حالت احرام میں اس سے منع فرمایا۔

حدیث نمبر (۱۷)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار دی اور عمامہ باندھا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ جنگ خندق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

وھو بن تسعین سنۃ فقال علی بن ابی طالب انا ابارزہ یارسول اللہ فاعطاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیفہ وعممہ وقال اللّٰھم اعنہ علیہ ثم برز لہ ودنا من صاحبہ وثارت بینھما غبرۃ وضربہ علی فقتلہ وکبر۔

1402 (صحیح البخاری کتاب العلم باب من اجاب السائل باکثر مما سالہ ج ۱ ص ۲۰۹، ج ۲ ص ۸۶۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳۴ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ رقم الحدیث ۵۳۰۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر) (سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۱۸۲۴) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۳۷۸۴) (سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۹)

1403 (عارضۃ الاحوذی ج ۷ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: عمرو بن عبدو اس وقت نوے برس کا تھا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اس سے لڑوں گا حضور ﷺ نے انہیں اپنی تلوار دی اور عمامہ باندھا اور فرمایا کہ اے اللہ! اس کے مقابلے میں ان کی مدد کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلے کے لئے نکلے ان میں سے ایک دوسرے کے قریب ہو گیا غبار اڑا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مار کر قتل کر دیا اور تکبیر کہی۔[1404]

حدیث نمبر (۱۸)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

تمیم بن سلمۃ روی ابو موسی من طریق وھیب بن خالد عن خالد الحذاء عن رجل عن تمیم بن سلمۃ قال بینما انا ثم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اذا انصرف من عندہ رجل فنظرت الیہ مولیا معتما بعمامۃ قد ارسلھا من ورائہ قلت یارسول اللہ امن ھذا قال جبریل۔[1405]

حدیث نمبر (۱۹)

سرکار دوعالم ﷺ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہاتھ مبارک سے عمامہ باندھا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

سریۃ عبدالرحمن بن عوف الی دومۃ الجندل فی شعبان سنۃ ست من مہاجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قالوا دعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

1404 (طبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

1405 (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر تمیم بن سلمۃ ص ج ۱ ص ۱۷۳ برقم ۸۴۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

وسلم عبدالرحمن بن عوف فاقعده بين يديه وعممه بيده وقال اغز بسم الله وفی سبيل الله فقاتل من كفر ب الله لا تغل ولا تغدر ولا تقتل وليدا۔

ترجمہ: شعبان ۶ھ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ دومۃ الجندل ہوا حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اپنے سامنے بٹھایا اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو اللہ کے ساتھ کفر کرے تم اس سے اس طرح لڑو کہ نہ تو خیانت کرو اور نہ بدعہدی کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔[1406]

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں:

وبعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم الى دومة الجندل الى كلب وعممه بيده وسدلها بين كتفيه۔[1407]

حدیث نمبر (۲۰)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا خالد بن خداش اخبرنا عبد الله بن وهب عن ابی صخر عن قسيط عن عروة بن الزبير قال اهدى لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم عمامة معلمة فقطع علمها ثم لبسها۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن الزبیر ص سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو ایک نقش و نگار کا عمامہ ہدیتہ دیا گیا آپ ﷺ نے اس کے نقش و نگار کو کاٹ ڈالا پھر اسے باندھا۔[1408]

[1406] (طبقات الکبری ابن سعد سریۃ عبدالرحمن بن عوف الی دومۃ الجندل ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[1407] (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۴۵۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

[1408] (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر (۲۱)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

يقال ان اول من بايعه طلحة بيده اليمنى و كان شلاء من يوم احد لما وقى لها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم فقال بعض القوم و الله ان هذا الامر لا يتم و خرج على الى المسجد فصعد المنبر و عليه ازار و عمامة خز نعلاه فى يده توكأ على قوسه فبايعه عامة الناس و ذلک اليوم السبت التاسع عشر۔ [1409]

حدیث نمبر (۲۲)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

قال ابشر يا ابا بكر هذا جبريل متعجر بعمامة۔ [1410]

حدیث نمبر (۲۳)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

فقام معاذ بن جبل فقال انا يا رسول الله ! فقال يا بلال ائتنى بعمامتى فاتاه بعمامته فعمم راسه۔ [1411]

حدیث نمبر (۲۴)

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابراهيم بن محمد بن الحسن نا محمد بن صدران نا عنبسة بن سالم عن عبيد الله عن انس انه رأى رسول الله تعمم بعمامة سوداء۔ [1412]

1409 (البداية والنهاية ذكر بيعة عليص بالخلافة ج ۷ ص ۲۲۶ مطبوعہ مكتبة المعارف بيروت)

1410 (الثقات ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الفكر بيروت)

1411 (السيرة النبوية واخبار الخلفاء لابن حبان السنة التاسعة من الهجرة ص ۳۸۰۔۳۸۱ مطبوعہ دار الفكر بيروت)

1412 (اخلاق النبى او آدابه ذكر عمامته ج ۲ ص ۱۹۲ رقم الحديث ۳۰۴ مطبوعہ دار المسلم الرياض)

حدیث نمبر (۲۵)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن الشخیر عن عبدالرحمن بن عدی البحرانی عن اخیہ عبدالاعلی بن عدیص ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دعا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فعممہ وارخی عذبۃ العمامۃ من خلفہ ثم قال ھکذا فاعتموا فان العمامۃ سیما الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین۔

ترجمہ: عبدالرحمن بن عدی البہرانی اپنے بھائی عبدالاعلیٰ بن عدی سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا انہیں عمامہ پہنایا اور عمامے کے شملے کو پیچھے کی جانب سے لٹکا دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسی طریقے سے عمامہ باندھا کرو کیونکہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان حد فاصل ہیں۔[1413]

غیر مقلد محمد عبدالرحمن ابن عبدالرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

اخرجہ ابو نعیم فی معرفۃ الصحابۃ من روایۃ اسماعیل بن عیاش بن عن عبد اللہ بن بشر عن عبدالرحمن بن عدی البھرانی عن اخیہ عبدالاعلی بن عدی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دعا علی بن ابی طالب یوم غدیر خم فعممہ وارخی عذبۃ بیاع من خلفہ ثم قال ھکذا فاعتموا الحدیث۔[1414]

[1413] (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۱۶۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1414] (تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر (۲۶)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة انها قالت رایت رجلا یوم الخندق علی صورة دحیة بن خلیفة الکلبی علی دابة یناجی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیه عمامة قد اسدلها خلفه فسالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عنه قال کان ذلک جبریل علیه السلام امرنی ان اخرج الی بنی قریظة۔ وقد قیل عن عبد اللہ بن عمر عن اخیه عن القاسم وقیل غیر ذلک۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو جنگ خندق کے دن دیکھا جو دحیہ بن خلیفہ کلبی کی شکل وصورت پر تھا اور سواری پر سوار تھا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا اس سوار کے سر پر عمامہ تھا اور اس کے سرے کو اس نے پیچھے کی طرف لٹکایا ہوا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے مجھے انہوں نے آکر حکم دیا کہ میں بنو قریظہ کی طرف نکلوں اور کہا گیا ہے کہ مروی ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے اپنے بھائی سے اس نے قاسم سے اور اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے۔[1415]

حدیث نمبر (۲۷)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ ایک روایت میں لکھتے ہیں:

ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیته ومعه ابوبکر وعمر فعمماه ولبساه۔

[1415] (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۶۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مستدرک للحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ج ۴ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۷۴۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: پھر حضور ﷺ اپنے گھر مبارک میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو حضور ﷺ نے دونوں کو عمامے بندھائے اور دونوں کو لباس پہنائے۔[1416]

حدیث نمبر (۲۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا عبدالرحمن عن عبد اللہ بن عمر عن اخیہ عن القاسم عن عائشۃ ثم ان جبریل علیہ السلام اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علی برذون وعلیہ عمامۃ طرفھا بین کتفیہ فسالت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقال رایتہ ذالک جبریل۔[1417]

حدیث نمبر (۲۹)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن علی بن حبیش ثنا جعفر بن محمد الفریابی ثنا سلیمان بن عبدالرحمن الدمشقی حدثنی خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عمر انہ جاءہ رجل من اھل البصرۃ فسالہ عن ارسال العمامۃ خلفہ؟ فقال ابن عمر ساخبرک ذلک حتی تعلم کنت عاشر عشرۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود ومعاذ وحذیفۃ وعبدالرحمن بن عوف وابو سعید وابن عمر فامر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ابن عوف ان یتجھز لسریۃ یبعثہ علیھا فاصبح وقد اعتم بعمامۃ کرابیس سوداء فادناہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

1416 (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

1417 (مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۲۵۱۹۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۷۴۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

واصحابہ وسلم ثم نقضها فعممه فاستل من خلفه اربع اصابع او نحو ذلک ثم قال هکذا یا ابن عوف فاعتم فانها اعرف واحسن۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا ایک شخص نے ان سے عمامہ کے شملے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں تم کو صحیح بتاؤں گا فرمایا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مسجد میں تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ یہ صحابہ بھی تھے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کل دس ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک دستہ جانے والا ہے اس کے لئے تم تیار ہو جاؤ صبح کو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیار ہو کر آ گئے کالے رنگ کا سوتی عمامہ باندھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان کو اپنے قریب کیا ان کا عمامہ کھولا اور (سفید رنگ کا) عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا ابن عوف اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ واضح اور بہتر ہے۔[1418]

[1418] (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبهانی ترجمۃ عبدالرحمن بن عوف ص ج ۱ ص ۱۳۴ برقم ۴۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر (۳۰)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اخرج ابن ابی عاصم فی کتاب الجھاد قال حدثنا ابو موسی حدثنا عثمان بن عمر عن الزبیر بن جوان عن رجل من الانصار قال جاء رجل الی ابن عمر فقال یا اباعبدالرحمن العمامة سنة؟ فقال نعم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لعبدالرحمن بن عوف اذھب فاسدل علیک ثیابک و البس سلاحک ففعل ثم اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فقبض ما سدل بنفسہ ثم عممہ فسدل من بین یدیہ و من خلفہ۔

ترجمہ: ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمن کیا عمامہ سنت ہے؟ فرمایا ہاں حضور ﷺ نے ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اپنے کپڑے اپنے اوپر لٹکالو اور اپنا ہتھیار پہن لو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا پھر نبی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے کپڑے کولے کر عمامہ باندھا تو آگے اور پیچھے لٹکایا۔[1419]

حدیث نمبر (۳۱)

امام الحافظ عبداللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمر و ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم قالا ما خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فی یوم جمعة قط الا و ھو معتم و ان کان فی ازار و رداء و ان لم یکن عندہ عمامة و صل الخرق بعضھا الی بعض و اعتم بھا۔[1420]

[1419] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۵ ص ۲۲ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)

[1420] (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ترجمہ موسی بن مطیر ج ۶ ص ۲۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)، (سبل الھدی و الرشاد ج۷ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انہ قال ما خرج الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی یوم جمعۃ الا وھو معتم۔[1421]

حدیث نمبر (۳۲)

عمامہ باندھو اور اپنے سے پہلی امتوں کی مخالفت کرو

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو طاھر الفقیہ اخبرنا ابو بکر القطان حدثنا محمد بن یوسف حدثنا سفیان عن ثور عن خالد بن معدان قال اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بثیاب من الصدقۃ فقسمھا بین اصحابہ فقال اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم۔

ترجمہ: خالد بن معدان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس صدقہ کے کپڑے آئے آپ ﷺ نے ان کو اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ عمامے باندھو اور اپنے سے پہلی امتوں کی مخالفت کرو۔[1422]

[1421] (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۳۳۸ برقم ۱۸۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1422] (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ الاحوص بن حکیم ج ۱ ص ۴۱۵ برقم ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر (۳۴)

مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے

امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

قال بن السلام اخبرنی محمد بن ربیعة قال حدثنا ابو الحسن العسقلانی عن ابی جعفر بن محمد بن رکانة عن ابیه ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم صارع رکانة فصرعه فسمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم یقول فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: امام ابو جعفر محمد بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کشتی لڑی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں پچھاڑ دیا۔ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے۔(یعنی مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی پر)[1423]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ابی جعفر محمد بن رکانة عن ابیه انه صارع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم وسمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم یقول فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔

[1423] (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۳۳۷ برقم ۱۱۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان للبیهقی ج ۵ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۶۲۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۱۷۸۳ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱۰ ص ۱۸ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)

ترجمہ: امام ابو جعفر محمد بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کشتی لڑی نبی کریم ﷺ نے انہیں پچھاڑ دیا۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے۔(یعنی مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی پر)[1424]

امام ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن یزید بن رکانة لاتزال امتی علی الفطرة مالبسوا العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: حضرت یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔[1425]

حدیث نمبر (۳۴)

بے شک عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والا ہے

امام سلیمان بن داؤد الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابوداؤد قال حدثنا الاشعث بن سعید حدثنا عبد اللہ بن بسر عن ابی راشد الحبرانی عن علی قال ثم عممنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یوم غدیر خم بعمامة سدلها خلفی ثم قال انا اللہ جل جلالہ امدنی یوم بدر وحنین بملائکة یعتمون هذه العمة فقال ان یباع حاجزة بین الکفر والایمان۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے دن ایسے عمامے سے میری دستار بندی کروائی اس کا شملہ پیچھے لٹکا دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین میں

[1424] (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[1425] (الفردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۹۳ رقم الحدیث ۷۵۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

(جن) فرشتوں کے ذریعے میری مدد کی انہوں نے اسی ہیئت کے عمامے باندھ رکھے تھے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا بے شک عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔[1426]

حدیث نمبر (۳۵)

امام ابو عثمان سعید بن منصور الخراسانی متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا سعید قال نا اسماعیل بن عیاش عن صفوان بن عمرو قال سمعت خالد بن معدان وفضیل بن فضالة یقولان قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اکرم اللہ جل جلالہ ھذہ الامة بالعمائم والالویة۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ جل جلالہ نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔[1427]

حدیث نمبر (۳۶)

عماموں کو لازم پکڑو بے شک وہ فرشتوں کی علامت ہے

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا یحیی بن عثمان بن صالح ثنا محمد بن الفرج الھاشمی ثنا عیسی بن یونس عن مالک بن مغول عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1426] (مسند طیالسی ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۵۴ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)، (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص ۱۴ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۳۰۶۔ ۳۰۶ رقم الحدیث ۴۱۱۴۱۔ ۴۱۹۰۹ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (اسد الغابہ فی معرفة الصحابة ج ۳ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)، (الریاض النضرة فی مناقب العشرة ج ۳ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)، (زرقانی شرح المواھب اللدنیہ ج ۶ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

[1427] (کتاب السنن باب ماجاء فی الالویة والعمایم ج ۲ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۲۵۲۸ مطبوعہ الدار السلفیة الھند)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثم علیکم بالعمائم {★} فانھا سیماء الملائکۃ وارخوا لھا خلف ظھورکم۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمامے تم پر لازم ہیں اور عمامے کے شملے اپنی پشتوں کے پیچھے لٹکاؤ اس لئے کہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے۔[1428]

حاشیہ:...★

لفظ "علیکم" عربی زبان میں اسم فعل بمعنی "الزمو" امر کا صیغہ ہے لیکن یہاں امر اپنے حقیقی معنی یعنی وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباباً ہے مثلاً دیکھئے سیاہ خضاب لگانا جائز ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان احسن ما اختضبتم بہ لھذا السواد ارغب لنسائکم فیکم واھیب لکم فی صدور عدوکم۔

ترجمہ: بے شک سیاہ خضاب جو تم کرتے ہو بہت ہی اچھا ہے اس میں تمہاری بیویوں کے لئے رغبت ہے اور تمہارے دشمنوں کے سینے میں ہیبت ہے۔[1429]

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتیکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں:

[1428] (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۱۳۴۱۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

[1429] (سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب الخضاب بالسواد ص ۲۵۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ونا زیاد بن عبید اللہ قال نا زیاد بن عبد اللہ القرشی قال حدثنی عبدالحمید بن صیفی بن صھیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علیکم بخضاب السواد فانہ ارھب لکم فی صدور عدوکم وارغب نسائکم فیکم۔[1430]

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے سیاہ خضاب کو احسن فرمایا اور مسند بزار کی روایت میں حضور ﷺ نے سیاہ خضاب لگانے کا امر فرمایا یہاں بھی لفظ "**علیکم**" اسم فعل بمعنی **الزموا** امر کا صیغہ ہے لیکن یہاں بھی امر اپنے حقیقی معنی یعنی وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباباً ہے۔ سیاہ خضاب کے جواز پر فقیر کا رسالہ "**القول الاجود فی خضاب الاسود**" ملاحظہ فرمائیں۔

دوم یہاں قرینہ صارفہ پایا جاتا ہے یعنی حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ سے ٹوپی پہننا ثابت ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

حدیث مبارکہ میں ہے:

غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود۔

اور ایک روایت میں ہے:

ان الیھود والنصاری لا یصبغون فخالفھم۔

یہاں پر حضور ﷺ نے خضاب لگانے کا امر فرمایا لیکن اس کے باوجود خضاب لگانا واجب نہیں مستحب ہے اس لئے کہ یہاں قرینہ صارفہ پایا جاتا ہے اس لئے کثیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خضاب نہیں لگاتے تھے۔ اس لئے یہاں جو حضور ﷺ نے علیکم فرمایا ہے لیکن دوسری طرف خود حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ سے صرف ٹوپی پہننا ثابت ہے اس لئے یہاں علیکم وجوب کے لئے نہیں۔

[1430] (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۶ ص ۳۰ رقم الحدیث ۲۰۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو سعد المالینی اخبرنا ابو احمد بن عدی الحافظ حدثنا عبدالعزیز ابن سلیمان حدثنا یعقوب بن کعب حدثنا عیسی بن یونس عن الاحوص بن حکیم عن خالد بن معدان عن عبادة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علیکم بالعمائم فانها سیما الملائکة وارخوها خلف ظهورکم۔

ترجمہ: عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم لوگ عماموں کو لازم پکڑو بے شک وہ فرشتوں کی علامت ہیں اور لٹکاؤ ان کو اپنی پشت کے پیچھے۔[1431]

امام الحافظ عبد اللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدالعزیز بن سلیمان الحرملی حدثنا یعقوب بن کعب حدثنا عیسی بن یونس عن الاحوص بن حکیم عن خالد بن معدان عن عبادة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علیکم بالعمائم فانها سیماء الملائکة وارخولها خلف ظهورکم۔

ترجمہ: عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم لوگ عماموں کو لازم پکڑو بے شک وہ فرشتوں کی علامت ہیں اور لٹکاؤ ان کو اپنی پشت کے پیچھے۔[1432]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانها سیما الملائکة وارخوالها خلف ظهورکم۔

1431 (شعب الایمان للبیهقی ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۲ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)

1432 (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ترجمه الاحوص بن حکیم ج ۱ ص ۴۱۵ برقم ۲۲۹ مطبوعه دار الفکر بیروت)

ترجمہ: تم لوگ عماموں کو لازم پکڑو بے شک وہ فرشتوں کی علامت ہیں اور لٹکاؤ ان کو اپنی پشت کے پیچھے۔[1433]

صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت مبارک

ابو رافع کا قتل کا واقعہ

صحیح بخاری شریف میں ابو رافع عبداللہ بن ابو حقیق کا قتل کا واقعہ تفصیلاً موجود ہے جن کے بعض الفاظ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فعرفت انی قتلته فجعلت افتح الابواب باباً باباً حتی انتهيت الی درجة له فوضعت رجلی وانا اری انی قد انتهيت الی الارض فوقعت فی ليلة مقمرة فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامة ثم انطلقت حتی جلست علی الباب . . .

ترجمہ: مجھے یقین ہو گیا کہ ابو رافع ملک عدم میں پہنچ گیا ہے پس میں ہر ایک دروازے کو کھول کر باہر نکلتا رہا یہاں تک کہ ایک منزل سے اترتے ہوئے جب میں نے اپنا پیر آگے رکھا اور میں چاندنی

[1433] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۵۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۲۷ رقم الحدیث ۷۹۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مشکوۃ کتاب اللباس ص ۳۷۷)

رات میں یہی محسوس کر رہا تھا کہ زمین پر پہنچا ہوں پس میں اوپر سے زمین پر گرا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اسے عمامہ سے باندھ لیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔[1434]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دیہاتی کو عمامہ عطا کرنا

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنی ابو الطاهر احمد بن عمرو بن سرح اخبرنا عبد الله بن وهب اخبرنی سعید بن ابی ایوب عن الولید بن ابی الولید عن عبد الله بن دینار عن عبد الله بن عمر ان رجلاً من الاعراب لقیه بطریق مکة فسلم علیه عبد الله و حمله علی حمار کان یرکبه و اعطاه عمامة کانت علی راسه...الخ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا، حضرت عبد اللہ ص نے اس کو سلام کیا اور جس گدھے پر خود سوار تھے اس دیہاتی کو بھی اس پر سوار کر لیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کو عطا کر دیا۔[1435]

1434 (صحیح البخاری کتاب المغاذی باب قتل ابی رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق الخ ج ۴ ص ۱۴۸۳ رقم الحدیث ۳۸۱۳ مطبوعہ دار القلم شام طبع سنة ۱۹۸۱ء وفی نسخة ج ۲ ص ۵۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) (سنن الکبری للبیہقی ج ۹ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة طبع سنة ۱۹۹۴ء) (تاریخ الامم و الملوک ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت طبع سنة ۱۴۰۷ھ) (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۳ ص ۹۴۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت طبع سنة ۱۴۱۲ھ) (دلائل النبوة لابی نعیم ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۱۳۴ مطبوعہ مجلس دائرہ معارف عثمانیہ حیدر آباد بھارت) (البدایة والنهایة لابن کثیر ج ۴ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع سنة ۱۹۹۸ء) (الصارم المسلول لابن تیمیة ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت طبع سنة ۱۴۱۷ھ)

1435 (صحیح مسلم کتاب البر و الصلة و الادب باب صلة اصدقآء الاب و الام و نحوهما ج ۲ ص ۳۱۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) (مسند احمد ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا یحیی بن محمد الحنانی ثنا طالوت بن عباد ثنا سالم بن عبداللہ العتکی قال ثم رأیت انس بن مالک علیہ جبۃ خز دکناء ومطرف خز ادکن وعمامتہ سوداء الخ۔۔۔[1436]

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن مصفی نا یحیی بن سعید القطان نا عتبۃ بن المنذر قال رایت ابا امامۃ صاحب رسول اللہ شیخ قصیر خفیف العارضین علی حمار اسود یقودہ وصیف لہ رومی وبیدہ عصا وھو راکب وعلیہ قباء ثمن اربعۃ دراھم وعمامۃ عدنیۃ ورداء مثلہ وقد ارخی العمامۃ وراءہ ذراع۔[1437]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا سیاہ عمامہ

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

قال خرج الینا الحسن بن علی وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: بیان کرتے ہیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر سیاہ عمامہ تھا۔[1438]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابوبکر الفارسی انبا ابو اسحاق الاصفھانی حدثنا ابو احمد بن فارس حدثنا محمد بن اسماعیل قال وقال خطاب الحمصی حدثنا بقیۃ عن مسلم بن زیاد قال رایت اربعۃ من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انس بن مالک وفضالۃ بن عبید وابا المنیب وفروخ بن سیار او سیار بن فروخ یرخون العمائم من خلفھم وثیابھم الی الکعبین۔

1436 (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۶۷۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

1437 (الآحاد والمثانی ج ۲ ص ۴۴۲ رقم الحدیث ۱۲۳۵ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

1438 (الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۳۱ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

ترجمہ: حضرت مسلم بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ میں سے چار شخصوں کو دیکھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو المنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فروخ بن سیار بن فروخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اپنے عمامے پیچھے کی طرف لٹکاتے تھے اور ان کے کپڑے (یعنی قمیص ٹخنوں تک ہوتی تھیں)[1439]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عن ابن اسحاق رأیت انس بن مالک علیه عمامة سوداء۔

ترجمہ: حضرت امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ انہوں نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا۔[1440]

امام عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

رای انس بن مالک وعلیه عمامة سوداء والصبیان خلفه یشتدون ویقولون هذا صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم۔

ترجمہ: (خطیب احمد بن علی بن ثابت نے اپنی تاریخ میں ابن اسحاق کا ذکر کیا ہے کہ:) انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ انہوں نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا بچے ان کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔[1441]

1439 (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1440 (تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1441 (روض الانف مع سیرۃ النبویۃ لامام ابن ھشام ترجمۃ ابن اسحق ج ۱ ص ۱۹۔۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

★★...★★

تیسرا باب
عمامہ شریف کے فضائل

عمامے عرب کا تاج ہیں

امام محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی متوفی ۴۵۴ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو الفتح محمد بن الحسین العطار البغدادی قدم علینا ثنا عبداللہ بن محمد المخلدی ببغداد ثنا عمر بن حسن الشیبانی ثنا محمد بن خلف بن عبدالسلام ثنا موسی بن ابراھیم المروزی ثنا موسی بن جعفر عن ابیہ عن جدہ عن ابیہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم العمائم تیجان العرب والاحتباء حیطانھا وجلوس المومن فی المسجد رباطہ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا عمامے عرب کا تاج ہیں اور احتباہ ان کی دیوار ہے اور اہل اسلام کا مسجد میں بیٹھنا سرحدوں کی حفاظت کے مانند ہے۔[1442]

امام محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی متوفی ۴۵۴ھ لکھتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم العمائم تیجان العرب....۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا "عمامے عرب کا تاج ہیں"۔[1443]

امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن علی العمائم تیجان العرب۔

[1442] (مسند الشھاب ج ۱ ص ۷۵ رقم الحدیث ۶۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[1443] (مسند الشھاب ج ۱ ص ۷۵ رقم الحدیث ۶۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "عمامے عرب کا تاج ہیں"۔[1444]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

العمائم تیجان العرب و الاحتباء حیطانها وجلوس المؤمن فی المسجد رباطه۔ القضاعی (فر) عن علی (صحیح)۔

ترجمہ: عمامے عربوں کے تاج ہیں عطیہ اور بخشش ان کے باغ ہیں اور مساجد میں لیٹے رہنا مومنوں کی رباط ہیں۔[1445]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال لما عمم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ و اصحابهٖ وسلم علیا رضی اللہ تعالیٰ عنه بالسحاب قال له یا علی العمائم تیجان العرب و الاحتیاء حیطانها و جلوس المؤمن فی المسجد رباطه۔[1446]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا اعزهم۔ (فر) عن ابن عباس (ضعیف)

ترجمہ: عمامے عرب کا تاج ہیں جب اہل عرب عمامے ترک کر دیں گے تو عزت کھو بیٹھیں گے۔[1447]

1444 (الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص ۸۷ رقم الحدیث ۴۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۱۷۸۳ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

1445 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۵۷۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۷۹۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1446 (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۶۳۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1447 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۵۷۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۷۹۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو شجاع شیر ویہ بن شہر دار بن شیر ویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة تعمموا تزدادوا احلما و العمائم تیجان العرب۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عمامے باندھو کیونکہ اسی سے حلم اور حوصلہ میں اضافہ ہوتا ہے اور عمامے تو عرب کے تاج ہیں۔[1448]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو سعد المالینی اخبرنا ابو احمد بن عدی حدثنا احمد بن محمد بن حرب حدثنا اسماعیل بن سعید حدثنا اسماعیل بن عمر ابو المنذر حدثنا یونس بن ابی اسحاق قال حدثنی ابنی عیسی عن عبیداللہ بن ابی حمید عن ابی الملیح عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اعتموا تزدادوا احلماً و العمائم تیجان العرب۔

ترجمہ: حضرت ابو الملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا عمامے باندھو بڑھ جاؤ گے باعتبار حوصلے کے اور عمامے عربوں کے تاج ہیں۔[1449]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ اخبرنا عبدالرحمن بن حمدان الجلاب بھمدان حدثنا ابو حاتم الرازی حدثنا یوسف بن محمد بن سابق حدثنا عبدالعزیز بن ابی رواد عن الزھری قال العمائم تیجان العرب والحبوة حیطان العرب والاضطجاع فی المساجد رباط المومنین۔

[1448] (الفردوس بماثور الخطاب ج ۲ ص ۵۵ رقم الحدیث ۲۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1449] (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۶۲۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں عمامے عربوں کے تاج ہیں عطیہ اور بخشش ان کے باغ ہیں اور مساجد میں لپیٹے رہنا مومنوں کی رباط ہیں۔[1450]

الجامع لشعب الایمان کے محقق غیر مقلد مختار احمد الندوی اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

اسنادہ لا باس بہ۔

ترجمہ: اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔[1451]

عمامے مسلمان کا وقار اور عرب کی عزت ہیں

امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس العمائم وقار للمومن وعز للعرب فاذا وضعت العرب عمائمها فقد وضعت عزھا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عمامے مسلمان کا وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اتار دیں گے اپنی عزت اتار دیں گے۔[1452]

عمامہ پہنو کہ اس سے حلم و وقار بڑھتا ہے

امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن عامر اعتموا تزدادوا احلما و وقاراً فاذا ترکت عزھا و قارھا۔[1453]

[1450] (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۱۷۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[1451] (الجامع لشعب الایمان ج ۸ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۵۸۵۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1452] (الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص ۸۸ رقم الحدیث ۴۲۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۱۷۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[1453] (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو احمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ المزنی ثنا ابو خلیفۃ القاضی ثنا ابو الولید ثنا عبید اللہ بن ابی حمید عن ابی الملیح بن اسامۃ عن بن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اعتمو اتزدادو احلما۔

ھذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا عمامہ پہنو کہ اس سے حلم وو قار بڑھتا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے لیکن انہوں (امام بخاری و امام مسلم رحمہا اللہ) نے اس کو نقل نہیں کیا۔[1454]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی الملیح بن اسامۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اعتمو اتزدادو احلماً۔

ترجمہ: حضرت اسامہ اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا عمامہ پہنو کہ اس سے حلم وو قار بڑھتا ہے۔[1455]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

[1454] (مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۷۴۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۱۷۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[1455] (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۵۱۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم الموصل)

حدثنا محمد بن صالح بن الولید النرسی ثنا ھلال بن بشر ثنا عمران بن تمام عن ابی جمرۃ عن بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال اعتموا تزدادوا حلما۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا عمامہ پہنو کہ اس سے حلم وو قار بڑھتا ہے۔[1456]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

اعتموا تزدادوا حلماً و العمائم تیجان العرب۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا عمامہ پہنو کہ اس سے حلم وو قار بڑھتا ہے اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔[1457]

نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔[1458]

ولید بن ازید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب و کان یقول اعتموا تزدادوا حلماً قال الولید رایت الاوزاعی یعتم فلا یرخی لھا شئیا۔

ترجمہ: عمامے عرب کے تاج ہیں اور فرماتے ہیں کہ عمامہ پہنو کہ اس سے حلم وو قار بڑھتا ہے۔[1459]

علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

[1456] (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۱۲۹۴۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم الموصل)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ترجمہ علی بن الحسین ابو الحسن البزار ج ۱۱ ص ۳۹۴ برقم ۶۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1457] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۷۴ رقم الحدیث ۱۱۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1458] (جمع الجوامع ج ۱ ص ۳۰ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ابن عدی ج ۶ ص ۲۴۱۳)

[1459] (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۲ برقم ۱۷۷ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

ابو نعیم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لا ینظر اللہ الی قوم لا یجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلوۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم اپنی چادروں کے نیچے نماز میں سر پر عمامے نہیں باندھتی وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے گی۔[1460]

فرشتے بروز جمعہ عمامے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں

امام ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابو الدرداء ان اللہ عز و جل و ملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے بروز جمعہ عمامے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔[1461]

یہ حدیث شدید ضعیف ہے۔

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

قلت و قد تقدم حدیث ابی الدرداء ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ فی الجمعۃ۔[1462]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

ان اللہ تعالی و ملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔

1460 (کنز العمال ج ۴ ص ۱۱۰)

1461 (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۵۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1462 (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۱۷۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ جل جلالہ اور اس کے فرشتے بروز جمعہ عمامے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔[1463]

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

رکعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔[1464]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

صلاة تطوع از فريضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين درجة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة۔ ابن عساكر عن ابن عمر (صحيح)

[1463] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج ۱ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۴۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1464] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۴۴۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۶۶۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۰۶ رقم الحدیث ۴۱۱۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فیض القدیر ج ۴ ص ۳۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

ترجمہ: ایک فرضی یا نفلی نماز عمامہ کے ساتھ عمامہ کے بغیر نماز سے پچیس درجے بہتر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک نماز جمعہ بغیر عمامہ ستر نماز جمعہ سے۔[1465]

امام ابو شجاع شیر ویہ بن شہر دار بن شیر ویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن انس الصلاۃ فی یباع عشرۃ الف حسنۃ۔[1466]

امام ابو شجاع شیر ویہ بن شہر دار بن شیر ویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر رکعتان بعمامۃ افضل من سبعین رکعۃ بغیر عمامۃ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔[1467]

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن عساکر بطریق احمد بن محمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر و الدیلمی بطریق الحسن بن اسحاق العجلی حدثنا اسحاق بن یعقوب القطان حدثنا سفیان بن زیاد المخری حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن ابی حبیب عن میمون بن مھران قال دخلت علی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرک بحدیث تحبہ و تحملہ عنی و تحدث بہ قلت بلی قال دخلت علی ابی عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھما و ھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامۃ قلت بلی قال احبھا تکرم و لا یراک الشیطان الا ولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

1465 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الصاد ج ۱ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۵۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۷۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۴۱۱۳۹)، مرقات ج ۴ ص ۴۰۷)، (المقاحسنۃ ص ۲۷۱)

1466 (الفردوس بماثور الخطاب ج ۲ ص ۴۰۶ رقم الحدیث ۳۸۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1467 (الفردوس بماثور الخطاب ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع الکبیر للسیوطی ج ۴ ص ۴۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ ای بنی اعتم فان الملئکۃ یشھدون یوم الجمعۃ معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس ۔(رواہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار)

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ عمامہ شریف باندھ رہے تھے جب آپ عمامہ سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ بے شک جی ہاں فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھا گا تو تم سے پیٹھ پھیر لے گا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز خواہ وہ نفل ہو یا فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ساتھ ستر جمعوں کے برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ بے شک فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھے والوں پر سلام بھیجتے ہیں۔[1468]

قیامت میں عمامہ کے ہر بل پر نور عطا ہو گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

1468 (مرقات ج ۴ ص ۴۲۶۔۴۲۷)

العمامة على القلنسوة فصل ما بيننا وبين المشركين يعطى يوم القيامة بكل كورة بدورها على رأسه نورا۔ الباوردی عن رکانة۔ (ضعیف)۔

ترجمہ: عمامہ کو ٹوپی کے اوپر باندھنے سے مشرکین اور ہمارے مابین امتیاز ہو جاتا ہے اور مومن کو قیامت میں عمامہ کے ہر بل پر نور عطا ہو گا۔[1469]

ضعیف احادیث فضائل اعمال میں مقبول ہیں

عمامہ شریف کے فضائل والی اکثر احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف احادیث فضائل اعمال میں مقبول ہیں۔

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو طالب محمد بن الحسن المکی متوفی ۳۸۶ھ لکھتے ہیں:

الاحاديث فى فضائل الاعمال و تفضيل الاصحاب متقبلة محتملة على كل حال مقاطیعها و مراسیلها لا تعارض و لا ترد کذلک کان السلف یفعلون۔

ترجمہ: یعنی فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں۔ مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے گی اور نہ انہیں رد کیا جائے گا آئمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔[1470]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

1469 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۵۷۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۷۷۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1470 (قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ج ۱ ص ۱۷۸)

انهم قديروون عنهم احاديث الترغيب والترهيب وفضائل الاعمال والقصص واحاديث الزهد ومكارم الاخلاق ونحو ذالک ممّا لا تتعلق بالحلال والحرام وسائر الاحكام وهذا الضرب من الحديث يجوز عنداهل الحديث وغيرهم التساهل فيه ورواية ماسوى الموضوع منه والعمله لان اصول ذالک صحيحة مقررة فی الشروع معروفة عنداهله۔

ترجمہ: حضرات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال، قصہ جات، زہد اور مکارم اخلاق میں احادیث روایت کرتے ہیں لیکن حلال و حرام کے احکام سے تعلق رکھنے والی احادیث ایسے راویوں سے بالکل روایت نہیں کرتے۔ اس قسم کی احادیث ضعیف راویوں سے روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا محدثین کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ اصول شریعت میں صحیح و مقرر اور اہل شریعت کے ہاں معروف ہے۔[1471]

یہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل فی الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا۔

ترجمہ: محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال، ترغیب اور ترہیب کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز و مستحب ہے جبکہ وہ حدیث موضوع نہ ہو۔[1472]

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

[1471] (شرح مسلم نووی ص ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[1472] (الاذکار ص ۷ ناشر مکتبہ سیفیۃ پشاور)

الذی اطبق علیه ائمتنا الفقهاء و الاصولیون و الحفاظ ان الحدیث الضعیف حجة فی المناقب کما انه ثم باجماع من یعتد به حجة فی فضائل الاعمال۔

ترجمہ: ہمارے ائمہ فقہاء اصولیین اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ مناقب میں بھی حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے جس طرح قابل شمار علماء کا اس پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔[1473]

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

و یجوز عند اهل الحدیث و غیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفة و روایة ما سوی الموضوع من الضعیف و العمل به۔

ترجمہ: اور محدثین و غیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے۔[1474]

امام خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمة و الکراهیة یجوز العمل به و یستحب لانه مامون الخطر و مرجوّ النفع۔

[1473] (تطهیر الجنان و اللسان ص ۱۳ مطبوعه مکتبة القاهره)

[1474] (تدریب الروی ص ۲۹۸ مطبوعه مکتبة الریاض الحدیثة۔ الریاض)

ترجمہ: یعنی اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔[1475]

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

في فضائل الاعمال يجوز العمل بالحديث الضعيف۔

ترجمہ: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے۔[1476]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان الحديث الضعيف معتبر في فضائل اعمال۔

ترجمہ: بے شک حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے۔[1477]

★.......★

1475 (نسیم الریاض شرح شفا)

1476 (شامی ج ۱ ص ۲۸۳ باب الاذان مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

1477 (مقدمہ لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ مکتبہ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)، (مقدمہ مشکوۃ ص ۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فقہاء و محدثین کے اقوال

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

قال ولبس العمائم فی الحرب وغیرھا حسن من امر المسلمین فان العمائم تیجان العرب وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تعمموا انزدادوا حلماً ودخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مکۃ یوم الفتح وعلیہ عمامۃ سوداء فعرفنا ان ذلک حسن وذکر عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال دعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال تجھز فانی یاعنک فی السریۃ الحدیث الی ان قال وعلی عبدالرحمن عمامۃ د لفھا علی راسہ فدعاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فاقعدہ بین یدیہ ونقض عمامتہ بیدہ ثم عممہ بعمامۃ سوداء فارخی بین کتفیہ منھا ثم قال ھکذا فاعتم یا ابن عوف وانما فعل ذلک اکراما لہ خصہ بھذہ الکرامۃ من بین الصحابۃ۔ [1478]

علامہ ابن بطال مالکی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوث الحسن علی بن خلف العربی المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قال مالک العمۃ والاحتباء والانتعال من عمل العرب ولیس ذلک فی العجم وکانت العمۃ فی اول الاسلام ثم لم تزل حتی کان ھؤلاء القوم قال ابن وھب وحدثنی مالک انہ لم یدرک احدا مناھل الفضل یحیی بن سعید وربیعۃ وابن ھرمز الا وھم یعتمون ولقد کنت فی مجلس ربیعۃ وفیہ احدو ثلاثون رجلا مامنھم رجل الا وھو معتم وانا منھم۔

[1478] (شرح السیر الکبیر باب العمائم فی الحرب ج ۱ ص ۷۶ مطبوعہ بمطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ بحیدرآباد دکن ھند)

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمامہ باندھنا گوٹ لگانا اور جوتے پہننا عرب کے عمل میں سے ہے یہ عجم میں نہیں تھا اور عمامہ باندھنا ابتدأء اسلام میں تھا پھر یہ مسلسل رہا تا آنکہ ابناء زمانہ بھی اسی پر قائم ہیں ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ارباب فضل یحییٰ بن سعید ربیعہ اور ابن ہرمز رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا اس میں اکتیس شرکاء مجلس تھے ان میں سے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا اور میں بھی ان میں سے تھا۔[1479]

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

والعمامة سنة لاسيما للصلاة وبقصد التجمل لاخبار كثيرة فيها واشتداد ضعف كثير منها يجبره كثرة طرقها وزعم وضع اكثرها تساهل وتحصل السنة بكونها على الرأس او القلنسوة تحتها۔

ترجمہ: عمامہ شریف سنت خاص طور سے نماز کے لئے اور تجمل کے ارادے سے اس لئے کہ اس میں بہت سی احادیث ہیں اور بہت سی جو بہت ضعیف ہیں ان کا ضعف کثرت طرق سے دفع ہو جاتا ہے اور اکثر کو موضوع سمجھنا تساہل ہے۔[1480]

1479 (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۹ ص ۸۹)

1480 (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان)

امام ابن العربی مالکی

امام محمد بن عبداللہ بن محمد المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

العمامة سنة الراس وعادة الانبیآء والسادة۔ [1481]

امام قہستانی رحمۃ اللہ علیہ

امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

ونص عبارته تنبغی ان یصلی مع العمامة فی الحدیث الصلاة مع العمامة خیر من سبعین صلاة بغیر عمامة کمافی المنیة۔

ترجمہ: اور اس کی عبارت پر نص یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے کیونکہ حدیث میں ہے عمامہ والی نماز بغیر عمامہ والی نماز سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح منیہ میں ہے۔ [1482]

★.......★

ولی کامل اخون درویزہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر شریعت پیر طریقت شیخ الاسلام عبداللہ المعروف اخون درویزہ ننگرہاری متوفی ۱۰۴۸ھ لکھتے ہیں:

واعلم ان السوم هو ارسال العلاقة من تحت العمامة ممیے یلی القضاء من جانب الا یسر ومن قوله تعالی و یمدد کم ایکم بخمسة الآف من الملائکة مسومین وهو من النبی علیه الصلوة والسلام من سنة الهدی ومن فضله قال علیه الصلوة والسلام رکعتان معها افضل من

1481 (عارضة الاحوذی شرح جامع الترمذی باب ماجاء فی لبس الصوف ج ۷ ص ۲۴۳ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج۴ ص ۴۲۹ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

1482 (جامع الرموز فصل مایفسد الصلوة ج ۱ ص ۱۹۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

سبعین رکعة بدونها و انه علیه السلام ارسلها فی جمیع الاحوال الی هالة السیر وهی ثلثة انواع قبضة وقبضتین وقبضات حتی الصدر۔[1483]

مولوی عبدالبصیر نعمانی دیوبندی حضرت اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اخون درویزہ بابا دخپل وخت عالم عابد زاهد متقی مجاهد دکشف وکرامت خاوند دعلم وعرفان ځلانده ستورے وو۔

ترجمہ: اخون درویزہ بابا اپنے وقت کے عالم، عابد، زاہد، متقی، مجاہد، صاحب کشف وکرامت اور علم وعرفان کے روشن ستارے تھے۔[1484]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم اعلم انه ثبت فی الاخبار والاثار انه صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم تعمم بالعمامة مما كاد ان يكون متواتراً فی المعنی وكذا ورد تحريضه صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم علی التعمم فی احاديث كثيرة ولو من طرق ضعيفة يحصل مر مجموعها قوة ترقيها الی مرتبة الحسن بل الصحة وتفيد استحباب العمامة۔

ترجمہ: یعنی جان لو اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے عمامہ شریف کو استعمال فرمایا یہاں تک کہ احادیث واخبار سے تواتر بالمعنی کا حکم ثابت ہوا بلکہ آپ ﷺ نے عمامہ شریف کے استعمال پر بہت بڑے فضائل بیان فرمائے۔[1485]

[1483] (ارشاد الطالبین ص ۱۳۲ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

[1484] (خزینۃ الاولیاء ص ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ حنفیۃ مینکورہ سوات)

[1485] (المقالۃ العذبۃ فی العمامۃ والعذبۃ ص ۸ مطبوعہ دار الاخلاص لاہور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدانکہ پوشیدن عمامہ سنت ست واحادیث بسیار در فضل آن وارد شدہ وآمدہ است کہ دو رکعت بعمامہ بہتر ست از ہفتاد رکعت بی عمامہ۔

ترجمہ: یاد رہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے اور بہت سی حدیثیں اس کی فضیلت میں وارد ہیں حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا عمامہ کے بغیر ستر رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔[1486]

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اعلم ان لبس العمامۃ سنۃ ورد فی فضلھا اخبار کثیرۃ حتی وردان الرکعتین مع العمامۃ افضل من سبعین رکعۃ۔[1487]

[1486] (اشعتہ اللمعات فارسی کتاب اللباس ج۳ ص ۵۸۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

[1487] (العرف الشذی ھامش علی الشمائل للترمذی مع جامع الترمذی ص ۸ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کے جوابات

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام سخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کے جوابات میں لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ حدیث موضوع نہیں۔ اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ مہتم بالوضع نہ کوئی کذاب ہے نہ کوئی مہتم بالکذاب لاجرم اسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

ترکت القشر واخذت اللباب وصنته عماتفرد بہ وضاع او کذاب۔

میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

اما ابن النجار فاخرجه من طريق محمد بن مهدی المروزی انبانا ابو بشر بن سيار الرقی حدثنا العباس بن كثير الرقی عن يزيد بن ابی حبيب قال قال لی مهدی بن ميمون دخلت علی سالم بن عبدالله بن عمرث وهو يعتم فقال لی يا ابا ايوب الا احدثک بحديث تحبه وتحمله وترويه فذكر مثله وقال لا يزالون يصلون على اصحاب العمائم حتی تغيب الشمس قال الحافظ فی اللسان هذا حديث منكر بل موضوع ولم ار للعباس بن كثير ذكر فی الغرباء لابن يونس ولا فی ذيله لابن الطحان واما ابو بشر بن سيار فلم يذكره ابو احمد الحاكم فی الكنی وما عرفت محمد بن مهدی المروزی ولا مهدی بن ميمون الراوی لهذا الحديث من سالم وليس هو البصری المخرج فی الصحيحين وذاک يكنی ايايحيی ولا ادری ممن الافة۔

ترجمہ: ابن نجار نے اس کی تخریج اس سند سے کی ہے کہ محمد بن مہدی مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابو بشر بن سیار رقی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہمیں عباس بن کثیر رقی نے یزید بن مابی حبیب کے

حوالے سے حدیث بیان کی کہا مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس گیا تو وہ عمامہ باندھ رہے تھے انہوں نے مجھے فرمایا اے ابو ایوب میں تجھے ایک حدیث نہ بیان کروں جسے تو محبوب رکھے حاصل کرنے کے بعد اسے بیان کرے پھر انہوں نے اسی طرح کی حدیث بیان کی اور فرمایا کہ فرشتے عمامہ باندھنے والوں پر غروب آفتاب تک صلوۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں فرمایا کہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا ذکر ابن یونس کی غرباء میں اور اس کے حاشیہ لابن طحان میں نہیں پایا اور ابو بشر بن سیار کا تذکرہ ابو احمد حاکم نے الکنی میں نہیں کیا اور نہ ہی میں محمد بن مہدی مروزی اور اس حدیث کے راوی مہدی بن میمون کو جانتا ہوں اور وہ بصری بھی نہیں جو مسلم و بخاری کے راوی ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے اور نہ میں اس کی آفت سے آگاہ ہوں۔

اقول: اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر پر رحم فرمائے انہوں نے اس حدیث کو موضوع کیسے قرار دیا جب کہ اس روایت میں نہ کوئی ایسی چیز ہے جسے عقل و شرع محال جانے اور نہ ہی اس کی سند میں کوئی وضاع کذاب اور مہتم ہے۔ محض راوی کے مجہول ہونے سے اس حدیث کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ فضائل میں قابل استدلال ہی نہ رہے۔ موضوع کہنا تو بہت بڑی بات ہے اس طرح کی روایات کے بارے میں خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد میں بحث کی ہے۔

حافظ ابو الفرج ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا کہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے عشاء کے بعد شعر کا ایک بیت پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہو گی وجہ یہ بتائی کہ اس حدیث کی سند میں راوی قرعہ بن سوید کے بارے میں امام احمد نے کہا یہ مضطرب الحدیث ہے ابن حبان نے کہا یہ کثیر الخطا اور فاحش الوہم ہے آخر میں ابن

جوزی نے کہا جب اس کی روایت میں علتیں اس قدر کثیر ہو گئیں تو اس کی روایت سے استدلال ساقط ہو گیا۔[1488]

اس پر علامہ حافظ ابن حجر نے فرمایا یہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں جو اس حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کرتی ہو۔

نیز ابن جوزی نے موضوعات میں یہ حدیث بھی ذکر کی کہ:

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا عسقلان ان خوش نصیب شہروں میں سے ایک ہے جن سے روز قیامت ستر ہزار ایسے افراد اٹھائے جائیں گے جن کا حساب نہیں ہو گا اور اس میں پچاس ہزار شہداء اٹھائے جائیں گے جو وفد کی صورت میں صف بستہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے حالانکہ ان کے سر کٹے ہوئے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی اس رگ سے خون بہہ رہا ہو گا جو بوقت ذبح کاٹی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمیں وہ چیز عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے ہمیں روز قیامت ذلت سے محفوظ فرما۔ بلاشبہ تو وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کو سفید نہر میں غسل دو تو وہ اس نہر سے صاف شفاف اور چمکدار ہو کر نکلیں گے اور جنت میں حسب خواہش چلے جائیں گے اور وہاں کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔

اور ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ اس کی تمام سندوں کا مرکز ابوعقال ہے جس کا نام ہلال بن زید بن یسار ہے۔ ابن حبان نے کہا یہ حضرت انس سے ایسی روایات موضوعہ نقل کرتا ہے جو حضرت انس ؓ نے بالکل بیان نہیں کیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ باطل ہے۔

[1488] (کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس پر علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا یہ روایات فضائل اعمال سے متعلق ہیں۔ اس میں اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں جسے عقل و شرع محال قرار دیتی ہو۔ لہٰذا محض اس لئے اسے باطل قرار دینا کہ اس کا راوی ابو عقال ہے قابل حجت نہیں اور امام احمد احادیث احکام میں تو نہیں البتہ احادیث فضائل میں تسامح سے کام لیتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ معروف و مشہور ہے۔[1489]

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ یہ ہی طریقہ علامہ ابن حجر نے عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں اختیار فرمایا حالانکہ یہ حدیث بھی فضائل اعمال سے متعلق ہے اور اس سے بارگاہ الٰہی کے ادب پر شوق دلایا گیا ہے اس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جسے شرع و عقل محال قرار دیتی ہو بلکہ اس میں کوئی راوی بھی ایسا نہیں جسے ابو عقال کی طرح موضوعات کا راوی قرار دیا گیا ہو تو اس روایت پر بطلان بلکہ موضوع ہونے کا حکم محض اس بنا پر کہ بعض روایات کا ایسے راویوں سے ہونا جن کو حافظ ابن حجر نہیں جانتے یا فلاں فلاں نے ان کو ذکر نہیں کیا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

علاوہ ازیں میرے نزدیک ابن النجار کے بعض رواۃ میں سے مہدی بن میمون کے بارے میں وہم ہے یہاں راوی میمون ابن مہران ہیں سند اس طرح ہے۔

ابو نعیم کے نزدیک عیسیٰ بن یونس اور دیلمی کے نزدیک سفیان بن زیاد دونوں نے عباس سے انہوں نے یزید سے انہوں نے میمون ابن مہران سے روایت کیا ہے اور میمون سے مراد ابو ایوب

1489 (القول المسدد لابن حجر عسقلانی ص ۳۲ مطبوعہ حیدرآباد دکن ھند)

جزری الرقی ہیں جو نہایت ثقہ اور فقیہ ہیں مسلم اور چاروں سنن کے رجال سے ہیں جیسا کہ حافظ نے خود تقریب میں کہا۔

یہ ہی وجہ ہے کہ خاتم الحفاظ علامہ سیوطی نے اس روایت کو جامع صغیر میں نقل فرمایا جس میں انہوں نے وعدہ کیا کہ کوئی موضوع حدیث بیان نہیں کروں گا۔

اور علامہ ابن حجر کے شاگرد خاص امام سخاوی کا اس عمامہ والی حدیث ابن عمر کو موضوع کہنا صرف اپنے استاذ کے قول کی بنا پر ہے کیونکہ انہوں نے موضوع ہونے کی کوئی علیحدہ سے وجہ نہیں بیان فرمائی اور حدیث انس میں صرف ابان راوی متروک ہیں اور ایک راوی کا متروک ہونا حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتا یہ تفصیلی گفتگو ہم نے الهاد الکاف فی حکم الضعاف میں کی ہے و اللہ تعالیٰ اعلم۔[1490]

★......★

چوتھا باب

عمامہ شریف کے طول وعرض اور شملہ لٹکانے کی تحقیق

حضور ﷺ کے عمامہ شریف کی تفصیل

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو البرکات الانماطی انا ابو طاہر احمد بن الحسن بن احمد الباقلانی نا ابو علی بن شاذان انا ابو سھل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد القطان نا صالح بن مقاتل بن صالح

1490 (فتاویٰ رضویہ ملخصاً ج۳ ص ۷۹۔ ۸۰ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

حدثنی ابی حفص بن مسلم بسمرقند نا ھشام بن عروۃ عن ابیه عن عائشة ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم کانت عمامته سوداء تسمی العقاب و لواؤہ اسود۔[1491]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وطریق عمامہ بستن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم گرد بود گنبد نما چنانچہ علماء وشرفاء عرب بآں دستوری بندند۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھنا گول حلقہ ہوتا گنبد نما (یعنی عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی) چنانچہ علماء شرفاء عرب عمامہ اسی طریقہ پر باندھتے ہیں۔[1492]

علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ابی کبشة الانماریص قال کانت عمامة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم بطحة یعنی لاطئة۔[1493]

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں:

و ترک رسول اللہ یوم مات من الثیاب اربعة ازر و قمیصا و جبة و کساء و ملحفة و قمیصا و عمامة و بردة حمراء و قلانس۔[1494]

امام حسن بن عمر بن حبیب متوفی ۷۷۹ھ لکھتے ہیں:

ملابس النبی۔

1491 (السیرۃ النبویة لابن عساکر ج ۴ ص ۱۵۴ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۵۴ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

1492 (کشف الالتباس فی استحباب اللباس فارسی اردو ص ۱۷ مطبوعه دار احیاء العلوم کراچی)

1493 (جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۱۰ ص ۶۲۳ رقم الحدیث ۸۲۴۲ مطبوعه بمطبعة السنة المحمدیة بالقاھرۃ)

1494 (وسیلة الاسلام بالنبی ا ص ۱۲۳ مطبوعه دار الغرب الاسلامی بیروت)

کان له برد نجرانی غلیظ الحاشیة وکمة بیضاء وقلانس لاطیة وعمامة سوداء صعد بها على المنبر ولبسها عند دخول مكة يوم الفتح الاكبر وقميص من القطن قصير الطول واليدين وجبة من الصوف وجبة شامية صفيقة الكمين وبرد من حبرة له حاشيتان ورداء حضرمی وازار من نسج عمان وحلة حمراء يلبسها فی الجمعة والعیدین وکان یکثر القناع ویلبس الجرموقین والنعلین۔

واذا اعتم سدل عمامته بین کتفیه وارخاها واذا توضا او سجد رفعها عن جبینه ونحاها وکان یصبغ ثیابه بالزعفران ویظهر للناس وعلیه بردان اخضران۔[1495]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عمامہ شریف کا نام سحاب تھا

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنی محمد بن احمد بن سعید الواسطی نا محمد الوزیر نا مسعدة بن الیسع عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده قال کسا رسول الله علیا عمامة یقال لها السحاب فاقبل علی رضی الله تعالیٰ عنه وهی علیه فقال هذا علی قد اقبل فی السحاب فحرفوها هؤلاء فقالوا علی فی السحاب۔[1496]

محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

کانت له عمامة تسمی السحاب کساها علیا وکان یلبسها ویلبس تحتها القلنسوة وکان یلبس القلنسوة بغیر عمامة ویلبس العمامة بغیر قلنسوة وکان اذا اعتم ارخی عمامته بین کتفیه کما رواه مسلم فی صحیحه عن عمرو بن حریث قال رایت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علی المنبر وعلیه عمامة سوداء قد ارخی طرفیها بین کتفیه۔ وفی مسلم ایضا عن جابر بن عبد الله ان رسول الله دخل مكة وعلیه عمامة سوداء۔

1495 (المقتفی من سیرة المصطفی ص ۹۵۔۹۶ مطبوعہ دار الحدیث القاہرة مصر)

1496 (اخلاق النبی او آدابہ ذکر عمامتہ ج ۲ ص ۷۹۱ رقم الحدیث ۳۰۷ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

ترجمہ: حضور ﷺ کے پاس ایک عمامہ تھا جسے سحاب کہا جاتا تھا جو بعد میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا تھا آپ اس کو باندھتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی حضور ﷺ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ بھی زیب تن فرماتے تھے۔ [1497]

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

و کانت له عمامة تسمی السحاب فوهبها من علی فربما طلع علی فیها فیقول صلی الله تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و سلم اتاکم علی فی السحاب۔

ترجمہ: آپ ﷺ کا عمامہ سحاب تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ھبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سحاب میں آپ کے پاس آئے۔ [1498]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

یقال لها السحاب فکساها علی ابن ابی طالب فکان ربما طلع علی فیقول صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و سلم اتاکم علی فی السحاب یعنی عمامته التی و هب له۔

ترجمہ: اس عمامے کو سحاب کہا جاتا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنایا گیا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے پاس سحاب ہے یعنی اس عمامے مبارک میں آئے جو ان کو ھبہ کیا گیا تھا۔ [1499]

[1497] (زادالمعاد فصل فی ملابسه ا ج ا ص ۱۳۵ مطبوعه موسسة الرسالة بیروت)،(سبل الهدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[1498] (اتحاف سادة المتقینکتاب آداب المعیشة و اخلاق النبوة ج ۸ ص ۲۵۴۔ ۲۵۵ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (سبل الهدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[1499] (الحاوی للفتاویٰ ج ا ص ۷۳ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

امام محمد باقی زر قانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

وقد کان له علیه الصلوة والسلام عمامة تسمی السحاب ویلبس تحتها القلانس اللاطئة۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا ایک عمامہ تھا جس کو سحاب کہا جاتا تھا حضور ﷺ اس عمامہ کے نیچے سر پر مڑی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔[1500]

حضور ﷺ کے عمامہ شریف باندھنے کا طریقہ

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عبدالسلام سال بن عمر کیف کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم یعتم قال کان یدیرها علی راسه ثم یغرزها خلفه ویرخی طرفها بین کتفیه۔[1501]

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفهانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا زکریا الساجی وابن رستة قالا حدثنا ابو کامل نا ابو معشر نا خالد الحذاء حدثنی ابو عبدالسلام قال قلت لابن عمر کیف رسول اللہ یعتم قال یدیر کور العمامة علی رأسه ویغرسها ومن ورائه ویرخی لها ذوابة بین کتفیه قال نافع وکان ابن عمر یفعل ذلک۔[1502]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیهقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنی ابو عبدالسلام قال سالت ابن عمر کیف کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم یعتم؟ قال کان یدیر العمامة علی راسه ویغرزها من ورائه ویرسل لها ذؤابة بین کتفیه۔

1500 (زرقانی علی المواهب ج ۵ ص ۹ مطبوعه دار المعرفة بیروت)

1501 (الکنی للبخاری ص ۵۲ رقم الحدیث ۴۵۷ مطبوعه دار الفکر بیروت)

1502 (اخلاق النبی او آدابه ذکر عمامته ج ۲ ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۳۰۶ مطبوعه دار المسلم الریاض)

ترجمہ: ابو عبد السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور ﷺ عمامہ کیسے باندھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ عمامے کو سر کے اوپر بل دینے کے لئے گھماتے جاتے تھے اور پیچھے کی طرف اس کے سرے کو بل کے اندر دیتے تھے اور اس کے اوپر کے سروں کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے تھے۔[1503]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

كان يدير العمامة على رأسه ويغرزها من ورائه ويرسل لها ذوابة بين كتفيه۔[1504]

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح۔ خلا ابا عبد السلام وهو ثقة۔[1505]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

رواه الطبراني والبيهقي وابو موسى المدني واسناده على شرط الصحيح الا ابا عبد السلام وهو ثقة۔[1506]

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

رواه الطبراني في الكبير واسناده على شرط الصحيح الا ابا عبد السلام وهو ثقة۔[1507]

[1503] (شعب الایمان للبیہقی ج۵ ص ۱۷۴ رقم الحدیث ۶۲۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الآداب للبیہقی ج ۲ ص ۱۹۷ رقم الحدیث ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1504] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۳۳۴ رقم الحدیث ۷۰۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۵۸ رقم الحدیث ۹۴۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۵ ص ۱۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1505] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1506] (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1507] (المقالۃ العذبۃ فی العمامۃ والعذبۃ ص ۲۵ مطبوعہ دار الاخلاص لاھور)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو عمامے کے سرے کو دونوں کندھوں کے مابین لٹکاتے تھے۔[1508]

الجامع لشعب الایمان کے محقق غیر مقلد مختار احمد الندوی اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

اسنادہ لا باس بہ والحدیث حسن لشواھدہ و متابعاتہ۔[1509]

صحیح روایات سے عمامہ شریف کی کوئی خاص مقدار ثابت نہیں

صحیح روایات سے حضور ﷺ کے عمامہ شریف کی کوئی خاص مقدار ثابت نہیں۔ البتہ بعض علماء نے جو تفصیل بیان کی ہے وہ حاضر ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

واما مقدار العمامۃ الشریفۃ فلم یثبت فی حدیث وقد روی البیہقی فی شعب الایمان عن ابی عبدالسلام قال سالت ابن عمر کیف کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعتم؟ قال کان یدیر العمامۃ علی راسہ ویغرزھا من ورائہ ویرسل لھا ذؤابۃ بین کتفیہ وھذا یدل علی انھا عدۃ اذرع والظاھر انھا کانت نحو العشرۃ او فوقھا بیسیر انتھی۔

1508 (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۳ رقم الحدیث ۶۲۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الترمذی ج ۴ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۷۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۹۳ برقم ۶۰۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1509 (الجامع لشعب الایمان ج ۸ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۵۸۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: عمامہ کی مقدار حدیث سے ثابت نہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ ابو عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا حضور ﷺ کیسے عمامہ شریف باندھتے تھے فرمایا کہ عمامہ سر پر ہوتا پیچھے سے اڑستے شملہ کاندھوں کے درمیان ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ چند گز تھا ظاہر دس گز یا اس سے کچھ زیادہ تھا۔[1510]

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انہ قال فی تصحیح المصابیح قد تتبعت الکتب وتطلبت من السیر و التواریخ لاقف علی قدر عمامۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فلم اقف علی شیٔ حتی اخبرنی من اثق بہ انہ وقف علی شیٔ من کلام النووی ذکر فیہ انہ کان لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم عمامۃ قصیرۃ و عمامۃ طویلۃ و ان القصیرۃ کانت سبعۃ اذرع و الطویلۃ اثنی عشر ذراعاً انتھی۔

ترجمہ: شیخ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح المصابیح میں لکھا کہ میں نے کتابوں کو تلاش کیا سیرت و تاریخ کی کتابیں بھی دیکھیں کہ کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کے عمامہ کی مقدار مل جائے لیکن مجھے کچھ نہیں ملا تا آنکہ مجھے ایک ایسا شخص ملا جس پر مجھے اعتماد ہے اس نے بتایا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو عمامہ تھے ایک چھوٹا دوسرا بڑا چھوٹے کی مقدار سات ذراع اور بڑے کی مقدار بارہ ذراع تھی۔[1511]

[1510] (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1511] (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۱۴۷۔۱۴۸ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)، (شرح زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (المقالۃ العذبۃ فی العمامۃ و العذبۃ للقاری ص ۱۴ مطبوعہ دار الاخلاص لاہور)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طول عمامة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم و عرضها فلم یثبت فیها شئ و من ثم قال جماعة من الحفاظ الجامعین بین فنی الحدیث و غیرہ لم یتحرر لنا فی ذلک شئ و من ثم لما سئل عنه الحافظ عبد الغنی لم یبد فیه شیئا۔[1512]

ملا علی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ظاهر كلام المدخل ان عمامته كانت سبعة اذرع مطلقاً من غير تقييد بالقصير و الطويل۔

ترجمہ: یعنی حاصل کلام یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمامہ مبارک مطلقاً سات ساتھ ہوتا تھا بغیر لمبائی اور چوڑائی کی قید کے۔[1513]

ملا علی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

ما نصه وردت السنة بالرداء و العمامة و العذبة لكن الرداء كان اربعة اذرع و نصفاً و نحوها و العمامة سبعة اذرع و نحوها یخرجون منها التلحیة و العذبة و الباقی عمامة۔[1514]

[1512] (الفتاویٰ الحدیثیة مطلب فی طول عمامة النبی او عرضه ص ۱۲۔۱۳ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

[1513] (مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی حکم العمامة و القلنسوۃ ج ۸ ص ۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

[1514] (المدخل لابن الحاج ج ۱ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)، (سبل الهدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ روایت کرتے ہیں:

کانت عمامته صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فی البیت سبعة او ثمانیة اذرع وفی وقت الصلوات الخمس اثنا عشر ذراعاً وفی الجمعة اربعة عشر ذراعاً وفی الحروب خمسة عشر ذراعاً کذا قیل انتھی معرباً۔[1515]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ روایت کرتے ہیں:

پنجگانہ نمازوں کے وقت بارہ گز اور عید کے روز چودہ گز اور جنگ و حرب کے وقت پندرہ گز اور متاخرین علمائے کرام نے فرمایا کہ وقار و مرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے بادشاہ قاضی مفتی فقیہ مشائخ اور غازی کو اکتیس گز (یعنی ہاتھ) تک عمامہ باندھنا جائز ہے۔ عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ عمامہ لمبا ہو نہ کہ چوڑا اور عمامہ کا عرض آدھا ہاتھ ہو یا تھوڑا کم یا زیادہ اس کی کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں اور اس کی کم سے کم لمبائی سات گز ہو ایسے گز سے جو چوبیں انگل کا ہوتا ہے کہ مٹھیاں بنتی ہیں اور یہ کہ عمامہ با طہارت باندھے اور قبلہ رو کھڑا ہو کر باندھے اور جب بھی کھولے تو پیچ پیچ کر کے کھولے یکبار گی نہ اتارے جیسے باندھنے میں پیچ پر پیچ دیا تھا اس طریقے سے کھولے عمامہ باندھنے کے بعد آئینہ یا پانی یا اس کی مثل کسی (عکس دار) چیز میں دیکھ کر اس کو درست کرے اور عمامہ شملہ کے ساتھ باندھے۔[1516]

★...★

1515 (آداب اللباس للشیخ محدث دھلوی ص ۳ مطبوعہ ھند)، (المقالة العذبة فی العمامة و العذبة للقاری ص ۱۴ مطبوعہ دار الاخلاص لاھور)

1516 (کشف الالتباس فی استحباب اللباس فارسی اردو ص ۱۴۔۱۵ مطبوعہ دار احیاء العلوم کراچی)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

قال العلماء رحمهم الله تعالٰی لم تکن عمامة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم بالکبیرة التی توذی صاحبها وتضعفه وتجعله عرضة للآفات کما یشاهد من حال اصحابنا ولا بالصغیرة التی تقصر عن وقایة الراس من الحر والبرد بل وسطا بین ذلک۔

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا عمامہ نہ اتنا طویل تھا کہ اٹھانے میں تکلیف ہو نہ اتنا مختصر تھا کہ سر کو سردی گرمی سے نہ بچا سکے بلکہ درمیانہ درجہ کا تھا۔[1517]

محدث دیوبند کا قول

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ما نصه کانت عمامته علیه السلام فی اکثر الاحیان ثلاثة اذرع شرعیة وفی الصلوات الخمس سبعة اذرع وفی الجمع والاعیاد اثناعشر ذراعاً انتهی۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا عمامہ اکثر اوقات میں تین شرعی ذراعی کا تھا پانچوں نمازوں کے لئے سات ذراع کا تھا اور جمعہ وعیدین میں بارہ ذراع کا تھا۔[1518]

محمد زکریا دیوبندی کی تحقیق

محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں:

حضور ﷺ کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کا بے اصل ہونا ذکر کیا

1517 (سبل الهدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۶ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)، (شرح زرقانی علی المواهب ج ۵ ص ۴ مطبوعه دار المعرفة بیروت)

1518 (العرف الشذی علی جامع الترمذی ج ۱ ص ۳۰۴)

ہے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور ﷺ کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی۔ البتہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق اور سات ہاتھ کا ملا علی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ صاحب مدخل نے حضور ﷺ کے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا۔[1519]

★.......★

پانچواں باب

شملہ کا بیان

عمامہ کا شملہ کم سے کم چار انگلی کے برابر اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ تک ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ سے شملہ کے مختلف طریقے ثابت ہیں۔ حضور ﷺ کے عمامہ کے تذکرے میں دو شملے اور ایک شملہ دونوں کا احادیث سے ثبوت ملتا ہے لہٰذا عمامہ شریف میں ایک شملہ رکھنا بھی درست اور سنت ہے اور دو شملے رکھنا بھی درست اور سنت ہے۔ جو انشاء اللہ آگے تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔ اور فقہاء کرام رحمھم اللہ نے فرمایا ہے کہ عمامہ کا شملہ پیٹھ کی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا افضل اور مستحب ہے اور دائیں طرف رکھنا بھی جائز ہے البتہ بائیں طرف رکھنے اور نہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور بغیر شملہ کے بھی بعض علماء نے جائز کہا ہے لیکن درست یہ ہے کہ عمامہ بغیر شملہ کے مکروہ یعنی مکروہ تنزیہی ہے اگرچہ بعض علماء نے اس کو مباح قرار دیا ہے مگر یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے اس لئے ہمارے مطالعہ میں کوئی ایک صحیح یا ضعیف حدیث نہیں جس میں یہ

[1519] (شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی ص ۸۸ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ہو کہ حضور ﷺ نے بغیر شملہ کے عمامہ مبارک پہنا ہو نہ کسی صحابی کا فرمان نہ کسی تابعی کے فرمان سے ثابت ہے۔

ابن قیم کا بغیر شملہ کے عمامہ کو سنت کہنا درست نہیں

اور بعض علماء نے جو اس کو بھی سنت کہا ہے وہ ہمارے نزدیک درست نہیں اور کسی روایت میں شملہ کے بغیر عمامہ ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں کہ حضور ﷺ نے شملہ کے بغیر عمامہ باندھا ہو اس لئے ابن قیم کا **زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۶ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت طبع سنہ ۱۴۰۵ء** میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے (جن میں شملہ کا ذکر نہیں) استدلال درست نہیں۔ جیسا کہ مشہور قاعدہ **عدم الذکر لا یستلزم عدم الوجود** اور یہ روایت بھی مختصر ہے جن سے این قیم نے استدلال کیا ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن حریث یحدث عن ابیہ کی سند سے فتح مکہ کی یہ روایت جس میں حضور ﷺ کے عمامہ شریف کا ذکر ہے تفصیلاً روایت کیا ہے جس میں شملہ کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوا کہ ابن قیم کا یہ استدلال درست نہیں۔ وہ روایت یہ ہیں:

اخبرنا الفقیہ ابو بکر محمد بن بکر الطوسی رحمۃ اللہ قال انبانا ابو بشر محمد بن احمد بن حاضر قال حدثنا ابو العباس السراج قال حدثنا ابو معمر قال حدثنا ابو اسامة عن مساور الوراق قال سمعت جعفر بن عمرو بن حریث یحدث عن ابیہ قال کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یوم فتح مکة و علیہ عمامة سوداء حرقانیة قد ارخی طرفھا بین کتفیہ۔[1520]

1520 (دلائل النبوة للبیھقی ج ۵ ص ۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

من العلم ان العذبة سنة و ترکها استکافاً عنها اثم او غیر مستنکف فلا۔

ترجمہ: جو شملہ کو سنت نہ کہے اور تکبر سے لٹکائے تو وہ گنہگار ہے ورنہ نہیں۔ [1521]

امام محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی لکھتے ہیں:

قال السیوطی من علم ان العذبة سنة و ترکها استکافا اثم و غیر مستنکف فلا۔ [1522]

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام محدث کبیر بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قال شیخنا زین الدین رحمه الله ما المراد بسدل عمامته بین کتفیه؟ هل المراد سدل الطرف الاسفل حتی تکون عذبة؟ او المراد سدل الطرف الاعلی بحیث یغرزها و یرسل منها شیئاً خلفه؟ یحتمل کلاً من الامرین و لم ار التصریح یکون المرخی من العمامة عذبة الا فی حدیث عبد الاعلی بن عدی رواه ابو نعیم فی معرفة الصحابة من روایة اسماعیل بن عیاش عن عبد الله بن بشر عن عبد الرحمن بن عدی البهرانی عن اخیه عبد الاعلی بن عدی ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم دعا علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه یوم غدیر خم فعممه و ارخی عذبة العمامة من خلفه ثم قال هکذا فاعتموا فان العمائم سیماء الاسلام وهی الحاجزین المسلمین و المشرکین قال و قال الشیخ مع ان العذبة الطرف کعذبة السوط و کعذبة اللسان ای طرفه فالطرف الاعلی یسمی عذبة من حیث اللغة و ان کان مخالفاً للاصطلاح العرفی الآن و فی بعض طرق حدیث ابن عمر ما یقتضی ان الذی کان یرسله بین

1521 (سبل الهدی و الرشاد ج۷ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

1522 (شرح زرقانی علی المواهب ج۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

کتفیه من الطرف الاعلی رواه ابو الشیخ وغیره من روایة ابی عبد السلام عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قلت لابن عمر کیف کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعتم؟ قال کان یدیر کور العمامة علی راسه ویغرزها من ورائه ویرخی لها ذؤابة بین کتفیه انتهی۔[1523]

امام ابراھیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام الشیخ ابراہیم البیجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد استفید من الحدیث ان العذبة سنة وکان حکمة سنیتها ما فیها من تحسین الهیئة وارسالها بین الکتفین افضل واذا وقع ارسالها بین الیدین کما یفعله الصوفیة وبعض اهل العلم فهل الافضل ارسالها من الجانب الایمن لشرفه او من الجانب الایسر کما هو المعتاد؟ وفی حدیث ابی امامة عند الطبرانی ما یدل علی تعیین الایمن لکنه ضعیف واستحسن الصوفیة ارسالها من الجانب الایسر لکونه جانب القلب فیتذکر تفریغه مما سوی ربه قال قال بعض الشافعیة ولو خاف من ارسالها نحو خیلاء لم یؤمر بترکها بل یفعلها ویجاهد نفسه۔[1524]

امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

واعلم انه قد جاء فی العذبة احادیث کثیرة ما بین صحیح وحسن ناصة علی فعل المصطفی لها لنفسه ولجماعة من صحبه وعلی امره بها فمنها ما ذکره المصنف یعنی الترمذی ومنها ما رواه ابن حبان عن ابن عمر انه قیل له کیف کان یعتم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقال یدیر کور العمامة علی راسه ویغرزها من ورائه ویرخی لها ذؤابة بین کتفیه ولا یعارضها ما روی ابن ابی شیبة عن علی انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ

[1523] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۵ ص ۲۲۔۲۳ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)

[1524] (المواهب الدنیة علی الشمائل المحمدیة ص ۶۷ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

واصحابہ وسلم عممہ وسدل طرفیھا علی منکبیہ وابو داود انہ عمم ابن عوف وسدلھا بین یدیہ ومن خلفہ لان السنۃ تحصل بالکل والافضل کونہ بین الکتفین۔[1525]

شملہ کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنی عثمان بن عطاء الخراسانی عن ابیہ ان رجلا اتی ابن عمر وھو فی مسجد منی فسالہ عن ارخاء طرف العمامۃ فقال لہ عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بعث سریۃ وامر علیھا عبدالرحمن بن عوف وعقد لہ لواء فذکر الحدیث الی ان قال وعلی عبدالرحمن بن عوف عمامۃ من کرابیس مصبوغۃ بسواد فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فحل عمامتہ ثم عممہ بیدہ وافضل عمامتہ موضع اربع اصابع او نحو ذلک فقال ھکذا فاعتم فانہ احسن واجمل۔

ترجمہ: عطاء خراسانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس وہ منیٰ کی مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اس نے ان سے عمامے کے کناروں اور سروں کو لٹکانے کے بارے میں دریافت کیا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جواب دیا کہ حضور ﷺ نے ایک جہادی وفد بھیجا تھا اور ان پر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا تھا اور جھنڈا باندھ کر دیا تھا اور پھر اس نے حدیث کو ذکر کیا یہاں تک کہ کہا کہ اس وقت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر سوتی کپڑے کا عمامہ تھا جس کو کالے رنگ سے رنگا گیا تھا حضور ﷺ نے انہیں بلایا اور بلا کر ان کا عمامہ اتار دیا پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے عبد الرحمن کو عمامہ

[1525] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل وبھامش شرح الشمائل للمناوی ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

باندھا تھا اور اس کے عمامے سے چار انگشت کے برابر بڑھا دیا تھا یعنی سرے کو یا اس کے قریب قریب اور فرمایا اسی طرح عمامہ باندھا جاتا ہے بے شک یہ بہت اچھا بھی ہے اور خوبصورت بھی۔[1526]

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

وعن عبداللہ بن عمر قال کنت عاشر عشرۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ابو بکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابن جبل وحذیفۃ وابن عوف وانا وابو سعید فجاء فتی من ثم جلس فذکر الحدیث الی ان قال ثم امر ابن عوف فتجھز لسریۃ بعثہ علیھا فاصبح وقد اعتم بعمامۃ کرابیس سوداء فاتاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثم نقضھا فعممہ فارسل من خلفہ اربع اصابع او نحوھا ثم قال ھکذا یا ابن عوف فاعتم فانہ اعرب واحسن ثم امر بلالاً فدفع الیہ اللواء فحمد اللہ وصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثم قال خذ یا ابن عوف فاغزوا جمیعا فی سبیل اللہ قاتلوا امن کفر باللہ ولا تغدروا ولا تمثلوا فھذا عھد اللہ وسنۃ قلت روی ابن ماجہ طرفا منہ رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن۔[1527]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ جاءہ رجل من اھل البصرۃ فسالہ عن ارسال العمامۃ خلفہ؟ فقال ابن عمر ساخبرک ذلک حتی تعلم کنت عاشر عشرۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ابو بکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود ومعاذ وحذیفۃ وعبدالرحمن بن عوف وابو سعید وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم فامر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ابن عوف ان یتجھز بسریۃ یبعثہ علیھا فاصبح وقد اعتم بعمامۃ کرابیس سود فادناہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثم

[1526] (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۷۴ رقم الحدیث ۶۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الکبری للبیھقی ج ۶ ص ۳۶۳ رقم الحدیث ۱۲۸۴۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

[1527] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

نقضها فعممه فارسل من خلفه اربع اصابع او حو ذلک ثم قال هکذا یا ابن عوف فاعتم فانها اعرب واحسن ثم امر بلالاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یدفع الیه اللواء فحمد اللہ واثنی علیه وصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثم قال خذ یا ابن عوف فاغز فی سبیل اللہ وقاتل من کفر باللہ لا تغلوا ولا تعدروا ولا تقتلوا ولیداً فھذا عھد اللہ وسنۃ نبیه فیکم۔[1528]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابو یعلی والبزار برجال ثقات وابن ابی الدنیا والطبرانی والبیهقی فی الزهد وحسن اسناده ابو الحسن الهیثمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امر عبدالرحمن بن عوف ان یتجهز لسریۃ یبعثه علیها فاصبح عبدالرحمن وقد اعتم بعمامۃ کرادیس سوداء فنقضها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعممه وارخی له اربع اصابع او قریباً من شبر ثم قال هکذا فاعتم یا ابن عوف فانه اعرب واحسن۔[1529]

اس روایت کی سند حسن ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن۔

ترجمہ: اس حدیث مبارکہ کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔[1530]

[1528] (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۳۸۰۔ ۳۸۱ رقم الحدیث ۱۷۳۰۱ و ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۱۷۳۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1529] (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تھذیب تاریخ دمشق ج ۱ ص ۹۱)

[1530] (المقالۃ العذبۃ فی العمامۃ والعذبۃ ص ۲۴ مطبوعہ دار الاخلاص لاھور)

غیر مقلد محمد عبد الرحمن ابن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

فائدة قد اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم عمم عبدالرحمن بن عوف فارسل من خلفہ اربع اصابع او نحوھا ثم قال ھکذافاعتموافانہ اعرب و احسن۔

قال السیوطی اسنادہ حسن۔

ترجمہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔[1531]

غیر مقلد علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

قال السیوطی اسنادہ حسن۔

ترجمہ: محدث کبیر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔[1532]

سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بالشت سے زیادہ شملہ لٹکاتے تھے

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال اخبرنا ینعقد بن عیسی قال حدثنی خالد بن ابی بکر قال رایت علی سالم قلنسوة بیضاءورایت علیہ عمامة بیضاءیسدل خلفہ منہا اکثر من شبر۔

ترجمہ: خالد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سفید ٹوپی دیکھی اور میں نے ان کے سر پر سفید عمامہ دیکھا جس کا بالشت سے زیادہ حصہ وہ اپنے پیچھے لٹکاتے تھے۔[1533]

1531 (تحفة الاحوذی ج ۵ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (عون المعبود شرح ابو داؤد ج ۱۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1532 (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

1533 (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال اخبرنا ینعقد بن عیسی قال حدثنی خالد بن ابی بکر قال رایت علی عبیداللہ بن عبداللہ قلنسوۃ بیضاء ورایت علیہ عمامۃ یسدل خلفہ منہا اکثر من شبر۔

ترجمہ: خالد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن عبد اللہ کے سر پر سفید ٹوپی دیکھی اور میں نے ان کے سر پر عمامہ دیکھا جس کا بالشت سے زیادہ حصہ وہ اپنے پیچھے لٹکاتے تھے۔[1534]

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

وعن عائشۃ قالت عمم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عبدالرحمن بن عوف وارخی لہ اربع اصابع وقال انی لما صعدت الی السماء رایت اکثر الملائکۃ معتمین۔[1535]

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

وقداخرج ابن ابی شیبۃ ان عبداللہ بن الزبیر کان یعتم بعمامۃ سوداء قدارخاہا من خلفہ نحوا من ذراع۔[1536]

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

ولاادری ماھذاالظاہر الذی زعمہ فان کان الظہور من ھذاالحدیث الذی ساقہ باعتبار مافیہ من ذکر الادارۃ والتکویر وارسال الذؤابۃ فہذہ الاوصاف تحصل فی عمامۃ دون ثلاثۃ اذرع۔

1534 (طبقات ابن سعد ج۵ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

1535 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1536 (نیل الاوطار ج۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

وان کان من غیرہ فماھو بعد اقرارہ بعدم ثبوت مقدارھا فی حدیث۔[1537]

احادیث مبارکہ وآثار صحابہ سے شملہ چھوڑنے کے طریقے

احادیث مبارکہ وآثار صحابہ میں شملہ چھوڑنے سے متعلق جو طریقے ثابت ہیں وہ یہ ہیں:

(۱)ایک شملہ پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا۔

(۲)ایک شملہ چھوڑ کر دائیں طرف لٹکانا۔

(۳)ایک شملہ چھوڑ کر بائیں طرف لٹکانا۔

(۴)دو شملے چھوڑ کر ایک سامنے اور ایک پیچھے کندھوں کے درمیان۔

(۵)دو شملے چھوڑ کر سامنے لٹکانا۔

(۶)شملہ سامنے چھوڑ کر داڑھی کے نیچے لے جانا۔

اب ترتیب وار ان کے دلائل حاضر ہیں:

(۱)ایک شملہ پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

ذکرھما الترمذی فی الشمائل ولہ من حدیث الدراوردی عن عبداللہ عن نافع عن ابن عمر قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اذا اعتم سدلھا بین کتفیہ۔[1538]

[1537] (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۰۷۔۱۰۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

[1538] (السیرۃ النبویۃ ج ۴ ص ۵۹۰۔۵۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا عتاب بن زیاد قال اخبرنا عبداللہ بن المبارک قال اخبرنا ابو شیبۃ الواسطی عن طریف بن شھاب عن الحسن قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعتم ویرخی عمامۃ بین کتفیہ۔

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے۔

اخبرنا محمد بن سلیم العبدی حدثنی الدراوری اخبرنا عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے۔[1539]

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ھشام بن عمار نا ابو الخطاب معروف الخیاط قال رایت واثلۃ الاسقع یصفر لحیتہ ورایت علیہ عمامۃ سوداء قد ارخی لھا عذبۃ بن خلف۔[1540]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو صالح منصور بن عبدالوھاب البزار قال: اخبرنا بو عمرو بن ابی جعفر قال: اخبرنا الحسن بن سفیان قال: حدثنا عبیداللہ بن عمر القواریری قال: حدثنا عبدالرحمن بن مھدی عن عبداللہ بن عمر عن اخیہ عبیداللہ عن القاسم بن محمد عن عائشۃ ان رجلاً اتی النبی

1539 (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۵۔۴۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (اخلاق النبی او آدابہ ذکر عمامتہ ج ۲ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۰۸ الاسناد حسن مطبوعہ دار المسلم الریاض)

1540 (الآحاد والمثانی ذکر واثلۃ بن الاسقع ابو شداد ج ۲ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۹۱۲ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم علی برزون و علیہ عمامۃ طرفھا بین کتفیہ فسالت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فقال: رأیتیہ ذاک جبریل۔[1541]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

کان اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ۔[1542]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال اخبرنا عبید بن نسطاس قال رأیت سعید بن المسیب یعتم و علیہ بعمامۃ سوداء ثم یرسلھا خلفہ۔

ترجمہ: حضرت عبید بن نسطاس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ سیاہ عمامہ باندھے تھے اور اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔[1543]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ابی عبیدۃ الحمصی قال بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم علی بن ابی طالب علی بعث فعممہ بعمامۃ سوداء ثم ارسلھا من ورائہ او قال علی کتفہ۔۔۔۔

عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یوم غدیر خم بعمامۃ سوداء طرفھا علی منکبی۔[1544]

[1541] (دلائل النبوۃ باب ماجاء فی رؤیۃ من رای جبریل یوم بنی قریظۃ ج ۶ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ابن سعد ج ۸ ص ۴۴)

[1542] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۰۹ رقم الحدیث ۶۵۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۲۶ رقم الحدیث ۹۶۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شرح السنہ ج ۶ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۳۰۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1543] (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[1544] (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عبداللہ بن بشر ص ج ۴ ص ۲۵ برقم ۴۵۲۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۹۰)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن سلمة بن وردان قال رأیت علی انس عمامة سوداء قلنسوة قد ارخاها من خلفه۔

ترجمہ: سلمہ بن وردان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا جس کے نیچے ٹوپی نہ تھی اور اس کا شملہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیچھے لٹکا رکھا تھا۔[1545]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحسین بن اسحاق التستری ثنا اسماعیل بن بہرام الکوفی ثنا عبدالعزیز بن محمد الدراوردی عن عبیداللہ ابن عمر عن نافع عن ابن عمر ثم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یسدل عمامته بین کتفیه۔[1546]

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا احمد بن علی بن المثنی حدثنا مصعب بن عبداللہ الزبیری حدثنا عبدالعزیز بن محمد عن عبداللہ بن عمر عن نافع عن بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یسدل عمامته بین کتفیه وان بن عمر کان یفعل ذلک قال عبیداللہ بن عمر ورایت القاسم وسالما یفعلان ذلک۔[1547]

[1545] (طبقات ابن سعد ج۷ ص ۱۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[1546] (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۱۳۴۰۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

[1547] (صحیح ابن حبان ذکر وصف ا ج ۱۴ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۶۳۹۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۵۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن غریب ج ۴ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۷۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

عن جابر قال کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم عمامة سوداء یلبسھافی العیدین ویر خیھامن خلفہ۔[1548]

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة نا ابو اسامة و وکیع عن مساور الوراق حدثنی جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ قال کأنی انظر رسول اللہ علیہ عمامة سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ الا ان وکیعا لم یقل بین کتفیہ۔[1549]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا وکیع قال حدثنا سلمة بن وردان قال رایت علی انس عمامة سوداء علی غیر قلنسوة وقد ارخاھا من خلفہ نحوا من ذراع۔[1550]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو کر الفارسی اخبرنا ابو اسحاق الاصبھانی حدثنا ابو احمد بن فارس حدثنا محمد بن اسماعیل قال وقال خطاب الحمصی حدثنا بقیة عن مسلم بن زیاد قال رایت اربعة من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم انس بن مالک فضالة بن عبید و ابا المنیب و روح بن سیار او سیار بن روح یر خون العمائم من خلفھم و ثیابھم الی الکعبین۔

ترجمہ: مسلم بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں سے چار شخصوں کو دیکھا حضرت انس بن مالک حضرت فضالہ بن عبید اور ابو المنیب اور روح

[1548] (میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1549] (الآحاد و المثانی ج ۲ ص ۳۹ رقم الحدیث ۷۱۸ مطبوعہ دار الرایة الریاض)

[1550] (مصنف ابن ابی شیبة ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۴۲ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)

بن سیار یا سیار بن روح کہ وہ اپنے عمامے اپنے پیچھے کی طرف لٹکاتے تھے اور ان کے کپڑے۔(یعنی قمیص ٹخنوں تک ہوتی تھیں)۔[1551]

ردالمحتار

ردالمحتار میں ہے:

وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامة بين الكتفين وتمامه فى الزيلعى۔[1552]

كشاف القناع

منصور بن یونس بن ادریس البھوتی حنبلی لکھتے ہیں:

وان ارخى طرفها بين كتفيه فحسن۔

قال الآجرى وارخاها ابن الزبير من خلفه قدر ذراع وعن انس نحوه۔[1553]

شرح السير الكبير

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

(وفيه) دليل على ان المستحب ارخاء ذنب العمامة بين الكتفين كما فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم منهم من قدر ذلک يشبر ومنهم من قال الى وسط الظهر ومنهم من قال الى موضع الجلوس۔[1554]

1551 (شعب الایمان للبیھقی ج۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1552 (ردالمحتار ج۶ ص ۷۵۵)

1553 (کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1554 (شرح السیر الکبیر باب العمائم فی الحرب ج ۱ ص ۷۶ مطبوعہ بمطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ بحیدر آباد دکن ھند)

محیط برھانی

امام برہان الدین متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

وان المستحب ارسال ذنب العمامة بين الكتفين واختلفوا فی مقدار ما ينبغی ان يكون من ذنب العمامة منهم من قدره بشبر ومنهم من قال الی وسط الظهر ومنهم من قال الی موضع الجلوس۔[1555]

البحر الرائق

امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ٧٤٣ھ اور علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں:

وان المستحب ارسال ذنب العمامة بين الكتفين واختلفوا فی مقدار الذنب قيل شبر وقيل الی وسط الظهر وقيل الی موضع الجلوس۔[1556]

فتاویٰ عالمگیری

ملا نظام الدین متوفی ١١٦١ھ لکھتے ہیں:

واختلفوا فی مقدار ما ينبغی من ذنب العمامة منهم من قدر بشبر ومنهم من قال الی وسط الظهر ومنهم من قال الی موضع الجلوس كذا فی الذخيرة۔[1557]

[1555] (المحیط البرھانی کتاب الاستحسان والکراھیة الفصل العاشر فی اللبس مایکرہ من ذلک ومالایکرہ ج ٦ جز ١١ ص ٧٤ مطبوعہ مطبوعہ المکتبة الغفاریة کانسی روڑ کوئٹہ)

[1556] (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مسائل شتیٰ ج ٦ ص ٢٢٨۔ ٢٢٩ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (البحر الرائق ج ٨ ص ٤٨٧ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[1557] (فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیة باب اللبس مایکرہ من ذلک الباب التاسع فی اللبس مایکرہ من ذلک وما لایکرہ ج ٥ ص ٤٠٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الدعامة لمعرفة احکام سنة العمامة

محدث کبیر سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابن حجر فی شرح الشمائل بعد ما ذکر فیہ اختلاف الروایات فی محل ارخائھا کما ذکرنا ما نصہ ولا تنافی لان السنۃ تحصل بکل لکن الافضل ان یکون بین الکتفین لانہ الذی صح من فعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لنفسہ۔[1558]

حاشیہ:

محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

وکان شیخنا ابو العباس ابن تیمیۃ قدس اللہ روحہ فی الجنۃ یذکر فی سبب الذوابۃ شیئاً بدیعاً وھو ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انما۔

مجمع النھر

الفقیہ المحقق عبد اللہ بن الشیخ محمد بن سلیمان داماد آفندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والسنۃ ارخاء طرف العمامۃ بین کتفیہ ھکذا فعلہ النبی علیہ الصلاۃ والسلام۔

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ شملہ کاندھوں کے درمیان ہو۔ اسی طرح حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کرتے تھے۔[1559]

اس کے حاشیہ بدر المتقی فی شرح الملتقی میں ہے:

والسنۃ ارخاء طرف العمامۃ بین کتفیہ قدر شبر ھکذا فعلہ النبی علیہ الصلاۃ والسلام۔

[1558] (الدعامة لمعرفة احکام سنة العمامة ص ۵۴۔۵۵ مطبوعہ مکتبۃ العلم الاسلامی شام الطبعۃ الاولی ۱۳۴۲ھ)

[1559] (مجمع النھر فی ملتقی الابحر کتاب الکراھیۃ ج ۲ ص ۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ شملہ ایک بالشت کاندھوں کے درمیان ہو۔ اسی طرح حضور ﷺ کرتے تھے۔[1560]

حاشیہ:

اتخذها صبیحة المنام الذی رآہ فی المدینة لما رای رب العزة تبارک وتعالی فقال یا محمد فیم یختصم الملا الاعلی؟ قلت لا ادری فوضع یده بین کتفی فعلمت ما بین السماء والارض الحدیث وهو فی الترمذی وسئل عنه البخاری فقال صحیح قال۔

حاشیہ:

فمن تلک الحال ارخی الذوابة بین کتفیه انتهی۔[1561]

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنه قال احتبس عنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ذات غداة عن صلاة الصبح حتی کدنا نتراءی عین الشمس فخرج سریعاً فثوب بالصلاة فصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وتجوز فی صلاته فلما سلم دعا بصوته قال لنا علی مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا ثم قال اما انی ساحدثکم ما حبسنی عنکم الغداة انی قمت من اللیل فتوضات وصلیت ما قدر لی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورة فقال یا محمد قلت لبیک رب قال فیم یختصم الملاء الاعلی؟ قلت لا ادری قالها ثلاثاً قال فرأیته وضع کفه بین کتفی حتی وجدت برد انامله بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفت۔

[1560] (بدر المتقی فی شرح الملتقی کتاب الکراهیة ج ۲ ص ۵۳۲ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1561] (زاد المعاد فصل فی ملابسه ج ۱ ص ۱۳۶۔۱۳۷ مطبوعه موسسة الرسالة بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۵ ص ۱۱۔۱۲ مطبوعه دار المعرفة بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۷ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت حضور ﷺ کو دیر ہو گئی اور ہم لوگوں نے آپ ﷺ کا انتظار اس حد تک کیا کہ قریب تھا کہ آفتاب کی شعاع نظر آنے لگے اتنے میں حضور ﷺ تیزی سے تشریف لائے چنانچہ تکبیر کہی گئی اور آپ ﷺ نے اختصار سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے با آواز بلند فرمایا جس طرح تم بیٹھے ہو اسی طرح صف بندی کیے ہوئے بیٹھے رہو پھر فرمایا میں اپنی تاخیر کا واقعہ تم کو سناتا ہوں پھر واقعہ سنایا (واقعہ یہ ہے) رات کے وقت وضو کر کے جس قدر نماز میرے لیے مقدور تھی میں نے پڑھی اس کے بعد مجھے نیند آگئی اور میں نماز میں ہی سو گیا۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب کے حضور میں ہوں اور میں نے اپنے رب کو (اس کی شان کے لائق) نہایت اچھی شکل میں دیکھا (مجھ سے) ارشاد ہوا اے محمد ﷺ میں نے عرض کی لبیک اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں فرمایا اس وقت ملائکہ آسمانی کیا گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں تین مرتبہ یہی ارشاد ہوا حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔[1562]

[1562] (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج۵ ص ۳۶۸۔۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۱۵۳۔ طبرانی کبیر ج۲۰ رقم الحدیث ۲۱۶۔ الکامل ابن عدی ج۶ ص ۲۳۴۴۔ مسند البزار رقم الحدیث ۲۶۶۸۔ مستدرک ج۱ ص ۵۲۱۔ شرح السنۃ رقم الحدیث ۹۱۹ مسند احمد ج۸ رقم الحدیث ۲۲۷۰)، (تحفۃ الاحوزی شرح ترمذی ج۴ ص۱۷۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ ص۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (العلل المتناھیۃ باب فی ذکر صورۃ ج۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۵۶۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۳۳۹۔۳۴۰ رقم الحدیث ۵۹۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج۲ ص ۱۰۲ برقم ۵۵۲ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)

نیز اس حدیث مبارکہ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم غیب بھی ثابت ہوا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردانا ملہ بین صدری فتجلی لی کل شئ وعرفت۔

ترجمہ: پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔[1563]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفتہ۔

حاشیہ:

ترجمہ: پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔[1564]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے:

فعلمت مافی السموات والارض۔

ترجمہ: پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔[1565]

1563 (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1564 (الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

1565 (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸۔۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۶۹۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸۔ السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۶۹۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱)

یہی یعنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فعلمت ما بین المشرق و المغرب۔

ترجمہ: میں نے مشرق و مغرب کے درمیان ہر شے کو جان لیا۔[1566]

....

حاشیہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

فعلمت بسبب وصول ذلک الفیض ما فی السموت و الارض یعنی اعلمہ اللہ ما فیھا من الملائکۃ و الاشجار و غیرھا وھو عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ و قال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموت بل و ما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج و الارض ھی بمعنی الجنس و جمیع ما فی الارضین السبع بل و ماتحتھا کما افادہ اخبار عن الثور و الحوت الذی علیھما و الارضون۔

ترجمہ: اس فیض ربانی کی بدولت میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جان لیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے اندر پائے جانے والے فرشتوں درختوں اور دیگر چیزوں کا علم عطا فرمادیا۔ یہ حدیث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اس وسعت علم سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ اکو عطا فرمائی ہے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں کی بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہے اور زمین جنس کے معنی میں ہے یعنی آپ

[1566] (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۲ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۶۹۔ جامع المسانید و السنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱)، سند ابو یعلی رقم الحدیث (۲۶۰۸)

ﷺ نے سات زمینوں کی بلکہ ان سے بھی نیچے کی تمام چیزوں کو جان لیا جیسا کہ قرآن اور احادیث ﷺ نے بیل اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔[1567]

....

حاشیہ:

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمینھا بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی وکلی واحاطہ آں۔

ترجمہ: میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا اس حدیث میں تمام علوم جزی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔[1568]

★......★

(۲) ایک شملہ چھوڑ کر دائیں طرف لٹکانا

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

وعن ابی امامة قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لا یولی والیا حتی یعممه ویرخی لها من جانب الایمن نحو الاذان۔

[1567] (مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

[1568] (اشعۃ اللمعات فارسی الفصل الثانی باب المساجد ج ۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ترجمہ: ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب بھی کوئی حاکم گورنر مقرر کرتے تو اس کے لئے عمامہ باندھتے اور شملہ اس کا دائیں طرف کان کے قریب لٹکاتے۔[1569]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

قال الامام مالک رحمہ اللہ تعالی انہ لم یرا احداً ممن ادرکہ یرخیھا بین کتفیہ الا بین یدیہ ونقلہ ابن الحاج فی المدخل وھذا یدل علی ان عمل التابعین علی ارسال العذبۃ من بین ایدیھم۔[1570]

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

واخرج ابن سعد عن مولی یقال لہ ھرمز قال رایت علیا علیہ عمامۃ سوداء قد ارخاھا من بین یدیہ ومن خلفہ قال ابن رسلان فی شرح السنن ثم ذکر حدیث عبدالرحمن وھی التی صارت شعار الصالحین المتمسکین بالسنۃ یعنی ارسالیبا ع علی الصدر۔[1571]

(۳) ایک شملہ چھوڑ کر بائیں طرف لٹکانا

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی بسند حسن والضیاء المقدسی رحمہ اللہ تعالی فی صحیحہ عن عبداللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم علیاً ص الی خیبر فعممہ بعمامۃ سوداء ثم ارسلھا من ورائہ او قال علی کتفیہ الیسری لکن روایہ تردد وما جزم بالثانی۔

1569 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامۃ ص ۴۸ مطبوعہ مکتبۃ العلم الاسلامی شام الطبعۃ الاولی ۱۳۴۲ھ)

1570 (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1571 (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۰۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

ترجمہ: عبداللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تو کالا عمامہ باندھا اور پیچھے اور بائیں مونڈھے کی طرف لٹکایا۔[1572]

غیر مقلد محمد عبدالرحمن ابن عبدالرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

وحدیث عبداللہ بن بشر قال بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علی بن ابی طالب الی خیبر فعممہ بعمامۃ سوداء ثم ارسلھا من ورائہ او قال علی کتفہ الیسری اخرج الطبرانی وحسنہ السیوطی۔

ترجمہ: عبداللہ بن بشر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تو سیاہ عمامہ باندھا اور پیچھے اور بائیں مونڈھے کی طرف سے لٹکایا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔[1573]

(۴) دو شملے چھوڑ کر ایک سامنے اور ایک پیچھے کندھوں کے درمیان

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد بن رشدین قال حدثنا الحسن بن سلیمان بن قبیطۃ قال حدثنا الحجاج بن رشدین بن سعد قال حدثنا معاویۃ بن صالح عن ابی عقبۃ عن ثوبان مولی رسول اللہ ان النبی کان اذا اعتم ارخی عمامتہ بین یدیہ ومن خلفہ۔

[1572] (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۵ ص ۲۶۷۔۲۶۸ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۲۵ برقم ۴۵۲۹ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

[1573] (تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب عمامہ باندھتے تو عمامہ کو آگے اور پیچھے لٹکاتے۔[1574]

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

وعن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان اذا اعتم ارخی عمامتہ بین یدیہ ومن خلفہ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ الحجاج بن رشدین وھو ضعیف۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب عمامہ باندھتے تو عمامہ کو آگے اور پیچھے لٹکاتے۔

طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں روایت کیا اس میں حجاج بن رشدین راوی ضعیف ہیں۔[1575]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا سلیمان بن خربوذ حدثنا شیخ من اہل المدینۃ قال سمعت عبدالرحمن بن عوف یقول عممنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فسدلھا بین یدی ومن خلفی۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے عمامہ بندھوایا تھا اور اس کا سر الٹکایا تھا آگے بھی اور میرے پیچھے بھی۔[1576]

[1574] (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1575] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1576] (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۴ رقم الحدیث ۶۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الآداب للبیہقی ج ۲ ص ۱۹۸ رقم الحدیث ۵۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن اسماعیل مولی بنی ہاشم ثنا عثمان بن عثمان الغطفانی ثنا سلیمان بن خربوذ حدثنی شیخ من اهل المدینة قال سمعت عبدالرحمن بن عوف یقول ثم عممنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فسدلها بین یدی و من خلفی۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے عمامہ بندھوایا تھا اور اس کا سر الٹکایا تھا آگے بھی اور میرے پیچھے بھی۔[1577]

محدث کبیر سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وروی مما ذکرہ المناوی فی شرح نظم السیرۃ العراقیۃ والزرقانی فی شرح المواہب ان المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لما بعث علیاً الی الیمن سنۃ عشر عقد لہ لوائہ و عممہ بیدہ عمامۃ ثلاثۃ اکوار و جعل لہ ذراعاً بین یدیہ و شبراً من ورائہ۔[1578]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا الحسن بن صالح عن جابر قال اخبرنی من رای علیا قد اعتم بعمامۃ سوداء قد ارخاها من بین یدیہ و من خلفہ۔

ترجمہ: حضرت جابر ص فرماتے ہیں میں نے حضرت علی ص پر سیاہ عمامہ دیکھا اس کے کنارے کو آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔[1579]

[1577] (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۵۵ رقم الحدیث ۴۰۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند ابویعلی ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۵۱۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنہ ج ۶ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۳۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

[1578] (الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامۃ ص ۴۶-۴۷ مطبوعہ مکتبۃ العلم الاسلامی شام الطبعۃ الاولی ۱۳۴۲ھ)

[1579] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سبل الہدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا شریک عن محمد بن قیس قال رایت ابن عمر معتماً قد ارخی یباع بین یدیہ و من خلفہ و لا ادری ایھا اطول۔

ترجمہ: حضرت محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمامہ باندھتے ہوئے دیکھا اس کے کنارے کو آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔[1580]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

و روی ابن سعد بسند ضعیف من طریق ابی اسد بن کریب عن ابیہ قال رایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما یعتم فیرخی من عمامتہ شبراً بین کتفیہ و من بین یدیہ۔[1581]

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

و اخرج الطبرانی من حدیث عبد اللہ بن بشر قال بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم علی بن ابی طالب علیہ السلام الی خیبر فعممہ بعمامۃ سوداء ثم ارسلھا من ورائہ او قال علی کتفہ الیسری و حسنہ السیوطی۔

ترجمہ: عبد اللہ بن بشر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم نے خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تو سیاہ عمامہ باندھا اور پیچھے اور بائیں مونڈھے کی طرف سے لٹکایا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔[1582]

[1580] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۰ رقم الحدیث ۲۴۹۸۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سبل الھدیٰ و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1581] (سبل الھدیٰ و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1582] (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۰۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

(۵) دو شملے چھوڑ کر سامنے لٹکانا

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا عبیدة عن هشام قال رایت ابن الزبیر معتما قد ارخی طرفی یباع بین یدیه۔

ترجمہ: ہشام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن زبیر ص کو دیکھا کہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور شملے آگے کی طرف لٹکائے ہوئے تھے۔[1583]

(٦) شملہ سامنے چھوڑ کر داڑھی کے نیچے لے جانا

مسئلہ تحنیک عمامے کو گردن سے گھما کر باندھنا یعنی عمامے کو ٹھوڑی کے نیچے گھما کر باندھنا یہ بھی مستحب ہے مگر اس مسئلہ میں ہمارے مطالعہ میں کوئی حدیث مبارکہ نہیں البتہ تابعین کرام رحمھم اللہ کے فعل سے یہ ثابت ہے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔مالکی اور حنبلی مذہب میں تحنیک کے بغیر عمامہ جسے اقتعاط کہتے ہیں (یعنی شملہ کو ٹھوڑی کے نیچے نہ گزارنا جیسے کہ آج کل عام علماء عمامہ باندھتے ہیں) مکروہ ہے لیکن احناف و شوافع کے نزدیک یہ مکروہ نہیں۔

مالکیوں اور حنبلیوں کے پاس چند آثار کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں اور ایک حدیث جو ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم امر بالتلحی و نهی عن الاقتعاط۔

ترجمہ: بے شک حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تلحی کا حکم دیا ہے اور اقتعاط سے منع فرمایا ہے۔

[1583] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۰ رقم الحدیث ۲۴۹۷۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل وسند نہیں۔[1584]

محدث کبیر سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قلت قد یبحث فی قولہ ینھی مخصوص بان النھی الخاص فیہ موجود وھو ما تقدم عن ابی بکر الصولی من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نھی عن الاقتعاط وھو ترک التلحی ھذا انما کرہ اصحاب غریب وھو یوردون فی کتبھم احادیث غریبۃ لاتوجد فی کتب المحدثین وھو یوقف لھا علی اسناد فلایحتج بما انفردوا بذکرہ ومما یوید ھذا ان الشیخ مرتضی فی شرح القاموس فی مادۃ قعط بعد ما فسر الاقتعاط قال ما نصہ وقد نھی عنہ فی الحدیث الذی رواہ ابو عبید القاسم بن سلام مرفوعاً قال الصاغانی ولم اظفر باسنادہ ولا باسم من رواہ من رواہ من صحابی او تابعی ارسلہ فالنھی عنہ اذالیس بثابت۔

ترجمہ: میں کہتاہوں کہ ان کے قول میں بحث ہو سکتی ہے کہ نہی مخصوص ہے کہ نہی کا خاص ہونا اس میں موجود ہے کہ ابو بکر الصولی کے حوالے سے گزرا کہ حضور ﷺ نے اقتعاط سے منع فرمایااور مذکورہ تلحی کو اصحاب کاترک کرنا غریب ہے۔کہ انہوں نے اپنی کتب میں وہ غریب احادیث درج کردی ہیں جن کا تذکرہ محدثین کی کتب میں نہیں ملتااور موقوف اسناد پر ہوتاہے اور اس کو دلیل نہیں بنایاجائے گا جس میں وہ منفرد ہوں ذکر کرنے میں۔اور یہی اس کی تائید کرتاہے جو شیخ مرتضیٰ نے شرح قاموس میں (قعط) کے مادہ کے بیان کے دوران (الاقتعاط) کی وضاحت فرماتے ہوئے کہااور جونص وارد ہوئی اور منع فرمایاحدیث میں جس کوروایت فرمایاابوعبداللہ القاسم بن سلام نے مرفوع

[1584] (تاج العروس)،(لسان العرب ج۷ ص ۳۸۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

الصاغانی نے کہا میں اس کی اسناد کو نہیں پاتا اور نہ ہی راوی کا نام کہ جس نے اسے روایت کیا اس سے جس نے صحابی سے روایت کیا یا تابعی سے ارسال کیا ہے بہر حال یہ نہی ثابت نہیں۔[1585]

معلوم ہوا کہ یہ ثابت نہیں اور نہ اس کی کوئی سند ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاسناد سلاح المومن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شئ یقاتل۔

ترجمہ: سند مومن کا ہتھیار ہے جب کسی کے پاس اسلحہ نہ ہو بھلا وہ کیسے جنگ جیت سکتا ہے۔[1586]

امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاسناد الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء ولکن اذا قبل لہ من حدثک بقی۔

ترجمہ: اسناد حدیث ہی دین ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو پھر ہر کوئی جو چاہتا وہی کہہ دیتا لیکن جب اس سے سند کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔[1587]

البتہ بعض سیرت کی کتابوں میں اس کو سنت کہا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

ان کے علاوہ جو آثار ہے وہ یہ ہیں:

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ اخبرنا ابو عبداللہ الصنعانی حدثنا اسحاق بن ابراھیم اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن لیث عن طاوس قال فی الذی یلوی العمامۃ علی راسہ ولا یجعلھا تحت دقنہ فان تلک عمہ الشیطان۔

[1585] (الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامۃ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبۃ العلم الاسلامی شام الطبعۃ الاولی ۱۳۴۲ ھ)، (تاج العروس ج ۵ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[1586] (فتح المغیث ج ۳ ص ۵ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ)

[1587] (صحیح مسلم مقدمہ ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: طاؤس بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا اس شخص کے بارے میں جو اپنے سر پر عمامہ لپیٹتا ہے اور اس کو ٹھوڑی کے نیچے نہیں کرتا کہ یہ پگڑی باندھنے کی صورت شیطان کی ہے۔[1588]

....

حاشیہ:

یہ روایت سنداً بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس روایت کی سند میں لیث بن ابی مسلم ہے جو سخت ضعیف ہے۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

لیث بن ابی سلیم ضعیف کوفی۔[1589]

امام ابی الفرج عبد الرحمن علی بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ضعفه ابن عيينة و النسائي و قال احمد مضطرب الحديث۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بكر قال حدثنا شبابة عن سليمان بن المغيرة قال رايت ابا نضرة يعتم بعمامة سوداء قد ارخها تحت عنقه۔[1590]

1588 (شعب الایمان للبیهقی ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۵ مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۸۰ رقم الحدیث ۱۹۹۷۸ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)

1589 (الضعفاء والمتروکمین للنسائی ص ۹۰ برقم ۵۱۱ مطبوعه داروعی حلب)

1590 (مصنف ابن ابی شیبه ج ۵ ص ۱۸۰ رقم الحدیث ۲۴۹۸۴ مطبوعه مکتبة الرشد الرياض)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وسئل مالک عن الذی یعتم بالعمامۃ ولا یجعلھا من تحت حقلہ فانکرھا وقال ذلک من عمل النبط ولیست من عمۃ الناس الا ان تکون قصیرۃ لا تبلغ او یفعل ذلک فی بیتہ او فی مرضہ فلاباس بہ۔[1591]

حاشیہ:

ولکن قد حدث عنہ الناس وقال السعدی یضعف حدیثہ وقال ابو حاتم الرازی وابو زرعۃ لایشتغل بہ وھو مضطرب الحدیث وقال ابن حبان اختلط فی آخر عمرہ فکان یقلب الاسانید ویرفع المراسیل ویاتی عن الثقات بما لیس من حدیثھم ترکہ یحیی القطان ویحیی بن معین وابن مھدی واحمد۔

ترجمہ: ابن عیینہ اور نسائی اس کی تضعیف کرتے ہیں اور احمد مضطرب الحدیث کہتے ہیں اور سعدی اس کی حدیث کی تضعیف کرتے ہیں اور ابو حاتم اور ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث پر مشغول نہیں ہونا چاہئے اور یہ مضطرب الحدیث ہے اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوا تھا اور یہ احادیث میں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سخت الفاظ مروی ہونے کی وجہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جو سخت الفاظ مروی ہیں اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ شملہ کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تک نہیں پہنچی ہو اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تابعین کرام رحمہم اللہ کا یہ عمل تھا اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف عمامہ باندھنے کو مکروہ کہا ہے۔

[1591] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ بیروت)

علامہ محمد بن راشد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وسئل عن العمامة اترخی بین الکتفین منها شیاً؟۔

....

حاشیہ:

رد وبدل کرتے تھے اور مراسیل کو مرفوع ذکر کرتے تھے اور ثقات سے ایسی حدیثیں ذکر کرتے کہ وہ ان کی نہیں تھیں اور اس کو یحییٰ قطان اور یحییٰ بن معین اور ابن مہدی اور احمد نے چھوڑا ہے۔[1592]

امام محمد بن سعد البصری متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

کان رجلا صالحا عابدا وکان ضعیفا فی الحدیث۔

ترجمہ: یہ نیک عابد تھے اور حدیث میں ضعیف تھے۔[1593]

وهل یسدل بین یدیه؟

فقال لم ار احداً ممن ادرکت وهو یرخی بین کتفیه منها شیئاً وهو یسدل بین یدیه وقد کنت البسها فاسدلها بین یدی وادخل الذی یکون من طیها خلفی احشوبه العمامة ولم اترکها الا منذ دم علینا ولاة بنی هاشم فترکناها خوفاً من خلافهم لانهم لایلبسونها وقد کان من قبلهم لایدعونها حتی ان الامام لیخطب بها فی کل جمعة فی الشتاء والصیف وهی لباس العرب لیست تلبسها الاعاجم وقد رایت ربیعة وابن هرمز یعتمان ولم یکن واحد منهما یرخی بین کتفیه منها شیئا ورایتهما یسدلانها بین ایدیهما ولست اکره ارخاءها من خلفه لانه حرام ولکن هذا اجمل ولم ار احداً ممن ادرکت یرخی بین کتفیه منها شیئا الاعامر بن عبد اللہ بن الزبیر فانی رایته یرخی بین کتفیه من عمامته وقد بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ

1592 (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج۳ ص ۲۹ برقم ۲۸۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1593 (طبقات ابن سعد ج۶ ص ۳۴۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

واصحابہٖ وسلم حین انصرف من الخندق وضع عنه السلاح ولا ادری اغتسل ام لا فاتاہ جبریل فقال یا محمد اتضعون اللامة قبل ان تخرجوا الی قریظة فصاح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی الناس ان لا یصلی احد الا فی بنی قریظة وذلک صلاۃ العصر فصلی بعض الناس بعد فوات الوقت ولم یصل بعضهم حتی لحقوا بنی قریظة اتباعا لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرای یومئذ جبریل فی صورۃ دحیة معتماقدارسلهابین کتفیه۔

قال مالک وقال ربیعة انی لاجد العمة تزید العقل فانتهوہ وزجرہ واشتد علیه وقال تدع العمة!

قال محمد بن راشد قدروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم من روایة عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهم انه کان اذا اعتم یسدل عمامته بین کتفیه۔ قال عبیداللہ ورایت القاسم وسالماً یفعلان ذلک فلاوجه لکراھة ذلک الا ما ذکرہ مالک من ان ذلک اجمل۔ وقول ربیعة انی لاحد العمة تزید فی العقل لیس علی ظاھرہ بانها تزید فی العقل حقیقة والمعنی فی ذلک ان لابسها یسلک من اجل لباسه ایاھا مسسک العقلاء وذلک انها لما کانت من ھیئة العلاء والخیار واھل السمت والوقار فالتزم من ذلک فرق ما کان یلتزمه قبل۔

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شملہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کندھوں کے درمیان چھوڑا جائے یا سامنے چھوڑا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جس کو بھی پایا ہے ان میں سے کوئی بھی شملہ کندھوں کے درمیان نہیں لٹکاتا تھا بلکہ شملہ سامنے لٹکاتا تھا میں بھی عمامہ پہنتا ہوں تو شملہ سامنے لٹکاتا ہوں اور عمامہ کے ایک کنارہ کو پیچھے کے حصہ میں داخل کرکے عمامہ کو پھیر دیتا ہوں... میں نے ربیعہ اور ابن ہرمز کو بھی دیکھا ہے وہ دونوں بھی شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان نہیں لٹکاتے تھے بلکہ سامنے لٹکاتے تھے اور میں جو کندھوں کے درمیان شملہ لٹکانے کو اچھا نہیں سمجھتا تو یہ

اس وجہ سے نہیں کہ اس طرح کرنا حرام ہے لیکن وجہ یہ ہے کہ خوبصورت یہ ہے کہ سامنے لٹکا کر ٹھوڑی کے نیچے لے جایا جائے میں نے صرف عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہم کو دیکھا ہے جو کندھوں کے درمیان شملہ لٹکاتے تھے اور صرف مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم غزوہ خندق سے لوٹے ہتھیار رکھے غسل کیا یا نہیں یہ معلوم نہیں حضرت جبریل تشریف لائے اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نے عمامہ کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

اس کے بعد امام محمد بن راشد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ عمامہ کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی معمول یہ تھا تو اس کے بعد کراہت کی کوئی اور وجہ نہیں سوائے اس کے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے کہ خوبصورت دوسرا طریقہ ہے۔[1594]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس عمامہ کے شملہ کے بارے میں وہ روایات نہیں پہنچی ہیں جن میں تحنیک کے بغیر عمامہ باندھنے کا ذکر ہے اور تحنیک تو تحنیک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ احادیث بھی نہیں پہنچی جن میں کندھوں کے درمیان شملہ لٹکانے کا ذکر ہے حالانکہ احادیث میں دونوں کندھوں کے درمیان شملہ لٹکانے کے بارے میں سب سے زیادہ اور صحیح احادیث مروی ہے۔ صرف حضرت جبریل علیہ السلام اور ایک تابعی عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ

1594 (البیان والتحصیل لابن راشد القرطبی فی هیئة العمامة ج ۱۸ ص ۴۴۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

علیہ سے متعلق روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی ہے لہٰذا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے تابعین کے عمل کی بناپر تحنیک کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس لئے ان ہی تک محدود رہے گا۔

اب ہم وہ دلائل ذکر کرتے ہیں جس میں بغیر تحنیک کے عمامہ کا ذکر ہیں:

بغیر تحنیک کے عمامہ حضور ﷺ کی سنت مبارک ہے

بغیر تحنیک کے آج کل جس طریقہ پر عمامہ باندھنا مشہور ہے یہ حضور ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت مبارکہ ہے اور یہی طریقہ صحیح احادیث و آثار صحابہ سے ثابت ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا علی بن حکیم الاودی اخبرنا شریک عن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ ص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔[1595]

یہ مشہور اور صحیح حدیث ہے اس حدیث مبارکہ میں جو عمامہ کا ذکر ہے وہ بغیر تحنیک کے عمامہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1595 (صحیح مسلم باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن اسحاق بن العباس الفاکہی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنی احمد بن عبید عن عاصم بن مضرس الانصاری قال اخبرنی ابوبکر عمرو الضبی عن المغیرۃ عن ابرھیم قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یوم فتح مکۃ معتجرا بعمامۃ سوداء۔[1596]

جبریل کا بغیر تحنیک کا عمامہ

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

قال ابشر یا ابابکر ھذا جبریل متعجر بعمامۃ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہو اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ جبریل علیہ السلام ہے جو بغیر تحنیک کے عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔[1597]

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

قال وبلغنی ان جبریل علیہ السلام نزل فی جنازتہ معتجراً بعمامۃ من استبرق۔[1598]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ابشر یا ابابکر ھذا جبریل معتجر بعمامۃ صفراء۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہو اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ جبریل علیہ السلام ہے جو بغیر تحنیک کے زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔[1599]

[1596] (اخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ ذکر ما کان یلبس النبی اعلی رأسہ حین دخل مکۃ ج ۵ ص ۲۱۵۔۲۱۶ رقم الحدیث ۱۷۳۔۱۷۴۔۱۷۵ مطبوعہ دار خضر بیروت)

[1597] (الثقات ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1598] (الاستیعاب ذکر سعد بن معاذ ص ج ۲ ص ۶۰۴ برقم ۹۵۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

[1599] (البدایۃ والنہایۃ غزوۃ بدر العظمی ج ۳ ص ۲۸۰ وص ۲۸۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغیر تحنیک کا عمامہ

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن حمزۃ بن عبداللہ قال کان علی الزبیر یوم بدر عمامۃ صفراء معتجرا بھا و کانت علی الملائکۃ یومئذ عمائم بنو۔

ترجمہ: حمزہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن زبیر ص کے سر پر بغیر تحنیک کے زرد رنگ کا عمامہ تھا جس کو وہ پہنے ہوئے تھے اس روز ملائکہ کے سروں پر بھی زرد عمامے تھے۔[1600]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن ھشام بن عروۃ عن رجل من ولد الزبیر یقال لہ عباد بن حمزۃ ان الزبیر بن العوام کانت علیہ عمامۃ صفراء معتجرا بھا فنزلت الملائکۃ وعلیھم عمائم بنو۔[1601]

امام ابو عثمان سعید بن منصور الخراسانی متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا سعید قال نا عبداللہ بن المبارک عن ھشام بن عروۃ عن عباد بن حمزۃ بن الزبیر قال کان علی الزبیر یوم بدر ریطۃ صفراء قد اعتجر بھا ونزلت الملائکۃ وعلیھم عمائم بنو۔[1602]

1600 (طبقات ابن سعد ج۳ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

1601 (مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۲۴۷۵۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1602 (کتاب السنن باب ماجاء فی الالویۃ و العمایم ج ۲ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۲۵۳۰ مطبوعہ الدار السلفیۃ الھند)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو یزید القراطیسی ثنا اسد بن موسی ثنا حماد بن سلمة عن ھشام بن عروۃ قال ثم نزل جبریل یوم بدر علی سیماء الزبیر بن العوام وھو معتجر بعمامة صفراء۔[1603]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عن ھشام عن ابیه قال کانت علی الزبیر عمامة صفراء معتجرا بھا یوم بدر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان الملائکة نزلت علی سیماء الزبیر۔[1604]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن ابی شیبة وابن جریر وابن مردویه عن عبداللہ بن الزبیر ان الزبیر کان علیه یوم بدر عمامة صفراء معتجراً بھا فنزلت الملائکة علیھم عمائم صفر۔[1605]

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں:

وما جاء کان علی الزبیر ص ببدر عمامة صفراء معتجرا بھا فقال ابی عبداللہ یعنی الزبیر لجواز ان یکون اکثرھم کان بعمائم ثم صفر۔[1606]

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں:

اتی جبریل علیه السلام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم معتجرا بعمامة ای سوداء من استبرق وھو نوع من الدیباج مرخیا منھا بین کتفیه وفی روایة علیه لامته ولا

1603 (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۲۳۰ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم الموصل)

1604 (الاصابة فی تمیز الصحابة زبیر بن عوام صج ۲ ص ۵۵۵ برقم ۲۷۹۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

1605 (سبل الھدی والرشاد ذکر سیماء الملائکة یوم بدر ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیه بیروت)

1606 (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفة بالسیرۃ الحلبیه باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۲۵ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

معارضة لانه يجوز ان يكون الاعتجار بالعمامة على تلك اللامة وهو على بغلة اى شهباء عليها قطيفة وهى كساء له وبر من ديباج اى احمر۔ [1607]

محدث کبیر سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فالنهى عنه (الاقتعاط) ليس بثابت سيما وقد تقدم عن السيوطى انه عليه السلام لبس العمامة بالعذبة وبغيرها بالتحنيك وبغيره وعنه ايضا نقلاً عن البارزى فى توثيق عرى الايمان انه عليه الصلاة والسلام كان يعتم بالعمائم الحرقانية والسود فى اسفاره ويعتجر اعتجار الحروب والاعتجار هو ترك التلحى وفى السيرة الحلبية فى الكلام على غزوة بدر الكبرى انه جاء انه كان على سيدنا الزبير صببدر عمامة صفراء معتجراً بها فقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم نزلت الملائكة على بسيماء ابى عبدالله يعنى الزبير وفى شرح القاموس للشيخ مرتضى فى مادة عجر بعدما فسر الاعتجار بانه لى الثوبى على الراس من غير ادارة تحت الحنك او تقول هو لف العمامة دون التلحى ما نصه وروى عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم انه دخل مكة يوم الفتح معتجراً بعمامة سوداء المعنى انه لفها على راسه ولم يلتح بها۔ [1608]

ان احادیث و آثار صحابہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو معتجر عمامہ باندھے ہوئے تھے اور جبریل علیہ السلام اور اسی طرح زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر کے دن معتجر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اعتجار کے کئی معنیٰ ہیں اور وہ مسئلہ اعتجار میں آگے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کئے جائے گے۔ یہاں اعتجار سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ جبریل علیہ السلام اور

[1607] (انسان العيون فى سيرة الامين المامون المعروفة بالسيرة الحلبيه باب غزوة بنى قريظة ج ۲ ص ۲۵۷۔۲۵۸ مطبوعه دار المعرفة بيروت)

[1608] (الدعامة لمعرفة احكام سنة العمامة ص ۷۱۔۷۲ مطبوعه مكتبة العلم الاسلامى شام الطبعة الاولى ۱۳۴۲ھ)

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر تحنیک کے عمامہ باندھا ہے جو آج کل عام علماء اور عوام باندھتے ہیں اس لئے یہاں اعتجار کا یہی معنی ہے۔

امام محمد بن مکرم بن منظور الافریقی مصری متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

الاعتجار و هو الی الثوب علی الراس من غیر ادارة تحت الحنک۔

ترجمہ: یعنی کپڑے کو سر پر اس طرح لپیٹنا کہ ٹھوڑی کے نیچے سے اس کا کوئی بل نہ گزرے اعتجار کہلاتا ہے۔[1609]

یہی امام محمد بن مکرم بن منظور الافریقی مصری متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

الاعتجار لف العمامة دون التلحی وروی عن النبی انه دخل مکة یوم الفتح معتجرا بعمامة سوداء المعنی انه لفها علی راسه ولم یتلح بها۔

ترجمہ: عمامہ کو سر پر اس طرح لپیٹنا کہ اس کا کوئی بل ٹھوڑی کے نیچے سے نہ گزرے۔[1610]

نیز لکھتے ہیں:

الاعتجار بالعمامة هو ان یلفها علی راسه ویرد طرفها علی وجهه ولا یعمل منها شیئا تحت ذقنه۔

ترجمہ: یعنی اعتجار بالعمامۃ یہ ہے کہ آدمی عمامہ کو سر پر لپیٹ لے اور اس کے کنارہ کو چہرہ پر ڈال لے اور ٹھوڑی کے نیچے سے اس کا کوئی حصہ یا بل نہ گزارے۔[1611]

حضور ﷺ جبریل علیہ السلام اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو احادیث میں عمامہ باندھنے کا ذکر ہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ عمامہ اس طرح باندھنا کے ایک بل بھی ٹھوڑی کے نیچے سے نہ

1609 (لسان العرب ج ۴ ص ۵۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)
1610 (لسان العرب ج ۴ ص ۵۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)
1611 (لسان العرب ج ۴ ص ۵۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

گزرے جیسے کہ ہم باندھتے ہیں یہ نہ مکروہ ہے نہ شیطان کا طریقہ ہے اور نہ یہ قوم لوط کا عمامہ ہے۔ بلکہ حضور ﷺ جبریل علیہ السلام اور زبیر ص کی سنت مبارک اور مستحب ہے۔

مہاجرین اولین کی سنت مبارک

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا جریر بن حازم عن یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر یضع احدهما یبا ع علی راسه ویضع القلنسوة فوقها ثم یدیر یبا ع هکذا یعنی علی کوره لا یخرجها من تحت ذقنه۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن ابی عبد اللہ ص بیان کرتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو دیکھا ہے کہ وہ سیاہ، سفید، سرخ، سبز یا زرد رنگ کے کھردرے کپڑوں کے عمامے باندھتے تھے ان میں سے کوئی عمامہ اپنے سر پر رکھتا اور اس کے اوپر ٹوپی رکھتا ٹوپی کے گرد اس طرح عمامہ کو لپیٹ دیتے تھے۔ اور ٹھوڑی کے نیچے سے نہیں گھماتے تھے۔[1612]

امام اسحاق بن ابراہیم راھویہ متوفی ۲۳۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا وهب بن جریر حدثنی ابی عن یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ثم ادرکت المهاجرین یعتمون بعمائم کرابیس حمر و سود و خضر و صفر یضع احدهم طرف یبا ع علی راسه ثم یضع القلنسوة علیها ثم یدیرونها علی رؤوسهم ولا یدخلونها تحت اذقانهم قال اسحاق قال النضر و ذکر حدیث الزبیر انه کان معمما یوم بدر بعمامة صفراء فنزلت الملائکة وعلیهم عمائم بنو قال النضر لا یعرف الاعتجاز الا ان یلف بها علی راسه ولا یدخلها تحت ذقنه۔

1612 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۲۴۹۸۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: امام نضر فرماتے ہیں اعتجار اس کو کہتے ہیں کہ عمامہ باندھ کر ٹھوڑی کے نیچے پیچ نہ لائے۔[1613]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہاجرین اولین عمامہ اس طرح باندھتے تھے کہ گردن کے نیچے سے بل نہیں گھماتے تھے یہاں سے معلوم ہوا کہ عمامہ اس طرح باندھنا کے ایک بل نیچے سے نہ گزرے جیسے کہ ہم باندھتے ہیں یہ نہ مکروہ ہے نہ ناجائز ہے بلکہ مہاجرین اولین کی سنت مبارک ہے اور مہاجرین اولین میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جس طرح ہم عمامہ شریف باندھتے ہیں یہ طریقہ خلفاء راشدین کا طریقہ ہے۔

خلفاء راشدین کی سنت

جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن عرباض بن سارية... فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهدين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم و الامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المھدین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔[1614]

1613 (مسند اسحاق بن راهويه ج ٣ ص ٨٨٢۔ ٨٨٣ رقم الحديث ١٥٥٦ مطبوعه مكتبة الايمان المدينة المنورة)

1614 (سنن ابن ماجه ج ا ص ١٥۔١٦ رقم الحديث ٤٢۔٤٣ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (جامع الترمذى جلد ٢ ص ٩٢ مطبوعه مكتبه اكرميه پشاور)، (سنن ابى داؤد ج ٤ ص ٢٠٠ برقم ٤٦٠٧ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (غاية الاحكام فى احاديث الاحكام امام محب الدين طبرى ج ا ص ٢٥٣ رقم الحديث ٤٦٧ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)،

تحنیک حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابو اسامة عن سفیان عن معمر عن ابن طاوس عن اسامة کان یکرہ ان یعتم ان یجعل تحت لحیتہ و حلقہ من یا ع۔

ترجمہ: حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمامہ باندھتے تو اس صورت کو مکروہ سمجھتے تھے کہ داڑھی اور حلق کے نیچے اس کو کریں۔[1615]

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبة الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن الکبری بیهقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکة المکرمة)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۵۷۵۱۵۔۱۶۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیه بیروت)، (جامع المسانید و السنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۴۰۵ تا ۲۴۰۷ رقم الحدیث ۶۴۷۴۔۶۴۷۵۔۶۴۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد و الهدایة الی سبیل الرشاد امام بیهقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدة بیروت)، (دلائل النبوة امام بیهقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیه بیروت)، (شرح السنة امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیه بیرروت)، (السنة لمحمد بن نصر المروزی ص ۲۶۔۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسة الکتب الثقافیة بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸۔۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲۱ جز ۴۲ ص ۱۴۷۔۱۴۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰۔۸۷۱۱۔۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۵ تا ۳۷ رقم الحدیث ۱ تا ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیه بیرروت)، (حلیة الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبة العلوم و الحکم الموصل)، (و ابن ابی عاصم فی السنة جلد ۱ ص ۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلا ج ۴ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردة فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ دار العاصمة الریاض)، (اعتقاد اهل السنة و الجماعة ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبة الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر للنبهانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ برقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1615 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۲۴۹۸۹ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)

احناف وشوافع کے نزدیک تحنیک سنت نہیں

الموسوعة الفقهية

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

ولا یسن تحنیک العمامة عند الحنفية والشافعية وتسن العذبة لا غير۔

ترجمہ: احناف وشوافع کے نزدیک تحنیک سنت نہیں سنت صرف شملہ لٹکانا ہے۔[1616]

جمع الوسائل للمناوی

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

ولا یسن تحنیک العمامة عند الشافعية۔

ترجمہ: شوافع کے نزدیک عمامہ میں تحنیک سنت نہیں۔[1617]

شیخ جمل رحمة الله عليه

امام الشیخ سلیمان بن عمر شافعی المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

لا یسن تحنیک العمامة عند الشافعية۔

ترجمہ: شوافع کے نزدیک عمامہ میں تحنیک سنت نہیں۔[1618]

علامہ بیجوری رحمة الله عليه

امام الشیخ ابراہیم البیجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا یسن تحنیک العمامة عند الشافعية۔

1616 (الموسوعة الفقهية ج ۱۰ ص ۲۷۷)

1617 (جمع الوسائل فی شرح الشمائل وبهامش شرح الشمائل للمناوی ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعه اداره تالیفات اشرفیه ملتان)

1618 (المواهب المحمدية الشمائل الترمذية ج ۱ ص ۲۹۹ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: شوافع کے نزدیک عمامہ میں تحنیک سنت نہیں۔[1619]

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ بغیر تحنیک کے عمامہ جائز اور سنت رسول ﷺ ہے آخر میں چند اور احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں شملہ کا ذکر ہے مگر تحنیک کا ذکر نہیں اور یہ احادیث پہلے اپنے مواضع میں بیان ہو چکی ہیں یہاں پر مختصر حاضر ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سوتی سیاہ عمامہ پہنایا اور سامنے کا حصہ اس طرح لٹکتا چھوڑ دیا۔

قال يدير كور العمامة على رأسه ويغرزها و من ورائه ويرخي له ذوابه بين كتفيه۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہے کہ حضور ﷺ عمامے کے پیچ اپنے سر پر باندھتے تھے۔

قال كاني انظر الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم على المنبر وعليه عمامة سوداء قد ارخى طرفيها بين كتفيه ولم يقل ابو بكر على المنبر۔

ترجمہ: جعفر بن عمرو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میری نظروں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ حضور ﷺ سیاہ عمامہ باندھے منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

عن حسن بن علي قال رايت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم على المنبر وعليه عمامة سوداء قد ارخى طرفها بين كتفيه۔

[1619] (المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية للبيجوری ص ۹۹ فاروقی کتب خانہ ملتان)

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا اس کے کنارے کو آپ نے دونوں شانوں کے درمیان لٹکایا تھا۔

ثم نقضها فعممه بعمامة بیضاء و ارسل من خلفه اربع اصابع او نحوها ثم قال ھکذا یا بن عوف فاعتم فانه اعرب و احسن الخ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ان کو اپنے قریب کیا ان کا عمامہ کھولا اور سفید رنگ کا عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ واضح اور بہتر ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تحنیک واجب نہیں اگر واجب ہوئی تو ان احادیث میں تحنیک کا ذکر ہوتا جس سے ثابت ہوا کہ بغیر تحنیک کے عمامہ باندھنا حضور ﷺ کی سنت اور صحیح احادیث پر عمل کرنا ہے۔

★.......★

شملہ میں اسبال کا مسئلہ

شملہ کی کم از کم مقدار چار انگشت ہے اور عموماً ایک ہاتھ ہوتا ہے نصف پشت سے زیادہ لمبا رکھنا اسبال میں شامل ہے۔

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ھناد بن السری ثنا حسین الجعفی عن عبدالعزیز بن ابی رواد عن سالم بن عبداللہ عن ابیه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم قال الاسبال فی الازار و القمیص و العمامة من جر منھا شیئا خیلاء لم ینظر اللہ الیه یوم القیامة۔

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"ازار قمیص اور عمامہ کا لٹکانا جس نے ان میں سے کوئی چیز ازراہِ تکبر لٹکائی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نگاہ لطف و کرم نہیں فرمائے گا"۔[1620]

علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

قال الحافظ زین الدین العراقی رحمہ اللہ تعالی وقد ورد فی حدیث رواہ ابو داود النھی عن اسبال العمامۃ والتوعید علیہ قال والظاھر ان المراد منہ المبالغۃ فی تطویلھا بحیث تخرج عن العادۃ لا جرھا علی الارض فانہ غیر معتاد والاسبال فی کل شئ بجنسہ۔[1621]

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

واسبال در عمامۃ بارسال عذبۃ زیادت بر عادت عدداً و طولاً وغایت آن تا نصف ظھر ست وزیادہ بر ان بدعت و داخل اسبال محرم۔

ترجمہ: عمامہ کا شملہ عادت کے طور پر عدد اور لمبائی پر ہو جو آدھی کمر ہے اس سے زیادہ بدعت اور لٹکانا حرام میں داخل ہے۔[1622]

[1620] (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی قدر موضع الازار ج ۴ ص ۶۰ رقم الحدیث ۴۰۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی ج ۸ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۵۳۳۴ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۵۲۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۸۱ رقم الحدیث ۳۵۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۳۵۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

[1621] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل وبھامش شرح الشمائل للمناوی ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

[1622] (اشعتہ اللمعات فارسی ج ۳ ص ۵۷۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ینہی عن الاسبال فی العمامۃ وھو اطالۃ العذبۃ۔

ترجمہ: حضور ﷺ عمامہ میں عمامہ کے اسبال سے منع فرماتے یعنی لمبا شملہ ممنوع ہے۔[1623]

غیر مقلد شوکانی کا قول

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

قال ابن بطال واسبال یباع المراد بہ ارسال العذبۃ زائدا علی ما جرت بہ العادۃ انتھی۔

ترجمہ: ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ میں اسبال سے مراد شملہ لٹکانا ہے عادت سے زیادہ۔[1624]

چھٹا باب

عمامہ کے رنگوں کی تحقیق

سفید، سیاہ، سبز رنگ کا عمامہ پہننا مستحب ہے۔ گہرا سرخ اور زرد رنگ کے عمامہ میں اختلاف ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق سرخ اور زرد رنگ کا عمامہ پہننا بھی جائز و سنت ہے اس کے علاوہ ہر رنگ کا عمامہ پہننا مباح ہے۔

1623 (کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)

1624 (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

سیاہ رنگ کا عمامہ شریف

ہمارے مطالعہ میں عمامہ شریف کی جتنی روایات ہیں ان میں سب سے زیادہ اور صحیح احادیث سیاہ عمامہ شریف کی ہے احادیث مبارکہ میں سیاہ عمامہ شریف پر صحیح اور سب سے زیادہ روایات وارد ہیں۔ بعض لوگ سیاہ لباس اور سیاہ عمامہ کو بری نظر سے دیکھتے ہیں لیکن یہ جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ سیاہ لباس پہننا سنت ہے اور امام المسلمین امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اس کو مسلمان کی علامت میں شمار کیا ہے۔

سیاہ لباس مسلمان کی علامت ہے

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

وقال ابو حنیفة لو ان قوما من المسلمین وجدوا موتی فیهم کافر او کافران لا یعرف الکافر من المسلم غسلوا و کفنوا و صلی علیهم و نوی المصلون بالصلاة و الدعاء المسلمین منهم دون الکافرین و صلی علیهم جماعة و ان کانوا کفارا فیهم المسلم و المسلمان لم یصل علی احد منهم و یغسلون و یکفنون و یدفنون و لا یصلی علی احد منهم و کذلک قول ابی یوسف و قول محمد و یدفنون فی قول محمد فی مقابر المشرکین فاما الاولون الذین اکثرهم المسلمون فانهم یدفنون فی مقابر المسلمین و ان کانوا نصفین من الکافرین و المسلمین لم یصل علی احد منهم حتی یکون الاکثر من المسلمین و هذا ایضا یدلک علی الوجه الاول فان کان باحدهما علامة من علامات المسلمین او کان باحدهما علامة من علامات المشرکین و من علامات المسلمین الختان و الخضاب و لبس السواد بما یعرف به المسلم من الکافر۔[1625]

[1625] (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط کتاب التحری ج۳ ص ۲۲۔۲۳ مطبوعہ ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی)

علامہ استاد الفقیہ ابو الوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

استاذ الفقیہ علامہ ابو الوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

الختان و الخضاب و لبس السواد و نحو ذلک فمن کان علیھم علامۃ المسلمین۔

ترجمہ: ختنہ خضاب اور سیاہ کپڑے پہننا وغیرہ جن پر یہ ہو تو یہ مسلمان کی علامت ہے۔[1626]

نیز لکھتے ہیں:

و من العلامۃ للمسلمین الختان و الخضاب و لبس السواد۔ ثم شرح الختان و الخضب و السواد۔[1627]

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

العلامۃ للمسلمین الختان و الخضاب و لبس السواد...۔[1628]

امام برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام برہان الدین متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

ذکر محمد رحمہ اللہ فی السیر فی باب العمائم حدیثاً یدل علی ان لبس السواد مستحب۔

1626 (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط کتاب التحری ج۳ ص ۲۲ مطبوعہ ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی)

1627 (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط کتاب التحری ج۳ ص ۲۳ مطبوعہ ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی)

1628 (المبسوط للسرخسی کتاب التحری ج ۱۰ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت و فی نسخۃ ج۵ جز ۱۰ ص ۲۰۵۔ ۲۰۶ مطبوعہ مکتبۃ الغفاریہ کوئٹہ)

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر الکبیر باب العمائم میں حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث مبارکہ سیاہ لباس کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔[1629]

امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ اور علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قال رحمہ اللہ ویسن لبس السواد وارسال ذنب العمامة بین الکتفین الی وسط الظهر۔ لان محمد رحمه الله ذکر فی السیر الکبیر فی باب الغنائم حدثنا یدل علی ان لبس السواد مستحب۔

ترجمہ: سیاہ لباس اور آدھی کمر تک شملہ لٹکانا مستحب ہے کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر الکبیر میں فرمایا کہ سیاہ لباس مستحب ہے۔[1630]

فتاویٰ عالمگیری

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

ندب لبس السواد وارسال ذنب العمامة بین الکتفین الی وسط الظهر کذا فی الکنز۔

ترجمہ: سیاہ کپڑے مستحب ہے اور عمامہ کا شملہ کاندھوں کے درمیان آدھی کمر تک مستحب ہے۔ جیسا کہ کنز میں ہے۔[1631]

1629 (المحیط البرهانی کتاب الاستحسان والکراهیة الفصل العاشر فی اللبس مایکره من ذلک وما لایکره ج ۶ جز ۱۱ ص ۷۴ مطبوعہ مطبوعہ المکتبۃ الغفاریۃ کانسی روڑ کوئٹہ)

1630 (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مسائل شتیٰ ج ۶ ص ۲۲۸۔ ۲۲۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (البحر الرائق ج ۸ ص ۴۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

1631 (فتاوی عالمگیری کتاب الکراهیة باب اللبس مایکره من ذلک الباب التاسع فی اللبس مایکره من ذلک وما لایکره ج ۵ ص ۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ سیاہ لباس پہننا مستحب ہے لیکن جس جگہ اس کے متعلق شیعہ ہونے کی بدگمانی کی جائے گی تو اس جگہ سیاہ لباس پہننے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور شیعوں کا ان دلائل سے استدلال بالکل بیکار ہیں اس لئے یہ اہل سنت و جماعت کی کتب ہیں جو شیعوں کے نزدیک معتبر نہیں اور شیعوں کی اپنی کتب میں سیاہ لباس کو پہننے سے سخت ممانعت موجود ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب "اصلی اور نقلی شیعہ" ملاحظہ فرمائیں۔

من تشبہ بقوم فھو منھم

سنن ابو داؤد شریف میں ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم سے ہو گا۔[1632]

★......★

حدیث نمبر ۱:

فتح مکہ دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا علی بن حکیم الاودی اخبرنا شریک عن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم دخل یوم فتح مکۃ و علیہ عمامۃ سوداء۔

1632 (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ لاھور پاکستان)، (مسند احمد ج ۲ ص ۵۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔[1633]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳٦۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد بن طاهر بن حرملة بن يحيى التجيبى المعسرى حدثنا جدى حرملة بن يحيى حدثنا عبدالرحمن بن زياد الرصاصى حدثنا شعبة عن حماد بن سلمة عن ابى الزبير عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم دخل مكة يوم الفتح و على رأسه عمامة سوداء۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔[1634]

1633 (صحیح مسلم باب جواز دخول مكة بغير احرام ج ٢ ص ٩٩٠ رقم الحديث ١٣٥٨ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)، (شرح معانی الآثار ج ٢ ص ٢٥٨ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (مسند ابو يعلى ج ٤ ص ١١٠ رقم الحديث ٢١٤٦ مطبوعه دار المامون للتراث دمشق)، (سنن ابو داؤد باب فى العمائم ج ٤ ص ٥٤ رقم الحديث ٤٠٧٦ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (سنن النسائى ج ٨ ص ٢١١ رقم الحديث ٥٣٤٥ مطبوعه مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)(سنن الترمذى قال ابو عيسىٰ حديث جابر حديث حسن صحيح ج ٤ ص ٢٢٥ رقم الحديث ١٧٣٥ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)، (سنن ابن ماجه ج ٢ ص ٩٤٢ رقم الحديث ٢٨٢٢ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (مسند احمد ج ٣ ص ٣٦٣ رقم الحديث ١٤٩٤٧ مطبوعه موسسة قرطبة مصر)، (سنن الكبرىٰ للبيهقى ج ٥ ص ١٧٧ رقم الحديث ٩٢٢٣ مطبوعه مكتبة دار الباز مكة المكرمة)، (شعب الايمان للبيهقى ج ٥ ص ١٧٢ رقم الحديث ٦٢٤٦ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (مسند حميدى ج ١ ص ٢٥٧ رقم الحديث ٥٦٢ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (مصنف ابن ابى شيبه ج ٥ ص ١٧٨ رقم الحديث ٢٤٩٥٢ مطبوعه مكتبة الرشد الرياض)، (مسند الطيالسى ص ٢٤١ رقم الحديث ١٧٤٩ مطبوعه دار المعرفة بيروت)، (زرقانى على المواهب ج ٥ ص ١٠ مطبوعه دار المعرفة بيروت)، (سبل الهدى و الرشاد ج ٧ ص ٢٧١ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

1634 (طبرانى صغير باب من اسمه احمد ج ١ ص ٢٢ و باب العين من اسمه عبدالله ص ٢١٣ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (اخلاق النبى او آدابه ذكر عمامته ج ٢ ص ١٩٠ رقم الحديث ٣٠٣ الاسناد صحيح مطبوعه دار المسلم الرياض)، (الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى ترجمه الاحوص بن حكيم ج ٢ ص ٢٦٤ برقم ٢٤٢ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (شرح السنة ج ٦ ص ١٥٧ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (المجموع شرح المهذب للنووى ج ٤ ص ٣٩٠ مطبوعه دار الفكر بيروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر ان رسول اللہ دخل یوم فتح مکۃ و علیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔[1635]

نیز دوسری کتاب میں حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

وقال احمد حدثنا عفان حدثنا حماد حدثنا ابو الزبیر عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم دخل یوم فتح مکۃ و علیہ عمامۃ سوداء۔[1636]

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

عن جابر صقال دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم عام الفتح مکۃ و علیہ عمامۃ سوداء اخرجہ مسلم و الثلاثۃ و ابو حاتم و قال ھذا یرد قول من کرہ لبس الاسود۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ میں سیاہ لباس کو مکروہ کہنے والوں کا رد ہے۔[1637]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتح مکہ کی روایت

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا عبید اللہ انبانا موسی بن عبیدۃ عن عبد اللہ ابن دینار عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم دخل یوم فتح مکۃ و علیہ عمامۃ سوداء۔

[1635] (البدایۃ و النہایۃ صفۃ دخولہ مکۃ ج ۴ ص ۲۹۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

[1636] (السیرۃ النبویۃ صفۃ دخول علیہ الصلوۃ و السلام مکۃ ج ۳ ص ۵۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1637] (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۵۱۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔[1638]

حدیث نمبر ۲:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ دیا

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا یحیی بن یحیی واسحاق بن ابراھیم قالا اخبرنا وکیع عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ دیا۔[1639]

امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصفھانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابراھیم بن محمد بن الحارث نا سھل بن عثمان نا وکیع عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ یخطب وعلیہ عمامۃ سوداء۔

1638 (سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب العمامۃ السوداء ص ۲۵۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1639 (صحیح مسلم باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابی داؤد باب فی العمائم ج ۴ ص ۵۴ رقم الحدیث ۴۰۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۷۳ رقم الحدیث ۶۲۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۱۱۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (طبرانی الاوسط ج ۲ ص ۲۴۵ رقم الحدیث ۱۸۷۳ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۵۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۰۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۰۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: عمرو بن حریث اپنے والد ص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ دیا۔[1640]

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ والحسن الحلوانی قالا حدثنا ابو اسامۃ عن مساور الوراق قال حدثنی وفی روایۃ الحلوانی قال سمعت جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ قال کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ ولم یقل ابو بکر علی المنبر۔

ترجمہ: جعفر بن عمرو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میری نظروں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ حضور ﷺ سیاہ عمامہ باندھے منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔[1641]

امام عمر بن علی بن الملقن الانصاری متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کان یتعمم یوم الجمعۃ رواہ مسلم من روایۃ عمرو بن حریث لکن لفظہ خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وعلیہ عمامۃ سوداء۔[1642]

1640 (اخلاق النبی وآدابہ ذکر عمامتہ ج ۲ ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۳۰۱ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

1641 (صحیح مسلم باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن النسائی ج ۸ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۵۳۴۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۴۲ رقم الحدیث ۲۸۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شرح السنۃ ج ۶ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1642 (خلاصۃ البدر المنیر ج ۱ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۷۷۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن ابان قال حدثنا ابو اسامة علی مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن امية عن ابيه قال كانی انظر الساعة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم علی المنبر و علیه عمامة سوداء قد ارخی طرفها بين کتفيه۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے منبر پر دیکھ رہا ہوں اور اس کا شملہ مبارک آپ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان لٹک رہا ہے۔[1643]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی النسائی عن عمرو بن امية الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال كانی انظر الساعة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم علی المنبر و علیه عمامته السوداء قد ارخی طرفها بين کتفيه۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے منبر پر دیکھ رہا ہوں اور اس کا شملہ مبارک آپ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان لٹک رہا ہے۔[1644]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

و عند مسلم من حديث ابی الزبير عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم دخل يوم الفتح و علیه عمامة سوداء۔

[1643] (سنن النسائی (مجلد) کتاب الزینة باب ارخاء طرف العمامة بین الکتفین ص ۸۸۸ رقم الحدیث ۵۳۶۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۱ء)

[1644] (سبل الهدی والرشاد ج۷ ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وقال وکیع عن مساور الورق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ قال خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم الناس و علیہ عمامۃ دسماء۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

ترجمہ: عمرو بن حریث اپنے والد ص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خطبہ دیا۔[1645]

غیر مقلد محمد عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

قولہ و علیہ عمامۃ سوداء فیہ دلیل علی مشروعیۃ لبس السوداء۔

ترجمہ: فرماتے ہیں حضور ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ سیاہ عمامہ جائز (سنت) ہے۔[1646]

حدیث نمبر ۳:

حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور اس وقت آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا

امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی اخطب الناس و علیہ عصابۃ دسمآء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور اس وقت آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1647]

[1645] (السیرۃ النبویۃ ج۴ ص ۱۵۹۰۔۱۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1646] (تحفۃ الاحوذی باب ماجاء فی لبس السوداء ج۵ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1647] (الشمائل المحمدیۃ و الخصائل المصطفویۃ مع تحفۃ الاحوذی باب ۱۲ ماجآء فی عمامۃ النبیا ج ۱۰ ص ۵۰۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی و دار احیاء التراث العربی بیروت بتحقیق علی محمد معوض و عادل احمد عبد

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ عصابۃ دسماء۔

وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عصب علی راسہ حاشیۃ برد واراد بالعصابۃ العامۃ قولہ دسماء ای سوداء۔[1648]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی الامام احمد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الناس وعلیہ عمامۃ دسمۃ۔

ترجمہ: حضرت امام احمد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرامث کو خطبہ دیا اور اس وقت آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1649]

نیز علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ عصابۃ دسماء۔[1650]

الموجود)، (صحیح البخاری کتاب المناقب الانصار باب قول النبی اقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسئھم ج ۱ ص ۵۳۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب الانصار ج ۷ ص ۱۵۲ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیۃ سرکی روڑ کوئٹہ)

[1648] (شرح السنۃ ج ۶ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1649] (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1650] (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محدث کبیر بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وقال الکرمانی ودسماء قیل المراد بہا سوداء ویقال ثوب دسم ای وسخ وجزم ابن الاثیر ان دسماء سوداء۔[1651]

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خطب علیہ عمامۃ دسماء اخرجہ الترمذی واراد بالدسماء السوداء لم یرد الملطخۃ بالدسم وھو الودک لانہ لا یلیق بحالہ ونظافتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[1652]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

روی الخطابی وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم معتما بعمامۃ سوداء قد ارخی طرفہا بین یدیہ۔[1653]

حدیث نمبر ۴:

جنگ خندق والے دن رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک سیاہ تھا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا الفضل بن دکین اخبرنا عبدالعزیز بن ابی سلمۃ اخبرنی عمی الماجشون قال جاء جبریل علیہ السلام الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یوم الاحزاب علی فرس علیہ عمامۃ سوداء قد ارخاہا بین کتفیہ الخ۔

1651 (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1652 (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۵۱۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

1653 (سبل الہدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت الماجشون سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام یوم احزاب (غزوہ خندق) میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گھوڑے پر آئے جو ایک سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اپنے دونوں شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔[1654]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو سعید بن ابی عمرو اخبرنا ابو عبداللہ الصفار حدثنا ابو سعید الحسن بن علی بن بحر البری حدثنا ابی حدثنا حکام بن سلم الرازی حدثنا سعید بن سابق عن سفیان عن عمار بن ابی معاویۃ عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ قال کانت عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سوداء یوم ثنیۃ الحنظل و ذلک یوم الخندق۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثنیہ الحنظل والے دن یعنی جنگ خندق والے دن رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک سیاہ تھا۔[1655]

حدیث نمبر ۵:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا سیاہ عمامہ مبارک

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

وعن ابی موسی ان جبریل نزل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم علیہ عمامۃ سوداء قد ارخی ذوائبہ من ورائہ۔

ترجمہ: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اس پر سیاہ عمامہ تھا۔[1656]

1654 (طبقات الکبری ابن سعد غزوۃ بنی قریظۃ ج ۲ ص ۷۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

1655 (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۳ رقم الحدیث ۶۲۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1656 (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ماجاء فی العمائم ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا جریر عن یعقوب عن جعفر عن سعید بن جبیر قال کانت عمامة جبریل یوم غرق فرعون سوداء۔

ترجمہ: سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام جب فرعون کو غرق کرنے کے لئے آئے تھے تو ان پر سیاہ عمامہ تھا۔[1657]

حدیث نمبر ٦:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس بن مالک انہ رای رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یعتم بعمامة سوداء۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔[1658]

حدیث نمبر ۷:

حضور ﷺ کا عمامہ سیاہ تھا

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان ابن ابی الفضل عن الحسن قال کانت عمامة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم سوداء۔

1657 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۶۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1658 (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۳۳۸۵ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (سبل الھدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ٦ ص ۲۳۲۸)

ترجمہ: امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمامہ سیاہ تھا۔[1659]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا وکیع بن الجراح وعفان بن مسلم عن حماد بن سلمۃ عن ابی الزبیر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دخل مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت ابی الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

نیز امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا وکیع بن الجراح عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضرت جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

نیز امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا عتاب بن زیاد اخبرنا عبداللہ بن المبارک اخبرنا سفیان عن سمع الحسن یقول کانت رایۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سوداء تسمی العقاب وعمامتہ سوداء۔

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک جھنڈا تھا جس کا نام عقاب تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمامہ بھی سیاہ تھا۔[1660]

[1659] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۲۴۹۵۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1660] (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۵۔۴۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (اخلاق النبی او آدابہ ذکر عمامتہ ج ۲ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۰۸ الاسناد حسن مطبوعہ دار المسلم الریاض)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن سعد عن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کانت عمامة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سوداء۔

ترجمہ: امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا عمامہ سیاہ تھا۔[1661]

حدیث نمبر ۸:

حضور ﷺ عیدین میں سیاہ عمامہ پہنتے تھے

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن سعد عمن سمع الحسن یقول کانت رایة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سوداء تسمی العقاب وعمامته سوداء۔

وروی ابن عدی عن جابر قال کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عمامة سوداء یلبسها فی العیدین۔

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک جھنڈا تھا جس کا نام عقاب تھا اور آپ ﷺ کا عمامہ بھی سیاہ تھا۔

ترجمہ: امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ص سے روایت کی کہ حضور ﷺ کا ایک سیاہ عمامہ تھا جو حضور ﷺ عیدین میں پہنتے تھے۔[1662]

1661 (سبل الہدیٰ والرشاد ج۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

1662 (سبل الہدیٰ والرشاد ج۷ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

عن ابی الزبیر عن جابر کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم عمامۃ سوداء یلبسھا فی العیدین و یرفیھا من خلفہ۔

ترجمہ: حضرت جابر ص سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ایک سیاہ عمامہ تھا جو حضور ﷺ عیدین میں پہنتے تھے۔[1663]

حدیث نمبر ۹:

غزوہ بنی قریظہ میں جبرائیل علیہ السلام نے چمکتا ہوا سیاہ عمامہ پہنا تھا

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ان سے معاذ بن رفاعہ زرقی اور ان کی قوم کے دوسرے اکثر لوگوں نے بیان کیا کہ جس رات کو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اسی رات جبرائیل علیہ السلام جن کے سر پر ابرق کی طرح چمکتا ہوا (سیاہ) عمامہ تھا۔[1664]

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں:

اتی جبریل علیہ السلام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم معتجرا بعمامۃ ای سوداء من استبرق وھو نوع من الدیباج مرخیا منھا بین کتفیہ وفی روایۃ علیہ لامتہ ولا معارضۃ لانہ یجوز ان یکون الاعتجار بالعمامۃ علی تلک اللامۃ وھو علی بغلۃ ای شھباء علیھا قطیفۃ وھی کساء لہ وبر من دیباج ای احمر۔[1665]

[1663] (العلل المتناھیۃ ج ۲ ص ۶۸۳ رقم الحدیث ۱۱۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1664] (البدایۃ و النھایۃ ج ۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

[1665] (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بنی قریظۃ ج ۲ ص ۶۵۷۔۶۵۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابو عمر وابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

قال وبلغنی ان جبریل علیہ السلام نزل فی جنازتہ معتجراً بعمامۃ من استبرق۔[1666]

آثار صحابہ نمبر ا:

امام الاولیاء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ابی جعفر الانصاری قال رأیت علی علي عمامة سوداء۔

ترجمہ: جعفر الانصاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔[1667]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا الاعمش عن ثابت بن عبید عن ابی جعفر الانصاری قال رایت علی علی عمامۃ سوداء یوم قتل عثمان۔

ترجمہ: ابو جعفر انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔[1668]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

عن ثابت بن عبید عن ابی جعفر الانصاری قال لما قتل عثمان جئت علیا وھو جالس فی المسجد وعلیہ عمامۃ سوداء۔

[1666] (الاستیعاب ذکر سعد بن معاذ ص ج ۲ ص ۶۰۴ برقم ۹۵۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)
[1667] (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)
[1668] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے اس دن حضرت علیؓ مسجد میں تھے اور ان پر سیاہ عمامہ تھا۔[1669]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا ابو العنبس عمرو بن مروان عن ابیہ قال رایت علی علی عمامۃ سوداء قد اخری طرفھا من خلفہ۔

ترجمہ: عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ دیکھا اس کے کنارے کو پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔[1670]

آثار صحابہ نمبر ۲:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا سیاہ عمامہ

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی نا وکیع عن شریک عن عاصم عن ابی رزین ثم قال خطبنا الحسن بن علی بعد وفاۃ علی وعلیہ عمامۃ سوداء فقال لقد فارقکم رجل لم یسبقہ الاولون بعلم ولا یدرکہ الآخرون۔

ترجمہ: ابو رزین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفات کے بعد ہمیں خطبہ دیا اور ان پر سیاہ عمامہ تھا۔[1671]

1669 (البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۹۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۵۷۷۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

1670 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1671 (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۰۰ رقم الحدیث ۱۰۲۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا دینار ابو عمر قال رایت علی الحسن عمامة سوداء۔

ترجمہ: ابو عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1672]

آثار صحابہ نمبر ۳

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا شاذان قال حدثنا شریع عن عاصم عن ابی رزین قال خطبنا الحسین بن علی یوم الجمعة وعلیه عمامة سوداء۔

ترجمہ: ابو رزین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ہمیں جمعہ کے دن خطبہ دیا اس حال میں کہ وہ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔[1673]

آثار صحابہ نمبر ۴:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری ثنا ابو بکر محمد بن احمد بن محموية العسکری بالبصرة ثنا جعفر بن محمد القلانسی ثنا آدم بن ابی ایاس ثنا شعبة عن سماک بن

1672 (مصنف ابن ابی شیبیہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1673 (مصنف ابن ابی شیبیہ ج ۵ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۲۴۹۷۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حرب قال سمعت ملحان بن ثوبان یقول کان عمار بن یاسر علینا بالکوفة و کان یخطبنا کل جمعة و علیه عمامة سوداء۔

ترجمہ: ملحان بن ثوبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمار بن یاسر ص کوفہ ہر جمعہ کو ہمیں خطبہ دیتے اور ان پر سیاہ ہوتا تھا۔[1674]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا عندر عن شعبة عن سماک عن ملحان بن ثروان قال رایت علی عمار عمامة سوداء۔

ترجمہ: ملحان بن ثروان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1675]

آثار صحابہ نمبر ۵:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سیاہ عمامہ

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا الحسن بن مکرم ثنا عثمان بن عمر انبا ابو لؤلؤة قال رایت علی ابن عمر عمامة سوداء۔

ترجمہ: ابو لولوہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ان پر سیاہ عمامہ تھا۔[1676]

1674 (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۵۷۷۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

1675 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1676 (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۵۷۷۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

آثار صحابہ نمبر ٦:

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عن ابن اسحاق رأیت انس بن مالک علیه عمامة سوداء۔

ترجمہ: حضرت امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ انہوں نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا۔[1677]

امام عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

رای انس بن مالک وعلیه عمامة سوداء والصبیان خلفه یشتدون ویقولون هذا صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم۔

ترجمہ: (خطیب احمد بن علی بن ثابت نے اپنی تاریخ میں ابن اسحاق کا ذکر کیا ہے کہ:) انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ انہوں نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا بچے ان کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے یہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے صحابی ہیں۔[1678]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا سلمة بن وردان قال رایت علی انس عمامة سوداء قلنسوة وقد اخرها من خلفه نحوا من ذراع۔

[1677] (تهذيب التهذيب ج ۹ ص ۳۵ مطبوعه دار الفکر بیروت)

[1678] (روض الانف مع سیرة النبوية لامام ابن هشام ترجمة ابن اسحق ج ۱ ص ۱۹۔۲۰ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

ترجمہ: سلمہ بن وردان بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا بغیر ٹوپی کے پیچھے تقریباً ایک ذراع لٹکائے ہوئے تھے۔[1679]

آثار صحابہ نمبر ۷:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا عثمان بن ابی ھند قال رایت علی ابی عبیدة عمامة سوداء۔

ترجمہ: عثمان بن ابی ہند بیان کرتے ہیں میں نے ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ان پر سیاہ عمامہ تھا۔[1680]

آثار صحابہ نمبر ۸:

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا البکراوی عن ابی عیسی عن ابیہ زیاد قال قدم شیخ یقال لہ سالم قال رایت علی ابی الدرداء عمامة سوداء۔

ترجمہ: سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1681]

1679 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)
1680 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۲۴۹۵۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)
1681 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۲۴۹۶۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

آثار صحابہ نمبر ۹:

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ینعقد عن حسین بن یونس قال رایت علی عبدالرحمن بن عوف عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حسین بن یونس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1682]

آثار صحابہ نمبر ۱۰:

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ینعقد حسین بن یونس قال رایت علی واثلۃ عمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حسین بن یونس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1683]

1682 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۲۴۹۶۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1683 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۲۴۹۶۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

آثار صحابہ نمبر ۱۱:

امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ عمامہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا الفضل بن دکین عن عبدالواحد بن ایمن قال رایت علی ابن الحنفیة عمامة سوداء۔

ترجمہ: عبد الواحد بن ایمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیاہ عمامہ تھا۔[1684]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

قال عبدالواحد بن ایمن رایت علی ابن الحنفیة عمامة سوداء۔

ترجمہ: عبد الواحد بن ایمن بیان کرتے ہیں میں نے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان پر سیاہ عمامہ تھا۔[1685]

فرشتوں کے عمامے

حضرت امام علی بن برہان الدین الحلبی رحمۃ اللہ علیہ

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں:

وکان علی الملائکة یوم بدر عمائم بیض قد ارخوها الی ظهورهم ای الا جبریل فانه کان علیه عمامة صفراء ای وقیل حمراء۔ قال بعضهم وکان بعضهم بعمائم خضر و بعضهم بعمائم صفر و بعضهم بعمائم حمر ای و بعضهم بعمائم بیض و بعضهم بعمائم سود فلا منافاة و ذکر ان

1684 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۲۴۹۶۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1685 (سیر اعلام النبلاء بقیة الطبقة الاولی کن کبراء التابعین ابن الحنیفة ج ۴ ص ۱۲۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

عمامة جبریل علیه السلام یوم اغرق فرعون کانت سوداء قال فی روایة سیماهم عمائم سود وعند ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه کان سیما الملائکة یوم بدر عمائم قد ارخوها بین اکتافهم خضر وصفر وحمر ا ای وبیض وسود وفی کلام بعضهم نزلت یوم بدر بعمائم صفر وروایة بیض وسود ضعیفة وفی کلام ابن اسحاق عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما قال کانت سیما الملائکة یوم بدر عمائم بیض قد ارخوها علی ظهورهم الا جبریل فانه کان علیه عمامة صفراء من نور ای۔ وکانوا یوم احد بعمائم حمر ویوم حنین کذلک فی الجامع الصغیر کانت سیما الملائکة یوم بدر عمائم سود ویوم احد عمائم حمر وما ذکر لا ینافی ما قیل سیماهم ببدر عمائم صفر قد ارخوها بین اکتافهم وما جاء کان علی الزبیر صببدر عمامة صفراء معتجرا بها فقال ابی عبدالله یعنی الزبیر لجواز ان یکون اکثرهم کان بعمائم ثم صفر۔[1686]

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

صحة صلی الله تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم لعمامة سوداء ونزول اکثر الملائکة یوم بدر بها۔

ترجمہ: اکثر فرشتے بدر کے دن سیاہ عمامے سمیت آئے تھے۔[1687]

سفید رنگ کا عمامہ شریف

حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے“۔

[1686] (انسان العیون فی سیرة الامین المامون المعروفة بالسیرة الحلبیه باب غزوة بدر الکبری ج ۲ ص ۴۲۵ مطبوعه دارالمعرفةبیروت)

[1687] (فیض القدیر ج ۱ ص ۵۵۶ مطبوعه المکتبة التجاریة الکبری مصر)

حدیث نمبر ا:

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد بن یونس ثنا زھیر ثنا عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم البسوا من ثیابکم البیاض فانھا من خیر ثیابکم و کفنوا فیھا موتاکم و ان خیر اکحالکم الاثمد یجلو البصر و ینبت الشعر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔[1688]

امام ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم خیر ثیابکم البیاض فالبسوھا احیاءکم و کفنوا فیھا موتکم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔[1689]

[1688] (سنن ابی داؤد باب فی الامر بالکحل ج ۴ ص ۸ رقم الحدیث ۳۸۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۶۵ رقم الحدیث ۱۲۴۸۶ ۔ ۱۲۴۸۷ ۔ ۱۲۴۸۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۳ رقم الحدیث ۳۴۲۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی قال ابو عیسیٰ حدیث بن عباس حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۳۱۹ رقم الحدیث ۹۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۵ ص ۳۳ رقم الحدیث ۸۷۳۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۲۹ رقم الحدیث ۶۲۰۰ ۔ ۶۲۰۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۳۰۰ رقم الحدیث ۲۴۱۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مسند الشافعی ص ۳۶۴ ۔ ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۶۳۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۶۳۸ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

[1689] (الاحادیث المختارۃ ج ۱۰ ص ۲۰۰ ۔ ۲۰۱ رقم الحدیث ۲۰۶ ۔ ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)

حدیث نمبر ۲:

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں:

عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شبیب عن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم البسوا الثیاب البیض فانھا اطیب واطھر وکفنوا فیھا موتاکم۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہیں اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔[1690]

نیز امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مبارک کو تین سندوں سے بیان کیا ہے جس کے شروع کے الفاظ ہیں:

علیکم بھذہ البیاض۔

جس سے اس کا امرِ استحبابی ثابت ہوتا ہے۔[1691]

قال الحاکم ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ لان سفیان بن عیینۃ واسماعیل بن علیۃ ارسلاعن ایوب۔ وقال الذھبی فی التلخیص علی شرط البخاری۔

[1690] (مصنف عبدالرزاق ج۳ص ۴۲۹ رقم الحدیث ۶۱۹۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شعب الایمان للبیھقی ج ۵ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۶۳۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۶۷۶۰۔ ۶۷۶۱۔ ۶۷۶۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی لبس البیاض قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح وفی الباب عن ابن عباس وابن عمر ج ۵ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۸۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۸۹۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1691] (مستدرک للحاکم کتاب اللباس ج ۵ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰ رقم الحدیث ۷۵۳۳۔ ۷۵۳۴۔ ۷۵۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۳:

حضور ﷺ کا سفید کپڑا اوڑھے ہوئے استراحت فرمانا

امام المحدثین ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث عن الحسین عن عبداللہ بن بریدة عن یحیی بن یعمر حدثه ان ابا الاسود الدیلی ان ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیه ثوب ابیض وهو نائم۔

ترجمہ: حضرت ابوذرص بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے۔[1692]

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

ان ابا ذر حدثه قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علیه ثوب ابیض وهو نائم۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے۔[1693]

1692 (صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض ج ۵ ص ۲۱۹۳ رقم الحدیث ۵۴۸۹ مطبوعه دارابن کثیر بیروت)، (المواهب اللدنیة علی الشمائل المحمدیة للبیجوری ص ۷۴ فاروقی کتب خانه ملتان)

1693 (السنه لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۶۱۵ رقم الحدیث ۱۴۱۰ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ۴:

جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کے سفید کپڑے

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

ثنا ابو بکر ثنا ابو اسامة حدثنی مسعر عن سعد بن ابراھیم عن ابیه عن سعد قال رایت عن یمینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم و عن شماله رجلین علیهما ثیاب بیاض ما رایتهما قبل و لا بعد یعنی جبریل و میکائیل۔[1694]

حدیث نمبر ۵:

حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر دو سفید کپڑے تھے

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

روی ابن ابی شیبة و ابو یعلی و ابن حبان و الحاکم بسند صحیح عن طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اقبلنا فی رکب من الربذة حتی نزلنا قریباً من المدینة و معنا ظعینة لنا فبینما نحن قعود اذ اتانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم و علیه ثوبان ابیضان۔

ترجمہ مختصر: طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر دو سفید کپڑے تھے۔[1695]

1694 (السنه لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۴۶۴ رقم الحدیث ۹۵۷ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)

1695 (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۷ ص ۳۱۳ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

حدیث نمبر ٦:

حضور ﷺ نے سفید کپڑوں میں نماز پڑھنے کا امر فرمایا

اسی طرح حضور ﷺ نے سفید کپڑوں میں نماز پڑھنے کا امر فرمایا ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا الفضل بن دکین حدثنا ابو بکر الھذلی عن ابی قلابۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم ان من احب ثیابکم الی اللہ البیاض فصلوا فیھا و کفنوا فیھا موتکم۔

ترجمہ: امام ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفید کپڑے میں ہی نماز ادا کرو اور اسی میں ہی اپنے مردوں کو کفن دو۔[1696]

سفید کپڑوں میں عمامہ بھی شامل ہے

اور سفید کپڑوں میں عمامہ بھی شامل ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

جب حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔[1697]

اس حدیث مبارکہ کے تحت امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں سیاہ لباس کو مکروہ کہنے والوں کا رد ہے۔

[1696] (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[1697] (صحیح مسلم باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج ۲ ص ۹۹۰ رقم الحدیث ۱۳۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حالانکہ حدیث مبارکہ میں صرف سیاہ عمامے کا ذکر معلوم ہوا کہ سفید کپڑوں میں عمامہ بھی شامل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

عن جابر ص قال دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عام الفتح مکۃ وعلیه عمامة سوداء اخرجه مسلم و الثلاثة و ابوحاتم وقال هذا یرد قول من کره لبس الاسود۔[1698]

جس سے معلوم ہوا کہ سفید عمامہ شریف سب سے افضل ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

مرقاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶۹ ج ۳ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم زیادہ احوال میں سفید عمامے شریف باندھتے تھے باقی دوسرے رنگ کبھی کبھی خاص موقعوں پر استعمال فرماتے تھے۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

فيه جواز لباس الثياب السود وان كان الابيض افضل منه كما ثبت فى الحديث الصحیح خیر ثیابکم البیاض و اما لباس الخطباء السواد فی حال الخطبۃ فجائز۔[1699]

یہی امام یحیٰی بن شرف الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

قال الشافعی و الاصحاب و افضلها البیض لحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال البسوا من ثیابکم البیاض فانها من خیر ثیابکم وکفنوا فیها موتکم۔ رواہ ابوداود والترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔

[1698] (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۵۱۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1699] (شرح مسلم نووی ج ۹ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: امام شافعی اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ سفید لباس سب سے افضل ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وجہ سے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے۔[1700]

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ روایت کرتے ہیں:

پس بر مومناں مخفی نماند کہ لباس آنحضرت سید الانبیاء سند الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اکثر از پارچہ سفید بود ولباس سفید را بسیار دوست میداشتند چنانچہ در خبر است۔

قال النبیاعلیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسها احیائکم و کفنوا فیها امواتکم فانها من خیار ثیابکم۔

ترجمہ: پس مسلمانوں پر مخفی نہ رہے کہ سید الانبیاء وسند الاصفیاء ﷺ کا مبارک لباس اکثر سفید کپڑے کا ہوتا اور سفید کو بہت پسند فرمایا کرتے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کرو تاکہ اسے تمہارے زندہ بھی پہنیں اور اپنے مردوں کو اس میں کفن دو کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں۔[1701]

[1700] (المجموع شرح المہذب للنووی ج۴ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1701] (کشف الالتباس فی استحباب اللباس فارسی اردو ص ۱۲ مطبوعہ دار احیاء العلوم کراچی)، (رسالہ ضیآء القلوب فی لباس المحبوب مع خلاصۃ الفتاویٰ للشیخ دھلوی ج۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

منصور بن یونس حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

منصور بن یونس بن ادریس البھوتی حنبلی لکھتے ہیں:

ویسن لبس الثیاب البیض لحدیث البسوا من ثیابکم البیض فانھا من خیر ثیابکم و کفنوا فیھا موتاکم رواہ ابوداود وھی ای الثیاب البیض افضل من غیرھا۔

ترجمہ: سفید لباس پہننا سنت ہے حدیث مبارکہ کی وجہ سے تمہارا بہترین لباس ہے اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو اور دوسرے رنگوں سے افضل ہیں۔[1702]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں:

ودلت الایۃ علی حسن الابیض والاصفر من الالوان لنزول الملائکۃ بذلک وقد قال ابن عباس من لبس نعلاً اصفر فقیت حاجتہ وقال البسوا من ثیابکم البیاض فانہ من خیر ثیابکم و کفنوا فیہ موتاکم العمائم فتیجان العرب ولباسھا۔

ترجمہ: سفید اور زرد رنگ کے بہترین رنگ ہونے پر یہ آیت مبارکہ دلالت کرتی ہے اس وجہ سے کہ فرشتے ایسے ہی نازل ہوئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو زرد جوتے پہنے تو اس کی حاجتیں پوری ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ یہ بہترین کپڑوں میں سے ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو اور عمامے اہل عرب کی پہچان اور ان کے لباس ہیں۔[1703]

1702 (کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1703 (جامع الاحکام الفقھیۃ للامام القرطبی من تفسیرہ فرید عبدالعزیز الجندی مسالۃ ۱۹۳۷ ج ۳ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وعلیکم بالثیاب البیض فالبسوھا فانھا اطیب و اطھر و کفنوا فیھا موتاکم اخرجہ احمد و اصحاب السنن و الحاکم و صححہ وفی حدیث ابن عباس فانھا من خیر ثیابکم اخرجہ احمد و اصحاب السنن الا النسائی و صححہ الترمذی و ابن حبان۔[1704]

علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

وفی شرح الزیلعی یسن لبسہ لخبر فیہ و کیف ما کان الافضل فی لیسھا البیاض و صحۃ لبس المصطفٰی للسواد ونزول الملائکۃ یوم بدر بعمائم صفر لا یعارضہ لانہ لمقاصد و مصالح اقتضاھا خصوص ذلک المقام کما بینہ بعض العلماء الاعلام فلا ینافی عموم الخبر الصحیح الامر بلبس الابیض و انہ خیر الالوان فی الحیاۃ و الممات۔

ترجمہ: شرح زیلعی میں ہے کہ سیاہ عمامہ کا پہننا سنت ہے اس لئے کہ اس کی حدیث وارد ہوئی ہے اور جو بھی ہو عمامہ میں افضل سفید ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سیاہ عمامہ پہننا اور ملائکہ کا بدر کے دن پیلے عمامہ کے ساتھ اترنا اس کے منافی نہیں اس لئے کہ اس وقت کچھ خاص مقاصد اور مصلحتیں رہی ہوں گی جن کی وجہ سے یہ رنگ اختیار کئے گئے جیسا کہ بڑے علماء نے اس کو بیان فرمایا ہے اس لیے صحیح حدیث میں سفید کپڑوں کے پہننے کا جو عام حکم آیا ہے اور یہ کہ سفید رنگ زندگی اور موت دونوں میں بہترین ہے وہ اپنی جگہ عموم کے ساتھ باقی ہے اس طرح کے واقعات اس کے منافی نہیں۔[1705]

1704 (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

1705 (جمع الوسائل فی شرح الشمائل و بھامش شرح الشمائل للمناوی ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نیز علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۳۰ھ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

والافضل فی لونها البیاض۔

ترجمہ: رنگوں میں سب سے زیادہ افضل سفید رنگ ہے۔[1706]

امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

ویستحب البیض من الثیاب۔

ترجمہ: لباس میں سفید رنگ پہننا مستحب ہے۔[1707]

صریح و صحیح حدیث مبارکہ سے سفید عمامہ کا ثبوت

حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفید عمامہ باندھا

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

امر عبدالرحمن بن عوف ان یتجهز لسریة بعثه علیها فاصبح قد اعتم بعمامته کرابیس سوداء فناداه فادناه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم ثم نقضها فعممه بعمامة بیضاء وارسل من خلفه اربع اصابع او نحوها ثم قال هکذا یا بن عوف فاعتم فانه اعرب واحسن الخ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک دستہ جانے والا ہے اس کے لئے تم تیار ہو جاؤ صبح کو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیار ہو کر

1706 (فیض القدیر ج ۱ ص ۵۵۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

1707 (بستان العارفین ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

آ گئے سیاہ رنگ کا سوتی عمامہ باندھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان کو اپنے قریب کیا ان کا عمامہ کھولا اور سفید رنگ کا عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ واضح اور بہتر ہے۔[1708]

اگرچہ کثیر احادیث میں سیاہ عمامہ کا ذکر موجود ہے اور ان کے علاوہ اور رنگوں کا بھی ذکر موجود ہے مگر کسی رنگ کے عمامہ کے لئے حضور ﷺ نے امر نہیں فرمایا لیکن اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سفید رنگ کا عمامہ سب سے افضل ہے اس لئے اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے سفید عمامہ باندھا اور امر فرمایا:

هكذا يا ابن عوف فاعتم فانه اعرب و احسن۔

ترجمہ: اس طرح سفید عمامہ باندھا کرو یہ واضح اور بہتر ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا سفید عمامہ

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

عن القاسم و عن عائشة قالت وثب رسول الله وثبة شديدة فنظرت فاذا رجل معه واقف على برذون وعليه عمامة بيضاء طرفها بين كتفيه ورسول الله واضع يده على معرفة برذونه فقلت دحية بن خليفة الكلبى قال ذلك جبريل عليه السلام۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے سخت چھلانگ لگائی میں نے دیکھا تو ایک مرد ان کے ساتھ ہے اپنی سواری پر اور سفید عمامہ باندھے شملہ کاندھوں

[1708] (مسند الشامیین ج ۲ ص ۳۹۰۔۳۹۱ رقم الحدیث ۱۵۵۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (مستدرک للحاکم قال الحاکم صحیح و وافقه الذهبی ج ۴ ص ۵۴۰۔ ۵۴۱ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)، (مجمع الزوائد و قال رواه الطبرانی فی الاوسط و اسناده حسن ج ۵ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

کے درمیان لٹکایا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس سواری کی گردن پر رکھا ہے میں سمجھی یہ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے۔[1709]

حضور ﷺ کا سفید جھنڈا

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن اسحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اس لشکر کے مقابلے اور دفاعی جنگ کے لیے مدینے سے اپنے اصحاب کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ماہ رمضان کی چند راتیں گزر چکی تھیں۔ حضور ﷺ نے مدینے میں باقی ماندہ مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا تھا اور ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینے کی حفاظت کے لیے راستے سے واپس کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جو علم مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا اس کا رنگ سفید تھا اور دوسرے دو علم جو حضور ﷺ کے آگے آگے تھے ان کا رنگ سیاہ تھا۔ ان میں سے ایک علم حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا اور دوسرا انصار میں سے کسی شخص کے سپرد فرمایا تھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے جس شخص کے پاس یہ دوسرا علم تھا وہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے لیکن اموی اس شخص کا نام حباب بن منذر بتاتے ہیں۔[1710]

[1709] (صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۰۔ ۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1710] (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر غزوۃ بدر العظمی ج ۳ ص مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

قال ابن اسحاق وحدثنی من لا مقسم مولی عبداللہ ابن الحارث عن عبداللہ بن عباس قال سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیضا قد ارسلوھا علی ظھورھم ویوم حنین عمائم حمراء۔

قال ابن ھشام وحدثنی بعض اھل العلم ان علی بن ابی طالب قال العمائم تیجان العرب وکانت سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیضا وقد ارخوا علی ظھورھم الا جبریل فانہ کانت علیہ عمامۃ صفراء۔

ترجمہ: علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ اس نے عبد اللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے اور اس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھی جن کے شملے انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے اور حنین کے روز سرخ عمامے (ان کی علامت) تھی۔

علامہ ابن ہشام نے کہا مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمامے عربوں کے تاج ہیں اور بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔[1711]

[1711] (السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ھشام ج۳ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

وقال ابن اسحاق حدثنی من لا اتهم عن مقسم عن ابن عباس قال كانت سيماء الملائكة يوم بدر عمائم بيض قد ارخوها على ظهورهم الا جبريل فانه كانت عليه عمامة صفراء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔[1712]

نیز یہی حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

وقال ابن اسحاق حدثنی من لا اتهم عن مقسم عن ابن عباس قال كانت سيماء الملائكة يوم بدر عمائم بيض قد ارخوها على ظهورهم الا جبريل فانه كانت عليه عمامة صفراء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔[1713]

امام صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروى البيهقي عن ابن عباس قال: كان سيماء الملائكة يوم بدر عمائم بيض قد ارسلوها على ظهورهم ويوم خيبر عمائم حمراً۔

[1712] (البداية والنهاية غزوة بدر العظمى ج۳ ص ۲۸۱ مطبوعه مكتبة المعارف بيروت)

[1713] (السيرة النبوية قتال الملائكة في بدر ج ۲ ص ۴۷۶ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے اور خیبر کے دن سرخ عمامے تھے۔

...وروی ابن اسحاق حدثنی من لا اتھم عن مقسم مولی عبداللہ بن الحارث عن ابن عباس قال: کان سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیض قد ارخوھا علی ظھورھم الا جبریل فانہ کانت علیہ عمامۃ صفراء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔[1714]

نیز علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن ابی شیبۃ وابن المنذر عن علیص قال: کان سیما الملائکۃ یوم بدر الصوف الابیض فی نواصی الخیل واذنابھا۔[1715]

امام اندلیسی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس ولم تقاتل فی یوم سواہ وکانوا یکونون فیما سواہ من الایام عددا ومددا لا یضربون وکانت سیماھم یوم بدر عمائم بیضاء قد ارسلوھا فی ظھورھم ویوم حنین عمائم حمرا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرشتوں کی نشانی بدر کے دن سفید عمامے تھے کہ شملہ پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔[1716]

[1714] (سبل الھدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1715] (سبل الھدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1716] (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۹ ۲ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفید عمامہ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

قال النوفلی وحدثنی ابو بشر قال صلیت الغداۃ فی یوم خروج الحسین صاحب فخ المدینۃ فصلی بنا وصعد المنبر وعلیہ قمیص ابیض وعمامۃ بیضاء قد سدلھا من بین یدیہ وسیفہ مسلول قدامہ۔

ترجمہ مختصر: ابو بشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفید قمیص اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھے۔[1717]

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو داؤد الحفری عن سفیان عن زید بن ابی زیاد عن بن ابی نعم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ ھذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔[1718]

1717 (تاریخ الاسلام الطبقۃ السابعۃ عشرۃ جدید ج ۴ ص ۵۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1718 (سنن الترمذی باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۳۷۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳ رقم حدیث ۱۱۰۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۷۲ مطبوعہ دار لکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب المناقب باب فضل فاطمۃ بنت رسول اللہ والحسن والحسین ج ۲ ص ۹۰۸ رقم الحدیث ۹۸۹ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی الحسین بن علی فانی سمعت رسول اللہ قولہ خرجہ ابو حاتم و عنہ قال من احب ان ینظر الی سید شباب اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا سمعتہ من رسول اللہ۔ [1719]

امام عبد الباقی بن قانع ابو الحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں:

ان حسنا و حسینا سیدا شباب اھل الجنۃ۔ [1720]

مجھے میرے اہل بیت میں تلاش کرو

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال کان آخر ما تکلم بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اخلفونی فی اھل بیتی۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آخری چیز جو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ مجھے میرے اہل بیت میں تلاش کرو۔ [1721]

میرے اہل بیت کی مثل حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سی ہے

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجاء و من تخلف عنھا غرق۔

1719 (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر قول رسول اللہ من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی الحسین ص ۱۲۹۔۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

1720 (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۴۳ برقم ۱۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی ج ۳ ص ۲۸۲۔۲۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

1721 (طبرانی الاوسط ج ۴ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۳۸۶۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۹ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثل حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔[1722]

قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال اخبرنا ینعقد بن عیسی قال حدثنی خالد بن ابی بکر قال رأیت علی القاسم بن محمد عمامة بیضاء وقد سدل خلفه منها اکثر من شبر۔

ترجمہ: حضرت خالد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سفید عمامہ دیکھا جو ایک بالشت سے زیادہ پیچھے لٹکا ہوا تھا۔[1723]

نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال اخبرنا ینعقد بن عیسی قال اخبرنا ابو الغصن انه رای نافع بن جبیر یلبس قلنسوة اسماطا وعمامة بیضاء۔

[1722] (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۴ رقم الحدیث ۲۳۸۸۔۲۶۳۸۔ ۲۶۳۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۴ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۴۷۸ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (طبرانی صغیر ج ۱ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۴۷۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند بزار ج ۹ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۳۹۰۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند الفروس ج ۱ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۹۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ الحسن بن ابی جعفر ج ۲ ص ۳۰۶ برقم ۴۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1723] (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: ابو العضن رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ سفید عمامہ اور بے استر کی ٹوپی پہنتے تھے۔[1724]

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ افضل التابعین اور تقویٰ میں بے مثل تھے۔ اور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے افضل تابعی ہیں نیز فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال حدثنا محمد بن ھلال انه رأی سعید بن المسیب یعتم و علیه قلنسوة لطیفة بعمامة بیضاء لها علم احمر یرخیها۔

ترجمہ: محمد بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو عمامہ باندھے دیکھا ان کے سر پر سفید عمامے کے ساتھ ایک باریک ٹوپی تھی عمامے میں سرخ دھاریں تھیں اور عمامے کو اپنے پیچھے ایک بالشت لٹکاتے تھے۔[1725]

خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال و رأیت خارجة یعتم بعمامة بیضاء۔

ترجمہ: زید بن سائب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کو سفید عمامہ باندھے دیکھا۔[1726]

1724 (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)
1725 (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)
1726 (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

عکرمہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبدالحمید بن بھرام رایت عکرمة ابیض اللحیة علیه عمامة بیضاء طرفها بین کتفیه۔

ترجمہ: عبد الحمید بن بہرام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عکرمہ کو دیکھا سفید عمامہ باندھے کاندھوں کے درمیان شملہ لٹکائے ہوئے تھے۔[1727]

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

قال محمد بن هلال رأیت علی بن الحسین یعتم بعمامة بیضاء فیرخی عمامته من وراء ظهره۔

ترجمہ: محمد بن ھلال رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا سفید عمامہ باندھے کاندھوں کے درمیان شملہ لٹکائے ہوئے تھے۔[1728]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال مالک بلغنی انه کان یصلی فی الیوم و اللیلة الف رکعة۔[1729]

1727 (تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۲۶۹ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

1728 (مختصر تاریخ دمشق تذکرہ علی بن الحسین رضی اللہ عنھما ج ۵ ص ۳۴۶)

1729 (تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۵۷ برقم ۷۱ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

قال الزھری ما رایت احدا کان افقه من علی بن الحسین۔[1730]

امام ابی الفرج عبد الرحمن علی بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

توفی بالمدینة سنة اربع وتسعین وقیل ثنتین وتسعین ودفن بالبقیع وھو ابن ثمان وخمسین سنة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔[1731]

امام المحدثین امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

الشعبی عامر بن شراحیل ... الامام علامه العصر ... قلت رای علیا رضی اللہ تعالیٰ عنه وصلی خلفه وسمع من عدة من کبراء الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنه ... عن منصور بن عبدالرحمن عن الشعبی قال ادرکت خمس مائة من اصحاب النبی ا ... مات الشعبی سنة اربع ومائة۔

ترجمہ: امام شعبی عامر بن شراحیل الامام علامہ العصر تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

میں نے حضرت امام الاولیاء علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تھا اور ان کے پیچھے نماز پڑھی اور کہا صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پائے ہیں اور ۱۰۴ھ میں شعبہ کی وفات ہوئی ہے۔[1732]

1730 (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۵ برقم ۷۱ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۲ ص ۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

1731 (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

1732 (سیر اعلام النبلاء ترجمۃ امام شعبی ج ۴ ص ۲۹۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

ناعبدالرحمن قال سئل ابوزرعۃعن الشعبی فقال کوفی ثقۃ۔[1733]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا الحسن بن صالح عن ابیہ قال رایت علی الشعبی عمامۃبیضاءقداخری طرفھا ولم یرسلہ۔

ترجمہ: حسن بن صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو سفید عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔[1734]

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا اسماعیل بن عبدالملک قال رایت علی سعیدبن جبیر عمامۃبیضاء۔

ترجمہ: اسماعیل بن عبد الملک روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو سفید عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔[1735]

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا سفید عمامہ باندھنا

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

ثناابو خلدۃقال رایت ابن سیرین بعمامۃبیضاءلاطیۃقدارخی ذوابئھامن خلفہ۔

[1733] (الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۲۲ برقم ۱۸۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1734] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۲۴۹۷۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1735] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۲۴۹۷۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: ابو خلدہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا سفید عمامہ باندھے کاندھوں کے درمیان شملہ لٹکائے ہوئے تھے۔[1736]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ابن سیرین انصاری مولاھم ابو بکر الصری التابعی الامام فی التفسیر و الحدیث و الفقه وعبر الرؤیا و المقدم فی الزھد و الورع۔[1737]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:

الامام شیخ الاسلام۔[1738]

امام مورق عجلی فرماتے ہیں:

ما رایت رجلا افقه فی ورعه ولا اورع فی فقهه من محمد بن سیرین۔

ترجمہ: میں نے محمد بن سیرین سے بڑھ کر کوئی متقی اور فقیہ نہیں دیکھا۔[1739]

محمد قاسم دلاوری امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی مسلم الثبوت ثقاہت

شیخ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام ربانی محمد بن سیرین کامل العلم، ثقہ، پہاڑ کی چٹان سے زیادہ مضبوط، علامہ تعبیر، مملکت ورع و تقویٰ کے سر تاج اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ ثابت قدم اور مستقل مزاج تھے۔ مورق عجلی کا بیان ہے کہ میں نے کسی شخص کو محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر ورع میں افقہ اور فقہ میں محتاط نہیں دیکھا۔ ابو قلابہ کہا کرتے تھے کہ بھلا کس

1736 (تاریخ الاسلام الطبقۃ الحادیۃ عشرۃ جدید ج٣ ص٣٤٠ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1737 (تہذیب الاسماء ج١ ص٩٩ برقم ١١ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1738 (سیر اعلام النبلاء ج٤ ص٦٠٦ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

1739 (تہذیب الاسماء ج١ ص١٠٠ برقم ١١ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شخص کو اس کام کی صلاحیت ہے جو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ میں مودع ہے۔ وہ تو تلوار کی دھار پر قدم رکھنے والے بزرگ ہیں۔ شعبی کہا کرتے تھے کہ تم لوگ محمد بن سیرین کی صحبت اختیار کرو۔ ابن عون کا بیان ہے کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی روایت بالعینی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حرف بحرف ضبط کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ اور جب ہشام بن حسان رحمۃ اللہ علیہ آپ سے کوئی حدیث نقل کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ مجھ سے ایسے بزرگ نے اس حدیث کی روایت کی ہے جسے میں نے اپنی عمر میں سب سے زیادہ صادق البیان پایا ہے۔

عجلی کا بیان ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ تابعی ثقہ ہیں۔ آپ نے شریح اور عبیدہ صکی سب سے زیادہ روایتیں نقل کی ہیں اور ان کوفیوں میں تربیت پائی ہے جو عبد اللہ بن مسعود صکے شاگرد تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، عالی قدر رفیع المنزلت اور جلیل القدر امام تھے۔ ابن المدینی کا قول ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد چھ ہیں۔ ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ، ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ، اعرجؒ ابو صالحہ، ابن سیرین اور طاؤس، ابو قلابہ کا قول ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو جس حیثیت سے بھی جانچو انہیں ہر حالت میں سب سے زیادہ مستقیم الاحوال، متقی اور نفس پر قابو رکھنے والا پاؤ گے۔ اور ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے ان حضرات کی مانند دنیا میں کسی کو نہیں پایا۔ عراق میں ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، حجاز میں محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ، اور شام میں رجاء بن حبوہ رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ان تینوں میں ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بالکل بے عدیل تھے۔ عثمان تیمی کا قول ہے کہ بصرہ میں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اعلم بالقضاء کوئی نہیں گزرا۔[1740]

[1740] (مقدمہ تعبیر الرؤیا اردو ص ۳۶ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حضرت سیرینؒ کی اولاد میں چھ افراد محمد، معبد، انس، یحیی، حفصہ اور کریمہ معروف ہیں، اور چھ کے چھ حدیث کے ثقہ راوی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور اور جلیل القدر صاحبزادے حضرت محمد بن سیرینؒ ہیں جن کے عجیب وغریب حالات مستقل تصنیف چاہتے ہیں، آپ کا ورع و تقوی ضرب المثل ہے۔

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

بہر حال! حضرت محمد بن سیرین مسلّم طور پر تفسیر، حدیث اور فقہ کے امام ہیں۔[1741]

محمد عبد الرحمن مظاہری لکھتے ہیں:

امام محمد بن سیرین کے فضل و کمال کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ طویل مدّت سرتاج تابعین حضرت حسن بصریؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان جیسے بزرگوں کے فیض صحبت نے امام ابن سیرین کو پیکر علم و عمل بنادیا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ابن سیرینؒ بلند و بالا فقیہ وامام، ثقہ، کثیر العلم، امام تفسیر، زہد و تقویٰ کے عظیم مینار تھے۔

علامہ ذہبیؒ بھی ایسے ہی لکھتے ہیں کہ وہ جملہ علوم میں یکساں کمال رکھتے تھے۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں ابن سیرینؒ علم تفسیر وحدیث وفقہ کے علاوہ تعبیر خواب کے امام سمجھے جاتے ہیں۔

علامہ ابن حجر بھی انھیں ''ام الحدیث'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔[1742]

1741 (علوم القرآن ص ۴۷۳۔۴۷۴ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی

1742 (اکیس جلیل القدر تابعین کرام ص ۲۱۲۔۲۱۳ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انار کلی لاهور)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

قال الحافظ ابو الخیر السخاوی رحمہ اللہ تعالی فی فتاویہ رایت من نسب لعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فی السفر کانت بیضاء وفی الحضر کانت سوداء و کل منہا سبعۃ اذرع وھذا شیٔ ماعلمناہ انتھی۔

ترجمہ: امام حافظ ابو الخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے وہ روایت دیکھی جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے منسوب ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمامہ شریف سفر میں سفید اور گھر میں سیاہ ہوتا تھا۔[1743]

مفتی ظفر الدین دیوبندی لکھتے ہیں:

وقال الطحاوی فی فتاواہ رایت ما نسب لعائشۃ ان عمامۃ فی السفر بیضاء وفی الحضر سوداء و کل منہا سبعۃ اذرع۔

ترجمہ: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے وہ روایت دیکھی جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے منسوب ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمامہ شریف سفر میں سفید اور گھر میں سیاہ ہوتا تھا۔[1744]

محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں یعنی موضوع ہے۔

سبز رنگ کا عمامہ شریف سبز لباس پہننا سنت اور جنتیوں کا لباس ہے

سبز لباس پہننا سنت ہے اور یہ جنتیوں کا لباس ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ویلبسون ثیاباً خضراً من سندس و استبرق۔

[1743] (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1744] (فتاویٰ دار العلوم دیوبندی ج۴ ص ۹۵)

ترجمہ: اور سبز کپڑے کریب اور قناویز کے پہنیں گے۔[1745]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

علیھم ثیاب سندس خضر و استبرق۔

ترجمہ: ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قناویز۔[1746]

ابن بطال مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابوالحسن علی بن خلف العربی المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ما نصہ الثیاب الخضر من لباس اھل الجنۃ قال تعالی و یلبسون ثیاباً خضراً من سندس و استبرق۔[1747]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ای لباس اھل الجنۃ۔[1748]

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

وآن از ثیاب جنت است۔[1749]

1745 (تفسیر نور العرفان سورۃ الکھف آیت نمبر ۳۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

1746 (تفسیر نور العرفان سورۃ الدھر آیت نمبر ۲۱ ص ۶۹۲ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

1747 (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۹ ص ۱۰۲)

1748 (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص ۴۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1749 (اشعتہ اللمعات فارسی کتاب اللباس ج۳ ص ۵۷۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

وخص الاخضر لانہ الموافق للبصر لان البیاض یبدد النظر ویولم والسواد یورم والخضرۃ لون بین السواد والبیاض وتلک تجمع الشعاع۔

ترجمہ: سبز رنگ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بصارت کے لیے موزوں اور اس کے لیے موافق و ساز گار ہے کیونکہ سفید رنگ نظر کو متفرق و منتشر کرنے والا اور تکلیف والم دینے والا ہوتا ہے اور سیاہ رنگ غصہ پیدا کرتا ہے اور سبز رنگ سیاہ اور سفید دونوں رنگوں کی درمیانی اور اعتدالی کیفیت کا حامل رنگ ہے جس پر نظر ٹھہرتی ہے اور انتشار بصر کا موجب نہیں بنتا (اس لیے اس معتدل رنگ کو جنتیوں کے لباس کے لیے خاص کیا گیا ہے)۔[1750]

علامہ بیجوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام الشیخ ابراہیم البیجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واللباس الاخضر ھو لباس اھل الجنۃ کما فی جز ویدل علیہ قولہ تعالیٰ ویلبسون ثیاباً خضراً۔[1751]

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

ویدل علی استحباب لبس الاخضر لانہ لباس اھل الجنۃ وھو ایضا من انفع الالوان للابصار ومن اجملھا فی اعین الناظرین۔

[1750] (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ج ٢ ص ٢٨ ۴ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ١٠ ص ٣٩٧ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1751] (المواھب اللدنیۃ علی الشمائل المحمدیۃ للبیجوری ص ٥٧ فاروقی کتب خانہ ملتان)

ترجمہ: یہ سبز لباس کے استحباب پر دلیل ہے کیونکہ یہ جنتیوں کا لباس ہے اور آنکھوں کے لئے مفید رنگ ہے اور لوگوں کی نظر میں خوبصورت رنگ ہے۔[1752]

حدیث نمبر ۱:

ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کہ میں نے دو سبز چادریں پہنے ہوئے دیکھا

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا عبيد الله بن اياط بن لقيط عن ابيه عن ابی رمثة قال رايت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم وعليه بردان اخضران۔ قال ابو عیسیٰ هذا حديث حسن غريب۔

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سبز چادریں پہنے ہوئے دیکھا۔[1753]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ابی رمثة قال رأيت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم وعليه بردان اخضران۔

1752 (نيل الاوطار ج ۲ ص ۹۵ مطبوعه دار الجيل بيروت)

1753 (سنن الترمذی باب ماجاء فی الثوب الاخضر ج ۵ ص ۱۱۹ رقم الحديث ۲۸۱۲ مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۶۴ رقم الحديث ۴۲۰۳ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (غاية الاحكام فی احاديث الاحكام ج ۳ ص ۱۰۲ رقم الحديث ۵۱۰۴ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (شرح السنة ج ۶ ص ۱۵۹ رقم الحديث ۲۹۸۵ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (السيرة النبوية لابن عساكر ج ۴ ص ۱۳۹ مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)، (تاريخ دمشق الكبير ج ۴ ص ۱۳۹ مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)، (الفتح الربانی مع شرحه بلوغ الامانی ج ۱۷ ص ۲۴۲ مطبوعه مصر)، (شرح الطيبی علی مشكاة المصابيح المسمی الكاشف عن حقائق السنن ج ۸ ص ۲۲۴ مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی)، (سبل الهدی والرشاد ج ۷ ص ۳۱۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: حضرت ابی رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے دیکھا۔[1754]

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

رواہ ابو داود والترمذی باسناد صحیح۔

ترجمہ: اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1755]

الفتح الربانی شرح بلوغ الامانی

الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی میں ہے:

ویدل علی استحباب لبس الاخضر لانہ لباس اهل الجنة وهو ایضاً من انفع الالوان للابصار ومن اجملها فی اعین الناظرین۔

ترجمہ: یہ سبز لباس کے استحباب پر دلیل ہے کیونکہ یہ جنتیوں کا لباس ہے اور آنکھوں کے لئے مفید رنگ ہے اور لوگوں کی نظر میں خوبصورت رنگ ہے۔[1756]

1754 (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)
1755 (المجموع شرح المهذب للنووی ج ۴ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)
1756 (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج ۱۷ ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر)

حدیث نمبر ۲:

سبز رنگ کو دیکھنے سے نظر میں اضافہ ہوتا ہے

امام محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی متوفی ۴۵۴ھ لکھتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم النظر الی الخضرۃ یزید فی البصر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ سبز رنگ کو دیکھنے سے نظر میں اضافہ ہوتا ہے۔[1757]

حدیث نمبر ۳:

حضور ﷺ کا سبز چادر کو بغل کے نیچے سے اوڑھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا مؤمل بن اسماعیل اخبرنا سفیان عن بن جریج عن عطاء او غیرہ عن یعلی عن ابیہ قال رایت النبی ایطوف بالبیت مضطبعا ببرد اخضر الصوف۔

ترجمہ: حضرت یعلی اپنے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے سبز چادر کو بغل کے نیچے سے اوڑھے ہوئے دیکھا۔[1758]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابو داود عن یعلی بن امیۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یطوف بالبیت مضطبعا ببرد اخضر۔

[1757] (مسند الشھاب ج ۱ ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۲۸۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[1758] (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (زاد المعاد فصل فی ملابسہ ج ۱ ص ۱۴۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (اخلاق النبی وآدابہ ج ۲ ص ۱۸۴ رقم الحدیث ۲۹۹ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

ترجمہ: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو سبز چادر میں طواف کرتے ہوئے دیکھا۔[1759]

حدیث نمبر ۴:

حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر دو سبز چادریں تھیں

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی النسائی عن ابی راشد قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ ثوبان اخضران۔

ترجمہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ابوراشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے آپ پر دو سبز چادریں تھیں۔[1760]

حدیث نمبر ۵:

حضور ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا موسی بن ھارون ثنا ابراھیم بن المنذر الحزامی نا ینعقد ابن عیسی ثنا سعید بن بشیر عن قتادۃ عن انس قال کان احب الالوان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الخضرۃ۔

[1759] (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[1760] (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔[1761]

اس حدیث مبارکہ کے رجال ثقہ ہیں

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

وعن یروی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یحب الخضرۃ او قال کان احب الالوان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط ورجال الطبرانی ثقات۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

اس حدیث مبارکہ کو امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں روایت کیا ہے اور طبرانی اوسط کے رجال ثقہ ہیں۔[1762]

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

فقال انس کنا نتحدث ان احب الالوان الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الخضرۃ۔

1761 (طبرانی الاوسط ج۸ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۸۰۲۷ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج۳ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۵۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج۴ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج۴ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج۳ ص ۳۲۵ برقم ۸۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین باب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ ج۸ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1762 (مجمع الزوائد ج۵ ص ۱۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ آپس میں باتیں کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ سبز رنگ ہوتا تھا۔[1763]

حدیث نمبر ٦:

حضور ﷺ سبز رنگ کو دیکھنا اور سرخ کبوتر کو دیکھنا پسند فرماتے تھے

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ٦٩٤ھ لکھتے ہیں:

وعن عائشة رضی اللہ عنها ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابه وسلم کان یعجبه النظر الی الخضرة والی الحمام الاحمر اخرجهما ابو نعیم۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ حضور ﷺ سبز رنگ کو دیکھنا اور سرخ کبوتر کو دیکھنا پسند فرماتے تھے۔[1764]

حدیث نمبر ٧:

حضور ﷺ وفد کے آنے کے وقت سبز کپڑے پہنتے تھے

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ٩٤٢ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن سعد عن عروة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابه وسلم کان له ثوب اخضر یلبسه للوفود۔

ترجمہ: امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وفد کے آنے کے وقت سبز کپڑے پہنتے تھے۔[1765]

[1763] (شعب الایمان ج ٥ ص ١٩٣ رقم الحدیث ٦٣٢٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
[1764] (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ٣ ص ١٠٣ رقم الحدیث ٥١٠٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
[1765] (سبل الھدی والرشاد ج ٧ ص ٣١٢ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر ۸:

جبریل علیہ السلام کا سبز جھنڈا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

فاذا کان لیلۃ القدر امر اللہ تعالی جبریل فیھبط فی کبکبۃ من الملائکۃ الی الارض ومعہ لواء اخضر فیرکزہ علی ظھر الکعبۃ۔

ترجمہ: لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا تو وہ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر آئیں گے اور اس کے ساتھ سبز جھنڈا ہو گا جس کو کعبہ کی چھت پر گاڑیں گے۔[1766]

حدیث نمبر ۷:

سبز عمامہ پہننا مہاجرین اولین کی سنت ہے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا جریر بن حازم عن یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المھاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر یضع احدھما یباع علی راسہ ویضع القلنسوۃ فوقھا ثم یدیر یباع ھکذا یعنی علی کورہ لا یخرجھا من تحت ذقنہ۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن ابی عبد اللہ ص بیان کرتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو دیکھا ہے کہ وہ سیاہ، سفید، سرخ، سبز یا زرد رنگ کے کھردرے کپڑوں کے عمامے باندھتے تھے ان میں سے

[1766] (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۴۹ رقم الحدیث ۶۰۴۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کوئی عمامہ اپنے سر پر رکھتا اور اس کے اوپر ٹوپی رکھتا ٹوپی کے گرد اس طرح عمامہ کو لپیٹ دیتے تھے۔[1767]

یہ روایت سنداً صحیح ہے

یہ روایت سنداً صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

پہلا راوی امام ابن ابی شیبہ

امام ذھبی علیہ الرحمہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

الحافظ الکبیر الحجۃ ابو بکر حدث عنہ احمد بن حنبل و البخاری و ابو القاسم البغوی و الناس و وثقہ الجماعۃ۔

ترجمہ: آپ حافظ کبیر اور حجت ہیں۔ امام بخاری اور احمد بن حنبل کے استاد ہیں اور محدثین کی ایک پوری جماعت نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[1768]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال احمد: صدوق۔

امام احمد نے فرمایا ابو بکر بن ابی شیبہ صدوق ہے یعنی سچا ہے۔

وقال العجلی: ثقۃ و کان حافظا للحدیث۔

امام عجلی نے کہا آپ ثقہ ہیں اور آپ حدیث کے حافظ ہیں۔

وقال ابو حاتم و ابن خراش: ثقۃ۔

امام ابو حاتم اور امام ابن خراش نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

1767 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۲۴۹۸۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1768 (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۷ ۳ برقم ۴۹۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن معین نے کہا:

ابو بکر عندنا صدوق۔

ترجمہ: کہ ہمارے نزدیک ابو بکر سچے راوی ہیں۔

امام ابن حبان نے آپ کو ثقات میں داخل کیا ہے۔ امام ابن قانع نے کہا آپ ثقہ ثبت ہیں۔

آخر میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے آپ سے تیس حدیثیں روایت کی ہیں جبکہ امام مسلم علیہ الرحمۃ نے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔[1769]

دوسرا راوی سلیمان بن حرب

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال یعقوب بن شیبۃ ثنا سلیمان بن حرب وکان ثقۃ ثبتا صاحب حفظ وقال النسائی ثقۃ مامون وقال بن خراش کان ثقۃ قال البخاری قال سلیمان بن حرب ولدت سنۃ وقال حنبل بن اسحاق مات سنۃ اربع وعشرین ومائتین وقال بن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث۔۔۔۔

قلت وذکرہ بن حبان فی الثقات وقال بن قانع ثقۃ مامون وقال صاحب الزھرۃ روی عنہ البخاری مائۃ و سبعۃ وعشرین حدیثا وقال بن عدی کان یغسل الموتی وکان خیرا فاضلاً۔[1770]

تیسرا راوی جریر بن حازم

یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

[1769] (تہذیب التہذیب ج۳ص ۲۵۲۔۲۵۳ برقم ۴۰۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1770] (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۵۸ برقم ۳۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تقریب التہذیب ص ۲۵۰ برقم ۲۵۴۵ مطبوعہ دار الرشید سوریا)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۸ برقم ۱۷۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال العجلی بصری ثقة وقال النسائی لیس بہ باس وقال ابو حاتم صدوق صالح وقال بن عدی وقد حدث عنہ ایوب السختیانی و اللیث بن سعد ولہ احادیث کثیرة عن مشائخہ وھو مستقیم الحدیث۔[1771]

چوتھا راوی یعلی بن حکیم

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

قال احمد و ابن معین و ابوزرعة و النسائی ثقة وقال ابو حاتم لا باس بہ وقال یعقوب بن سفیان مستقیم الحدیث وقال بن خراش کان صدوقاً وذکرہ بن حبان فی الثقات۔[1772]

پانچواں راوی سلیمان بن ابی عبد اللہ

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

سلیمان بن ابی عبداللہ ادرک المھاجرین سمع منہ یعلی بن حکیم عن ابی ھریرة وسعد۔[1773]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سلیمان بن ابی عبداللہ مقبول من الثالثة۔[1774]

1771 (تھذیب التھذیب ج ۲ ص ۶۱ برقم ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1772 (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۵۲ برقم ۶۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1773 (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۲۳ برقم ۱۸۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1774 (تقریب التھذیب ص ۲۵۰ برقم ۲۵۴۵ مطبوعہ دار الرشید سوریا)،(الثقات ج ۴ ص ۳۱۴ برقم ۳۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرحمن بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

سلیمان بن ابی عبداللہ روی عن سعد وصهيب وابی هريرة وادرک المهاجرين والانصار روی عنه يعلی بن حکيم سمعت ابی يقول ذلک حدثنا عبدالرحمن قال سئل ابی عن سليمان بن ابی عبداللہ هذا فقال ليس بالمشهور فيعتبر بحديثه۔[1775]

ان کے علاوہ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم راھویہ متوفی ۲۳۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا وهب بن جرير حدثنی ابی عن يعلی بن حکيم عن سليمان بن ابی عبداللہ قال ثم ادرکت المهاجرين يعتمون بعمائم کرابيس حمر و سود و خضر و صفر يضع احدهم طرف يباع علی راسه ثم يضع القلنسوة عليها ثم يديرونها علی رؤوسهم ولا يدخلونها تحت اذقانهم قال اسحاق قال النضر و ذکر حديث الزبير انه کان معمما يوم بدر بعمامة صفراء فنزلت الملائکة وعليهم عمائم بنو قال النضر لا يعرف الاعتجاز الا ان يلف بها علی راسه ولا يدخلها تحت ذقنه۔[1776]

ابو عبداللہ عبد البصیر خراسانی دیوبندی کی خیانت

دیوبندیوں کے دلوں میں دعوت اسلامی سے اتنا بغض و عناد ہے کہ انہوں نے صرف دعوت اسلامی سے بغض و عناد کی وجہ سے احادیث کی کتب میں خیانتیں شروع کر دی ہیں یہ روایت جس میں ہے کہ حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو دیکھا ہے کہ وہ سیاہ، سفید، سرخ، سبز یا زرد رنگ کے کھردرے کپڑوں کے عمامے باندھتے تھے یہ امیر اہل سنت مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی کی کتاب میں تو نہیں اور نہ ہی انہوں نے اس روایت کو

[1775] (الجرح والتعدیل ج۴ ص۱۲۷ برقم ۵۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
[1776] (مسند اسحاق بن راھویہ ج۳ ص ۸۸۲۔۸۸۳ رقم الحدیث ۱۵۵۶ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)

اپنی طرف سے بنایا ہے یہ روایت تو حدیث کی مشہور کتاب مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند اسحاق بن راہویہ میں ہے لیکن ابو عبداللہ عبد البصیر خراسانی دیوبندی کو چین نہیں آیا اس لئے انہوں نے اس روایت کو پورے سند کے ساتھ لکھا لیکن حدیث میں وخضر کے لفظ کو کوے کا شوربا سمجھ کر ہضم کر گئے تف ہے اس خیانت پر۔

ملاحظہ فرمائیں ابو عبداللہ عبد البصیر خراسانی دیوبندی کی کتاب "شآبیب الغمامة فی تحقیق مسئلة العمامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۵ مطبوعہ دار البصائر الاسلامیة للنشر والتوزیع خراسان ایران الطبعة الثالثة ذی الحجة ۱۴۲۴ھ" اور اس کتاب پر مستند علمائے دیوبند کی تقاریظ بھی موجود ہیں جن میں بنوری ٹاؤن کے مفتی نظام الدین شامزئی بھی شامل ہیں۔

پہلے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد دیوبندی مولوی کی چوری ملاحظہ فرمائیں:

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر۔

ترجمہ: میں نے مہاجرین اولین کو دیکھا ہے کہ وہ سیاہ، سفید، سرخ، سبز یا زرد رنگ کے کھردرے کپڑوں کے عمامے باندھتے تھے۔[1777]

مسند اسحاق بن راہویہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قال ادرکت المهاجرین یعتمون بعمائم کرابیس حمر وسود وخضر وصفر۔[1778]

قائین حضرات آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حدیث مبارکہ میں وخضر کے الفاظ موجود ہے لیکن جب دیوبندی مولوی اس کو نقل کرتا ہے تو سبز عمامہ کے دشمنی میں اس کو چوری کر لیتا ہے۔

[1777] (مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۲۴۹۸۷ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)

[1778] (مسند اسحاق بن راهویه ج۳ ص ۸۸۲۔۸۸۳ رقم الحدیث ۱۵۵۶ مطبوعہ مکتبة الایمان المدینة المنورة)

عبد اللہ عبد البصیر خراسانی دیوبندی لکھتے ہیں:

ما اخرجه ابن ابی شیبة قال حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا جریر بن حازم عن یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وصفر یضع احدهما یباع علی راسه ویضع القلنسوة فوقها ثم یدیر یباع هکذا یعنی علی کوره لا یخرجها من تحت ذقنه۔[1779]

اگر کوئی کہے کہ یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ دوسری مرتبہ یہی چوری پھر کرتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وایضاً ما ذکرنا مما عند ابن ابی شیبة من طریق سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وصفر یضع احدهما یباع علی راسه ویضع القلنسوة فوقها ثم یدیر یباع هکذا یعنی علی کوره لا یخرجها من تحت ذقنه۔[1780]

ان کے علاوہ دیوبندیوں اور وہابیوں کی چوریوں کی تفصیل فقیر ناچیز کی کتاب "چوری پر چوری" مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی میں ملاحظہ فرمائیں۔

[1779] (شآبیب الغمامة فی تحقیق مسئلة العمامة الباب الثانی فی بیان بعض آداب العمامة فصل فی کیفیة لبسها ص ۲۴۔۲۵ مطبوعه دار البصائر الاسلامیة للنشر والتوزیع خراسان ایران الطبعة الثالثة ذی الحجة ۱۴۲۴ھ)

[1780] (شآبیب الغمامة فی تحقیق مسئلة العمامة فصل فی ذکر اللون الابیض ص ۵۷ مطبوعه دار البصائر الاسلامیة للنشر والتوزیع خراسان ایران الطبعة الثالثة ذی الحجة ۱۴۲۴ھ)

حدیث نمبر ۸:

مجھے میرا رب سبز جوڑا پہنائے گا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یزید بن عبد ربہ قال حدثنی محمد بن حرب قال حدثنی الزبیدی عن الزھری عن عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک عن کعب بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قال یبعث الناس یوم القیامۃ فاکون انا وامتی علی تل ویکسونی ربی تبارک وتعالی حلۃ خضراء ثم یوذن لی فاقول ماشاء اللہ ان اقول فذاک المقام المحمود۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ اٹھائے جائیں گے مجھے میرا رب سبز جوڑا پہنائے گا پھر مجھے شفاعت کی اجازت ہوگی یہ مقام محمود ہے۔[1781]

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گھاس سے زیادہ سبز قمیص

امام محمد بن سعد بصری متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

یناق بن سلمان بیان کرتے ہیں:

قال اعزب ھلم الی قمیصی قال فلبسہ وانہ لاخضر من الاشنان۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یناق بن سلمان) فرمایا کہ جاؤ میرے پاس میرا قمیص لاؤ۔ پھر اسے انہوں نے پہن لیا جو گھاس سے زیادہ سبز تھا۔[1782]

1781 (مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

1782 (طبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۳ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عون قال انبئت ان عمر اصیب و علیہ ازار اخضر۔[1783]

جنت میں شہداء کے سبز خیمے

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن ابن اسحاق قال حدثنی الحارث بن فضیل الانصاری عن محمود بن لبید الانصاری عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم الشھداء علی بارق نھر بباب الجنۃ فی قبۃ خضراء یخرج علیھم رزقھم من الجنۃ بکرۃ عشیا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا شہداء کرام باب جنت پر موجود ایک نہر کے کنارے سبز رنگ کے خیمے میں رہتے ہیں جہاں صبح و شام جنت سے ان کے پاس رزق پہنچتا رہتا ہے۔[1784]

[1783] (مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب ص لابن جوزی الباب الثالث فی صفتہ وھیئتہ صص ۱۵ مطبوعہ مکتبۃ دار العقیدۃ للتراث بتحقیق ابو انس مصری سلفی)

[1784] (مسند احمد (مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) ج ۴ ص ۲۲۰ رقم الحدیث ۲۳۹۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۸ء بتحقیق شعیب الارنووط وفی نسخۃ ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۳۹۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)(تفسیر طبری ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ)(صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۵۱۵ رقم الحدیث ۴۶۵۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۹۳ء بتحقیق شعیب الارنووط)(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۸۴ رقم الحدیث ۲۴۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۰ء بتحقیق مصطفی عبد القادر عطا)(موارد الظمان ج ۱ ص ۳۸۸ رقم الحدیث ۱۶۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)(طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۴۵ رقم الحدیث ۱۲۳ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵ھ بتحقیق طارق بن عوض بن محمد)(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۳۷ رقم الحدیث ۷۱۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۸ء بتحقیق صبحی البدری السامرائی)

قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سبز ٹوپی پہننا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال اخبرنا عارم بن الفضل قال اخبرنا حماد بن زید عن ایوب قال رایت علی القاسم بن محمد قلنسوۃ من خز خضراء و رداء سابری له علم ملون مصبوغ بشیء من زعفران۔

ترجمہ: حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ پر سبز خز کی ٹوپی دیکھی اور سابری چادر دیکھی جس پر رنگین دھاریاں تھیں کسی قدر زعفران سے رنگی ہوئی تھیں۔[1785]

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ایوب قال رایت علی القاسم بن محمد قلنسوۃ من خز اخضر و رداء سابر له علم ملون مصبوغ بشیء من زعفران۔

ترجمہ: حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سبز رنگ کی ریشمی ٹوپی اور نشان زدہ سابری چادر جو زعفران میں کسی حد تک رنگی گئی تھی دیکھی۔[1786]

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

الفقیه الورع الشفیق الضرع نجل الصدیق ذو الحسب العتیق القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کان لغوامض الاحکام فائقا و الی محاسن الاخلاق سابقا۔

1785 (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

1786 (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ذکر قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ان میں سے ایک فقیہ، پرہیز گار، شفیق، فروتنی وعاجزی کرنے والے، عمدہ واعلیٰ نسب والے قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ احکام کی باریکیوں پر فائق تھے محاسن اخلاق کی طرف سبقت کرنے والے تھے۔[1787]

امام المحدثین امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبز ٹوپی

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق اخبرنا ابو الحسن الطرائفی حدثنا عثمان بن سعید حدثنا القعنبی فیما قراء علی مالک عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انها کست عبداللہ بن الزبیر مطرف خز کانت عائشة تلبسه قال القعنبی رایت علی مالک قلنسوة خز خضراء۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے عبد اللہ بن زبیر ص کو چوکھونٹی کی چادر بنائی تھی جو ریشم اور اون سے بنی ہوئی تھی (جس کے چاروں طرف باڈر ہوتا تھا) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو پہناتی تھیں واضح رہے کہ یہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے قعنبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ٹوپی دیکھی جو سبز ریشم کی تھی۔[1788]

[1787] (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ذکر قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1788] (شعب الایمان للبیهقی ج ۵ ص ۱۶۵ رقم الحدیث ۶۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (موطاء امام مالک ج ۲ ص ۹۱۲ رقم الحدیث ۱۶۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دو سبز کپڑے

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

وقال معرف بن واصل رایت عمر بن عبدالعزیز قدم مکۃ وعلیہ ثوبان اخضران۔

ترجمہ: معرف بن واصل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جب وہ مکے میں داخل ہوئے ان پر دو سبز کپڑے تھے۔[1789]

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا عبدالرزاق عن معمر قال اخبرنی الحکم عتیبۃ قال رایت علی شریح مطرفا من خز اخضر۔[1790]

فرشتوں کے سبز عمامے

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ جنگ بدر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

وکان سیماء الملائکۃ عمائم قد ارخوھا بین اکتافھم خضر وصفر وحمر من نور۔

ترجمہ: ملائکہ کی علامت وہ عمامے تھے جن کے سرے وہ اپنے دونوں شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ اور سبز و سرخ نور کے تھے۔[1791]

[1789] (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۳۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

[1790] (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

[1791] (طبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۱۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن عمر واقد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے عماموں کے شملوں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا ان کے عمامے کا رنگ سبز زرد اور سرخ تھا اور ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھی۔[1792]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

قال ابن سعد و کانت سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم قد ارخوھا بین اکتافھم خضر و صفر و حمر من نور و الصفوف من نواصی خیلھم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لاصحابہ ان الملائکۃ قد سومت فسوموا فاعلموا بالصوف فی مغافرھم و قلانسھم و کانت الملائکۃ علی خیل بلق۔[1793]

سبز عمامہ پہننا جبریل علیہ السلام کی سنت

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں:

فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم انشدکم اللہ ھل رایتم فی مینمتکم صاحب الفرس الاغر المحجل و العمامۃ الخضراء بھا ذؤابتان مرخاتین علی کتفیہ بیدہ حربۃ قد حمل بھا علی المیمنۃ فازالھا قالوا نعم قال ھو جبریل علیہ الصلاۃ و السلام و انہ امرنی ان ادفع سھمہ لعلی۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے لشکر کے دائیں طرف سفید داغ والے گھوڑا سوار نہیں دیکھا کہ سبز عمامہ باندھے دو شملے کاندھے پر لٹکائے ہوئے ہاتھ میں نیزہ تھا

[1792] (کتاب المغازی ج ۱ ص ۸۱۔۷۵ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

[1793] (سبل الھدیٰ و الرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور کافروں کے میمنہ پر حملہ کیا تو ختم کر دیا صحابہ کرام نے فرمایا ہاں دیکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور مجھ سے فرمایا کہ میرا نیزہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیں۔[1794]

فقہاء کے اقوال کہ سبز لباس پہننا سنت ہے

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

وفی بستان فقیہ ابی اللیث یستحب البیض و الخضر من الثیاب وفی الشرعۃ احب الالوان البیاض و النظر الی الخضر یزید فی البصر و قد لبس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم البرد الاخضر و لبس الاخضر سنۃ۔

ترجمہ: فقیہ ابو اللیث کی کتاب "بستان" میں ہے کہ سفید اور سبز مستحب ہے اور شرعۃ الاسلام میں ہے رنگوں میں پسندیدہ رنگ سفید ہے اور سبز رنگ بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے سبز چادر زیب تن فرمائی ہے اور سبز رنگ پہننا سنت ہے۔[1795]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

وفی الشرعۃ وقد لبس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم عمامۃ سوداء و یرسل ذنبہ بین کتفیہ۔

پس در بستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر و دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم اور اکثر اوقات سفید بودو گاہے سیاہ و احیاناً سبز۔

[1794] (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج۳ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

[1795] (کشف الالتباس فی استحباب اللباس فارسی اردو ص ۱۲ مطبوعہ دار احیاء العلوم کراچی)

ترجمہ: شرعۃ الاسلام میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا ہے اور اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان میں لٹکایا پس عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں دوسرے کسی رنگ کی آمیزش نہ ہو اور حضور ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوا کرتی اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز۔[1796]

نیز یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

ابن عباس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم را بر منبر دیدم کہ خطبہ میکرد و بر ھائے سبز پوشیدہ بود۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے پیغمبر ﷺ کو منبر پر دیکھا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور سبز رنگ کی چادر آپ کے زیب تن تھی۔[1797]

نیز لکھتے ہیں:

وایں بیان واقع است نہ آنکہ سبز خالص پوشیدن حرام بود چنانکہ سرخ خالص زیرا کہ بہ تحقیق ثابت شدہ است کہ دوست تریں رنگھا نزد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بعد از بیاض خضرت بود۔

[1796] (کشف الالتباس فی استحباب اللباس فارسی اردو ص ۱۳ مطبوعہ دار احیاء العلوم کراچی)، (رسالہ ضیآء القلوب فی لباس المحبوب مع خلاصۃ الفتاویٰ للشیخ دھلوی ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[1797] (شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ترجمہ: یہ بیان واقع ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے سبز دھاریوں والی چادر کو استعمال فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ خالص سبز لباس پہننا منع ہے جس طرح کہ سرخ خالص۔ اس لئے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا۔[1798]

داماد آفندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

الفقیہ المحقق عبد اللہ بن الشیخ محمد بن سلیمان داماد آفندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(ويستحب) الثوب (الابيض والاسود) لقوله عليه الصلوة والسلام ان الله يحب الثياب البيض وانه خلق الجنة بيضاء وقد روى عليه اسلام لبس الجبة السوداء والعمامة السوداء يوم فتح مكة ولا باس بالازرق وفي الشرعية ولبس الاخضر سنة۔

ترجمہ: سفید و سیاہ کپڑے مستحب ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سفید کپڑوں کو محبوب رکھتا ہے اور جنت بھی سفید پیدا کی گئی ہے آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن سیاہ جبہ اور عمامہ زیب تن فرمایا تھا اور شرعیہ میں ہے کہ سبز کپڑے سنت ہیں۔[1799]

بدر المتقی فی شرح الملتقی

اس کے حاشیہ بدر المتقی فی شرح الملتقی میں ہے:

ولبس الاخضر سنة كمافي الشرعية۔

ترجمہ: سبز کپڑے پہننا سنت ہے جیسا کہ شرعیہ میں ہے۔[1800]

1798 (شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

1799 (مجمع النهر في ملتقى الابحر كتاب الكراهية ج ۲ ص ۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1800 (بدر المتقى في شرح الملتقى كتاب الكراهية ج ۲ ص ۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ردالمحتار

ردالمحتار میں ہے:

ویستحب الابیض و کذا الاسود لانه شعار بنی العباس و دخل علیه الصلوۃ و السلام مکة وعلی راسه عمامة سوداء ولبس الاخضر سنة کما فی الشرعة من الملتقی و شرحه۔

ترجمہ: اور سفید لباس اچھا ہے اسی طرح سیاہ لباس بھی کیونکہ یہ قبیلہ بنو العباس کی علامت ہے اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ شریف میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سر پر سیاہ عمامہ شریف تھا اور سبز لباس کا پہننا سنت ہے جیسا کہ کتاب شرعۃ میں ہے۔[1801]

★.......★

دعوت اسلامی اور سبز عمامہ

نوٹ: دعوت اسلامی اہل سنت وجماعت کی ایک مضبوط جماعت ہے اور فقیر کو خود دعوت اسلامی سے بہت محبت ہے اور فقیر کا خود ایک بھائی دعوت اسلامی میں ہے دعوت اسلامی والے سبز عمامہ شریف باندھتے ہیں جو یقیناً سنت ہے اور اس پر دلائل ہم بیان کر چکے ہیں۔

امام اہل سنت غزالی زماں سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برادرانِ اہل سنت... السلام علیکم!

دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت نے ہمارے اہل سنت کو اب تک ورغلایا اور اپنے دام تزویر میں پھانسا دعوت اسلامی کے عنوان سے اس تحریک کا آغاز مخلصین اہل سنت نے حضرت مولانا ممدوح و موصوف کی قیادت میں کر دیا ہے، ہمارے علماء و مشائخ و عمائد و عظماء اہل سنت کا فرض ہے کہ اس

[1801] (ردالمحتار ج ۵ ص ۳۰۷)

دعوت کو پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچادیں، اور اس کے ساتھ بیرونی ممالک میں بھی اس دعوت اسلامی کو عام کر دیں۔

دعوت اسلامی کے محرک مولانا محمد الیاس صاحب قادری مخلص سنی اور حضرت ضیاء الملۃ والدین مولانا محمد ضیاء الدین صاحب قادری رضوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں بلا تامل ہر سنی کو اس تحریک دعوت اسلامی میں شریک ہو کر اسے تقویت پہنچانا چاہیے اور دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت سے اہل سنت کو نکال کر دعوت اسلامی کی تحریک میں شامل کرنا چاہیے۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

۶ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ[1802]

ان کے علاوہ جو منافقین دعوت اسلامی پر اعتراض کرتے ہیں کہ مشکوۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ ستر ہزار لوگ جو دجال کی اتباع کریں گے جن پر سبز رنگ کے عمامے ہوں گے۔

ان کذابوں کا تفصیلی جواب ہم نے اپنی کتاب "فتاویٰ میاں گل جان" میں لکھا ہے یہاں مختصراً جواب حاضر ہے:

دجال کے ستر ہزار ساتھی اصفہان کے یہودی ہونگے

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الفضل بن العباس قال حدثنا بشار بن موسی الخفاف قال حدثنا محمد بن مصعب القرقسانی قال حدثنا الاوزاعی عن ربیعۃ عن یروی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ

[1802] (دعوت اسلامی علماء اھل سنت کی نظر میں مصنف مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی ص ۳ مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز کھارادر کراچی)

واصحابہ وسلم یخرج الدجال من یہودیة اصبہان ومعہ سبعون الفا من الیہود علیہم السیجان۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دجال کی پیروی یہود اصفہان سے ستر ہزار کہ ان پر سیجان ہوں گی۔ [1803]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن مصعب حدثنا الاوزاعی عن ربیعة بن ابی عبد الرحمن عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یخرج الدجال من یہودیة اصبہان معہ سبعون الفا من الیہود علیہم السیجان۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا دجال اصفہان کے شہر "یہودیہ" سے خروج کرے گا اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن پر سیجان ہوں گی۔ [1804]

مسند احمد کے محقق شعیب الارنووط اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث حسن۔

ترجمہ: یہ حدیث مبارکہ حسن ہے۔ [1805]

اسی مسند ابویعلی کی روایت میں بھی واضح الفاظ "سبعون الفا من الیہود علیہم السیجان" کے الفاظ موجود ہیں۔ [1806]

[1803] (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۱۵۶ رقم الحدیث ۴۹۳۰ مطبوعہ دار الحرمین القاہرة)

[1804] (مسند احمد (مسند انس ص) ج ۲۱ ص ۵۵۔۵۶ رقم الحدیث ۱۳۳۴۴ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۸ء بتحقیق شعیب الارنووط)

[1805] (مسند احمد (مسند انس ص) ج ۲۱ ص ۵۶ تحت رقم الحدیث ۱۳۳۴۴ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۸ء بتحقیق شعیب الارنووط)

[1806] (مسند ابویعلی ج ۶ ص ۳۱۷ رقم الحدیث ۳۶۳۹ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

نیز اسی طرح مسلم شریف کی حدیث میں بھی واضح الفاظ موجود ہیں:

حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا یحییٰ بن حمزۃ عن الاوزاعی عن اسحاق بن عبد اللہ عن عمہ انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال یتبع الدجال من زفر اصبہان سبعون الفا علیم الطیالسۃ۔[1807]

امام نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

وعن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یخرج الدجال من یہود اصبہان ۔ رواہ احمد و ابویعلی وزاد معہ سبعون الفاً من الیہود علیہم السیجان۔[1808]

جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے

جو لوگ اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس سے مراد دعوت اسلامی والے ہیں تو وہ لوگ اس حدیث مبارکہ کے مصداق ہیں:

من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین۔

ترجمہ: جس نے میری طرف نسبت کرکے کوئی جھوٹی حدیث بیان کی تو ایسا شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔[1809]

ایک اور روایت میں ہے:

من کذب علی فلیتبو امقعدہ من النار۔

1807 (صحیح مسلم ج۴ ص۲۲۶۶ رقم الحدیث ۲۹۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1808 (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ماجاء فی الدجال ج۷ ص۳۴۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

1809 (صحیح مسلم مقدمہ ج۱ ص۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔[1810]

ان کے علاوہ مختلف اسناد اور مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں یہ روایت موجود ہیں۔[1811]

علامہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

انہ لا فرق فی تحریم الکذب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم بین ما کان فی الاحکام وما لا حکم فیہ کالترغیب و الترھیب و المواعظ وغیر ذلک فکلہ حرام من اکبر

1810 (صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ا ج ا ص ۵۲ رقم الحدیث ۱۰۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

1811 (مسنداسحاق بن راھویہ ج ا ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند الشامیین ج ا ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۲۱۸ و ص ۱۴۲ رقم الحدیث ۲۲۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الترمذی ج ۴ ص ۵۲۴ رقم الحدیث ۲۱۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ا ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جابر بن حابس ص ج ا ص ۴۳۰ برقم ۱۰۱۲ و ذکر جندع الانصاری ص ج ا ص ۵۱۶ برقم ۱۲۳۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ وقال اسناد حسن ج ا ص ۵۱۶۔۵۱۷ رقم الحدیث ۳۸۴۔۳۸۵ و ج ۲ ص ۲۵ رقم الحدیث ۴۰۵ و ج ۳ ص ۳۶ وقال اسناد حسن رقم الحدیث ۸۳۴۔۸۳۵ و ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۱۰۸۷ و ج ۸ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (مسند ابن جعد ص ۶۳ رقم الحدیث ۳۷۳ و ص ۹۶ رقم الحدیث ۵۶۰ و ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۱۴۲۸ و ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۱۴۸۰ مطبوعہ موسسۃ نادر بیروت)، (معجم الشیوخ ص ۱۱۱ و ص ۳۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (الآحاد و المثانی ذکر الزبیر بن العوام ج ا ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۲۰۳ و ص ۴۶۷ رقم الحدیث ۶۴۷ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (معجم الصحابۃ ج ا ص ۲۲۴ برقم ۲۴۸ و ج ۲ ص ۱۹۷ برقم ۶۹۵ و ج ۲ ص ۳۷۸ برقم ۹۲۴ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۴۱ رقم الحدیث ۸۹۹۳۔۸۹۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ا ص ۳۷۳ رقم الحدیث ۴۰۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الربیع ص ۳۶۰ رقم الحدیث ۹۲۳ مطبوعہ دار الحکمۃ بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ا ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۲۰۴ و ج ۸ ص ۳۵ رقم الحدیث ۷۳۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۳۴۸ رقم الحدیث ۳۳۶۴ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۲۳ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)، (سیر اعلام النبلاء ذکر زبیر بن عوام ج ا ص ۴۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۲۸۹ رقم الحدیث ۱۷۵۱ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

الکبائر و اقبح القبائح باجماع المسلمین الذین یعتد بهم بهم فی الاجماع خلافاً للکرامیة الطائفة المبتدعة فی زعمهم الباطل انه یجوز وضع الحدیث فی الترغیب و الترهیب و تابعهم علی هذا کثیرون من الجهلة الذین ینسبون انفسهم الی الزهد او ینسبهم جهلة مثلهم و شبهة زعمهم الباطل انه جاء فی روایة من کذب علی متعمداً لیضل به فلیتبوأ مقعده من النار و زعم بعضهم ان هذا کذب له صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و سلم لا کذب علیه و هذا الذی انتحلوه و فعلوه و استدلوا به غایة الجهالة و نهایة الغفلة و ادل الدلائل علی بعدهم من معرفة شئ من قواعد الشرع۔

ترجمہ: جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا ہر حال میں حرام ہے خواہ اس کا تعلق احکام سے ہو یا ترغیب وترہیب اور وعظ و نصیحت سے بہر حال آپ ﷺ پر جھوٹ بولنا حرام گناہ کبیرہ اور بدترین جرم ہے اس پر ان مسلمانوں کا اجماع ہے جن کا اجماع حجت ہے صرف فرقہ کرامیہ جو ایک بدعتی فرقہ ہے۔ کا خیال ہے کہ ترغیب وترہیب کے سلسلے میں حدیث گھڑ لینا جائز ہے لیکن یہ ان کا زعم باطل ہے کرامیہ کی طرح بعض زاہدین اور بعض منسوبین الی الزہد کا خیال بھی یہی ہے کہ گناہ تو تب ہو گا جب ہم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولیں یہ تو ہم ان کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں جو قطعاً گناہ نہیں لیکن ان کی یہ بات لاعلمی اور غفلت پر مبنی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قوانین اور قواعد شرعیہ سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں۔[1812]

اور دوم اس حدیث مبارکہ میں یہود کا ذکر ہے اور دعوت اسلامی والے مسلمان ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں اصفہان کا ذکر ہے اور دعوت اسلامی والوں کی اکثریت پاکستان میں ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں ۷۰ ہزار کا ذکر ہے اور دعوت اسلامی والے لاکھوں تک پہنچ چکے ہیں اس حدیث

[1812] (نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

میں اصفہان کے ۷۰ ہزار یہود مراد ہیں جو دجال کے ساتھ ہوں گے۔ اور طیلسان کی تعریف میں بھی اختلاف ہے اس سے مطلقاً سبز عمامہ مراد لینا بالکل جھوٹ اور بہتان ہے۔

جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہودی ہوں گے تو مسلمانوں پر اس حدیث کا اطلاق کیسے صحیح ہے ؟۔

جب حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق وہ اصفہان کے ہوں گے تو پاکستان کے ثابت کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟

جب طیلسان کا معنی گول چادر ہے تو اس کا معنی عمامہ کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟

نیز اس حدیث پر مزید بحث اور سبز عمامہ پر اعتراضات کے جوابات فقیر ناچیز کے فتاویٰ میاں گل جان میں ملاحظہ فرمائیں۔

★......★

زرد رنگ کا عمامہ شریف

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سرکار دوعالم ﷺ کبھی کبھی سارالباس زعفران میں رنگا ہوا زیب تن فرمایا کرتے۔

يصبغ ثيابه كلها بالزعفران قميصه ورداؤه وعمامته۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں ایک روز شاہ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہم غلاموں کے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اس دن زرد قمیص، زرد چادر اور عمامہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔[1813]

[1813] (ضیاء النبیا ج ۵ ص ۶۲۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حدیث نمبر ا:

حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے پہنے ہوئے دیکھا

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ بن جعفر بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام بمدینة الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم سنة ثلاث و ثمانین و مائتین حدثنا جدی مصعب بن عبداللہ حدثنی ابی عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ثوبین اصفرین۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ جعفر اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔[1814]

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو القاسم عبدالواحد بن القاسم بن الفضل الصیدلانی باصبھان ان جعفر بن بن عبدالواحد بن محمد بن محمود الثقفی اخبرھم قراءۃ علیہ ابنا محمد بن عبداللہ بن ریذۃ ابنا سلیمان بن احمد الطبرانی ثنا عبداللہ بن جعفر بن مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام بمدینة الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ثنا جدی مصعب بن عبداللہ قال حدثنی ابی عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رایت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ثوبین اصفرین۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر ص بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔[1815]

1814 (طبرانی صغیر ج ا ص ۲۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (اخلاق النبی ا وآدابہ ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۸۴ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

1815 (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۴۷۔۱۴۸ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ مکتبة النهضة الحدیثہ مکہ مکرمة)

حدیث نمبر ۲:

حضور ﷺ کے پاس ایک زرد رنگ کا کپڑا تھا

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال کانت للنبی ملحفة مصبوغة بالورس و الزعفران یدور بها علی نسائه۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا جو ورس زعفران میں رنگا ہوا تھا اور انہی کپڑوں میں ازواج کے پاس جاتے تھے۔[1816]

حدیث نمبر ۳، ۴، ۵، ۶:

علامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق چار احادیث سے زرد رنگ کا ثبوت

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی الطبرانی من طریق نوفل بن اسماعیل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کانت لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و سلم ملحفة مصبوغة بورس فکان یلبسها فی بیته ویدور فیها علی نسائه ویصلی فیها۔

وروی ابن سعد عن قیس بن سعد بن عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اتانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و سلم فوضعنا له غسلا فاغتسل ثم اتیناه بملحفة ورسیة فاشتمل بها فکانی انظر الی اثر الورس علی عنکه۔[1817]

[1816] (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۶۷۵ مطبوعہ دار الحرمین القاهرة)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۵ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1817] (سبل الهدی والرشاد ج ۷ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

نیز یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ایضاً بسند ضعیف عن اسماعیل بن امیة قال رایت ملحفة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مصبوغة بورس۔

وروی ایضاً بسند جید عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ رداء وعمامة مصبوغین بالعسیر قال مصعب والعسیر عندنا الزعفران۔[1818]

حدیث نمبر ۷:

میں نے حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے اور زرد عمامہ پہنے ہوئے دیکھا

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں:

واخبرنا ابو المجد زاھر بن احمد الثقفی ان الحسین بن عبدالملک الادیب اخبرھم ابنا ابراھیم سبط بحرویہ ابنا ابوبکر محمد بن ابراھیم بن المقری ابنا ابویعلی احمد بن علی الموصلی ثنا مصعب بن عبداللہ الزبیری قال حدثنی ابی عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علیہ ثوبان مصبوغان بالزعفران رداء وعمامة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے اور (زرد) عمامہ پہنے ہوئے دیکھا۔[1819]

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابوجعفر محمد بن احمد بن نصر الاصبھانی ان فاطمة بنت عبداللہ الجوزدانیة اخبرتھم ابنا محمد بن عبداللہ ابنا سلیمان بن احمد ثنا محمد بن الحسین الانماطی ثنا

1818 (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

1819 (الاحادیث المختارة ج ۹ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ مکتبة النھضة الحدیثہ مکہ مکرمة)

مصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری حدثنی ابی عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رأیت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ثوبین مصبوغین بزعفران رداء عمامۃ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے اور (زرد) عمامہ پہنے ہوئے دیکھا۔[1820]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم وعلیہ ثوبان مصبوغان بالزعفران رداء و عمامتہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دو زرد کپڑے اور (زرد) عمامہ پہنے ہوئے دیکھا۔[1821]

امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصفھانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا بھلول نا مصعب بن عبداللہ الزبیری قال حدثنی ابی عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم و علیہ ثوبان مصبوغان بالزعفران رداء و عمامۃ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے ایک چادر اور ایک عمامہ۔[1822]

1820 (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۱۲۷ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1821 (المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ج ۲ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۱۸۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

1822 (اخلاق النبی او آدابہ ج ۲ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۸۳ مطبوعہ دار المسلم الریاض)، (سبل الھدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر ۸:

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بدن مبارک پر زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے تھے

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد بن حمید اخبرنا عفان بن مسلم الصفار ابو عثمان اخبرنا عبد اللہ بن حسان انه حدثته جدتاه صفية بنت عليبة او دحيبة بنت عليبة حدثتاه عن قيلة بنت مخرمة وكانتا ربيبتيها وقيلة جدة ابيها امه انها قالت قدمنا على رسول اللہ صلى اللہ تعالیٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فذكرت الحديث بطوله حتى جاء رجل وقد ارتفعت الشمس فقال السلام عليك يا رسول اللہ صلى اللہ تعالیٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقال رسول اللہ صلى اللہ تعالیٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعليك السلام ورحمة اللہ وعليه تعني النبي صلى اللہ تعالیٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اسمال مليتين كانتا بزعفران وقد نفضتا ومعه عسيب نخلة۔

قال ابو عيسى حديث قيلة لا نعرفه الا من حديث عبد اللہ بن حسان۔

ترجمہ: حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد طویل حدیث ذکر کی اور آخر میں فرمایا یہاں تک کہ ایک شخص آیا اس وقت سورج بلند ہو چکا تھا اس نے عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ" نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "وعلیک السلام ورحمۃ اللہ" آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بدن مبارک پر زعفران سے رنگے ہوئے دو پرانے بے سلے کپڑے تھے جن کا رنگ ہلکا پڑ گیا تھا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ مبارک میں کھجور کی ایک چھوٹی سی شاخ تھی۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث قیلہ کو ہم صرف عبد اللہ بن حسان کی روایت سے پہچانتے ہیں۔[1823]

حدیث نمبر ۹:

سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زرد رنگ کا عمامہ مبارک

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا الفضل بن دکین اخبرنا ھشام بن سعد عن یحیی بن عبداللہ بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یصبغ ثیابہ بالزعفران قمیصہ و رداؤہ و عمامتہ۔

ترجمہ: یحییٰ بن عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کپڑے کرتہ، چادر اور عمامہ زعفران میں رنگے جاتے تھے۔

اخبرنا مصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری قال سمعت ابی یخبر عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رأیت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم رداءوعمامۃ۔قال مصعب و العبیر عندنا زعفران۔

ترجمہ: اسماعیل بن عبد اللہ بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسم پر چادر اور عمامہ عبیر یعنی زعفران کا رنگا ہوا دیکھا۔[1824]

[1823] (سنن الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی الثوب الاصفر ج ۵ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۲۸۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب الخراج و الفیء و الامارۃ باب فی اقطاع الارضین ج ۲ ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۳۰۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1824] (طبقات الکبری ابن سعد ذکر لباس رسول اللہ او ماروی فی البیاض ج ۱ ص ۴۵۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (سبل الھدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن ھشام بن سعد عن یحیی بن عبد اللہ بن مالک ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یصبغ ثیابہ بالزعفران حتی یبا ع۔

ترجمہ: یحییٰ بن عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے کپڑوں کو زعفران کے ساتھ رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ کو بھی رنگتے تھے۔[1825]

حدیث نمبر ۱۰:

رسول اللہ ﷺ کے تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی زعفران میں رنگے جاتے تھے

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا خلاد بن یحیی اخبرنا عاصم بن محمد حدثنی ابی عن زید بن اسلم قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصبغ ثیابہ کلھا بالزعفران حتی یبا ع۔

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی زعفران میں رنگے جاتے تھے۔[1826]

1825 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۴۷۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1826 (طبقات الکبری ابن سعد ذکر لباس رسول اللہ او ماروی فی البیاض ج ۱ ص ۴۵۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر ۱۱:

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو زرد رنگ سے زیادہ اور کوئی رنگ محبوب نہیں تھا

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا الدراوردی عن زید بن اسلم قال ثم رایت ابن عمر یصفر لحیته بالخلوق فقیل له یا ابا عبدالرحمن انک تصفر لحیتک بالخلوق قال انی رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم یصفر بها لحیته ولم یکن شئ من الصبغ احب الیه منها ولقد کان یصبغ بها ثیابه کلها حتی عمامته۔

ترجمہ: ابن اسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑوں پر بھی زرد رنگ لگ جاتا تھا، ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو زرد رنگ سے رنگتے دیکھا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس سے زیادہ اور کوئی رنگ محبوب نہیں تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام کپڑوں کو اس رنگ میں رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ کو بھی زرد رنگ میں رنگتے تھے۔[1827]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا اسحاق بن عیسی ثنا عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیه عن ابن عمر انه کان یصبغ ثیابه ویدهن بالزعفران فقیل له لم تصبغ ثیابک وتدهن بالزعفران قال

[1827] (سنن الکبریٰ للنسائی ج۵ ص ۴۱۷ رقم الحدیث ۹۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن ابی داؤد باب فی المصبوغ بالصفرۃ ج۴ ص ۵۲ رقم الحدیث ۴۰۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۵۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج۵ ص ۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج۱۷ ص ۲۴۳ مطبوعہ مصر)، (کشف الغمہ عن جمیع الائمۃ للشعرانی کتاب الصلاۃ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

لانی رایته احب الاصباغ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یدھن به ویصبغ به ثیابه۔[1828]

امام عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسی متوفی ۲۴۹ھ لکھتے ہیں:

حدثنی یحیی بن عبدالحمید ثنا سلیمان بن بلال عن زید بن اسلم عن بن عمر انه کان یستحب الصفرة حتی فی بیاع وزعم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یستحب الصفرة۔[1829]

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یلبس النعال السبتیة ویصفر لحیته بالورس والزعفران وکان ابن عمر یفعل ذلک۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے تھے۔[1830]

[1828] (مسند احمد ج ۲ ص ۹۷ رقم الحدیث ۵۷۱۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۵۰۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1829] (مسند عبد بن حمید ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۸۴۰ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)

[1830] (سنن ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی خضاب الصفرة ج ۴ ص ۸۶ رقم الحدیث ۴۲۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۱ ص ۴۹۱ رقم الحدیث ۱۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)(دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ)، (شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۳۱۱ باب ۵۷۸ رقم الحدیث ۳۶۹۴ مطبوعہ بیروت)، (البدایہ والنھایہ ج ۶ ص ۲۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (مسند الامام الطحاوی ج ۵ ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۴۵۴۰ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۷۸ رقم الحدیث ۳۷۶۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۶۶ رقم الحدیث ۵۳۳۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (موطاء امام مالک ج ۱ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۷۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۶۴۲۶ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ جز ۴ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (التمھید لابن

اس حدیث مبارکہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں کپڑے زعفران میں اس لئے رنگتا ہوں کہ میرے آقا و مولیٰ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقام بہت بلند تھا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابی جعفر محمد بن علی قال: لم یکن من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم احدا اذا سمع من رسول اللہ لا یزید و لا ینقص و لا مثل عبد اللہ بن عمر۔

ترجمہ: حضرت ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ میں وہ شخص تھے جو حضور ﷺ سے کچھ سنتے تو نہ کم کرتے نہ زیادہ کرتے۔[1831]

علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

و کان کثیر الاتباع لآثار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حتی انہ ینزل منازلہ ویصلی فی کل مکان صلی فیہ وحتی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلا تیبس۔

ترجمہ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے آثار کے اتباع کرنے والے تھے یہاں تک کہ جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی وہاں آپ نے نماز پڑھی۔ حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درخت کو پانی ڈالتے تا کہ سوکھ نہ جائے۔[1832]

عبد البر ج ۱۲ ص ۸۰ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشوؤن الاسلامیۃ المغرب)، (کتاب جمل من انساب الاشراف صفۃ رسول اللہ ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1831 (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۷ جز ۳۳ ص ۸۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1832 (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید و السنن ج ۲۸ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

عن نافع، قال: لو نظرت الی ابن عمر اذا اتبع رسول اللہ، لقلت ھذا مجنون۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور ﷺ کی اتباع کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ مجنون ہے۔[1833]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی عن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی مرضہ الذی توفی فیہ وعلی راسہ عصابۃ صفراء فسلمت علیہ فقال یا فضل قلت لبیک یارسول اللہ قال اشدد بھذہ العصابۃ راسی ففعلت ثم قعد فوضع کفہ علی منکبی قم قام فدخل المسجد الحدیث۔[1834]

حدیث نمبر ۱۲:

زرد عمامہ پہننا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن حمزۃ بن عبداللہ قال کان علی الزبیر یوم بدر عمامۃ صفراء معتجرا بھا وکانت علی الملائکۃ یومئذ عمائم بنو۔

ترجمہ: حمزہ بن عبداللہ ص سے مروی ہے کہ بدر کے دن زبیر ص کے سر پر زرد عمامہ تھا جس کو وہ پہنے ہوئے تھے اس روز ملائکہ کے سروں پر بھی زدر عمامے تھے۔[1835]

1833 (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج۲۸ ص ۶۲۳۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج۱۷ جز ۳۳ ص ۱۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

1834 (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

1835 (طبقات ابن سعد ج۳ ص ۱۰۳ مطبوعہ دارصادر بیروت)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن هشام بن عروة عن رجل من ولد الزبیر یقال له عباد بن حمزة ان الزبیر بن العوام کانت علیه عمامة صفراء معتجرا بها فنزلت الملائکة وعلیهم عمائم بنو۔

ترجمہ: حمزہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر زرد عمامہ تھا جس کو وہ پہنے ہوئے تھے اس روز ملائکہ کے سروں پر بھی زدر عمامے تھے۔[1836]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن سعد عن عباد بن حمزہ بن الزبیر قال: نزلت الملائکة یوم بدر علیهم عمائم صفر وکان علی الزبیر یوم بدر ریطة صفراء قد اعتجر بها۔

وروی ابن ابی شیبة وابن جریر وابن مردویه عن عبد اللہ بن الزبیر ان الزبیر کان علیه یوم بدر عمامة صفراء معتجراً بها فنزلت الملائکة علیهم عمائم صفر۔

وروی الطبرانی بسند صحیح عن عروة قال نزل جبریل یوم بدر علی سیما الزبیر وهو معتجر بعمامة صفراء۔

وروی ابن اسحاق حدثنی من لا اتهم عن مقسم مولی عبد اللہ بن الحارث عن ابن عباس قال: کان سیما الملائکة یوم بدر عمائم بیض قد ارخوها علی ظهورهم الا جبریل فانه کانت علیه عمامة صفراء۔[1837]

[1836] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۲۴۷۵۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1837] (سبل الهدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں:

وشهد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدرا و کانت علیہ یومئذ عمامة صفراء کان متعجرا بها فیقال ان الملائکة یوم بدر علی سیما الزبیر و شهد الحدیبیة و المشاهد کلها۔ [1838]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنهما ان الزبیر ص کانت علیه ملاءة صفراء یوم بدر فاعتم بها فنزلت الملائکة معتمین بعمائم صفر۔ [1839]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

و قال هشام بن عروة عن ابیه قال کانت علی الزبیر یوم بدر عمامة صفراء فنزل جبریل علی سیماء الزبیر۔ [1840]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

الزبیر بن بکار عن عقبة بن مکرم حدثنا مصعب بن سلام عن سعد ابن طریف عن ابی جعفر الباقر قال کانت علی الزبیر یوم بدر عمامة صفراء فنزلت الملائکة کذلک۔ [1841]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو یزید القراطیسی ثنا اسد بن موسی ثنا حماد بن سلمة عن هشام بن عروة قال ثم نزل جبریل یوم بدر علی سیماء الزبیر بن العوام و هو معتجر بعمامة صفراء۔ [1842]

[1838] (تخریج الدلالات السمعیة ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

[1839] (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۱۶۵۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1840] (سیر اعلام النبلاء ذکر زبیر بن عوام ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

[1841] (سیر اعلام النبلاء ذکر زبیر بن عوام ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

[1842] (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۲۳۰ مطبوعہ مکتبة العلوم و الحکم الموصل)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدان بن احمد ثنا ابو کامل الجحدری ثنا یوسف بن خالد السمتی ثنا الصلت بن دینار عن ابی الملیح عن ابیہ قال نزلت الملائکۃ یوم بدر وعلیہا العمائم وکانت علی الزبیر یومئذ عمامۃ صفراء۔[1843]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عن ہشام عن ابیہ قال کانت علی الزبیر عمامۃ صفراء معتجر ابہا یوم بدر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان الملائکۃ نزلت علی سیماء الزبیر۔[1844]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ وابن عساکر عن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر انہ بلغہ ان الملائکۃ نزلت یوم بدر وہم طیر بیض علیہم عمائم صفر وکان علی رأس الزبیر یومئذ عمامۃ صفراء من بین الناس فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نزلت الملائکۃ علی سیما ابی عبد اللہ وجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ عمامۃ صفراء۔[1845]

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ زرد رنگ کا عمامہ پہننا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت مبارکہ ہے جن کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان لکل نبی حواری وان حواری الزبیر بن العوام۔

[1843] (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۵۱۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

[1844] (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ زبیر بن عوام ص ج ۲ ص ۵۵۵ برقم ۲۷۹۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

[1845] (سبل الہدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور بے شک میرا حواری زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔[1846]

دوم اس حدیث مبارکہ کے ان الفاظ "فقال النبیا نزلت الملائکۃ علی سیما ابی عبداللہ وجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ عمامۃ صفراء" سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرد رنگ کا عمامہ شریف پہننا مستحب اور حضور ﷺ کی بھی سنت مبارکہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۳:

زرد عمامہ پہننا حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سنت ہے

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں:

وذکر ابن ھشام عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی سیماھم یوم بدر مثل ما قال ابن عباس الا جبریل فان فی حدیث علی انہ کانت علیہ عمامۃ صفراء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔[1847]

1846 (صحیح البخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص ۲۱۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الثقات لابن حبان ثم غز رسول اللہ غزوۃ الخندق ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۹۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۲۴۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۷۶ رقم الحدیث ۴۰۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۱۹ رقم الحدیث ۲۲۷۔۲۲۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سیر اعلام النبلاء ذکر زبیر بن عوام ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

1847 (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۲۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی الطبرانی بسند صحیح عن عروۃ قال نزل جبریل یوم بدر علی سیما الزبیر وھو معتجر بعمامۃ صفراء۔

وروی ابن اسحاق حدثنی من لا اتھم عن مقسم مولی عبداللہ بن الحارث عن ابن عباس قال: کان سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیض قد ارخوھا علی ظھورھم الا جبریل فانہ کانت علیہ عمامۃ صفراء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔[1848]

امام محمد بن عمر واقد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر ص خوشخبری ہو! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔[1849]

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ابشر یا ابا بکر ھذا جبریل معتجر بعمامۃ صفراء۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر ص خوشخبری ہو! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔[1850]

1848 (سبل الھدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

1849 (کتاب المغازی ج ۱ ص ۸۱۔۷۵ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

1850 (البدایۃ والنہایۃ غزوۃ بدر العظمی ج ۳ ص ۲۸۰ و ص ۲۸۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

حدیث نمبر ۱۴:

فرشتوں نے زرد عمامے پہنے تھے

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ قثنا ابی قال نا عباد بن عباد عن ھشام عن ابیہ ثم ان الزبیر کانت علیہ عمامة صفراء یوم بدر فنزلت الملائکة علیھا عمائم بنو۔

ترجمہ: ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک بدر کے روز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زرد رنگ کا عمامہ تھا پس فرشتے بھی زرد رنگ کے عماموں کے ساتھ نازل ہوئے۔[1851]

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرزاق قال انا معمر عن قتادة قال اخبرنی ھشام بن عروة عن ابیہ قال نزلت الملائکة یوم بدر علی خیل بلق علیھم عمائم صفر وکان علی الزبیر یومئذ عمامة صفراء۔[1852]

امام ابو عثمان سعید بن منصور الخراسانی متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا سعید قال نا عبداللہ بن المبارک عن ھشام بن عروة عن عباد بن حمزة بن الزبیر قال کان علی الزبیر یوم بدر ریطة صفراء قد اعتجر بھا ونزلت الملائکة وعلیھم عمائم بنو۔[1853]

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

شھد الزبیر بدراً وکانت علیہ یومئذ عمامة صفراء کان معتجراً بھا فیقال انھا نزلت الملائکة یوم بدر علی سیماء الزبیر۔

1851 (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۳۶ رقم الحدیث ۱۲۶۹ ۔ ۱۲۶۸ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

1852 (تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)

1853 (کتاب السنن باب ماجاء فی الالویة والعمایم ج ۲ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۲۵۳۰ مطبوعہ الدار السلفیة الھند)

وروی ابو اسحاق الفزاری عن ھشام بن عروۃ عن عباد بن حمزۃ ابن الزبیر قال کانت علی الزبیر عمامۃ صفراء معتجراً بھا یوم بدر و نزلت الملائکۃ علیھا عمائم بنو۔[1854]

آثار صحابہ نمبر ا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت مبارک

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

عن عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان علیہ یوم اصیب ثوب اصفر۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے انہوں نے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔[1855]

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر۔

ترجمہ: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔[1856]

1854 (الاستیعاب ج ۲ ص ۵۱۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

1855 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۴۷۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1856 (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۲۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ جز ۴۷ ص ۹۶ رقم الحدیث ۱۰۴۶۷۔ ۱۰۴۶۸ ص ۹۷ رقم الحدیث ۱۰۴۷۰۔ ۱۰۴۷۱۔ ۱۰۴۷۲۔ ۱۰۴۷۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (المستدرک ج ۳ ص ۹۲ رقم الحدیث ۴۴۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۷ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۷۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۸ رقم الحدیث ۱۸۔ ۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۵۸۳ رقم الحدیث ۱۲۶۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اللّٰھم اعز الاسلام بعمر خاصة۔

ترجمہ: اے اللہ اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے عزت عطا فرما۔[1857]

عصمہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لو کان بعدی نبی لکان عمر۔

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوتے۔[1858]

1857 (المستدرک ج۳ص ۸۹ رقم الحدیث ۴۴۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)، (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ج ۱ ص ۵۳۵ رقم الحدیث ۲۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۶۵ مطبوعہ موسسة المعارف بیروت)، (مصباح الزجاجہ ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار العربیہ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۳۳۸ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ جز ۴۷ ص ۵۲ رقم الحدیث ۱۰۳۶۵_۱۰۳۶۶_۱۰۳۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1858 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۱۷ مطبوعہ موسسة المعارف بیروت)، (الاستیعاب ج۳ص ۱۱۴۷ برقم ۱۸۷۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ جز ۴۷ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۱۰۵۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (المستدرک ج۳ص ۹۲ رقم الحدیث ۴۴۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الترمذی ج۲ص ۲۰۹ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (المعجم الکبیر طبرانی ج۱۷ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۸۲۲ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)

آثار صحابہ نمبر ۲:

مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت مبارک

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابن ادریس عن الاعمش عن ابی ظبیان قال رایت علی علی قمیصا و ازارا اصفر۔

ترجمہ: ابو ظبیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زرد رنگ کی قمیص اور ازار (تہبند) پہنے ہوئے دیکھا۔[1859]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیأته من بابه۔

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے دروازہ ہیں۔ جو علم کا ارادہ کرے تو دروازے پر آئے۔[1860]

1859 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۴۷۵۲ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)

1860 (جامع المسانید و السنن ج ۳۲ ص ۹۰۳۷ رقم الحدیث ۳۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی ج ۱۱ ص ۶۵ رقم الحدیث ۱۱۰۶۱ مطبوعہ مکتبة العلوم و الحکم الموصل)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۴۷۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جمع الجوامع ج ۲ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۴۷۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۹ ص ۱۱۷ مطبوعہ موسسة المعارف بیروت)، (المستدرک ج ۳ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۴۶۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفردوس بمأثور الخطاب ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۱۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۵ جز ۲۳ ص ۲۸۹ رقم الحدیث ۹۷۳۹ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۹۷۴۱۔ ۹۷۴۲۔ ۹۷۴۳ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۹۷۴۴۔ ۹۷۴۵۔ ۹۷۴۶ مطبوعہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

علی عیبة علمی۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے علم کا خزانہ ہیں۔[1861]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

علی یقضی دینی۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینی امور کے معاملے میں قاضیٔ منصف ہیں۔[1862]

آثار صحابہ نمبر ۳:

حضور ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

عن عمران بن مسلم قال رایت علی انس بن مالک ازار اصفر رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح۔

داراحیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۸ برقم ۵۷۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی ج ۲ ص ۳۴۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

1861 (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۷۸۴۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ جز ۴۵ ص ۲۹۴ رقم الحدیث ۹۷۵۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

1862 (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۷۸۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۲۱ ص ۵۹۵۹ رقم الحدیث ۷۲۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ: عمران بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کو زرد چادر پہنے ہوئے دیکھا اس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔[1863]

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل مبارک جن کے لئے حضور ﷺ نے دعا کی تھی۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

عن انس بن مالک، قال: انطلقت بی امی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقالت یارسول اللہ خویدمک فادع اللہ لہ، فقال: ((اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ واطل عمرہ واغفر لہ)) قال فکثر مالی حتی صار یطعم فی السنۃ مرتین، وکثر ولدی حتی قد دفنت من صلبی اکثر من مائۃ، وطال عمری حتی قد استحییت من اھلی واشتقت لقاء ربی، واما الرابعۃ یعنی المغفرۃ۔ رواہ سلیمان بن حرب عن حماد فقال: وانا ارجو الرابعۃ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے میری والدہ بارگاہ نبوی ﷺ میں لے گئیں اور فرمایا حضور ﷺ آپ کا غلام حاضر ہے اس کے لئے دعا فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا یااللہ اس کے مال، اولاد اور عمر کو زیادہ فرما اور مغفرت فرما۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا مال اتنا زیادہ ہوا کہ سال میں دو دفعہ کھایا جاتا تھا اور اولاد اتنی زیادہ ہوئی کہ میرے صلبی ۱۰۰ بچے مر گئے اور میری عمر اتنی زیادہ ہوئی کہ اپنے اہل وعیال سے حیا کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کیا اور چوتھی بات تو اس کی امید رکھتا ہوں۔[1864]

[1863] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۵ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1864] (تاریخ دمشق الکبیر ج۵ جز ۹ ص ۲۶۰ رقم الحدیث ۲۳۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء امام ذہبی ج۳ ص ۳۹۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ ص ۸۵ رقم الحدیث ۷۶ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۵۶۔۵۷ رقم الحدیث

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبداللہ الخضر، ثنا جبارۃ بن مغلس ثنا شبیب بن شیبۃ عن علی بن زید عن انس بن مالک قال خدمت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عشر سنین۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔[1865]

آثار صحابہ نمبر ۴:

صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن بسر ص کا زرد رنگ کا عمامہ مبارک

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ لکھتے ہیں:

حدثنا داود بن رشید ثنا ابو حیوۃ شریح بن یزید الحضرمی قال رایت عبداللہ بن بسر المازنی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ عمامۃ صفراء او رداء اصفر۔

---

۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۸۰ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الثقات لابن حبان ذکر قدوم النبی المدینۃ ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۷۱۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۶۹۔۲۷۰ رقم الحدیث ۹۹۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر انس بن مالک ص ج ۱ ص ۱۲۸ برقم ۲۷۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

[1865] (المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۷۰۷۔۷۰۸ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۵۴۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیۃ لامام علی بن محمود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ ص ۶۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۷۰ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: ابو حیوہ شریح بن یزید حضرمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں نے صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن بسر مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زرد رنگ کا عمامہ پہنے ہوئے دیکھا۔[1866]

آثار صحابہ نمبر ۵:

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرد کپڑے پہنتے تھے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا عبید اللہ بن موسی عن عمرو بن عثمان عن موسی بن طلحۃ ان طلحۃ کان یلبس المعصفر۔

ترجمہ: موسیٰ بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرد رنگ کے کپڑے پہنتے تھے۔[1867]

جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ کی سنت

نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابن علیۃ عن عبد الرحمن بن اسحاق قال حدثنی ابی قال رایت نافع بن جبیر بالعرج و علیہ معصفر۔

ترجمہ: عبد الرحمن بن اسحاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو زرد کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔[1868]

[1866] (مسند الحارث کتاب اللباس و الزینۃ ج ۲ ص ۶۱۰ رقم الحدیث ۵۷۵ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

[1867] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۴۷۱۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1868] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۴۷۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابو اسامة قال عن ابن عون عن محمد کان لا یری باسا بلبس الرجل الثوب المصبوغ بالعصفر و الزعفران۔

ترجمہ: امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ مرد کے لئے زرد رنگ کے کپڑے پہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔[1869]

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن عمرو بن مروان قال رایت علی ابراهیم ازاراً اصفر۔

ترجمہ: عمرو بن مروان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو زرد رنگ کی ازار پہنے ہوئے دیکھا۔[1870]

امام حماد رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابن نمیر عن مالک بن مغول قال رایت حماداً یصلی و علیه ازار اصفر۔

ترجمہ: مالک بن مغول بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔[1871]

[1869] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۲۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)
[1870] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۵۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)
[1871] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام عبد اللہ بن حسین رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا حسین بن علی قال رایت علی عبد اللہ بن الحسین ملحفة صفرا یحتبی فی المسجد الحرام۔

ترجمہ: حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عبد اللہ بن حسین رحمۃ اللہ علیہ مسجد حرام میں زرد رنگ کا لحاف اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔[1872]

امام قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ایوب قال رایت علی القاسم بن محمد قلنسوة من خز اخضر ورداء سابر له علم ملون مصبوغ بشیٔ من زعفران۔

ترجمہ: حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سبز رنگ کی ریشمی ٹوپی اور نشان زدہ سابری چادر جو زعفران میں کسی حد تک رنگی گئی تھی دیکھی۔[1873]

محدث کبیر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ذکر بعضهم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم لبس عمامة صفراء فهل لذلک اصل؟

[1872] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۱ رقم الحدیث ۲۴۷۶۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1873] (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ذکر قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

الجواب ــــ نعم قال الطبرانی ثنا محمد بن الحسین الانماطی البغدادی ثنا مصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری حدثنی ابی عن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ قال رایت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثوبین مصبوغین بزعفران رداء و عمامۃ اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال ابن سعد فی الطبقات انا الفضل بن دکین عن ھشام بن سعد عن یحیی بن عبداللہ بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصبغ ثیابہ بالزعفران قمیصہ وردا ءہ وعمامتہ وقال انا ھاشم ابن القاسم ثنا عاصم بن عمر عن عمر محمد عن زید بن اسلم قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصبغ ثیابہ کلھا بالزعفران حتی العمامۃ۔ واخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق سلمان بن ارقم عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ قمیص اصفر ورداء اصفر وعمامۃ صفراء۔ واخرج ابن سعد عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصفر ثیابہ وفی الصحیح من حدیثہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یصبغ بالصفرۃ وقال الطبرانی ثنا اسلم بن سھل ثنا محمد بن الصباح ثنا عبید بن القاسم عن اسماعیل بن ابی خالد عن ابن ابی اوفی قال کان احب الصبغ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الصفرۃ واخرج ابن عساکر من طریق عباد بن حمزۃ عن عبیداللہ بن الزبیر انہ بلغہ ان الملائکۃ نزلت یوم بدر علیھم عمائم صفر وکانت علی الزبیر یومئذ عمامۃ صفراء فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نزلت الملائکۃ الیوم علی سیما ابی عبداللہ وجاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ عمامۃ صفراء۔

وفی ذلک یقول عامر بن صالح بن عبداللہ بن عروۃ بن الزبیر:

جدی ابن عمۃ احمد ووزیرہ　　　عند البلاء وفارس الشعراء
وغداۃ بدر کان اول فارس　　　شھد الوغی فی اللامۃ الصفراء
نزلت بسیماء الملائک نصرۃ　　　بالحوض یوم تالب الاعداء[1874]

[1874] (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۰۴ ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قد اخبرنی الشیخ الصالح عطیۃ الابناسی و الشیخ الصالح قاسم المغربی المقیم فی تربۃ الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و القاضی زکریا الشافعی انھم سمعوا الشیخ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالی یقول: رأیت رسول اللہ ا، فی الیقظۃ بضعا و سبعین مرۃ و قلت لہ فی مرۃ منھا: ھل انا من اھل الجنۃ یا رسول اللہ؟ فقال: نعم! فقلت: من غیر عذاب یسبق، فقال: لک ذلک، قال الشیخ عطیۃ: و سألت الشیخ جلال الدین مرۃ أن یجتمع بالسلطان الغوری فی ضرورۃ وقعت لی۔ فقال لی: یا عطیۃ أنا اجتمع بالنبی ا، یقظۃ و أخشی ان اجتمعت بالغوری ان یحتجب ا، عنی۔

ترجمہ: اور مجھے شیخ صالح عطیہ الابناسی اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت میں مقیم شیخ صالح قاسم المغربی اور قاضی زکریا الشافعی نے بتایا کہ انہوں نے شیخ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے بیداری میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کچھ اوپر ستر مرتبہ زیارت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک دفعہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کی۔ یارسول اللہ ا! کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: پہلے کوئی سزا دیئے بغیر؟ فرمایا: تیرے لئے یہی ہے۔ شیخ عطیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ سلطان غوری کے پاس تشریف لے چلیں تو آپ نے مجھے فرمایا: اے عطیہ! میں بیداری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ اگر غوری کے پاس چلا جاؤں تو کہیں حجاب لاحق ہو جائے۔[1875]

[1875] (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

رایت ورقۃ بخط الشیخ جلال الدین السیوطی عند احد اصحابہ وھو الشیخ عبدالقادر الشاذلی مراسلۃ لشخص سألہ فی شفاعۃ عند السلطان قأیتبای رحمہ اللہ تعالی اعلم یا اخی اننی قد اجتمعت برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الی وقتی ھذا خمس وسبعین مرۃ یقظۃ ومشافھۃ ولولا خوفی من احتجابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عنی بسبب دخولی للولاۃ لطلعت القلعۃ وشفعت فیک عند السلطان وانی رجل من خدام حدیثہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم واحتاج الیہ فی تصحیح الاحادیث التی ضعفھا المحدثون من طریقھم ولاشک ان نفع ذلک ارجح من نفعک۔

ترجمہ: امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سیوطی کے خط کا ایک ورقہ اس کے اصحاب میں سے ایک صاحب یعنی شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس دیکھا جو مراسلہ تھا اس شخص کے لئے جس نے آپ سے بادشاہ قایتبای کے پاس سفارش کا سوال کیا تھا (وہ مراسلہ جوابیہ بدیں مضمون تھا) جان لے اے بھائی کہ اس وقت تک میں ۷۵ مرتبہ عالم بیداری میں بالمشافہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوا۔ اگر حاکموں کے پاس جانے کی وجہ سے حضورا کی زیارت کی محرومی کا خوف نہ ہوتا تو میں قلعہ شاہی میں داخل ہوتا اور بادشاہ کے ہاں تیرے حق میں سفارش کرتا اور میں خدّام حدیث سے ایک مرد ہوں۔ ان احادیث کی تصحیح کے بارے میں حضورا کا محتاج ہوں۔ جن کو محدثین نے اپنے طریقہ میں ضعیف کر دیا اور بے شک یہ نفع تیرے نفع سے بہت زیادہ ہے۔[1876]

1876 (میزان الکبری ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۵۰ھ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

میں نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق ان کے ایک ساتھی شیخ عبد القادر شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھا ہے جو انہوں نے ایک ایسے شخص کو لکھا تھا جس نے بادشاہ کے پاس جا کر کسی کام کے سلسلہ میں سفارش کرنے کی درخواست کی تھی۔

اے میرے بھائی! جان لے کہ اب تک میں رسول اللہ ﷺ سے پچھتر مرتبہ بیداری میں بالمشافہ، شرف ملاقات حاصل کر چکا ہوں۔ اگر حاکموں کے درباروں میں حاضری سے مجھے حضور ﷺ کے حجاب میں ہونے کا خوف نہ ہوتا، تو میں ضرور شاہی قلعہ میں جاتا، اور بادشاہ کے پاس تیری سفارش کرتا۔ بے شک میں حضور ﷺ کی حدیث شریف کے خدمتگاروں میں سے ایک ہوں اور مجھے سرکار ﷺ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان احادیث کی تصحیح کے لئے جن کو محدثین نے اپنے طور پر ضعیف قرار دیا ہے اور بے شک یہ فائدہ میرے بھائی تیرے فائدے سے زیادہ بہتر ہے"۔

فرمایا کہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کی تائید وہ مشہور واقعہ بھی ہے کہ سیّدی محمد بن زین مدّاح رسول ﷺ، سرکار کی بیداری میں بالمشافہ زیارت کرتے تھے۔ جب وہ حج کے لئے گئے تو سرکار ﷺ نے قبر کے اندر سے ان سے بات کی۔ [1877]

1877 (سعادۃ الدارین فی الصلوۃ علی سید الکونین اردو ج ۲ ص ۴۶۷۔۴۶۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ جن لوگوں کا ہمیں علم ہوا کہ وہ حضور ﷺ سے بیداری میں بالمشافہ ملاقات کرتے تھے، ان میں سے شیخ ابو مدین شیخ الجماعۃ، شیخ عبدالرحیم قناوی، شیخ موسیٰ رولی، شیخ ابوالحسن شاذلی، شیخ ابوالعباس المرسی، شیخ ابوالسعود بن ابوالعشائر، سیدی ابراہیم المتبولی اور شیخ جلال الدین سیوطی ہیں۔ فرمایا کرتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور بیداری میں کچھ اوپر ستّر مرتبہ ملاقات کی۔[1878]

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

نقل عن السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ انہ رآہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم اثنین وعشرین مرۃ وسألہ عن احادیث ثم صححہا بعد تصحیحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔ الخ

ترجمہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے بائیس مرتبہ جاگتے ہوئے حضور ﷺ کی زیارت کی اور حضور ﷺ سے بہت سی حدیثوں کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کی حدیث ہے یا نہیں حضور ﷺ کے صحیح فرمانے کے بعد امام سیوطی نے ان احادیث کی تصحیح کی۔[1879]

نعیم اشرف نور احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

وهو لمجدد المائة التاسعة خاتم الحفاظ جلال الدين عبدالرحمن بن كمال الدين الأسيوطي الشافعي، صاحب التصنيف التي سارت بها الركبان، وانتفع به الانس والجنان، وقد زادت على خمسمائة وشهرة ذكره تغني عن وصفه۔

[1878] (سعادۃ الدارین فی الصلوۃ علی سیدالکونین اردو ج ۲ ص ۴۷۰ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور)

[1879] (فیض الباری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: آپ نویں صدی کے مجدد تھے۔ آپ سے انس و جن نے فائدہ لیا۔[1880]

امام یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

واختلف العلماء فی الثیاب المعصفرة وھی المصبوغة بعصفر فاباحھا جمھور العلماء من الصحابة و التابعین ومن بعد ھم وبه قال الشافعی وابو حنیفة ومالک لکنه قال غیرھا افضل منھا وفی روایة عنه انه اجاز لبسھا فی البیوت وافنیة الدورد کرھه فی المحافل والاسواق ونحوھا وقال جماعة من العلماء ھو مکروہ کراھة تنزیه وحملوا النھی علی ھذا لانه ثبت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لبس حلة حمراء وفی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصبغ بالصفرة۔

ترجمہ: زرد رنگ سے رنگے ہوئے کپڑوں کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ اور بعد کے لوگوں میں سے اہل علم نے اس کو جائز کہا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا پہننا افضل ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ ان کپڑوں کو گھر میں پہننا جائز ہے اور بازاروں اور مجالس میں اس کو پہننا مکروہ ہے علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور جن احادیث میں ممانعت ہے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں

[1880] (حاشیہ الفوائد البھیة فی تراجم الحنفیة ١٨١۔٩ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا۔[1881]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

النواوی الامام الحافظ الاوحد القدوة شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری الحزامی الحورانی الشافعی صاحب التصانیف النافعة۔

ترجمہ: امام نووی، امام، حافظ، قدوہ، شیخ الاسلام، اولیاء کی نشانی، دین کو زندہ کرنے والے یحییٰ بن شرف مری الحزامی الحورانی الشافعی فائدہ دینے والی تصانیف کے مصنف ہیں۔[1882]

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قال ابن العطار ذکرلی شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی انہ کان لا یضیع له وقتا لا فی لیل ولا فی نھار الا فی اشتغال حتی فی الطریق وانه دام علی ھذا ست سنین ثم اخذ فی التصنیف والافادة وانصیحة وقال الحق۔

قلت مع ما هو عليه من المجاهدة بنفسه والعمل بدقائق الورع والمراقبة وتصفية النفس من الشوائب ومحقها من أغراضها كان حافظ للحديث وفنونه ورجاله وصحيحه وعليله راسا فی معرفة المذھب۔

ترجمہ: ابن عطار کہتے ہیں ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے بجز پڑھنے پڑھانے کے دن اور رات میں کبھی وقت ضائع نہیں کیا حتیکہ راستہ چلتے ہوئے بھی اسی شغل میں مصروف رہتے اور برابر چھ سال تک یہی معمول رہا پھر تعلیم وتصنیف عوام کی بھلائی اور احقاق حق کو اپنے پر لازم کرلیا اور عمر بھر قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔

1881 (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1882 (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۷۰ برقم ۱۱۶۲ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

میں کہتاہوں روح کو معصیت کی آلائشوں اور گناہوں کی آلودگیوں سے پاک رکھنے کے لئے انتہائی تورع، مسلسل جہاد بالنفس اور لگاتار ریاضتوں میں مصروف رہنے کے باوجود آپ نامور حافظ حدیث اس کے جملہ فنون کے عالم فن رجال کے ماہر اور صحیح اور ضعیف کو خوب جاننے والے تھے تحقیق مذاہب میں تو آپ کا جواب نہیں تھا۔[1883]

حبیب الرحمن اعظمی لکھتے ہیں:

امام نووی ساتویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ محدث وفقیہ بلکہ ان فنون کے امام اور نہایت عابد وزاہد بزرگ تھے۔ شیخ صلاح الدین سبکی نے ان کو شیخ الاسلام استاذ المتاخرین کے عنوان سے اور حافظ ذہبی نے امام، حافظ واحد، شیخ الاسلام، علم الاولیاء کے القاب سے یاد کیا ہے دنیا اور لذائذ دنیا سے بالکل کنارہ کش تھے۔[1884]

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

تاج الدین سبکی نے لکھاہے کہ میں ان کے فضل وکمال اور علوشان کی تفصیل میں جانے کے بجائے اپنے والد کے دو شعر لکھدینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان شعروں کا قصہ یہ ہے کہ جب ۷۴۲ھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے ملحق مکانات میں میرے والد کی سکونت تھی اور وہ رات کو ایوان دارالحدیث میں تہجد پڑھنے جایا کرتے تھے تو دارالحدیث کے فرش پر اپنا منہ ملا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

وفی دار الحدیث لطیف معنی — الی بسط لھا اصبو واوی
عسی ادنی امس بحر وجھی — مکانا مسه قدم النواوی

[1883] (تذکرۃ الحفاظ ج۴ص ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

[1884] (مقدمہ شرح اربعین نووی ص ۱۳ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حاصل ان شعروں کا یہ ہے کہ دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفتگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہونچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔[1885]

بشیر احمد نعمانی لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابوزکریا محی الدین النوویؒ المتوفی ۶۷۶ھ جن کی شخصیت صاحب علم کے لئے پوشیدہ نہیں ہے۔ محدثین کرام کی جماعت میں امام نوویؒ کو امتیازی مقام حاصل ہے اور زہد و تقویٰ میں امام المتقین ہیں۔[1886]

محمد صادق خلیل دیوبندی لکھتے ہیں:

ابن العطار کے شاگرد بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام نوویؒ ہمہ وقت تعلیم میں مشغول رہتے رات ہو یا دن بازار ہو یا مدرسہ بہرصورت ان سے استفادہ کرنے والے موجود ہوتے۔ شیخ قطب یونینی رقمطراز ہیں کہ امام نووی علم، ورع، عبادت، کمخوری اور سادہ زندگی گزارنے میں منفرد حیثیت کے مالک تھے حافظ ابن کثیر البدایہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین امام نوویؒ اپنے دور کے بہت بڑے فقہاء میں شمار ہوتے تھے وہ کبھی روزہ نہیں چھوڑتے تھے اوران کے دسترخوان پر کبھی دو کھانے نہیں دیکھے گئے۔

ابو بکر بن ہبتہ اللہ حورانی طبقات الشافعیہ ص۸۷ میں لکھتے ہیں کہ امام نوویؒ عشاء کے بعد ایک بار کھانا تناول فرماتے اور صبح کے وقت ایک بار پانی پیتے۔ انہوں نے نکاح نہیں کیا دوبار حج کے لئے

[1885] (مقدمہ شرح اربعین نووی ص ۱۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

[1886] (ریاض الصالحین اردو ج ۱ ص ۳ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

تشریف لئے گئے علماء کی مجلس میں باوقار شخصیت کے مالک تھے اگرچہ سر پر پگڑی معمولی قسم کی ہوتی تھی لیکن شان میں بہت بڑے تھے۔[1887]

شمس الدین دیوبندی لکھتے ہیں:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (یعنی امام نووی) کو رب ذوالجلال والاکرام نے تین چیزیں یکجا کر کے ودیعت کی تھیں ان میں (۱) علم اور اس پر صحیح عمل، (۲) کامل زہد، (۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ایک اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھے۔[1888]

علامہ شوکانی کی تحقیق

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

و ذهب جمهور العلماء من الصحابة و التابعين و من بعدهم و به قال الشافعي و ابو حنيفة و مالک الى الاباحة كذا قال ابن رسلان فى شرح السنن۔

ترجمہ: جمہور علماء صحابہ تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک زرد رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے اسی طرح امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بھی جائز ہے اور ابن ارسلان نے شرح السنن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواز نقل کیا ہے۔[1889]

الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی

الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی میں ہے:

حديث ابن عمر نهى النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم ان يلبس المحرم ثوباً مصبوغاً بورس او زعفران قال و قدمن التقيد المحرم جواز لبس الثوب المزعفر للحلال

[1887] (ریاض الصالحین اردو ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

[1888] (نزھتہ المتقین ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ مکتبۃ العلم لاہور)

[1889] (نیل الاوطار ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

قال ابن بطال اجاز مالک وجماعة لباس الثوب المزعفر للحلال وقالوا انما وقع النهی عنه للمحرم خاصة۔

ترجمہ: حضور نبی کریم انے محرم کے لئے ورس زعفران سے رنگے ہوئے کپڑوں سے منع فرمایا محرم کی قید سے حلال کے لئے یہ جائز ہونا معلوم ہوتا ہے حلال کے لئے زعفرانی کپڑے جائز ہے نہی محرم کے لئے خاص ہے۔[1890]

★.......★

سرخ رنگ کا عمامہ شریف

سرخ لباس پہننے کے جواز اور عدم جواز میں علماء کا اختلاف

سرخ لباس پہننے کے جواز اور عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حنفی مذہب کے صحیح قول کے مطابق سرخ کپڑے پہننا جائز ہے۔

سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول

امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف السمرقندی متوفی ۵۵۶ھ لکھتے ہیں:

وعن ابی حنیفة لاباس بالصبغ الاحمر والاسود والاصفر۔

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرخ اور سیاہ اور زرد رنگ میں کوئی حرج نہیں۔[1891]

1890 (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج۱۷ ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر)

1891 (الملتقط فی الفتاوی الحنفیة کتاب الآداب ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا باس بالصبغ الاحمر والاسود۔

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرخ اور سیاہ رنگ میں کوئی حرج نہیں۔[1892]

امام محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی لکھتے ہیں:

واما الاحمر ومنہ المعصفر والمزعفر فاجاز مالک والشافعی وابو حنیفۃ۔

ترجمہ: سرخ اور معصفر اور زعفرانی رنگ کو امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جائز فرمایا ہے۔[1893]

سرخ لباس صحابہ و تابعین کی سنت ہے

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

القول الاول الجواز مطلقاً وھو قول عدۃ من الصحابۃ وطائفۃ من التابعین منھم علی بن ابی طالب وابنہ الحسن وطلحۃ وعبداللہ بن جعفر والبراء ومن التابعین سعید بن المسیب والنخعی والشعبی وابی قلابۃ وابی وائل ومن سواھمث۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور متعدد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن

1892 (فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیۃ باب اللبس مایکرہ من ذلک الباب التاسع فی اللبس مایکرہ من ذلک وما لا یکرہ ج ۵ ص ۴۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

1893 (شرح زرقانی علی المواھب ج ۵ ص ۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مسیب، ابراہیم نخعی، امام شعبی، امام ابو قلابہ، امام ابو وائل اور متعدد فقہاء سرخ رنگ کو مطلقاً جائز کہتے ہیں۔[1894]

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز پر باب باندھا ہے:

باب الصلاۃ فی الثوب الاحمر۔[1895]

حدیث نمبر ۱:

حضور ﷺ کو سرخ رنگ کے حلہ یعنی دو چادروں میں لپٹا ہوا دیکھا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو الولید حدثنا شعبۃ عن ابی اسحاق سمع البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مربوعاً وقد رأیتہ فی حلۃ حمراء ما رایت شیئا احسن منہ۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا قد مبارک متوسط تھا میں نے آپ ﷺ کو سرخ رنگ کے حلہ یعنی دو چادروں میں لپٹا ہوا دیکھا میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی چیز کو حسین نہیں دیکھا۔[1896]

1894 (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۷۷۔۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (نیل الاوطار ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

1895 (صحیح البخاری باب الثوب الاحمر ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

1896 (صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثوب الاحمر ج ۵ ص ۲۱۹۸ رقم الحدیث ۵۵۱۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مسلم شریف کتاب الفضائل باب فی صفۃ النبی ا وانہ کان احسن الناس وجھا ج ۴ ص ۱۸۱۸ رقم الحدیث ۲۳۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الرخصۃ ذلک ج ۴ ص ۵۴ رقم الحدیث ۴۰۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الزینۃ باب اتخاذ الجمۃ ج ۸ ص ۱۸۳ رقم الحدیث ۵۲۳۲ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۴۱۲ رقم الحدیث ۹۳۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۶۲ رقم

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابوبکر قال حدثنا شریک عن ابی اسحاق عن البراء قال ما رایت اجمل من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مترجلا فی حلۃ حمراء۔[1897]

امام یحیٰ بن شرف الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ودلیل جواز الاحمر وغیرہ مع الاجماع حدیث البراء رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی حلۃ حمراء رواہ البخاری ومسلم وروی ایضاً مثلہ من روایۃ ابی جحیفۃ۔[1898]

حدیث نمبر ۲:

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا موسیٰ بن اسمعیل حدثنا قیس یعنی ابن الربیع وحدثنا محمد بن سلیمان الانباری حدثنا وکیع عن سفیان جمیعاً عن عون ابن ابی جحیفۃ عن ابیہ قال اتیت النبی ا بمکۃ وھو فی قبۃ حمرآء من ادم فخرج بلال فاذن فکنت اتتبع فمہ ھبنا وھھنا قال ثم خرج رسول اللہ ا وعلیہ حلۃ حمرآء وبرود یمانیۃ قطری۔

الحدیث ۴۱۷۱ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ترجمۃ جابر بن سمرۃ ص ج ۱ ص ۴۵۰ برقم ۱۵۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۴۷۱۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (روضۃ المتقین شرح ریاض الصالحین للنووی ج ۲ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۴ ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۱۷۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نیل الاوطار ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۹۹ رقم الحدیث ۵۰۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ ج ۶ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۹۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (معالم السنن ج ۴ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۱۴۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1897] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۴۷۱۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1898] (المجموع شرح المہذب للنووی ج ۴ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ مکہ مکرمہ کے اندر ایک سرخ خیمے میں جلوہ افروز تھے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور اذان کہی میں دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے اپنا منہ ادھر ادھر کیا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے اوپر سرخ حلہ تھا یمنی چادر کا گویا قطر کی بنی ہوئی ہے۔[1899]

حدیث نمبر ۳:

آپ ﷺ کے اوپر ایک سرخ چادر تھی

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن ھلال بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم بمنی یخطب علی بغلۃ وعلیہ برد احمر وعلی امامہ یعبر عنہ۔

ترجمہ: حضرت ھلال بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو منیٰ کے مقام پر ایک خچر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ کے اوپر ایک سرخ چادر تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے آگے کھڑے ہوئے آپ کے الفاظ (لوگوں تک) پہنچا رہے تھے۔[1900]

1899 (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۵۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی قال ابو عیسی حدیث ابی جحیفۃ حدیث حسن صحیح ج ۱ ص ۳۷۵۔۳۷۶ ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح البخاری باب الثوب الاحمر ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۳۶۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۳۹۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۷ رقم الحدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۵۰۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1900 (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الرخصۃ ذلک ج ۴ ص ۵۴ رقم الحدیث ۴۰۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۳ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۵۷۷۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (غایۃ الاحکام فی احادیث

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن ھلال بن عامر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم بمنی یخطب علی بغلۃ و علیہ برد احمر و علیص امامہ یعبر عنہ۔

ترجمہ: حضرت عامر ص بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ منیٰ میں ایک خچر پر خطبہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ کے اوپر ایک سرخ چادر تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے آگے کھڑے ہوئے آپ ﷺ کے الفاظ آگے پہنچا رہے تھے۔[1901]

شوکانی کہتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔

غیر مقلد شوکانی لکھتے ہیں:

قال فی البدر المنیر و اسنادہ حسن۔

ترجمہ: امام ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ نے البدر المنیر میں فرمایا کہ اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔[1902]

حدیث نمبر ۴:

آپ ﷺ باہر آئے آپ پر دو سرخ چادریں تھیں

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن ابی شیبۃ عن ابی رمثۃ قال حججت فقدمت المدینۃ ولم اکن رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فخرج و علیہ ثوبان بردان احمران۔

الاحکام ج ۳ ص ۹۹ رقم الحدیث ۵۰۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن ج۸ ص ۲۲۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ کراچی)

1901 (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۵۷۷۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1902 (نیل الاوطار ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کیا اور مدینہ آیا میں نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا تھا آپ ﷺ باہر آئے آپ پر دو سرخ چادریں تھیں۔[1903]

حدیث نمبر ۵:

حضور ﷺ کا سرخ رنگ کا جبہ مبارک

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بسوق ذی المجاز فمر وعلیہ جبۃ لہ حمراء۔

ترجمہ: حضرت طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا اور آپ ﷺ پر سرخ جبہ تھا۔[1904]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی مسدد والامام احمد عن الاشعث بن سلیمان عن بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ رای رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی سوق ذی المجاز وعلیہ احمران۔

وروی وکیع بن الجراح عن طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بسوق ذی المجاز وعلیہ جبۃ حمراء۔

[1903] (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۲۔۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1904] (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۴۴ رقم الحدیث ۱۵۵۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۳۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۳۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا اور آپ ﷺ پر سرخ جبہ تھا۔[1905]

حدیث نمبر ۶:

میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سرخ چادریں تھیں

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن سعد عن شیخ من کنانۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعلیہ بردان احمران۔

ترجمہ: شیخ من کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سرخ چادریں تھیں۔[1906]

حدیث نمبر ۷:

حضور ﷺ جمعہ اور عیدین کو سرخ چادر اور سرخ عمامہ پہنتے تھے

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یلبس بردہ الاحمر فی العید والجمعۃ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ ص بیان کرتے ہیں حضور ﷺ جمعہ اور عیدین کو سرخ چادر پہنتے تھے۔[1907]

1905 (سبل الهدیٰ والرشاد ج۷ ص ۳۱۲۔۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1906 (سبل الهدیٰ والرشاد ج۷ ص ۳۱۲۔۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1907 (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۳ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۵۷۷۸ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (نیل الاوطار ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت)، (السیرۃ

حدیث نمبر ۸:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا ھشیم قال انا الحجاج عن ابی جعفر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یلبس بردہ الاحمر یوم الجمعۃ ویعتم یوم العیدین۔

ترجمہ: حضرت ابو جعفر ص بیان کرتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جمعہ اور عیدین کو سرخ چادر اور سرخ عمامہ باندھتے تھے۔[1908]

امام عمر بن علی بن الملقن الانصاری متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یتردی یوم الجمعۃ رواہ البیھقی من روایۃ جابر بلفظ کان لہ برد احمر یلبسہ فی العیدین والجمعۃ وابن خذیمۃ بلفظ کانت لہ جبۃ یلبسھا فی العیدین والجمعۃ۔[1909]

حدیث نمبر ۹:

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

ورواہ الطبرانی عن ابن عباس بلفظ کان یلبس یوم العید بردۃ حمراء قال الھیثمی ورجالہ ثقات۔

النبویۃ لابن عساکر ج ۴ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1908] (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۴۸۱ رقم الحدیث ۵۵۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[1909] (خلاصۃ البدر المنیر ج ۱ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ عید کے روز سرخ رنگ کی چادر پہنتے تھے۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ کہ تمام راوی ثقہ ہیں۔[1910]

علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ

امام الشیخ ابراہیم البیجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقد روی الطبرانی من حدیث ابن عباس انه کان یلبس یوم العید بردۃ حمراء قال الهیثمی ورجاله ثقات فالصحیح جواز لبس الاحمر۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ عید کے روز سرخ رنگ کی چادر پہنتے تھے۔

اس حدیث مبارکہ سے سرخ لباس کا جائز ہونا بلکل صحیح ہے۔[1911]

حدیث نمبر ۱۰:

حضور ﷺ کا سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھانا

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد بن حمید ثنا محمد بن الفضل حدثنا حماد بن سلمة عن حبیب بن الشهید عن الحسن عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم خرج وهو متکئ علی اسامة بن زید علیه ثوب قطری قد توشح به فصلی بهم۔

1910 (فیض القدیر ج ۵ ص مطبو ۲۴۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

1911 (المواهب اللدنیۃ علی الشمائل المحمدیۃ للبیجوری ص ۲۷ فاروقی کتب خانہ ملتان)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹیک لگائے باہر آئے حضور ﷺ پر قطری (سرخ رنگ کا) کپڑا لپٹا ہوا تھا حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی امامت فرمائی۔[1912]

امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

وفی روایۃ ثوب قطری اخرجھما الترمذی فی الشمائل قولہ ثوب قطر ھو ضرب من البرود فیہ حمرۃ لہ اعلام فیہ بعض الخشونۃ وقیل ھی حلل جیاد تحمل من قبل البحرین قال الازھری فی اعراض البحرین قریۃ یقال لھا قطر و احسب الثیاب القطریۃ تنسب الیھا۔

ترجمہ: قطری کپڑا ایک قسم کی نقش دار سرخ چادر تھی جو سخت تھی۔[1913]

حدیث نمبر ۱۱:

میں نے حضور ﷺ سے زیادہ سرخ حلہ کسی پر سجتے ہوئے نہیں دیکھا

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمرآء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر۔

1912 (الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۰ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۵۰۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ للبغوی ج ۶ ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۲۹۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1913 (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۵۰۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو چودھویں رات میں دھاری دار سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں (کبھی) آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاندی کی طرف تو آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے یقیناً زیادہ حسین تھے۔[1914]

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

اخبرنی یحیی بن منصور القاضی ثنا احمد بن سلمۃ ثنا اسحاق انبا المحاربی عن اشعث عن ابی اسحاق عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو احسن فی عینی من القمر۔

ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو چودھویں رات میں دھاری دار سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں (کبھی) آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاندی کی طرف تو آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے یقیناً زیادہ حسین تھے۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔[1915]

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

وعن جابر بن سمرۃ قال رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمرا فکنت انظر الیہ والی القمر فھو کان فی عینی احسن من القمر۔

1914 (الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ مع تحفۃ الاحوذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ا ج ۱۰ ص ۹۰ رقم الحدیث ۱۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1915 (مستدرک قال المحقق قال فی التلخیص صحیح ج ۴ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۷۳۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو چودھویں رات میں دھاری دار سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں (کبھی) آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاندی کی طرف تو آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے یقیناً زیادہ حسین تھے۔[1916]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد قال حدثنا ابو عمیر بن النحاس قال حدثنا ایوب بن سوید عن سفیان الثوری عن محمد بن المنکدر عن جابر قال ما رایت احسن من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی حلۃ حمراء۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ سرخ حلہ کسی پر سجتے ہوئے نہیں دیکھا۔[1917]

حدیث نمبر ۱۲:

حضور ﷺ کے خطبے کے وقت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیص پہنے ہوئے آئے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا زید بن حباب قال حدثنی حسین بن واقد قال حدثنی عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یخطبنا فاقبل الحسن والحسین علیهما قمیصان احمران۔

[1916] (مختصر تاریخ دمشق ج ۱ ص ۱۴۱)

[1917] (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۶۸۰ مطبوعہ دارالحرمین القاھرۃ)، (مسند الطیالسی ص ۹۸ رقم الحدیث ۷۲۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۵ ص ۱۳۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے خطبے کے وقت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیص پہنے ہوئے آئے۔[1918]

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو الفضل الحسن بن یعقوب بن یوسف العدل حدثنا یحیی بن ابی طالب انبا زید بن الحباب انبا الحسین بن واقد حدثنی عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یخطب فاقبل الحسن والحسین علیہما قمیصان احمران فجعلا یعثران ویقومان فنزل فاخذھما فوضعھا بین یدیہ وقال صدق اللہ ورسولہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ رایت ھذین فلم اصبر ثم اخذ فی خطبتہ۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔

ترجمہ: یہ حدیث مبارکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے معیار کے مطابق صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔[1919]

مستدرک للحاکم کے محقق ڈاکٹر محمود مطرجی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قال المحقق وافقہ الذھبی فی التلخیص علی شرط البخاری ومسلم۔[1920]

1918 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۲۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1919 (مستدرک للحاکم کتاب اللباس ج ۵ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۷۵۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1920 (مستدرک للحاکم کتاب اللباس ج ۵ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۷۵۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۱۳:

حضور ﷺ کا سرخ رنگ کا عمامہ مبارک

امام سلیمان بن الاشعث ابو داؤد السجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا احمد بن صالح ثنا ابن وهب حدثنی معاوية بن صالح عن عبد العزیز بن مسلم عن ابی معقل عن انس بن مالک قال رایت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم یتوضا وعلیه عمامة قطرية فادخل یده من تحت العمامة فمسح مقدم راسه ولم ینقض العمامة۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ وضو فرمارہے ہیں اور آپ ﷺ پر قطری عمامہ تھا عمامہ مبارک کے نیچے ہاتھ مبارک داخل کرکے مسح فرمایا اور عمامہ مبارک کو نہیں کھولا۔[1921]

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قوله (عمامة قطرية) هی ثیاب حمر لها اعلام فیها بعض الخشونة۔ منسوبة الی قطر موضع بین عمان و سیف البحر۔

ترجمہ: قطری عمامہ سرخ نقش والا کپڑا جو سخت تھا قطر کی طرف منسوب جو عمان سیف البحر کے درمیان ہے۔[1922]

1921 (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۶ رقم الحدیث ۱۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سبل الهدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1922 (شرح سنن ابی داؤد للعینی ج ۱ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار القرآن و الحدیث ملتان)، (المواهب اللدنية علی الشمائل المحمدية للبیجوری ص ۶۹ فاروقی کتب خانہ ملتان)

امام صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

قطری بکسر القاف وسکون الطاء وقد تخفف ومع التخفیف ھو ضرب من البرد فیه حمرة ولها اعلام فیها بعض الخشونة وفسره بعضهم بانه غلیظ من قطن۔

ترجمہ: قطری ایک قسم کی چادر تھی جس میں سرخ رنگ اور نقش تھے اور روئی کی سخت چادر تھی۔[1923]

استدل به علی التعمیم بالحمرة وهو استدلال صحیح لولا فی الحدیث ضعف۔

ترجمہ: اس حدیث مبارکہ میں سرخ عمامے کی دلیل ہے جو صحیح استدلال ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے۔[1924]

حدیث نمبر ۱۴:

سرخ عمامہ پہننا جبریل علیہ السلام کی سنت ہے

امام الزبیر بن بکار بن عبد اللہ بن مصعب الزبیری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

ثنا محمد ثنا الزبیر حدثنی محمد بن الحسن عن عبدالعزیز بن محمد عن عبیداللہ بن عمر عن سیار ابی الحکم عن عائشة انها قالت رایت جبریل علیه السلام علیه عمامة حمراء سادلها بین کتفیه۔

[1923] (سبل الھدیٰ والرشاد ج۷ ص۳۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1924] (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے سرخ رنگ کا عمامہ باندھا تھا اور اس کا شملہ ان کی پشت پر لٹک رہا تھا۔[1925]

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی قال حدثنا اسماعیل بن بھرام قال حدثنا عبدالعزیز بن محمد الدراوردی عن عبیداللہ بن عمر عن سیار ابی الحکم عن شھر بن حوشب عن عائشۃ قالت رایت جبریل علیہ السلام علیہ عمامۃ حمراء یرخیھا بین کتفیہ۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے سرخ رنگ کا عمامہ باندھا تھا اور اس کا شملہ ان کی پشت پر لٹک رہا تھا۔[1926]

فرشتوں کے سرخ عمامے

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس ولم تقاتل فی یوم سواہ وکانوا یکونون فیما سواہ من الایام عددا ومددا لا یضربون وکانت سیماھم یوم بدر عمائم بیضاء قد ارسلوھا فی ظھورھم ویوم حنین عمائم حمرا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی نشانی بدر کے دن سفید عمامے تھے کہ شملہ پیچھے لٹکاتے تھے اور حنین کے دن سرخ عمامے تھے۔[1927]

1925 (المنتخب من کتاب ازواج النبی قصۃ تزوج عائشۃ رضی اللہ عنہا ص ۳۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۷ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1926 (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۳۸۱ رقم الحدیث ۵۶۲۰ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

1927 (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۲۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی البیہقی عن ابن عباس قال: کان سیماء الملائکۃ یوم بدر عمائم بیض قد ارسلوھا علی ظھورھم ویوم خیبر عمائم حمراً۔

وروی الطبرانی و ابن مردویہ بسند ضعیف عن ابن عباس مرفوعاً فی قولہ تعالیٰ: (مسومین) قال: معلمین و کانت سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم سود ویوم احد عمائم حمر۔[1928]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروی ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ فی قولہ: (مسومین) قال: بالعھن الاحمر۔[1929]

علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

کانت سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم سود ویوم احد عمائم حمر۔

ترجمہ: فرشتوں کی نشانی بدر کے دن سفید عمامے تھے اور احد کے دن سرخ عمامے تھے۔[1930]

مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرخ رنگ کا جھنڈا

امام ابو جعفر محمد بن عمر بن موسیٰ العقیلی متوفی ۳۲۲ھ لکھتے ہیں:

عن یزید بن بلال حدثنی جدی حدثنا الحکم بن مروان حدثنا کیسان ابو عمر عن یزید بن بلال و کان من اصحاب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رایۃ علی حمراء مکتوب فیھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

[1928] (سبل الھدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1929] (سبل الھدی والرشاد ذکر سیماء الملائکۃ یوم بدر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1930] (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۹۵ رقم الحدیث ۸۵۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: یزید بن بلال رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرخ جھنڈا دیکھا جس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔[1931]

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سرخ لباس پہننا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا یحیی قال حدثنا وکیع عن موسی بن دھقان قال رایت ابن عمر جالسا علی سریر عروس علیہ ثیاب حمر۔

ترجمہ: موسیٰ بن دہقان فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سرخ کپڑوں میں دیکھا۔[1932]

حضرت ابراھیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ پر سرخ چادر دیکھی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا یزید بن ھارون عن العوام قال رایت علی ابراھیم التیمی وابراھیم النخعی علی کل واحد منھما ملحفۃ حمراء۔

ترجمہ: عوام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم تیمی اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہما پر سرخ چادر دیکھی۔[1933]

1931 (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۱۳ برقم ۱۵۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (المسند الضعیف للعقیلی ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۲۶۶ مطبوعہ نزار مصطفی الباز المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

1932 (الادب المفرد ج ۱ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)

1933 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۴۷۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام علی بن ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ پر سرخ چادر دیکھی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن عمرو بن عثمان قال رایت علی ابی جعفر ملحفة حمراء۔

ترجمہ: عامر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی بن ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ پر سرخ چادر دیکھی۔[1934]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ پر سرخ چادر دیکھی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن مالک بن مغول قال رایت علی الشعبی ملحفة حمراء۔

ترجمہ: مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ پر سرخ چادر دیکھی۔[1935]

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سرخ چادر دیکھی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن نصر بن اوس قال رایت علی علی بن الحسین ملحفة حمراء۔

1934 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۱۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1935 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: نصر بن اوس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما پر سرخ چادر دیکھی۔[1936]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سفید، سیاہ، سبز، سرخ، زرد عمامہ پہننا سنت ہے ان کے علاوہ ہر قسم کے رنگ کا عمامہ مباح ہے۔ سب سے افضل عمامہ سفید ہے اس کے بعد سیاہ عمامہ اس کے بعد سبز عمامہ اس کے بعد سرخ عمامہ اس کے بعد زرد رنگ کا عمامہ افضل ہے۔

★...★

ساتواں باب

ٹوپی کا ثبوت

ٹوپی پہننا بھی سنت ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ سے ٹوپی پہننا ثابت ہے۔ اور ہر قسم کی ٹوپی جناح کیپ وغیرہ سب پہننا جائز ہے جو ٹوپی کی کسی قسم کو ناجائز کہے تو وہ اس کے ناجائز ہونے پر دلیل پیش کرے اپنے قیاس پیش نہ کرے۔ البتہ اگر کسی جگہ کسی قسم کی ٹوپی غیر مسلموں سے مشابہت رکھتی ہو تو اس جگہ اس خاص قسم کی ٹوپی پہننا ناجائز ہوگا اگرچہ وہ ٹوپی کسی قسم کی بھی ہو۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انہیں میں سے ہو جائے گا۔[1937]

1936 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۲۴۷۲۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1937 (سنن ابو داؤد کتاب اللباس ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال کان علی موسی علیہ السلام یوم کلمہ ربہ کساء صوف و جبۃ صوف و کمہ صوف و سراویل صوف و کانت نعلاہ من جلد حمار میت۔
(و الکمہ القلنسوۃ الصغیرۃ)۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا اس دن انہوں نے ایک اون کی چادر اون کا جبہ اون کی ٹوپی اور اون کی شلوار پہنی ہوئی تھی اور مردہ دراز گوش کی کھال سے بنے جوتے پہنے ہوئے تھے۔[1938]

حضور ﷺ کی ٹوپی مبارک

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یقول الشہداء اربعۃ رجل مومن جید الایمان لقی العدو فصدق اللہ حتی قتل فذالک الذی یرفع الناس الیہ اعینھم یوم القیامۃ ھکذا و رفع راسہ حتی وقعت قلنسوتہ قال فما ادری اقلنسوۃ عمر اراد ام قلنسوۃ النبی....۔

[1938] (سنن الترمذی باب ماجاء فی لبس الصوف ج ۴ ص ۲۲۴ رقم الحدیث ۱۷۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الترغیب و الترھیب قال المنذری رواہ الترمذی و قال حدیث حسن غریب و الحاکم کلاھما عن حمید الاعرج عن عبداللہ بن الحارث عن ابن مسعود و قال الحاکم صحیح علی شرط البخاری ج ۳ ص ۷۸ رقم الحدیث ۳۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا شہداء کی چار اقسام ہیں وہ مومن شخص جس کا ایمان مضبوط ہو وہ دشمن سے مقابلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یہی وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف آنکھ اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سر مبارک اوپر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی راوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں اس سے حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ٹوپی مراد ہے یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔[1939]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ورفع راسه حتى سقطت قلنسوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم او قلنسوة عمر رضى الله تعالىٰ عنه۔

ترجمہ: آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سر انور اتنا اوپر اٹھایا حتیٰ کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ٹوپی مبارک گر گئی یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔[1940]

امام احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

ورفع راسه حتى وقعت قلنسوته قال فلا ادرى قلنسوة عمر ام قلنسوة النبى۔۔۔۔

ترجمہ: آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی راوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں اس سے حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ٹوپی مراد ہے یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔[1941]

1939 (سنن الترمذی باب ماجاء فی لبس الصوف ج ۴ ص ۲۲۴ رقم الحديث ۱۷۳۴ مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)، (الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحديث ۲۱۳۸ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (مسند عبد بن حميد ص ۳۹ رقم الحديث ۲۷ مطبوعه مكتبة السنة القاهرة مصر)، (مسند الطيالسی ص ۱۰ رقم الحديث ۴۵ مطبوعه دار المعرفة بيروت)

1940 (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳ رقم الحديث ۱۵۰ مطبوعه موسسة قرطبة مصر)

1941 (مسند ابی يعلى ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحديث ۲۵۲ مطبوعه دار المامون للتراث دمشق)

حضور ﷺ عمامہ شریف کے بغیر ٹوپی بھی پہنتے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

كان يلبس القلانس تحت العمائم و بغير العمائم ويلبس العمائم بغير قلانس و كان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضرية ويلبس ذوات الآذان في الحرب و كان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي و كان من خلفه ان يسمى سلاحه و دوابه و متاعه۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ عمامے کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہنتے تھے اور آپ یمنی ٹوپی پہنتے تھے اور جنگ میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے بعض اوقات اپنی ٹوپی اتار کر اس کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے تھے۔[1942]

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم يلبس القلانس تحت العمائم و بغير العمائم و يلبس العمائم بغير القلانس و كان يلبس القلانس اليمانية ذوات الآذان في الحرب و كان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه و هو يصلي۔۔۔۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہنتے تھے اور آپ یمنی ٹوپی

[1942] (الجامع الصغير في احاديث البشير النذير حرف الكاف ج ۲ ص ۴۴۰ رقم الحديث ۱۲۸۷ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت) ، (الفتح الكبير في ضم الزيادة الى الجامع الصغير ج ۲ ص ۳۶۵ ـ ۳۶۶ رقم الحديث ۹۵۴۹ مطبوعه دار الفكر بيروت)

پہنتے تھے اور جنگ میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور بعض اوقات اپنی ٹوپی اتار کر اس کو سترہ بنا کر نماز ادا کرتے تھے۔[1943]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر عمامۃ وربما نزع قلنسوتہ من راسہ فجعلھا سترۃ بین یدیہ ثم یصلی الیھا وربما لم تکن العمامۃ فیشد العصابۃ علی راسہ وعلی جبھتہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور بغیر عمامہ کے بھی (ٹوپی پہنتے تھے) کبھی ٹوپی سر سے اتار کر سامنے سترہ کے لئے رکھتے تھے پھر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے کبھی عمامہ نہ ہوتا تو کوئی کپڑا سر مبارک پر لپیٹتے۔[1944]

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

(وکان) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (یلبس القلانس) جمع قلنسوۃ فضلوۃ بفتح العین وسکون النون (تحت العمائم) جمع عمامۃ (و) تارۃ یلبسھا (بغیر عمامۃ) والظاھر انہ کان یفعل ذلک فی بیت واما اذا ظھر للناس فالظاھر انہ کان لا یخرج الا بعمامۃ فوق القلنسوۃ (وربما نزل قلنسوتہ من راسہ فجعلھا سترۃ بین یدیہ ثم یصلی الیھا) الظاھر انہ کان یفعل ذلک عند عدم تیسر ما یتستر بہ او بیاناً للجواز قال العراقی رواہ الطبرانی وابو الشیخ والبیھقی فی الشعب من حدیث ابن عمر کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یلبس قلنسوۃ بیضاء ولابی الشیخ من حدیث ابن عباس کان لرسول اللہ صلی

1943 (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۷ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۱۸۲۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (عون المعبود ج ۱۱ ص ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر)، (شرح سفر السعادۃ ج ۱ ص ۴۳۶ مطبع منشی نولکشور کانپور بھارت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1944 (اتحاف سادۃ المتقین کتاب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ ج ۸ ص ۲۵۴۔۲۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ثلاث قلانس قلنسوۃ بیضاء مضربۃ و قلنسوۃ برد حبرۃ وقلنسوۃ ذات آذان یلبسھا فی السفر وربما وضعھا بین یدیہ اذا صلی واسنادھما ضعیف۔[1945]

نیز علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

قلت و حدیث ابن عباس اخرجہ ایضاً الرویانی و ابن عساکر بلفظ کان یلبس القلانس و کان یلبس القلانس الیمانیۃ وھی البیض المضربۃ ویلبس ذوات الآذان فی الحرب و کان ربما نزع قلنسوتہ فجعلھا سترتہ بین یدیہ وھو یصلی و حدیث ابن عمر الذی اوردہ اولاً تفرد بہ عبداللہ بن خراش وھو ضعیف وقال العراقی فی شرح الترمذی اجود اسناد فی القلانس ما رواہ ابو الشیخ عن عائشۃ کان یلبس القلانس فی السفر ذوات الآذان وفی الحضر المضمرۃ یعنی الشامیۃ۔

(وربما لم تکن العمامۃ فیشد العصابۃ علی راسہ وعلی جبھۃ) قال العراقی رواہ البخاری من حدیث ابن عباس صعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم المنبر قد عصب راسہ بعصابۃ دسماء الحدیث (و کانت لہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم (عمامۃ تسمی السحاب فوھبھا من علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فربماطلع علی فیھا فیقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اتاکم علی فی السحاب) قال العراقی رواہ ابن عدی و ابو الشیخ من حدیث جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ وھو مرسل ضعیف جداً و لابی نعیم فی دلائل النبوۃ من حدیث عمر فی اثناء حدیث عمامتہ السحاب الحدیث اھ۔[1946]

[1945] (اتحاف سادۃ المتقین کتاب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ ج۸ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[1946] (اتحاف سادۃ المتقین کتاب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ ج۸ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضور ﷺ کی شامی ٹوپی

الامام ابی المؤید محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۵۶۶ھ لکھتے ہیں:

روی ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قلنسوۃ شامیة بیضاء۔

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بواسطہ حضرت عطاء ابن ابی رباح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حضور ﷺ کے پاس ایک شامی سفید ٹوپی مبارک تھی۔[1947]

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابراھیم بن داود نا عبداللہ بن محمد بن ابی اسامة الحلبی نا الضحاک بن حجرۃ المنبجی نا عبداللہ بن واقد عن ابی حنیفة عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ قال رأیت علی رأس رسول اللہ قلنسوۃ بیضاء شامیة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے سر مبارک پر سفید شامی ٹوپی دیکھی۔[1948]

1947 (جامع المسانید مجموعة الاحادیث والآثار تضم ۱۵ مسانید الامام الافخم ابی حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی ص ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ مجلس دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ہند)، (سبل الهدی والرشاد ج ۷ ص ۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

1948 (اخلاق النبی وآدابہ ذکر قلنسوتہ ج ۲ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۳۱۳ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

قال خالد بن یزید حدثنا عاصم بن سلیمان عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انه کان یلبس القلانس البیض والمزرورات وذوات الآذن۔[1949]

حضور ﷺ کی ٹوپی مبارک سرِ اقدس پر جمی رہتی تھی

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قلنسوة بیضاء لاطئة یلبسها۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس سفید ٹوپی تھی جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پہنا کرتے تھے جو آپ ﷺ کے سر اقدس پر جمی رہتی تھی۔[1950]

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

وکان صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یلبس القلانس الیمانیة وهی البیض المضربة وکانت قلنسوته صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لاطیة۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یمنی اور لاطیہ ٹوپی پہنتے تھے۔[1951]

1949 (تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام جدید ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1950 (تاریخ دمشق الکبیر ج۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کنز العمال ج۷ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۱۸۲۸۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

1951 (کشف الغمہ عن جمیع الائمۃ کتاب الصلاۃ باب ما یحل ویحرم من اللباس ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفھانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابراهيم بن محمد بن الحسن نا يحيى بن حميد بايذج نا عثمان بن عبدالله القرشي نا بقية عن الاوزاعي عن حريز بن عثمان قال لقيت عبدالله بن بسر فقلت اخبرني قال رأيت رسول الله وله قلنسوة طويلة وقلنسوة لها اذنان وقلنسوة لاطية۔[1952]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سفید ٹوپی مبارک

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفھانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو يعلى نا محمد بن عقبة نا عبدالله بن خراش عن العوام بن حوشب عن ابراهيم التميمي عن ابن عمر قال كان رسول الله يلبس قلنسوة بيضاء۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔[1953]

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو حسن کہا ہے۔[1954]

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

عن عائشة قالت كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم قلنسوة بيضاء۔

[1952] (اخلاق النبی او آدابہ ذکر قلنسوتہ ج ۲ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۳۱۶ مطبوعہ دار المسلم الریاض)
[1953] (اخلاق النبی او آدابہ ذکر قلنسوتہ ج ۲ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۱۲ مطبوعہ دار المسلم الریاض)
[1954] (السراج المنیر ج ۴ ص ۱۱۲)

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کی سفید ٹوپی تھی۔[1955]

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

وعن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انه کان یلبس القلانس البیض المزرورات وذوات الاردان وعن ابن عمر وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یلبس کمة بیضاء۔ وعن عائشة قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قلنسوة بیضاء لاطئه یلبسها۔ وعنها قالت کان رداء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اربعة اذرع وشبراً فی ذراع وشبر۔[1956]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

کان یلبس قلنسوة بیضاء۔

ترجمہ: حضور ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔[1957]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

کان یلبس قلنسوة بیضاء لاطئة۔

ترجمہ: حضور ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے جو آپ ﷺ کے سر مبارک پر جمی رہتی تھی۔[1958]

1955 (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ جز ۴ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

1956 (مختصر تاریخ دمشق ج ۱ ص ۲۲۴)

1957 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۴۰ رقم الحدیث ۱۶۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۹۵۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1958 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۴۰ رقم الحدیث ۱۶۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۹۵۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم التیمی عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کان یلبس قلنسوۃ بیضاء۔

ترجمہ: ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔[1959]

غیر مقلد محمد عبد الرحمن ابن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

قال العزیزی اسنادہ حسن۔

ترجمہ: امام عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔[1960]

غیر مقلد محمد عبد الرحمن ابن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمر قال کان یلبس قلنسوۃ بیضاء۔ قال العزیزی اسنادہ حسن۔[1961]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفھانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابن الباغندی ابن مصفی نا محمد بن خالد عن مفضل بن فضالۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن خالتہ عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کان یلبس من القلانس فی السفر ذوات الآذان وفی الحضر المشمرۃ یعنی الشامیۃ۔

[1959] (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۶۲۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی القلنسوۃ ج ۵ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[1960] (تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1961] (تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (عون المعبود شرح ابی اداؤد ج ۱۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں شامی ٹوپی پہنتے تھے۔[1962]

علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

قال الحافظ العراقی فی شرح الترمذی واجود اسناد فی القلانس ما رواہ ابو الشیخ عن عائشۃ کان یلبس القلانس فی السفر ذوات الآذان وفی الحضر المضمرۃ یعنی الشامیۃ وفیہ ندب العمائم فوق القلانس۔

ترجمہ: حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ اسناد وہ ہے جو ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے کہ حضور ﷺ سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں تپلی کی ہوئی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا مستحب اور مندوب ہے۔[1963]

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفھانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن عمران بن الجنید نا احمد بن عیسی المقانعی وسلیمان بن داود السلال نا بشر بن یحیی المروزی نا سالم بن سالم عن العرزمی عن عطاء عن ابن عباس قال کان لرسول اللہ ثلاث قلانس قلنسوۃ بیضاء مصربۃ وقلنسوۃ برد حبرۃ وقلنسوۃ ذات الآذان یلبسھا فی السفر وربما وضعھا بین یدیہ اذا صلی۔[1964]

[1962] (اخلاق النبی وآدابہ ذکر قلنسوتہ ج ۲ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۳۱۴ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

[1963] (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

[1964] (اخلاق النبی وآدابہ ذکر قلنسوتہ ج ۲ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۳۱۵ مطبوعہ دار المسلم الریاض)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی

امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

وقال لی مسدد حدثنا معتمر قال سمعت ابی قال رایت علی انس برنسا اصفر من خز۔

ترجمہ: سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ریشم اور اون کی بنی ہوئی زرد رنگ کی مخصوص ٹوپی دیکھی۔[1965]

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں:

عبدالرزاق عن الثوری عن الاعمش عن سعید بن عبداللہ بن ضرار قال رایت انس بن مالک اتی الخلاء ثم خرج وعلیه قلنسوة بیضاء مزرورة فمسح علی القلنسوة وعلی جوربین له مرعزا اسودین ثم صلی قال الثوری والقلنسوة بمنزلة العمامة۔

ترجمہ: سعید بن عبد اللہ بن ضرار سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ بیت الخلاء میں داخل ہوئے پھر نکلے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر بٹن لگی ہوئی سفید ٹوپی تھی تو آپ نے اپنی ٹوپی پر مسح کیا۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ٹوپی بمنزلہ عمامہ ہے۔[1966]

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه مسح علی قلنسوة۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ ٹوپی پر مسح کرتے تھے۔[1967]

1965 (صحیح البخاری باب البرانس ج ۲ ص ۸۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1966 (مصنف عبدالرزاق باب المسح علی القلنسوة ج ۱ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۷۴۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

1967 (غایة الاحکام فی احادیث الاحکام ذکر المسح علی العمامة ج ۱ ص ۵۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

عن اشعث عن ابیہ ان ابا موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرج من الخلاء وعلیہ قلنسوۃ فمسح علیھا۔

ترجمہ: حضرت اشعث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت الخلاء سے باہر آئے اور انہوں نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی پھر انہوں نے اس ٹوپی پر مسح کیا۔[1968]

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصری سفید ٹوپی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

عن عبداللہ بن سعید قال رایت علی علی بن الحسین رضی اللہ عنھما قلنسوۃ بیضاء مصریۃ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو سفید مصری ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔[1969]

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھجے والی ٹوپی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا معاویۃ عن ھشام قال رایت علی ابن الزبیر قلنسوۃ لھا رب کان یستظل بھا اذا طاف بالبیت۔

1968 (مصنف ابن ابی شیبیہ ج ۵ ص ۱۷۰ رقم الحدیث ۲۴۸۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1969 (مصنف ابن ابی شیبیہ ج ۵ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۴۸۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

ترجمہ: حضرت ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو ایک چھجے والی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا بسا اوقات وہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے وقت اس کا سایہ کر لیتے تھے۔[1970]

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی

حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت خالد بن ولید ص کی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ ایک دفعہ دوران جہاد وہ ٹوپی گر پڑی وہ اس کو لینے کے لئے تیزی سے دوڑے جبکہ اس معرکے میں بکثرت صحابہ کرامث شہید ہوئے؟ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لم افعلها بسبب القلنسوۃ بل لما تضمنتہ من شعرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لئلا اسلب برکتہا و تقع فی ایدی المشرکین۔

ترجمہ: میں نے صرف ٹوپی کے حاصل کرنے کے لئے اتنی تگ و دو نہیں کی تھی بلکہ اس لئے کہ اس ٹوپی میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور دوسرا یہ کہ یہ کفار و مشرکین کے ہاتھ نہ لگ جائے۔[1971]

امام عبد اللہ محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں:

و قد اتیتک بالقلنسوۃ المبارکۃ التی تنصر بہا علی اعدائک۔

ترجمہ: میں آپ کے پاس مبارک ٹوپی لایا جس کے وسیلے سے دشمن پر مدد طلب کی جاتی ہے۔[1972]

1970 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۴۸۵۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1971 (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

1972 (فتوح الشام جبلۃ یحارب خالداً ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

فسبقتهم الى ناصيته فجعلتها فى هذه قلنسوة فلم اهد قتالاً وهى معى الا رزقت النصر۔

ترجمہ: یعنی میں نے بھی آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کا ایک بال حاصل کر کے اپنی ٹوپی میں محفوظ کر لیا۔[1973]

امام الاولیاء مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی مبارک

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن ابی حیان قال کانت قلنسوة علی لطیفة۔

ترجمہ: ابی حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی باریک تھی۔[1974]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عن یزید بن الحارث بن بلال الفزاری قال رأیت علی علی قلنسوة بیضاء مصریة۔

ترجمہ: یزید بن الحارث بن بلال الفزاری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر مصری سفید ٹوپی دیکھی۔[1975]

امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کی ٹوپی مبارک

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا وکیع عن عبداللہ بن سعید قال رأیت علی علی بن الحسین قلنسوة بیضاء مصریة۔

1973 (مستدرک للحاکم ج۳ ص ۲۹۹)
1974 (طبقات ابن سعد ج۳ ص ۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)
1975 (طبقات ابن سعد ج۳ ص ۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: یزید بن الحارث بن بلال الفزاری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے سر پر مصری سفید ٹوپی دیکھی۔[1976]

امام ابن العربی کا قول ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے

امام محمد بن عبد اللہ بن محمد المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

القلنسوة من لباس الانبیاء و الصالحین۔

ترجمہ: ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے۔[1977]

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

قال ابن العربی القلنسوة من لباس الانبیاء و الصالحین السالکین تصون الراس و تمکن یباع و ھی من السنة۔

ترجمہ: امام ابن العربی بیان کرتے ہیں کہ ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو جماتی ہے جو سنت ہے۔[1978]

امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

و لا باس بلبس القلنسوة اللابطة بالراس و المرتفعة المضربة و غیرھا تحت العمامة و بلا عمامة لان ذلک کله جاء عن المصطفی۔

1976 (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۴۸۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

1977 (عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ج ۷ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

1978 (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

ترجمہ: سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی اور بلند ٹوپی یا اس کے علاوہ کوئی اور ٹوپی عمامہ کے نیچے پہننے یا بغیر عمامہ کے پہننے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ سب حضرت مصطفی ﷺ سے منقول ہے۔[1979]

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

وقد لبسه جماعة من الصحابة منهم ابو بكر الصديق و ابن عباس و التابعين منهم ابن ابی لیلیٰ وغیرہ۔

ترجمہ: تحقیق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت نے ٹوپی پہنی ہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے بھی یہ مخصوص ٹوپی پہنی ہے جن میں حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں۔[1980]

سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول

امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف السمرقندی متوفی ۵۵۶ھ لکھتے ہیں:

عن ابی حنیفة لا باس بلبس قلنسوة الثعالب۔

ترجمہ: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے میں کوئی حرج نہیں۔[1981]

[1979] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل و بهامش شرح الشمائل للمناوی ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

[1980] (ارشاد الساری ج ۸ ص ۴۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[1981] (الملتقط فی الفتاوی الحنفیة کتاب الآداب ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

امام برہان الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام برہان الدین متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

انہ لا باس بلبس القلانیس فقد صح انہ کان لرسول اللہ علیہ السلام قلانیس یلبسھا۔

ترجمہ: ٹوپی پہننے میں کوئی حرج نہیں آپ ﷺ ٹوپی پہنتے تھے۔[1982]

امام فخر الدین اور زین الدین رحمہما اللہ کا قول

امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ اور علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

ولا باس بلبس القلانس لما روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان لہ قلانس یلبسھا وقد صح ذلک فی الذخیرۃ۔[1983]

ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

ولا باس بلبس القلانس وقد صح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یلبسھا کذا فی الوجیز للکردری۔

ترجمہ: ٹوپی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ ٹوپی پہنتے تھے علامہ کردری نے وجیز میں اسی طرح لکھا ہے۔[1984]

1982 (المحیط البرھانی کتاب الاستحسان والکراھیۃ الفصل العاشر فی اللبس مایکرہ من ذلک ومالا یکرہ ج ۶ جز ۱۱ ص ۴۷ مطبوعہ مطبوعہ المکتبۃ الغفاریۃ کانسی روڑ کوئٹہ)

1983 (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مسائل شتیٰ ج ۶ ص ۲۲۸ ۔ ۲۲۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (البحر الرائق ج ۸ ص ۴۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

1984 (فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیۃ باب اللبس مایکرہ من ذلک الباب التاسع فی اللبس مایکرہ من ذلک ومالا یکرہ ج ۵ ص ۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

وآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم گاہ عمامہ بے کلاہ مے پوشد وگاہ باکلاہ کلاہ بے عمامہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کبھی ٹوپی کے ساتھ اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ پہنتے تھے اور کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنتے تھے۔[1985]

ٹوپی پہننے کو مشرکوں کا شعار اور خلاف سنت کہنا بالکل غلط ہے

ان احادیث و آثار صحابہ اور اقوال فقہاء سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا بھی حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے عمامہ شریف کی فضیلت اور درجہ اپنی جگہ پر ہے لیکن ٹوپی پہننے کو مشرکوں کا شعار اور خلاف سنت کہنا بالکل غلط ہے۔ بعض علماء نے ٹوپی پہننے کو خلاف سنت کہا ہے ہمارے نزدیک یہ درست نہیں۔

امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

ولبس القلانس من دون العمائم من ذی المشرکین۔[1986]

اسی طرح ملا علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم یروانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابه وسلم لبس القلنسوة بغیر العمامة فیتعین ان یکون هذا ذی المشرکین۔

1985 (شرح سفر السعادة ص ۴۳۶ مطبوعہ منشی نول الکشور لکھنؤ)

1986 (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج۳ ص ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: یعنی ہر گز مروی نہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو معین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔[1987]

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

هذا كله يدل على فضيلة العمامة مطلقاً نعم مع القلنسوة افضل و لبسها و حدها مخالف للسنة كيف وهي ذى الكفرة و كذا المبتدقه فی بعض البلدان۔

ترجمہ: ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ ٹوپی کے بغیر ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ یہ کافروں اور بعض بلاد میں اہل بدعت کی وضع ہے اور ٹوپی پر رومال اوڑھنا۔[1988]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کا جواب

امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ ملا علی رحمۃ اللہ علیہ (ان کے علاوہ اور علماء نے بھی یہ فرمایا ہے) کا صرف ٹوپی پہننے کو مشرکوں کا شعار اور خلاف سنت کہنا بالکل غلط ہے اولاً تو امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اپنا قول ہے نہ یہ کوئی قرآن کی آیت ہے نہ حدیث نہ کوئی صحابی کا فرمان ہے دوم اگر یہ خلاف سنت ہے تو پھر سنت کس کو کہتے ہیں کیا حضور ﷺ کے فعل مبارک کو سنت نہیں کہتے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ٹوپی پہنتے تھے۔

1987 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح و الفصل الثانی من کتاب اللباس ج ۸ ص ۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

1988 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح و الفصل الثانی من کتاب اللباس ج ۸ ص ۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

دیکھئے امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانسی و الاکسیہ و ایدیھم فیھا رواہ الطبرانی فی الکبیر و جالہ موثقون۔

ترجمہ: کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں سردیوں کے موسم میں حاضر ہوا۔ وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے نماز ادا کر رہے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔ اس کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔[1989]

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ و القلنسوۃ و مداہ فی کمہ۔

ترجمہ: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قوم (یعنی صحابہ کرام ث) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے۔[1990]

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے تابعی اور جلیل القدر امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ٹوپی پہنتے تھے۔ قوم سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قال الحسن کان القوم ای الصحابۃ کما سیاتی بیانہ۔

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

و ضع ابو اسحاق قلنسوۃ فی الصلوۃ و رفعھا۔

1989 (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

1990 (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔[1991]

اب بتائیے کیا یہ سب خلاف سنت کر رہے تھے اور اس کے بعد کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مشرکوں کا شعار ہے۔ اور جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ حدیث ضعیف ہے۔

امام سلیمان بن الاشعث ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا قتيبة بن سعيد الثقفی ثنا محمد بن ربيعة ثنا ابو الحسن العسقلانی عن ابی جعفر بن محمد بن علی بن رکانة عن ابيه ان رکانة صارع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فصرعه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال رکانة وسمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم يقول ثم فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: امام ابو جعفر محمد بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کشتی لڑی نبی کریم ﷺ نے انہیں پچھاڑ دیا۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے۔ (یعنی مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی پر)[1992]

امام محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

قال ابو عيسى هذا حديث حسن غريب واسناده ليس بالقائم ولا نعرف ابا الحسن العسقلانی ولا ابن رکانة۔

1991 (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

1992 (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۵۵ رقم الحدیث ۴۰۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۵ رقم الحدیث ۱۴۱۲ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (طبرانی کبیر ج ۵ ص ۷۱ رقم الحدیث ۴۶۱۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۵۱۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: یعنی اس حدیث کی اسناد قائم نہیں اور ہم ابو الحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں پہچانتے نہیں۔[1993]

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

محمد بن رکانة القرشی اسنادہ مجھول لا یعرف سماع بعضه من بعض۔[1994]

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

لم یصح حدیث ابن رکانة انفرد به ابو الحسن شیخ لا یدری من ھو؟ متنه فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔[1995]

فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نوراللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نوراللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کئی صاحبان تشدد کرتے ہیں کہ نماز میں سر پر ٹوپی اور عمامہ دونوں ہونے ضروری ہیں صرف عمامہ یا صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا سخت ناپسند جانتے ہیں بلکہ بعض تو جھگڑے اور فساد پر اتر آتے ہیں حالانکہ یہ خیال اور استدلال صحیح نہیں۔

اولاً یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف اور کافی کمزور ہے اس کے دو راوی مجہول ہیں ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں و اسنادہ لیس بالقائم و لا نعرف ابا الحسن العسقلانی و لا ابن رکانة یعنی اس حدیث کی اسناد قائم نہیں اور ہم ابو الحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں پہچانتے نہیں۔ وقد قررہ المولی العلی القاری فی شرح الشمائل ص ۱۶۲ جلد اول زرقانی علی

[1993] (سنن الترمذی باب العمائم علی القلانس ج ۴ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۱۷۸۴ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)

[1994] (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۸۲ برقم ۲۲۱ مطبوعه دارالفکر بیروت)

[1995] (میزان الاعتدال فی نقدالرجال ج ۶ ص ۱۴۵ برقم ۷۵۲۸ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

المواهب ص ۱۴ جلد ۵ وزاد ومن ثم قال السخاوی هو واہ یعنی امام سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت کمزور ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال ص ۳۵۲ جلد ۳ میں ابن رکانہ اور ابو الحسن عسقلانی کو غیر معروف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں لا یعرف (ابن رکانة) تفرد عنه ابو الحسن العسقلانی فمن ابو الحسن الخ تقریب التہذیب ص ۵۷۹ میں ہے ابو جعفر (دت) بن محمد بن رکانة مجھول نیز ص ۵۸۲ میں ہے ابو الحسن (دت) العسقلانی مجھول تو ایسی کمزور اسناد والی حدیث سے اکیلی ٹوپی یا عمامے کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا ہاں ٹوپی پر عمامے کا مستحسن ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر ترک استحسان مستلزم کراہت نہیں۔

ثانیاً یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس میں نماز کا ذکر ہے بلکہ مطلقاً لباس سر کا بیان ہے لہٰذا ائمہ حدیث ترمذی ابوداؤد وغیرہما نے اسے عام لباس کے بیان میں ذکر فرمایا ہے تو خارج نماز کے لئے بھی یہ اہتمام ضروری سمجھا جاتا کہ ہر وقت سر پر عمامہ بمع ٹوپی رہے حالانکہ یوں نہیں تو معلوم ہوا کہ مستحسن ہے۔

ثالثاً ٹوپی پر عمامہ کا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق بننا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اور کوئی فرق ہے ہی نہیں بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ہر علامت اسلام ہی فرق ہے تو اگر اکیلی ٹوپی بھی کسی زمانے میں علامت اسلام بن جائے تو وہ بھی فرق بن جائے گی چنانچہ کافی مدت سے قادری ٹوپی اور ترکی ٹوپی علامت اسلام ہیں اور موجودہ دور میں جناح کیپ تو ایسی ٹوپی کا پہننا جبکہ علامت اسلام ہے اور فرق ہے تو اس حدیث کے منشا کے مخالف کیسے ہو سکتا ہے ہاں گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعار کفار ہیں وہ چونکہ علامت کفر ہیں لہٰذا ممنوع ہیں۔

رابعاً فرق و علامت اسلام جو اس حدیث کا اصل مقصود ہیں اس کا ہر وقت ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ ترک مکروہ ہو کلمہ توحید جو بہت بڑا شعار اسلام ہے اس کا ہر وقت پڑھنا اور وہ بھی بلند آواز سے ضروری نہیں تو عمامہ بمع ٹوپی جیسا عمومی شعار ہر وقت قائم رکھنا کیونکر ضروری ہو اور جب ہر وقت ضروری نہیں تو نماز یا ہر نماز میں کیونکر ضروری ہو گا؟

خامساً خود نماز ہی اسلام کی ایسی زبردست علامت ہے کہ نمازی جب نماز پڑھ رہا ہو تو ہر ایک دیکھنے والا اسے مسلمان سمجھتا ہے وذا مما لا یخفی بحکم القرآن والاحادیث الکریمۃ قرآن کریم فرماتا ہے وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الروم ۳۱) اور حدیث میں آیا بین العبد و بین الکفر ترک الصلوۃ تو اگر نمازی کے سر پر ٹوپی و عمامہ بھی ہو تو تب بھی روز روشن کی طرح وہ فرق واضح ہوتا ہے تو اس لحاظ سے نماز کے باہر ٹوپی پر عمامے کا ہونا فرق کرنے کے لئے ہونا چاہئے کہ نماز تو خود ہی فرق ہے حالانکہ یہ نہیں کہتے۔

سادساً وسابعاً ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ عمامہ ٹوپی پر پہننے کو جائز سمجھنا فرق ہے تو صرف یہ جائز سمجھنا ہی کافی ہو گا بالفعل پہننے کی ضرورت نہیں ہو گی یا یہ مراد ہو کہ اس خاص زمانِ اقدس میں فرق ہے۔ اور جب بعد میں اکیلی ٹوپی بھی فرق بن گئی تو وہ بھی کافی ہو گا کما قال مولانا علی القاری فی المرقاۃ ص ۲۳۷ جلد ۲ تحت حدیث: خالفوا الیھود فانھم لا یصلون فی نعالھم نصہ اوالادب فی زماننا عند عدم الیھود و النصاری او عدم اعتیارھما الخلع ثم بسنح لی ان معنی الحدیث خالفوا الیھود فی تجویز الصلوۃ مع النعال و الخفاف فانھم لا یصلون ای لا یجوزون الصلوۃ فیھما و لا یلزم منہ الفعل۔ اور ان وجوہ کی تائید ایک وجہ ثامن سے ہورھی ھے فاستمع بقلب شھید۔

ثامناً جواب دوم میں روز روشن کی طرح واضح کیا گیا ہے کہ محبوب مکرم ﷺ اکیلا عمامہ شریف اور اکیلی ٹوپی شریف پہنا کرتے تھے تو یہ بھی سنت بنی حالانکہ حضور پر نور ﷺ کی کوئی سنت بھی علامت کفر نہیں بن سکتی تو یہ کیسے علامت کفر یا ناجائز بن سکتے ہیں ہاں جو خاص ٹوپی یا کسی خاص شکل کا عمامہ شعار کفار بن جائے تو اس عارضے کے سبب اس کا استعمال ہمارے لئے ناجائز ہو گا جو اسی کے ساتھ خاص ہو گا لہٰذا ائمہ کرام وفقہائے عظام (جو معانی احادیث اچھی طرح سمجھتے ہیں اور آیات واحادیث سے ہی ہمارے مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں) نے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہن کر نماز مکروہ ہے اور نہ ہی یہ فرمایا کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی پہننا ضروری ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر یہ حدیث حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الواقع ثابت ہے تو اس کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں جو وہ صاحبان سمجھتے ہیں **وذلک مما لاریب فیھا اصلاً** بلکہ ہمارے ائمہ ومشائخ عظام تصریح فرماتے ہیں کہ نماز کے لئے کامل درجے کا مستحب لباس یہ ہے کہ مرد قمیص تہبند، عمامہ میں پڑھے جو تین کپڑے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۷ جلد ۱ بدائع الصنائع ص ۲۱۹ جلد ۱ البحر الرائق ص ۲۵ جلد ۲ منیۃ المصلی اور غنیۃ المستملی ص ۳۳۷ فتاویٰ ہندیہ ص ۳۱ جلد ۱ الطحطاوی علی الدر ص ۲۷۰ جلد ۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے **المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ** بدائع الصنائع میں اضافہ فرمایا **کذا ذکرہ الفقیہ ابو جعفر الھندوانی فی غریب الروایۃ عن اصحابنا** اور یہ تاویل کہ عمامہ سے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے محض غلط ہے کہ عمامہ کا معنی عمامہ بمع ٹوپی ہرگز نہیں نیز ٹوپی کے ساتھ کپڑے تین نہیں رہیں گے بلکہ چار بن جائیں گے تو واضح ہوا کہ اکیلے عمامہ کے ساتھ ستر سر کمال استحباب کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے بھی اور وضاحت ہوتی ہے کہ اس حدیث سے متشددین حضرات کا وہ استدلال محض غلط ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جب اکیلا عمامہ

مکروہ نہیں تو اکیلی ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہوسکتی۔ اذ لافارق بینھما فی عدم کون العمامة علی القلنسوة بلکہ ننگے سر کی بہ نسبت افضل و مستحسن ہے کما مر التصریح بہ عن الدرر وغیرھما مگر چونکہ عمامہ میں زینت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے تو وہ کامل مستحب ہوا پھر جب اکیلے عمامہ سے استحباب کامل حاصل ہوجاتا ہے تو اگر عمامہ ٹوپی پر ہو تو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا کہ اس میں زینت مطلوبہ میں کمی ہرگز نہیں ہوتی اور اس حدیث کے ظاہری معنیٰ پر بھی عمل ہوگا نیز یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ کامل مستحب کی نفی سے مطلق مستحب کی نفی نہیں ہوتی اور یہ کہ مستحب کا انتفاء مستلزم کراہت نہیں کہ مکروہ تنزیہی کے لئے بھی دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائیکہ تحریمی شامی ص ۶۱۱ جلد نمبر (۱) میں ہے لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھة اذ لابدلھا من دلیل خاص نیز وہیں ہے لان الکراھة حکم شرعی فلابدلہ من دلیل۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔[1996]

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض: آپ نے جو ٹوپی کے ثبوت پر دلائل پیش کیے ہیں ان میں ٹوپی کا اثبات تو ہے مگر عمامہ کی نفی کا ذکر نہیں اس لئے ان دلائل سے صرف ٹوپی کا اثبات درست نہیں۔

جواب: یہ اعتراض لغو ہے اس لئے ہمارے پیش کردہ دلائل میں صرف ٹوپی کا ثبوت موجود ہے۔

مختصراً چند دلائل دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر عمامة۔

1996 (فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۵۰۶ تا ۵۰۹ ناشر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور)

ترجمہ: حضور ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور بغیر عمامہ کے بھی (ٹوپی پہنتے تھے)۔[1997]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

کان یلبس القلانس تحت العمائم و بغیر العمائم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ عمامے کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے۔[1998]

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا معاویۃ عن ھشام قال رایت علی ابن الزبیر قلنسوۃ لھا رب کان یستظل بھا اذا طاف بالبیت۔

ترجمہ: حضرت ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو ایک چھجے والی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا بسا اوقات وہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے وقت اس کا سایہ کر لیتے تھے۔[1999]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ورفع راسہ حتی سقطت قلنسوۃ رسول اللہ ﷺ او قلنسوۃ عمر ص۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے سر انور اتنا اوپر اٹھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی ٹوپی مبارک گر گئی یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔[2000]

[1997] (اتحاف سادۃ المتقین کتاب آداب المعیشۃ و اخلاق النبوۃ ج ۸ ص ۲۵۴۔۲۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی و الرشاد ج ۷ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[1998] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۴۰ رقم الحدیث ۷۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶۵۔۳۶۶ رقم الحدیث ۹۵۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1999] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۴۸۵۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[2000] (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۵۰ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

وکان یلبسھا ویلبس تحتھا القلنسوۃ وکان یلبس القلنسوۃ بغیر عمامۃ ویلبس العمامۃ بغیر قلنسوۃ۔

ترجمہ: آپ ﷺ اس کو (یعنی عمامہ کو) باندھتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی حضور ﷺ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ بھی زیب تن سر فرماتے تھے۔ [2001]

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانسی والاکسیہ وایدیھم فیھا رواہ الطبرانی فی الکبیر وجالہ موثقون۔

ترجمہ: کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں سردیوں کے موسم میں حاضر ہوا۔ وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے نماز ادا کر رہے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔ اس کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہے۔ [2002]

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ادم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعن الزھری عن سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان رجلاً سالہ ما یلبس المحرم؟ فقال لا یلبس القمیص ولا العمامۃ

2001 (زادالمعاد فصل فی ملابسہ ا ج ا ص ۱۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۷ ص ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

2002 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۲ ص ۱۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوباً مسه الورس او الزعفران فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین ولیقطعهما حتی یکونا تحت الکعبین۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا محرم کیا پہنے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور نہ ٹوپی پہنے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس سے رنگا ہوا ہو پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔[2003]

امام مسلم بن الحجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ما یلبس المحرم من الثیاب فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لا تلبسوا القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس۔۔۔۔[2004]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ٹوپی پہنتے تھے اور ٹوپی پہننے کا رواج عام تھا اس لئے حضور ﷺ نے محرم کے لئے منع فرمایا۔ ان دلائل کے علاوہ اور بہت سے دلائل موجود ہیں اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

2003 (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰۹، ج ۲ ص ۸۶۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ رقم الحدیث ۵۳۰۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

2004 (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳۴ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

آٹھواں باب

عمامہ شریف کا شرعی حکم

عمامہ شریف حضور ﷺ کی سنت متواترہ ہے۔

تاجدار بریلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تاجدار بریلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سر حد ضروریات دین تک پہنچا ہے۔[2005]

نیز لکھتے ہیں:

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا اس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنت متواترہ کا استخفاف کفر ہے۔ وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

لو لم السنة حقا کفر لانه استخفاف۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص سنت کو حق و سچ نہیں جانتا تو اس نے کفر کیا کیونکہ یہ اس کا استخفاف ہے۔[2006]

[2005] (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۶ ص ۲۰۸ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاھور)

[2006] (فتاویٰ البزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلوۃ ج ۴ ص ۲۸ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)، (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۶ ص ۲۰۹۔۲۱۰ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاھور)

محدث کتانی رحمۃ اللہ علیہ

محدث کبیر سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یو خذ من الاحادیث السابقة و اللاحقة ندبها بل و تاکدها اقتداء بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم و لانها من شعار الاسلام و المسلمین و لما فیها من التمییز بیننا و بین الکفار و من التجمل و قد ذکر صاحب محاضرة الاوائل عن بعض شراح الشمائل حدیث تعمموا تزدادوا جمالاً وتزداد تاکداً للصلاة و خصوصاً الجمعة ولحضور المساجد و خصوصاً المساجد الثلاثة ولحضور مجامع الناس و بعدما ذکر الشیخ عبد الرؤف المناوی فی شرح الجامع انه یتاکد ندبها للصلاة قال و لا یعارضه حدیث ائتو المساجد حسرا و معصبین لان القصد به اتیان المساجد للصلاة کیف کان و انه لا عذر فی التخلف عنها بفقد عمامة و ان کان التعمم عند اسکانه وقال ایضاً فی شرح الشمائل ما نصه و العمامة سنة لا سیما للصلاة و لقصد التجمل لاخبار کثیرة فیها و اشتداد ضعیف کثیر منها یجبره کثرة طرقها وزعم وضع اکثرها تساهل قال وتحصل السنة بکونها علی الراس او قلنسوة تحتها و اختصره الباجوری فی شرحها بقوله و العمامة سنة لا سیما للصلاة و لقصد التجمل لاخبار کثیرة فیها و تحصل السنة بکونها علی الراس او علی قلنسوة تحتها و قال العارف باللہ الخفی فی حاشیة الجامع الصغیر لبس العمامة سنة للتمییز بیننا و بین الکفار و تکون بقدر عادة اهل البلد ه وقال الهیتمی فی در الغمامة هی سنة للصلاة و لقصد التجمل و ان اوهم بعض العبادات خلاف ذلک الا ان یحمل علی من فعلها لغیر ذلک فانه یباح و قد یکره و قد یحرم کما یعلم مما یاتی و ذلک للاحادیث الکثیرة فیها و لا یضر ضعفها و ان اشتد فی کثیر منها لان کثرة طرقها یجبره ذلک وقول ابن الجوزی وغیره فی کثیر منها انه موضوع بالنسبة لطریق من تلک الطرق وهذا اولی ممن بالغ فی الرد علی ابن الجوزی وغیره فی ذلک و ان عرف الاول بالتساهل الکثیر فی موضوعاته کما عرف ابو عبد اللہ الحاکم فی مستدرکه بالتساهل الکثیر فی الحکم بالصحة و انه علی شرطهما او شرط احدهما مع کونه اضعف الضعیف وقال فی

تحفة المحتاج بشرح المنهاج ما نصه وتسن العمامة للصلاة و لقصد التجمل للاحاديث الكثيرة فيها و اشتداد ضعف كثير منها يجبره كثرة طرقها و زعم وضع كثير منها تساهل كما هو عادة ابن الجوزی هنا و الحاكم فی التصحيح الا تری الی حديث اعتموا تزدادوا حلماً حيث حكم ابن الجوزی بوضعه و الحاكم بصحته استروا حاً منهما علی عادتهما ويأتی عن ابن العربی انها سنة المسلمين ای طريقتهم وزيهم وهياتهم للمومن وعز للعرب وما كان بهذه الاوصاف ينبغی ان يكون مطلوب اكيد الطلب وقد اخرج ابن عساكر فی تاريخه عن مالک قال لاينبغی ان تترک العمامة ولقد اعتممت ومافی وجهی شعرة وفی المدارک قال ابو مصعب سمعت مالكا يقول انی لا اذكر وما فی وجهی طاقة شعر وما منا احد يدخل المسجد الا معتما اجلالاً لرسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم وفی شرح الشمائل لابن مخلص نقلا عن شرح الموطأ المسمی بالمختار الجامع بين المنتقی والاستذكار قال مالک العمة والاحتباء والانتعال من عمل العرب وكانت العمة قف اول الاسلام ثم لم تزل حتی كان هؤلاء القوم يعنی ولاه بنی هاشم فتر كناها خوفاً من خلافهم لانهم لم يلبسوها ولم ادرک احداً من اهل الفضل الا وهم يعتمون وكنت اری فی حلقة ربيعة وهو شيخ مالک احدا وثلاثين رجلا معتمين وانا منهم وكان ربيعة لايتركها حتی تطلع الثريا وقال ربيعة انی لاجدها تريد فی العقل وفی المدخل فی فضل اللباس ما نصه وقد نقل عن مالک رحمه الله انهم كانوا يعتمون حتی تطلع الثريا ومعنی ذلک ان طلوعها انما يكون فی زمن الحر فيزيلونها عن رؤسهم قال ومن فعل مثل هذا فی هذا الزمان كانه ابتدع بدعة فی الدين حتی لنهم ليردون شهادته ويقعون فی حقه بنسبته انه داخل به لک فی جملة المولهين وانه ليست له مرؤة بسبب ما ارتكت من ذلک فرجع فعل السلف جرحة فی حق من اقتدی بهم واللہ اعلم۔[2007]

[2007] (الدعامة لمعرفة احكام سنة العمامة ذكر حكم الشارع فی لبسها ص ۱۴ تا ۱۷ مطبوعه مكتبة العلم الاسلامی شام الطبعة الاولی ۱۳۴۲ھ)

شیخ الحدیث محمد زکریا دیوبندی

شیخ الحدیث محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں:

عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایاہاں سنت ہے۔(عینی) ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔[2008]

مصنف کا موقف

ہمارے علم اور تحقیق کے مطابق صحیح یہی ہے کہ عمامہ شریف واجب یا سنت موکدہ نہیں۔ ہمارے مطالعہ میں کسی محدث یا مستند فقیہ کا ایسا قول نہیں جنہوں نے عمامہ شریف کو واجب کہا ہو۔ اور بعض علماء جو سنت موکدہ کے قائل ہیں ان کے چند رسائل ہمارے سامنے ہیں انہوں نے بھی عمامہ کے سنت موکدہ ہونے پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔ ایک عبارت علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے سنت موکدہ ثابت نہیں ہو سکتی یہ کوئی دلیل نہیں اور ان کا یہ قول بھی شملہ کے بارے میں ہے اور ان کتابوں میں خیانت کرکے عمامہ کے بارے میں لکھ دیا ہے دیکھئے ان رسالوں میں یہ عبارت اس طرح ہے:

ان العمامۃ سنۃ موکدۃ محفوظۃ لم یتر کھا الصلحاء۔

ترجمہ: عمامہ سنت موکدہ محفوظہ ہے جسے صلحاء نے ترک نہیں کیا۔ (بیجوری)

جب کہ اصل عبارت یہ ہے:

و اشار بذلک الی انہ سنۃ موکدۃ محفوظۃ لم یتر کھا الصلحاء و بالجملۃ فقد جاء فی العذبۃ احادیث کثیرۃ ما بین صحیح و حسن۔

[2008] (عینی) (شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی ص ۸۸ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ترجمہ: یہ (شملہ لٹکانا) سنت موکدہ محفوظہ ہے صلحاء نے اس کو ترک نہیں فرمایا شملے کے بارے میں صحیح اور حسن روایتیں آئی ہیں۔[2009]

اور دوم اگر عمامہ شریف کو سنت موکدہ قرار دیا جائے تو ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے والا گنہگار ہو گا اس لیے کہ تارک سنت موکدہ قرار پائے گا جو درست نہیں اور اس کی نسبت معاذاللہ ثم معاذاللہ حضور ﷺ کی طرف بھی ہو گی اس لیے حضور ﷺ بھی ٹوپی پہنتے تھے جیسے کہ ہمارے فقہاء کرام رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں۔

امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ اور علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

ولا باس بلبس القلانس لما روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کان لہ قلانس یلبسھا و قد صح ذلک فی الذخیرۃ۔

ترجمہ: ٹوپی پہننے میں حرج نہیں آپ ﷺ کی ٹوپیاں تھی۔ اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔[2010]

ان کے علاوہ باقی دلائل آپ پہلے ٹوپی کے ثبوت میں ملاحظہ فرماچکے ہیں اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ بھی اس فتویٰ کی زد میں آئیں گے۔

جیسے کہ اس روایت میں ہے:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانسی و الاکسیہ و ایدیھم فیھا رواہ الطبرانی فی الکبیر و جالہ موثقون۔

[2009] (المواھب اللدنیۃ علی الشمائل المحمدیۃ للبیجوری ص ۱۰۱ فاروقی کتب خانہ ملتان)

[2010] (تبین الحقائق شرح کنز الدقائق مسائل شتیٰ ج ۶ ص ۲۲۸۔ ۲۲۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (البحر الرائق ج ۸ ص ۴۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں سردیوں کے موسم میں حاضر ہوا۔ وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے نماز ادا کر رہے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔ اس کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہے۔[2011]

اب ان الفاظ پر غور فرمائیں یصلون فی البرانسی یعنی وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ٹوپیاں پہنے ہوئے نماز ادا کر رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں اور عمامہ شریف سنت موکدہ نہیں تاہم عمامہ شریف پہن کر نماز پڑھنے کا جو درجہ ہے وہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے میں نہیں۔ اور عمامہ شریف پہن کر نماز پڑھنے کا جو مقام و درجہ ہے وہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اس مسئلہ کے حرف آخر کے لئے ہم محدث ابویوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تحقیقی فتویٰ فیض احمد اویسی مدظلہ العالیٰ کی کتاب "ٹوپی اور نماز" سے پیش کرتے ہیں۔

محدث ابویوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

۵ ذی الحج کے پرچے میں میں نے ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق لکھا تھا کہ عمامہ احسن اور افضل ہے لیکن ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا بغیر کراہت درست ہے اگرچہ ترک اولیٰ ہے اور ترک اولیٰ مستلزم کراہت کو نہیں اس جواب پر میرے مکرم و معظم دوست جناب مولوی قاضی فضل احمد صاحب اور ہسایونی نے ۲۱ محرم مطابق ۱۵ اکتوبر کے الفقیہ میں تعاقب فرمایا ہے آپ نے مجھے ہدایت

[2011] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۲ ص ۱ ۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

فرمائی ہے کہ میں اپنے فتوے میں بغور نظر ثانی کروں اور اس بحث میں قاضی صاحب موصوف اور محدث پیلی بھیتی کے مؤلفات کا مطالعہ کروں پس سنئے حسب ارشاد اپنے فتوے پر نظر ثانی کی اور قاضی صاحب کا رسالہ اور مولانا وصی احمد مرحوم کا رسالہ اور قاضی صاحب کا مضمون مندرجہ اخبار میں پڑھا مجھے کوئی ایسی روایت فقہ کی کسی معتبر کتاب کے حوالے سے نہ ملی جس میں ٹوپی کے ساتھ نماز کو پڑھنا مکروہ ہوتا ہو اگر ایسا ہوتا تو ضرور مکروہات نماز میں کوئی تو لکھتا سنئے کتب فقہ کے ابواب مکروہات نماز کو بغور دیکھا مگر ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کی کراہت کسی معتبر کتاب کے حوالے سے نہ ملی مکرمی جناب قاضی صاحب کی پیش کردہ آیات واحادیث وعبارات فقہاء سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو صرف یہی کہ عمامہ احسن افضل ہے جس کو ہم بھی مانتے ہیں اگرچہ جواب اتنا ہی کافی ہے لیکن ہم مزید توضیع کے لیے ذرا تفصیل کرتے ہیں۔

حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ نے تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب لکھا ہے اور وہ تین کپڑے نہ تہبند، کرتا، دستار بیان کیے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہی تین کپڑے نماز کے مستحب ہونے کے لیے ضروری ہیں یا اس میں تغیر تبدل بھی ہو سکتا ہے، پس بجائے تہبند کے اگر کوئی پاجامہ پہنے یا بجائے کرتے کے کوئی شخص چادر اوپر لے لے یا چوغہ یا کوٹ یا انگرکھی کی پہن لے تو کیا اس کی نماز بسبب ترک ازار یا ترک قمیص جو مستحب کپڑے تھے مکروہ ہوگی؟

خود قاضی صاحب نے منیہ کی عبارت کے ترجمہ میں ازار کی جگہ پاجامہ کی بھی اجازت لکھی ہے اور مولانا وصی احمد مرحوم نے بھی منیہ ص ۳۴۹ کے حاشیہ میں سراویل لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بجائے ازار کے اگر سراویل ہو تو بھی استحباب ادا ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا:

(صلی رجل فی ازار ورداء او وقمیص فی ازار وقباء فی سراویل ورداء فی سراویل وقمیص الحدیث)۔

جس سے معلوم ہوا کہ بجائے ازار اگر پاجامہ ہو اور بجائے قمیص چادر یا قبا تو بھی ہو سکتا ہے۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری کے ص ۲۳۵ ج ۲ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ولم یقصد بذلک العدد الحصر بل الحق بذلک ما یقوم مقامہ۔

یعنی اس عدد میں حضرت عمر ص نے حصر کا قصد نہیں کیا بلکہ جو کپڑا جس کپڑے کے قائم مقام ہوا اس کو اس کے ساتھ ملحق فرمایا۔ مولانا وصی احمد مرحوم شرح منیہ کے ص ۳۴۹ میں تحفہ اور بدائع سے نقل کرتے ہیں اما المستحب فھو ان یصلی فی ثلثۃ اثواب ازار ورداء وعمامۃ پھر آگے فرماتے ہیں وقال محمد ان المستحب للرجل ان یصلی فی ثوبین ازار ورداء یعنی مستحب ہے کہ تین کپڑوں میں تہبند اور چادر پگڑی میں نماز پڑھے کہا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دو کپڑوں میں نماز مستحب ہے چادر اور تہبند میں اس سے بھی معلوم ہوا کہ بجائے قمیص چادر ہو تو یہی مستحب ادا ہو جاتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ یہ جو فقہاء نے تہبند کرتا اور پگڑی کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب لکھا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ضرور یہی کپڑے ہوں بلکہ ان کے قائم مقام اگر دوسرے کپڑے بھی ہوں تو استحباب ادا ہو جاتا ہے ازار ہو یا اس کی جگہ پاجامہ، کرتا ہو یا اس کی جگہ چادر، قبا ہو پس اس طرح پگڑی ہو یا اس کی جگہ ٹوپی ہو یا چادر سے ہر صورت میں نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ نے تمام بدن کو ڈھانک کر ایک کپڑے سے نماز پڑھنا بھی جائز بلا کراہت لکھا ہے۔

چنانچہ بحر الرائق ص ۲۵ جلد ۲ میں ہے:

الخلاصة وغیرھا لاباس ان یصلی الرجل فی ثوب واحد متوشحاًبه جمیع بدنه ویوم کذلک والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لو صلی فی ثوب واحدمتوشحابه جمیع بدنه کاازار المیت تجوز صلاته من غیر کراھة انهتی۔

یعنی ایک کپڑے میں سارا بدن ڈھانک کر نماز پڑھنا اور پڑھانا بغیر کراہت جائز ہے اس عبارت کے متعلق قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ کلمہ ویوم کذلک غالباً بحر الرائق میں بھی نہ ہو میں کہتا ہوں بحر الرائق میرے پاس موجود ہے ص ۲۸ ج ۲ میں یہ عبارت بعینہ دیکھ سکتے ہیں۔

مولانا وصی احمد شرح منیہ کے ص ۳۴۸ میں ابن امیر الحاج کے حوالے سے ازار کے متعلق لکھتے ہیں:

امالو کان طویلا یمکن التوشیح به برو صبلی او صلی فی قمیص واحد جازت صلاته من غیر کراھة کمامر حوابه و دلت علیه السنة انتهی۔

یعنی اگر ازار اتنا لمبا ہو کہ اس سے بدن ڈھانپا جاسکے یا ایک ہی قمیص میں نماز پڑھے تو نماز بلا کراہت جائز ہے جیسے کہ فقہاء نے تصریح کی اور سنت نے اس پر دلالت کی اس طرح عالمگیری ص ۴۵ ج ۱ جواز بلا کراہت کی تصریح ہے اس طرح کبیری شرح منیہ ص ۳۳۷ میں ہے لیکن صاحب کبیری نے قاضی صاحب کی دو باتوں کا جواب یہی دے دیا ہے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک کپڑے میں نماز کی اجازت کپڑا نہ ملنے کی وجہ سے ہے دوسری یہ کہ مستحب کے ترک سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔

صاحب کبیری فرماتے ہیں:

ولو صلی فی ثوب واحد متوسحابه جمیع بدنه کما یفعله القصار فی المقصرة جاز فی المقصرة جاز من غیر کراھة مع تیسر وجود الطائر الذائد ولکن فیه ترک استحباب انتهی۔

یعنی اگر ایک کپڑے میں نماز بدن ڈھانپ کر باوجود میسر ہونے پاک کپڑے زائد کے نماز پڑھ لے تو جائز بلا کراہت ہے لیکن اس میں مستحب کا ترک ہے تو معلوم ہوا کہ ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ ایک کپڑے میں سارا بدن ڈھانپ کر نماز پڑھ لینا ترک مستحب ہے مگر مکروہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم لاچاری کی حالت کا نہیں کیونکہ بوقت میسر ہونے زائد کپڑے کے جواز بلا کراہت ہے۔

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

یستحب ان یصلی الرجل فی ثلثة اثواب قمیص ازار و عمامة۔

ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ آدمی تین کپڑوں میں نماز پڑھے قمیص ازار اور عمامہ۔[2012]

یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ نے تصریح کی ہے کہ اگر پگڑی ایسی باندھی کہ سر کی چوٹی ننگی ہو تو مکروہ ہوگی دیکھو بحر الرائق ص ۲۳ ج ۲ اور عالمگیری ج ۱ ص ۸۵ تو اب دیکھیے پگڑی باندھے ہوئے بھی نماز مکروہ ہوئی۔

اس لیے کہ وسط سر ننگا ہے پس چاہئیے کہ ازروئے تکاسل ننگے سر نماز نہ پڑھے پگڑی سے یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھانک لے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے سر سے نماز پڑھتے ہوئے ٹوپی اتر جائے تو وہ پھر رکھ لے کیونکہ اگر نہ رکھے گا تو سر ننگا رہے گا اور نماز مکروہ ہوگی اور اگر رکھ لے گا تو کراہت سے بچ جائے گا۔

در مختار میں ہے:

ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل۔

[2012] (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر)

یعنی اگر ٹوپی گر جائے تو اس کا پھر سر پر رکھ لینا افضل ہے پس اگر ٹوپی سے نماز پڑھنا مکروہ ہوتا تو فقہاء پھر رکھ لینے کی کیوں اجازت دیتے۔

علاوہ اس کے مولانا وصی احمد مرحوم نے شرح منیہ ص ۳۴۹ میں مستحب لباس کے بیان میں ازار ورداء وعمامۃ اونحوھا فرمایا ہے کہ پھر اسی صفحہ میں **ونحوھا** کی تفسیر **ای القلنسوۃ** کے ساتھ فرمائی ہے تو مولانا کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ ٹوپی مثل عمامہ کے ہے☆۔**فثبت ماقلنا**۔

نیز ثواب مستحبہ کے بیان میں عمامہ سے مراد **کل مایعطی الراس** ہے اور ٹوپی کو بھی شامل ہے جیسے کہ حدیث شریف میں محرم کو عمامہ پہننے کی ممانعت ہے تو اس کی شرح میں ملا علی قاری شرح سنہ کے ص ۱۴ میں لکھتے ہیں:

المراد بھاھنا کل یایغطی۔

یعنی اس جگہ عمامہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سر کو ڈھانک لے۔

فلیکن المراد بھا فیما نحن فیہ کذلک۔

تو اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا پڑھانا جائز بلا کراہت ہے۔

کتب حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بعض اوقات ٹوپی بمنزلہ عمامہ ہے۔

حاشیہ ☆

یہاں پر محدث ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ ٹوپی منزلہ عمامہ ہے۔

اس کا ثبوت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں:

قال الثوری و القلنسوۃ بمنزلۃ یباع۔

ترجمہ: امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ٹوپی بمنزلہ عمامہ ہے۔[2013]

زائد کپڑے موجود ہوتے ہوئے بھی ایک کپڑے میں بدن شریف ڈھانپ کر نماز پڑھی اور پڑھائی اس طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و جابر و خالد ث نے زائد کپڑے ہوتے ہوئے ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور پڑھائی دیکھو شرح سنہ للقاری صفحہ ۸۷۔۸۸ نیز جمہور صحابہ و تابعین و فقہاء محدثین خصوصاً امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ ایک کپڑے سے نماز جائز ہے کما حققہ العینی فی شرح الصحیح للبخاری تو ٹوپی سر پہ ہوتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا کس طرح مکروہ ہو سکتا ہے۔

نیز حالت احرام میں جو بالاتفاق بغیر عمامہ نماز پڑھنے پڑھانے کا حکم ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بغیر عمامہ کے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ اگر مکروہ ہوتی تو حالت احرام میں ننگے سر اس لیے مکروہ نہیں کہ وہاں نیت تذلل و انکساری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2014]

بعض علماء اہل سنت کا موقف

تقریباً جمہور کا مذہب اس مسئلہ میں یہی ہے جو ہم نے بیان کیا تاہم ان کے علاوہ ہمارے بعض مستند علماء اہل سنت کا موقف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ عمامہ شریف پہننا سنت موکدہ ہے ان میں حضرت مولانا قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر طریقت رہبر شریعت پیر سیف الرحمن مبارک مدظلہ العالی اور ان کے مریدین خصوصاً مناظر اہل سنت پیر احمد علی شاہ سیفی مدظلہ العالی کے

[2013] (مصنف عبدالرزاق باب المسح علی القلنسوۃ ج ۱ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۷۴۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

[2014] (ٹوپی اور نماز ص ۱۵ تا ۲۰ مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز کھارادر کراچی)

نزدیک عمامہ شریف پہننا سنت موکدہ ہے اسی طرح محدث و مفتی اعظم صوبہ سرحد حضرت شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ مولوی سخی داد خوستی دیوبندی (رسالہ کا نام دپٹکی شرعی احکام مطبوعہ مکتبہ حقانیہ افغانستان) اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء کے نزدیک عمامہ شریف کا پہننا سنت موکدہ ہے۔

★.......★

نواں باب

عمامہ شریف کے بعض اہم فقہی مسائل

مسئلہ اعتجار کی صحیح تحقیق

(۱) مسئلہ: مسئلہ اعتجار کی صحیح تحقیق

بعض علماء نے یہ مشہور کیا ہے کہ عمامہ کو اس طرح باندھنا کہ ٹوپی کے بالائی حصہ کو کھلا رکھے یہ اعتجار کہلاتا ہے اور اعتجار کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اس لیے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے جتنی بھی اعتجار کی تعریفات کی ہیں ان میں ٹوپی کا ذکر نہیں فقہاء کرام رحمہم اللہ جب اعتجار کی تعریف کرتے ہیں تو رأس کے الفاظ لکھتے ہیں قلنسوۃ کے الفاظ نہیں۔

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں:

الاعتجار لف العمامۃ علی رأس۔[2015]

راس اور قلنسوۃ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس مسئلہ پر مفتی سید شاہ حسین گردیزی نے ایک بہترین تحقیقی رسالہ "احسن الاختیار فی کیفیۃ الاعتجار" تصنیف فرمایا ہے فقیر اسی رسالہ سے چند دلائل پیش کرتا ہے۔

[2015] (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۳۸۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

و تفسیر الاعتجار تکلموا فیه عن محمد رحمه الله تعالی ان المعتجر هو المتنقب بعمامته وهو الذی غطی انفه و ذلک مکروه لانه تشبه بالنساء وقال بعضهم انه یشد حوالی راسه بالمندیل ویترک وسطه مکشوفا کهیئة الاشرار وذلک مکروه لانه تشبه باهل الکتاب وهو مکروه خارج الصلاة ففیها اولی۔

ترجمہ: اعتجار کی تفسیر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معتجر نقاب باندھنے والا جو اپنی ناک چھپائے یہ مکروہ ہے عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ سر کے ارد گرد عمامہ ہو اور کھوپڑی کھلی ہو شریر لوگوں کی طرح یہ اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے اور وہ نماز سے خارج مکروہ ہے تو نماز میں زیادہ مکروہ ہے۔[2016]

استاد محترم محقق العصر فخر اہل سنت مفتی سید شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

تیسری صدی ہجری میں قاضی فخر الدین حسن خان اوزجندی قدس سرہ فقہ حنفیہ کے ایک بڑے روشن دماغ مجتہد فقیہہ گزرے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر توجہ کی اور ایک اجتہادی فیصلہ کیا جسے بعد میں آنے والے فقہاء کرام نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے مزید آگے بڑھایا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

یکره الاعتجار وهو ان یشد راسه بالمندیل ویترک وسط راسه۔

ترجمہ: اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کو رومال سے باندھ لینا اور سر کا درمیانی حصہ کھلا چھوڑ دینا۔

[2016] (فتاوی الولوجیه کتاب الطهارة الفصل الحادی عشر فی الافعال الواجبة بالنذر الخ الفصل ج ۱ ص ۱۳۰ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

حضرت قاضی اوزجندی کے عہد میں اوباش و اشرار لوگوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ رومال سر کے ارد گرد لپیٹ لیتے اور درمیان کے بالوں کو ننگا اور کھلا چھوڑ دیتے تھے حضرت قاضی اوزجندی نے رومال کے اس طرح کے استعمال کو اعتجار قرار دے کر اسے نماز میں مکروہ قرار دیا۔

اسی مسئلہ کو شیخ طاہر بخاری اس طرح لکھتے ہیں:

یکرہ ان یصلی وھو معتجر وھو ان یشد العمامۃ حول راسہ ویدع ھامتہ کما یفعلہ الشطار۔

ترجمہ: اعتجار کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کے ارد گرد عمامہ باندھ لینا اور چوٹی کو کھلا چھوڑ دینا ہے جیسا کہ آوارہ لوگ کرتے ہیں۔[2017]

اس عبارت میں شیخ بخاری نے لکھا ہے کہ اعتجار کی حالت میں نماز کی ادائیگی مکروہ ہے اور اعتجار کی وضاحت میں لکھا ہے کہ سر کے ارد گرد عمامہ باندھ لیں اور درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ دیں اور مزید اس کی وجہ کراہت کی بھی صراحت کردی کہ جیسا اشرار اور آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے لیکن مندیل یعنی رومال کے بجائے عمامہ کا کلمہ استعمال کیا اور اعتجار کو اہل فسق وفساد کا طریقہ قرار دیا یعنی اس صورت استعمال میں خرابی اور برائی اہل فسق وفساد کے اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی اس لئے اسے اعتجار قرار دیا گیا اور عبادت کا تقاضا ہے کہ عاجزی وانکساری اور **الذین انعمت علیھم** کا طریقہ اور وضع وقطع اختیار کی جائے۔[2018]

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ کسی روایت وقول فقیہ میں موجود نہیں کہ اوپر ٹوپی کو بھی ڈھانپا جائے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے متعلق حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت

[2017] (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2018] (احسن الاختیار فی کیفیۃ الاعتجار ص ۶۔۷ مطبوعہ دار العلوم مھریہ گلشن اقبال کراچی)

کیا گیا کہ آپ کس طرح دستار باندھتے تھے تو فرمایا حضور ﷺ سر پر گولائی میں دستار باندھتے دو کندھوں کے درمیان شملہ رکھتے اور دوسرے سرے کو سر کی پچھلی جانب دستار میں اڑستے تھے۔

معلوم ہوا کہ اس طرح عمامہ باندھنا کہ ٹوپی پر عمامہ کے پیچ نہ آئے تو یہ عمامہ سنت کے مطابق ہے اور نہ یہ اعتجار ہے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ ۵۶۰: نماز اعتجار ٹوپی کی عدم میں مکروہ تحریمی ہے یا مطلق اعتجار مکروہ تحریمی ہے۔

الجواب: اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹوپی پہنے رہنے کی حالت میں اعتجار ہو رہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتجار اسی صورت میں ہے کہ عمامہ کے نیچے کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو۔[2019]

فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اعتجار کی تعریف، کیا وسط سر میں ایک پیچ کا آنا ضروری ہے حالانکہ اکثر دیکھا ہے کہ عین سر کے وسط میں سے خالی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے اور ٹوپی نظر آ رہی ہوتی ہے۔(حلقہ کی صورت میں)

احقر شاہ محمد قصوری (چشتی) خطیب شاہ عالمی مارکیٹ لاہور۔

الجواب

اعتجار کی دو تعریفیں کتب فقہ میں ہیں فتاویٰ عالمگیریہ ج ا ص ۵۵ میں ہے:

هو ان يكور عمامة ويترك وسط راسه مكشوفا كذافي التبيين۔

[2019] (فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۳۹۹ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

یعنی درمیان سے سر ننگا چھوڑ دے زیادہ کتابوں میں یہی تعریف ہے مراقی الفلاح ص ۲۱۰ طبع مع الطحطاویہ میں "قیل" کے ساتھ ہے:

ان ینتقب بعمامته فیغطی انفه۔

مگر یہ کہیں کسی تعریف میں نہیں دیکھا کہ وسط میں ایک پیچ اعتجار سے بچنے کے لئے ضروری ہے حالانکہ پیچ کے علاوہ بھی عمامہ سے سر کا درمیانہ حصہ چھپ سکتا ہے اور نہ یہ کہیں دیکھا ہے کہ ٹوپی کا چھپانا بھی ضروری ہے اور وہ بھی عمامہ سے ہی ہو اور نہ یہ کہیں دیکھا کہ ٹوپی سے وسط سر کا چھپانا کافی نہیں۔ و اللہ اعلم

حررہ: الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ [2020]

جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور کا فتویٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الطیف صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

(دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں اعتجار کی مکمل تعریف کیا ہے؟

کیونکہ علماء کرام نے کتابوں میں علیحدہ علیحدہ تعریفیں نقل کی ہیں۔

[2020] (فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۵۸۸۔ ۵۸۹ مطبوعہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ)

(۱) حضرت علامہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی پر فرماتے ہیں۔

اعتجار یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ میں سر پر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔[2021]

(۲) نیز حضرت صدر الشریعہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور زمانہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۱۹۹ (مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی) پر فرماتے ہیں:

مسئلہ ۲۷۰: نماز میں امامت کی حالت میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ ٹوپی پر ایک چھوٹا سا کپڑا الپیٹ لیا جاتا ہے اس کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب: تین پیچ اگر اس کپڑے سے لپیٹے جائیں تو عمامہ کے حکم میں ہے ورنہ کچھ نہیں۔

اس مسئلے کے جواب کے حاشیہ پر نائب مفتی اعظم ہند مولانا شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ صاحب شارح بخاری فرماتے ہیں:

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ ٹوپی کے کنارے کپڑا الپیٹ لیتے ہیں اور پوری ٹوپی کھلی رہتی ہے یہ اعتجار ہے اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

ویکرہ الاعتجار وھو شد الراس بالمندیل او تکویر عمامتہ علی راسہ ترک وسطھا مکشوفا۔

[2021] (بحوالہ درمختار ص ۷۱۰۔ ۷۱۱ جلد ۱ عالمگیری ص ۱۰۶۔ ۱۰۷ جلد ۱)

اس کے تحت طحطاوی میں ہے:

ای نصا العمامته حول الراس و ابداء العمامته فقوله وترک و سطها راجع الی تفسیر الشرح ایضا المراد انه مکشوف عن العمامته لا مکشوف اصلا لانه فعل مالا یفعل و اللہ معانی اعلم۔

(۳) لیکن اسی فتاویٰ امجدی جلد اول ص ۳۹۹ پر راقم فتاویٰ نے اعتجار کی تعریف یوں فرمائی:

مسئلہ ۵۶۰: نماز اعتجار ٹوپی کی عدم میں مکروہ تحریمی ہے یا مطلق اعتجار مکروہ تحریمی ہے۔

الجواب: اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹوپی پہنے رہنے کی حالت میں اعتجار ہو رہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتجار اسی صورت میں ہے کہ عمامہ کے نیچے کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو۔

(۴) حضرت علامہ مفتی نور اللہ صاحب نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ نوریہ جلد سوم ص ۴۲۱ تا ۴۲۲ میں فرماتے ہیں:[2022]

مسئلہ: اعتجار کی تعریف، کیا وسط سر میں ایک پیچ کا آنا ضروری ہے حالانکہ اکثر دیکھا ہے کہ عین سر کے وسط میں سے خالی جگہ چھوڑدی جاتی ہے اور ٹوپی نظر آرہی ہوتی ہے۔ (حلقہ کی صورت میں)

الجواب: اعتجار کی دو تعریفیں کتب فقہ میں ہیں فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۵۵ میں ہے:

ھو ان یکور عمامۃ ویترک وسط راسہ مکشوفا کذافی التبیین۔

یعنی درمیان سے سر ننگا چھوڑدے زیادہ کتابوں میں یہی تعریف ہے مراقی الفلاح ص ۲۱۰ طبع مع الطحطاویہ میں "قیل" کے ساتھ ہے:

ان ینتقب بعمامته فیغطی انفه۔

[2022] (مطبوعہ انجمن حزب الرحمن بصیر پور اوکاڑہ)

مگر یہ کہیں کسی تعریف میں نہیں دیکھا کہ وسط میں ایک پیچ اعتجار سے بچنے کے لئے ضروری ہے حالانکہ پیچ کے علاوہ بھی عمامہ سے سر کا درمیانہ حصہ چھپ سکتا ہے اور نہ یہ کہیں دیکھا ہے کہ ٹوپی کا چھپانا بھی ضروری ہے اور وہ بھی عمامہ سے ہی ہو اور نہ یہ کہیں دیکھا کہ ٹوپی سے وسط سر کا چھپانا کافی نہیں۔ واللہ اعلم

آپ کے جواب کا جلد انتظار رہے گا اور سوالنامہ بھی ساتھ روانہ فرمائیں۔

شکریہ

عبدالکریم قادری

الجواب ھو الموافق للصواب

حضرت مولانا شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا تمام علماء سلف و خلف حضرت مولانا امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہار شریعت اور فتاویٰ امجدیہ میں اعتجار کے بارے میں جو صراحت کی ہے اس میں کسی تاویل اور نظر کی گنجائش نہیں (پگڑی اس طرح باندھنا کہ پیچ میں سر پر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے بہار شریعت کی اس عبارت میں سر پر کہا گیا۔ پیچ میں ٹوپی پر نہیں کہا گیا۔ اس طرح فتاویٰ امجدیہ کی عبارت (اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ٹوپی پہنے رہنے کی حالت میں اعتجار ہوتا ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتجار اس صورت میں ہوتا ہے کہ عمامہ کے نیچے کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو اس عبارت میں کتنی صراحت ہے اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ حضرت مولانا نور اللہ صاحب رحمۃ اللہ ونور مرقدہ کے فتاویٰ نوریہ جلد سوم ص ۴۲۱ کی عبارت (کہ سر کا درمیانی حصہ عمامہ سے کھلا رہے اگر عمامہ کے نیچے ٹوپی ہو تو اعتجار نہیں ٹوپی کے وسط کو عمامہ کے پیچ سے ڈھکنا ضروری نہیں) کتنی صراحت ہے کہ اعتجار سر کے درمیان کو عمامہ سے ننگا رکھنا ہے اگر عمامہ کے نیچے ٹوپی ہو تو اس کا

عمامہ کے بیچ سے درمیان میں ننگا رکھنے میں اعتجار نہیں ہے۔ پھر ان حضرات نے اپنی تائید میں عالمگیری کی عبارت جلد اول ص ۱۰٦ پیش کی:

قوله الاعتجار نهى النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم عنه و هو شد الراس او تكوير عمامته على راسه و ترک وسطه مكشوفا۔

اس عبارت میں بھی سر کے درمیان کو کھلا رکھنا ہے ٹوپی کے درمیان کو کھلا رکھنا مذکور نہیں۔

اسی طرح نور الایضاح و شرح مراقی الفلاح میں ہے:

يكره الاعتجار و هو شد الراس بالمنديل وتكوير عمامته على راسه وترک وسطها مكشوفا۔

خط کشیدہ عبارت میں سر پر عمامہ لپیٹنا اور اس کے وسط کو کھلا رکھنے کو اعتجار کہا گیا۔ ٹوپی کے وسط کا ذکر نہیں۔

طحطاوی کی عبارت بھی علامہ شریف الحق رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید نہیں کرتی جو یہ ہے:

ای لف العمامته بو الراس ابداء العمامته۔

یعنی اعتجار عمامہ کو سر کے گرد لپیٹنا اور کھوپڑی یعنی وسط سر کو کھلا رکھنا یہ اعتجار ہے اس پر نظر ظاہر کی موجودگی میں اس تشریح کی کیا ضرورت ہے۔

لانه كثير من الحفاة الاعراب يلقون المنديل و العمامته حول الراس مكشوفا لهمامته بغير قلنسوة۔

یہاں مکشوف الهامة ہے نہ کہ مکشوف العمامة یعنی عمامہ کو سر کے گرد عمامہ لپیٹنا اور کھوپڑی کو کھلا رکھنا یہ اعتجار ہے صحیح تعریف یہی ہے کہ ننگے سر کے گرد عمامہ لپیٹنا اور درمیان میں کھوپڑی کو ننگا رہنے دینا اگر عمامہ کے نیچے ٹوپی ہو اور وہ درمیان میں سے بغیر عمامہ کے بیچ کے کھلی رہے

تو اعتجار نہیں۔ افغانستان، سرحد، بلوچستان اور سندھ کے علماء، صلحاء اور مشائخ کی اکثریت ٹوپی پر عمامہ اس طرح باندھتے ہیں آج سے نہیں قدیم زمانہ سے ان کا طریقہ یہی ہے لازم آئے گا کہ ان سب کی نمازیں مکروہ تحریمی ہوں ماراہ المسلمون حسنہ محفو عنہ اللہ حسنہ تھو حسر۔ البتہ دیکھا گیا ہے کہ ہندوؤں کی اکثریت پگڑی کو ننگے سر کے گرد اسی طرح لپیٹتے ہیں جس پر اعتجار کی تعریف صادق آتی ہے ممکن ہے عہد رسالت میں یہودیوں نصرانیوں مجوسیوں کا پگڑی باندھنے کا یہی طریقہ ہو جس کی وجہ سے اعتجار کو منع کیا گیافقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مفتی عبد الطیف

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لاہور گیٹ لاہور ۹۲۔۷۔۱۵۔[2023]

ننگے سر نماز پڑھنا

(۲)مسئلہ: ننگے سر نماز پڑھنا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم یامر یستر الراس فی الصلوۃ بالعمامۃ و القلنسوۃ وینھی عن کشف الراس فی الصلوۃ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم ارشاد فرماتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔[2024]

[2023] (عمامہ سنت مصطفی ص ۱۲ تا ۱۶ مطبوعہ کراچی)

[2024] (کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ مصر)

غنیۃ الطالبین

غنیۃ الطالبین میں ہے:

کشف راسہ بین الناس۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے آدمی لوگوں کے درمیان ننگے سر ہو۔[2025]

خلاصۃ الفتاویٰ

الشیخ الاجل والامام الاکمل طاھر بن عبد الرشید البخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومکشوف الرأس وھو یجد العمامۃ ان کان تھاوناً بالصلوۃ مکروہ۔

ترجمہ: نماز کو خفیف جانتے ہوئے عمامہ کی موجودگی میں ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[2026]

فتاویٰ عالمگیری

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وتکرہ الصلوۃ حاسرا رأسہ اذا کان یجد العمامۃ وقد فعل تکاسلا او تھاوناً بالصلوۃ

ترجمہ: نماز کی عدم اہمیت یا سستی سے عمامہ پانے کے باوجود ننگے سر نماز مکروہ ہے۔[2027]

طحطاوی علی الدر المختار

علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

ننگے سر نماز مطلقاً مکروہ ہے اس لئے کہ خشوع تو حقیقتاً دل کا خشوع ہوتا ہے ننگے سر نماز سے نماز کی تعظیم وہیبت کا ترک لازم آتا ہے۔[2028]

2025 (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ مصر)

2026 (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

2027 (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۶ مطبوعہ مصر)

2028 (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

عمامہ شریف پر مسح کرنا

(۳) مسئلہ: صرف عمامہ شریف پر مسح کرنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام مالکص اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز نہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف عمامہ شریف پر مسح جائز ہے۔

حدثنا محمد بن بشار و محمد بن حاتم جميعا عن يحيى القطان قال بن حاتم حدثنا يحيى بن سعيد عن التيمي عن بكر بن عبدالله عن الحسن عن المغيرة ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم توضا فمسح بناصيته و على يباع و على الخفين۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضوء کیا پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔[2029]

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَامۡسَحُوا بِرُءُوسِكُمۡ (المائدة ٦)

اس میں صراحتاً سر کا ذکر ہے تو اس لئے عمامہ پر صرف مسح سر کا مسح نہ ہوا۔ اور سر پر مسح کی دلیل میں کوئی شبہہ نہیں اور عمامہ شریف کے مسح میں شبہہ ہے اس لئے یقینی دلیل کو چھوڑ کر شبہہ والی دلیل کی طرف جانا درست نہیں۔

قال الخطابى فرض الله مسح الرأس و حديث مسح العمامة محتمل للتاويل فلا يترک المتيقن للمحتمل۔

ترجمہ: اللہ نے سر کا مسح فرض کیا اور مسح على العمامه کی حدیث میں احتمال ہے اس لئے یقینی کو احتمال سے ترک نہیں کریں گے۔[2030]

[2029] (صحيح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ رقم الحديث ۲۷۴ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)

[2030] (معالم السنن ج ۱ ص ۱۱۱)

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

محدث کبیر امام بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضوء کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (المائدۃ ٦) اپنے سروں پر مسح کرو اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہو گا اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہو گا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔[2031]

علامہ ابن بطال مالکی کی تحقیق

علامہ علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ومن كان لا يرى المسح عليها علي و ابن عمر و جابر۔

[2031] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ومن التابعين عروۃ والنخعي والشعبی والقاسم وبه قال مالک وابو حنيفة والشافعي واحتجوا بقوله تعالی {وامسحوا برؤوسکم} (النساء۴۳المائدۃ:۶) ومن مسح علی العمامۃلم یمسح براسه۔[2032]

اس مسئلہ کی اور زیادہ تفصیل دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب "فقہ حنفی احادیث و آثار صحابہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

عمامہ شریف کے بل پر سجدہ کرنا

(۴) مسئلہ: عمامہ شریف کے ول پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے لیکن ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی نہیں اس لئے کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے یہ فعل ثابت ہے اور اس کے منع پر کوئی حدیث ہماری نظر سے نہیں گزری۔

حضور ﷺ نے عمامہ کے پیچ پر سجدہ فرمایا

امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن محمویه نا معمر بن سهل ثنا سعيد بن عنبسة عن فائد ابی الورقاء عن عبداللہ بن ابی اوفی قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم سجد علی کور یباع۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے عمامہ کے پیچ پر سجدہ فرمایا۔[2033]

[2032] (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری کتاب الوضوء باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۳ء بتحقیق مصطفیٰ عبد القادر عطا)

[2033] (طبرانی الاوسط ج۷ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۷۱۸۴ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا کثیر بن سلیم قال رأیت انس بن مالک یسجد علی عمامۃ۔

ترجمہ: کثیر بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمامہ (کے ول) پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔[2034]

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا عبداللہ بن محرر قال اخبرنی یزید انہ سمع اباھریرۃ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یسجد علی کور عمامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عمامہ کے پیچ پر سجدہ فرماتے تھے۔[2035]

امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو یعلی الحسین بن محمد الزبیری حدثنا ابو الحسن عبداللہ ابن موسی الحافظ الصوفی البغدادی حدثنا لاحق بن الھیثم حدثنا الحسن بن عیسی الدمشقی حدثنا محمد بن فیروز المصری حدثنا بقیۃ بن الولید حدثنا ابراھیم بن ادھم عن ابیہ ادھم بن منصور العجلی عن سعید بن جبیر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کان یسجد علی کور العمامۃ۔

[2034] (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۶۸۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

[2035] (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۰۰ رقم الحدیث ۱۵۶۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرتے تھے۔[2036]

امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

قال الحسن كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة ومداه في كمه۔

ترجمہ: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قوم (یعنی صحابہ کرام ث) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے۔[2037]

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن الحسن قال لا باس بالسجود على كور على بياع۔

ترجمہ: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ کے پیچ پر سجدہ میں حرج نہیں۔[2038]

یہی امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

عبد الرزاق عن هشام بن حسان عن الحسن قال ادركنا القوم وهم يسجدون على العمائمهم ويسجد احدهم ويديه في قميصه۔

ترجمہ: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین کرام رحمہم اللہ) عمامہ پر سجدہ کرتے تھے اور ہاتھ قمیص میں ہوتے اور سجدہ کرتے تھے۔[2039]

2036 (حلية الاولياء و طبقات الاصفياء ترجمة ابراهيم بن ادهم ج ٨ ص ٥٨ برقم ١١٣٨٠ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الاولى ١٩٩٧ء بتحقيق مصطفى عبد القادر عطا)

2037 (صحيح البخارى ج ١ ص ٥٦ مطبوعه قديمى كتب خانه كراچى)

2038 (مصنف عبد الرزاق ج ١ ص ٣٩٩ رقم الحديث ١٥٦٣ مطبوعه المكتب الاسلامى بيروت)

2039 (مصنف عبد الرزاق ج ١ ص ٤٠٠ رقم الحديث ١٥٦٦ مطبوعه المكتب الاسلامى بيروت)

نیز امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرزاق عن الثوری عن الاعمش عن ابی الصحی ان شریحا کان یسجد علی برنسه۔

وعبدالرحمن بن یزید کان یسجد علی عمامة۔

ترجمہ: ابی صحی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امام شریح رحمۃ اللہ علیہ ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے۔

امام عبد الرحمن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ عمامہ پر سجدہ کرتے تھے۔[2040]

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر غینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

فان سجد علی کور عمامۃ او فاضل ثوبه جاز لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کان یسجد علی کور عمامة۔

ترجمہ: عمامہ کے پیچ یا کپڑے پر سجدہ جائز ہے حضور ﷺ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرتے تھے۔[2041]

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ولو سجد علی کور عمامة ووجد صلابة الارض جاز عندنا وقال الشافعی لایجوز والصحیح قولنا لما روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کان یسجد علی کور عمامة۔

[2040] (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۰۰ رقم الحدیث ۱۵۶۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

[2041] (ھدایہ ج ۱ ص ۱۰۰)

ترجمہ: اور اگر عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اور زمین کی سختی محسوس کی جائز ہے احناف کے نزدیک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عمامہ کے پیچ پر سجدہ فرماتے تھے۔[2042]

اور زمین کی گرمی کے وجہ سے اس پر سجدہ کرنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے لیکن زمین کی گرمی کے وجہ سے اس پر سجدہ کرنے پر ان کے نزدیک بھی مکروہ تنزیہی نہیں۔

الشیخ الاجل والامام الاکمل طاھر بن عبدالرشید البخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ولو سجد علی ذیلہ او کمہ او کور عمامة یتقی بذالک حر الارض او بردھا یجوز عندنا۔

ترجمہ: دامن، آستین یا عمامہ کے پیچ پر سجدہ زمین کی گرمی یا سردی کی وجہ سے ہمارے نزدیک جائز ہے۔[2043]

عمامہ شریف کے کھولنے کا طریقہ

(۵) مسئلہ: عمامہ شریف کے کھولنے کا طریقہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

ومنھم من قال اراد ان یجدد للف لعمامة لاینبغی ان یرفعھا من راسہ دفعة واحدة لکن ھکذا بعمامة ابن عوف وذلک بمنزلة النشر عن الطی فیکون اولی من النشر والالقاء علی الارض دفعةواحدةواللہ اعلم بالصواب۔[2044]

[2042] (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ مصر)

[2043] (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۸۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2044] (شرح السیر الکبیر باب العمائم فی الحرب ج ۱ ص ۷۶ مطبوعہ بمطبعة دائرة المعارف النظامیة بحیدر آباد دکن ھند)

امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق میں اور علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق میں لکھتے ہیں:

ومن اراد ان یحدد اللف للعمامة ینبغی له ان ینقضها کورا فکورا فان ذلک احسن من رفعها علی الراس والقائها فی الارض دفعة واحدة۔ [2045]

امام برہان الدین متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

وان ومن اراد ان یجدد اللف بعمامة ینبغی ان ینقضها کوراً کوراً وان ذلک احسن من رفعها عن راسه والقائها فی الارض دفعة واحدة۔

ترجمہ: جو عمامہ دوبارہ باندھنا چاہے تو ایک ایک پیچ کھول کر باندھے یہ احسن ہے نہ کہ سر سے اٹھا کر پھینک دے۔ [2046]

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

واذا اراد ان یجدد لف العمامة نقضها کما لفها ولا یلقیها علی الارض دفعة واحدة کذا فی خذانة المفتین۔ [2047]

[2045] (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مسائل شتیٰ ج ۶ ص ۲۲۸۔ ۲۲۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (البحر الرائق ج ۸ ص ۴۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2046] (المحیط البرهانی کتاب الاستحسان والکراهیة الفصل العاشر فی اللبس مایکره من ذلک وما لایکره ج ۶ جز ۱۱ ص ۷۴ مطبوعہ مطبوعہ المکتبة الغفاریة کانسی روڑ کوئٹہ)

[2047] (فتاوی عالمگیری کتاب الکراهیة باب اللبس مایکره من ذلک الباب التاسع فی اللبس مایکره من ذلک وما لایکره ج ۵ ص ۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نماز میں اگر عمامہ شریف پیشانی پر آجائے یا گر جائے تو کیا کریں؟

(۶) مسئلہ: نماز میں اگر عمامہ شریف پیشانی پر آجائے یا گر جائے تو کیا کریں؟

نماز کے دوران اگر عمامہ شریف پیشانی پر آجائے اور سجدہ کرنے میں دشواری ہو تو ایک ہاتھ سے عمامہ شریف کو اوپر کریں اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا محمد بن معاویۃ النیسابوری اخبرنا ابن لھیعۃ عن بکر بن سوادۃ عن صالح بن خیوان ان النبی ﷺ کان اذا سجد رفع العمامۃ عن جبھۃ۔

ترجمہ: حضرت صالح بن غیون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے عمامے کو اپنی پیشانی سے اٹھا دیتے تھے۔[2048]

حضور ﷺ سجدہ فرماتے تو پیشانی سے عمامہ اٹھاتے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

کان اذا سجد رفع العمامۃ عن جبھۃ۔

ترجمہ: حضور ﷺ سجدہ فرماتے تو پیشانی سے عمامہ اٹھاتے۔[2049]

الشیخ الاجل والامام الاکمل طاھر بن عبد الرشید البخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ولو لم یمکنہ العمامۃ من ان یسجد فرفعھا بید واحد او سوی العمامۃ بید واحد لا یکرہ۔

ترجمہ: اگر عمامہ میں سجدہ ممکن نہ ہو تو ایک ہاتھ سے عمامہ اٹھائے یا برابر ٹھیک کر دے۔[2050]

[2048] (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[2049] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۱۷ رقم الحدیث ۶۷۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۹۰۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2050] (خلاصۃ الفتاوی مع مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۵۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور اگر عمامہ شریف نماز کے دوران گر جائے تو اس کو ایک ہاتھ سے اٹھائے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

الشیخ الاجل والامام الاکمل طاہر بن عبد الرشید البخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ولورفع العمامة من الراس ووضعها على الارض او رفعها من الارض ووضعها على الراس لاتفسدالصلوة۔

ترجمہ: اگر عمامہ سر سے اٹھایا اور زمین پر رکھا یا زمین سے اٹھایا اور سر پر رکھا نماز فاسد نہ ہو گی۔[2051]

رومال باندھنے سے عمامہ کی سنت ادا نہیں ہوتی

(۷) مسئلہ: رومال باندھنے سے عمامہ کی سنت ادا نہیں ہوتی

مفتی اعظم پاکستان وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مفتی اعظم پاکستان وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الاستفتاء: عام ائمہ کرام بوقت جماعت گز سوا گز بھر کا رومال کبھی ٹوپی پر اور کبھی بغیر ٹوپی کے باندھ لیتے ہیں۔ کیا مذکورہ صورت میں سنت عمامہ پوری ہو جاتی ہے؟

الجواب: رومال باندھنے سے عمامہ کی سنت پوری نہ ہو گی اور نہ ہی عمامہ کا ثواب ملے گا۔[2052]

[2051] (خلاصة الفتاوی مع مجموعة الفتاوی ج ۱ ص ۱۳۰ مطبوعه مکتبه رشیدیه کوئٹه)

[2052] (وقار الفتاویٰ ص ۲۴۹ ناشر بزم وقار الدین کراچی)

میت کو کفن میں عمامہ شریف دینے کا حکم

(۸)مسئلہ: میت کو کفن میں عمامہ شریف دینے کا حکم

میت کو کفن میں عمامہ شریف دینا مستحب ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن میں عمامہ

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

حدثنا سلیمان بن احمد ثنا ابو الزنباع روح بن الفرج ثنا یحیی بن بکیر قال ولی غسله یعنی عمر ابنه عبداللہ بن عمرو کفنه فی خمسة اثواب و صلی علیه صهیب و دفن مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور پانچ کپڑوں میں کفن دیا حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور آپ ﷺ کے قریب دفن کیا۔[2053]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

مسالة یکرہ ان یکفن المیت فی قمیص و عمامة و قال ابو حنیفة یستحب ذلک۔

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مستحب ہے میت کو قمیص اور عمامہ میں کفن دے۔[2054]

[2053] (معرفة الصحابة لابی نعیم الاصبهانی ج ۱ ص ۲۷ برقم ۱۶۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[2054] (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۲ ص ۱۰ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

امام مسعود کاسانی حنفی کا فتویٰ

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

واستحسنه بعض مشائخنا ابن عمر انه كان يعمم الميت ويجعل ذنب العمامة على وجهه بخلاف حال الحياة فانه يرسل ذنب العمامة من قبل القفاء لان ذلك لمعنى الزينة وقد انقطع ذلك بالموت۔

ترجمہ: اور ہمارے بعض مشائخ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی رو سے اسے مستحسن قرار دیا ہے کہ وہ میت کو عمامہ پہناتے اور عمامے کا شملہ اس کے چہرے پر رکھ دیتے بخلاف حالت حیات کے کہ وہ عمامے کا شملہ گدی کی جانب لٹکا دیتے تھے کیونکہ زندگی میں یہ طریقہ حصول زینت کے لئے تھا اور موت کے ساتھ مقصد زینت ختم ہو گیا۔[2055]

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال مالك من شان الميت عندنا ان يعمم۔

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک میت کے لئے پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ اسے عمامہ پہنایا جائے۔[2056]

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

وحمله مالك على انه ليس بمعدود من الكفن بل يحتمل ان يكون الثلاثة الاثواب زيادة على القميص والعمامة۔

2055 (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

2056 (التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل ج ۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ النجاح لیبیا)

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفن میں کپڑے محدود نہیں بلکہ احتمال یہ ہے کہ تین کپڑے قمیص اور عمامہ کے علاوہ ہوں۔[2057]

عمامہ شریف کی سنیت کا انکار اور توہین کرنا کفر ہے

(۹) مسئلہ: عمامہ شریف کی سنیت کا انکار اور توہین کرنا کفر ہے۔

وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

لو لم السنۃ حقا کفر لانہ استخفاف۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص سنت کو حق و سچ نہیں جانتا تو اس نے کفر کیا کیونکہ یہ اس کا استخفاف ہے۔[2058]

مرقات میں ہے:

من ترک السنۃ استخففاً فابہ او لقلۃ مبالاۃ یکفر باالاجماع۔

ترجمہ: جس نے سنت کو استخففا اور قلۃ مبالاۃ کی وجہ سے ترک کیا تو وہ اجماعاً کافر ہو جاتا ہے۔

(مرقات)

الشیخ الاجل والامام الاکمل طاہر بن عبد الرشید البخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

لو قال لآخر اقلم الاظفار فانہ سنۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام فقال الرجل لا افعل ذالک وان کان سنۃ یکفر۔

[2057] (حاشیۃ ابن القیم ج۸ ص ۲۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2058] (فتاویٰ البزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلوۃ ج ۴ ص ۲۸ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)، (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۶ ص ۲۰۹۔ ۲۱۰ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

ترجمہ: اگر کسی شخص کو کہا گیا کہ ناخن کاٹ لو کیونکہ یہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سنت ہے تو وہ آدمی کہے کہ میں ناخن نہیں کاٹتا اگرچہ سنت نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہو تو کافر ہو جاتا ہے۔(کیونکہ اس نے استخفاف سنت کیا)۔[2059]

نیز الشیخ الاجل والامام الاکمل طاہر بن عبد الرشید البخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وفی مجموع النوازل رجل قال چه بکار آید سبلت پست یکفر لانه استخف بالسنة۔

ترجمہ: فتاویٰ النوازل میں ہے کہ اگر ایک آدمی نے کہا کہ مونچھیں کتروانے کی کیا ضرورت ہے؟ تو کافر ہو جاتا ہے۔(کیونکہ اس نے استخفاف سنت کیا)[2060]

احرام کی حالت میں عمامہ شریف پہننا جائز نہیں

(۱۰)مسئلہ: احرام کے حالت میں عمامہ شریف پہنا جائز نہیں

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ادم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابهٖ وسلم وعن الزهری عن سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابهٖ وسلم ان رجلاً ساله ما یلبس المحرم؟ فقال لا یلبس القمیص ولا العمامة ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوباً مسه الورس او الزعفران فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین ولیقطعهما حتی یکونا تحت الکعبین۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے سوال کیا محرم کیا پہنے؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور نہ ٹوپی پہنے اور نہ ایسا

[2059] (خلاصۃ الفتاوی مع مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
[2060] (خلاصۃ الفتاوی مع مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس سے رنگا ہوا ہو پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔[2061]

عورتوں کو عمامہ باندھنا جائز ہے

(۱۱) مسئلہ: عورتوں کو عمامہ باندھنا جائز ہے

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا زهير بن حرب اخبرنا عبد الرحمن و اخبرنا مسدد اخبرنا يحيى عن سفيان عن حبيب ابن ابى ثابت عن وهب مولى ابى احمد عن ام سلمة ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ وسلم دخل عليها وهى تختمر فقال لية لا ليتين قال ابو داؤد و معنى قوله لية لا ليتين يقول لا تعتم مثل الرجل لا تكرره طاقاً او طاقين۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں فرمایا کہ ایک ہی پیچ رکھو دو پیچ نہ بناؤ۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیۃ لا لیتین فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ایسے نہ لپیٹیں جیسے مرد عمامہ لپیٹتے ہیں یعنی لپیٹنے میں مزید تکرار نہ کی جائے۔[2062]

[2061] (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰۹، ج ۲ ص ۸۶۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳۴ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ رقم الحدیث ۵۳۰۸ مطبوعہ موسسة قرطبة مصر)

[2062] (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب کیف الاختمار ج ۴ ص ۶۴ رقم الحدیث ۴۱۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ۱۲ ص ۴۰۶ رقم الحدیث ۶۹۷۱ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

یشبہ ان یکون انما کرہ لھا ان تلوی الخمار علی راسھا لیتین لئلا تکون اذا تعصیت بخمارھا صارت کالمتعمم من الرجال یلوی اطراف العمامۃ علی راسہ۔ [2063]

غیر مقلدوں کا امام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ھذہ العمائم التی تلبسھا النساء حرام بلاریب ففی الصحیح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صنفان من اھل النار من امتی لم ارھما بعد نساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات علی رؤوسھن مثل اسنمہ البخت لایدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا ورجال معھم سیاط مثل اذناب البقر یضربون بھا عباد اللہ وایضا فقد صح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انہ قال لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء وفی لفظ لعن اللہ المتخثین من الرجال والمترجلات من النساء وفی سنن ابو داؤد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رای ام سلمۃ تعتصب فقال یا ام سلمۃ لیۃ لا لیتان و کان من لباس الرجال مثل العمامۃ والخف والقباء الذی للرجال والثیاب التی تبدی مقاطع خلقھا والثوب الرقیق الذی لا یستر البشرۃ وغیر ذلک فان المراۃ تنھی عنہ وعلی ولیھا کابیھا وزوجھا ان ینھاھا عن ذلک واللہ اعلم۔ [2064]

حضور ﷺ نے مردوں کے مشابہ بننے والی عورتوں پر لعنت کی ہے

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم المتشبھات بالرجال من النساء والمتشبھین بالنساء من الرجال۔

قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح۔

2063 (معالم السنن ج ۴ ص ۳۶۳)

2064 (مجموع الفتاویٰ ج ۲۲ ص ۸۲۔۸۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مردوں کے مشابہ بننے والی عورتوں اور عورتوں کے مشابہ بننے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[2065]

عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیئے

(۱۲) مسئلہ: عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیئے

امام عبداللہ محمد بن محمد المعروف بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فعلیک ان تتسرول قاعداً وتتعمم قائماً۔

ترجمہ: پس چاہیئے کہ آپ شلوار بیٹھ کر اور عمامہ کھڑے ہو کر باندھے۔[2066]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ شیخ برہان الدین الباجی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال فی کتابه قلائد العقیان فیما یورث الفقر والنسیان مانصه ان التعمم قاعداً والتسرول قائماً یورثان الفقر والنسیان۔

ترجمہ: کہ قلائد العقیان میں ہے فقر اور نسیان کی وجہ بیٹھ کر عمامہ باندھنا اور کھڑے ہو کر شلوار پہننا ہے۔[2067]

قال صاحب المدخل وعلیک ان تتسرول قاعداً وتتعمم قائماً۔

[2065] (سنن الترمذی ج ۵ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۲۷۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

[2066] (المدخل لابن الحاج ج ۱ ص ۱۴۳)

[2067] (سبل الهدی والرشاد ج ۷ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: صاحب مدخل نے فرمایا کہ تو بیٹھ کر شلوار پہننے اور کھڑے ہو کر عمامہ شریف باندھنے کو لازم کر لے۔[2068]

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ روایت کرتے ہیں:

و دستار را نشستہ نہ بندد و ازار را استادہ نپوشد چنانچہ در خبر ست۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم من تعمم قاعداً او تسرول قائماً ابتلاہ اللہ تعالیٰ ببلاء لا دواء لہ۔

عمامہ بیٹھ کر نہ باندھے اور ازار کھڑے ہو کر نہ پہنے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہو کر سراویل (یعنی پاجامہ یا شلوار) پہنی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلاء فرمائے گا جس کی کوئی دواء نہیں۔[2069]

لیکن یہ کوئی واجب نہیں اور نہ کوئی گناہ کی بات ہے بلکہ ایک مستحب ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس مبارک سنت (یعنی عمامہ شریف پہننے) کو اپنائے اور جب بھی عمامہ شریف باندھے تو کھڑے ہو کر باندھے اور جب شلوار پہنے تو بیٹھ کر پہنے۔

[2068] (مرقاۃ ج۸ ص ۲۵۰)

[2069] (کشف الالتباس فی استحباب اللباس فارسی اردو ص ۱۶ مطبوعہ دار احیاء العلوم کراچی)

ضمیمہ

امام صالحی امام طبرانی اور ضیاء مقدسی سے نقل کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف روانہ فرمایا تو ان کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ پیچھے لٹکایا۔[2070]

امام حافظ ابو عمار مروزی رحمۃ اللہ علیہ کا سبز عمامہ

صحاح ستہ کے راوی امام حافظ حجہ ابو عمار الخزاعی مروزی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں امام یوسف بن زکی عبد الرحمن مزیٔ متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

وقال ابوبکر بن خزیمۃ رایت اباحمار الحسین بن حریث المروزی فی المنام بعد وفاتہ کانہ علی منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم و کان علیہ ثیابا بیضا و فی راسہ عمامۃ خضراء۔

ترجمہ: امام الائمہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں امام ابو عمار حسین بن حریث مروزی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد سفید کپڑوں میں اور سر پر سبز عمامہ باندھے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی منبر انور پر دیکھا۔[2071]

نیز اسی طرح اس کو امام احمد بن علی ابو بکر الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے "تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶ برقم ۴۰۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت" میں امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان

[2070] (سبل الہدیٰ ج ۷ ص ۲۷۹)

[2071] (تہذیب الکمالج ص ٦ ص ۳٦۱ برقم ۱۳۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۸۰ء بتحقیق بشار عواد معروف)

ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے "سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۰۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۴ء بتحقیق شعیب الارنؤوط" میں نقل کیا ہے۔

غیر مقلدوں کے امام محمد ناصر الدین البانی اپنی "سلسلۃ الصحیحۃ" میں پھر اس کے شارح ابو میمون محمد محفوظ اعوان وہابی لکھتا ہے:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سبز رنگ پسند تھا

(۲۰۰۸) عن انس قال کان احب الالوان الی رسول اللہ ﷺ الخضرۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا۔[2072]

شرح: سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے باپ کے ساتھ چلا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو سبز رنگ کی چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔[2073]

یہ رنگ آنکھوں کے لیے بہت مفید ہوتا ہے اور دیکھنے والوں کو بھی بڑا خوبصورت لگتا ہے۔ جنتی لوگوں کا لباس بھی سبز ہو گا۔[2074]

[2072] (الصحیحۃ: ۲۰۵۴، تخریج اخرجہ البزار فی مسندہ ص ۱۷۱۔ زوائدہ والبیہقی فی الشعب ۲/۲۴۸/۱، والبزار والطبرانی فی الاوسط)

[2073] (ابوداؤد: ۴۰۶۵، ترمذی: ۲۸۱۲، نسائی: ۱۵۷۲)

[2074] (سلسلۃ احادیث صحیحہ (اردو) کتاب اللباس والزینۃ واللھو والصور ج ۳ ص ۴۰۵ مطبوعہ انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور)

دیوبندیوں کے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا سبز عمامہ

دیوبندیوں کے مستند رائٹر جانباز مرزا اپنی کتاب "حیات امیر شریعت" میں لکھتے ہیں:

لباس: اوائل جوانی میں جب آپ بہار سے پنجاب آئے تو تنگ موری کی بہاری طرز کی شرعی شلوار گھٹنوں تک گول آستین کا لمبا کرتہ سبز رنگ کی پگڑی اور پاؤں میں سرخ بہاری قسم کی جوتی پہن رکھی تھی۔[2075]

مستند دیوبندی عالم سخی داد خوستی کا فتویٰ سبز عمامہ پہننا مستحب ہے

پشتو زبان میں لکھی ہوئی جامعہ فاروقیہ کے فاضل سخی داد خوستی دیوبندی کی یہ کتاب "دپٹکی شرعی احکام مکمل و مدلل بیان" دیوبندی مذہب کی مستند کتاب ہے اس کتاب پر دیوبندیوں کے شیخ الحدیث سلیم اللہ خان کی تقریظ ہے ان کے علاوہ دیوبندیوں کے مفتی اعظم مفتی نظام الدین شامزئی اور قاضی حمید اللہ مہتمم انوار العلوم و مظاھر العلوم گوجرانوالہ کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔ ان تینوں نے اس کتاب کی بڑی تعریف فرمائی ہیں۔

فاضل جامعہ فاروقیہ سخی داد خوستی دیوبندی لکھتے ہیں:

(صفحہ ۴۸-۴۹ پر دیوبندی عالم عبد الصمد صارم ترجمان الاسلام لاہور ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ کے حوالے سے جواز نقل کیا ہے کہ سبز عمامے کا حکم باقی عماموں کے مثل ہیں) اور ص ۵۳ پر لکھتے ہیں:

دپٹکی تور اور سپین او شین رنگ خو مستحب دے۔

ترجمہ: یعنی عمامے شریف کا سیاہ، سفید اور سبز رنگ تو مستحب ہے۔[2076]

[2075] (حیات امیر شریعت ص ۲۶۹ مطبوعہ مکتبہ احرار لاهور اشاعت مئی ۲۰۰۶ء)

[2076] (دپٹکی شرعی احکام مکمل و مدلل بیان ص ۵۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ننگرهار پلازہ منزل بالمقابل بزازی مسجد جلال آباد افغانستان)

سبز عمامہ کا جواز اور دیوبندی کذاب

مناظر اہل سنت محمد کاشف اقبال مدنی مدظلہ العالی اپنے مضمون "سبز عمامہ کا جواز اور دیوبندی کذاب" مجلہ سہ ماہی کلمہ حق میں لکھتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے سبز عمامہ باندھنے پر دیوبندی اکابر سے تائید

دیوبندی محقق وشارح ترمذی محمد سعید پالن پوری کے افادات پر مرتب کتاب تحفۃ الالمعی شرح سنن ترمذی میں مرقوم ہے کہ:

پگڑی کسی بھی رنگ کی باندھنا جائز ہے نبی ﷺ نے سیاہ پگڑی بھی باندھی ہے ہری (سبز) بھی اور سفید بھی، پس لال پگڑی تو مناسب نہیں باقی جس رنگ کی چاہے باندھ سکتا ہے۔[2077]

دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام جسٹس مفتی تقی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے سفید عمامہ پہننا بھی ثابت ہے اور سیاہ عمامہ پہننا بھی ثابت ہے اور بعض روایات میں سبز عمامہ پہننا بھی ثابت ہے۔[2078]

اصلاحی خطبات کے جدید ایڈیشن میں سبز عمامہ کے اثبات کی عبارت کو دیوبندیوں نے نکال کر تحریف وبددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔

[2077] (تحفۃ الالمعی شرح سنن ترمذی ج۵ ص ۷۰ طبع کراچی)

[2078] (اصلاحی خطبات ج۵ ص ۳۰۷ طبع کراچی)

ہوشیار اے سنی مسلمان ہوشیار

دیوبندی مبلغ طارق جمیل کہتے ہیں کہ:

آپ (ﷺ) کا رنگ سفید تھا جس میں سرخی ملی ہوئی تھی پگڑی کون سی باندھتے تھے؟ سفید، سیاہ اور سبز تینوں پگڑیاں باندھتے تھے۔[2079]

سبز عمامہ کے مخالفین کے اکابرین سے سبز کا ثبوت

دیوبندی اکابر کے پیرو مرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کے حصول کا طریقہ یوں بیان کیا ہے کہ:

عشاء کی نماز کے بعد پوری پاکی سے نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے اور خدا کی درگاہ میں جمال مبارک آنحضرت ﷺ کی زیارت حاصل ہونے کی دعا کرے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کرکے آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی داہنے اور الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلوۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور متواتر جس قدر ہوسکے درود شریف پڑھے... انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔[2080]

[2079] (خطبات جمیل ج ۲ ص ۱۰۳ طبع گوجرانوالہ)

[2080] (ضیاء القلوب مشمولہ کلیات امدادیہ ص ۱۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

مدرسہ دیوبند میں سبز عمامہ سے دستار بندی

دیوبندی ترجمان ماہنامہ الرشید کے دارالعلوم نمبر میں مرقوم ہے کہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء سے انتظامیہ نے دستار بندی اور عطائے سند کا سلسلہ شروع کر دیا دارالعلوم کے سرپرست اعلیٰ فارغ التحصیل طلبہ کے سر پر اپنے ہاتھ سے سبز دستار باندھتے اور سند عطا فرماتے۔[2081]

انور شاہ کشمیری کا سبز عمامہ

دیوبندیوں کے محدث العصر انور شاہ کشمیری کے متعلق ان کی سوانح میں مرقوم ہے کہ اس حسین اور پرکشش جسم پر جب موسم سرما آتا سبز عمامہ زیب سر اور سبز قبا زیب بدن کرتے تو ایک فرشتہ انسانوں کی اس دنیا میں چلتا پھرتا نظر آتا۔[2082]

مہتمم مدرسہ دیوبند کا سبز عمامہ باندھنا

دیوبندی ابن الحسن عباسی رقم طراز ہیں کہ:

میں اٹھنے ہی والا تھا کہ ایک سبز رنگ کا پٹکا باندھے آئے اور اسلام کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا آپ کی تعریف؟ بولے کہ میں مہتمم ہوں اور تین بڑے بڑے رجسٹر میرے سامنے رکھ دیئے اور بتلایا کہ یہ سال بھر کے آمد و صرف کا حساب۔[2083]

[2081] (ماھنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ص ۱۵۵)

[2082] (حیات کشمیری نقش دوام ص ۷۵)

[2083] (دینی مدارس ص ۸۵)

یہ عبارت تاریخ دارالعلوم دیوبند از مولوی محبوب اور ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر میں بھی موجود ہے صرف فرق یہ ہے کہ ان میں ابتداء کی جملہ سبز پٹکا کی جگہ یوں ہے ایک صاحب سبزہ رنگ آئے۔[2084]

خلیل احمد انبیٹھوی کا سبز عمامہ باندھنا

دیوبندی محدث خلیل احمد انبیٹھوی کے متعلق دیوبندی محقق و مؤرخ عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

عمامہ حضرت متوسط طول کا باندھتے تھے مگر نہایت خوبصورت شملہ دو سوا دو بالشت پیچھے چھوڑتے اور اکثر مشروع بھاگلپوری کا سبز یا کاہی ہوتا تھا ہمیشہ آپ کھڑے ہو کر عمامہ باندھتے۔[2085]

حسین احمد مدنی کی سبز عمامہ سے دستار بندی

دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ:

مجھ کو ایک عمامہ سبز حسب اصول مدرسہ (دیوبند) از دست حضرت شیخ الہند بندھوایا گیا۔[2086]

دیوبندی سوانح نگار فرید الوحیدی اپنے دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد مدنی کے حلیہ میں رقم طراز ہیں کہ سر پر سبز رنگ کا عربی انداز کا اونی رومال جسم پر کتھئی رنگ کا عربی مصلح (عباء)۔[2087]

[2084] (تاریخ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۱۸۰ ماھنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ۱۹۵)

[2085] (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶۲ طبع کراچی)

[2086] (نقش حیات ج ۱ ص ۱۴۷ طبع کراچی)

[2087] (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ایک تاریخی و سوانحی مطالعہ ص ۷۹۵)

عبد الستار تونسوی کی سبز عمامہ سے دستار بندی

مولانا محمد حسین صاحب نے مناظر اعظم تنظیم اہل سنت علامہ (عبد الستار) تونسوی کے سر پر سبز رنگ کی دستار بندھوائی۔[2088]

سلیم اللہ خان دیوبندی

شیخ الحدیث سلیم اللہ خان لکھتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ سب سے زیادہ پسند تھا لہٰذا سبز رنگ کی پگڑی کو دوسرے رنگوں پر ترجیح دیئے بغیر اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو جائز ہے۔[2089]

دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یا اللہ! ہم تمام مسلمانوں کو مسلک اہل سنت و جماعت کے دامن سے وابستہ فرما۔ اور عقیدہ اہل سنت و جماعت پر ہی ہماری حیات و وفات ہو۔ اور ہر قسم کے فتنوں سے ہمیں محفوظ فرما۔

بحرمۃ الانبیاء العظام و الاولیاء الکرام أمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و محبوبنا و نبینا محمد و علی الہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ الی یوم الدین۔

و اللہ تعالٰی و رسولہ الاعلی اعلم بالصواب

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

2088 (بے نظیر و لاجواب مناظرہ ص ۲۲۰)

2089 (کشف الباری ج ۱ ص ۱۷۳ کتاب اللباس) (کلمہ حق شمارہ ۲ ص ۳۴۔۳۵ و شمارہ ۴ ص ۸۴)